# کلیاتِ مکاتیبِ اقبال

(جلد چہارم)

جنوری ۱۹۳۵ تا اپریل ۱۹۳۸

مرتبہ

سید مظفر حسین برنی

اُردو اکادمی دہلی

# کلیات مکاتیب اقبال

## (جلد چہارم)

جنوری ۱۹۳۵ تا اپریل ۱۹۳۸

مرتبہ

سید مظفر حسین برنی

اردو اکادمی دہلی

# کلیات مکاتیب اقبال۔ جلد ۴

سلسلہ مطبوعات اردو اکادمی دہلی نمبر ۱۰۱


KULLIYAT MAKATEEB-E-IQBAL- VOL.IV

Edited. by : S.M.H. BURNEY

Published by : URDU ACADEMY, DELHI

Print : 1998

Price : Rs. 250/=

قیمت : دو سو پچاس روپے

سنِ اشاعت : ۱۹۹۸

طباعت : ثمر آفسیٹ پریس، دہلی

ناشر و تقسیم کار : اردو اکادمی دہلی، گھٹا مسجد روڈ، دریا گنج، نئی دہلی

I S B N - 81-1721-105-4

# ترتیب

# حرفِ آغاز

دلّی ہمیشہ ہندوستان کے دل کی دھڑکنوں کا محور و مرکز رہی ہے۔ اسی لیے عالم میں انتخاب اس شہر بے نظیر کی تاریخ و تہذیب، علم و فن اور زبان و ادب کو پورے ملک کی نمائندگی کا شرف حاصل ہے۔ آزاد ہندوستان کی یہ تاریخی راجدھانی بجا طور پر اردو زبان و ادب کی راجدھانی بھی کہی جاسکتی ہے۔ اسی کے گرد و نواح میں کھڑی بولی کے بطن سے زبانِ دہلوی یا اردو نے جنم لیا جو اپنی دھرتی کی سیاسی، سماجی، تہذیبی اور معاشرتی ضرورتوں کے زیر سایہ نشو و نما پاکر اس عظیم تہذیب کی ترجمان بن گئی جسے ہم گنگا جمنی تہذیب کا نام دیتے ہیں اور جو ہماری زندہ و تابندہ تاریخی وراثت ہے۔

دلّی کے ساتھ اردو زبان اور اردو ثقافت کے اسی قدیم اور اٹوٹ رشتے کے پیشِ نظر محترمہ اندرا گاندھی کے ایما پر (جو اس وقت ملک کی وزیر اعظم تھیں) ۱۹۸۱ء میں دہلی اردو اکادمی کا قیام عمل میں آیا اور ایک چھوٹے سے دفتر سے اکادمی نے اپنی سرگرمیوں کا آغاز کیا۔ آج دلّی اردو اکادمی کا شمار اردو کے فعال ترین اداروں میں ہوتا ہے۔ اردو زبان و ادب اور اردو ثقافت کو فروغ دینے کے لیے اکادمی مسلسل جو کارہائے نمایاں انجام دے رہی ہے، انھیں نہ صرف دہلی بلکہ پورے ملک یہاں تک کہ بیرونی ممالک کے اردو حلقوں میں بھی کافی مقبولیت حاصل ہے۔ یہاں یہ اعتراف ضروری ہے کہ اس کام میں اردو اکادمی کو دہلی سرکار کا فراخ دلانہ تعاون حاصل رہا ہے۔

اکادمی کے دستور العمل کی رو سے دہلی کے لیفٹننٹ گورنر پہلے اکادمی کے چیئر مین ہوتے تھے، دہلی میں منتخب حکومت کے قیام کے بعد اکادمی کے چیئر مین دہلی کے وزیر اعلیٰ ہوگئے ہیں جو دو سال کے لیے اکادمی کے اراکین کو نامزد کرتے ہیں۔ اراکین کا انتخاب دہلی

کے ممتاز ادیبوں، شاعروں، صحافیوں اور معلموں میں سے کیا جاتا ہے جن کے مشوروں کی روشنی میں چیئرمین کی منظوری سے اکادمی مختلف کاموں کے منصوبے بناتی اور انھیں روبہ عمل لاتی ہے۔ اکادمی اپنی سرگرمیوں میں دہلی اور بیرونِ دہلی کے دیگر اردو اداروں سے بھی باہمی مشورت اور تعاون قائم رکھتی ہے۔

اردو اکادمی، دہلی اپنی گوناگوں سرگرمیوں کی وجہ سے پورے ملک میں اپنی واضح پہچان قائم کرچکی ہے۔ انھیں سرگرمیوں میں ایک اہم سرگرمی اکادمی کی طرف سے ایک معیاری ادبی ماہنامہ "ایوانِ اردو" اور بچّوں کا ماہنامہ "امنگ" کی اشاعت کے ساتھ ساتھ اعلیٰ معیار کی علمی اور ادبی کتابوں کی اشاعت بھی ہے۔

علامہ اقبال ہماری صدی کے سب سے بڑے شاعر ہیں۔ انھوں نے فکر کو جذبے کی آنچ دے کر جس ہنرمندی کے ساتھ شاعری کے قالب میں ڈھالا ہے، وہ اپنے آپ میں ایک فنّی معجزے سے کم نہیں۔ علامہ کی فکر اپنے عہد کے ان تمام ذہنی اور جذباتی مسائل کا احاطہ کرتی ہے جو اس عہد کے انسانوں کو، بالخصوص بلادِ مشرقیہ کے رہنے والوں کو درپیش تھے۔ ان کی اس فکر کا اظہار ان کی شاعری کے علاوہ ان کی نثری تحریروں میں بھی ہوا ہے۔ ان کے خطوط بھی اسی ذیل میں آتے ہیں بلکہ یہ اس لحاظ سے زیادہ اہم ہیں کہ ان میں ان کے خیالات بڑے بے تکلف پیرائے میں ظاہر ہوئے ہیں اور ان میں بہت سی ایسی چیزیں زیرِ بحث آگئی ہیں جن سے انھوں نے اپنی شاعری یا دوسری نثری تحریروں میں زیادہ سروکار نہیں رکھا ہے۔ ان میں زیادہ تر وہ چیزیں شامل ہیں جن کے بارے میں خط لکھنے والوں نے بہ طور خاص ان سے استفسار کیا ہے۔ ان استفسارات کے جوابات سے علامہ کی عظیم شخصیت کے ایسے کئی گوشے سامنے آتے ہیں جن تک رسائی اقبال شناسی کے لیے ضروری ہے۔

اس سے پہلے اکادمی خطوطِ اقبال کی تین ضخیم جلدیں شائع کرچکی ہے۔ پہلی جلد ۱۸۹۹ء سے ۱۹۱۸ء تک کے خطوط پر، دوسری جنوری ۱۹۱۹ء سے دسمبر ۱۹۲۸ء تک کے خطوط پر اور تیسری جنوری ۱۹۲۹ء سے دسمبر ۱۹۳۴ء تک کے خطوں پر مشتمل ہے۔ اب یہ چوتھی اور آخری جلد شائع کی جارہی ہے جس میں جنوری ۱۹۳۵ء سے علامہ کی وفات سے پہلے تک کے خط شامل ہیں۔ چاروں جلدوں میں شائع شدہ خطوط بھی ہیں اور ایسے خطوط بھی جو اس سے پہلے شائع نہیں ہوئے۔ ایسے خطوط بھی ہیں جو شائع تو ہوئے لیکن نامکمل صورت

ہیں۔ ان کے شائع کنندگان کی کسی مصلحت یا کوتاہی سے ان کے بعض حصے حذف ہوگئے۔ کلیات مکاتیب اقبال کے مرتب سید مظفر حسین برنی نے ان کے مکمل متن حاصل کرنے میں جو کوشش و کاوش صرف کی ہوگی، اس کا اندازہ لگانا مشکل نہیں۔ خطوط کی ترتیب میں انھوں نے جن امور کو ملحوظ رکھا ہے ان کی افادیت بھی اہل نظر بہ آسانی محسوس کر سکتے ہیں۔ پھر خطوط پر لکھے گئے تحقیقی حواشی نے ان مجموعائے خطوط کو اور بھی مفید اور کار آمد بنادیا ہے ـــــ امید ہے کہ علامہ اقبال کے قدر شناسوں میں "کلیات مکاتیبِ اقبال" کی یہ چوتھی جلد بھی ہاتھوں ہاتھ لی جائے گی۔

ہم اردو اکادمی کے سرپرست اور صدر نشیں عالی جناب صاحب سنگھ وزیرِ اعلیٰ دہلی کی عنایات اور توجہات کے لیے تہہ دل سے ممنون ہیں۔ اکادمی کے وائس چیئرمین پروفیسر گوپی چند نارنگ کے سرگرم تعاون اور مفید مشورے ہمارے لیے رہنمائی کا کام کرتے ہیں اس کا اعتراف بھی ضروری ہے۔ ساتھ ہی ہم اکادمی کی تحقیقی و اشاعتی کمیٹی کے اراکین کے بھی شکر گزار ہیں۔

مخمور سعیدی

سکریٹری اردو اکادمی، دہلی

# مُقدّمہ

للہ الحمد کہ ہر چیز کہ خاطر می خواست　　آخر آمد زپس پردۂ تقدیر پدید

میں نے مکاتیب اقبال کی ترتیب و تدوین کا جو خواب دیکھا تھا وہ اللہ کے فضل و کرم سے جلد چہارم کی طباعت کے ساتھ شرمندۂ تعبیر ہوا۔ گو اس میں عمر عزیز کے دس برس تو ضرور صرف ہو گئے لیکن یہ ہرگز رائگاں نہ گئے بلکہ میں یہ کہنے کی جرات کرتا ہوں کہ علامہ اقبال سے جو والہانہ محبت اور بے پناہ عقیدت مجھے بچپن سے تھی، وہ اس امر کی متقاضی تھی کہ ان کے حضور ان کے شایان شان خراج عقیدت پیش کروں۔ میرے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ ان کے دستیاب مکتوبات کو یکجا کرنے اور ان کو ایک نئے ہنج پر مرتب و مدون کرنے کی سعادت کبھی اس ہیچ مدان کو نصیب ہو گی۔

حاصلِ عمر نثارِ رہ یارے کردم　　شادم از زندگیِ خویش کہ کارے کردم

کلیات میں اقبال کے کل پندرہ سو ستہتر (۱۵۷۷) دستیاب مکتوبات مرتب کیے گئے

ہیں۔ جو انھوں نے تقریباً انتالیس (۳۹) برس کے عرصہ میں لکھے۔ ان میں ایک سو اٹھائیس (۱۲۸) غیر مدون اور ان میں سے چھیالیس (۴۶) غیر مطبوعہ خطوط ہیں۔ ان میں دو سو انچاس (۲۴۹) خطوط انگریزی، سترہ (۱۷) جرمن ایک (۱) عربی زبان اور دو (۲) فارسی زبان میں ہیں۔ یہ میری خوش بختی ہے کہ بسیار تلاش و جستجو کے بعد پانچ سو چورانوے (۵۹۴) خطوط کی عکسی نقول حاصل ہو گئیں۔ جو شائع کر دی گئی ہیں۔ ان کے علاوہ انگریزی مکاتیب کی کثیر تعداد کی عکسی نقلیں بھی دستیاب ہو گئیں۔ اس طرح تقریباً چالیس (۴۰) فیصدی مکاتیب کے متون کو اصل سے موازنہ کرنے ان کی تصحیح کرنے کی کما حقہٗ کوشش کرنے کا ایک نادر موقعہ مل گیا جو کم مرتبین کو میسر آتا ہے۔ مزید برآں اسی دوران مکاتیبِ اقبال کے چند مجموعوں کے نئے ایڈیشن پاکستان میں چھپ گئے ہیں لیکن بڑی کوشش و کاوش کے باوجود ان تک رسائی نہ ہو سکی۔ ۔ ۔ اقبال پرست اور ہرنی نواز احباب برادرم ڈاکٹر صابر کلوروی صاحب اور محترم پروفیسر رفیع الدین ہاشمی صاحب نے نہ صرف ان مجموعوں میں مشمولہ خطوط میں اغلاط کی نشان دہی فرمائیں بلکہ تصحیحات بھی تجویز کیں۔ ان کی بنا پر متعلقہ خطوط میں بھی تصحیح کر دی گئی ہے، گو ان کی عکسی نقول دستیاب نہ ہوئیں جو عام مروجہ طریق کار کے مطابق تصحیحات کی اساس ہوتی ہیں۔ میں ان حضرات کے اس کرم بے حساب کے لیے بیحد ممنون ہوں۔

اس ضمن میں یہ کہنا بھی بے محل نہ ہوگا کہ کلیات کی جلد سوم میں جو مکاتیب "اقبال جہانِ دیگر" مرتبہٗ فرید الحق صاحب شامل کیے گئے تھے ان میں چند مکاتیب کے عکس سہواً شائع نہ ہوئے تھے۔ جلد سوم کے تصحیح نامے میں بعض مکاتیب کے متون کے اغلاط عکسی نقول کی مدد سے دور کر دیے گئے ہیں۔

بایں ہمہ اتنے بڑے کام میں خامیوں اور غلطیوں کا در آنا ناگزیر تھا۔ میں ممتاز ناقدین اور محققین اقبالیات کا صمیم قلب سے شکر یہ ادا کرتا ہوں جنھوں نے کلیات کو در خور اعتنا سمجھا اور اس پر معروضی اور تفصیلی تبصرے لکھے، اور اغلاط کی نشاندہی کی۔ یہ تبصرے ہر جلد کا تصحیح نامہ تیار کرنے میں مشعل راہ ثابت ہوئے۔ اتنا ضرور عرض کرنا ہے کہ ان کی تمام آرا، و نتائج قابل قبول نہ تھے اور بعض مقامات پر ان کے استدلال سے کلی اتفاق کرنا بھی مشکل تھا۔ کہیں یہ بھی

ہوا کہ کاتب نے "مشق ناز" کی اور "خون دو عالم" میری گردن پر۔ بہرکیف اس منزل پر پہنچ کر نہ کسی سے گلہ و شکایت کی ہے نہ بحث و مباحثہ کا موقع ہے۔

سفینہ جب کہ کنارے پہ آلگا غالبؔ    خدا سے کیا ستم و جورِ ناخدا کہیے!

کلیات کی ہر جلد کا ایک مفصل علیحدہ علیحدہ تصحیح نامہ تیار کر کے موجودہ جلد میں شامل کر دیا گیا ہے۔ اگرچہ ناشر کا ارادہ ہے کہ کلیات کی ہر جلد پر نظر ثانی کے بعد اشاعت دوم شائع کریں تاہم بعض وجوہ سے نئے سیٹ کی قیمت گراں سے گراں تر ہوتی جائے گی اور کوئی خریدار خواہ وہ فرد واحد ہو یا کوئی ادارہ دوسرا نیا سیٹ خریدنے کا متحمل نہیں ہو سکے گا۔ بایں صورت تصحیح نامہ قاریوں کے لیے مفید ہوگا کہ وہ اس سے اپنے اپنے نسخے درست کر سکتے ہیں ناشر نے ہر جلد کا تصحیح نامہ بڑی تعداد میں علیحدہ چھپوا لیا ہے، تاکہ قاری جب چاہے معمولی قیمت پر انھیں سے حاصل کر سکتا ہے۔

یہاں تصحیح نامہ کی توضیح و تشریح ضروری ہے۔ اس میں نہ صرف تمام اغلاط درست کر دیے گئے ہیں بلکہ جہاں کہیں توضیحی اور تشریحی نوٹ رہ گئے تھے وہ بھی اب بڑھا دیے گئے ہیں اور تعلیقات میں بھی ضروری اضافے اور رد و بدل کر دی گئی ہے اب ان توضیحات و تشریحات کی بنیاد پر ہر جلد کا نیا ایڈیشن بھی مرتب کر کے شائع کیا جا سکتا ہے اس طرح ناشر کا کام اب بہت آسان ہو گیا ہے۔

جہاں تک جلد چہارم کا تعلق ہے۔ مجھے یہ اعتراف کرنے میں ذرا تامل نہیں کہ اس میں بھی مجھ سے غلطیاں اور لغزشیں سرزد ہوئی ہوں گی۔ میں اہل نظر کی خاص توجہ اور مخلصانہ تعاون کا طالب ہوں کہ وہ ان اغلاط کی نشاندہی فرما دیں تاکہ ان کو اشاعت دوم میں دور کیا جا سکے۔

کلیات کی جلد چہارم اقبال کی زندگی کے آخری دور ۱۹۳۵ء سے ان کی وفات ۲۱ اپریل ۱۹۳۸ء تک، کو محیط ہے۔ اس جلد میں اس زمانہ کے کل تین سو پینسٹھ (۳۶۵) خطوط شامل ہیں۔ جن میں اڑتیس (۳۸) غیر مدون اور بائیس (۲۲) غیر مطبوعہ خطوط ہیں۔ ان میں اسی (۸۰) خطوط انگریزی اور ایک خط عربی زبان میں ہے ایک سو چونسٹھ (۱۶۴) خطوط کے عکس بھی شائع کیے جا رہے ہیں۔

زیر نظر جلد میں ضمیمہ بھی شامل ہے۔ جو ترپن (۵۳) مکتوبات پر مشتمل ہے۔ ان میں سے

اکتالیس (۴۱) غیر مدون اور دو (۲) غیر مطبوعہ خطوط ہیں ۔ اس ضمیمے میں تیرہ (۱۳) خطوط کے عکس بھی شامل ہیں ۔

علاوہ ازیں پہلی بار اقبال کے تمام اہم برقی پیغامات بھی ضمیمے میں شامل کیے گئے ہیں۔ نمبر ایک تار بنام جاوید اقبال ذاتی نوعیت کا ہے بقیہ سب سیاسی اہمیت کے حامل ہیں ۔

اسی طرح زیر نظر جلد میں کل خطوط کی تعداد چار سو اٹھارہ (۴۱۸) ہو جاتی ہے جن میں سے اُناسی (۷۹) غیر مدون اور چوبیس (۲۴) غیر مطبوعہ ہیں۔ انگریزی سے چھیاسی (۸۶) خطوط ترجمہ کیے گئے ہیں ۔ اور ایک خط عربی میں ہے۔ کل ایک سو ستہتر (۱۷۷) خطوط کی عکسی نقول بھی پیش کیے جا رہے ہیں۔

مقدمے کے بعد "نگاہ بازگشت" کے تحت مکاتیب کے تمام اعداد و شمار جلد وار پیش کر دیے گئے ہیں۔ علاوہ ازیں ہر جلد میں مشمولہ غیر مدون اور غیر مطبوعہ مکاتیب کی فہرست بھی شائع کی جا رہی ہے ۔

اس جلد میں اقبال کے بیشتر خطوط علالت، علاج معالجہ، دواؤں کے استعمال کی ترکیب پرہیز وغیرہ سے متعلق ہیں ۔ اقبال حکیم عبدالوہاب انصاری صاحب معروف بہ حکیم نابینا صاحب کے زیر علاج تھے ۔ سید نذیر نیازی جو اس وقت دہلی میں مقیم تھے اقبال کی شکایات حکیم صاحب کے گوش گزار کرتے تھے اور حکیم صاحب کی ہدایات اقبال کو لکھ بھیجتے تھے ۔ جب حکیم صاحب ۱۹۳۶ء میں حیدر آباد تشریف لے گئے تو یہ فریضہ ڈاکٹر مظفر الدین قریشی پروفیسر جامعہ عثمانیہ نے ادا کیا جن کے نام اقبال کا پہلا خط ۳۰ ر اگست ۱۹۳۶ء کا لکھا ہوا ہے ۔

اسی دوران سر راس مسعود کے ایما پر برقی علاج کے لیے اقبال نے تین بار بھوپال کا سفر کیا۔ جس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

(الف) اس سلسلہ میں پہلی بار ۳۱ ر جنوری ۱۹۳۵ء سے ۷ ر مارچ ۱۹۳۵ تک ریاض منزل میں قیام رہا۔ بجلی اور Ultra Violet Rays سے علاج شروع ہوا۔

(ب) دوسری بار ۱۷ ر جولائی ۱۹۳۵ سے ۲۸ ر اگست ۱۹۳۵ء تک اسی مقصد کے لیے شیش محل میں قیام فرمایا۔

(ج) آخری بار ۲ر مارچ ۱۹۳۶ء سے ۸ راپریل ۱۹۳۶ء تک بھوپال میں بغرض علاج رہے اور قیام شیش محل میں ہی رہا۔

اقبال اسی دوران وی آنا (VIENNA) جاکر علاج کرانے کی بھی فکر کر رہے تھے کہ وہاں حکیم صاحب کے بھتیجے ڈاکٹر منظفر علی خاں مقیم تھے لیکن اس میں پیش رفت نہ ہوئی۔ اسی دوران والدۂ جاوید جگر اور دیگر عوارض کی وجہ سے سخت علیل رہیں بالآخر ۲۳ر مئی ۱۹۳۵ء کو ان کا انتقال ہوگیا۔ اقبال نے سید نذیر نیازی کو لکھا:

"ان کے آلام و مصائب کا خاتمہ ہوا اور میرے اطمینان قلب کا"

(مکتوب مورخہ ۲۴ر مئی ۱۹۳۵ء)

ان تمام اندوہ ناک حالات کی گھنگھور گھٹا میں ایک بار امید کی بجلی کوندی تھی اور وہ تھی پانچ سو روپیہ ماہانہ تاحیات پنشن جوان کو نواب صاحب بھوپال نے ازراہ فراخ دلی اور ادب نوازی منظور فرمائی تھی۔ (اس کا ذکر کلیات کی جلد سوم کے مقدمہ میں بھی ہے۔ لیکن اس وقت یہ تجویز زیر غور تھی)۔ پنشن کے احکامات مئی ۱۹۳۵ء میں جاری ہوئے (مکتوب بنام سر راس مسعود محررہ ۳۰ر مئی ۱۹۳۵ء)۔

اقبال نے اپنی ایک سادہ، فطری اور معصومانہ خواہش کا اظہار ۳۰ر مئی ۱۹۳۵ء کے خط بنام سر راس مسعود میں کیا ہے:

"سرکار اپنے ہاتھ سے بھی اس مضمون کا ایک خط مجھے لکھ دیں جو آپ نے مجھے لکھا ہے"

اور پھر سر راس مسعود کو ۲۴ر جون ۱۹۳۶ء کو مطلع کیا کہ انھوں نے اس خط کو سادہ اور خوب صورت فریم میں لگوا دیا ہے۔

سر راس مسعود کی تجویز پر ہز ہائینس سر آغا خاں بھی اقبال کو پنشن دینا چاہتے تھے۔ لیکن اقبال نے یہ پیش کش قبول نہ کی۔

اقبال بڑے خوددار اور غیور آدمی تھے اس کے ساتھ ساتھ وہ بیحد قناعت پسند اور صابر و شاکر بھی تھے۔ چنانچہ سر راس مسعود کو لکھتے ہیں:

"اعلیٰ حضرت نواب صاحب بھوپال نے جو رقم میرے لیے منظور فرمائی ہے

وہ میرے لیے کافی ہے۔ ضرورت سے زیادہ کی ہوس کرنا روپے کا لالچ ہے
جو کسی طرح بھی کسی مسلمان کے شایان شان نہیں ہے۔ مجھے اس رقم مزید کو قبول
کرتے ہوئے حجاب آتا ہے"

البتہ اس خواہش کا اظہار کیا کہ ہز ہائی نس آغا خاں پنشن جاوید کو تعلیم کے زمانہ تک عطا کر دیں۔ (مکتوب بنام سر راس مسعود بتاریخ ۱۱ر ستمبر ۱۹۳۵ء)

بچوں کی فکر آخر وقت تک اقبال کو دامن گیر رہی۔ چنانچہ اپنی موت سے پانچ دن پہلے ۱۶ر اپریل ۱۹۳۸ء کو شعیب قریشی کو لکھتے ہیں:

"نواب صاحب بچوں کی طرف توجہ کریں۔"

بیماری کے زمانہ میں اقبال کی نفسیاتی الجھنیں خطوط میں جھلکتی ہیں۔ کبھی اس عام انسانی کمزوری کا مظاہرہ نظر آتا ہے کہ جو دوا دارو کسی نے بتا دی اسے فوراً آزمانے کو تیار ہو جاتے تھے۔ البتہ اتنی احتیاط برتتے تھے کہ کسی اور کی دوا استعمال کرنے سے پہلے حکیم نابینا صاحب سے مشورہ ضرور کر لیا کرتے تھے۔ کبھی انسانی فطرت کا ایک اور پہلو نظر آتا ہے کہ ایک دایم المرض اور سال بھر سے صاحبِ فراش مریض کا بے اختیار دل چاہتا ہے کہ اپنے گرد و پیش کے افسردہ ماحول سے نکل بھاگے۔ چنانچہ عبداللہ چغتائی کو ۱۳ر جون ۱۹۳۷ء کو لکھتے ہیں:

"قصد تو یہ تھا کہ زندگی کے باقی دن جرمنی اور اٹلی میں گزار دوں مگر بچوں
کی تربیت کس پر چھوڑوں۔"

اقبال کو حج بیت اللہ کی بھی بڑی آرزو گزشتہ دو تین سال سے تھی (مکتوب بنام سید غلام میراں شاہ مورخہ ۱۱ر اگست ۱۹۳۷ء) اس سے پہلے سر راس مسعود کو ۱۵ر جنوری ۱۹۳۷ء کو لکھا تھا:

"امسال دربار حضور میں حاضری کا قصد تھا مگر بعض موانع پیش آگئے۔"

سید غلام میراں شاہ کو کس مایوسی اور حسرت سے ۲ر دسمبر ۱۹۳۷ء کو لکھتے ہیں:

"کاش میں بھی آپ کے ساتھ چل سکتا۔"

گو اس دور میں اقبال موت کے سایہ میں جی رہے تھے تاہم ان کے خطوط میں مایوسی، بے بسی

اور اضطراری کیفیت کہیں نظر نہیں آتی۔ اس کے برعکس ان میں امید بیم پیہم، حوصلہ مندی و پامردی ایمانِ محکم، راضی برضا رہنے کا شیوہ اور ایک شانِ استغنا جھلکتی ہے۔ ایک خط میں لکھتے ہیں۔

"آزردگی اور پریشان خاطری مسلمان کا شیوہ نہیں"

(مکتوب بنام سید نذیر نیازی مورخہ ۲۱ نومبر ۱۹۳۵ء)

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

"ان شاءاللہ جب موت آئے گی تو مجھے متبسّم پائے گی"

(مکتوب بنام عبداللہ چغتائی محررہ ۱۳ جون ۱۹۳۷ء)

موت سے چند روز پیشتر جب کسی نے ان کی صحت کے بارے میں تشویش کا اظہار کیا تھا تو فرمایا۔ "میں موت سے نہیں ڈرتا" اور پھر اپنا یہ شعر پڑھا تھا:

نشانِ مردِ مومن با تو گویم ۔۔۔ چوں مرگ آید تبسّم بر لبِ اوست

(تجھے مومن کی پہچان بتاتا ہوں۔ جب موت آتی ہے تو اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ ہوتی ہے)[۱]

اسی دوران اقبال کو ایک اور شدید صدمہ پہنچا یہ ۲۱ جولائی ۱۹۳۷ کو سر راس مسعود کی ناگہانی موت تھی۔ ان سے اقبال کو نہایت درجہ محبت تھی اور ایک خاص تعلقِ خاطر تھا۔ ممنون حسن خاں صاحب مرحوم کو لکھتے ہیں:

"میں ذرا سفر کے قابل ہولوں تو سید مسعود کے مزار پر فاتحہ خوانی کے لیے علی گڑھ جانے کا قصد رکھتا ہوں"

(مکتوب بتاریخ ۲ اگست ۱۹۳۷ء)

سر راس مسعود کے کتبۂ مزار کے لیے وہی رباعی لکھ کر بھیجدی جو اپنے کتبۂ مزار کے لیے رکھی تھی (مکتوب بنام ممنون حسن خاں صاحب مرحوم محررہ ۷ اگست ۱۹۳۷ء)

مولوی عبدالحق کو رسالہ "اردو" میں اشاعت کے لیے سر راس مسعود کے متعلق چند اشعار بھیجے جو اسی روز لکھے تھے جس روز ان کی موت کی خبر لاہور پہنچی تھی۔

"مگر یہ اشعار مرثیہ کہلانے کے مستحق نہیں، مرثیہ لکھنا مجھے آتا بھی نہیں (مکتوب مورخہ ۲۳ اگست ۱۹۳۷ء)

[۱] جاوید اقبال: زندہ رود جلد سوم ص ۶۰۲۔

اس دورِ علالت میں بھی اقبال کا تصنیفی اور تخلیقی عمل جاری رہا۔ جنوری ۱۹۳۵ء میں ان کے اردو کلام کا دوسرا مجموعہ "بالِ جبریل" کے نام سے منظرِ عام پر آیا (مکتوب بنام سید نذیر نیازی مورخہ ۹ جنوری ۱۹۳۵ء) پہلے اس مجموعہ کا نام "نشانِ منزل" تجویز ہوا تھا۔

بالِ جبریل کی اشاعت کے چند ماہ بعد ہی اقبال نے "صورِ اسرافیل" کے نام سے تیسرے اردو مجموعہ کی تیاری شروع کر دی تھی۔ اس سلسلہ میں جلد سوم کے مقدمہ کے صفحہ ۸۴ پر آخری پیراگراف ملاحظہ ہو۔ جولائی ۱۹۳۶ء کے آخری دنوں میں اس مجموعہ کی اشاعت ضربِ کلیم (اعلانِ جنگ زمانہ حاضر کے خلاف) کے نام سے ہوئی۔ یہ دونوں اردو میں اقبال کی آخری معرکتہ الآرا تصانیف ہیں۔ اقبال کی آخری تصنیف فارسی مثنوی "پس چہ باید کرد اے اقوامِ شرق" ہے۔ اس کی شانِ نزول کے لیے سر راس مسعود کے نام ۲۹ جون ۱۹۳۶ء کے خط کا درج ذیل اقتباس ملاحظہ ہو:

"۳ اپریل کی شب کو جب میں بھوپال میں تھا میں نے تمہارے دادا رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا مجھ سے فرمایا کہ اپنی علالت کے متعلق حضرت رسالت مآب کی خدمت میں عرض کر۔ میں اسی وقت بیدار ہو گیا اور کچھ شعر عرض داشت کے طور پر فارسی زبان میں لکھے۔ کل ساٹھ شعر ہوئے۔ لاہور آکر خیال ہوا کہ یہ چھوٹی سی نظم ہے۔ اگر کسی زیادہ بڑی مثنوی کا آخری حصہ ہو جائے تو خوب ہے۔ الحمد للہ کہ یہ مثنوی بھی اب ختم ہو گئی ہے۔ مجھ کو اس مثنوی کا گمان بھی نہ تھا۔ بہرحال اس کا نام ہوگا "پس چہ باید کرد اے اقوامِ شرق"۔ یہ مثنوی آخر اکتوبر ۱۹۳۶ء میں شائع ہوئی۔

اقبال دو اور کتابیں لکھنی چاہتے تھے لیکن نہ لکھ سکے۔ یہ دونوں البتہ نثر میں ہوتیں۔ ایک کے بارے میں ۲۰ مئی ۱۹۳۵ء کو سر راس مسعود کو تحریر کرتے ہیں:۔

"تمنا ہے کہ مرنے سے پہلے قرآن کریم سے متعلق اپنے افکار قلمبند کر جاؤں۔" ان کی تصریح یوں کی:

"۔۔۔۔ کہ میں قرآن کریم پر عہدِ حاضر کی روشنی میں اپنے وہ نوٹ تیار کر لوں جو عرصے سے میرے زیرِ غور ہیں۔"

(مکتوب بنام سر راس مسعود مورخہ ۲۶ اپریل ۱۹۳۵ء)

دوسری کتاب اسلامی اصولِ فقہ کے متعلق ہوتی ان کو فقہی مسائل سے بڑی دلچسپی تھی چنانچہ

۱۲ فروری ۱۹۳۶ء کو مسعود عالم ندوی کو تحریر فرماتے ہیں:

"فقہی مسائل کے اختلافات اور علمائے اسلام کی جرح وقدح جس میں حضور رسالت مآب کا عشق پوشیدہ ہے ان تمام چیزوں کا مطالعہ بے حد روحانی لذّت رکھتا ہے۔"

مولوی رضا احمد بجنوری سے ۲۲ ستمبر ۱۹۳۶ء کو دریافت فرماتے ہیں: "کیا آپ کسی ایسے بزرگ کا نام تجویز فرما سکتے ہیں جس کی نظر فقہ اسلام واصول فقہ و تفسیر پر وسیع ہو۔"

اس ضمن میں خواجہ غلام السیدین کو ۱۱ ستمبر ۱۹۳۷ء کو اپنے ارادہ سے باخبر کرتے ہیں۔

"اسلامی اصول فقہ کے متعلق ایک کتاب لکھنے کا ارادہ تھا لیکن اب یہ امید موہوم معلوم ہوتی ہے۔"

علاوہ ازیں اقبال دیگر علمی وادبی سرگرمیوں میں بھی مصروف رہے۔ کبھی سر ضیاء الدین احمد وائس چانسلر علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کو ۲۱ اپریل ۱۹۳۶ء کو سفارش کر رہے ہیں کہ شیخ عطاء اللہ کی Co.operative Movement IN THE PUNJAB (پنجاب میں تحریک امدادی باہمی) کی طباعت کے لیے سو (۱۰۰) پاونڈ یونیورسٹی فنڈ سے منظور فرمادیں۔ کبھی سید ہاشمی فرید آبادی کو ۲ نومبر ۱۹۳۵ء کو مصر کے جریدہ "الرسالہ" کا ایک تراشہ بھیج رہے ہیں۔

کسی اعلیٰ درجہ کے علمی یا ادبی مضمون کا علم ہو جاتا تو اس کو منگا کر ملاحظ فرماتے۔ میرٹھ کے ضیاالاسلام مرحوم کا مضمون عبدالوحید خاں سے ۲۲ جون ۱۹۳۶ء کو منگوا کر دیکھا اور پسند فرمایا اور ان کے متعلق لکھا:

"اگر زندہ رہتے تو یقیناً ہندوستان میں اپنی قسم کے پہلے ناقد ہوتے۔"

جب ڈاکٹر عبداللہ چغتائی یورپ کے دورہ پر تھے تو ان سے اطالوی زبان میں ان مضامین کے انگریزی ترجمے بھیجنے کی فرمائش کرتے ہیں جن کا انھوں نے ذکر کیا تھا (مکتوب بتاریخ ۱۳ جون ۱۹۳۷ء) پھر ۱۱ اگست ۱۹۳۷ء کو ان کو جلد ارسال کرنے کی یاد دہانی کرتے ہیں بلکہ اصل رسالے بھی ترجمہ کے ساتھ طلب فرماتے ہیں۔

اقبال علم کا ایک بحرِ ذخار تھے۔ ان کا مطالعہ نہ صرف بے حد وسیع تھا بلکہ نہایت درجہ عمیق بھی تھا۔ ان کو مختلف علوم وفنون پر مکمل عبور حاصل تھا۔

راغب احسن کو روح مجرد کے لیے گوتم بدھ کی تعلیم کو سمجھنے کے واسطے ایک قدیم کتاب (پالی "ملنڈ پنہو") (THE QUESTION OF MELINDA) پڑھنے کی ترغیب دیتے ہیں۔ یہ پالی زبان میں نثر کی اولین اور قدیم ترین کتاب ہے جس کا مخطوطہ سری لنکا میں محفوظ ہے تفصیل کے لیے تعلیقات ملاحظہ ہوں۔ (مکتوب محررہ ۶ فروری ۱۹۳۵ء)

اپنی موت سے تین روز قبل پنجاب یونیورسٹی کے وائس چانسلر کو حافظ محمود شیرانی کی ملازمت میں توسیع کی سفارش کرتے ہوئے ان کے اولین علمی کارنمایاں کا ذکر کرتے ہیں جس سے اب ان کے مداح بھی ناواقف ہیں۔ اسلام کی دفاع میں یہ کتاب سترھویں صدی میں پہلی بار انگریزی زبان میں لکھی گئی اور اسی وجہ سے اس وقت تک شائع نہیں ہوئی تھی یہ ڈاکٹر ہنری سٹب (DR. HENRY STULB) کی کتاب THE RISE AND PROGRESS OF MOHAMMATANISM تھی جو حافظ صاحب موصوف نے دریافت کی تھی اور ۱۹۱۱ء میں لوزاک پریس لندن (LUZAC PRESS LONDON) نے پہلی بار شائع کی تھی۔ اور جس کی اشاعت پر وہاں بڑا ہنگامہ ہوا تھا تفصیلات حواشی میں ملیں گی۔

سائنس پر جارج سارٹن کی شہرۂ آفاق انگریزی کتاب "مقدمہ تاریخ سائنس" کا اردو میں ترجمہ سید نذیر نیازی کر رہے تھے اقبال نے اس ترجمہ کا ایک حصہ خود بھی دیکھا (مکتوب بنام مولوی عبدالحق مورخہ ۱۵ مارچ ۱۹۳۸ء)۔

محمد اکرام سے ان کی معروف کتاب "غالب نامہ" بڑے شوق سے منگوا کر دیکھی۔ گو ان کے چند نتائج سے اتفاق نہیں کیا۔ اقبال کا خیال تھا کہ غالب کو اپنے اردو کلام میں بیدل کی تقلید میں ناکامی ہوئی۔

دور حاضر کی ایک عربی کتاب ملاحظہ سے گزرتی ہے تو ۱۹ فروری ۱۹۳۶ء کو مسعود عالم ندوی کو لکھتے ہیں کہ "مصر کے ایک بیرسٹر محمد لطفی جمعہ اپنی تصنیف "حیات الشرق" میں صفحہ ۶۵ پر حاشیہ میں ترکوں کے متعلق لکھتے ہوئے ایک حدیث کا حوالہ دیتے ہیں:" اقبال مولانا موصوف سے دریافت فرماتے ہیں کہ اس کا راوی کون ہے۔

ندوۃ العلما ر لکھنؤ کے عربی جریدہ "الضیا" میں مسعود عالم ندوی کا ریویو حافظ فضل الرحمٰن انصاری کی کتاب "اے نیو مسلم ورلڈ ان میکنگ (A NEW MUSLIM WORLD IN MAKING) پر دیکھتے ہیں تو کتاب کا ایک نسخہ طلب فرماتے ہیں (مکتوب مورخہ نومبر ۱۹۳۵ء)۔

ڈاکٹر سید ظفر الحسن کو ۱۳ دسمبر ۱۹۳۵ء کو مشورہ دیتے ہیں کہ ان کے شاگرد عمر الدین مارگرٹ اسمتھ (MARGARET SMITH) کی کتاب AN EARLY MYTHIC OF BAGHDAD مطالعہ کریں جو حارث ابن اسد المحاسبی کے متعلق ہے۔

خواجہ غلام السیدین کی زیر تالیف کتاب "ایجوکیشنل فلاسفی آف اقبال" (EDUCATIONAL PHILOSOPHY OF IQBAL) کا خلاصہ منگا کر ملاحظہ فرماتے ہیں اور ان کے نام ایک غیر مطبوعہ مکتوب محررہ ۳ جنوری ۱۹۳۶ء میں تحریر فرماتے ہیں:-

"اگر اس (بقائے دوام) کے حصول کا دار و مدار خودی کی صلاحیت سے ہے تو پھر کوئی تعلیمی نظام جس کا مقصد عقل محض کی تربیت اور نشوونما تک محدود نہ ہو اس کو نظر انداز کرنے کا متحمل نہیں ہو سکتا۔

ایک اور خط (مورخہ ۲۱ جون ۱۹۳۶ء) میں خواجہ صاحب موصوف کو جرمنی کے مشہور فلسفی لائب نیٹز (LEIBNITZ) کے (MONADISM) کے نظریے کے تعلیمی نتائج یاد دلاتے ہیں۔

پروفیسر الیاس برنی کی مشہور کتاب "قادیانی مذہب" کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:
"جو لوگ قادیانی مذہب پر مزید لکھنا چاہتے ہیں ان کے لیے تو یہ کتاب ایک نعمت غیر مترقبہ ہے" (مکتوب محررہ ۶ جون ۱۹۳۶ء)۔

سردار امراؤ سنگھ کو مکتوب مورخہ ۱۴ اپریل ۱۹۳۷ء میں فارسی کی مقبول کتاب "سفر نامہ ابراہیم بیگ" کے بارے میں لکھ رہے ہیں

کبھی ابن قیم کی "اعلام الموقعین" پڑھ رہے ہیں (مکتوب بنام مسعود عالم ندوی محررہ ۱۲ فروری ۱۹۳۶ء)

آخر میں یہ اعادہ کرنا ناگزیر ہے کہ مولانا سید سلیمان ندوی سے دینی اور علمی مسائل میں استفسارات کا سلسلہ حسب معمول اس دور ابتلا میں بھی قایم رہا۔

اس زمانہ میں متعدد سیاسی تعلیمی علمی و ادبی اداروں نے سالانہ اجلاس کی صدارت کے لیے اقبال کو دعوت دی۔ لیکن وہ صرف پانی پت میں حالی کے یوم ولادت کے صد سالہ جشن میں ۲۶، ۲۷ اکتوبر ۱۹۳۵ء میں شرکت کر سکے۔ اس موقعہ کے لیے چند فارسی اشعار بھی لکھے تھے جو وہاں پڑھے گئے۔

یہاں یہ امر خالی از دلچسپی نہ ہوگا کہ اقبال کی زندگی میں ۹ جنوری ۱۹۳۸ء کو "یوم اقبال" تمام ہندوستان میں بڑی شان و شوکت سے منایا گیا۔ اس موقعہ پر انھوں نے اپنے تاثرات اپنے ایک مکتوب (جنوری ۱۹۳۸ء) بنام ڈاکٹر سید عبداللطیف میں یوں بیان کیے ہیں:

"وہ تقریب جسے یوم اقبال کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے اس میں میرے لیے صرف یہ خیال باعثِ طمانیتِ قلب ہے کہ جس زمین پر میں نے اپنا بیج پھینکا تھا وہ زمین شور نہیں۔"

اس موقعہ پر ایک واقعہ اقبال کے لیے تلخی کا باعث ہوا۔ ۱۰ جنوری ۱۹۳۸ء کو سر اکبر حیدری نے ایک ہزار روپے کا چیک نظام دکن کی جانب سے اقبال کو بھیجا۔ اور ساتھ ہی تحریر کیا کہ یہ رقم شاہی توشہ خانے سے بطور تواضع بھیجی جا رہی ہے۔ اس پر اقبال سخت برہم ہوئے اور انھوں نے چیک واپس کر دیا اور سر اکبر حیدری کے نام وہ چار اشعار لکھے جو "ارمغانِ حجاز" میں شامل ہیں مشہور شعر ہے:

غیرتِ فقر مگر کر نہ سکی اس کو قبول　　　جب کہا اس نے یہ ہے میری خدائی کی زکات

جہاں تک اقبال کی سیاسی سرگرمیوں کا تعلق ہے۔ کلیات کی جلد سوم کے مقدمے میں واضح کیا گیا تھا کہ ۱۹۳۴ء اقبال کی علالت کے آغاز اور عملی سیاسی زندگی کے خاتمے کا سال تھا۔ لیکن زیر بحث دور میں بھی بقول محمد احمد خاں (مولف "اقبال کا سیاسی کارنامہ") بستر علالت پر لیٹے لیٹے اقبال برصغیر کے اہم سیاسی اور ملّی معاملات میں رہنمائی فرماتے رہے۔

اقبال ۱۲ مئی ۱۹۳۶ء کو پنجاب مسلم لیگ کے دوبارہ صدر منتخب ہوئے اور ۱۹۳۷ء تک

صدر رہے ان کے بعد ملک زماں مہدی خاں نے عہدۂ صدارت سنبھالا۔ ہندو مسلم اتحاد اقبال کا سیاسی موقف تھا۔ چنانچہ ڈاکٹر مختار احمد انصاری سے ۹ جنوری ۱۹۲۵ء کو "قومی مصالحت" کرانے کی اپیل کرتے ہیں۔

اس سلسلہ میں سیاسی لحاظ سے اہم ترین وہ انیس (۱۹) خطوط ہیں جو انھوں نے مسٹر محمد علی جناح کو ۲۳ مئی ۱۹۳۶ء سے لے کر ۷ مارچ ۱۹۳۸ء تک کے عرصہ میں لکھے ان میں تین (۳) وہ خطوط (۱) مورخہ ۸ نومبر ۱۹۳۷ء (۲) ۱۷ فروری ۱۹۳۸ء اور (۳) ۷ مارچ ۱۹۳۸ء) بھی شمار کیے گئے ہیں جو ان کی طرف سے غلام رسول خاں بیرسٹر نے مسٹر جناح کو لکھے تھے۔ اس ضمن میں یہ واضح کرنا بے محل نہ ہوگا کہ ان میں سے دو خطوط محررہ ۱۷ فروری ۱۹۳۸ء اور ۷ مارچ ۱۹۳۸ء کے اصل انگریزی متون بہت تلاش و جستجو کے بعد بھی دستیاب نہ ہو سکے۔ اقبال ۔ جناح خط وکتابت کو برصغیر کی تاریخ کے اس خاص اور اہم عہد میں ایک دستاویزی اہمیت حاصل ہے اس کے مباحث میں مسلم لیگ کی تنظیم و توسیع، دیگر سیاسی جماعتوں سے اشتراکِ عمل؛ اس کو عوامی جماعت بنانے کی ضرورت، مسلمانوں کی اقتصادی حالت کو سدھارنے کی جانب توجہ، کانگریس کے مسلم رابطہ عوام تحریک کے جواب میں آل انڈیا مسلم کنونشن کے انعقاد کی تجویز، ۱۹۳۵ء کا انڈیا ایکٹ اور کمیونل ایوارڈ کے متعلق مسلم لیگ کی حکمت عملی، فرقہ وارانہ مساوات' جناح ۔ سکندر میثاق، امن و امان کی خاطر شمالی مغربی ہندوستان اور بنگال میں مسلم صوبوں پر مشتمل ایک جداگانہ وفاق کے قیام کی ضرورت وغیرہ شامل ہیں۔

مزید برآں مسئلۂ فلسطین سے اقبال کو بڑی دل چسپی تھی۔ چنانچہ جب جولائی ۱۹۳۷ء میں حکومتِ برطانیہ کی مقرر کردہ رائل کمیشن نے فلسطین کی تقسیم کی تجویز پیش کی تو اقبال نے اس پر سخت احتجاج کیا۔ اس سلسلہ میں ان کے دو مکاتیب بنام مس فارکہرسن، صدر نیشنل لیگ ۔ لندن مورخہ ۲۰ جولائی ۱۹۳۷ء اور ۶ ستمبر ۱۹۳۷ء بہت اہم ہیں اس کے علاوہ انھوں نے مسٹر محمد علی جناح کے نام اپنے مکتوب مورخہ ۷ اکتوبر ۱۹۳۷ء میں تجویز کیا کہ مسئلۂ فلسطین پر مسلم لیگ نہ صرف پرزور قرارداد منظور کرے بلکہ کوئی مثبت لائحہ عمل بھی تیار کرے اور یہاں تک لکھا:

"ذاتی طور پر میں کسی ایسے امر کے لیے جس کا اثر ہندوستان اور اسلام دونوں پر پڑتا ہو جیل جانے کی بھی پرواہ نہیں کروں گا۔"

اس دوران میں اقبال کو دو نیم سیاسی اور نیم علمی تنازعوں سے بھی عہدہ برآ ہونا پڑا۔ ایک مسئلہ احمدیت کا تھا۔ ۲۸ر نومبر ۱۹۳۵ء کو مسعود عالم ندوی کو لکھتے ہیں:

"حال ہی میں پنڈت جواہر لال نہرو نے ماڈرن ریویو[1] میں دو مضمون شائع کیے ہیں جس میں سے ایک کا مقصود غالباً قادیانیوں کی حمایت ہے اس کے جواب میں انشاءاللہ میں بھی کچھ نہ کچھ ضرور لکھوں گا۔"

چنانچہ جنوری ۱۹۳۶ء میں یہ مضمون پمفلٹ کی صورت میں چھپ گیا (مکتوب بنام سید نذیر نیازی محررہ ۳ جنوری ۱۹۳۶ء) فروری ۱۹۳۶ء میں اس کا اردو ترجمہ "اسلام اور احمدزم" کے نام سے تیار ہو گیا (مکتوب بنام سید نذیر نیازی مورخہ ۳ر فروری ۱۹۳۶ء) آخر میں ۲۱ر جون ۱۹۳۶ء اقبال نے پنڈت جواہر لال نہرو کو ایک وضاحتی خط بھی لکھا:

" جب میں نے آپ کے مضامین کا جواب لکھا تو میرا خیال تھا کہ آپ کو احمدیوں کے سیاسی رویے کا علم نہیں۔ میں نے اپنا مضمون اسلام اور ہندوستان کی بہتری کے لیے لکھا ہے میرا ذہن اس بارے میں ہر شبہ سے پاک ہے کہ احمدی اسلام اور ہندوستان دونوں کے غدار ہیں۔"

اس سے قبل اقبال نے سید نذیر نیازی کے رسالے "طلوعِ اسلام" میں دو مراسلے مسئلہ نبوت پر بھی شائع کرائے تھے۔ (محررہ اکتوبر ۱۹۳۵ء)

دوسرا متنازعہ مسئلہ نظریۂ قومیت کا تھا جس کے بارے میں مولانا حسین احمد مدنی اور اقبال

---

[1] MODERN REVIEWE کلکتہ کا ایک معروف انگریزی رسالہ تھا۔ راقم الحروف کو بھی یہ فخر حاصل ہے کہ اس کا ایک مضمون بھی دورِ حاضر کے شہرۂ آفاق انگریزی شاعر ٹی۔ ایس۔ ایلیٹ (T.S. ELIOT) پر اس رسالہ میں اپریل ۱۹۴۸ء میں شائع ہوا تھا۔

مرتب

کے درمیان اختلاف پیدا ہوگیا تھا۔ مولانا حسین احمد مدنی نے ۹ر جنوری ۱۹۳۸ء کو اپنی ایک تقریر میں فرمایا کہ "قومیں اوطان سے بنتی ہیں"۔ اس پر ۲۸ر جنوری ۱۹۳۸ء کو اقبال نے تین شعروں کا ایک قطعہ فارسی میں لکھا جس کا ایک شعر ہے:

سرود بر سر منبر کہ دین از وطن است    چہ بے خبر ز مقام محمد عربی ست

ان اشعار کا چھپنا تھا کہ ایک ہنگامہ برپا ہوگیا۔ اس سلسلہ میں ایک صاحب عبدالرشید نسیم طالوت نے جنھیں اقبال اور مولانا حسین احمد مدنی دونوں سے عقیدت تھی مراسلت کے ذریعہ یہ غلط فہمی دور کرادی۔ مولانا حسین احمد مدنی نے تسلیم کیا! "میں عرض کررہا تھا کہ موجودہ زمانے میں قومیں اوطان سے ہی ہیں۔ یہ اس زمانے کی جاری ہونے والی نظریت اور ذہنیت کی خبر ہے۔ یہاں یہ نہیں کہا جاتا ہے کہ ہم کو ایسا کرنا چاہیے خبر ہے انشا نہیں ہے"۔

اس پر اقبال نے اخبار 'احسان' لاہور میں بیان شائع کردیا کہ "مجھ کو مولانا کے اس اعتراف کے بعد کسی قسم کا کوئی حق ان پر اعتراض کرنے کا نہیں رہتا"۔

(مکاتیب بنام طالوت مورخہ ۱۲ر فروری اور ۱۸ر فروری ۱۹۳۸ء اور بنام ایڈیٹر اخبار احسان، لاہور اوائل مارچ ۱۹۳۸ء)

۲۱ر اپریل ۱۹۳۸ء کو علی الصباح اقبال اپنے خالق حقیقی سے جاملے۔

اس ضمن میں یہ عرض کرنا بے محل نہ ہوگا کہ بیماری کے عالم میں بھی جسمانی انحطاط کے باوجود اقبال کے ذہنی قوی مضمحل نہیں ہوئے تھے اس زمانہ میں بھی انھوں نے پیچیدہ اور مشکل مسائل پر بعض خاصے طویل اور مدلل خطوط لکھے ہیں مثال کے طور پر پروفیسر ظفر احمد صدیقی کے نام مکتوب محررہ ۱۲ر دسمبر ۱۹۳۶ء اور مسٹر محمد علی جناح کے نام چند اہم مکاتیب ملاحظہ ہوں۔

کسی نے کہا ہے (STYLE IS THE MAN) (اسلوب آدمی کی شخصیت کا آئینہ دار ہوتا ہے)۔ اقبال کی شخصیت ان کے اسلوب بیان میں جھلکتی ہے۔ اس میں سادگی، متانت، وقار پختگی اور رجائیت ہے۔ عبارت آرائی ان کا شیوہ نہیں۔ البتہ کہیں ضرب الامثالی انداز (EPIGRAMMATIC STYLE) مثلاً ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں:

"روز مرہ کی زندگی میں اسلام یُسر ہے عُسر نہیں ہے" (مکتوب بنام اکبر شاہ نجیب آبادی مورخہ ۱۳ ستمبر ۱۹۳۶ء)

اس جملہ میں ایک جہانِ معنی پوشیدہ ہے۔

ایک اور جگہ ایک عجیب و غریب اور پر اسرار حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہیں:

"گوتم بدھ تناسخِ ارواح کا قائل نہ تھا ہاں تناسخ کا قائل ضرور تھا"۔ (مکتوب بنام راغب احسن محررہ ۶ فروری ۱۹۳۵ء)

کبھی عمر بھر کے تجربہ و مشاہدہ اور دانش مندی کے ماحصل کو چند لفظوں میں پیش کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر درج ذیل عبارت میں عصبیت اور تعصب میں کیا خوب امتیاز کیا ہے:

"عصبیّت اور چیز ہے اور تعصّب اور۔ تعصب ایک بیماری ہے اور عصبیّت زندگی کا ایک خاصہ جس کی پرورش اور تربیت بہت ضروری ہے"۔

(مکتوب بنام قاضی نیاز احمد محررہ ۱۲ مئی ۱۹۳۷ء)

یہ تھی اقبال کی زندگی کے دورِ آخر کے مکاتیب اور ان کے مندرجات پر ایک طائرانہ نظر۔

اس جلد میں ضمیمہ بھی شامل ہے۔ اس میں مشمولہ اکیس (۲۱) غیر مدون مکتوبات بنام چودھری محمد حسین خاص اہمیت رکھتے ہیں۔ چودھری صاحب موصوف سے اقبال کے بہت قریبی دوستانہ تعلقات تھے اور اقبال بلا تکلف کسی بھی علمی، سیاسی یا نجی معاملہ میں ان سے تبادلۂ خیالات کیا کرتے تھے۔ ان خطوط میں خاص طور پر عنایت اللہ خاں مشرقی کی مشہور کتاب "تذکرہ" کا بار بار ذکر آیا ہے۔

ہم نے کلیات کی جلد اول کے مقدمے (ص ۴۲) میں اشارہ کیا تھا کہ سب جلدوں کا ایک جامع اشاریہ (MASTER INDEX) آخری جلد میں دیا جائے گا۔ افسوس ہے کہ جلد زیر نظر کی تکمیل میں اتنا وقت لگ گیا کہ اب فیصلہ کیا گیا ہے کہ یہ جامع اشاریہ مع اشاریۂ موضوعات علیحدہ کتابی صورت میں اشاریہ کلیات مکاتیب اقبال کے نام سے شائع کیا جائے۔

مزید برآں کلیات کی جلد سوم کے مقدمہ (ص ۴۰) پر ہم نے یہ بھی وعدہ کیا تھا کہ مکاتیب

اقبال کا ایک سیر حاصل توضیحی اور تنقیدی تجزیہ جلد چہارم میں شامل کیا جائے گا۔ اس وقت وہم و گمان بھی نہ تھا کہ اس موضوع پر اس قدر مواد جمع ہو جائے گا کہ کسی ایک تبصرہ میں اس کا احاطہ کرنا سمندر کو کوزہ میں بند کرنے کے مترادف ہوگا۔ کاش راقم الحروف کو ایجاز و اختصار پر وہ غیر معمولی قدرت حاصل ہوتی جس کا اشارہ گوئٹے (GOETHE) نے کیا ہے۔) ایک دفعہ اس نے اپنے ایک دوست کو غیر معمولی طولانی خط کے آخر میں لکھا کہ اگر میں اتنا عدیم الفرصت نہ ہوتا تو تمہیں ایک مختصر خط لکھتا۔ مولانا محمد علی مرحوم کو بھی یہی شکوہ تھا کہ ان کے پاس اختصار سے لکھنے کے لیے وقت نہیں۔

ہماری یہ بھی خواہش ہے کہ مکاتیب اقبال کا ایک انتخاب اردو، ہندی اور انگریزی میں شائع کیا جائے۔ جو عام قاریوں کے لیے مفید اور دل چسپی کا باعث ہو۔ ان کو کلیات کی چار ضخیم جلدوں کو پڑھنے کی نہ کبھی فرصت ہوگی نہ ان میں دل چسپی۔ علاوہ ازیں گو ہندی میں اقبال کا چیدہ چیدہ کلام دیوناگری رسم الخط میں دستیاب ہے۔ لیکن، ان کے خطوط سے ہندی والے قطعاً ناواقف ہیں۔ ان کے واسطے اقبال کے منتخب مکاتیب کو دیوناگری رسم الخط میں شائع کیا جائیگا اور مشکل الفاظ کے معانی و مطالب فٹ نوٹ میں درج کیے جائیں گے۔ اسی طرح اگرچہ ہمارا انگریزی داں طبقہ اقبال کی شاعری سے تراجم کے ذریعہ کسی حد تک واقف ہے۔ لیکن ان کے مکتوبات کی بابت بہت کم جانتا ہے۔ چنانچہ منتخب مکاتیب اقبال کا انگریزی ترجمہ اس طبقے کے لیے دل چسپی کا موجب ہوگا۔

اب اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ان سارے منصوبوں کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی توفیق عطا فرمائے

گوئٹے (GOETHE) کے الفاظ میں یوں کہا جائے:

"AH GOD, ART IS LONG AND BRIEF IS OUR LIFE"

(خدایا! آرٹ کا سفر طویل ہے اور ہماری زندگی مختصر ہے)

آخر میں ان تمام خواتین و حضرات کا تہ دل سے شکریہ ادا کرنا واجب ہے جنھوں نے زیر نظر جلد کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں میری قابل قدر امداد و اعانت فرمائی۔ ان معاونین میں سر فہرست ڈاکٹر مختارالدین احمد صاحب کا نام ہے جنھوں نے گرانقدر مشورے دیے۔ مطلوبہ

معلومات بہم پہنچانے میں غیر معمولی کاوش اور جانفشانی سے کام لیا۔ حواشی لکھنے میں میری امداد کی بلکہ بسا اوقات خود جامع اور مکمل حواشی لکھ کر بھیجے۔ غرض کہ ہر قدم پر میری رہنمائی فرمائی۔ ان کا صمیم قلب سے شکریہ ادا کرنا میرا ایک خوشگوار فریضہ ہے۔

محب مکرم ڈاکٹر نثار احمد فاروقی صاحب کے ہر مشکل مرحلہ پر گرانقدر اور مفید مشوروں کے لیے سراپا سپاس ہوں۔

جناب شہاب الدین انصاری صاحب نے جامعہ ملیہ اسلامیہ نئی دہلی اور ڈاکٹر عابد رضا بیدار صاحب نے خدا بخش لائبریری سے وہ سب مواد فراہم کیا جس کی مجھے حواشی اور تعلیقات لکھنے کے لیے ضرورت تھی۔ یہ دونوں میرے دلی اور پرخلوص شکریہ کے مستحق ہیں۔

میرے پاکستانی کرم فرماؤں نے ہر ممکن امداد و تعاون سے اپنی علم دوستی اور فراخ دلی کا ثبوت دیا۔ میں بالخصوص ڈاکٹر جاوید اقبال، ڈاکٹر صابر کلوروی، پروفیسر رفیع الدین ہاشمی، ڈاکٹر وحید احمد، ڈاکٹر معین الدین عقیل کراچی حال ٹوکیو، ڈاکٹر محمد سلیم، اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور، پروفیسر سید معین الرحمٰن، ڈاکٹر تحسین فراقی اور جناب سلیم الدین قریشی، انڈیا آفس لائبریری لندن کا ہمیشہ مرہونِ منت رہوں گا

یہاں میرے دیرینہ عزیز اور مخلص احباب کی فہرست طویل ہے، جن کی امداد و تعاون نے میرا کام آسان کر دیا۔ میں بطور خاص مولوی عبدالسلام خاں رام پوری، ڈاکٹر محمد حسن، ڈاکٹر اخلاق اثر، ڈاکٹر کرامت علی کرامت، عابد علی خاں صاحب مرحوم سابق مدیرِ اعلا روزنامہ ’سیاست‘ حیدرآباد دکن، مولانا ضیاء الدین اصلاحی مدیر ’معارف‘ پروفیسر عبدالودود اظہر، مولانا احمد رضا بجنوری اور جناب سلیم تمنائی میسور کا بھرپور شکریہ ادا کرنے سے قاصر ہوں۔

برٹش ہائی کمیشن نئی دہلی اور اطالوی سفارت خانہ نئی دہلی کا شکریہ ادا کرنا بھی واجب ہے کہ ان اداروں نے مطلوبہ معلومات بلا تاخیر بہم پہنچائیں۔

سید راشد حسین صاحب (اقلیتی کمیشن)، نے بڑی محنت اور لگن کے ساتھ میرے کام میں ہاتھ بٹایا۔

جناب ایم حبیب خاں صاحب اور اختر زماں صاحب کا شکریہ کس زبان سے ادا کروں۔ انھوں نے نہ صرف اشاریہ سازی کا دشوار کام بحسن وخوبی سرانجام دیا بلکہ پروف ریڈنگ پر بھی بڑی توجہ دیدہ ریزی اور ذمہ داری کے ساتھ نظرِ ثانی کی۔

آخر میں اردو اکادمی دہلی کے ارباب حل و عقد پرخلوص اور دلی تشکر کے مستحق ہیں کہ انھوں نے کلیات مکاتیب اقبال کی چار جلدوں کے شائع کرنے کا منصوبہ بحسن وخوبی پایۂ تکمیل کو پہنچایا۔ ان کا یہ کارنامہ قابل تحسین ہے۔ اکادمی کے جملہ اراکین عملہ بالخصوص راغب الدین صاحب کا میں بہت احسان مند ہوں کہ انھوں نے اس جلد کی طباعت واشاعت میں غیر معمولی دل چسپی لی۔

سید مظفر حسین برنی

ایف بلاک ۲/۱۷ وسنت وہار نئی دہلی ۵۷۔۰۰۔۱۱

یکم جنوری ۱۹۹۸ء

# نگاہِ بازگشت

## مکاتیبِ اقبال کی تعداد

| | جلد اوّل | ضمیمہ | کل تعداد | جلد دوم | ضمیمہ | کل تعداد | جلد سوم | ضمیمہ | کل تعداد | جلد چہارم | ضمیمہ | کل تعداد |
|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|
| تعداد | ۳۱۸ | ۴ | ۳۲۲ | ۴۲۹ | ۱ | ۴۳۰ | ۴۰۷ | | ۴۰۷ | ۳۶۵ | ۵۳ | ۴۱۸ |
| غیر مدون | ۱۰ | ۲ | ۱۲ | ۱۸ | ۱ | ۱۹ | ۱۸ | | ۱۸ | ۳۸ | ۴۱ | ۷۹ |
| غیر مطبوعہ | ۱ | ۱ | ۲ | ۶ | | ۶ | ۱۴ | | ۱۴ | ۲۲ | ۲ | ۲۴ |
| انگریزی میں | ۳۲ | ۲ | ۳۴ | ۳۰ | | ۳۰ | ۹۹ | | ۹۹ | ۸۰ | ۶ | ۸۶ |
| فارسی میں | | | | | | | ۲ | | ۲ | | | |
| عربی میں | | | | | | | | | | ۱ | | ۱ |
| جرمن میں | ۱۷ | | ۱۷ | | | | | | | | | |
| عکوس | ۱۳۲ | ۲ | ۱۳۴ | ۱۰۳ | | ۱۰۳ | ۱۸۰ | | ۱۸۰ | ۱۶۴ | ۱۳ | ۱۷۷ |

کل تعدادِ مکاتیب ۱۵۷۷ — انگریزی میں ۲۴۹ — عکوس ۵۹۴

غیر مدون ۱۲۸ — فارسی میں ۲

ان میں سے غیر مطبوعہ ۴۶ — عربی میں ۱

# ڈاکٹر مختار احمد انصاری کے نام

لاہور

یکم جنوری ۱۹۳۵ء

مائی ڈیر ڈاکٹر انصاری صاحب،

آپ کا عنایت نامہ موصول ہوا۔ جس کے لیے شکر گزار ہوں۔ مجھے مسرت ہوئی کہ وہ عظیم ترکی خاتون بالآخر[1] ہندوستان تشریف لے آئی ہیں تاکہ ہمیں اس اہم کشمکش کے بارے میں بتائیں جو ابھی تک جاری ہے اور غالباً عرصۂ دراز تک جاری رہے گی۔ میرے لیے ان کے خطبے کی صدارت بے پایاں مسرت کا موجب ہوتی۔ لیکن غالباً آپ کو علم نہیں کہ میں پچھلے سارے سال بیمار رہا اور اول ڈاکٹروں کے اور بعد میں آپ کے بھائی صاحب کے زیر علاج رہا۔ میرا گلا بہت خراب ہو گیا ہے۔ اس عارضہ کی وجہ سے میں کسی قسم کی تقریر کرنے سے معذور ہو گیا ہوں۔ صرف دھیمی آواز میں گفتگو کر سکتا ہوں حکیم صاحب نے مجھے یقین دلایا ہے کہ میں ٹھیک ہو جاؤں گا۔ اور میری آواز میں بیّن افاقہ فروری کے مہینے میں ہو جائے گا۔ میں اس وقت تک انتظار کروں گا اور اگر کوئی افاقہ نہیں ہوتا تو ویانا[2] جانے کا قصد کروں گا۔ اس سلسلہ میں آپ کے مشورہ اور امداد کا

---

[1] خالدہ ادیب خانم۔ ان پر مفصل نوٹ جلد سوم کے حواشی میں شامل ہے۔

[2] VIENNA

طالب ہوں گا۔ فی الحال بد قسمتی سے آپ کے حکم کی تعمیل سے قاصر ہوں۔ مجھے امید ہے کہ آپ مجھے معاف فرمائیں گے۔

آج صبح مسٹر جناح کا خط موصول ہوا۔ میرے خیال میں وقت آگیا ہے کہ ہندو اور مسلمان متّحد و متّفق ہو جائیں۔ مجھے قوی امید ہے کہ آپ قومی مصالحت NATIONAL PACT کرانے کی ہر ممکن کوشش کریں گے جو مستقبل میں دونوں فرقوں کے مابین تعاون کی مستقل اساس بنے۔ اگر اب یہ موقع ہاتھ سے نکل گیا تو مجھے اندیشہ ہے کہ موجودہ اختلافات اور بڑھتے جائیں گے اور پھر دونوں فرقوں میں کسی قسم کا اشتراک و تعاون ناممکن ہو جائے گا۔

مخلص

محمدؐ اقبال

(انگریزی سے)[1]

(غیر مدون)

## سید نذیر نیازی کے نام

ڈیر نیازی صاحب، السلام علیکم

آپ کا خط مل گیا ہے الحمدللہ کہ خیریت ہے۔ میری آواز کی حالت یہی ہے کہ کسی وقت تو بہت اچھی ہوتی ہے اور کسی وقت اچھی نہیں رہتی۔ بالعموم میںؔنے یہ نوٹس کیا ہے کہ دس بجے جو دوا پان میں کھائی جاتی ہے اس کے بعد آواز کسی قدر بیٹھ جاتی ہے۔ اس دوا کا اثر اچھا نہیں پڑتا۔ اس سے پہلے بھی جو دوا پان میں کھائی جاتی تھی اس کا اثر بھی اچھا نہ ہوتا تھا۔

---

ماخذ[1]: مشیر الحسن: مسلمز اینڈ دی کانگریس، منوہر، نئی دہلی، ۱۹۷۹
MUSLIMS AND THE CONGRESS, MANOHAR, NEW DELHI, 1979

[2] یہ اقبال کا املا ہے۔ اس کتاب میں شامل چند خطوط میں نمونتاً اقبال کا املا برقرار رکھا گیا ہے۔ (مولف)

حکیم صاحب سے دریافت فرمائیے انھوں نے کہا تھا کہ یہ خاص الخاص دوا ہے۔ بہرحال جہاں تک میں اندازہ کرسکا ہوں اس کا اثر بھی کچھ خاص طور پر اچھا نہیں بلکہ اس کا اثر بھی ویسا ہی ہے جیسا کہ پہلے دوا کا تھا۔

دونوں شانوں کے درمیان جو مجھے درد ہوتی ہے اس کے متعلق آپ کے خط میں کچھ نہیں ہے۔ معلوم نہیں آپ نے حکیم صاحب قبلہ سے اس کا ذکر کیا یا نہیں۔ یہ درد کبھی کبھی رات کو ہوتا ہے کبھی دن کو بھی ہوتا ہے مگر زیادہ تر رات کو نیند بھی مجھ کو پہلے کی بہ نسبت کم آتی ہے اور بھوک بھی کم لگتی ہے۔ نہ معلوم درد دورانِ خون کی سستی[1] کی وجہ سے ہے۔ ریح کا اخراج پہلے کی نسبت کم ہوتا ہے۔ ممکن ہے اخراج ریح نہ ہونے کی وجہ سے یہ درد ہو۔ باقی خدا کے فضل سے خیریت ہے۔ ڈاکٹر انصاری کا خط آیا تھا وہ خالدہ ادیبہ[2] خانم کے ایک لیکچر (کی) صدارت کے لیے بلاتے ہیں افسوس کہ میں اپنی آواز کی وجہ سے لاچار ہوں ورنہ حاضر ہوتا اور خالدہ خانم کے متعلق کچھ مختصر تقریر بھی کرتا۔ والسّلام

محمدؐ اقبال۔ لاہور، ۲ر جنوری ۳۵ء

(عکس) (مکتوبات اقبال)

# قاضی تلمذ حسین کے نام

لاہور ۳ر جنوری ۳۵ء

جنابِ من، تسلیم۔ آپ کا خط ابھی ملا ہے۔ افسوس کہ میں ابھی تک علیل ہوں۔ گو پہلے کی نسبت کسی قدر آواز بہتر ہے۔

مجھے پہلے سے اندیشہ تھا کہ کتاب[3] کی فروخت میں آپ کو زیادہ کام یابی[4] نہ ہوگی ہندوستان

---

[1] سید نذیر نیازی نے فٹ نوٹ میں لکھا تھا: "شاید سمیّت لکھنا چاہتے تھے"، عکس میں "سستی" صاف طور پر لکھا ہے۔ (مولف)

[2] نوٹ: اقبال بالعموم خالدہ ادیب خانم کو خالدہ ادیبہ خانم لکھتے تھے۔ (مولف)

[3] مرآۃ المثنوی مراد ہے۔ (مولف) [4] اقبال کا املا ہے۔

ییں فارسی کا مذاق اب بہت کم ہوگیا ہے۔ اس کے علاوہ تعلیم یافتہ مسلمانوں ییں عام طور پر مذہبی ذوق بھی مفقود ہے۔

بہاولپور کے نوجوان نواب اگرچہ خود فارسی تصانیف کا ذوق شاید نہیں رکھتے۔ تاہم قدر دان ضرور ہیں۔ آپ ان کی خدمت ہیں ایک کتاب عمدہ جلد کراکر بطور ہدیہ ارسال کریں ییں بھی کوشش کروں گا کہ ان کی توجہ آپ کی کتاب کی طرف مبذول ہو۔ افسوس کہ ان کے گردوپیش اچھے آدمی نہیں ہیں۔ لیکن ممکن ہے عنقریب کوئی خوش گوار تبدیلی ان کے مصاحبین ہیں ہوجائے۔ اگر ایسا ہوگیا تو ممکن ہے کہ بہتر نتیجہ ہو۔

اس کے علاوہ آپ سر سید راس مسعود صاحب کو بھوپال لکھیں۔ اعلیٰحضرت نواب صاحب بھوپال بھی اہلِ علم کے قدردان ہیں۔ ان کی خدمت ہیں کتاب عمدہ جلد کراکر بھیجیے سید راس مسعود صاحب اور شعیب صاحب قریشی منسٹر بھوپال کی خدمت ہیں بھی ایک ایک نسخہ ارسال کیجیے۔ والسلام۔

محمدؐ اقبال۔ لاہور

(خطوط اقبال)

(عکس عطیہ: محمد حامد علی صاحب "گلفشاں" قاضی پور خرد، گورکھپور)

---

لہ ڈاکٹر محمود الٰہی صدر شعبۂ اردو گورکھپور یونیورسٹی نے مکتوب الیہ کے ایک عزیز محمد حامد علی سے یہ خطوط حاصل کرکے "نگار" رام پور اپریل ۱۹۶۳ء (ص ۲۹ - ۳۰) ہیں شائع کرادیئے اور بتایا کہ اصل خطوط محمد حامد علی کے پاس محفوظ ہیں۔

لہ "نگار" کے حوالے سے دوسری بار یہ خطوط "اقبال اور بھوپال" (ص ۳۶ - ۳۸) ہیں نقل کیے گئے۔ (رفیع الدین ہاشمی)

# سید نذیر نیازی کے نام

السلام علیکم

اس سے پہلے خط لکھ چکا ہوں۔ یہ کارڈ اس امر کی اطلاع کے لیے لکھتا ہوں کہ آج سات روز کی دوا باقی ہے۔ حکیم صاحب کی خدمت میں عرض کر دیں کہ حالت میں کوئی خاص فرق نہیں ہوا، آواز بدستور ہے۔ شانوں کے درمیان رات کو درد ہوتی ہے جس سے نیند میں خلل واقع ہوتا ہے۔ اگر ریح کا اخراج ہوتا رہے تو درد سے افاقہ رہتا ہے۔ دن میں درد بالعموم نہیں ہوتی۔ آپ نے لکھا تھا کہ جاوید کی والدہ کے لیے تیل بھیجا جائے گا وہ تیل اب تک نہیں ملا۔ میں یہاں سے اس ماہ کے آخر میں بھوپال جاؤں گا۔ آپ کو پہلے سے مطلع کر دوں گا تاکہ آپ دوائے کر مجھے اسٹیشن پر مل جائیں فی الحال جو دوا مطلوب ہے اسے یہاں ارسال کر دیجیے جیسا کہ اوپر لکھ چکا ہوں ابھی سات روز کی دوا باقی ہے۔ پان میں رکھ کر کھانے کی دوا کا اثر بدستور سابق اچھا نہیں پڑتا۔ اس واسطے میں نے کل پرسوں سے اسے استعمال نہیں کیا۔ والسلام

محمد اقبال لاہور۔ ۵ر جنوری ۳۵ء

(عکس) (مکتوبات اقبال)

# سید نذیر نیازی کے نام

ڈیر نیازی صاحب۔ آپ کا خط ابھی ملا ہے۔ الحمد للہ کہ خیریت ہے۔ میرے کون سے خط سے آپ کو یہ امپریشن[1] ہوا ہے کہ میں بہت مضمحل ہوں میری صحت خدا کے فضل سے ویسی ہی ہے جیسی پہلے تھی۔ صرف شانہ کے درد کی وجہ سے مجھے ایک دو رات نیند نہیں آئی۔ درد بھی شدید نہ تھی مگر چونکہ آہستہ آہستہ ہوتی رہتی تھی۔ اس

---

[1] IMPRESSION (تاثر) (سید نذیر نیازی)

واسطے پوری نیند نہ لے سکا۔ آواز کی حالت بدستور ہے بھوپال انشاءاللہ جنوری کے اخیر میں جاؤں گا۔ اس بارے میں آپ کو پھر خط لکھوں گا۔ اور کچھ کل کے خط میں لکھ چکا ہوں۔ باقی خدا کے فضل سے خیریت ہے۔ والسّلام

محمدؐ اقبال ۶ر جنوری ۳۵ء

(عکس) (مکتوبات اقبال)

## سید نذیر نیازی کے نام

ڈیر نیازی صاحب۔ السلام علیکم

بال جبریل چھپ کر شائع ہوگئی ہے۔ میری کاپیاں ابھی نہیں آئیں اس واسطے آپ تک ابھی کتاب نہیں پوہنچی[لہ] امید کہ عنقریب آپ تک پوہنچ جائے گی۔

جاوید کی والدہ کے لیے تیل ابھی تک نہیں آیا۔ دوائی بھی اس کی تین چار روز کے لیے باقی ہے۔ حکیم صاحب کی خدمت میں مندرجہ ذیل عرض ہے:

(۱) چلنے پھرنے کی قوت میں کوئی اضافہ نہیں ہوا۔ عام صحت کسی قدر بہتر ہوگئی ہے۔

(۲) پاؤں پر کسی قدر ورم معلوم ہوتا ہے۔

(۳) کسی قدر خشک بواسیر بھی ہے۔ ممکن ہے یہ اس تبدیلی کی وجہ سے ہو جو حکیم صاحب قبلہ نے دوا میں کی تھی۔

(۴) پاخانہ تین چار دفعہ دن میں آتا ہے۔

(۵) بھوک کم ہے۔

باقی رہا میں سو شانوں کے درمیان جو درد ہوتی تھی وہ EMBROCATION[ٹہ] سے جاتی رہی

---

لہ یہ اقبال کا املا ہے۔ (مولف)

ٹہ دوائے مالش۔ (سید نذیر نیازی)

ہے۔ آواز کی حالت بدستور ہے۔ کھوک میں کمی ہے۔ باقی خدا کے فضل سے خیریت ہے۔ اگر قبلہ حکیم صاحب کا ارادہ دوا تبدیل کرنے کا ہو تو اب کے تبدیل شدہ دوا ہی ارسال کریں۔ میں غالباً ۲۹ جنوری کو بھوپال جاؤں گا۔ معلوم ہوتا ہے میرے بعض خطوط آپ تک نہیں پہنچے۔ امید کہ آپ کا مزاج بخیر ہوگا۔ والسلام۔

۹ جنوری ۳۵ء محمد اقبال لاہور

(عکس) (مکتوبات اقبال)

# سید نذیر نیازی کے نام

ڈیر نیازی صاحب۔ السلام علیکم۔ میں نے ابھی آپ کو خط لکھا ہے ڈاک میں ڈال چکنے کے بعد دوا کا پیکٹ موصول ہوا۔ اس پیکٹ میں دو شیشیاں ہیں مگر ان کے اوپر کچھ لکھا ہوا نہیں ہے۔ نہیں معلوم یہ دوا میرے لیے ہے یا جاوید کی والدہ کے لیے۔ غالباً میرے لیے ہے۔ مگر کوئی ہدایت ان شیشیوں پر درج نہیں ہے۔ گو چٹیں دونوں پر لگی ہوئی ہیں۔ آپ نے لکھا تھا کہ جاوید کی والدہ کے لیے تیل ارسال کیا جائے گا۔ مگر اس پیکٹ میں کوئی تیل کی شیشی نہیں ہے مہربانی کرکے واپسی ڈاک مفصل خط لکھیں۔ پیکٹ میں آپ کا خط کوئی نہیں ہے۔ شاید آپ اس میں رکھنا بھول گئے۔ غرضکہ مفصل ہدایت کی ضرورت ہے۔ آیا یہ دوائیں دونوں میرے لیے ہیں یا جاوید کی والدہ کے لیے؟ اگر میرے لیے ہیں تو کھانے کے متعلق ہدایات کیا ہیں — جاوید کی والدہ کے متعلق میں خط لکھ چکا ہوں۔ والسلام

محمد اقبال لاہور

۹ جنوری ۳۵ء

(مکتوبات اقبال)

(عکس)

# ڈاکٹر مختار احمد انصاری کے نام

لاہور

۹ر جنوری ۱۹۳۵ء

مائی ڈیر ڈاکٹر انصاری صاحب

آپ کے نوازش نامہ کا بہت بہت شکریہ۔ حکیم صاحب کے معالجے سے میری صحت عامہ بہت بہتر ہوگئی ہے۔ لیکن آواز کی قریب قریب وہی حالت ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ ماہ فروری میں بیّن افاقہ ہوگا۔ مجھے ان پر پورا بھروسہ ہے کہ ان کی شخصیت سراپا محبت و شفقت ہے اور بالخصوص میرے ساتھ تو وہ اس قدر مہربانی اور محبت کا سلوک کرتے ہیں جیسا کہ آپ کا شیوہ ہے۔

مجھے قوی امید ہے کہ آپ کانگریس کو ان سیاسی مسائل کی جانب زیادہ مثبت رویہ اختیار کرنے پر آمادہ کرنے میں کامیاب ہوجائیں گے جو اب تک ہمارے ملک کے لیے اس قدر پریشان کن ثابت ہوئے ہیں۔ اگر موجودہ حالات میں کوئی تبدیلی نہ ہوئی تو مستقبل میں ملک کے لیے کوئی اُمید کی کرن نظر نہیں آتی اندیشہ ہے کہ رپورٹ[1] سے اس قسم کے محرکات ابھریں گے اور ایسی قوتیں منصۂ شہود میں آئیں گی کہ

---

[1] یہ جوائنٹ کمیٹی اون انڈین انسٹی ٹیوشنل ریفارم JOINT COMMITTEE ON INDIAN CONSTITUTIONAL REFORM کی رپورٹ تھی۔ اس کمیٹی کے صدر مارکوئیس آف لنلتھگو (MARQUIS OF LINLITHGOW) تھے۔ یہ رپورٹ ہز میجسٹیز سٹیشنری آفس لندن HIS MAJESTY'S STATIONERY OFFICE سے ۱۹۳۴ء میں شائع ہوئی۔ گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ ۱۹۳۵ء اسی کمیٹی کی سفارشات پر مبنی تھا۔

(مولف)

پھر ملک کے موجودہ حالات ہمیشہ کے لیے ناقابل تغیر بن جائیں گے۔ چنانچہ کسی بھی معقول قومی مصالحت کے لیے آپ کو ہمیشہ میری مکمل تائید حاصل رہے گی۔
امید ہے کہ آپ مع الخیر ہوں گے۔

مخلص

محمدؐ اقبال

(انگریزی سے) (مسلمز اینڈ دی کانگریس)
(غیر مدون)

# سید نذیر نیازی کے نام

ڈیر نیازی صاحب۔ السلام علیکم

آپ کا پوسٹ کارڈ مل گیا تھا۔ اس سے پہلے میں آپ کو خط لکھ چکا تھا۔ دو شیشیاں تیل کی جو آپ نے بھیجی تھیں وہ بھی مل گئی ہیں۔ اور ان کا استعمال بھی والدۂ جاوید نے شروع کر دیا ہے۔ دوائی اس کی ختم ہوگئی ہے اور میری دوائی بھی ایک دو روز میں ختم ہو جائے گی۔ میں نے جو خط جاوید کی والدہ کے متعلق اور اپنے متعلق لکھا تھا وہ حکیم صاحب کو سنا دیجیے۔

جاوید کی والدہ کے پاؤں پر کسی قدر ورم ہے جس کا اسے بڑا فکر ہو رہا ہے۔ اس ورم کی طرف حکیم صاحب کی خدمت میں عرض کیجیے کہ خاص توجہ کریں۔

بالِ جبریل دو چار روز تک آپ کی خدمت میں مرسل ہوگی۔ بھوپال جاتے ہوئے ممکن ہوا تو ایک آدھ روز ٹھہر جاؤں گا۔ ورنہ واپسی پر انشا اللہ ضرور ٹھہروں گا۔ باقی خدا کے فضل سے خیریت ہے۔ میری حالت بدستور ہے۔ یعنی صحت اچھی مگر آواز کی حالت بدستور۔ والسلام

محمدؐ اقبال لاہور

۱۲ جنوری ۳۵ء

(عکس) (مکتوبات اقبال)

جواب دونوں باتوں کا فوراً لکھیے۔

محمد اقبال لاہور۔ ۱۷ر جنوری ۳۵ء

(عکس) (مکتوبات اقبال)

## سید نذیر نیازی کے نام

ڈیر نیازی صاحب۔ السلام علیکم

اس سے پہلے خط لکھ چکا ہوں اور تاریخ روانگی سے بھی مطلع کر چکا ہوں ۲۹ کی شام کو چلوں گا اور ۳۰ر کی صبح کو دہلی پہنچوں گا۔ اگر اس تاریخ کو نہ چل سکا تو آپ کو بذریعہ تار مطلع کردوں گا۔

۳۰ر کی صبح کے لیے آپ حکیم صاحب سے وقت مقرر کر دیں تو بہتر ہو کیونکہ میرا قصد ہے کہ اسٹیشن سے اتر کر پہلے انھیں کی خدمت میں حاضر ہو کر جاوید کی والدہ کے حالات بیان کروں۔ اگر یہ ممکن نہ ہو تو پھر کوئی اور وقت سہی... باقی خدا کے فضل سے خیریت ہے۔ کل میری آواز تمام روز نسبتاً بہتر رہی۔ والسلام

محمد اقبال لاہور۔ ۱۷ر جنوری ۳۵ء

(عکس)
(غیر مطبوعہ)

## قاضی تلمذ حسین کے نام

جناب من — السلام علیکم

آپ کا خط ابھی ملا ہے۔ آپ ابھی اپنی کتاب نواب صاحب کی خدمت میں ارسال نہ کیجیے وہ آٹھ دس روز تک حج بیت اللہ کو جانے والے ہیں۔ ان کی واپسی تک انتظار کیجیے جو جلد ہوگی۔

---

لہ جب پاکستان سے مکاتیب اقبال کی عکسی نقول حاصل ہوئیں تو ان میں یہ خط ملا۔

(مولف)

# سید نذیر نیازی کے نام

ڈیر نیازی صاحب. السلام علیکم

آپ (کا) مرسلہ پیکٹ ابھی ملا ہے۔ الحمدللہ مجھ کو چند روز سے نقرس کی شکایت ہے کل سے افاقہ ہوا ہے۔ ابھی خفیف سا ورم پاؤں پر موجود ہے۔ امید ہے دو چار روز (تک) دور ہو جائے گا. نقرس کی وجہ سے میں نے حکیم صاحب کی دوا کا استعمال ترک کر دیا تھا. آپ ان سے دریافت کر کے مطلع فرمائیں (اور جلد) کہ آیا اس خفیف سے ورم کی موجودگی میں جو نقرس کی وجہ سے ہے میں اس نئی دوا کا استعمال شروع کر سکتا ہوں۔ درد نہیں صرف ورم ہے۔ البتہ زور سے چلوں تو کسی قدر درد بھی محسوس ہوتا ہے۔

خالدہ ادیبہؔ خانم کے لیکچر سننے کا میں خود مشتاق تھا مگر افسوس کہ ایسا نہ ہو سکا. بہرحال میں ان سے انشاءاللہ ضرور ملوں گا بھوپال جاتے ہوئے یا وہاں سے واپس آتے ہوئے. آج صبح سوؔل کا نمایندہ مجھ سے اُن کے پہلے لیکچر پر تبصرہ مختصر چاہتا تھا مگر میں نہ لکھ سکا. شاید کل یا پرسوں بعض باتوں پر جو انھوں نے کہی ہیں کچھ لکھ سکوں. ایسٹرن ٹائمز نے بھی ان کے خیالات پر تبصرہ کیا ہے۔

ہاں والدۂ جاوید کے متعلق میں یہ لکھنا بھول گیا کہ اس وقت ان کو خونی بواسیر ہے شاید میں نے پہلے خط میں بھی لکھا تھا کل بھی خون آیا تھا۔ اور آج کل سے کسی قدر زیادہ. حکیم صاحب سے دریافت کر کے لکھیے کہ آیا اس حالت میں دوا کا استعمال شروع کر دیں یا خون کے بند ہونے تک انتظار کریں. باقی خدا کے فضل سے خیریت ہے۔ والسلام۔

---

۱؎ حضرت علامہ ادیب کی بجائے ہمیشہ ادیبہ ہی لکھتے۔ (سید نذیر نیازی)

۲؎ لاہور کا انگریزی روزنامہ سول اینڈ ملٹری گزٹ۔ (مؤلف)

یورپ جانے کا قصد نہیں ہے۔ والسلام

محمد اقبال۔ لاہور

(عکس) ۱۷ر جنوری ۳۵ء

(خطوطِ اقبال)

## خواجہ غلام السیّدین کے نام

لاہور

۱۸ر جنوری ۱۹۳۵ء

مائی ڈیر سیّدین

میں مسلم یونیورسٹی کے رجسٹرار صاحب کا خط ملفوف کرتا ہوں جو خود وضاحتی ہے۔ میرا خیال ہے آپ کو یاد ہو گا کہ میں نے ٹوپی اور گون واپس کر دیا تھا۔ جس کا مطالبہ اب رجسٹرار صاحب نے کیا ہے۔ نیز یہ کہ وہ آپ ہی کا ملازم تھا جو یہ سامان لے کر یونیورسٹی کے دفتر گیا تھا۔ اس وقت یہی دفتری جواب ملا تھا کہ ٹوپی اور گون یونیورسٹی کی جانب سے نذر کی گئی تھیں۔ اس لیے میں نے شکریہ کے ساتھ ان کو بطور تحفہ قبول کر لیا تھا اور یہ چیزیں اپنے ساتھ لے آیا تھا۔ بہرحال مجھے ان کو واپس کرنے میں نہ کوئی اعتراض ہے اور نہ میں اتنا مالدار ہوں کہ ان کی قیمت ادا کر سکوں۔ میں محض یہ جاننا چاہتا ہوں کہ آیا رجسٹرار صاحب مذکورہ بالا واقعات سے واقف ہیں۔ اگر ان کو واقفیت ہے تو آپ کے جواب آنے پر بڑی خوشی سے گون واپس بھیج دوں گا۔

آپ کے شکریہ کے ساتھ

مخلص

محمد اقبال

پس نوشت ۔ میرا اردو مجموعۂ[1] کلام شائع ہو گیا ہے اور میں نے ناشر سے اس کا ایک نسخہ آپ کو ارسال کرنے کی ہدایت کردی ہے ۔

(انگریزی سے)

(غیر مطبوعہ)

## پروفیسر میاں محمد شریف کے نام

لاہور

۱۹ جنوری ۳۵ء[2]

ڈیر شریف! آپ کا خط مل گیا ہے۔ جس کے لیے سراپا سپاس ہوں میں کئی دنوں سے صاحبِ فراش ہوں۔ مسوڑے پھول جانے کی وجہ سے سخت تکلیف رہی

---

[1] اس سے 'بالِ جبریل' مراد ہے۔ (مؤلف)

[2] اقبال نامہ دوم ص ۲۲۳ میں اس خط کی تاریخ ۱۹ جنوری ۱۹۲۵ء درج ہے۔ اس خط کی تاریخ کے تعین کے سلسلے میں اس عبارت پر غور کیا جائے۔

"علی گڑھ مسلم یونیورسٹی نے میری جو قدر افزائی کی ہے اس کے لیے میں ان کا نہایت شکر گزار ہوں۔ یہ اعزاز اور بھی گراں ہو جاتا ہے جب میں یہ خیال کرتا ہوں کہ میرا کوئی حق اس یونیورسٹی پر نہ تھا اور نہ عام طور پر علی گڑھ تحریک سے میرا کوئی تعلق رہا ہے"

یہ قدر افزائی علی گڑھ یونیورسٹی کی طرف سے ڈی۔ لٹ کی اعزازی ڈگری عطا ہونے کی صورت میں تھی۔ یہ واقعہ دسمبر ۱۹۳۴ء کا ہے۔ ڈی۔ لٹ کی سند پر ۲۲ دسمبر ۱۹۳۴ء (م رمضان ۱۳۵۳ھ) تاریخ درج ہے۔ مذکورہ خط اس کے بعد لکھا گیا۔ لہٰذا اس کی صحیح تاریخ ۱۹ جنوری ۱۹۳۵ء ہے۔

(ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار۔ اقبال ایک مطالعہ۔ ص۔ ۲۶۳-۲۶۴)

دو آپریشن یکے بعد دیگرے ہو چکے ہیں۔ گزشتہ رات جو آپریشن ہوا۔ اس سے کسی قدر افاقہ ہوا۔ مگر ابھی تک صاحبِ فراش ہوں۔ چنانچہ یہ خط بھی لیٹے ہوئے لکھ رہا ہوں۔

علی گڑھ یونیورسٹی نے میری جو قدر افزائی کی ہے اس کے لیے میں ان کا نہایت شکرگزار ہوں۔ یہ اعزاز اور بھی گراں قدر ہو جاتا ہے۔ جب میں یہ خیال کرتا ہوں کہ میرا کوئی حق اس یونیورسٹی پر نہ تھا۔ اور نہ عام طور پر علی گڑھ تحریک سے میرا کوئی خاص تعلق رہا ہے۔

امید نہیں کہ ایک ہفتہ تک اس شدتِ سرما میں سفر کے قابل ہو سکوں۔ لیکن بعد میں انشاءاللہ علی گڑھ ضرور آؤں گا۔ امید کہ آپ کا مزاج بخیر ہو گا۔ پروفیسر رشید احمد صدیقی سے میرا سلام کہیئے۔

مخلص

محمد اقبال

(اقبال نامہ)

# سید نذیر نیازی کے نام

ڈیر نیازی صاحب۔ السلام علیکم

آپ کا خط ابھی ملا ہے۔ میں انشاءاللہ آج شام سے دوا شروع کردوں گا۔ والدۂ جاوید کو بھی اب بواسیر کی شکایت رفع ہو گئی ہے۔ وہ بھی آج سے دوا جو آپ نے ارسال کی ہے شروع کردے گی۔ تاہم بواسیر کی خاص دوا بھی ارسال کردیجیے جو حکیم صاحب نے عطا فرمائی ہے پھر کسی وقت کام آجائے گی۔

خالدہ ادیب خانم کے خیالات پر میں نے تبصرہ خود نہیں کیا۔ سول کے نمایندے نے چند سوالات کیے تھے غالباً کل شائع ہو گا اس میں کوئی ایسی بات نہیں جو ان کو ناگوار ہو۔ باقی خدا کے فضل وکرم سے خیریت ہے۔

آپ خالدہ خانم سے ملیں تو میری طرف سے سلام کہیے۔

مجھ کو اب نقرس کی شکایت نہیں رہی۔ والسلام۔

محمدؐ اقبال لاہور
۲۱ جنوری ۳۵ء
(عکس) (مکتوباتِ اقبال)

## سید نذیر نیازی کے نام

ڈیر نیازی صاحب، السلام علیکم، آپ کا خط ابھی ملا ہے۔ الحمدللہ کہ خیریت ہے۔ یہاں بھی خدا کا فضل ہے۔ دوا کا استعمال شروع کر دیا ہے۔ جاوید کی والدہ کے لیے جو دوا ارسال کی گئی ہے ابھی نہیں ملی شاید آج مل جائے۔

بھوپال کے متعلق مفصل اطلاع دوں گا مگر ایک دو روز میں جو اطلاع وہاں سے آئے گی اگر اس کی رو سے لیکچر کی صدارت ممکن ہوئی تو اس سے بھی مجھے انکار نہیں بشرطیکہ اس امر کا لحاظ رکھا جائے کہ میں بولنے سے قاصر ہوں۔ یہی بات میں نے ڈاکٹر انصاری صاحب کو بھی لکھی تھی اور کوئی امر مانع نہ تھا دہلی ٹھہر سکا تو افغان کونسل خانے میں ہی ٹھہروں گا۔ خالدہ خانم کے متعلق آپ کی رائے درست ہے۔ مشرق کی روحانیت اور مغرب کی مادیّت کے متعلق جو خیالات انھوں نے ظاہر کیے ان سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی نظر بہت محدود ہے انھوں نے انھیں خیالات کا اعادہ کیا جن کو یورپ کے سطحی نظر رکھنے والے مفکرین دہرایا کرتے ہیں، کاش ان کو معلوم ہوتا کہ مشرق و مغرب کے تصادم میں (کلچرل)، امّی عرب کی شخصیت اور قرآن نے کیا کام کیا ہے مگر یہ بات کم لوگوں کو معلوم ہے، کیونکہ مسلمانوں کی فتوحات نے اسلام کے کلچرل تاثرات کو دبائے رکھا نیز خود مسلمان دو ڈھائی سو سال تک یونانی فلسفے

---

نوٹ؎ مکتوبات اقبال میں اس خط کی تاریخ ۳۰ جنوری ۱۹۳۵ء درج ہے جب کہ عکس میں ۲۲ جنوری ۳۵ء واضح طور پر پڑھا جاتا ہے۔ (مولف)

کا شکار ہو گئے۔ والسلام۔

محمد اقبال لاہور۔ ۲۳ر جنوری ۳۵ء

(عکس) (مکتوبات اقبال)

## سید نذیر نیازی کے نام

ڈیر نیازی صاحب۔ السلام علیکم۔

میں ۲۹ر جنوری کی شام کو یہاں سے روانہ ہو کر ۳۰ر کی صبح کو دہلی پہنچوں گا۔ فرانٹیر میل سے سفر کروں گا۔ جیسا کہ پہلے لکھ چکا ہوں افغان کونسل خانے میں قیام کروں گا۔ افسوس کہ خالدہ خانم کے کسی لیکچر کی صدارت کرنا ناممکن ہو گا۔ کیونکہ دہلی صرف ایک روز ٹھہرنے کا موقع ہو گا۔ باقی خیریت ہے دوا ابھی میرے پاس ہے مزید دوا کے لیے اسٹیشن پر گفتگو ہو گی۔ پھر آپ اسے بھوپال (معرفت سر راس مسعود ریاض منزل) ارسال کر دیں۔ والسلام۔

محمد اقبال لاہور

۲۶ر جنوری ۳۵ء

(عکس) (مکتوبات اقبال)

## سید نذیر نیازی کے نام

ڈیر نیازی صاحب۔ السلام علیکم

اس سے پہلے خط لکھ چکا ہوں۔ ۲۹ر کی شام کو چلوں گا اور

---

لہ FRONTIER MAIL وہ ڈاک گاڑی جو اس زمانے میں پشاور سے لاہور اور دہلی ہوتے ہوئے براستہ راجپوتانہ بمبئی جاتی تھی۔

(سید نذیر نیازی)

۳۰ کی صبح کو دہلی پہنچوں گا۔ اگر اس تاریخ کو نہ چل سکا تو آپ کو بذریعہ تار مطلع کروں گا۔

۳۰ کی صبح کو آپ حکیم صاحب سے وقت مقرّر کر دیں تو بہتر ہو گا کیونکہ میرا قصد ہے کہ اسٹیشن سے اتر کر پہلے انھیں کی خدمت میں حاضر ہوں اور جاوید کی والدہ کے حالات بیان کر دوں۔ اگر یہ ممکن نہ ہو تو پھر کوئی اور وقت دیں۔ باقی خدا کے فضل سے خیریت ہے کل میری آواز تمام روز نسبتاً بہتر رہی۔

والسّلام

محمدؐ اقبال

لاہور۔ ۲۷ر جنوری ۱۹۳۵ء

(مکتوباتِ اقبال)

## سید نذیر نیازی کے نام

ڈیر نیازی صاحب۔

ابھی ایک خط لکھ چکا ہوں۔ وہ ڈاک میں ڈال چکنے کے بعد معلوم ہوا کہ بواسیر کے لیے جو دوا حکیم صاحب نے بھیجنے کا وعدہ فرمایا تھا اور جس کا ذکر آپ کے ۲۱ر جنوری کے پوسٹ کارڈ میں ہے وہ اس وقت تک نہیں پہنچی مہربانی کر کے ان کی خدمت میں عرض کیجیے کہ وہ دوا جلد ارسال فرمائیں۔ ان میں ایک تو خارجی استعمال کے لیے مرہم تھی اور دوسری گولیاں۔ یہ دوا جلد آنی چاہیے ایسا نہ ہو کہ میری روانگی

---

لہ ۳۰ر کی صبح کو حضرت علامہ دہلی تشریف لائے قیام زیادہ تر کونسل خانے میں سردار صلاح الدین سلجوقی کے یہاں رہا۔۔۔ اسی شام کو حضرت علامہ نے خالدہ ادیب خانم کے ایک خطبے کی صدارت (جامعہ ملیہ اسلامیہ میں) فرمائی۔

(سید نذیر نیازی)

کے بعد ان کو ضرورت پڑ جائے۔ والسلام

محمد اقبال ۲۷ر جنوری ۳۵ء

میرے دونوں پوسٹ کارڈ یہ اور جو پہلے آج صبح لکھ چکا ہوں ایک ہی وقت آپ کو ملیں گے۔

محمد اقبال

(عکس) (مکتوبات اقبال)

## خواجہ غلام السیدین کے نام

ڈیر خواجہ سیدین۔ آپ کا خط ابھی ملا ہے۔ الحمد للہ کہ خیریت ہے میں آج شام بھوپال جا رہا ہوں وہاں شاید ایک ماہ قیام رہے آپ میرے خط کا جواب وہیں (معرفت سر راس مسعود) لکھیں۔ رجسٹرار صاحب سے بھی عرض کردیں کہ اگر گون واپس کرنا ہو تو میں لاہور واپس آکر انشاء اللہ واپس کردوں گا۔ والسلام۔

امید کہ آپ مع الخیر ہوں گے اور آپ کی بیگم صاحبہ مع بچوں کے تندرست ہوں گی۔ مری طرف سے سب کو دعا کہیے۔

محمد اقبال لاہور

۲۹ر جنوری ۳۵ء

(عکس)

(غیر مطبوعہ)

## سید نذیر نیازی کے نام

بھوپال۔ ریاض منزل

۵ فروری ۳۵ء

ڈیر نیازی صاحب۔ السلام علیکم

آپ کا خط کل ملا۔ الحمدللہ کہ خیریت ہے۔ کھانسی کی شکایت اب نہیں رہی۔ بھوپال کا موسم نہایت عمدہ ہے امید ہے اس کا اثر صحت پر بہت اچھا پڑے گا طبّی معائنہ کل ختم ہوا۔ یہاں کے ڈاکٹر نہایت ہوشیار ہیں۔ اور ہسپتال بھی نہایت عمدہ ہے۔ طبّی معائنہ سے جو نہایت مکمّل تھا حکیم صاحب کی بہت سی باتوں کی تائید ہوئی۔ بہرحال آج گیارہ بجے سے ULTRA VIOLET RAYS کا غسل شروع ہوگا۔ جو ابتدا میں صرف ۷ منٹ روزانہ ہوگا۔ باقی خدا کے فضل و کرم سے خیریت ہے۔ والسلام۔

محمد اقبال ۵ فروری ۳۵ء

(مکتوبات اقبال) (عکس)

# راغب احسن کے نام

ڈیر راغب صاحب۔ السلام علیکم

آپ کا خط مل گیا ہے۔ کھانسی کی شکایت اب نہیں ہے۔ طبی معائنہ ہو چکا ہے بجلی یعنی ULTRA VIOLET RAYS کے ذریعہ علاج کل سے شروع ہے۔ چند روز تک معلوم ہوگا کہ کس قدر فائدہ اس سے ہوتا ہے۔

گوتم بدھ تناسخِ ارواح کا قائل نہ تھا، ہاں تناسخ کا قائل ضرور تھا۔ تناسخ اور چیز ہے، تناسخِ ارواح اور چیز ہے۔ لفظ تناسخ میں نے وسیع معنوں میں استعمال کیا ہے۔ روحِ مجرد کے متعلق اس کی تعلیم کیا تھی؟ اس کے لیے مندرجہ ذیل کتاب پڑھیے۔

QUESTION OF MELINDA
(SACRED BOOKS OF THE EAST SERIES

آپ کے دوست ظفر محمدؐ صاحب نے جو کچھ دیکھا وہ قلبی لطائف ہیں اور اس بات

---

نوٹ مندرجہ ذیل تین خطوط، کلیاتِ مکاتیب اقبال جلد سوم میں ۱۹۳۰ء کے تحت شایع ہوئے تھے۔

(۱) خط محررہ ۶ر فروری ۱۹۳۰ء بنام راغب احسن
(۲) خط محررہ ۱۲ر فروری ۱۹۳۰ء بنام راغب احسن
(یہ خط اصل میں مولوی شفیع داؤدی کے نام ہے۔
سہواً راغب احسن کے نام درج ہوگیا تھا۔)

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

کا ثبوت کہ حضرت انسان جو کچھ نظر آتے ہیں اس سے بہت زیادہ ہیں۔ والسلام

محمد اقبال

بھوپال، ریاض منزل

۶/ فروری ۳۵ء

(اقبال — جہانِ دیگر)

(عکس)

(بقیہ پچھلے صفحہ کا)

(۳) خط مورخہ ۶/ جولائی ۱۹۳۰ء بنام راغب احسن

درج بالا خطوط کا سن تحریر اصل میں ۱۹۳۵ء ہے۔ اقبال پانچ کا عدد اسی طرح لکھتے تھے۔ ان کا صفر محض نقطے کی صورت میں ہوتا تھا۔ لہٰذا ان خطوط کے ۱۹۳۵ء کا ہونے کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ اقبال اسی سال علاج کے لیے بھوپال گئے تھے۔ وہاں ماورا بنفشی شعاعوں (ULTRA VIOLET RAYS) کا علاج شروع ہوا تھا۔ اس ضمن میں دیگر تفصیلات اقبال کے درج ذیل خطوط میں موجود ہیں۔

(۱) خط محررہ ۹/ فروری ۱۹۳۵ء بنام سید نذیر نیازی

(۲) 〃 〃 〃 ۱۱ فروری ۱۹۳۵ء 〃 〃 〃

(۳) 〃 〃 ۱۱ فروری ۱۹۳۵ء 〃 〃 〃

ان خطوط کے مندرجات کا زیرِ تبصرہ خطوط کے مندرجات سے تقابل کیا جائے تو ۱۹۳۵ء کی تصدیق ہو جاتی ہے۔

(صابر کلوروی - مکاتیب اقبال کے سات تاریخوں کا مسئلہ)

# سید نذیر نیازی کے نام

ڈیر نیازی صاحب۔ السلام علیکم

اس سے پہلے ایک خط لکھ چکا ہوں۔ دوائی جو آپ نے ارسال کی تھی مل گئی ہے امید کہ آواز والی دوا بھی لاہور پہنچ گئی ہوگی۔ بجلی اور ULTRA VICLET RAYS سے علاج شروع ہے۔ ایک آدھ ہفتے کے بعد معلوم ہوگا کہ اس سے فائدہ ہوتا ہے یا نہیں۔ ڈاکٹر صاحبان یقین دلاتے ہیں کہ ضرور ہوگا۔ امید ہے کہ آپ کا مزاج بخیر ہوگا۔ باقی خدا کے فضل وکرم سے ہر طرح خیریت ہے۔ بھوپال میں موسم نہایت عمدہ ہے۔ فروری کے آخر تک بلکہ مارچ تک ایسا ہی رہے گا۔ اعلیٰ حضرت نواب صاحب

---

[1] ماورا بنفشی شعاعیں۔

(سید نذیر نیازی)

اس وقت دہلی [1] ہیں۔ ۱۷ فروری کو واپس آئیں گے۔ والسلام۔

محمد اقبال بھوپال
۹ فروری ۳۵ء
(مکتوبات اقبال)　　　　(عکس)

# سید نذیر نیازی کے نام

بھوپال۔ ریاض منزل
۱۱ فروری ۳۵ء

ڈیر نیازی صاحب۔ السلام علیکم

اس سے پہلے ایک دو خط لکھ چکا ہوں۔ امید کہ پہنچے ہوں گے۔ مجھے یاد آتا ہے آپ نے جاوید کی والدہ کے لیے دوا لے کر دہلی سے اسی روز ارسال کر دی تھی جس روز میں دہلی سے بھوپال روانہ ہوا مگر بھائی صاحب کا ایک خط ۹ فروری کا لکھا ہوا آج مجھے بھوپال میں ملا جس سے معلوم ہوا کہ دوا آج تک نہیں پہنچی۔ مہربانی کر کے فوراً ڈاکخانہ سے دریافت کریں کہ کیا معاملہ ہے اور اگر ممکن ہو تو اور دوا لے کر جلد ارسال کر دیں۔ باقی خدا کے فضل سے خیریت ہے۔ یہاں [2] موسم بہت اچھا ہے۔ بجلی کا علاج شروع ہے۔ میں انشا اللہ آخر فروری تک واپس ہوں گا۔

والسلام۔

محمد اقبال

اس خط کا جواب جلد دیں۔

---

[1] "میں" سہواً رہ گیا۔

[2] "کا" سہواً رہ گیا۔

(سید نذیر نیازی)

دوائی کے پارسل کا وقت پر مریض تک نہ پہنچنا بڑا SERIOUS[1] معاملہ ہے جس کا ڈاک خانہ کو سختی سے نوٹس لینا چاہیے۔ آپ کے علاوہ حکیم صاحب کو بھی چاہیے کہ ڈاک خانہ سے بازپُرس کریں۔

(عکس) (مکتوباتِ اقبال)

## سید نذیر نیازی کے نام

بھوپال۔ ۱۱ر فروری ۳۵ء

ڈیر نیازی صاحب السلام علیکم

میں نے آپ کو ابھی ایک خط دوا کے متعلق لکھا ہے۔ بھائی صاحب کا خط لاہور سے آیا تھا کہ دوا مرسلہ نیازی صاحب ابھی نہیں پہنچی۔ مجھے اس سے بہت تعجب ہوا کیونکہ آپ نے مجھ سے کہا تھا کہ دوا ارسال کر دی ہے۔ مگر اب معلوم ہوا کہ آپ کی مرسلہ دوا کا پارسل لاہور پہنچ گیا تھا مگر وہاں سے ڈاکخانہ لاہور نے اسے بھوپال بھیج دیا کیونکہ میں آتی دفعہ ڈاکخانہ کو ہدایت دے آیا تھا کہ میرے خطوط اور پارسل بھوپال بھیج دئے جائیں چونکہ آپ نے یہ پارسل میرے پتے پر بھیجا تھا اس واسطے ڈاکخانہ والوں نے وہیں سے اس کو بھوپال REDIRECT[2] کر دیا۔ لہٰذا آپ متردّد نہ ہوں۔ میں یہ پارسل یہاں سے لاہور بھیج رہا ہوں۔ والسلام۔

محمد اقبال

(مکتوباتِ اقبال)

(عکس)

---

[1] سنگین

[2] روانہ (سید نذیر نیازی)

## محمد عباس علی خاں لمعہ حیدر آبادی کے نام

جناب من۔ میں بھوپال میں ہوں۔ یہاں بجلی اور ULTRA VIOLET RAYS کے ذریعہ سے علاج ہو رہا ہے۔ اسی کاغذ پر جواب معاف فرمایئے۔

محمد اقبال ۱۲ فروری ۳۵ء

(عکس)

(غیر مطبوعہ)

---

**ماخذ:**

عطیہ: جناب عابد علی خاں صاحب مرحوم، سابق مدیر اعلیٰ روز نامہ "سیاست" حیدر آباد، دکن۔

محمد عباس علی خاں لمعہ حیدر آبادی نے مندرجہ ذیل خط علامہ اقبال کو لکھا تھا۔ انھوں نے اسی خط پر درج (بالا) جواب لکھ کر بھیج دیا۔

توندہ پور

قبلہ من، دام ظلکم

صد ادب! مزاج عالی۔ میں بے حد شکر گزار ہوں گا اگر آپ بہ کمال عنایت اپنی صحت کی حالت سے مطلع فرمائیں گے۔ غالباً حکیم نابینا صاحب ہی معالجہ کر رہے ہوں گے۔ خدا کرے آپ مع الخیر ہوں والسلام

جاوید میاں کو دعا۔

خاکسار

محمد عباس علی خاں

۸ / فروری ۳۵

# شفیع داؤدی کے نام

بھوپال ۱۲ فروری ۳۵ء

ڈیر مولانا۔ السلام علیکم

آپ کا والانامہ مل گیا ہے۔ الحمد للہ کہ آپ خیریت سے ہیں۔ راغب احسن کی مجھے خود فکر ہے۔ مگر کیا کیا جائے آج کل ہر طرف اقتصادی بدحالی کی داستان دہرائی جا رہی ہے۔ بہر حال میں سید راس مسعود کو آپ کا خط دکھا کر ان سے ذکر کروں گا۔ شاید کوئی صورت یہاں پیدا ہو جائے۔ گو مجھے اس کی کوئی زیادہ امید نہیں ہے۔ آج راغب صاحب کا خط بھی آیا ہے اُن سے بھی کہہ دیجئے کہ میں حتی الامکان کوشش کروں گا۔ راغب صاحب کے خط سے جو حالات معلوم ہوئے بہت قابل تشویش ہیں۔ مسٹر جناح نے اپنی قابلیت کا خوب مظاہرہ کیا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ وہ عام مسلمانوں کی پالیسی کے خلاف ایک قدم بھی نہ اٹھائیں گے۔ میری اُن سے مفصل گفتگو ہو چکی ہے۔ اور انتخاب جداگانہ و مشترکہ پر بھی گفتگو ہو چکی ہے۔ والسلام

امید کہ آپ کا مزاج بخیر ہو گا۔ والسلام

محمد اقبال بھوپال

(عکس)

(اقبال — جہانِ دیگر)

# سید نذیر نیازی کے نام

بھوپال ۱۳ فروری ۳۵ء

ڈیر نیازی صاحب۔ السلام علیکم

آپ کو میں نے کل دو خط لکھے ہیں۔ امید کہ پہنچے ہوں گے۔ دوا کا پارسل جو جاوید کی والدہ کے لیے تھا لاہور سے واپس ہو کر یہاں آ گیا تھا اب میں نے اسے وہاں

نوٹ: مکتوب محررہ ۶ فروری ۱۹۳۵ء کا فٹ نوٹ ملاحظہ ہو۔

(مؤلف)

بھیج دیا ہے۔ بجلی کا علاج ابھی صرف چار دفعہ ہوا ہے۔ کچھ خفیف سا فرق آواز میں ہے مگر زیادہ وضاحت سے آٹھ دس دفعہ کے علاج کے بعد معلوم ہوگا۔اس واسطے آپ ابھی حکیم صاحب والی دوا ارسال نہ کریں۔ موسم بہت اچھا ہے۔ ڈاکٹر صاحب صبح و شام دیکھتے ہیں۔ اور بہت پُراُمید ہیں کہ مہینے کے اختتام تک نمایاں فرق ہوگا۔ نبض کی حالت اور علیٰ ہٰذا القیاس اور دل اور پھیپھڑوں کی حالت بہت عمدہ ہے۔ میں اِنشاءاللہ اس ماہ کے آخر تک واپس ہوں گا۔ بشرطیکہ کوئی خاص امر مانع نہ ہوا۔ آپ نے لکھا ہے اینڈرسن[1] سے کوئی کام نکل سکتا ہے یا نہیں۔ مجھے معلوم نہیں اینڈرسن صاحب کون ہیں اگر آپ کی مراد ان اینڈرسن صاحب سے ہے جو پنجاب میں محکمۂ تعلیم کے ڈائرکٹر تھے تو وہ میرے آشنا ہیں۔ اس نام کے کسی اور صاحب کو میں نہیں جانتا۔ مفصل لکھیں کہ یہ کون صاحب ہیں اور آپ کو ان سے کیا کام ہے۔ یہ ٹکٹ آپ کے خط میں کیسا ہے۔ شاید غلطی سے رہ گیا ہوگا۔ والسلام

محمد اقبال

(عکس) (مکتوبات اقبال)

## محمد عباس علی خاں لمعہ حیدرآبادی کے نام

مخدومی

تسلیم۔ میں یہ خط آپ کو بھوپال سے لکھ رہا ہوں۔ اس سے قبل بھی آپ کو ایک خط لکھ چکا ہوں ملا ہوگا۔ آپ کی تازہ نظم میں پڑھ کر بہت خوش ہوا۔اس

---

[1] پھر انھیں دنوں میرے ایک عزیز کو اینڈرسن صاحب سے ایک ضرورت پیش آئی۔ ان کے معاملات کا آخری فیصلہ انھیں کے ہاتھ میں تھا .... یہ اینڈرسن صاحب وہی ہیں جو محکمۂ تعلیم کے ڈائرکٹر تھے۔ (سید نذیر نیازی)

میں اصلاح کی گنجائش نہیں ہے میں یہ سن کر بہت خوش ہوا کہ آپ مثنوی مولانا روم سے استفادہ حاصل کر رہے ہیں۔ دنیا کے متعلق جو کچھ آپ نے لکھا ہے وہ آپ کی عمر کے لحاظ سے بالکل درست ہے۔ مگر آپ کو اس کا خیال رکھنا چاہیے کہ دنیا ایک بہت اہم مقام ہے۔ اور اس سے صحیح استفادہ حاصل کرنے کے لیے ہمیں انسان کامل بننے کی کوشش کرنی چاہیے۔

مولانا رومیؒ کو بغور پڑھیے اور اس بات کا ہمیشہ خیال رکھیے کہ جو کچھ آپ کا ضمیر اس خصوص میں آپ کو مشورہ دے اس سے انکار نہ ہو۔ میرے گلے کی حالت اب رو بصحت ہے۔ آپ کے گراں قدر مشوروں کا شکریہ

نگہدار آنچہ در آب و گِل تستؔ
سرورِ سوز و مستی حاصلِ تست
تہی دیدم سبوئے این و آں را
مئے باقی بہ مینائے دلِ تست

آپ نے میرا حال دریافت فرمایا ہے شکریہ

زندہ ہوں۔ دل مضمحل، مسرت فنا؛ اللہ اللہ خیر صلا خدا حافظ

مخلص محمد اقبال لاہور

۲۰ر فروری ۱۹۳۵ء

(اقبال نامہ)

---

ؔ ترجمہ: جو کچھ تیری سرشت میں ہے اس کی نگہداشت کر
سوز و مستی کا سرور تیری زندگی کا حاصل ہے۔
میں نے ہر شخص کا جام خالی دیکھا
(صرف) تیری مینائے دل میں مے باقی ہے

(مؤلف)

# (مولانا محمد) شفیع داؤدی کے نام

بھوپال

ذاتی اور خفیہ

۲۱ فروری ۱۹۳۵ء

مائی ڈیر مولانا شفیع

آج صبح ہی آپ کا گرامی نامہ موصول ہوا، جس کا جواب فوری طور پر ارسال کر دیا گیا ہے۔ آپ نے اپنے مراسلہ میں جن صاحب کا تذکرہ کیا ہے، ان سے اب گفتگو ہو گئی ہے مجھے توقع ہے کہ ہم اس نوجوان کے لیے کچھ نہ کچھ کر سکیں گے۔ حالات مشکل ہیں لیکن میں چند روز کے بعد تیقّن کے ساتھ بتا سکوں گا۔ براہ کرم "ر"[1] سے کہیں کہ وہ میرے ساتھ رابطہ رکھیں۔

آپ کا مخلص

محمدؐ اقبال

(انگریزی سے) (اقبال — جہانِ دیگر)

# سید نذیر نیازی کے نام

بھوپال ۲۷ فروری ۳۵ء

ڈیر نیازی صاحب۔ میں ۷ یا ۸ مارچ کی شام کو یہاں سے چلوں گا اور ۸ یا ۹ کی صبح ساڑھے نو بجے دہلی پہنچوں گا۔ وہاں ایک آدھ روز قیام رہے گا۔ آپ سردار صلاح الدین سلجوقی صاحب کو بھی مطلع کر دیں۔ بعد میں پھر بھی آپ کو اور اُن کو بذریعہ تار یا خط مطلع کر دوں گا۔ باقی بروقت ملاقات۔ والسلام

محمدؐ اقبال

(عکس) (مکتوبات اقبال)

---

[1] "ر" راغب احسن۔

مدراس ۲۰ فروری ۲۹ء

[illegible]

محمد اقبال

## غلام دستگیر رشید کے نام

بھوپال ۲ مارچ ۳۵ء

جناب من ۔ میں ایک عرصہ سے علیل ہوں اور یہاں بھوپال میں بجلی کے ذریعہ سے علاج کرا رہا ہوں چند روز تک لاہور واپس جاؤں گا۔

رموز بے خودی کا ترجمہ انگریزی اگر آپ کرنا چاہیں تو مجھے کیا اعتراض ہوسکتا ہے البتہ دو باتیں ضرور عرض کروں گا۔ ایک یہ کہ ترجمے کی مشکلات شاید اتنی ہیں کہ مترجم کا دل توڑنے کے لیے کافی ہیں۔ دوم یہ کہ میں خود ترجمہ کی اصلاح کا کام نہیں کرسکتا۔ والسلام۔

محمد اقبال

(عکس)

(غیر مدون)

---

لہ ماخذ : عطیہ : جناب عابد علی خاں صاحب مرحوم سابق مدیر اعلیٰ روزنامہ سیاست، حیدر آباد، دکن۔

# سید نذیر نیازی کے نام

بھوپال۔ ۳ر مارچ ۳۵ء

ڈیر نیازی صاحب۔ السلام علیکم

میں ۷ کی شام کو یہاں سے چلوں گا۔ ۸ کی صبح دہلی پہنچ جاؤں گا۔ یہ گاڑی ۹ بجے یا ساڑھے نو بجے دہلی پہنچتی ہے۔ ۸ کا دن دہلی ٹھہروں گا اور ۹ کی شام لاہور روانہ ہو جاؤں گا۔ آپ سردار صلاح الدین سلجوقی صاحب کو بھی مطلع کر دیں میں نے ان کو علیحدہ خط بھی لکھ دیا ہے۔ اس کے علاوہ حکیم صاحب سے بھی ۹ کی صبح کا وقت (۸ یا ساڑھے آٹھ) مقرر کر دیں۔ ان سے ملے بغیر لاہور جانا درست نہیں ہے۔ہاں راغب احسن صاحب کو مطلع کر دیں۔ ان کا پتہ یہ ہے:

2, CANNING LANE,
NEW DELHI

باقی انشاء اللہ وقتِ ملاقات۔ والسلام

محمد اقبال

(عکس) (مکتوبات اقبال)

---

۱؎ ۲ کیننگ لین، نئی دہلی

۲؎ بوقت

(سید نذیر نیازی)

نوٹ: اس خط کی تاریخ مکتوبات اقبال میں ۴ر مارچ درج ہے جب کہ عکس میں واضح طور پر ۳ر مارچ پڑھی جاتی ہے۔ (مولف)

# سید نذیر نیازی کے نام

لاہور۔ ۱۱ر مارچ ۳۵ء

ڈیر نیازی صاحب۔ السلام علیکم

میں بخیریت لاہور پہنچ گیا۔ جاوید کی والدہ نے دوا آج سے شروع کردی ہے۔ وہ اب چل پھر سکتی ہیں اور بواسیر کی شکایت بھی نہیں ہے مگر دو شکایتیں بہت ہیں۔ ان کی طرف حکیم صاحب کی توجّہ دلائیے اور مجھے جلد مطلع کیجیے۔

(۱) جگر بہت بڑھ گیا ہے۔ اس پہلو پر لیٹنا بھی مشکل ہے۔

(۲) رات کو کھانسی بہت آتی ہے۔

اُمید کہ آپ مع الخیر ہوں گے۔ جواب جلد ملے۔ والسلام

محمدؐ اقبال

(عکس) (مکتوبات اقبال)

# سید نذیر نیازی کے نام

لاہور۔ ۱۱ر مارچ ۳۵ء

ڈیر نیازی صاحب۔ السلام علیکم

میں آج صبح آپ کو خط لکھ چکا ہوں اس میں ایک دو باتیں رہ گئیں جو بعد میں معلوم ہوئیں یہ بھی حکیم صاحب کی خدمت میں عرض کریں۔

میں پہلے لکھ چکا ہوں کہ

(i) جگر بہت بڑھ گیا ہے جس کی وجہ سے اس پہلو پر جس طرف جگر ہے بیٹنا اور سونا ناممکن ہوگیا ہے۔

(ii) کھانسی بہت ہوتی ہے بالخصوص رات کے وقت بڑے تکیہ پر سہارا لے کر بیٹھیں یا لیٹیں تو کھانسی کم ہوتی ہے لیکن معمولی تکیہ پر سیدھا لیٹنے سے

بہت ہوتی ہے۔

اِن دو باتوں کے علاوہ مندرجہ ذیل باتیں حکیم صاحب کی توجہ کے قابل ہیں؛

(iii) پاؤں پر ورم ہے اس کے لیے بھی کوئی دوا تجویز ہونی چاہیے۔

(iv) جگر کے لیے کوئی لیپ تجویز ہونا چاہیے جو موثر ہو اور سختی اور فربہی کو کم کرے۔

(v) جسم دُبلا ہو گیا ہے کوئی ایسی تجویز ہو جس سے جسم میں فربہی پیدا ہو۔

والسلام

محمدؐ اقبال

(عکس) (مکتوبات اقبال)

Dr. Sir Mohd. Iqbal, Kt.
M.A. Ph.D. LL.D
Barrister-at-Law

لاہور ۱۱ مارچ ۳۵ء

ڈیر نیازی صاحب السلام علیکم

میں بخیریت لاہور پہنچ گیا۔ جاوید کی والدہ نے دوا کھانی شروع کر دی ہے وہ اب چل پھر سکتی ہیں اور بظاہر ان کو شکایت عموماً کم ہے مگر دو شکایتیں بہت ہیں ان کی طرف حکیم صاحب کو توجہ دلائیے اور مجھے جلد مطلع کیجیے۔

(۱) جگر بہت بڑھ گیا ہے اس پہلو پر لیٹنا مشکل ہے

(۲) رات کو کھانسی بہت آتی ہے

امید ہے آپ کا مزاج بخیر ہوگا۔ جواب جلد لکھیے

محمد اقبال

# (پروفیسر) ایس۔ پی۔ ورما کے نام

لاہور

۱۵ مارچ ۱۹۳۵ء

مکرم بندہ

اس اعزاز کے لیے جس سے آپ مجھے سرفراز کرنا چاہتے ہیں۔ سراپا سپاس ہوں۔ یہ میری بدقسمتی ہے کہ میں اس سے محروم رہوں گا یہ بات کہ مجھے گلے کی خرابی کا عارضہ ہے۔ جس کا علاج ابھی ایک سال اور جاری رہے گا۔ اسی کے برقی علاج کے لیے میں بھوپال میں گزشتہ ماہ قیام پذیر رہا۔ وہاں کے ڈاکٹروں نے مجھے مکمل ذہنی اور اور جسمانی آرام کرنے کی تاکید کی ہے۔ میں نے (اسی باعث) آل انڈیا مسلم لیگ کی ریسپشن کمیٹی کی صدارت قبول کرنے سے بھی انکار کر دیا ہے جو اسی تاریخ کو لاہور میں منعقد ہونے والی ہے جب آپ کی ہندی کانفرنس ہوگی۔

مخلص

محمد اقبال

(انگریزی سے)

(غیر مطبوعہ)

---

اس خط کا عکس ڈاکٹر وحید احمد صاحب سابق ڈائرکٹر، قائد اعظم اکاڈمی کراچی نے ازراہ نوازش جے پور سے لاکر عطا فرمایا تھا۔ (مولف)

# حکیم محمد حسین عرشی کے نام

لاہور

۱۹ / مارچ ۱۹۳۵ء

جناب عرشی صاحب!

السلام علیکم ۔ آپ کا خط ابھی ملا ہے میری صحتِ عامہ تو بہت بہتر ہو گئی ہے مگر آواز پر ابھی خاطر خواہ اثر نہیں ہوا ۔ علاج برقی ایک سال تک جاری رہے گا۔ دو ماہ کے وقفے کے بعد پھر بھوپال جانا ہو گا۔

آپ اسلام اور اس کے حقائق کے لذت آشنا ہیں۔ مثنوی رومی کے پڑھنے سے اگر قلب میں گرمیٔ شوق پیدا ہو جائے تو اور کیا چاہیے شوق خود مرشد ہے۔ میں ایک مدت سے مطالعۂ کتب ترک کر چکا ہوں۔ اگر کبھی کچھ پڑھتا ہوں تو صرف قرآن یا مثنوی رُومی ۔ افسوس ہے ہم اچھے زمانے میں پیدا نہ ہوئے ؎

کیا غضب ہے کہ اس زمانے میں
ایک بھی صاحب سرور نہیں

بہرحال قرآن اور مثنوی کا مطالعہ جاری رکھیے ۔ مجھ سے بھی کبھی کبھی ملتے رہیے، اس واسطے نہیں کہ میں آپ کو کچھ سکھا سکتا ہوں، بلکہ اس واسطے کہ ایک ہی قسم کا شوق رکھنے والوں کی صحبت بعض دفعہ ایسے نتائج پیدا کر جاتی ہے جو کسی کے خواب و خیال میں بھی نہیں ہوتے ۔ یہ بات زندگی کے پوشیدہ اسرار میں سے ہے جن کو جاننے والے مسلمانانِ ہند کی بدنصیبی سے اب اس ملک میں پیدا نہیں ہوتے۔ زیادہ کیا عرض کروں۔

محمد اقبال

(اقبال نامہ)

ڈیر نیازی صاحب ۔ نوٹ کیا تھا کہ دماغ کی لنگنی ہو گئے
جاوید کی دوائی ارسال ہو جائے گی میں
منتظر ہوں ابھی تک وہ دوائی نہیں پہنچی ۔ بہرحال اب
گلے کو قدرے آرام ہے گو ابھی گلہ رفع نہیں
ہوا ۔ خاص شکایات جگر اور تلی کی ہے جس سے وہ دبلا ہوا
جا رہا ہے اور بخار ہو رہا ہے ۔ ذرا اس کی طاقت آ جائے
تو وہ آپ ایک روز کے لیے دہلی بھجوا دوں گا تاکہ حکیم صاحب
نبض دیکھ لیں ۔ باقی خیریت ۔ حکیم صاحب سے سلام

محمد اقبال  لاہور

۲۰ مارچ ۳۵ء

# سید نذیر نیازی کے نام

ڈیر نیازی صاحب۔ آپ نے لکھا تھا کہ دوائی کھانسی کے لیے جاوید کی والدہ کے لیے ارسال کی جائے گی۔ میں منتظر ہوں۔ ابھی تک وہ دوا نہیں پہنچی بہرحال اب کھانسی کو قدرے آرام ہے۔ گو ابھی کلیتہً رفع نہیں ہوئی۔ خاص شکایت جگر اور تلی کی ہے جس سے وہ دن بدن لاغر اور کمزور ہو رہی ہے۔ ذرا اس میں طاقت آجائے تو میں اسے ایک روز کے لیے دہلی بھیج دوں گا تاکہ حکیم صاحب نبض دیکھ لیں۔ باقی خیریت ہے۔ میری حالت بہتر ہے۔ والسلام

محمد اقبال لاہور

۲۰ رمارچ ۳۵ء

(عکس) (مکتوبات اقبال)

# سر راس مسعود کے نام

لاہور

۲۰ رمارچ ۱۹۳۵ء

مائی ڈیر مسعود

امید ہے آپ اور لیڈی مسعود صاحبہ بخیریت ہوں گے۔ میں بھی بفضلِ خدا خیریت سے ہوں۔ میرا خیال ہے[1] اعلیٰ حضرت کی لاہور تشریف آوری کے لیے ۲۱ر اپریل موزوں ہوگی۔ ۲۰ر اپریل کو تو گورنر[2] پنجاب اجلاس میں رسمی شمولیت فرمائیں گے

---

[1] انجمن حمایت اسلام کا سالانہ اجلاس اسلامیہ کالج لاہور میں ۱۹۳۵ء میں منعقد ہوا جس کی صدارت نواب صاحب بھوپال نے فرمائی۔ (بشیر احمد ڈار : لیٹر آف اقبال)

[2] اس وقت سر ہربرٹ ایمرسن (SIR HERBERT EMERSON)، گورنر پنجاب تھے۔

یں چاہتا ہوں کہ ۱۲ اپریل تمام تر اعلیٰ حضرت اور مسلمانانِ پنجاب کے لیے ہی مخصوص رہے اگر اعلیٰ حضرت انگلستان تشریف نہیں لے جا رہے ہیں اس انتظام کی طرف توجہ کیجیے۔ امید ہے اعلیٰ حضرت کے لیے ایک علیحدہ دن مخصوص کرانے میں میرے منشا کو آپ نے پا لیا ہوگا۔ مجھے امید ہے کہ اب یہ قطعی طور پر طے پا گیا ہے کہ اعلیٰ حضرت عازمِ انگلستان نہ ہوں گے۔ اگر ایسا ہے تو تار کے ذریعہ اطلاع دیجیے۔ اور یہ اطلاع بھی بذریعہ تار ہی دیجیے کہ ۱۲ اپریل اعلیٰ حضرت کو منظور رہے۔

معاملہ معلومہ کی نسبت آپ کو کوئی اطلاع ملی ہے؟ میں اس خط کا جو اس ماہ کے آخر میں آپ مجھے لکھنا چاہتے ہیں بیتابی سے منتظر ہوں۔ لیڈی مسعود صاحبہ کی خدمت میں سلام اور انور کو دعا۔

ہمیشہ آپ کا

محمد اقبال

(انگریزی سے) (اقبال نامہ)

## محمد عباس علی خاں لمعہ حیدر آبادی کے نام

مکرمی لمعہ صاحب

السلام علیکم

آپ کا عنایت نامہ ابھی ابھی ملا۔ آپ کی بار بار یاد فرمائی کا میں بے حد ممنون ہوں۔ یہاں اب گرمی شروع ہو چکی ہے۔ نو دس بجے صبح خاصی گرمی رہتی ہے۔ ایسے موسم میں علی العموم میرا معدہ اور بھی خراب ہو جاتا ہے۔ آپ کا خیال بہت درست ہے اور میرا بھی یہی تجربہ ہے۔ دوا سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا مجھ کو تقلیلِ غذا مفید ہوتی ہے۔ اسی پر عمل پیرا ہوں۔ کسی دوا کا سر دست استعمال نہیں ہے۔ گوشت تو میں نے ترک کر دیا ہے۔ البتہ مرغ اور مچھلی استعمال میں ہے اور میں صرف ایک دفعہ دوپہر میں جو کچھ کھا لیتا ہوں کھا لیتا ہوں اور شب میں فاقہ

اس طریقِ عمل سے مزاج صاف رہتا ہے۔ مگر تولیدِ ریاح اور قبض بدستور! خیر خدا کو جو منظور ہے ہو رہے گا۔ فکر نہ کیجیے۔

آپ کے حسب الحکم . . . . (پڑھا نہیں جا سکا) . . . . . . . . . کی گولیوں کا استعمال جاری ہے اور لسّی بھی استعمال کرتا ہوں جس سے اختلاج میں ضرور افاقہ ہے۔ اس کے ساتھ آپ کی حسبِ خواہش آنولے کا مربہ بھی استعمال کر رہا ہوں۔

آپ کا کلام میرے حدِ مذاق تک بہت پُر لطف ہے۔ اس کی اشاعت میں تامّل کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ یہ آپ کے شوق کی بات ہے۔ میں نے حتی الامکان جہاں جہاں ضرورت معلوم ہوئی ترمیم کی ہے۔ لیکن آپ کے تخیّل کو مجروح ہونے سے بچایا ہے۔ طبع کے وقت مکرر غور بھی ممکن ہے اور انتخاب بھی!

یہ سب چیزیں بالمشافہ انشاء اللہ تعالیٰ ٹھیک ہو جائیں گی۔ امید ہے کہ آپ کا مزاج بخیر ہو گا۔

مخلص محمدؐ اقبال لاہور

۲۳ مارچ ۱۹۳۵ء

(اقبال نامہ) (نامکمل)

## سید نذیر نیازی کے نام

لاہور۔ ۲۷ مارچ ۳۵ء

ڈیر نیازی صاحب۔ السلام علیکم

میری حالت تو بہتر ہے مگر جاوید کی والدہ دن بدن کمزور اور لاغر ہوتی جاتی ہے۔ میرا خیال تھا کہ وہ سفر کے قابل ہو جائے تو ایک روز کے لیے دہلی جا کر حکیم صاحب قبلہ کو نبض دکھا آئے مگر افسوس ہے کہ وہ اس قابل نہیں بلکہ اندیشہ ہے کہ سفر سے اس کی تکلیف میں اضافہ نہ ہو جائے۔ سوال یہ ہے کہ اب کیا صورت کی جائے۔

یہاں کے اطبا پر مجھے اعتماد نہیں۔ انگریزی علاج سے مزمن امراض میں فائدہ نہیں ہوتا۔ علاوہ اس کے یہ طریق علاج پہلے آزمایا بھی جاچکا ہے۔ کیا یہ ممکن نہیں کہ ایک روز کے لیے حکیم صاحب قبلہ لاہور تشریف لے آئیں۔ مجھے معلوم نہیں ان کی فیس کیا ہے۔ اس کے علاوہ وہ خود ضعیف ہیں۔ معلوم نہیں کہ باہر تشریف لے جایا کرتے ہیں یا نہیں۔ یہ سب حال معلوم کر کے مجھے اطلاع دیں اگر وہ کچھ کم فیس قبول کر لیں تو میں ان کی عنایت کا بہت شکر گزار ہوں گا۔ ایک سال سے زیادہ مدّت ہوتی ہے کہ میں اپنی علالت کی وجہ سے کچھ کام نہیں کر سکا۔ آمدنی کے ذرائع مسدود ہو گئے ہیں۔ تاہم جہاں تک ممکن ہوگا میں حکیم صاحب کے سفر کا بار اٹھانے کو حاضر ہوں۔ وہ رات کو وہاں سے سفر کریں اور صبح یہاں پہنچیں پھر اسی شام کو رخصت ہو سکتے ہیں۔ زیادہ کیا عرض کروں سوائے اس کے کہ پریشان خاطر ہوں۔

والسلام

محمد اقبال

(عکس) (مکتوبات اقبال)

# سر راس مسعود کے نام

لاہور

۲۹ مارچ ۱۹۳۵ء

ضروری

ڈیر مسعود کئی دن ہوئے میں نے ایک خط آپ کو لکھا تھا مگر تا حال جواب نہیں آیا۔ شاید یہ خط آپ کو ملا نہ ہو۔ کیونکہ ان دنوں آپ بھوپال میں نہ تھے۔ والدہ ماجدہ کی علالت کی وجہ سے علی گڑھ چلے گئے تھے۔ بہر حال اگر وہ خط مل گیا ہو تو جواب لکھیے۔ شاید آپ حیدر آباد سے کسی جواب کے منتظر ہوں گے۔ آپ کا خیال تھا کہ مارچ کے آخر میں آپ کسی قطعی فیصلہ کی اطلاع دے سکیں گے۔ میرے حالات اس امر کے

مقتضی ہیں کہ کوئی نہ کوئی فیصلہ ہو۔ گو میں آپ سے چھپا نہیں سکتا کہ مجھے اس طرف سے نا امیدی ہے۔ غرض کہ میں آپ کے جواب کا شدت سے منتظر ہوں۔

اس امر کی اطلاع آپ نے نہیں دی کہ آیا ہز ہائینس جلسہ انجمن میں جلوہ افروز ہوں گے یا نہیں۔ اور مجھ سے ہز ہائینس نے خود فرمایا تھا کہ اگر انگلستان نہ گئے تو ضرور تشریف لائیں گے۔ یہاں اس خبر سے جوشِ مسرت کی کوئی انتہا نہ رہی۔ مہربانی کر کے مطلع فرمایئے کہ آیا ہز ہائینس ولایت تشریف لے جائیں گے مولوی غلام محی الدین سکرٹری انجمن نے دو تین روز ہوئے مجھے اطلاع دی کہ آپ کی طرف سے اطلاع موصول ہوئی ہے کہ ہز ہائینس تشریف نہیں لا سکیں گے مجھ کو آپ کی طرف سے کوئی اطلاع نہیں ملی۔ مہربانی کر کے جلد اطلاع دیجیے۔

جب سے میں بھوپال سے واپس آیا ہوں لوگ زمینوں کے متعلق دریافت کرتے ہیں۔ میرے پاس کوئی ان شرائط کی کاپی نہیں ہے جن کے مطابق اراضی دی جاتی ہے۔ اس وقت بھی جب کہ میں یہ خط لکھ رہا ہوں ایک صاحب اسی غرض کے لیے بیٹھے ہیں۔ میں نے ان کو خط لکھ دینے کا وعدہ کیا ہے اور وہ خود بھوپال حاضر ہوں گے۔ شرائط کی کاپی ارسال کروا دیجیے تاکہ میں زمین کے خواستگاروں کو دکھا سکوں۔

زیادہ کیا عرض کروں[2]، امید کہ آپ کا مزاج بخیر ہوگا۔ لیڈی مسعود صاحبہ کی خدمت میں آداب۔ میں ان کے لیے دعائے صحت کرتا ہوں۔ انور میاں کو دعا اور حکیم صاحب سے بھی سلام کہیے۔

والسلام

ہمیشہ آپ کا

محمد اقبال

(اقبال نامہ)

---

[1] اقبال نامہ زیرِ اشاعت میں یہ تصحیح کی گئی ہے۔ (مولف)

[2] خط میں صرف زیادہ کیا عرض لکھا ہوا ہے۔ (شیخ عطاء اللہ)

# حسن لطیفی کے نام

جنابِ من۔ آپ کا پوسٹ کارڈ مجھے مل گیا ہے۔ پہلے سے افاقہ ہے مگر برقی علاج کا سلسلہ ابھی جاری رہے گا اور مجھے دو ماہ کے بعد پھر بھوپال جانا ہو گا۔

خالد شیلڈریک کے عزائم و مقاصد کا حال مجھے معلوم نہیں ان کی تحریروں سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ روس اور فرانس کے خلاف ہیں۔ جہاں تک فرانس کا تعلق ہے یہ پروپوغندا حق بجانب ہے روس کے مظالم بھی ان مہاجرین سے سننے میں آتے ہیں جو بخارا سے آتے ہیں نظام کے متعلق جو پروپوغندا ان کا ہے اس کے وجوہ مجھے معلوم نہیں بلکہ آپ کے خط سے مجھے یہ بات پہلی دفعہ معلوم ہوئی۔ میں نے جو کچھ آپ کو بتایا تھا وہ میرے ذاتی مشاہدات کا نتیجہ تھا کسی خاص فرد کے حالات اور عزائم کا حال کسی کو کیا معلوم ہو سکتا ہے۔ مجھے معلوم نہیں کہ شیلڈریک لاہور آ رہے ہیں یا نہیں۔ والسلام

محمد اقبال لاہور

مارچ ۳۵ء

(غیر مدون) (نقوش دسمبر ۸۶ ۱۹ء)

(عکس)

# سر راس مسعود کے نام

لاہور

۱۴ / اپریل ۱۹۳۵ء

مائی ڈیر مسعود

امید ہے آپ کو میرا وہ خط جس میں مس فارک ہرسن[1] کا خط ملفوف تھا مل گیا ہو گا۔ خط کشیدہ پارہ کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟ کیا وہ کاغذات بھی آپ کو مل گئے ہیں جو مس موصوفہ نے آپ کو بھیجے تھے؟ میں اور چند دوسرے احباب اعلیٰ حضرت[2] کے استعفار کے متعلق ایک بیان ایسوسی ایٹیڈ پریس میں بھیج رہے ہیں میرے متعلق آپ کی جو تجویز ہے اس کا کچھ سراغ مجھے انجام کار مل ہی گیا۔ مجھے یہ اطلاع ایک بہاولپوری دوست کی معرفت ملی ہے اور یہ معلوم ہوا ہے کہ نواب صاحب بھوپال نے نواب صاحب بہاول پور کے نام ایک خط لکھا ہے۔ اس خط کے مضمون سے بھی مجھے آگاہی ہوئی ہے۔ کیا میری اطلاع درست ہے؟ اس خط کا جواب موصول ہو جانے پر میں اس مسئلہ میں اپنی رائے آپ پر ظاہر کروں گا۔

لیڈی مسعود صاحبہ کی خدمت میں سلام اور انور کو پیار۔

ہمیشہ آپ کا

محمد اقبال

(انگریزی سے) (اقبال نامہ)

---

[1] FARQUHARSON

[2] نواب صاحب بھوپال نے مسلم یونیورسٹی کی چانسلری سے استعفےٰ دیدیا تھا۔
(بشیر احمد ڈار لیٹرز۔ آف اقبال)

[3] اقبال نامہ حصہ اوّل میں "اورنٹیل پریس" چھپا تھا۔ (مولف)

# اکبر شاہ نجیب آبادی کے نام

لاہور ۲۳ را پریل ۳۵ء

مخدومی جناب مولوی صاحب السلام علیکم۔ بڑی مدت کے بعد آپ کی خیریت معلوم ہوئی اور کتاب بھی ملی۔ بہت بہت شکریہ ادا کرتا ہوں۔

میں ایک سال سے صاحب فراش ہوں تمام مشاغل ترک ہیں: تاہم میں نے آپ کی کتاب کی ورق گردانی کی اور اسے بہت مفید پایا۔ آپ کی تصانیف اردو لٹریچر میں قابل قدر اضافہ ہیں جس سے عام پڑھنے والوں کے نقطہ نگاہ میں وسعت پیدا ہوتی ہے اور یہی اس ملک کی سب سے بڑی ضرورت ہے۔ امید کہ آپ کا مزاج بخیر ہو گا۔ میرے لیے بھی دعا فرمائیے۔

والسلام

محمد اقبال لاہور

(عکس)　　　(انوار اقبال)

# سر راس مسعود کے نام

لاہور

۲۶ اپریل ۱۹۳۵ء

مائی ڈیر مسعود

آپ کے خط کے لیے شکریہ۔ آپ کی علالت کی اطلاع باعثِ تشویش ہوئی۔ میں امید کرتا ہوں کہ آپ جلد صحت یاب ہو جائیں گے میں انشاء اللہ مئی کے آخر تک بھوپال آسکوں گا۔ میری بیوی گزشتہ دس سال سے بیمار اور تلی اور جگر کے عوارض میں مبتلا ہے اور اب بوجہ بخار زیادہ کمزور ہو گئی ہے۔ ہم لوگ انشاء اللہ وسط مئی تک اپنے نئے مکان میں چلے جائیں گے۔ خدا کرے کہ اس وقت تک

میری بیوی میں ذرا چلنے پھرنے کی طاقت پیدا ہو جائے۔

آپ نے میرے معاملات میں جس دل چسپی کا اظہار کیا ہے اس کے لیے آپ کا بے حد ممنون ہوں اگرچہ مجھے آپ سے یہ کہنے میں کچھ تامل نہیں کہ مجھے اس سلسلہ میں کامیابی کی کچھ زیادہ توقع نہیں۔ مجھے کچھ عرصہ پہلے تو اس خیال سے بہت مسرت تھی کہ آپ کے اس کوشش میں کامیاب ہونے کی قوی امید تھی اور اس طرح میرے لیے ممکن ہو سکتا تھا کہ میں قرآن کریم پر عہد حاضر کے افکار کی روشنی میں اپنے وہ نوٹ تیار کر لیتا جو عرصے میرے زیرِ غور ہیں۔ لیکن اب تو نہ معلوم کیوں ایسا محسوس کرتا ہوں کہ میرا یہ خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکے گا۔ اگر مجھے حیات مستعار کی بقیہ گھڑیاں وقف کر دینے کا سامان میسّر آئے تو میں سمجھتا ہوں قرآن کریم کے ان نوٹوں سے بہتر میں کوئی پیش کش مسلمانانِ عالم کو نہیں کر سکتا۔

بہر حال دیدہ باید۔ ہر امر اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں ہے اگر عالمِ جدید میں اسلام کی اس خدمت کا شرف میرے لیے مقدر ہو چکا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی تکمیل کے لیے ضروری ذرائع بہم پہنچا دے گا۔ لیڈی مسعود صاحبہ کی خدمت میں سلام کہیے! علی بخش آپ دونوں کی خدمت میں سلام عرض کرتا ہے۔

جاوید بھی آپ اور لیڈی مسعود صاحبہ کی خدمت میں آداب عرض کرتا ہے امید کہ آپ بخیر ہوں گے۔

ہمیشہ آپ کا

محمد اقبال

(اقبال نامہ)

(انگریزی سے)

# خواجہ عبدالوحید کے نام

۲۶ اپریل ۱۹۳۵ء[1]

مائی ڈیر خواجہ وحید

یہ حضرات علی گڑھ سے اس معاملہ کے متعلق تبادلۂ خیالات کرنے کی غرض سے آئے ہیں جس کے متعلق آپ نے سید ظفرالحسن صاحب کو لکھا تھا۔ شاید آپ اور آپ کے احباب ان سے گفتگو کریں گے۔ اگر یہی قصد ہے تو آپ میرے غریب خانہ پر شام کو کسی وقت تشریف لائیں اور اپنے دوستوں کو بھی ساتھ لیتے آئیں جو آپ کے ہم خیال ہیں۔

آپ کا
محمد اقبال

(انگریزی سے) (لیٹرز اینڈ رائٹنگز آف اقبال)

---

[1] اس خط پر تاریخ تو درج ہے لیکن سنہ موجود نہیں ہے۔ خواجہ عبدالوحید کے مضمون "اقبال کے حضور" مشمولہ "نقوش — اقبال نمبر" حصہ دوم ۱۹۷۷ء سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ خط ۱۹۳۵ء میں لکھا گیا تھا۔

(صابر کلوروی۔ مکاتیب اقبال کے ماخذ۔ اقبال ریویو۔ ص ۸۲۔)

۱۹۳۵ء میں خواجہ عبدالوحید اور ان کے دوستوں نے مسلمانوں میں بیداری پیدا کرنے کی غرض سے لاہور میں "جمعیۃ شبان المسلمین" قائم کی تھی اور جمعیۃ کی صدارت کے لیے علامہ اقبال نہایت تامل کے بعد تیار ہوئے تھے۔ علامہ نے خواجہ صاحب کو مطلع کیا کہ علی گڑھ میں ڈاکٹر ظفرالحسن بھی اس موضوع پر غور و فکر کر رہے ہیں۔ ان سے تبادلہ خیالات کیا جائے۔ خط و کتابت کے بعد ڈاکٹر حسن نے لکھا کہ چونکہ یہ معاملات اس طرح طے نہیں کیے جا سکتے اس

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر)

(بقیہ حاشیہ پچھلے صفحے کا)

لیے یہ دو صاحبان کو تبادلہ خیال کے لیے لاہور بھیج رہے ہیں۔ چنانچہ ڈاکٹر حسن کے دو شاگردان رشید لاہور آئے۔ ان میں سے ایک ڈاکٹر محمد محمود احمد تھے جو اس وقت علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں فلاسفی کے لیکچرار تھے اور بعد میں کراچی یونیورسٹی میں شعبہ فلاسفی کے صدر ہوئے۔ اور دوسرے برہان احمد فاروقی صاحب تھے جو اس وقت وہاں ریسرچ اسکالر تھے اور بعد میں ایم۔ اے او کالج لاہور میں استاد رہے۔ پروفیسر احمد کا انتقال ہو چکا ہے۔

رکنیت فارم کی عبارت درج ذیل ہے۔

(۱) ہندوستان میں مسلمانوں کے عروج و اقبال کے حصول کے لیے جو جماعت قائم کی گئی ہے۔ میں اس کا رکن بننے کو تیار ہوں۔ اور اس بات کا عہد کرتا ہوں کہ امیر کی اطاعت قرآن و سنت کے مطابق ہر حال اور ہر وقت میں بلا چون وچرا کروں گا۔

(۲) میں متمنی ہوں کہ اس جماعت کی امارت علامہ سر محمد اقبال مدظلہ کے دست مبارک میں ہو۔

دستخط

نام

پتہ

۱۔ بشیر احمد ڈار، لیٹرز اینڈ رائٹنگز آف اقبال

۲۔ خواجہ عبدالوحید۔ اقبال کے حضور، نقوش۔ اقبال نمبر ۲، ۱۹۷۷ء ص ۳۸۰۔ ۴۲۱۔

# سید نذیر نیازی کے نام

لاہور۔ ۲ر مئی ۳۵ء

ڈیر نیازی صاحب السلام علیکم

آپ کا خط مل گیا تھا جواب نہ لکھ سکا کہ جاوید کی والدہ کی حالت تشویش انگیز ہوگئی تھی۔ معلوم ہوتا ہے ہمارا تمام علاج اندھیرے میں تھا۔ قریباً آٹھ دس روز ہوئے اس کی ران پر ایک خوفناک پھوڑا نکلا۔ کل اس کا اپریشن کرایا گیا۔ اگرچہ وہ نہایت کمزور ہوگئی ہے اور اندیشہ تھا کہ شاید نشتر کو برداشت نہ کر سکے گی تاہم اپریشن ضروری تھا۔ الحمدللہ کہ آپریشن کامیاب ہوا اور بے حد خون اور پیپ اس پھوڑے سے برآمد ہوئے[1]۔ دوسرے ہی روز اس کا بخار بھی کم ہوگیا چنانچہ آج صبح نارمل تھا۔ اب کسی قدر تشویش کم ہوئی ہے اور امید ہے کہ اس کی زندگی ابھی کچھ باقی ہے۔ ذرا وہ اچھی ہولے تو میں حکیم صاحب کی خدمت میں مفصل لکھوں گا۔

آپ نے کتاب کے متعلق شرائط دریافت کیے ہیں میں کیا لکھوں آپ کو سب کچھ معلوم ہے۔ اب تک یہی دستور رہا ہے کہ کتاب میں خود چھپواتا ہوں۔ ہر شخص سول[2] ایجنٹ بن سکتا ہے بشرطیکہ کتاب[3] فوراً ادا کردے۔ کمیشن دیا جاتا ہے۔ تاج کمپنی کو ۴ آنے فی روپیہ دیا گیا تھا یعنی ۵ روپے کی کتاب میں نے ان کو عـــہ کو دی تھی اگر آپ کے دوست چاہیں تو کتاب اپنے مطبع میں چھاپ سکتے ہیں۔ تمام اخراجات طباعت وغیرہ کا بل میں ادا کردوں گا مگر مسودۂ کتاب ان کو تفویض کرتے وقت

---

[1] اہوا؛ (سید نذیر نیازی)

[2] SOLE AGENT

[3] کی قیمت کے الفاظ جلدی میں رہ گئے۔

(سید نذیر نیازی)

قیمت تمام ادا کرنی ہوگی وہ اگر چاہیں تو کتاب مجلّد بھی بیچ سکتے ہیں مجلد کی قیمت میں جو ان کا منافہ[1] ہوگا اس سے مجھے سروکار نہ ہوگا۔ ہاں یہ ضروری (ہے) کہ غیر مجلد کتاب کی قیمت کا اشتہار دینا ہوگا کہ جو چاہے مجلّد خریدے جو چاہے غیر مجلد خریدے زبور عجم اور اسرار و رموز کی طباعت کا انتظام فوراً ہو سکتا ہے مگر میرا ارادہ ہے کہ زبور عجم اب کے بمع اردو ترجمہ شائع ہو۔ صور اسرافیل[2] (اردو) کی تکمیل ابھی چند ماہ اور لے گی۔ اگر آپ کے دوست اردو کتاب چھاپنا چاہیں تو صور اسرافیل کی تکمیل تک انتظار کریں۔ زیادہ کیا عرض کروں۔ والسلام۔

محمدؐ اقبال

(عکس) (مکتوباتِ اقبال)

## سر راس مسعود کے نام

لاہور

۲ مئی ۱۹۳۵ء

مائی ڈیر مسعود

امید ہے آپ اور لیڈی مسعود دونوں بخیریت ہوں گے الحمدللہ میری تشویش ذرا کم ہو گئی ہے۔ میری بیوی کو ایک اپریشن کرانا پڑا۔ اگرچہ یہ بڑا ہی ہولناک اور ناقابل برداشت منظر تھا لیکن بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کے فضل سے اس کی زندگی بچ گئی۔

---

[1] منافع

[2] صور اسرافیل وہی مجموعہ کلام ہے جو ۱۹۳۶ء میں ضربِ کلیم کے نام سے شائع ہوا۔ زبور عجم کا نیا نسخہ (اردو ترجمے کے ساتھ) البتہ شائع نہیں ہو سکا۔ یہ ترجمہ حواشی کی شکل میں تھا۔

(سید نذیر نیازی)

میں انشاء اللہ مئی کے آخر میں آپ دونوں کے پاس پہنچ جاؤں گا۔ آپ نے کوئی اطلاع نہیں دی اس لیے میں سمجھتا ہوں معاملہ معلومہ جوں کا توں ہی ہے۔

یونیورسٹی کا چانسلر اب کون ہوگا۔ کاش اعلیٰ حضرت نواب صاحب بھوپال اپنے استعفاء پر دوبارہ غور فرما سکتے لیکن شعیب صاحب نے مجھے لکھا تھا کہ اس کا کوئی امکان نہیں۔ یہ ممکن بلکہ اغلب ہے کہ لارڈ ویلنگڈن نواب صاحب کو استعفار پر مکرر غور کرنے پر ضرور مائل کریں گے۔

مجھے اطلاع دیجیئے کہ اعلیٰ حضرت کا اس سلسلہ میں کیا ارادہ ہے۔ اگر اعلیٰ حضرت رضامند نہ ہوں تو پھر کیا آپ کی رائے میں نواب صاحب بہاول پور اس منصب کے لیے موزوں ہوں گے؟

ہمیشہ آپ کا

محمدؐ اقبال

علی بخش آپ اور لیڈی مسعود صاحبہ کی خدمت میں سلام عرض کرتا ہے۔

(انگریزی سے) (اقبال نامہ)

## محمد عباس علی خاں لمعہ حیدر آبادی کے نام

لاہور

۱۱ مئی ۱۹۳۵ء

مخدومی بندہ

تسلیم۔ آپ کا نوازش نامہ مل گیا ہے۔ بحمد للہ میری صحت اب بہتر ہے۔ آپ کے مشورے کا شکریہ۔ انشاء اللہ آپ کے حسبِ خواہش ضرور بھوپال جاکر بجلی کے ذریعہ علاج کراؤں گا۔

آپ کے افسانوں اور مثنوی سے میں نے استفادہ حاصل کیا ہے۔ افسانے

نہایت دلکش اور موثر ہیں، زبان شستہ ہے۔ مثنوی کا آغاز بہت اچھا ہے، خدا کرے اس کا اختتام بھی اچھا ہو۔ آپ کے خطوط کے ورود سے مجھے بے حد خوشی حاصل ہوتی ہے۔ اور میں آپ کے خیالات کو بڑی قدر کی نگاہوں سے دیکھتا ہوں۔

لندن کا سفر ملتوی کرنے کا ارادہ ہے۔ آپ کے ایما پر ٹیگور میری مزاج پرسی کے لیے لاہور آئے تھے۔ مگر میں لاہور میں موجود نہ تھا اس لیے ملاقات نہ ہو سکی، آپ انھیں مطلع کر دیں۔ امید ہے کہ آپ کا مزاج بخیر ہوگا۔

نیازمند

محمد اقبال لاہور

( اقبال نامہ )

## سر راس مسعود کے نام[1]

لاہور

۱۲ مئی ۱۹۳۵ء

ذاتی اور خفیہ

میرے پیارے مسعود

آپ کے خط کے لیے بہت بہت شکریہ مجھے کل لیڈی مسعود کا ایک خط ملا۔

---

[1] ہمارے خیال میں محذوف عبارت والا یہی وہ خط ہے جس کی بنا پر "اقبال نامہ" اوّل اشاعت کے بعد، ایک عرصے تک منظر عام پر نہ آسکا۔ پہلے یہ مکمل خط شامل کتاب کیا گیا تھا۔ بعد میں کتاب کے ان اوراق کو نکال کر، اس خط کے آغاز کی عبارت حذف کرنی پڑی۔ یہ امر "اقبال نامہ" کی طباعت و اشاعت کی تاریخ کا ایک حصّہ ہے۔ مجموعے کے ناشر شیخ محمد اشرف صاحب نے

( بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر )

جس میں انھوں نے مطلع کیا ہے کہ وہ تقریباً مئی کے آخر میں اندور جائیں گی مہربانی کرکے مجھے وہ صحیح تاریخ لکھیے جب آپ بھی ان کے پاس جائیں گے تب میں اس اطلاع کے پیش نظر اپنا پروگرام بناؤں گا۔

میں اس معاملے میں تھوڑی پریشانی محسوس کر رہا ہوں ایسا لگتا ہے کہ آپ اب بھی پُر امید ہیں۔ مجھے اعتراف ہے کہ میں مایوسی محسوس کر رہا ہوں چنانچہ یہ

---

(بقیہ حاشیہ پچھلے صفحے کا)

۵ رجولائی ۱۹۷۹ء کو ایک ملاقات میں راقم کو بتایا کہ:

"اقبال نامہ میں اشاعت رکوانے کا قصہ یہ ہے کہ اس میں ایک خط تھا راس مسعود کے نام، جس میں اقبال نے لکھا تھا کہ جب تک جاوید کی تعلیم مکمل نہیں ہوتی اس کے لیے پنشن جاری رہے، یہ ایک طرح کی درخواست تھی۔ چودھری محمد حسین اس زمانے میں پولیس برانچ کے سپرنٹنڈنٹ تھے اور پیپر کنٹرولر بھی۔ اس وقت کاغذ پر کنٹرول تھا جس کا مطلب تھا کہ ناشرین کی روح وہ قبض کر سکتے ہیں۔ چودھری صاحب نے کہا۔ الفاظ یہ تھے:

"میں کس زبان سے اعلیٰ حضرت کا شکریہ ادا کروں۔ انھوں نے ایسے وقت میں میری دستگیری فرمائی، جب کہ میں چاروں طرف سے آلام و مصائب میں محصور تھا۔ خدا تعالیٰ ان کی عمر و دولت میں برکت دے" (اقبال نامہ، اول: ص ۳۶۲)

صحیفہ، اقبال نمبر، اول، اکتوبر ۱۹۷۳ء: ص ۴۳۔

یہ خط DAMAGING ہے اسے شامل نہ کیا جائے، مگر کتاب چھپ چکی تھی جلدیں بن گئی تھیں۔ ان کا کہنا تھا کہ اسے بیچ میں سے نکال دو، مگر میں نے یہ پسند نہ کیا اور کتاب روک کر رکھ دی۔ فروخت بند کر دی۔ کافی عرصہ انتظار کیا۔ پھر، میں نے وہ خط کتاب میں سے نکال دیا۔

(رفیع الدین ہاشمی۔ تصانیفِ اقبال کا تحقیقی و توضیحی مطالعہ)

مطلع کیجیے کہ اعلیٰ حضرت بھوپال کب تشریف لا رہے ہیں۔ تاکہ میں بالآخر یہ سمجھ سکوں کہ آیا اس اسکیم سے جو اعلیٰ حضرت کے ذہن میں ہے کوئی بات نکلے گی یا نہیں۔ میری خواہش ہے کہ اعلیٰ حضرت خود مجھے اپنی ریاست سے پنشن منظور کر دیں۔ تاکہ میں اس قابل ہو جاؤں کہ قرآن پر اپنی کتاب لکھ سکوں میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ یہ ایک بے نظیر کتاب ہوگی اور ان کے نام اور شہرت کو بقائے دوام بخشے گی۔ یہ جدید اسلام کے لیے ایک بڑی خدمت ہوگی اور میں شیخی نہیں بگھار رہا ہوں جب یہ کہتا ہوں کہ آج دنیائے اسلام میں میں ہی وہ واحد شخص ہوں جو اس کو کر سکتا ہے اگر آپ چاہیں تو میں اس کے لیے تیار ہو سکتا ہوں کہ اس کتاب کو اعلیٰ حضرت کی نذر کر دوں اور اس پر کسی طرح کا کوئی حق نہ رکھوں یہ ایک قابلِ غور تجویز ہے مہربانی کر کے مجھے لکھیے کہ کیا آپ اس تجویز کو اعلیٰ حضرت کے سامنے رکھنا مناسب سمجھتے ہیں۔ اگر آپ کا ایسا خیال نہ ہو تو مہربانی کر کے اسے ان کے سامنے نہ رکھیے اور یہ لکھیے کہ اعلیٰ حضرت کی اسکیم کی حقیقت کیا ہے۔ آپ ہندوستانی فرماں رواؤں کو مجھ سے بہتر طور پر سمجھتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت بھوپال مستثنیات میں سے ہیں اور ان کو کچھ ایسی روایات ورثہ میں ملی ہیں جو ان میں سے اکثر کو نہیں ملیں اس لیے اس بات کی امید کم ہے کہ وہ اعلیٰ حضرت کے خیالات سے ہمدردی رکھیں گے۔ تاہم انتظار کیا جائے اور دیکھا جائے مگر مہربانی کر کے کوشش ضرور کیجیے اور دیکھیے کہ موجودہ امید و بیم کی حالت کسی نہ کسی طرح ختم ہو اگر ہم ناکام ہوئے تو میں فوراً ہی کوئی دوسرا منصوبہ بناؤں گا۔ میرے حالات فوری کارروائی کے متقضی ہیں۔

میری بیوی روبہ صحت ہے وہ بہت کمزور ہے اور ہم لوگ آئندہ دو ہفتوں تک نئے مکان میں منتقل نہیں ہو سکیں گے۔

امید کہ آپ مع الخیر ہوں گے۔

آپ کا ہمیشہ
محمد اقبال

(انگریزی سے)

(اقبال نامہ)

# سر راس مسعود کے نام

لاہور　　　　　　　　　　　　　　　　ذاتی اور خفیہ

۱۳ر مئی ۱۹۳۵ء

میرے پیارے مسعود

میں نے آپ کو کل خط لکھا اور کل کے خط کے تسلسل میں یہ خط لکھ رہا ہوں کیونکہ میں ایک اہم بات لکھنا بھول گیا تھا۔ میں سمجھتا ہوں کہ آپ جانتے ہیں کہ میں نے خود کو سادہ زندگی گزارنا سکھا لیا ہے۔ میری ضروریات بہت زیادہ نہیں ہیں۔ میں سوچتا ہوں کہ ایک تھوڑی سے پنشن میرے لیے کافی ہوگی۔ مہربانی کرکے یہ نہ سوچیں کہ مجھے جینے کے لیے ہزاروں کی ضرورت ہے۔ مجھے یہ احساس ہے کہ میں زندگی کے آخری دن گزار رہا ہوں اور میری دلی تمنا ہے کہ میں قرآن کے بارے میں اپنے افکار کو اس دنیا سے جانے سے پہلے قلم بند کردوں۔ جو تھوڑی سے توانائی مجھ میں باقی ہے اسے اب اسی خدمت کے لیے وقف کردینا چاہتا ہوں :تاکہ (قیامت کے دن) آپ کے جدامجد (حضور نبی کریم) کی زیارت مجھے اس اطمینان خاطر کے ساتھ میسر ہوکہ اس عظیم الشان دین کی جو حضور نے ہم سب تک پہنچایا کوئی خدمت بجالاسکا۔

تمہارا ہمیشہ
محمدؐ اقبال

(انگریزی سے)　　　　　　　　　　(اقبال نامہ)

---

نوٹ "اقبال نامہ" اول (ص۔ ۳۶۱) پر اس خط کی تاریخ ۳ مئی ۱۹۳۵ء درج ہے جو غلط ہے۔ عکس کے مطابق صحیح تاریخ ۱۳ر مئی ۱۹۳۵ء ہے۔ مکمل خط 'اقبالنامے' میں شامل ہے۔

انگریزی متن سے پورا انصاف کرنے کی خاطر دونوں خطوط کی عبارت کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔

(مولف)

# سید نذیر نیازی کے نام

۱۷ مئی ۳۵ء

ڈیر نیازی صاحب السلام علیکم

میں نے آپ کو جاوید کی والدہ کے متعلق لکھا تھا۔ اس کی اصل شکایت جو کئی سالوں سے چلی آتی تھی۔ جگر اور تلی کا بڑھ جانا تھا۔ پیٹ اب تک غیر معمولی طور پر بڑھا ہوا ہے اور ڈاکٹروں نے اب تشخیص کیا ہے کہ اس کے اڈومن[1] میں پانی بھر گیا ہے۔ اس غرض کے لیے ڈاکٹر اپریشن کیا کرتے ہیں۔ مگر ڈاکٹر جمیت سنگھ جن کے زیر علاج وہ اس وقت ہے ان کی رائے ہے کہ اپریشن کی ضرورت نہیں۔ دوا سے اور انجکشن سے پانی خود بخود خارج ہوگا۔ اب اس کی حالت یہ ہے کہ پھوڑا جو اس کی ران پر نکل آیا تھا اس کا اپریشن ہوئے آج پندرہ روز ہوگئے ہیں اور زخم رو بصحت ہے۔ بخار ایک سو اور ایک سو ایک کے درمیان ہمیشہ رہتا ہے چھ ماہ سے اس کا ------ MENSURATION بند ہے[2] عمر ۳۷ سال کی ہوگی۔ آپ اب حکیم صاحب کی خدمت میں فوراً حاضر ہوکر یہ حالات عرض کریں کہ ان کا مشورہ کیا ہے۔ اس وقت سب سے بڑی تکلیف یہ ہے:

(۱) کہ اڈومن میں پانی ہے۔

(۲) بخار ۱۰۰ اور ۱۰۱ کے درمیان ہمیشہ رہتا ہے۔ اترتا نہیں۔

زیادہ کیا عرض کروں۔ اس خط کا جواب جلد دیں۔ والسلام

محمد اقبال

---

[1] ABDOMEN

[2] مکتوبات اقبال میں اس خط کا متن محذوف تھا عکس کے مطابق پورا متن پیش کیا جا رہا ہے۔

(مؤلف)

میری طرف سے اور والدۂ جاوید کی طرف سے اپنی والدہ کی خدمت میں شکریہ ادا کریں۔

(عکس) (مکتوباتِ اقبال)

## سید نذیر نیازی کے نام

ڈیر نیازی صاحب۔ السلام علیکم میں صبح آپ کو خط لکھ کر ڈاک میں ڈال چکا تو دوسرے پہر آپ کا خط ملا۔ وہ مضمون[1] جو آپ نے دکن ٹائمز میں دیکھا ہے قریبًا تمام انگریزی اخباروں میں شائع ہوا ہے۔ ایسٹرن ٹائمز[2]، ٹریبون، اسٹیٹسمین[3]، اسٹار آف انڈیا کلکتہ۔ علاوہ اس کے اردو اخباروں میں اس کا ترجمہ بھی شائع ہوا ہے۔ ۱۴ مئی کے اسٹیٹسمین نے اسے شائع کیا ہے اور ساتھ ہی اس کے اوپر لیڈنگ آرٹیکل بھی لکھا ہے۔ اب یہاں کے چند نوجوان اسے پمفلٹ کی صورت میں شائع کر رہے ہیں۔ پمفلٹ کی صورت میں اس میں تھوڑا سا اضافہ بھی ہو جائے گا۔

جاوید کی والدہ کے متعلق پہلے خط میں لکھ چکا ہوں۔ آپ حکیم صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر صورتِ حالات بیان کریں۔ گرمی بہت ہے۔ میں ان کی خدمت میں یہ عرض کرتے شرماتا ہوں کہ وہ تشریف لائیں۔ اس سے پہلے بھی ان کے احسانات مجھ پر بہت زیادہ ہیں مگر والدۂ جاوید کا اطمینان ان کو نبض دکھانے سے ہی ہو گا۔ زیادہ کیا عرض کروں۔ ڈاکٹروں نے جو کچھ بتایا ہے

---

[1] مضمون سے مراد وہ بیان ہے جو احراری قادیانی نزاع کے بارے میں حضرت علامہ نے اخبارات کو دیا۔

[2] ایسٹرن ٹائمز لاہور سے شائع ہوتا تھا۔ ٹری بیون TRIBUNE زمانۂ قبل تقسیم میں لاہور کا مشہور ہندو اخبار۔

[3] STATESMAN دہلی اور کلکتہ (سید نذیر نیازی)

وہ پہلے خط میں لکھ چکا ہوں ۔ والسلام

محمد اقبال لاہور

۱۷ مئی ۳۵ء

(عکس) (مکتوبات اقبال)

## محمد حسن لطیفی کے نام

لاہور
جاوید منزل
میکلوڈ روڈ

۲۰ مئی ۱۹۳۵ء

ڈیر مسٹر لطیفی،

آپ شوق سے تشریف لائیے لیکن مجھے اندیشہ ہے کہ میں اپنے گلے کی خرابی کی وجہ سے زیادہ گفتگو کرنے سے معذور رہوں۔ مزید برآں میں آج کل بڑی پریشانی میں مبتلا ہوں چونکہ میری بیوی سخت بیمار ہے۔

(غیر مدون) آپ کا

محمد اقبال

(انگریزی سے) (رسالہ نقوش، شمارہ ۱۳۴، دسمبر ۱۹۸۶ء)
(عکس)

## سید نذیر نیازی کے نام

ڈیر نیازی صاحب۔ السلام علیکم۔

آپ کا خط ابھی ملا ہے۔ حکیم صاحب کی خدمت میں بہت بہت شکریہ ادا کیجیے۔ جاوید کی والدہ کی حالت بدستور تشویش انگیز (ہے)، اللہ پر بھروسہ

ہے۔ زیادہ کیا عرض کروں۔ حکیم صاحب کی خدمت میں خط لکھوں گا۔

والسلام　　　　　　　　　　محمدؐ اقبال لاہور

۲۱ مئی ۳۵ء

(عکس)　　　　　　　　　　(مکتوبات اقبال)

## سر راس مسعود کے نام

لاہور

۲۳ مئی ۱۹۳۵ء

مائی ڈیر مسعود!

نوازش نامے کے لیے جس سے ایک گونہ اطمینان ہوا سراپا سپاس ہوں۔ میری خواہش تو حقیقت میں اس انسان کی خواہش ہے جو قبر میں پاؤں لٹکائے بیٹھا ہے اور سفرِ آخرت سے پہلے کچھ نہ کچھ خدمت انجام دینے کا تمنائی ہے۔ مجھے امید ہے آپ اعلیٰ حضرت کی خدمتِ اقدس میں اس مسئلہ کو پیش کردیں گے۔ اعلیٰ حضرت کے مراحمِ خسروانہ کا کس زبان سے شکریہ ادا کروں کہ بھوپال میں میری آسائش کا ان کو اس قدر خیال ہے! میری بیوی خطرناک طور پر بیمار ہے۔ شاید

---

لہ نوٹ۔ سردار بیگم کو جاوید منزل کے قریب بیبیاں پاک دامنان کے قبرستان میں سپرد خاک کیا گیا۔ ان کے سنگ مزار پر اقبال کا درج ذیل قطعۂ تاریخ کندہ ہے۔

راہی سوئے فردوس ہوئی مادر جاوید
لالے کا خیاباں ہے مرا سینۂ پُر داغ
ہے موت سے مومن کی نگہ روشن و بیدار
اقبال نے تاریخ کہی سرمۂ ما زاغ
۱۳۵۴ھ

(ڈاکٹر جاوید اقبال: زندہ رود جلد سوم ص ۵۴۹)

یہ اس کے آخری لمحات ہیں لہٰذا میرے لیے لاہور سے باہر جانا اس وقت دشوار ہے۔ آپ کو بعد میں اطلاع دے سکوں گا۔ مجھے اطلاع دیجیے کہ آپ اور لیڈی مسعود صاحب کب بھوپال واپس آئیں گے۔ میرا خیال ہے کہ لیڈی مسعود صاحبہ تو کچھ دیر اندور میں مزید قیام فرمائیں گی اور آپ جون کے آخر میں بھوپال واپس پہنچ جائیں گے لیڈی مسعود صاحبہ کی خدمت میں میرا سلام کہیے۔ اور انور کو دعا۔ کیا حکیم صاحب ابھی وہاں ہی ہیں۔ امید ہے انھیں ملازمت مل گئی ہوگی۔

ہمیشہ آپ کا
محمدؐ اقبال

ساڑھے[1] پانچ بجے میری بیوی کا انتقال ہوگیا۔
اقبال

(انگریزی سے) (اقبال نامہ)

## سید نذیر نیازی کے نام

لاہور۔ ۲۴ مئی ۳۵ء

ڈیر نیازی صاحب۔ السلام علیکم
کل شام[2] چھ بجے والدۂ جاوید اس جہانِ فانی سے رخصت ہوئیں۔ ان کے

---

[1] اس خط کے انگریزی متن کا عکس (اقبال نامے، ص ۱۲۵) میں شامل ہے جس میں یہ جملہ موجود نہیں ہے مگر اس کی نقل (ص ۱۲۴) میں یہ جملہ پس نوشت کے طور پر بڑھا دیا گیا ہے۔
(مولف)

[2] جاوید منزل میں منتقل ہوتے ابھی تین دن گزرے تھے کہ یہ حادثۂ المیہ پیش آیا۔
(سید نذیر نیازی)

Dr. Sir Mohd Iqbal Kt.
M.A. Ph.D. LL.D.
Barrister-at-Law

محمد اقبال

آلام و مصائب کا خاتمہ ہوا اور میرے اطمینانِ قلب کا ماللہ فضل کرے۔

ہر چہ از دوست می رسد نیکواست

باقی رہا ہیں سو میری حالت وہی ہے جو بھوپال سے آتے وقت تھی۔ شربتِ صدر کی ایک شیشی جو آپ نے مجھے بھیجی تھی آپ کو معلوم ہو گا وہ میں نے اتفاقیہ پی تو اُس سے فائدہ محسوس ہوا۔ اس سے بلغم پک کر آسانی سے نکل جاتی ہے۔ حکیم صاحب قبلہ سے دریافت کیجیے کہ آیا اس کا استعمال جاری رہے۔ اس کے ساتھ کوئی اور دوا بھی جو صحت عامہ کے لیے مفید ہو اِن سے لے کر ارسال فرمایئے۔ یا تو وہی پہلی دوائیں یا کوئی اور کہ صحتِ عامہ کے لیے مفید ہو اور آواز پر بھی موثر ہو۔ جگر و معدہ کے لیے بھی مفید ہو اور ان سب باتوں کے علاوہ اس بات کا بھی خیال رہے کہ مجھے گاہے گاہے دردِ نقرس بھی ہو جاتا ہے۔ اس کی روک بھی ہوتی رہے۔ انگوٹھے پر لگانے کی دوا بھی ہو تو اور بھی بہتر ہو۔ بھوپال نہ جا سکوں گا جب تک بچوں کے لیے کوئی معقول انتظام نہ ہو جائے۔

زیادہ کیا عرض کروں۔ حکیم صاحب سے جلد ملیے۔

ہاں یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ دواؤں کی تعداد زیادہ نہ ہو۔

والسلام

محمد اقبال

(مکتوباتِ اقبال)

(عکس)

---

لہ ترجمہ : جو کچھ دوست سے ملتا ہے اچھا ہی ہوتا ہے۔

# سر راس مسعود کے نام

لاہور

۳۰ مئی ۱۹۳۵ء

میرے پیارے مسعود

یہ آپ کی انتہائی مہربانی ہے کہ آپ نے مجھے ایک تعزیتی پیغام بھیجا۔ ہمیں زندگی کی تلخیوں کو برداشت کرنا ہی ہوتا ہے اور مجھے انھیں کا ایک معمولی حصہ ملا ہے۔ صرف یہی تسلی ہے کہ کوئی چیز مستقل نہیں رہتی۔ پچھلے اتوار کو آپ کے مجھے دو تار ملے۔ پہلے میں آپ نے مبارکباد کا پیغام بھیجا اور مجھے اطلاع دی کہ تار کے بعد ایک خط آئے گا اس خط کے لکھنے کے وقت تک ایسا کوئی خط نہیں ملا۔ شاید آپ نے مجھے نئے گھر میں منتقل ہونے کی مبارک باد دی ہے۔ بہر حال جس خط کا آپ نے وعدہ کیا تھا وہ مجھ تک پہنچا ہی نہیں۔ کیا آپ اعلیٰ حضرت سے مل سکے؟

میں اس وقت بہت پریشان ہوں۔ دونوں بچے میرے لیے ایک مسئلہ بن گئے ہیں جس کی سنگینی کو میں نے پہلے کبھی محسوس نہیں کیا تھا۔

آپ کا ہمیشہ
محمدؐ اقبال

(انگریزی سے)　　　　(اقبال نامہ)

# سر راس مسعود کے نام

لاہور۔ ۱۲ر مئی ۳۵ء

ڈیر مسعود

آپ کا والا نامہ ابھی ملا ہے۔ میں کس زبان سے اعلیٰ حضرت کا شکریہ ادا کروں۔ انھوں نے ایسے وقت میں میری دستگیری فرمائی جب کہ میں چاروں طرف سے آلام و مصائب میں محصور تھا۔ خدا تعالیٰ ان کی عمر و دولت میں برکت دے۔ ہندوستان کے مسلمان شرفا میں سے کون ہے۔ جو اعلیٰ حضرت کا یا ان کے دودمانِ عالی کا ممنونِ احسان نہیں ہے۔

دور دستاں را بہ احسان یاد کردن ہمت است[۱]

ورنہ ہر نخلے بہ پائے خود ثمر می افگند

میرا یہ عریضہ اعلیٰ حضرت کو سنا دیجیے۔ میں خود حاضر ہو کر بھی شکریہ ادا کروں گا۔ اب میری درخواست صرف اس قدر ہے کہ احکام اس پنشن کے تو جاری ہوں گے ہی، سرکارِ عالی اپنے ہاتھ سے بھی اس مضمون کا ایک خط مجھے لکھ دیں جو آپ نے مجھے لکھا ہے۔ یہ[۲] خط میری اولاد میں بطور یادگار کے رہے گا۔ اور وہ اس پر فخر کریں گے۔ میں انشاء اللہ یا تو چالیسویں کے بعد حاضر ہوں گا یا جب آپ اور لیڈی مسعود ابتدائے اگست میں مع الخیر اندور سے بھوپال واپس آجائیں گے تو مہربانی

---

[۱] ترجمہ: غیروں پر احسان کرنا ہمت کا کام ہے۔

ورنہ ہر درخت اپنے پھل اپنے ہی پاؤں پر (گویا تنے کے چاروں طرف) گراتا ہے۔

[۲] اس سلسلے میں نواب صاحب کا خط جو موصول ہوا تھا اسے اقبال نے فریم میں لگوا کر رکھا تھا لیکن ان کی وفات کے بعد فریم کا شیشہ ٹوٹنے کے سبب وہ خط ضائع ہو گیا۔

(جاوید اقبال: زندہ رود، جلد سوم ص ۶۹۹)

کر کے مجھے یہ لکھ دیجیے کہ اگر میں جون کے آخر میں آؤں تو اپنے بھوپال پہنچنے کی کس کو اطلاع دوں۔ ممنون کو اطلاع دے دوں یا جس کو آپ لکھیں۔ لیڈی مسعود کی خدمت میں سلام عرض ہو۔ جاوید آداب کہتا ہے۔

باقی آپ کا شکریہ کیا ادا کروں! مسلمانوں کے ساتھ ہمدردی سادات کی آبائی میراث ہے۔ بالخصوص آپ کے خاندان کی۔ والسلام

آپ کا

محمدؐ اقبال

(عکس — اقبال نامے) (اقبال نامہ)

# سید نذیر نیازی کے نام

ڈیر نیازی صاحب۔ آپ کا خط ابھی ملا ہے۔ الحمد للہ کہ آپ کی والدہ کو اب آرام ہے۔ حکیم صاحب قبلہ کی خدمت میں یہ بھی عرض کریں کہ مجھے کبھی کبھی ملیریا بھی ہو جاتا ہے۔ چند روز کونین کھاؤں تو رُکا رہتا ہے چھوڑ دوں تو پھر ہو جاتا ہے۔ گزشتہ ماہ میں دو تین دفعہ ایسا ہوا ہے شربتِ صدر کے متعلق بھی ان سے دریافت کریں کہ اس کا استعمال جاری رہے یا ترک کر دیا جائے۔

اعلیٰحضرت نواب صاحب بھوپال نے، میری لائف پنشن پانچ [1] روپیہ ماہوار کی مقرر کر دی ہے خدائے تعالیٰ ان کو جزائے خیر دے۔ انھوں نے میرے ساتھ عین وقت پر سلوک کیا۔ اب اگر صحت اچھی رہی تو بقیہ ایام قرآن شریف پر نوٹ لکھنے میں صرف کروں گا والسلام۔

محمدؐ اقبال لاہور

یکم جون ۳۵ء

(عکس) (مکتوبات اقبال)

---

[1] سو، سہواً رہ گیا۔ (سید نذیر نیازی)

# مدیر "سٹیٹسمین" کے نام

جناب من

میں آپ کا بے حد شکر گزار ہوں کہ آپ نے میرے بیان پر ایک ناقدانہ اداریہ لکھا ہے۔ جو آپ کے روزنامہ کے ۱۴ر مئی کے شمارے میں شائع ہوا تھا اور مجھے مسرت ہے کہ آپ نے اس کی طرف توجہ دلائی۔ میں نے اپنے بیان میں اس مسئلہ کو نہیں اٹھایا تھا چونکہ میں سمجھتا تھا کہ قادیانیوں کی علیحدگی پسندی کی پالیسی کے پیش نظر جس پر وہ مذہبی اور معاشرتی معاملات میں اس وقت سے برابر عامل رہے ہیں جب سے ایک حریفانہ نبوّت کی بنیاد پر علیحدہ ملّت کی تشکیل کے خیال تے اور اس اقدام کے خلاف عام مسلمانوں کی شدتِ جذبات

نوٹ :

احمدیت کی تردید میں اقبال کا پہلا انگریزی بیان بعنوان "قادیانیت اور صحیح العقیدہ مسلمان" ۱۴ر مئی ۱۹۳۵ء کو انگریزی روزنامہ "اسٹیٹسمین" نے مشمولہ دیگر متعدد انگریزی اخبارات شائع کیا اور ساتھ ہی اس پر ایک لیڈنگ آرٹیکل بھی لکھا۔ اس آرٹیکل میں اپنے اپنے بیان پر تبصرہ کا جواب اقبال نے مندرجہ بالا خط کی ذریعہ دیا جو ۱۰ر جون ۱۹۳۵ء کو "اسٹیٹسمین" میں شائع ہوا۔

(ڈاکٹر جاوید اقبال - زندہ رود، جلد سوم ص ۵۵۱ - ۵۵۲)

ڈاکٹر جاوید اقبال کے اس بیان کی تصدیق لطیف احمد شیروانی کی کتاب THE SPEECHES, WRITINGS OF STATEMENTS OF IQBAL ص ۱۷۱ سے ہوتی ہے میں ڈاکٹر بشیر احمد ڈار کا یہ کہنا کہ یہ خط ۱۹۳۴ء میں شائع ہوا درست نہیں معلوم ہوتا۔

(مولّف)

نے جنم لیا ہے۔ یہ حکومت کا فرض تھا کہ وہ قادیانیوں اور مسلمانوں کے مابین بنیادی اختلاف پر مسلم فرقہ کی عرض داشت کا انتظار کیے بغیر انتظامیہ کی جانب سے دست اندازی کرتی۔ میرے اس خیال کو سکھوں کے معاملہ میں حکومت کے رویہ سے تقویت پہنچی کہ ۱۹۱۹ء تک یہ فرقہ انتظامی و انصرامی طور پر ایک علیحدہ سیاسی اکائی شمار نہیں کیا جاتا تھا لیکن بعد میں سکھوں کی رسمی عرضداشت کے بغیر اور لاہور ہائی کورٹ کے اس فیصلے کے باوجود کہ سکھ ہندو ہیں، ان کی جداگانہ سیاسی حیثیت کو تسلیم کر لیا گیا۔

بہر حال اب جب کہ آپ نے اس مسئلہ کو اٹھایا ہے میں اس پر اپنے چند خیالات کا اظہار کرنا چاہتا ہوں کہ میں مسئلہ کو مسلم اور برطانوی نقطۂ نظر سے انتہائی اہمیت دیتا ہوں۔ آپ میری رائے بالکل واضح طریقے سے جاننے کے خواہش مند ہیں کہ کب اور کن حالات میں کس فرقہ کے مذہبی اختلافات میں حکومت کی دست اندازی کے حق کو ماننے کے لیے تیار ہوں۔ مجھے اس کی وضاحت کرنے کی اجازت دیجئے۔

اول یہ کہ اسلام لازمی طور پر ایک مذہبی فرقہ ہے جس کی حدود کی مکمل طور پر نشاندہی ہو چکی ہے یعنی آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم المرسلین ہونے پر ایمان۔ یہ ایمان فی الحقیقت مسلمانوں اور غیر مسلموں کے مابین صحیح حد فاصل قائم کرتا ہے اور کسی کو یہ فیصلہ کرنے میں مدد دیتا ہے کہ آیا کوئی فردِ واحد یا گروہ مسلم فرقہ کا جز ہے یا نہیں۔ مثال کے طور پر برہمو سماج والے ذات الٰہی پر ایمان رکھتے ہیں۔ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اللہ کا ایک پیغمبر سمجھتے ہیں تاہم ان کو اسلام کا ایک فرقہ نہیں سمجھ سکتے کیونکہ وہ قادیانیوں کی طرح پیغمبروں کے ذریعہ وحیٔ الٰہی کے تسلسل پر ایمان رکھتے ہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر بحیثیت نبی آخر الزماں ایمان نہیں لاتے۔ میرے علم کی حد تک کسی اسلامی فرقہ نے ان حدود کو پار کرنے کی جرأت نہیں کی۔ ایران میں بہائی فرقہ نے ختم نبوت کے اصول کو علانیہ رد کر دیا لیکن اس کے ساتھ کھل کر یہ بھی اعتراف کیا کہ یہ ایک نیا فرقہ ہے اور اصطلاحی معنوں میں مسلم نہیں ہے۔

جہاں تک لفظ مسلم کے اصطلاحی معنیٰ کا تعلق ہے ہمارے اعتقاد کے مطابق اسلام اللہ کی طرف سے بصورت وحی نازل ہوا لیکن اسلام کا وجود بحیثیت معاشرہ یا ایک قوم پوری طرح محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی پر منحصر ہے۔ میری رائے میں قادیانیوں کے سامنے دو ہی راستے کھلے ہیں یا تو وہ بے جھجک بہائیوں کا راستہ اختیار کر لیں یا اسلامی عقیدہ میں ختم نبوت کی تاویلات سے گریز کریں اور اس عقیدہ اور اس کے لوازم پر ایمان لائیں۔ ان کی شاطرانہ تاویلات کو صرف ان کی اس خواہش نے جنم دیا ہے کہ وہ واضح سیاسی مفادات کی خاطر دائرۂ اسلام میں رہنا چاہتے ہیں۔

دوم یہ کہ ہمیں عالم اسلام کی جانب قادیانیوں کی حکمت عملی اور رویہ کو فراموش نہ کرنا چاہیئے۔ اس تحریک کے بانی نے عام مسلم قوم کو "پھٹے ہوئے دودھ" سے تعبیر کیا ہے اور اپنے پیروں کو "تازہ دودھ" کہہ کر پکارا ہے اور ان کو اولذکر کے ساتھ گھلنے ملنے سے متنبہ کیا ہے۔ مزید برآں بنیادی عقائد سے انحراف اپنے لیے بحیثیت ایک فرقہ کے نیا نام (احمدی) اختیار کرنا اسلام کی نماز با جماعت میں عدم شرکت، شادی بیاہ کے معاملے میں مسلمانوں کا سماجی بائیکاٹ وغیرہ اور سب سے زیادہ اہم ان کا یہ اعلان کہ تمام عالمِ اسلام کافر ہے۔ یہ سب قادیانیوں کی علیحدگی کا کھلا اعلان ہے۔ دراصل وہ اسلام سے اس سے کہیں زیادہ دور ہیں جتنے سکھ ہندومت سے علیحدہ ہیں۔ سکھ کم از کم ہندوؤں میں شادی کرتے ہیں اگرچہ وہ ہندوؤں کے مندروں میں پوجا نہیں کرتے۔

سوم یہ سمجھنے کے لیے کسی خاص ذہانت کی ضرورت نہیں کہ قادیانی مذہبی اور سماجی معاملات میں علیحدگی کی پالیسی پر عمل کرتے ہوئے سیاسی طور پر دائرۂ اسلام میں رہنا چاہتے ہیں۔ سرکاری ملازمتوں میں سیاسی مفادات سے قطع نظر جو ان کو دائرۂ اسلام میں رہنے سے حاصل ہوتے رہے ہیں۔ یہ ظاہر ہے کہ ان کی آبادی کے پیشِ نظر جو گزشتہ مردم شماری کے مطابق چھپن ہزار ہے وہ ملک کی کسی مجلس

قانون ساز کی ایک بھی نشست حاصل کرنے کے حق دار نہیں ہیں۔ لہٰذا ان کو سیاسی اقلیت بھی ان معنوں میں نہیں کہا جا سکتا جن معنوں میں آپ نے اپنے اداریہ میں کہا ہے۔ یہ امر کہ اب تک قادیانیوں نے علیحدہ اور جداگانہ سیاسی اکائی ہونے کا مطالبہ نہیں کیا ہے ظاہر کرتا ہے کہ اپنی موجودہ صورت حال میں وہ اپنے آپ کو قانون ساز مجالس میں نمائندگی کا حق دار نہیں سمجھتے۔ نئے دستور میں اس قسم کی اقلیتوں کے تحفظ کے لیے قانونی گنجائش ہے۔ میرے خیال میں یہ بات عیاں ہے کہ حکومت کو علیحدگی کے لیے درخواست دینے کے سلسلے میں قادیانی کبھی پہل نہیں کریں گے۔ مسلم فرقہ ان کو فوراً علیحدہ کرنے کے مطالبہ میں بالکل حق بجانب ہوگا۔ اگر گورنمنٹ اس مطالبہ کو فوراً قبول نہیں کرتی تو گویا ہندوستانی مسلمانوں کو اس شک وشبہ میں ڈالنے پر مجبور کیا جائے گا کہ برطانوی حکومت نے گویا اس نئے مذہب کو کسی وقت کام میں لانے کے لیے رکھ چھوڑا ہے اور ان کی علیحدگی کو تسلیم کرنے میں تاخیر کر رہی ہے چونکہ اس مذہب کے چند پیروں کی رائے میں یہ فی الحال صوبہ میں ایک چوتھا فرقہ بننے کا اہل نہیں ہے۔ جس کے باعث مقامی مجلس قانون ساز میں پنجابی مسلمانوں کو جن کی پہلے ہی برائے نام اکثریت ہے موثر طور پر ضرور پہنچے گا۔ ۱۹۱۹ء میں گورنمنٹ نے سکھوں کی علیحدگی تسلیم کرنے کے لیے باضابطہ عرضداشت کا انتظار نہیں کیا۔ اب وہ قادیانیوں کی باقاعدہ عرضداشت کا انتظار کیوں کرے؟

مخلص

محمد اقبال

(لیٹرز آف اقبال)

(انگریزی سے)

## محمد عبداللہ چغتائی کے نام

۵ رجون ۳۵ء

ڈیر ماسٹر عبداللہ

آپ نے LANE کی ڈکشنری کا اقتباس بھیجنے کا وعدہ کیا تھا جس کا میں اب تک منتظر ہوں۔

محمد اقبال

(اقبال نامہ)

# سر راس مسعود کے نام

لاہور ۱۵ ؍جون ۳۵ ء

ڈیر مسعود

امید کہ آپ اور لیڈی مسعود ہمہ نوع خیریت سے ہوں گے۔ میں آپ کے خط کے انتظار میں ہوں۔ امید کہ ضروری احکام متعلقہ پنشن جاری ہو گئے ہوں گے اب صرف مجھے اس خط کا انتظار ہے جس کا ذکر میں نے اپنے گزشتہ خط میں کیا تھا اگر اعلیٰ حضرت بمبئی[1] سے واپس تشریف لے آئے ہوں تو وہ خط لکھوا کر بھجوا دیجیے۔ کل اعلیٰ حضرت ظاہر شاہ کا تار تعزیتی آیا تھا۔ اور آج سردار صلاح الدین سلجوقی اعلیٰ حضرت کا زبانی پیغام لائے ہیں بہت حوصلہ افزا اور دل خوش کن پیغام ہے۔

زیادہ کیا عرض کروں سوائے دعائے ترقی مراتب کے! لارڈ لوتھین[2] کا خط ابھی لنڈن سے آیا ہے۔ وہ پوچھتے ہیں، رہوڈز لیکچرز کے لیے کب آؤ گے اب بچوں کو چھوڑ کر کہاں جا سکتا ہوں ان کی ماں کی وصیت ہے کہ ان بچوں کو ایک دن کے لیے بھی اپنے سے جدا نہ کرنا۔

لیڈی مسعود کی خیریت سے آگاہ کیجیے۔ اور میری طرف سے انھیں سلام کہیے۔

والسلام

آپ کا

محمد اقبال

(اقبال نامہ)

(عکس۔ اقبال نامے)

---

[1] بمبئی میں ری۔ سہواً رہ گیا تھا (مولف)

[2] LORD LOTHIAN

# سر راس مسعود کے نام

لاہور

۲۴ جون ۱۹۳۵ء

ڈیر مسعود۔ آپ کا خط مل گیا ہے اور اعلیٰ حضرت کا والا نامہ بھی موصول ہو گیا ہے۔ جسے میں نے سادہ اور خوبصورت فریم میں لگوادیا ہے۔ آپ شاید اندور تشریف لے گئے ہوں گے۔ میں لیڈی مسعود کے لیے دست بدعا ہوں۔ جب ان کو فراغت ہو تو مجھے ان کی خیریت سے بذریعہ تار مطلع کیجیے۔

میں انشاء اللہ وسط جولائی تک بھوپال پہنچوں گا۔ جاوید کو ہمراہ لانا ہوگا۔ علی بخش بھی ہمراہ ہوگا۔ وہ آپ کو ہر روز ایک دو دفعہ یاد کر لیتا ہے۔ شعیب صاحب کو اپنے آنے کی اطلاع دیدوں گا۔ مگر یہ تو فرمائیے کہ میرا ایڈریس بھوپال میں کیا ہوگا تاکہ میں گھر میں وہ ایڈریس چھوڑ جاؤں۔ اس طرح بچی منیرہ کی خیریت کی خبر مجھے روز ملتی رہے گی۔ جس جگہ مجھے ٹھہرنا ہوگا اس جگہ کا پتہ لکھ دیجیے۔ زیادہ کیا عرض کروں سوائے اس کے کہ آپ سے ملنے کے واسطے تڑپ رہا ہوں۔ والسلام

محمد اقبال

ہاں آپ کا پرائیویٹ سکریٹری ممنون حسن خاں[1] ریاض منزل ہی میں ہوگا یا کہیں اور؟ میں اپنے آنے کی اطلاع اسے بھی دے دوں گا۔

(اقبال نامہ)

---

[1] لفظ "خاں"، اقبال نامہ زیرِ اشاعت میں بڑھایا گیا ہے۔

(مولف)

# ضرار احمد کاظمی کے نام

لاہور

۲۵ر جون ۱۹۳۵ء

جنابِ من میں جب تک آپ کی مصوری کا نمونہ نہ دیکھ لوں کوئی رائے قائم نہیں کر سکتا۔ اس کے علاوہ ایک اور مشکل ہے۔ وہ یہ کہ شکوہ اور جواب شکوہ کو علاحدہ چھاپنے کا حق دس سال کے لیے میں ایک لوکل کمپنی[2] کو دے چکا ہوں۔ اس معیاد میں سے دو سال گزر چکے ہیں بہتر ہے کہ فی الحال آپ مولانا حالی مرحوم کے شکوہ ہند پر طبع آزمائی کیجیے اس کی طباعت کے بعد میں بہتر رائے قائم کر سکوں گا۔

میری رائے میں میری کتابوں میں سے صرف جاوید نامہ ایک ایسی کتاب ہے جس پر مصوّر طبع آزمائی کرے تو دنیا میں نام پیدا کر سکتا ہے مگر اس کے لیے پوری مہارتِ فن کے علاوہ الہام الٰہی اور صرفِ کثیر کی ضرورت ہے۔ والسلام۔

محمدؐ اقبال

(اقبال نامہ)

---

[1] حالی مرحوم کی صد سالہ یادگار کی تقریب پر نوجوان مصوّر اقبال کی خدمت میں پانی پت حاضر ہوا اور شکوہ و جواب شکوہ سے متعلق جو تصاویر تیار کی تھیں وہ علامہ کو دکھلائیں جو انھوں نے نہایت ہی پسند کیں۔ (شیخ عطاء اللہ)

[2] تاج کمپنی سے مراد ہے۔ جس کے نام اس بارے میں اقبال کا مکتوب محررہ ۱۸ر اکتوبر ۱۹۳۴ء ضمیمہ میں ملاحظہ ہو۔

# سردار امراؤ سنگھ کے نام

لاہور

یکم جولائی ۱۹۳۵ء

مائی ڈیر یو ایس[1]

آپ کے اظہار ہمدردی کا شکریہ۔ اہلیہ کی وفات کا سانحہ میرے لیے سوہان روح ہے۔ لیکن خدا پر میرا ایمان اور تقدیر انسانی پر اعتقاد آج بھی اتنا ہی پختہ اور مستحکم ہے جتنا ہمیشہ رہا ہے۔ اس کا ایک متوسط گھرانے سے تعلق تھا لیکن اس کے انتقال کے بعد مجھے معلوم ہوا کہ جو رقم میں اسے دیا کرتا تھا وہ سب غربا کی امداد میں صرف کر دیا کرتی تھی۔ قدیم مکان میں بارہ سال کے قیام کے دوران اس نے بیس غریب بچیوں کو ورد قرآن سکھایا اور ان میں سے چار کی شادیاں اپنے صرفہ سے کیں۔ یہ خاکروب لڑکیاں تھیں جو مشرف بہ اسلام ہوئیں۔

میں نے مسٹر نیکٹن[2] کو کتاب بھیج دی ہے۔

ہمیشہ آپ کا

محمد اقبال

(انگریزی سے)　　　　(نقوش ۱۹۹۱ سالنامہ شمارہ ۱۳۹ء)

(غیر مطبوعہ)

---

[1] U.S. امراؤ سنگھ کا مخفف۔۔

[2] NIKITINE

# سر راس مسعود کے نام

لاہور۔ ۲ جولائی ۳۵ء

ڈیر مسعود ابھی آپ کا تار ملا جس سے اطمینانِ خاطر ہوا۔ خدا تعالی کا ہزار ہزار شکر ہے۔ آپ کا خط ملنے سے اس وقت تک میری طبیعت نہایت پریشان تھی۔ گزشتہ رات بھی میں دیر تک ان کے لیے دعا کرتا رہا۔ دورانِ قیام بھوپال میں انھوں نے جو توجہ مجھ پر مبذول کی میں اسے کبھی فراموش نہیں کر سکتا۔ امید ہے کہ اب وہ جلد صحت کامل حاصل کر لیں گی اور آپ کی طبیعت کو بھی اطمینان نصیب ہو گا زیادہ کیا عرض کروں سوائے اس کے کہ موسم سخت گرم ہے۔ بارش کا انتظار ہے کل سے مطلع غبار آلود ہے۔

میری طرف سے انھیں سلام کہیے اور دعائے صحت۔

آپ کا

محمد اقبال

(اقبال نامہ) (عکس — اقبال نامے)

# سید نذیر نیازی کے نام

ڈیر نیازی صاحب

آپ کا ۴ جولائی کا لکھا ہوا خط مجھے ابھی ملا ہے۔ اس سے پہلے کوئی خط نہیں ملا۔ بہر حال آپ سوموار کو لاہور پہنچ رہے ہیں۔ دوا ختم ہو گئی ہے۔ میں سمجھتا ہوں یہ دوا جو میں نے اب استعمال کی ہے حکیم صاحب کی تمام پہلی دواؤں سے بہتر ہے۔ زیادہ کیا عرض کروں۔ میری صحت بہت اچھی ہے۔ گلے پر کوئی خاص اثر نہیں ہے۔ اُمید کہ آپ کا مزاج بخیر ہو گا۔ آج جمعہ ہے ممکن ہے یہ خط آپ کو کل صبح یعنی ہفتہ کو مل جائے۔ ورنہ اتوار کو تو ضرور ملے گا۔ خدا کرے

ایسے وقت ملے کہ حکیم صاحب کے ہاں جانے کا وقت ہو۔ والسلام

محمدؐ اقبال ۵ ؍جولائی ۳۵ء

(عکس) (مکتوبات اقبال)

## محمد عباس علی خاں لمعہ حیدر آبادی کے نام

عزیزم ڈاکٹر عباس علی خاں صاحب لمعہ سلمہٗ

نوازش نامہ مل گیا ہے۔ بحمد اللہ سب خیریت ہے۔ آپ کی انگریزی نظموں کا مجموعہ میں نے بغور دیکھا ہے! اور ٹیگور کے خطوط بھی۔ ٹیگور آپ سے بے حد خوش ہیں اور کیوں نہ ہوں انگریزی زبان پر بھی آپ کو اچھا خاصا عبور ہے۔ بڑی خوشی کی بات ہے۔

مشق کیے جایئے اور جو کچھ آپ کا ضمیر آپ کو لکھائے فوراً قلمبند کر لیا کریں۔ مگر ایک بات یاد رہے۔

آپ چند روز کے لیے آرام لیں۔ ورنہ آپ کی صحت پر بہت بار پڑے گا۔ میری صحت ٹھیک ہے مگر روز بروز انحطاط محسوس کر رہا ہوں ادویات استعمال کر رہا ہوں۔ میں تجدید حیات اور شباب کا قائل نہیں ہوں۔ فطرت کا قانون اٹل ہے۔

نواب عزیز[1] یار جنگ بہادر کے کلام کا مجموعہ "ارمغانِ عزیز" جسے آپ نے تحفتہً مجھے بھجوایا ہے ملا۔ شکریہ! ان کی ہستی حیدر آباد کے لیے مایۂ ناز ہے۔ امید ہے آپ کا مزاج بخیر ہو گا۔ خدا حافظ۔

مخلص

محمدؐ اقبال لاہور

۷؍جولائی ۱۹۳۵ء

(اقبال نامہ)

[1] ان کا نام عزیز جنگ تھا، اقبال سہواً عزیز یار جنگ لکھ گئے۔ (مولف)

# راغب احسن کے نام

لاہور ۶ رجولائی ۳۵ء

ڈیر راغب صاحب آپ کے دونوں خطوط مل گئے ہیں بچے راضی خوشی ہیں۔ ان کے استفسارِ حال کا شکریہ

میں ۱۵ رجولائی کو بھوپال جانے کا قصد رکھتا ہوں۔ وہاں بغرض علاج ڈیڑھ ماہ قیام رہے گا۔ جاوید کو ساتھ لے جاؤں گا۔

---

لہ اقبال نامہ جلد دوم (ص ۳۵۰) میں اس خط کی تاریخ تحریر ۵ رجون ۱۹۳۰ء تھی۔ ماہنامہ 'سیارہ'، اقبال نمبر ۱۹۹۲ء جون — جولائی ۱۹۹۲ء لاہور میں اس کے لفافہ کی مہر سے اس کی تاریخ ۱۹۳۵ء متعین ہوئی ہے۔ چنانچہ اسے 'کلیات' کی جلد سوم سے خارج سمجھا جائے۔ (مولف)

نوٹ مکتوب محررہ ۶ رفروری ۱۹۳۵ء کا فٹ نوٹ ملاحظہ ہو۔ (مولف)

میں دست بدعا ہوں کہ خدا تعالیٰ آپ کے لیے کوئی اچھی صورت پیدا کر دے جس سے آپ کے قلب کو اطمینان ہو جائے۔ کانفرنس کی حالت اب سُدھر نہیں سکتی۔ بعض لوگوں نے اس کو آلہ کار بنایا تھا وہ اپنا مطلب نکال چکے اب اس کی ضرورت اُن کے لیے باقی نہیں رہی۔ اگر دوبارہ اُن کو ضرورت ہوئی تو مشکل سے کامیابی ان کو ہوگی۔ جن لوگوں کا دین و مذہب محض سیاست ہو اُن کو میرا مضمون کیونکر پسند آسکتا ہے میرا مذہب سوائے اسلام کے اور کچھ نہیں اور اگر سیاست اسلام کی خادم نہ ہو تو میری نگاہوں میں محض الحاد ہے۔ زیادہ کیا عرض کروں۔

مولوی شفیع داؤدی صاحب کی خدمت میں سلام کہیے گا والسلام

محمد اقبال

(عکس) (اقبال — جہانِ دیگر)

## سید نذیر نیازی کے نام

ڈیر نیازی صاحب۔ کئی دن سے آپ کا انتظار ہے۔

میں دو چار روز تک بھوپال جاؤں گا۔ اور قریبًا ڈیڑھ ماہ وہاں ٹھہرونگا۔ شاید اب تک چلا جاتا مگر بارش نہیں ہوئی۔ برسات شروع ہو جائے تو جاؤں۔ بہتر ہے کہ آپ بھی لاہور میں[1] نہ آئیں اور مجھے دہلی کے ریلوے اسٹیشن پر ملیں۔ ہاں اگر آپ کو کوئی ضروری کام ہو تو مضائقہ نہیں ہے۔ میں غالبًا ۱۵ جولائی تک یہاں سے چلوں گا۔ بشرطیکہ بارش ہو گئی۔

والسلام

محمدؐ اقبال لاہور
۱۱ جولائی ۳۵ء
(مکتوبات اقبال)

(عکس)

## سید نذیر نیازی کے نام

لاہور۔ ۱۳ جولائی ۳۵ء

ڈیر نیازی صاحب۔ السلام علیکم۔ اس سے پہلے ایک کارڈ لکھ چکا ہوں۔ امید کہ آپ کو مل گیا ہوگا۔ میں یہاں سے پندرہ جولائی کی شام (فرانٹیر میل) بروز سوموار روانہ ہو کر ۱۶ کی صبح دہلی پہنچوں گا۔ وہاں تمام دن قیام رہے گا تاکہ جاوید دہلی دیکھ سکے۔ آپ مجھ سے ریلوے اسٹیشن پر ملیں اور بھوپال کی گاڑی میں جو وہاں سے شام کو چلے گی میرے لیے دو سیٹ سیکنڈ کلاس (لوئر برتھ) ریزرو کرا دیں۔ باقی بروقتِ ملاقات۔ والسلام

محمدؐ اقبال لاہور
(مکتوبات اقبال)

(عکس)

---

[1] میں، زائد ہے۔ (سید نذیر نیازی)

لاہور ۱۴ جولائی ۳۵ء

ڈیئر نیازی صاحب۔ السلام علیکم — آپ کا خط ابھی ملا۔ ایک کارڈ لکھ چکا ہوں

امید ہے آپ کو مل گیا ہوگا۔ میں پیر کے دن پندرہ جولائی کی شام

(فرنٹیئر میل) بدرجۂ سوم روانہ ہو کر ۱۶ کی صبح دہلی

پہنچوں گا۔ وہاں تمام دن قیام رہے گا تا کہ جاوید دہلی دیکھ لے

آپ مجھے ریلوے اسٹیشن پر ملیں اور بھوپال کی گاڑی کا جو

چھ بجے شام کو چلے گی اس کی دو سیٹیں سیکنڈ کلاس کی

اور انٹر میں ایک برتھ ریزرو کرا دیں — باقی بر وقت ملاقات

محمد اقبال، لاہور

# مولانا سید سلیمان ندوی کے نام

بھوپال، شیش محل۔ ۱۹ر جولائی ۳۵ء

مخدوم و مکرم جناب قبلہ مولوی صاحب

السلام علیکم۔ میں گلے کے برقی علاج کے لیے کچھ مدت کے لیے بھوپال میں مقیم ہوں۔ اس خط کا جواب یہیں مذکورہ بالا پتہ پر عنایت فرمائیے۔

۱۔ کیا فقہ اسلامی کی رُو سے توہینِ رسول قابلِ تعزیر جرم[1] ہے اگر ہے تو اس کی تعزیر کیا ہے[2]؟

۲۔ اگر کوئی شخص جو اسلام کا مدعی ہے یہ کہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کو حضور رسالت مآب پر جزوی فضیلت حاصل ہے اس واسطے کہ مرزا قادیانی ایک زیادہ متمدن زمانہ میں پیدا ہوئے ہیں تو کیا ایسا شخص توہینِ رسول کے جرم کا مرتکب ہے؟ بالفاظ دیگر اگر توہینِ رسول جرم قابلِ تعزیر ہے تو عقیدہ مذکور توہینِ رسول کی حد میں آتا ہے یا نہیں؟

---

[1] بے شبہ

[2] تعزیر حسب رائے امام قید سے لے کر قتل تک۔

[3] حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر کسی کو جزوی فضیلت حاصل ہونا جائز ہے اور ایسا کہنا نہ کفر ہے نہ توہینِ نبی کا باعث ہے۔ البتہ مقتضائے محبت کے خلاف ہے اور پھر یہ بھی دیکھنا ہے کہ یہ جزوی فضیلت حقیقت میں فضیلت کے شمار میں ہے بھی، مثلاً زیادہ متمدن زمانہ میں ہونا کوئی فضیلت نہیں کیونکہ خود تمدن نہ کوئی دینی فضیلت ہے نہ اخلاقی نہ عقلی بلکہ ممکن ہے کہ اس کے بعد اور بھی دنیا زیادہ متمدن ہو جائے تو اس زمانہ کے آدمی پر بھی اس زمانہ کے آدمی کو فوقیت ہو جائے اور اگر یہ امر باعثِ فضیلت ہو تو غلام احمد قادیانی کیا اقبال سیالکوٹی کو بھی یہ جزوی فضیلت حاصل ہے بلکہ غلام احمد سے زیادہ کیونکہ مرزا صاحب نے صرف اس کو دور سے دیکھا ہے۔ چکھا اور آزمایا نہیں۔ (شیخ عطا اللہ)

بھوپال شیش محل ۱۹ جولائی ۳۵ء

مخدوم و مکرم جناب قبلہ مولوی صاحب

السلام علیکم — میں گلے کے برقی علاج کے لیے بھوپال میں مقیم ہوں۔ اس خط کا جواب پتہ مذکورہ بالا پر عنایت فرمائیے۔

۱. کیا فقہ اسلامی کی رو سے توہین رسول قابل تعزیر جرم ہے؟ اگر ہے تو اس کی تعزیر کیا ہے؟

۲. اگر کوئی شخص جو اسلام کا مدعی ہے یہ کہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کو حضور رسالت مآب پر جزوی فضیلت حاصل ہے اس واسطے کہ مرزا قادیانی ایک زیادہ متمدن زمانہ میں پیدا ہوئے ہیں تو کیا ایسا شخص توہین رسول کے جرم کا مرتکب ہے؟ بالفاظ دیگر اگر توہین رسول جرم قابل تعزیر ہے تو عقیدہ مذکور توہین رسول کی حد میں آتا ہے یا نہیں؟

۳. اگر توہین رسول کی مثالیں کتب فقہ میں مذکور ہوں تو مہربانی کر کے ان کا مختصر ذکر تحریر فرمائیے۔ کتاب کا حوالہ بقید صفحہ تحریر فرمایا جائے تو ممنون ہوں گا۔

امید ہے اس عریضہ کا جواب جلد ملے گا۔ زیادہ کیا عرض کروں میری صحت پہلے سے بہتر ہے۔ امید ہے اس نئے علاج سے زیادہ فائدہ ہوگا۔ والسلام

مخلص محمد اقبال (لاہور) حال وارد بھوپال

۲۔ اگر توہینِ رسول کی مثالیں کتب فقہ میں مذکور ہوں تو مہربانی کر کے ان میں سے چند تحریر فرمائیے، کتاب کا حوالہ بقید صفحہ تحریر فرما کر ممنون فرمائیے۔[۱] امید کہ اس عریضہ کا جواب جلد ملے گا، زیادہ کیا عرض کروں، میری صحت پہلے سے بہتر ہے امید ہے اس دفعہ کے علاج سے زیادہ فائدہ ہوگا۔ والسلام

مخلص محمدؐ اقبال (لاہور) حال وارد بھوپال

(عکس)

(اقبال نامہ)

## محمد دین تاثیر[۲] کے نام

بھوپال شیش محل

۲۲ جولائی ۳۵ء[۳]

ڈیر تاثیر صاحب السلام علیکم

---

[۱] یہ نقل کفر مجھ سے نہ ہوگا۔ آپ السیف المسلول علی شاتم الرسول دیکھ لیجیے

[۲] ڈاکٹر محمد دین تاثیر جو ان دنوں انگلستان میں مقیم تھے۔

[۳] "انوار اقبال" (ص ۲۰۵) میں مکتوب بنام محمد دین تاثیر پر ۲۲ جولائی ۱۹۳۰ء کی تاریخ اس لیے صریحاً غلط ہے کہ اس خط میں "جاوید نامہ" پر لیکچر دینے کا ذکر ہے۔ جو جولائی ۱۹۳۰ء میں چھپا ہی نہ تھا۔ خط میں لکھا ہے کہ "میں یہاں بھوپال میں بغرض علاج برقی مقیم ہوں۔ اور یہ کہ "نواب بھوپال نے مجھے تاحیات پانچ سو روپے ماہوار لٹریری پنشن عطا فرمائی ہے۔ آپ کو شاید اس کا علم اخباروں سے ہو گیا ہوگا۔" پنشن کا اجرا جون ۱۹۳۵ء سے ہوا۔ علاج کے لیے دوسری بار بھوپال میں ۱۷ جولائی سے ۲۸ اگست ۱۹۳۵ء تک مقیم رہے۔ اس لیے یقینی طور پر یہ خط ۲۲ جولائی ۱۹۳۵ء کا لکھا ہوا ہے۔

(رفیع الدین ہاشمی۔ تصانیف اقبال کا تحقیقی و توضیحی مطالعہ ص۔ ۲۴۹)

اقبال اور بھوپال۔ ص ۹۰۔

جاوید کے لیے الف لیلہ کا نسخہ جو آپ نے بھیجا ہے مجھے آج یہاں بھوپال میں موصول ہوا۔ جاوید بھی میرے ساتھ ہے۔ وہ کتاب دیکھ کر بہت خوش ہے اور آپ کا بہت بہت شکریہ ادا کرتا ہے۔

میں یہاں بھوپال میں بغرض علاج برقی مقیم ہوں اور اگست کے آخر تک علاج جاری رہے گا۔ بہ نسبت سابق حالت بہتر ہے اور ڈاکٹر صاحبان یقینی امید دلاتے ہیں کہ آواز عود کر آئے گی۔ اعلیٰ حضرت نواب صاحب بھوپال نے نہایت دردمندی سے میرا علاج کرایا ہے۔ اس کے علاوہ جب ان کو سر راس مسعود سے معلوم ہوا کہ میں ایک کتاب مقدمۃ القرآن لکھنا چاہتا ہوں تو اس ارادے کی تکمیل کے لیے مجھے انھوں نے تاحیات پانچ سو روپیہ ماہوار کی لٹریری پنشن عطا فرمائی ہے۔ آپ کو شاید اس کا علم اخباروں سے ہوگیا ہوگا۔ اب ذرا صحت اچھی ہوئے تو انشاء اللہ اس کتاب کو لکھنا شروع کروں گا۔ اسی سال کے دوران میں امید ہے سورا سرافیل[1] بھی ختم ہو جائے گی۔ پھر کچھ مدت کے لیے مقدمۃ القرآن کے لیے اپنے آپ کو وقف کر دوں گا۔ باقی اب زندگی میں کوئی دلچسپی مجھ کو نہیں رہی صرف جاوید و منیرہ کی خاطر زندہ ہوں انگلستان آنا بھی اب ممکن نہیں رہا۔ اگر میں کچھ مدت کے لیے ادھر چلا جاؤں تو ان بچوں کی نگرانی کون کرے گا۔ اس کے علاوہ میرے لیے ان کی جدائی بھی مشکل ہے۔ ان کی ماں کی آخری وصیت بھی یہ تھی کہ جب تک یہ دونوں بچے بالغ نہ ہو جائیں ان کو اپنے سے جدا نہ کرنا۔ باقی خدا کے فضل و کرم سے خیریت ہے۔ لاہور سے فساد کی خبریں آرہی ہیں۔

---

[1] 'انوار اقبال' میں صور اسرافیل چھپا ہے لیکن 'مکتوبات اقبال' میں سورا سرافیل ہے۔ یہاں موخر الذکر کا املا برقرار رکھا گیا ہے۔ علامہ کے کسی خط کا عکس دستیاب نہ ہوا جس میں اس کتاب کا ذکر ہو ورنہ علامہ کے املا کے مطابق اس کتاب کا نام تحریر کیا جاتا۔

(مؤلف)

ملٹری نے فائر کر دئے تھے۔ آج کی خبر ہے کہ ۱۰ مسلمان مارے گئے۔ زخمیوں کی تعداد معلوم نہیں ہے۔ ملٹری اور پولیس کے آدمی بھی زخمی ہوئے ہیں۔ یہ سب کچھ مسجد شہید گنج کے انہدام کے سلسلہ میں ہوا ہے اور ہو رہا ہے۔ یہ سمجھ لو کہ انگریزی تدبّر کے اب آخری دن ہیں۔ زیادہ کیا عرض کروں۔

علی بخش سلام کہتا ہے، جاوید آداب لکھواتا ہے۔

محمدؐ اقبال

حاشیہ پر:

میاں صاحب کے باغ کے آم لاہور سے کھا کر روانہ بھوپال ہوا تھا اگرچہ ان آموں کا موسم کچھ میرے بعد شروع ہوگا۔

آپ نے ارادہ کیا تھا کہ جاوید نامہ پر لکچر دیں گے وہ لکچر لکھا گیا یا ابھی تک معرض التوا میں ہے۔ لکھا جائے تو ایک کاپی ضرور ارسال کیجیے۔

محمدؐ اقبال

(انوارِ اقبال)

## خواجہ عبدالرحیم کے نام[1]

شیش محل بھوپال ۲۴ جولائی ۳۵ء

ڈیر خواجہ صاحب۔ السلام علیکم

آپ کا خط لاہور سے ہوتا ہوا آج یہاں بھوپال میں مجھے ملا جہاں پر بغرض علاج برقی مقیم ہوں۔ ڈاکٹروں نے دوبارہ معائنہ کیا ہے۔ حالت دل کی بہ نسبت

---

[1] یہ خط غالبًا خواجہ عبدالرحیم بارایٹ لا کے نام ہے جن کو ایک اور خط سود اور اسلام کے موضوع پر ۱۷ جنوری ۱۹۳۲ء کو تحریر کیا گیا تھا (انوار اقبال ص ۲۴۵) اقبال نامے میں صرف بنام خواجہ صاحب لکھا ہے۔ (مولّف)

سابق بہت اچھی ہے۔ آواز میں بھی کسی قدر فرق ہے۔ امید کہ اب زیادہ فائدہ ہوگا۔

بنک کا سود غالباً جائز ہے اس کے متعلق غالباً شاہ عبدالعزیز[1] کا فتویٰ بھی ہے۔ اشتراکیت اور اسلام کی بحث طویل ہے، اس خط میں نہیں سما سکتی اور نہ میں طویل خط لکھ سکتا ہوں۔ انشاءاللہ انٹروڈکشن میں اس پر تفصیلاً لکھوں گا۔ پردہ کے متعلق قرآن کے احکام واضح ہیں۔ زینت کا چھپانا لازم ہے البتہ زینت کے متعلق علماء میں اختلاف ہے۔ بعض اس میں چہرے کو داخل نہیں سمجھتے۔ بالعموم زینت میں چہرہ اور ہاتھ دونوں کو داخل سمجھتے ہیں۔ طریق پردہ کا کیا ہو، یہ ہر ملک اور زمانے کے مذاق اور حالات پر منحصر ہے۔ برقع جو ہمارے ہاں رائج ہے اس کا کہیں ذکر قرآن میں نہیں ہے۔ البتہ جلباب بمعنی چادر کا ذکر ہے۔ میری والدہ ہمیشہ چادر پہنتی تھی اور برقع کو خلاف شرع سمجھتی تھی۔ بہر حال آپ نے دیکھا ہوگا کہ عورتوں کے متعلق ہٹلر جو تعلیم دے رہا ہے وہ عین قرآن کی روح کے مطابق ہے۔

(وقرن فی بیوتکن[2]) عورت کا مقدم فرض نسل انسانی کی حفاظت ہے۔ اس خیال کو اس LEGISLATION پر جو عورتوں کے متعلق ہو نظر انداز نہ کرنا چاہیئے۔

صور اسرافیل شاید اس سال کے اختتام تک چھپ جائے۔ انٹروڈکشن ابھی آغاز نہیں ہوا۔ والسلام

محمد اقبال

(عکس) (اقبال نامہ)

---

[1] شاہ عبدالعزیزؒ کے فتویٰ کی بنا پر اقبال بنک کا سود منافع سمجھ کر لینے میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتے تھے۔ مولانا شبلی کی رائے بھی یہی تھی کہ بنک کا سود منافع ہے اور اسے لے لینے میں کوئی حرج نہیں۔
(جاوید اقبال زندہ رود جلد سوم ص ۶۹۹ - ۶۹۸)

[2] وَقَرنَ فی بُیُوتِکُنَّ (سورہ الاحزاب ۳۲، ۳۳) ترجمہ: ٹکے رہو بیچ گھروں اپنے کے۔ (ترجمہ، مولانا شاہ رفیع الدین و شاہ عبدالقادر، مطبع مجتبائی ۱۰ ۱۳ھ)

# مولانا سید سلیمان ندوی کے نام

بھوپال، شیش محل یکم اگست ۳۵ء[1]

مخدوم مکرم جناب مولانا. السلام علیکم

آپ کا والا نامہ مجھے ابھی ملا ہے جس کے لیے سراپا سپاس ہوں۔
چند امور اور بھی دریافت طلب ہیں اُن کے جواب سے بھی ممنون فرمائیے۔[2]

۱۔ تکملۂ مجمع البحار صفحہ ۸۵ میں حضرت عائشہ کا ایک قول نقل کیا گیا ہے یعنی یہ کہ حضور رسالت مآب کو خاتم النبیین کہو، لیکن یہ نہ کہو کہ ان کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔[3]

مہربانی کرکے کتاب دیکھ کر یہ فرمائیے کہ آیا اس قول کے اسناد درج ہیں، اور اگر ہیں تو آپ کے نزدیک ان اسناد کی کیا حقیقت ہے؟ ایسا ہی قول درمنثور

---

[1] اس خط پر علامہ نے پہلے ۳۱ جولائی ۳۵ء تاریخ ڈالی تھی پھر کاٹ کر اس کے اوپر یکم اگست ۳۵ء لکھا (مؤلف)

[2] اس وقت وہ ردِ قادیانی پر اپنا مضمون تیار کر رہے تھے۔
(شیخ عطاء اللہ)

[3] جی ہاں! اس کتاب میں یہ روایت ہے جو مصنف ابن ابی شیبہ سے لی گئی ہے لیکن اس کی سند مذکور نہیں جو روایت کی صحت وضعف کا پتہ لگایا جائے، اور اگر صحیح ہو بھی تو یہ حضرت عائشہؓ کی محض رائے ہے۔ کیونکہ رسول اللہ صلعم نے بار بار خود فرمایا ہے لا نبی بعدی میرے بعد کوئی نبی نہیں، حضرت عائشہؓ نے اپنے خیال میں اس لیے ایسا کہنے سے منع کیا کہ حضرت عیسیٰؑ کے نزول کا انکار اس سے لوگ نہ سمجھنے لگیں۔ بہرحال یہ ان کا خیال ہے جس کا صحیح ہونا ضروری نہیں۔ خصوصاً ایسی صورت میں جب خود حضور صلعم کے قول کے خلاف ہو۔
(شیخ عطاء اللہ)

جلد پنجم صفحہ ۲۰۴ میں ہے، اس کی تصدیق کی بھی ضرورت [2] ہے۔ میں نے یہاں بھوپال میں یہ کتب تلاش کیں افسوس اب تک نہیں ملیں۔

۲۔ حجج الکرامہ صفحہ ۴۲۷۔ ۴۳۱ حضرت مسیح کے دوبارہ آنے کے متعلق ارشاد ہے:

"من قال بسبب نبوته کفر حقا" اس قول کی آپ کے نزدیک کیا حقیقت ہے [2]؟

۳۔ "لو عاش ابراھیم لکان نبیا" اس حدیث کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے، نووی اسے معتبر نہیں جانتا۔ ملا علی قاری کے نزدیک معتبر ہے۔ کیا اس کے اسناد درست ہیں [3]؟

---

[1] جی ہاں وہی روایت بحوالہ مصنف ابن ابی شیبہ اس کتاب میں بھی ہے اور اس کی نسبت پہلے لکھ چکا ہوں۔

[2] حجج الکرامہ فی آثار القیامہ نواب صدیق حسن خاں کی کتاب ہے حضرت عیسیٰؑ کی آمد ثانی بصفت نبوت ہوگی یا بلا صفتِ نبوت۔ اس باب میں علما کا اختلاف ہے۔ نواب صاحب کی رائے یہ معلوم ہوتی ہے کہ وہ بصفت نبوت ہوگی اس لیے وہ لکھتے ہیں کہ جو لوگ ان کی آمدِ ثانی میں ان کی صفتِ نبوت کا انکار کرتے ہیں وہ مرتکب کلمۂ کفر ہیں۔ بہرحال یہ رائے ہے۔

[3] یہ ابن ماجہ کی روایت ہے۔ اس روایت کو بعض محققین نے موضوعات میں شمار کیا ہے اور بعض نے کہا ہے کہ یہ فرضاً ہے واقعہ نہیں، کیونکہ لو فرض اور عدم وقوع کے لیے آتا ہے، اسی سے معلوم ہوا کہ محمد رسول اللہ صلعم کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ اس لیے ابراہیم بن محمد کو بچپن ہی میں اٹھا لیا گیا۔ چنانچہ خود ابن ماجہ میں اور بخاری میں ہے ولو قضی ان یکون بعد محمد نبی لعاش ابنہم ولکن لا نبی بعدہ (ابن ماجہ جنائز۔ بخاری انبیا)، یعنی یہ کہ اگر فیصلہ الٰہی یہ ہوتا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی ہو تو آپ کے صاحبزادہ زندہ رہتے لیکن یہ فیصلہ الٰہی ہو چکا تھا کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ (بقیہ اگلے صفحے پر)

۴ بخاری کی حدیث و اماکم منکم میں واو حالیہ ہے یا کیا؟ اگر حالیہ ہو تو اس حدیث کا یہ مطلب معلوم ہوتا ہے کہ مسیح کے دوبارہ آنے سے مسلمانوں کو کوئی تعلق نہیں کیونکہ جس وقت وہ آئیں گے مسلمانوں کا امام خود مسلمانوں میں سے ہوگا۔

۵ ختم نبوت کے متعلق اور بھی اگر کوئی بات آپ کے ذہن میں ہو تو اس سے آگاہ فرمائیے۔

زیادہ کیا عرض کروں، امید کہ مزاج والا بخیر ہوگا۔ والسلام

مخلص محمد اقبال

(عکس) (اقبال نامہ)

---

(بقیہ حاشیہ پچھلے صفحے کا)

ملا علی قاری نے اس کو موضوعات میں لیا ہے اس کو معتبر نہیں کہا ہے۔ ضعیف کہا ہے۔ اس میں ابوشیبہ ابراہیم راوی ضعیف ہے۔ بلکہ وہ متروک الحدیث، منکرالحدیث، باطل گو اور دروغ گو تک کہا گیا ہے اس کے بعد بشرطِ صحت ملا نے اس کی تاویل کی ہے۔ بہرحال اس حدیث کا وہی مطلب ہے جو اس حدیث کا ہے لوکان بعدی نبیا لکان عمر (مسند احمد ترمذی)، یعنی یہ کہ اگر میرے بعد نبی ہونا ممکن ہوتا تو عمرؓ بن خطاب نبی ہوتے۔ لیکن چونکہ ممکن نہیں اس لیے نہ وہ اور نہ کوئی اور نبی ہو سکتا ہے۔

سلہ صحیح یہی ہے کہ واو حالیہ ہے اور مطلب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ عیسائیوں پر حجت ہوں گے اور مسلمانوں کی تائید فرمائیں گے۔ مسلمانوں کا امام الگ ہوگا حضرت عیسیٰؑ نہ ہوں گے۔

(شیخ عطاء اللہ)

## سید نذیر نیازی کے نام

یکم اگست ۳۵ء
شیش محل بھوپال

ڈیر نیازی صاحب۔ السلام علیکم
میری صحت ترقی کر رہی ہے۔ الحمد للہ اگر آپ لاہور سے واپس آ گئے ہوں تو اطلاع دیجیے۔ والسّلام۔

محمدؐ اقبال

(عکس) (مکتوباتِ اقبال)

## خواجہ ایف۔ ایم شجاع الدین ناموسؔ منعمی کے نام

بھوپال
۵ راگست ۱۹۳۵ء

ڈیر مسٹر شجاع
میں بغرضِ علاج برقی بھوپال میں مقیم ہوں۔ اور اگست کے آخر تک یہیں رہوں گا۔ میری صحت عامہ پہلے کی نسبت بہت اچھی ہے اور آواز میں بھی کسی قدر فرق ہے۔ امید ہے کہ اس دفعہ کے علاج سے بہت فائدہ ہوگا۔ رُبِّ شہتوت کی نسبت کچھ عرض نہیں کر سکتا۔ لیکن بعض لوگوں نے مجھ سے کہا ہے کہ مفید ہے۔

---

لہ مکتوب الیہ کے نام کی وضاحت مکتوب محررہ ۲۰ر جنوری ۱۹۳۱ء مشمولہ جلد سوم میں کی گئی ہے۔ لیکن مزید تحقیق سے معلوم ہوا کہ صحیح نام خواجہ ایف۔ ایم شجاع الدین ناموس منعمی تھا۔ چنانچہ اس جلد میں یہی نام استعمال ہوا ہے اور دوسری جلدوں میں بھی تصحیح کر دی جائے گی۔
(مولف)

۲۵ اگست ۳۶ء

شیش محل۔ بھوپال

ڈیر نیازی صاحب — السلام علیکم

میری صحت ترقی کر رہی ہے الحمد للہ

اگر آپ لاہور سے دہلی آ گئے ہوں تو

اطلاع دیجئے

محمد اقبال

بہرحال آزمانے پر معلوم ہوگا۔ میں آپ کا نہایت شکر گزار ہوں کہ آپ نے محض میرے لیے اس درخت کی حفاظت کی۔اگر اس کا پھل فائدہ نہ بھی کرے تو ممکن ہے آپ کے اخلاص کی برکت سے فائدہ ہو جائے۔ باقی خدا کے فضل سے خیریت ہے۔ والسلام۔

محمدؐ اقبال

(اقبال نامہ)

## سید نذیر نیازی کے نام

بھوپال ۶ اگست ۳۵ء

ڈیر نیازی صاحب۔ السلام علیکم۔

آپ کا خط ابھی ملا ہے۔ الحمدللہ خیریت ہے۔ میں بھی خدا کے فضل سے اچھا ہوں۔ جاوید بھی راضی خوشی ہے۔ لاہور کے حالات افسوسناک ہیں۔ خدا تعالیٰ رحم کرے مجھے یہ سن کر خوشی ہوئی کہ طلوعِ اسلام کے لیے فضا سازگار ہے۔ آپ جب دہلی واپس آئیں تو مجھے اطلاع دے دیں۔ میں ۲۸/ اگست تک اپنے علاج کا کورس ختم کرلوں گا۔ باقی خدا کے فضل سے خیریت ہے۔ سلامت اللہ شاہ صاحب سے سلام کہہ دیجیے۔ علی بخش بھی آداب لکھواتا ہے۔

والسلام

محمدؐ اقبال۔ بھوپال

(عکس) (مکتوبات اقبال)

# سید نذیر نیازی کے نام

بھوپال ۱۵[1] اگست ۳۵ء

ڈیر نیازی صاحب آپ کا خط مل گیا ہے۔ الحمدللہ کہ خیریت ہے۔
صحت خوب ترقی کر گئی ہے۔ آواز میں بھی فرق ہے۔ امید ہے اب کے علاج سے فائدہ ہوگا۔ شاید ایک دفعہ اور بھوپال آنا پڑے گا یعنی اس ہفتے کے بعد آپ دہلی پہنچ جائیں تو وہاں پہنچتے ہی مجھے خط لکھ دیں۔ میں غالباً ۲۶ / یا ۲۸ / اگست کو یہاں سے روانہ ہوں گا۔ طلوع[2] اسلام کے متعلق جو کچھ آپ نے مجھے لکھا اس سے بڑی خوشی ہوئی۔ صور اسرافیل کا ایک ٹکڑا بھیج دوں گا یا دہلی پہنچ کر خود لکھ دوں گا۔ میرے خیال میں ایک نئی فیچر جو طلوع اسلام کے لیے ضروری ہے یہ ہے کہ سکھوں کے دور سے پہلے کی تاریخ پنجاب پر مفصل مضمون لکھے جائیں چودھری محمد حسین صاحب سے اس بارے میں مشورہ کریں انھوں نے حال [3] مسلمانوں

---

[1] مکتوبات اقبال، میں یہ خط ۱۰/ اگست ۳۵ء کے تحت درج کیا گیا ہے جب کہ عکس میں ۱۵/ اگست ۳۵ء واضح طور پر پڑھا جاتا ہے۔
(مولف)

[2] جامعہ ملیہ سے علاحدگی کے بعد سید نذیر نیازی نے یہ رسالہ جاری کیا۔ اس کا پہلا شمارہ اکتوبر ۱۹۳۵ء میں دہلی سے شائع ہوا اور اس کے بعد دو اور شمارے ۱۹۳۶ء میں دہلی سے اور باقی تین شمارے لاہور سے شائع ہوئے۔ پھر یہ رسالہ ہمیشہ کے لیے بند ہوگیا۔ اس رسالے کا بجز اشتراک اسمی اس رسالے سے کوئی تعلق نہیں جو تقسیم سے پہلے دہلی اور بعد میں کراچی سے جناب پرویز صاحب کی ادارت میں شائع ہوتا رہا۔ اور ان کی جماعت کے خیالات کا حامل تھا۔

[3] 'میں' سہواً رہ گیا۔ (سید نذیر نیازی۔ مکتوبات اقبال)

کی تاریخ کے اس حصّے کا مطالعہ کیا ہے اور وہ لکھتے ہیں کہ میں اسے پڑھ کر دنگ رہ گیا ہوں۔ پنجاب کے مسلمانوں کی بیداری کے لیے اس حصّہ تاریخ پر لکھنا ضروری ہے۔ باقی خیریت ہے۔ طلوعِ اسلام کے پہلے نمبر میں ہی ایک مضمون "تاریخی ضروری ہے
والسلام

محمدؐ اقبال

نصیر کے لیے کس کو کہا جائے۔ آپ مفصل معلوم کر کے لکھیں تو میں خط سفارشی لکھوں۔

(عکس) (مکتوبات اقبال)

## مولانا سید سلیمان ندوی کے نام

بھوپال ۲۰ اگست ۳۵ء

مخدومی۔ السلام علیکم

آپ کا نوازش نامہ ابھی ملا ہے جس کے لیے سراپا سپاس ہو۔

میں بھی یہاں حمیدیہ لائبریری اور بعض پرائیویٹ احباب سے کتابیں منگوا کر دیکھتا رہا۔ الحمدللہ کہ بہت سی باتیں مل گئیں۔ اس مطالعہ سے مجھے بے انتہا فائدہ ہوا، اور آپ کے خط نے تو اور بھی راہیں کھول دی ہیں۔

میں نے کبھی اپنے آپ کو شاعر نہیں سمجھا۔ اس واسطے کوئی میرا رقیب نہیں اور نہ میں کسی کو اپنا رقیب تصور کرتا ہوں، فن شاعری سے مجھے کبھی دلچسپی نہیں رہی، ہاں بعض مقاصد خاص رکھتا ہوں جن کے بیان کے لیے اس ملک کے حالات و روایات کی رو سے میں نے نظم کا طریقہ اختیار کر لیا ہے، ورنہ

نہ بینی خیر ازاں مردِ فرودست[1]
کہ برمن تہمتِ شعر و سخن بست
(زبورِ عجم)
مخلص محمدؐ اقبال
(اقبال نامہ)

(عکس)

# سید نذیر نیازی کے نام

بھوپال۔ ۲۱؍اگست ۳۵ء

ڈیر نیازی صاحب السلام علیکم

آپ کا خط ابھی مِلا ہے۔ اس سے پہلے[2] میں ایک خط آپ کو دہلی کے پتہ پر لکھ چکا ہوں۔ شاید یہ خط اسی کا جواب ہے۔

سفارشی تحریر ملفوف ہے۔ اس کو ٹائپ کرالیں یا ایسی ہی ٹانک دیں عبدالعلی[3] صاحب کو میں نہیں جانتا۔ مسعود[4] سے دریافت کروں گا اگر وہ جانتے ہوئے تو ان سے لکھوادوں گا۔

طلوعِ اسلام کا پہلا نمبر سید راس مسعود کے نام بھی ارسال فرمائیے۔ مولانا حالی مرحوم کی سینٹنری[5] اکتوبر کے آخر میں ہوگی۔ ان پر ایک مضمون آپ کے پہلے نمبر

---

[1] ترجمہ: اس کم سواد شخص سے کسی کا بھلا نہ ہوگا
جس نے مجھ پر شعر و سخن کی تہمت لگائی (مولّف)

[2] اقبال 'پھلا' لکھتے تھے (//)

[3] عبدالعلی خاں۔ کسی زمانے میں جامعہ ملیہ اسلامیہ کے نائب مہتمم۔ اس وقت بھوپال میں تھے۔

[4] سر راس مسعود مرحوم و مغفور (سید نذیر نیازی)

[5] CENTENARY صد سالہ یومِ ولادت۔ (سید نذیر نیازی نے سہواً اس کا ترجمہ برسی کیا تھا۔ مولّف)

میں ہو جائے تو بہت اچھا ہے یا دوسرے نمبر میں بشرطیکہ یہ دوسرا نمبر اکتوبر کے وسط سے پہلے نکل جائے تاکہ آپ کا رسالہ سینٹنری کے موقع پر تقسیم ہو سکے۔ سینٹنری پانی پت میں ہوگی۔ اعلیٰ حضرت نواب صاحب بھوپال صدر ہوں گے۔ میں بھی پانی پت اس موقع پر پہنچ جاؤں گا بلکہ اعلیٰ حضرت کے متعلق بھی اس رسالے میں کچھ ہو جائے تو اور بھی اچھا ہو۔ مولانا حالی پر جو مضمون ہو کسی اچھے مبصر کے قلم سے ہونا چاہیے۔ میرے خیال میں بہتر ہو کہ آپ کا پہلا نمبر ہی وسط اکتوبر میں نکلے۔ میں انشاء اللہ ۲۸ راگست کی شام کو یہاں سے روانہ ہو کر ۲۹ کی صبح کو دہلی پہنچوں گا۔ روانگی سے پہلے اطلاع دوں گا۔

محمد اقبال

آپ[1] دہلی پہنچ کر کارڈ لکھ دیں جس سے مجھے معلوم ہو جائے کہ آپ دہلی پہنچ گئے۔

(عکس) (مکتوبات اقبال)

## مولانا سید سلیمان ندوی کے نام

بھوپال

۲۳ راگست ۳۵ء[2]

مخدوم و مکرم جناب مولانا! السلام علیکم۔

---

[1] یہ حصہ مطبوعہ خط میں محذوف تھا۔ (مولف)

[2] "اقبال نامہ" حصہ اول ص ۱۹۶ میں اس خط کی تاریخ ۲۳ راگست ۱۹۳۳ء درج ہے جبکہ عکس میں واضح طور پر ۲۳ راگست ۳۵ پڑھا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں جیسا کہ صابر کلوروی صاحب نے "مکاتیب اقبال کے ماخذ۔ ایک تحقیقی جائزہ" ص ۵۰۔۱۴۹ نے لکھا ہے کہ علامہ اقبال بھوپال بغرض علاج پہلی مرتبہ فروری ۱۹۳۵ء میں اور پھر جولائی ۱۹۳۵ء میں گئے تھے لہٰذا یہ خط ۱۹۳۵ء ہی کا ہونا چاہیئے۔ (مولف)

بھوپال — [۲۰] اگست ۳۵ء

مخدوم و مکرم جناب قبلہ سید صاحب السلام علیکم

ایک عریضہ آج لکھ چکا ہوں امید ہے ملاحظۂ عالی سے گزرا ہوگا
ایک بات دریافت طلب رہ گئی تھی جو اب عرض کرتا ہوں
کہ علمائے اسلام میں کوئی ایسے بزرگ بھی
گزرے ہیں جو حیات و نزول مسیح ابن مریم کے
منکر ہوں یا اگر حیات کے قائل ہوں تو نزول کے منکر
ہوں؟ معتزلہ کا عام عقیدہ اس مسئلے کی بابت کیا ہے؟

امید ہے آپ کا مزاج بخیر ہوگا — میں ۲۸ اگست کی شام کو
بھوپال سے رخصت ہو جاؤں گا علاج کا کورس ایک لحاظ سے ختم ہو جائے گا
اس واسطے جواب لاہور کے پتے پر ارسال فرمائیے — والسلام

مخلص محمد اقبال

ایک عریضہ لکھ چکا ہوں، امید کہ پہنچ کر ملاحظۂ عالی سے گزرا ہوگا۔
ایک بات دریافت طلب رہ گئی تھی جواب عرض کرتا ہوں۔
کیا علمائے اسلام میں کوئی ایسے بزرگ بھی گزرے ہیں جو حیات و نزول مسیح ابن مریم کے منکر ہوں یا اگر حیات کے قائل ہوں تو نزول کے منکر ہوں؟ معتزلہ کا عام طور پر اس مسئلہ میں کیا مذہب ہے؟[1]
امید کہ آپ کا مزاج بخیر ہوگا۔ میں ۲۸ اگست کی شام کو یہاں سے رخصت ہو جاؤں گا۔ علاج کا کورس اس روز صبح ختم ہو جائے گا اس خط کا جواب لاہور کے پتے پر ارسال فرمایئے۔ والسّلام

مخلص محمد اقبال

(اقبال نامہ) (عکس)

## سید نذیر نیازی کے نام

ڈیر نیازی صاحب۔ السلام علیکم
آپ کا خط ابھی ملا ہے۔ الحمدللہ کہ خیریت ہے میں ۲۸ اگست کی شام کو سات بجے یہاں سے روانہ ہو کر ۲۹ کی صبح ۸ بجے دہلی پہنچوں گا دن بھر ریلوے اسٹیشن پر قیام رہے گا رات کی گاڑی میں وہاں سے روانہ ہو کر ۳۰ کی صبح انشاءاللہ لاہور۔ دہلی سے میرے لیے دو سیٹ سیکنڈ کلاس لوئر برتھ ریزرو کرا چھوڑیں۔

---

[1] مجھے جہاں تک علم ہے نزول مسیح کا انکار کسی نے نہیں کیا۔ معتزلہ کی کتابیں نہیں ملتیں جو حال معلوم ہو۔ البتہ ابن حزم وفات مسیح کے قائل تھے ساتھ ہی نزول کے بھی۔

(شیخ عطاء اللہ)

ہمارے وہ ہندو[1] دوست جنھوں نے دہلی سے ۵ بجے شام چلنے کا مشورہ دیا تھا ان سے مدد لیجیے ۔ باقی وقت ملاقات ۔ والسّلام

محمدؐ اقبال بھوپال

۲۴ اگست ۳۵ء

(مکتوبات اقبال)

(عکس)

# سید نذیر نیازی کے نام

ڈیر نیازی صاحب ۔ اس سے پہلے خط لکھ چکا ہوں ۔ حکیم صاحب قبلہ آ ئیں[2] تو ان سے مطلوبہ دوائے کر جلد ارسال کردیں ۔ ان کی خدمت میں یہ بھی عرض کردیں کہ لاہور پہنچتے ہی مجھے زکام ہوگیا تھا جو تین دن رہا ۔ بہیدانہ اور شربت بنفشہ پینے سے بلغم پک گئی ہے مگر ذرا دقت سے نکلتی ہے ۔ اس بات کا وہ دوا تجویز کرنے میں خیال رکھیں بعض دفعہ بلغم نکالنے کی کوشش میں وہ حالت یا اس کا خفیف سا پرتو پیدا ہو جاتا ہے جس کو حکیم صاحب نے ہلکا سا دمہ بنایا تھا ۔ یہ بھی ان سے عرض کریں کہ کسی شخص نے کہا ہے کہ چاندی کا کشتہ جو لیموں میں تیار کیا جائے چالیس روز تک کھایا جائے تو آواز عود کر آئے گی ۔ یہ دونوں باتیں ان کے اچھی طرح ذہن نشین کردیں ۔
میری کوٹھی کے سامنے جو زمین[3] خالی ہے اس کے مالک کو بلا کر میں نے آج دریافت

---

[1] دہلی ریلوے اسٹیشن کے ایک ملازم ۔ ان کا نام معلوم نہیں ہو سکا لیکن میں جب کبھی اسٹیشن جاتا وہ حضرت علامہ کے لیے سفر میں زیادہ سے زیادہ سہولتیں بہم پہنچاتے ۔ (سید نذیر نیازی)

[2] حکیم صاحب چند دنوں کے لیے دہلی سے باہر تشریف لے گئے تھے ۔

[3] خرید زمین کی تجویز بڑی مناسب تھی لیکن میری استطاعت سے باہر ۔

(سید نذیر نیازی)

کیا تھا معلوم ہوا کہ زمین بک رہی ہے اور وہ آپ کو خاص رعایت بھی کر دے گا۔ خواجہ وحید کے مکان کے پاس آٹھ مرلہ کا ایک ٹکڑا ہے کچھ عجب نہیں کہ ایک ہزار روپیہ میں دے دے اس وقت موقع ہے پھر نہ ملے گی۔ والسلام

محمد اقبال ۵ ستمبر ۳۵ء

(عکس) (مکتوبات اقبال)

## سید نذیر نیازی کے نام

ڈیر نیازی صاحب۔ السلام علیکم۔ کل خط لکھ چکا ہوں امید کہ حکیم صاحب قبلہ تشریف لے آئے ہوں گے۔ ان کی خدمت میں حاضر ہو کر دوائی ارسال کریں۔ مجھے لاہور آتے ہی زکام ہو گیا تھا۔ جس کے لیے آج متواتر چھ روز سے بہیدانہ اور شربت بنفشہ ملا کر پی رہا ہوں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بلغم جم گئی ہے اور کسی قدر زردی مائل ہو گئی ہے مگر صبح کے وقت کھانسی ہوتی ہے اور بلغم کسی قدر دقت سے نکلتی ہے۔ دن میں بھی کبھی کبھی کھانسی ہوتی ہے۔ بالخصوص کھانا کھانے کے بعد اور بلغم بھی نکلتی ہے۔ اس بات کی طرف حکیم صاحب کی توجہ مبذول کریں کہ بلغم کا پیدا ہونا بند ہو جائے یا جس طرح وہ مناسب تصوّر کریں۔ اس وقت جو کیفیت ہے وہ میں نے عرض کر دی ہے۔ بھوپال میں بھی یہ کیفیت تھی مگر وہاں بلغم بجنتہ نہ تھی یہ بات صرف بہیدانہ اور شربت بنفشہ پینے کے بعد ہوتی ہے۔ میرا خیال تھا کہ ایک آدھ ہفتہ بہیدانہ پینے سے بلغم تمام خارج ہو جائے گی مگر ایسا نہیں ہوا۔ زکام اب نہیں ہے تین روز پانی ناک سے بہتا رہا۔ اب نہیں بہتا۔ باقی خدا کے فضل سے بخیریت ہے۔ صحت میری اچھی ہے اور آواز بھی پہلے سے بہتر ہے۔ چودھری[1] صاحب سے میں نے آپ کے مضمون کے متعلق کہہ دیا تھا وہ

---

[1] چودھری محمد حسین۔ مگر انھوں نے مضمون نہیں لکھا۔ وجہ یہی تھی عدیم الفرصتی۔ (سید نذیر نیازی)

لکھنے کی فکر میں ہیں۔ والسلام۔

محمد اقبال۔ لاہور ۸ ستمبر ۳۵ء

(عکس) (مکتوبات اقبال)

# سید نذیر نیازی کے نام

ڈیر نیازی صاحب۔ امید کہ حکیم صاحب آ گئے ہوں گے۔

میں نے کل[1] سے انگریزی دوا کا استعمال شروع کیا جس سے کھانسی کم ہو گئی ہے مگر بلغم ابھی تک نکلتی ہے۔ گو کسی قدر کم دقت کے ساتھ۔ بھوپال میں دو دفعہ پھیپھڑوں کا امتحان کرایا تھا معلوم ہوا کہ پھیپھڑے بالکل صاف ہیں۔ کل پھر معائنہ کرایا تو یہاں کے ڈاکٹر کا[2] نتیجہ بھی یہی تھا کہ پھیپھڑے بالکل صاف ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بلغم کا سرچشمہ کوئی اور ہے۔ حکیم صاحب سے عرض کیجیے کہ بلغم کی طرف خاص توجہ دیں کہ اس کا پیدا ہونا بند ہو۔ باقی خدا کے فضل سے خیریت ہے۔ جاوید خوش ہے اور سلام کہتا ہے۔ علی بخش بھی سلام کہتا ہے۔ والسلام۔

محمد اقبال۔ لاہور ۱۰ ستمبر ۳۵ء

(عکس) (مکتوبات اقبال)

---

[1] میں نے جواباً عرض کیا حکیم صاحب حیدر آباد تشریف لے گئے ہیں۔ حضرت علامہ کو مجبوراً پھر ایلو پیتھک علاج سے رجوع کرنا پڑے۔

[2] ڈاکٹری معائنہ کا۔ (سید نذیر نیازی)

ڈیر نیازی صاحب — امید ہے حکیم صاحب آگئے ہوں گے۔

میں نے کل سے انگریزی دوا کا استعمال شروع کیا جس سے کھانسی کم ہو گئی ہے۔ مگر
بلغم اب تک نکلتی ہے گو کسی قدر کم دقت کے ساتھ — بہر حال میں نے دو دفعہ
پھیپھڑوں کا امتحان کرایا تھا معلوم ہوا کہ پھیپھڑے بالکل صاف ہیں
کل پھر معائنہ کرایا تو یہاں کے ڈاکٹر کا نتیجہ بھی یہی تھا کہ پھیپھڑے
بالکل صاف ہیں — اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بلغم کا سرچشمہ کوئی اور ہے
حکیم صاحب سے عرض کیجیے کہ بلغم کا اخراج تو ہو جائے لیکن اس کا پیدا ہونا
بند ہو — باقی خدا تعالیٰ کے فضل سے خیریت — جاوید اچھا ہے اور
سلام کہتا ہے علی بخش بھی سلام کہتا ہے —

محمد اقبال لاہور۔ ۱۰ مارچ ۳۵ء

# ڈاکٹر ظفرالحسن کے نام

۱۰ ستمبر ۳۵ ۱۹ء[1]

ڈیر ڈاکٹر ظفرالحسن[2]

السلام علیکم!

آپ کا خط مل گیا ہے میں اپنے علاج کا دوسرا کورس ختم کرکے چند روز ہوئے بھوپال سے لاہور واپس آیا افسوس کہ علالت کی وجہ سے لکھنے پڑھنے کا، کام ایک مدت سے بند ہے میں نے آپ کے خط کا جواب ہادی حسن صاحب کے خط میں دے دیا تھا معلوم ہوتا ہے انھوں نے وہ خط آپ کو نہیں دکھایا حالانکہ میں نے ان سے ایسا کرنے کی درخواست کردی تھی۔ بہرحال اب پھر عرض ہے کہ فی الحال اس مضمون کا مطالعہ کرنے سے قاصر ہوں۔ امید نہیں کہ حافظ جماعت علی سول نافرمانی کا اعلان کریں۔ لیکن مجھے معلوم نہیں اُن کے ذہن میں کیا ہے۔

امید ہے آپ کا مزاج بخیر ہوگا۔ بچوں کو دعا۔

محمد اقبال

(نقوش اقبال نمبر)

(عکس۔ "نقوش اقبال نمبر شمارہ ۱۲۳ دسمبر ۷۷ ۱۹ء ص ۱۳)

---

[1] خط کی تاریخ (۱۰ ستمبر ۳۵ ۱۹ء) انگریزی میں تحریر کی گئی ہے (مولف)

[2] پروفیسر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

# عبدالرشید[1] کے نام

(۱۰ ستمبر[2] ۱۹۳۵ء)

مائی ڈیر رشید!

گرامی نامہ کے لیے جو ابھی ابھی موصول ہوا سراپا سپاس ہوں آپ کو معلوم ہی ہے کہ امتل اور مسعود کے لیے میرے دل میں کس درجہ محبت ہے اور ان کی خوشی کے لیے میں ہر ممکن کوشش کے لیے تیار ہوں۔ لیکن اس خاص معاملے میں میں آپ سے یہ ضرور کہوں گا کہ نفسیاتی وجوہ کی بنا پر اس الم انگیز یاد کو تازہ رکھنے کا سامان بہم پہنچانا مناسب نہ ہوگا۔ اس یاد کے اُمومت کی اہلیت[3] پر اثر انداز ہونے کا احتمال ہے۔ میرا مشورہ یہ ہے کہ آپ اس سلسلہ کو اس وقت تک کے لیے نہ چھیڑیئے۔ جب تک خداوندکریم اپنے فضل و کرم سے دوسرا بچہ عطا فرمائے۔ اُس وقت آپ کتبے پر یہ شعر کندہ کرادیجیے:

---

[1] سر راس مسعود کے خسر۔ ان کی دوسری بیگم امتہ الرشید (جنھیں اس خط میں امتل لکھا ہے) کے والد۔ ان پر مفصل نوٹ حواشی میں ملاحظہ ہو۔ (مولف)

[2] یہ خط اقبال نامہ دوم (ص ۲۳۶) میں بلا تاریخ درج ہے۔ جب کہ سر راس مسعود کے نام علامہ کے مکتوب محررہ ۱۰ ردسمبر ۱۹۳۵ء (اب اس خط کی صحیح تاریخ ۱۰ ستمبر قرار پائی ہے، (اقبال نامہ اول ص ۳۷۲) میں عبدالرشید صاحب کے خط کا ذکر کیا گیا ہے چنانچہ ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار کی تحقیق کے مطابق یہ خط بھی ۱۰ ستمبر ۱۹۳۵ء کو لکھا گیا تھا، ملاحظہ ہو مجلہ "تحقیق"، شمارہ اول ص ۴۵۔

(صابر کلوروی۔ مکاتیب اقبال کے مآخذ۔ چند مزید حقائق۔ صحیفہ لاہور، ۱۹۸۳ء)

[3] اُمومت کی اہلیت۔ یعنی ماں بننے کی صلاحیت۔

در چمن بود و لیکن نتواں گفت کہ بوُدؔ[1]
آہ، ازاں غنچہ کہ بادِ سحرا وراننکشود

یہ شعر آپ کا خط پڑھتے ہی فوراً ذہن میں آگیا۔

مخلص محمدؐ اقبال

میں[2] نے حکیم نابینا صاحب سے دہلی میں امتل کی علالت کا ذکر کر دیا تھا
وہ نومبر میں دہلی جائیں تو ان کو ضرور نبض دکھائیں۔

محمدؐ اقبال

(اقبال نامہ)

(انگریزی سے)

---

نوٹ:

لیڈی مسعود کے ہاں مردہ بچہ پیدا ہوا۔ مکتوب الیہ یعنی والد لیڈی مسعود نے کتبہ کے لیے شعر کی فرمایش کی تھی۔

(مرتب اقبال نامہ)

[1] ترجمہ: وہ (کلی) چمن میں تھی لیکن یہ نہیں کہا جا سکتا کہ واقعی تھی بھی یا نہیں!
افسوس اُس کلی پر ہے جس کو نسیم صبح نہ کھلا سکی!

[2] اختتام خط پر اردو میں یہ جملے درج ہیں (ملاحظہ ہو بشیر احمد ڈار کی کتاب "لیٹرز اینڈ رائٹنگز آف اقبال ص ۱۹)

(مولّف)

# سید نذیر نیازی کے نام

ڈیر نیازی صاحب۔ السلام علیکم آپ کا خط مل گیا ہے۔ کھانسی بہت کم ہوگئی ہے بلکہ جاتی رہی ہے۔ انگریزی دوا سے بہت فائدہ ہوا۔ زرد رنگ کی جمی ہوئی[1] جو پہلے آتی تھی اب نہیں آتی۔ البتہ وہ معمولی بلغم جو زکام سے پہلے آتی تھی ابھی آتی ہے۔ مختصراً یہ کہ جیسا میں بھوپال سے آتے وقت تھا اب وہی حالت عود کر آئی ہے۔ حکیم صاحب سے اب یہ عرض کرنا ہے کہ جو دوا وہ تجویز کریں اس میں تین باتوں کا لحاظ رکھیں:

(۱) قوتِ جسمانی۔

(۲) آواز۔

(۳) بلغم کا سدِباب کہ اس کا پیدا ہونا بند ہو۔

کل دوبارہ معائنہ کرایا تھا۔ خون کا دباؤ نارمل ہے اور پھیپھڑوں کی حالت بالکل درست ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بلغم اس نالی میں پیدا ہوتی ہے جس کا مقام بقول ڈاکٹروں کے پھیل گیا ہے۔ واللہ اعلم۔

---

[1] (بلغم، سہواً رہ گیا۔ (سید نذیر نیازی)

مولانا حالی کی سالگرہ کی تاریخ ۲۶، ۲۷ اکتوبر مقرر ہوئی ہے۔ میں غالباً ۲۵ یا ۲۴ اکتوبر کو وہاں پہنچ جاؤں گا۔ آپ کے رسالے کے [1] یہ بہتر ہوگا کہ اگر ممکن ہو تو آپ خود وہاں پہنچ جائیں اور اگر فوٹوگراف [2] کا بھی انتظام کر سکیں تو اور بھی بہتر ہو۔ باقی خدا کے فضل سے خیریت ہے۔ وہاں میں آپ کو سید راس مسعود سے بھی انٹروڈیوس کراؤں گا۔ غالباً چودھری محمد حسین اور جاوید بھی ساتھ ہوں گے۔ والسلام۔

محمد اقبال ۱۲ ستمبر ۳۵ء

(عکس) (مکتوبات اقبال)

## خواجہ سجاد حسین کے نام

۱۲ ستمبر ۳۵ء

مخدوم و مکرم جناب خواجہ صاحب، السلام علیکم و رحمۃ اللہ

آپ کا والا نامہ مل گیا ہے۔ اگر میری صحت اچھی رہی تو میں انشاء اللہ ۲۴ یا ۲۵ اکتوبر کو ضرور حاضر ہوں گا۔ مسعود کا خط آپ کے ساتھ ہی ملا۔ وہ لکھتے ہیں کہ

---

[1] لیے، سہواً رہ گیا۔

[2] مطلب ہے فوٹوگرافر (سید نذیر نیازی)

[3] علامہ اقبال کو مولانا الطاف حسین حالی سے خاص ارادت تھی۔ ۱۹۰۴ء میں حالی، انجمن حمایت اسلام لاہور کے سالانہ جلسے میں شریک ہوئے۔ ضعف اور پیری کے سبب خود نظم نہ پڑھ سکتے تھے۔ اگر پڑھتے بھی تو مجمع زیادہ تھا اور حالی کی آواز زیادہ دور تک نہ پہنچ سکتی۔ علامہ اقبال بھی اسٹیج پر موجود تھے، اُن سے درخواست کی گئی کہ وہ حالی کی نظم پڑھ کر سنائیں اقبال نے نظم سنانے سے پیشتر فی البدیہہ ایک رباعی پڑھی ؎

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر)

ہیں ۲۵ یا ۲۴ کو پانی پت پہنچ جاؤں۔ بہر حال انشاء اللہ ضرور حاضر ہوں گا۔ میرے ساتھ لاہور کے ایک دو احباب بھی غالباً اس مبارک تقریب میں حاضر ہونے کا قصد رکھتے ہیں[1] چند اشعار فارسی میں نے لکھے ہیں جو اعلیٰ حضرت[2] کی تشریف آوری کے موقع پر جلسہ کے آغاز سے پہلے پڑھ دیئے جائیں تو خوب رہے گا۔ کاش میں خود پڑھ سکتا گلے کی خرابی سے یہ بات ممکن نہیں۔ آپ انھیں کسی ایسے نوجوان کو یاد کرا دیں جو فارسی درست پڑھ سکتا ہو۔ اور خوش الحان ہو۔ اشعار جب

---

(بقیہ حاشیہ پچھلے صفحے کا)

مشہور زمانے میں ہے نام حالی ۔۔۔ معمور مئے حق سے ہے جام حالی

میں کشورِ شعر کا نبی ہوں گویا ۔۔۔ نازل ہے مرے لب پہ کلام حالی

یکم جنوری ۱۹۱۵ء کو پانی پت میں حالی کا انتقال ہوگیا۔

اکتوبر ۱۹۳۵ء میں حالی کے صد سالہ یوم ولادت کے موقع پر پانی پت میں حالی کے جشن صد سالہ کا پروگرام مرتب ہوا۔ تقریبات کا اہم ترین اجلاس نواب حمید اللہ خاں والیِ بھوپال کی صدارت میں منعقد ہونے والا تھا۔ حالی کے فرزند خواجہ سجاد حسین نے علامہ اقبال کو دعوت دی کہ وہ جشن کی تقریبات میں شریک ہوں اور نظم بھی سنائیں۔ اگرچہ علامہ جنوری ۱۹۳۴ء سے بیمار چلے آرہے تھے، تاہم آپ نے جشن میں شرکت پر رضامندی ظاہر کی۔ اس سلسلے میں خواجہ سجاد حسین کے نام مندرجہ بالا خط لکھا۔

[1] علامہ اقبال ۲۵ اکتوبر کو پانی پت پہنچے ۲۶ اکتوبر کے تاریخی اجلاس، بصدارت نواب حمید اللہ خاں والئ بھوپال میں شریک ہوئے۔ لاہور سے سید نذیر نیازی، راجہ حسن اختر اور چودھری محمد حسین بھی شریک اجلاس تھے۔ جاوید اقبال بھی علامہ کے ساتھ تھے۔

[2] نواب حمید اللہ خاں والئ بھوپال۔

(رفیع الدین ہاشمی)

آپ کا ارشاد ہو گا، ارسالِ خدمت کروں گا۔[1] والسلام

مخلص

محمد اقبال

(خطوطِ اقبال)

---

[1] "اشعار" علامہ اقبال نے تقریب سے کئی روز پہلے خواجہ سجاد حسین کو ارسال کر دیے تھے۔ اجلاس شروع ہوا تو تلاوت اور خواجہ سجاد حسین کے سپاس نامے کے بعد حفیظ جالندھری نے ترنم سے ایک نظم (ملاحظہ ہو: اقبال اور بھوپال، ص ۱۷۱-۱۷۳) سنائی۔ اس کے بعد حالی مسلم اسکول کے ایک ماسٹر صاحب (بقول رحیم بخش شاہین یہ معلم لئیق احمد خاں نامی تھے۔ مولف) نے نہایت خوش الحانی کے ساتھ، اقبال کے اشعار پڑھے۔" اشعار" حسب ذیل تھے:

مزاجِ ناقہ را مانند عرفی نیک می بینم — چو محمل را گراں بینم حدی را تیز تر خوانم

حمید اللہ خاں اے ملک و ملت را فروغ از تو — ز الطافِ تو موج لالہ خیزد از خیابانم

طوافِ مرقد حالی سزد اربابِ معنی را — نوائے او بجا نہا افگند شورے کہ من دانم

بیا تا فقر و شاہی در حضورِ او بہم سازیم
تو بر خاکش گہر افشان و من برگِ گل افشانم

(سرودِ رفتہ ص ۱۹۴)

علامہ اقبال بذاتِ خود اسٹیج پر نواب صاحب کے برابر، تشریف فرما تھے۔

ترجمہ: میں اونٹنی کا مزاج عرفی کی طرح خوب پہچانتا ہوں۔ چنانچہ جب اس پر محمل کا بوجھ زیادہ بھاری دیکھتا ہوں تو حدی کو زیادہ بلند آواز سے گانے لگتا ہوں۔

حمید اللہ خاں! آپ کی ذات سے ملک و ملت کو فروغ ہے۔ آپ کی مہربانیوں کے باعث میرے باغ میں لالے کے پھول کھل اٹھتے ہیں۔

حالی کے مقبرہ کا طواف اہلِ نظر کو زیب دیتا ہے۔ کہ اس کی نواؤں سے روحوں اور دلوں میں ایک ایسی رستا خیز بپا ہو جاتی ہے جسے میں خوب جانتا ہوں۔ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر)

# سید عبدالواحد معینی کے نام

جناب من۔ تسلیم

میں اکتوبر میں لاہور ہی میں حاضر رہوں گا سوائے ۲۵، ۲۶، ۲۷ اکتوبر کے کہ ان ایام مولانا حالی مرحوم کی سنٹنری پانی پت میں ہو گی۔ وہاں جانے کا وعدہ ہے۔ صحت نسبتاً اچھی ہے۔ والسلام

مخلص محمد اقبال

لاہور ۱۶ ستمبر ۳۵ء

افسوس کہ پروفیسر نکلسن والے خط کی کوئی کاپی میرے پاس موجود نہیں۔

(انوار اقبال)

---

(بقیہ حاشیہ پچھلے صفحے کا)

آکر اس کے حضور فقر و شاہی کو ایک کر دیں

تو اس کی قبر پر گہر نچھاور کر اور ہیں پھول کی پتیاں بکھیروں۔ (مولف)

(۱) پہلی بار اس خط کا عکس "مخزن" کے شمارہ مئی ۱۹۵۱ء (ص ۵۲، ۵۳) میں شائع ہوا۔

(۲) دوسری بار اس کا متن ہفتہ وار حمایت اسلام، لاہور کے شمارہ ۲۰ اپریل ۱۹۵۶ء میں شائع ہوا۔

(۳) تیسری بار "مخزن" کے حوالے سے اسے "اوراقِ گم گشتہ" (ص ۲۰۶) میں نقل کیا گیا۔

میں نے متن "مخزن" کی عکسی نقل سے اخذ کیا ہے۔

(رفیع الدین ہاشمی)

# سر راس مسعود کے نام

لاہور

۱۸ ستمبر ۱۹۳۵ء

ڈیر مسعود۔ تمہارا خط جس میں دو نامے ملفوف تھے ابھی ملا ہے الحمدللہ کہ خیریت ہے۔ میں بھی خدا کے فضل وکرم سے اچھا ہوں۔

انشاء اللہ ۲۴ یا ۲۵ اکتوبر کو پانی پت پہنچوں گا۔ جو چند اشعار فارسی کے لکھے تھے وہ میں نے خواجہ سجاد حسین صاحب کی خدمت میں ان کی درخواست پر بھیج دیئے ہیں۔ جاوید کے ماموں کو بھی آج قالین کے لیے پھر لکھ دیا ہے۔ اطمینان فرمائیے۔

باقی رہا وہ معاملہ سو اس میں تمہارے اس خط کے بعد میں کیا عرض کروں۔ اعلیٰ حضرت نواب بھوپال کی پنشن قبول کرنے کے بعد کسی اور طرف نگاہ کرنا آئینِ جوانمردی نہیں ہے۔ لیکن میں آپ کو اپنا دوسرا SELF خیال کرتا ہوں اس واسطے جو کچھ آپ لکھتے ہیں اس پر عمل کرتا ہوں اخباروں میں اس کا چرچا مناسب نہیں معلوم ہوتا اور اس کی ادائیگی بھی معرفت اعلیٰ حضرت ہی ہونی چاہیئے جیسا کہ آپ نے مجھ سے زبانی کہا تھا۔ زیادہ کیا عرض کروں۔

لیڈی مسعود سلام قبول کریں۔ جاوید سلام عرض کرتا ہے۔ علی بخش بھی آداب کہتا ہے۔ والسلام

محمد اقبال، لاہور

(اقبال نامہ)

# سید نذیر نیازی کے نام

لاہور۔ ۲۷ ستمبر ۳۵ء

ڈیر نیازی صاحب۔ السلام علیکم

آپ کا خط مل گیا ہے۔ حکیم صاحب کی خدمت میں عرض کیجیے کہ اس دوا سے اس وقت تک کوئی خاص فائدہ نہیں ہوا۔ حالت وہی ہے جو پہلے تھی۔ میرے خیال میں جو دوا اس سے پہلے میں نے کھائی تھی وہ نسبتاً اس سے زیادہ مفید تھی جیساکہ میں نے پہلے عرض کیا تھا۔ دوا میں تین چیزوں کا لحاظ ضروری ہے:

(۱) بلغم کا استیصال کرے۔

(۲) قوتِ جسمانی میں ترقی ہووے۔

(۳) آواز پر موثر ہو۔

اگر صرف قوتِ جسمانی کے لیے کوئی جوہر حکیم صاحب تیار کریں تو شاید باقی دونوں کے لیے بھی مفید ہو گا مگر جو دوا پھر وہ تجویز کریں اس کا ایک نتیجہ یہ ہونا چاہیے کہ ہر صبح فراغت کھل کر ہو جایا کرے۔

چھوٹی بچی منیرہ[1] کے لیے استانی کی ضرورت ہے اگر کوئی شریف زادی جو قرآن اور دینی کتابیں پڑھا سکتی ہو مل جائے تو غنیمت ہے۔ بیوہ اور بے اولاد ہو تو سبحان اللہ۔ تمام عمر میرے گھر میں گزار دے۔ گھر کا انتظام کرے اور بچوں کی تربیت کرے۔ عمر چالیس سال ہو یا اس سے کم و بیش اس کے علاوہ ایک باورچی کی ضرورت ہے جو ہندی کھانا پکانا جانتا ہو اور دیانت دار ہو آپ بھی خیال رکھیں میں نے بعض اور دوستوں سے بھی کہہ رکھا ہے دہلی میں ممکن ہے کوئی

---

[1] منیرہ بانو (اب بیگم جہاں صلاح الدین) صاحبزادی حضرت علامہ مرحوم
(سید نذیر نیازی)

مل جائے۔

باقی جب آپ مستقل طور پر لاہور آجائیں گے تو بُک پبلشنگ فرم کے متعلق مشورہ کیا جائے گا۔ والسلام

محمدؐ اقبال

(عکس) (مکتوبات اقبال)

## سر راس مسعود کے نام

لاہور

۲ر اکتوبر ۱۹۳۵ء

ڈیر مسعود۔ ایک خط اس سے پہلے لکھ چکا ہوں جو امید ہے تم کو مل گیا ہوگا۔ جواب کا ابھی تک انتظار ہے۔ امید ہے کہ آپ اور بیگم مسعود مع الخیر ہوں گے۔ میرے ایک دوست جو یہاں کے سادات میں سے ہیں اور مرض ذیابیطس کے پرانے بیمار تھے حال میں تندرست ہوکر ویانا (آسٹریا) سے واپس آئے ہیں وہ بیان کرتے ہیں کہ دورانِ علاج میں انھوں نے اپنے ڈاکٹر سے میرے مرض کا ذکر بھی کیا تھا۔ جس پر ڈاکٹر نے کہا کہ اگر وہ بیمار یہاں آجائے تو میں گارنٹی کرتا ہوں کہ بالکل تندرست ہوجائے گا۔ شاہ صاحب فروری میں پھر ویانا جانے والے ہیں اور اصرار کرتے ہیں کہ میں بھی اُن کے ساتھ چلوں اور وہاں چل کر علاج کراؤں۔ آپ اس بارے میں کیا مشورہ دیتے ہیں؟ فی الحال میری صحت ترقی کر رہی ہے۔ آواز میں بھی قدرے امپروومنٹ ہے۔ ڈاکٹر عبدالباسط نے جو فوٹو میرے سینے کا لیا تھا اسے ڈاکٹر رحمٰن ویانا بھیجنے والے تھے۔ معلوم نہیں ابھی تک بھیجا ہے یا نہیں۔ میں نے ڈاکٹر صاحب (عبدالباسط) کو خط لکھ کر دریافت کیا ہے۔ وہاں سے اکسپرٹ اوپینین[1] آجانے پر

---

[1] EXPERT OPINION ماہرین کی رائے۔ (مؤلف)

آخری فیصلہ کروں گا۔ فی الحال میں آپ کی رائے چاہتا ہوں۔ باقی خدا کے فضل سے خیریت ہے۔ جاوید آداب عرض کرتا ہے اور علی بخش سلام لکھواتا ہے۔
والسلام

محمد اقبال

بیگم مسعود صاحبہ سے سلام عرض کیجیے۔ انشاءاللہ پانی پت میں ملاقات ہوگی۔ کل سے کوٹھی کے بقایا حصے کی تعمیر ہوگی۔ امید کہ پانی پت جانے تک کام ختم ہو جائے گا۔

(اقبال نامہ)

## ڈاکٹر عبدالباسط کے نام

لاہور ۲ اکتوبر ۳۵ء

مخدومی ڈاکٹر صاحب، آپ کا خط ملا جس کے لیے سراپا سپاس ہوں۔
آپ کو یاد ہوگا۔ میں نے آپ کی خدمت میں عرض کیا تھا کہ وہ فوٹو جو آپ نے میرے سینے کا لیا تھا۔ اسے اکسپرٹ او پنین کے لیے ویانا بھیج دیا جائے تو بہت مناسب ہے۔ ڈاکٹر خان بہادر صاحب[1] سے بھی یہی عرض کیا تھا کہ وہ ڈاکٹر رحمٰن صاحب[2] سے کہہ کر اسے ویانا بھجوادیں۔ اور یہ نیز کہ اکسپرٹ کی فیس جو ہوگی وہ میں ادا کر دوں گا۔ معلوم نہیں ڈاکٹر صاحب نے بھجوایا ہے یا نہیں مہربانی کرکے ان سے دریافت کرکے جہاں تک ممکن ہو جلد اطلاع دیجیے۔

---

[1] خان بہادر ڈاکٹر احمد بخش ڈاکٹر سید عبدالباسط کے معاون ڈاکٹر تھے اور بھوپال میں علامہ اقبال کے معالجین میں شامل تھے۔

[2] ڈاکٹر رحمٰن بھی علامہ کے معالج تھے۔

(رفیع الدین ہاشمی)

میرے ایک دوست جو یہاں کے سادات میں سے ہیں اور مرض ذیابیطس کے پرانے بیمار تھے۔ حال میں یورپ گئے تھے۔ کل ہی تندرست ہو کر ویانا سے واپس آئے ہیں۔ انھوں نے اپنے ڈاکٹر صاحب میرے مرض کا بھی ذکر کیا تھا جس پر ڈاکٹر نے کہا کہ اگر وہ بیمار یہاں آجائے تو میں گارنٹی کرتا ہوں کہ وہ تندرست ہو جائے گا۔ میرے دوست فروری میں پھر جانے والے ہیں اور مجھ سے کہتے ہیں کہ میں ان کے ہمراہ چلوں ابھی بہت وقت باقی ہے۔ اگر ویانا سے اکسپرٹ اوپینین آجائے تو میں آخری اور قطعی فیصلہ ان کے ساتھ جانے کا کروں۔ صحت میری آپ کی عنایت سے پہلے سے بہت بہتر ہے۔ آواز میں بھی قدرے ترقی ہے۔ سید راس مسعود کو بھی میں نے آج خط لکھا ہے اور ان سے اس بارے میں مشورہ کیا ہے۔ مہربانی کر کے اس خط کا جواب جلد عنایت فرمائیے۔ جاوید آداب عرض کرتا ہے۔ والسّلام

علی بخش بھی سلام لکھواتا ہے۔

مخلص محمدؐ اقبال

(خطوط اقبال)

---

لے ے، رہ گیا ہے۔

ان سب خطوط کے عکس پہلی بار "اقبال ریویو" (ص ۱۴۴ - ۱۵۶) میں شائع کیے گئے اصل خطوط اقبال اکیڈمی میں محفوظ ہیں۔

(رفیع الدین ہاشمی)

# خواجہ غلام السیدین کے نام

ڈیر سیدین صاحب، السلام علیکم

دو بچوں کے لیے استانی کی ضرورت ہے۔ جس پر میں اُن کی اخلاقی اور دینی تربیت کے لیے اعتبار کر سکوں۔ تہذیبِ نسواں میں اشتہار دیا تھا۔ جس کے جواب میں ایک خط علی گڑھ سے بھی آیا ہے۔ مہربانی کر کے اس خاتون کے متعلق حالات معلوم کر کے آگاہ کریے۔ چونکہ بچوں کی والدہ کا گزشتہ مئی میں دفعتہً انتقال ہو گیا، اس واسطے گھر کا تمام انتظام بھی استانی صاحبہ کے سپرد ہو گا۔ ان کے فرائض مندرجہ ذیل ہوں گے۔

(۱) بچوں کی اخلاقی اور دینی تربیت اور نگہداشت۔ لڑکا ۱۱ سال کا ہے، اسکول جاتا ہے۔ لڑکی ۵ سال کی ہے۔

(۲) گھر کا انتظام اور نگہداشت۔ اس سے میری مراد یہ ہے کہ سب گھر کا چارج انھیں کو دیا جائے گا۔ اور زنان خانے کے تمام اخراجات انھیں کے ہاتھ سے ہوں گے۔

مندرجہ ذیل باتیں ضروری ہیں:

(۱) بیوہ اور بے اولاد ہو (۲) عمر میں کسی قدر مسن ہو تو بہتر ہے (۳) کسی شریف گھر کی ہو جو گردشِ زمانہ سے اس قسم کا کام کرنے پر مجبور ہو گئی ہو (۴) دینی اور اخلاقی تعلیم دے سکتی ہو۔ یعنی قرآن اور اردو پڑھا سکتی ہو۔ عربی اور فارسی بھی جانتی ہو تو اور بھی بہتر ہے۔ (۵) سینا پرونا وغیرہ بھی جانتی ہو (۶) کھانا پکانا جانتی ہو۔ اس سے میری مراد یہ نہیں کہ اس سے باورچی کا کام لیا جائے گا۔

غرض کہ آپ خود ماہرِ تعلیم ہیں اور میرے موجودہ حالات سے بھی باخبر۔ مندرجہ بالا امور کو ملحوظ رکھ کر حالات دریافت کیجیے امید ہے کہ مزاج بخیر ہو گا،

اور آپ سے پانی پت میں ملاقات ہوگی۔

محمدؐ اقبال

۸ راکتوبر ۱۹۳۵ء

جو خط علی گڑھ سے آیا ہے وہ اس خط میں ملفوف ہے، اس پر ان کا پتہ بھی لکھ دیا ہے۔

(اقبال نامہ)

## سید نذیر نیازی کے نام

ڈیر نیازی صاحب آپ کا خط ابھی ملا ہے جس کے اندر دوائی بھی ہے۔ صبح نو بجے حلوے کے ساتھ دوا کھانا غیر ممکن ہے کہ میں اگر حلوا کھاؤں تو دن بھر بھوک نہیں لگتی اور میرے لیے حلوا سخت قابض ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ کھانا ہمیشہ ۱۱ بجے کھاتا ہوں اگر آپ کی ہدایت کے مطابق اوقات خوراک میں تبدیلی کی جائے تو تمام نظام درہم برہم ہوجائے گا۔ لہٰذا بہتر یہ ہے کہ وسط ناشتہ ہی میں دوا کا استعمال کیا جائے۔ دیگر عرض یہ ہے کہ ان تمام دواؤں میں سے صرف ایک دوا (وسط ناشتہ والی) کھائی جائے تو کیا ہرج ہے۔ یا زیادہ سے زیادہ دو دوائیں۔ ایک وسط ناشتہ اور دوسری رات کو سوتے وقت۔ اگر حکیم صاحب صرف ایک دوا کی اجازت دیں تو نہایت مناسب ہے کیونکہ اس طرح انگریزی دوا کے استعمال میں کوئی دقت نہ ہوگی باقی حالات بدستور ہیں۔ عام صحت اچھی ہے۔ آواز کا وہی حال ہے جو بھوپال سے واپس آتے ہوئے تھا۔ باورچی کی تلاش رکھیے۔ استانی کے لیے میں نے تہذیب نسواں میں اشتہار دیا ہے۔ بیگم محمد علی صاحبہ کی سرپرستی میں جو عورتوں کا رسالہ نکلتا ہے اس میں بھی اگر ہوجائے تو خوب ہو۔ بلغم اب صبح کو نکلتی ہے۔

والسلام جواب جلد

محمدؐ اقبال ۹ راکتوبر ۳۵ء

(عکس)

(مکتوبات اقبال)

# سید محفوظ علی بدایونی کے نام

لاہور

۱۴ اکتوبر ۱۹۳۵ء

مخدومی، السلام علیکم آپ کا والا نامہ ابھی ملا ہے۔ الحمدللہ کہ آپ مع الخیر ہیں۔

میں گزشتہ ۱۸ ماہ سے علیل ہوں سفر بہت کم کرتا ہوں۔ ہر تیسرے مہینے بھوپال جاتا ہوں۔ وہاں برقی علاج ہے جس سے کچھ فائدہ ہے اب ویانا (آسٹریا[1]) جانے کی فکر میں ہوں۔ یہ ظاہری علاج ہے۔ باطنی علاج صرف اس قدر ہے کہ آپ کے جدّ پر درود پڑھتا ہوں۔ آپ بھی دعا فرمائیے۔ اگر بدایوں آتا تو ضرور آپ ہی کے ہاں ٹھہرتا۔ اور آپ کے روحانیات سے مستفیض ہوتا۔ والسلام۔

مخلص محمد اقبال

(اقبال نامہ)

# سید نذیر نیازی کے نام

ڈیر نیازی صاحب۔

میرا خط آپ کو ملا ہے یا نہیں۔ آپ لکھتے تھے کہ آپ خود لاہور آنے کو ہیں۔ مگر نہ آپ آئے نہ میرے خط کا جواب آیا نہ آپ کا رسالہ نکلا۔ بہر حال حکیم صاحب قبلہ سے پوچھ کر جواب لکھیے۔ میں نے ابھی تک دوا کا استعمال شروع نہیں کیا کہ آپ کے خط کا انتظار تھا۔ وائنا (آسٹریا) جانے کا خیال ہے۔ ڈاکٹر انصاری صاحب سے خط و کتابت کر رہا ہوں۔ انھوں نے

[1] اقبال نامہ حصہ اول ص ۲۴۸ پر غلطی سے آسٹریلیا درج تھا۔ (مؤلف)

نہایت مہربانی سے مدد کا وعدہ کیا ہے۔ اگر گیا تو فروری یا اپریل ۳۶ء میں جاؤں گا۔ والسلام

محمد اقبال۔ لاہور
۱۵ر اکتوبر ۳۵ء
(مکتوبات اقبال)

## حکیم محمد حسین عرشی کے نام

جنابِ[1] عرشی صاحب السلام علیکم

آپ کا والا نامہ آج صبح مجھے مل گیا۔ مولوی[2] صاحب قبلہ کی خدمت میں میری طرف سے سلام عرض کر کے بہت بہت شکریہ ادا کیجیے۔ جیسا کہ آپ کو معلوم ہے میں گزشتہ ۱۸ر ماہ سے ہائی کورٹ کا کام نہیں کرتا اس واسطے مولوی صاحب سے گفتگو کرنے کے لیے مجھے کچھ پہلے کتابوں کا مطالعہ کرنا ہو گا۔ جس کے لیے اس وقت میری طبیعت حاضر نہیں۔ اور نہ اس قدر محنت برداشت ہو سکتی ہے۔ انشاء اللہ کچھ مدت بعد ایسا کر سکوں گا۔ فی الحال میرے خیال میں چاہیئے کہ ایسی مثالیں لی جائیں جن میں فقہا کے نزدیک "عول" کی ضرورت پڑتی ہے اور تقسیم سے ثابت

---

[1] ایک صحبت میں علامہ نے مجھ سے اسلامی قانونِ وراثت کے بعض اجزا کے متعلق حضرت خواجہ احمد الدین مرحوم کی تحقیق دریافت فرمائی۔ میں نے لاعلمی ظاہر کی اور امرتسر پہنچ کر خواجہ صاحب کو آمادہ کیا کہ وہ علامہ مرحوم کے رد در رد اس اہم مسئلہ پر روشنی ڈالیں۔ ان کی منظوری سے علامہ کو مطلع کیا تو آپ نے مکتوب مذکور سپرد قلم فرمایا۔

[2] خواجہ احمد الدین صاحب مرحوم۔

(عرشی)

کیا جائے کہ "عول" کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ ایسی مثالیں انگریزی کتب میں موجود ہیں۔ مولوی سراج الدین پال آپ کو بتا سکیں گے۔ یہ مسئلہ نہایت ضروری ہے۔ میں خود بھی "عول" کی تردید میں بہت دل چسپی رکھتا ہوں۔ امید کہ مولوی صاحب کا مزاج بخیر ہوگا۔

اگر مسئلہ[1] عول پر ایک علاحدہ رسالہ لکھا جائے تو نہایت مناسب ہوگا۔ جو کچھ مولوی صاحب نے تفسیر "بیان القرآن"[2] میں لکھا ہے، اس کو مزید تشریح و توضیح کے ساتھ علاحدہ چھاپ دیا جائے تاکہ اس مسئلے کی طرف علما کی خاص توجہ ہو جائے اور وکیل و بیرسٹر صاحبان بھی اس میں خاص دل چسپی لے سکیں۔

مخلص محمدؐ اقبال

۱۷ر اکتوبر ۱۹۳۵ء

(اقبال نامہ)

## ڈاکٹر عبدالباسط کے نام

لاہور۔ ۱۸ر اکتوبر ۳۵ء

ڈیر ڈاکٹر صاحب۔ السّلام علیکم

آپ کا والا نامہ کچھ دن ہوئے مل گیا تھا۔ جس کے لیے سپاس گزار ہوں۔ خدا کے فضل و کرم سے میری صحت اچھی ہے اور آواز میں بھی امپروومنٹ ہے۔ بلغم بھی اب بہت کم ہو گئی ہے صبح کے وقت البتہ آتی ہے۔ میں نے ڈاکٹر انصاری اور سید راس مسعود سے خط کتابت کی ہے اور دونوں حضرات نے ویانا جانے کے خیال کی تائید کی ہے۔ مگر جانے کے متعلق آخری فیصلہ کرنے سے پہلے چند باتوں کا جاننا

---

[1] تعلیقات ملاحظہ ہوں۔

[2] تفسیر بیان اللسان۔ (عرشی)، تفسیر "بیان القرآن" مولوی اشرف علی تھانوی کی تصنیف ہے۔ اقبال نے سہواً اس کتاب کا نام لکھ دیا۔ (موتف)

Dr. Sir Mohd. Iqbal Kt.
M.A. Ph.D. LL.D.
Barrister-at-Law

Lahore

Dated ______ 193

ڈیر ڈاکٹر صاحب ۔ السلام علیکم

Dr M. Ali M.D.,
IX, Harmoniegasse
4/5 Wien
(Austria)

ضروری ہے۔ ڈاکٹر انصاری نے مجھے ڈاکٹر مظفر علی صاحب[1] کا پتہ بھیج دیا ہے اور خود بھی ان کو خط لکھا ہے۔ اب آپ مہربانی کرکے (جہاں تک ممکن ہو جلد) وہ فوٹو ڈاکٹر مظفر علی صاحب کی خدمت میں بھجوادیں۔ اس فوٹو کے ساتھ بیماری کی ہسٹری پر ایک نوٹ بھی ڈاکٹر رحمٰن صاحب سے یا ڈاکٹر خان بہادر صاحب سے لکھوا کر ان کی خدمت میں ارسال کریں۔ علاوہ اس کے[2]، جو تھوڑا سا اختلاف آپ میں اور ڈاکٹر رحمٰن صاحب میں فوٹو کے متعلق تھا۔ اس پر بھی ایک نوٹ خود لکھ کر ڈاکٹر مظفر علی صاحب کو بھجوادیں۔ یہ سب نوٹ اور دیگر امور جو آپ کے نزدیک ضروری ہوں لکھوا کر اور ٹائپ کرواکر بھجوائیں تو میں بے حد شکر گزار ہوں گا ڈاکٹر مظفر علی صاحب کا پتہ ہے

DR. M. ALI, M.D.
IX HARMONIEGASSE,
4/5 WIENA,
( AUSTRIA)

فوٹو بھوپال سے جانے کے بعد میں خود ڈاکٹر صاحب مظفر علی کی خدمت میں خط لکھوں گا اور دریافت طلب امور ان کی خدمت میں لکھوں گا۔ مجھے یقین ہے کہ آپ اس امر کی طرف خاص توجہ دے کر فوٹو مع نوٹ ضروری جلد ڈاکٹر صاحب کی خدمت میں بھجوا کر مجھے مطلع فرمائیں گے۔ زیادہ کیا عرض کروں۔ امید کہ آپ کا مزاج بخیر و

---

[1] ڈاکٹر مظفر، ڈاکٹر انصاری کے بھانجے تھے اور ان دنوں ڈاکٹری کی اعلیٰ تعلیم کے لیے ویانا میں مقیم تھے۔ ڈاکٹر انصاری کے مشورے کے مطابق علامہ اقبال اپنی بیماری کی ہسٹری اور ایکسرے ڈاکٹر مظفر علی کو بھیج کر ان کے توسط سے ویانا کے ڈاکٹروں کی ''اکسپرٹ اوپنیین'' منگانا چاہتے تھے۔

[2] اصل متن میں ''کے'' موجود نہیں ہے۔ (سید نذیر نیازی)

عافیت ہوگا۔ صاحب زادے کو سلام کہیے اور بچّوں کو دُعا۔ والسلام

مخلص محمدؐ اقبال

اس خط کی رسید سے بھی اطلاع دیجیے۔ اکسپرٹ کے لیے فیس جو بھی ہوگی، میں ادا کردوں گا آپ ڈاکٹر منظفر علی کو لکھ دیجیے کہ فوٹو کے متعلق مزید خط کتابت میں ان سے خود کرلوں گا اور جو فیس وہ لکھیں گے وہ بھیجدوں گا یا وہیں جاکر ادا کروں گا۔

محمدؐ اقبال

اگر فوٹو[1] اور متعلقہ کاغذات بھوپال سے دیانا پہنچنے میں کچھ دقت ہو تو تمام چیزیں یہاں لاہور میرے پتے پر رجسٹرڈ بھجوادیں۔ میں یہاں سے ڈاکٹر منظفر علی صاحب کی خدمت میں خود ارسال کروں گا۔ والسلام

بہتر ہو کہ ہوائی ڈاک میں یہ سب کچھ مرسل ہو۔

محمدؐ اقبال

(خطوطِ اقبال)

(عکس[1] نامکمل)

---

[1] عکس نامکمل ہے۔ دوسرا صفحہ نہیں ملا۔ یہ عبارت اُس صفحہ پر تحریر کی ہو گی۔

(مولّف)

# سید خلیل احمد کے نام

لاہور ۲۹ ر اکتوبر ۳۵ء

جناب من۔ آپ کا نوازش نامہ مجھے آج ہی ملا ہے جس کے لیے سراپا سپاس ہوں۔

میں قریباً دو سال سے علیل ہوں گلے کی بیماری ہے جس کی وجہ سے میں کسی قسم کی تقریر نہیں کر سکتا۔ میں اس رسم کو ادا کرنا اپنے لیے سرمایۂ افتخار جانتا ہوں مگر افسوس کہ علالت کی وجہ سے ایسا کرنا میرے لیے ناممکن ہے۔ میں آپ کی سوسائٹی کو غالبؒ کی قدر شناسی پر مبارکباد کہتا ہوں۔ والسلام

محمدؐ اقبال

(مجلہ اقبالیات (۲)
اقبال انسٹی ٹیوٹ کشمیر یونیورسٹی)
۱۹۸۲ء

(غیر مدون)

---

نوٹ: اینگلو عربک کالج دہلی (موجودہ ڈاکٹر ذاکر حسین کالج) کے ایک پرانے طالب علم سید خلیل احمد نے اس خط کی فوٹو کاپی پروفیسر مسعود حسن خاں، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کو بھیجی جو انھوں نے اقبال انسٹی ٹیوٹ کشمیر یونیورسٹی کے مجلہ" اقبالیات " (۲)، ۱۹۸۲ء میں شائع کرا دی۔ مولف کو اس خط کی نقل جناب رحیم بخش شاہین مصنف "اوراق گم گشتہ" نے ازراہ کرم فراہم کی ہے۔

سید خلیل احمد دہلی میں آنریری مجسٹریٹ تھے۔ یہ طالب علمی کے زمانے میں اینگلو عربک کالج اور ینٹل سوسائٹی کے وائس پریسیڈنٹ تھے۔ جب سوسائٹی نے "غالب ڈے" منایا تو سر آغا خاں نے غالب کی تصویر کشائی کی تھی۔ اس موقع پر مشاعرے کی صدارت کی دعوت علامہ کو دی گئی تھی۔ مذکورہ بالا خط اس کے جواب میں لکھا گیا۔

(مولف)

# خواجہ غلام السیدین کے نام

لاہور ۲۰ ر اکتوبر ۳۵ء

ڈیر سیدین صاحب۔ امید کہ آپ مع الخیر علی گڑھ پہنچ گئے ہوں گے۔ ملفوفہ خط علی گڑھ سے آیا ہے۔ مہربانی کر کے اپنی بیگم صاحبہ کو زحمت دیجیے کہ وہ ممتاز فاخرہ سے مل کر ان کی شخصیت کا اندازہ کریں اور اگر ممتاز فاخرہ صاحبہ پردہ کی پابند نہ ہوں تو آپ خود بھی ان سے گفتگو کر کے ان کی قابلیت کا اندازہ کریں۔ مسز شیخ عبداللہ[1] صاحب سے بھی ان کی سیرت وغیرہ کے متعلق حالات دریافت کریں۔

نیز یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ پنجاب کے کس شہر کی وہ رہنے والی ہیں اور ان کے والد اور بھائیوں کے (اگر کوئی ہوں) کیا نام ہیں تاکہ اگر آپ کا فیصلہ ان کے حق میں ہو تو میں مزید تحقیق کر سکوں۔

تعلیمی اعتبار سے اور نیز اس خیال سے کہ علی گڑھ میں ان کا قیام رہا ہے میں سمجھتا ہوں کہ وہ بچوں کی نگہداشت کے لیے موزوں ہوں گی مگر ایک دقت یہ ہے کہ ان کی عمر چھوٹی ہے۔ اس عمر کی عورت تعلیم تو دے سکتی ہے مگر تربیت مشکل ہے اس کے علاوہ برس چھ ماہ کے بعد ان کی شادی ہو گئی تو پھر نئی استانی کی تلاش کرنی پڑے گی بہرحال آپ فی الحال حالات دریافت کریں۔ اور نیز ان کی شخصیت کے متعلق رائے قائم کر کے مجھے تحریر فرمائیں۔ یہ بھی معلوم ہو جائے کہ وہ کس قدر تنخواہ قبول کریں گی۔ تفصیلی حالات ان کو معلوم ہیں کہ میں نے ۲۴ ر اکتوبر کے تہذیب نسواں میں

---

[1] علی گڑھ گرلز کالج کے بانی شیخ عبداللہ کی بیگم۔

(مؤلف)

ایک زیادہ مفصل اشتہار دیدیا تھا تاکہ بے سود خط کتابت کرنی نہ پڑے۔ یہ خط ممتاز فاخرہ نے وہ اشتہار دیکھنے کے بعد لکھا ہے۔ زیادہ کیا لکھوں امید کہ آپ کا مزاج بخیر ہوگا۔ والسلام

محمدؐ اقبال لاہور

(عکس)
(غیر مطبوعہ)

# سید نذیر نیازی کے نام

راجہ صاحبؒ کا مضمون میں نے نہیں دیکھا۔ دیکھا تو تھا پڑھا نہیں۔ آپ اپنے

---

لہ مسئلہ نبوت پر اقبال کی یہ دونوں تحریریں جناب سید نذیر نیازی کو بھیجی گئی تھیں۔ جب اقبال نے قادیانی تحریک کے خلاف بیان دیا تو اس بیان پر مختلف حلقوں کی طرف سے اعتراضات شائع ہوئے۔ ان اعتراضات کی روشنی میں اقبال نے اپنا نقطۂ نظر واضح کرنے کی کوشش کی اور یہ دونوں تحریریں اسی سلسلے میں ہیں۔

سید نذیر نیازی ان دنوں "طلوع اسلام" کے مدیر تھے۔ چنانچہ انھوں نے "طلوع اسلام" بابت اکتوبر ۱۹۳۵ء میں اس مسئلے پر روشنی ڈالنے کی کوشش کی اور اقبال کی ان تحریروں کے اقتباسات بھی دیے جو اس شمارے کے صفحات ۱۰۲ - ۱۰۴ میں موجود ہیں۔ (بشیر احمد ڈار) (بقیہ اگلے صفحہ پر)

مضمون میں اپنے خیالات کا اظہار کریں[۲] ان کے خیالات کی تردید ضروری نہیں۔
نبوت کے دو اجزا ہیں۔ (۱) خاص حالات و واردات جن کے اعتبار سے نبوت، روحانیت کا ایک مقام خاص تصور کی جاتی ہے (مقام تصوف اسلام میں ایک اصطلاح ہے)۔
(۲) ایک SOCIO-POLITICAL INSTITUTION قائم کرنے کا عمل یا اس کا قیام اس INSTITUTION کا قیام گو ایک نئی اخلاقی فضا کی تخلیق ہے جس میں پرورش پا کر فرد اپنے کمالات تک پہنچتا ہے اور جو فرد اس نظام کا ممبر نہ ہو یا اس کا انکار کرے وہ ان کمالات سے محروم ہو جاتا ہے۔ اس محرومی کو مذہبی اصطلاح میں کفر کہتے ہیں۔ گویا اس دوسرے جزو کے اعتبار سے نبیؐ کا منکر کافر ہے۔
دونوں اجزا موجود ہوں تو نبوت ہے۔ صرف پہلا جزو موجود ہو تو تصوف اسلام میں اس کو نبوت نہیں کہتے اس کا نام ولایت ہے۔ ختم نبوت کے معنی یہ ہیں کہ کوئی شخص بعد اسلام اگر یہ دعویٰ کرے کہ مجھ میں ہر دو اجزا نبوت کے موجود ہیں یعنی یہ کہ مجھے الہام وغیرہ ہوتا ہے اور میری جماعت میں داخل نہ ہونے والا کافر ہے تو وہ شخص کاذب ہے۔ اور واجب القتل[۳]۔ مسیلمہ کذاب کو قتل کیا گیا حالانکہ جیسا سیوطی لکھتا ہے وہ حضور رسالتمآبؐ کی نبوت کا مصدق تھا اور اس . . . حضور رسالتمآب کی نبوت کی تصدیق تھی۔

---

(بقیہ حاشیہ) قیاس ہے کہ یہ خط اور اسی موضوع پر اگلا خط بنام سید نذیر نیازی۔ اکتوبر ۱۹۳۵ء میں لکھا گیا ہوگا۔ (مولف)

[۱] راجہ صاحب سے مراد غالباً راجہ حسن اختر مرحوم ہیں۔ (بشیر احمد ڈار)

[۲] عکس میں "ضرور" لکھا ہے۔ لکھنے میں سہواً "ی" چھوٹ گئی۔ (مولف)

[۳] انوار اقبال میں یہ حصہ محذوف تھا۔ عکس اس قدر برا چھپا ہے کہ بعض جملے صاف پڑھنے میں نہیں آتے۔ (مولف)

لیڈنگ سٹرنگز[1] LEADING STRINGS سے مراد لیڈنگ سٹرنگز آف ریلیجن نہیں بلکہ لیڈنگ سٹرنگز آف فیوچر پرافٹس آف اسلام ہے یا یوں کہیے کہ ایک کامل الہام ووحی کی غلامی قبول کر لینے کے بعد کسی اور الہام و وحی کی غلامی حرام ہے۔ بڑا اچھا سودا ہے کہ ایک کی غلامی سے باقی سب غلامیوں سے نجات ہو جائے اور لطف یہ کہ نبی آخرالزماں کی غلامی، غلامی نہیں بلکہ آزادی ہے کیونکہ ان کی نبوت کے احکام دین فطرت ہیں یعنی فطرت صحیحہ ان کو خود بخود قبول کرتی ہے۔ فطرتِ صحیحہ کا انھیں خود بخود قبول کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ احکام زندگی کی گہرائیوں سے پیدا ہوتے ہیں اس واسطے عین فطرت ہیں، ایسے احکام نہیں جن کو ایک مطلق العنان حکومت نے ہم پر عائد کر دیا ہے اور جن پر ہم محض خوف سے عمل کرنے پر مجبور ہوں۔ اسلام کو دین فطرت کے طور پر REALISE کرنے کا نام تصوف ہے اور ایک اخلاص مند مسلمان کا فرض یہ ہے کہ وہ اس کیفیت کو اپنے اندر پیدا کرے۔ اس کیفیت کو میں نے لفظ EMANCIPATION سے تعبیر کیا ہے۔ والسلام

محمد اقبال

حکیم[2] صاحب واپس آئیں تو ان سے دوائے کر ارسال کیجیے اور یہ بھی طے

---

[1] لیڈنگ سٹرنگز (LEADING STRINGS) اشارہ ہے اقبال کے پانچویں لیکچر کے ایک فقرے کی طرف جس میں کہا گیا ہے کہ (LIFE CANNOT FOR EVER BE KEPT IN LEADING STRING) صفحہ ۱۲۶ ستمبر ۱۹۶۵) یعنی کہ انسان ہمیشہ سہاروں پر زندگی بسر نہیں کر سکتا (ترجمہ از سید نذیر نیازی، صفحہ ۱۹۳)

(بشیر احمد ڈار)

[2] 'انوار اقبال' میں یہ جملے محذوف تھے۔

(موٴلف)

کر لیجئے کہ کن کن اوقات پر کھائی جائے، انگریزی دوا صبح و شام کھائی جائے گی۔

(انوارِ اقبال)

(عکس)

---

ؔ عکس سے ظاہر ہے کہ اس خط پر اقبال نے اپنی ایک نظم "مدنیت اسلام" بھی لکھ بھیجی تھی جو "طلوعِ اسلام" بابت اکتوبر ۱۹۳۵ء میں شائع ہوئی۔ یہ نظم درج ذیل ہے:

مدنیتِ اسلام

بتاؤں تجھ کو مسلماں کی زندگی کیا ہے
یہ ہے نہایتِ اندیشہ و کمالِ جنوں
طلوع ہے صفت آفتاب اس کا غروب
یگانہ اور مثالِ زمانہ گونا گوں
حقائقِ ابدی پر اساس ہے اس کی
یہ زندگی ہے نہیں ہے طلسمِ افلاطوں
نہ اس میں عصرِ رواں کی حیا سے بیزاری
نہ اس میں عہدِ کہن کے فسانہ و افسوں
عناصر اس کے ہیں روح القدس کا ذوقِ جمال
عجم کا حسنِ طبیعت، عرب کا سوزِ دروں

(مولف)

Dr. Sir Mohd. Iqbal Kt.
M.A. Ph.D. LL.D.
Barrister-at-Law

Lahore

Dated __________ 193

Dr. Sir Muhd. Iqbal, Kt.
M.A., Ph.D., LL.D.
Barrister-at-Law

Lahore

Dated ________ 193

# سید نذیر نیازی کے نام

(۱) عقل اور وحی کا مقابلہ یہ فرض کر کے کہ دونوں علوم کے مآخذ ہیں درست نہیں ہے۔ علوم کے مآخذ انسان کے حواس اندرونی اور بیرونی ہیں۔ عقل ان حواس ظاہری و معنوی کے انکشافات کی تنقید کرتی ہے اور یہی تنقید اس کا حقیقی FUNCTION ہے اور بس۔ مثلاً آفتاب مشرق سے طلوع کرتا ہے اور مغرب کی طرف حرکت کرتا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ یہ حواس ظاہری کا انکشاف ہے۔ عقل کی تنقید کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ حواس کا انکشاف درست نہ تھا۔

(۲) وحی کا FUNCTION حقائق کا انکشاف ہے یا یوں کہیے کہ وحی تھوڑے وقت میں ایسے حقائق کا انکشاف کر دیتی ہے جن کو مشاہدہ برسوں میں بھی نہیں کر سکتا۔ گویا وحی حصولِ علم میں جو TIME کا عنصر ہے اس کو خارج کرنے کی ایک ترکیب ہے انسان کی ترقی کے ابتدائی مراحل میں انسان کو ان مقامات کے لیے تیار کیا جا رہا تھا جن پر پہنچ کر وہ قوائے عقلیہ کی تنقید سے خود اپنی محنت سے علم حاصل کرے۔ محمدؐ عربی کی پیدائش انسانی ارتقا کے اس مرحلے پر ہوئی جب کہ انسان کو استقرائی علم سے روشناس کرانا[1] مقصود تھا۔ میرے عقیدہ کی رو سے بعد وحیٔ محمدیؐ کے الہام کی حیثیت محض ثانوی ہے۔ سلسلہ تو الہام کا جاری ہے مگر الہام بعد وحیٔ محمدیؐ حجت نہیں ہے سوائے اس کے کہ ہر شخص کے لیے جس کو الہام ہوا ہو۔ بالفاظ دیگر بعد وحیٔ محمدیؐ الہام ایک پرائیویٹ (FACT) ہے اس کا کوئی سوشل مفہوم یا وقعت نہیں ہے۔ میں نے پچھلے خط میں لکھا تھا کہ نبوت کی دوسری حیثیت ایک (SOCIO-POLITICAL INSTITUTION)

---

[1] انوار اقبال میں "کرنا" تھا جب کہ عکس میں "کرانا" صاف پڑھا جاتا ہے۔
(مؤلف)

کی ہے اس کے یہ معنی ہیں کہ بعد وحیٔ محمدیؐ کسی کا الہام یا وحی ایسے (INSTITUTION) کی بنا قرار نہیں پا سکتا۔ تمام صوفیۂ اسلام کا یہی مذہب ہے۔ محی الدین ابن عربی تو الہام پانے والے کو نبی کہتے ہی نہیں، اس کا نام ولی رکھتے ہیں۔ یہ ٹھیک ہے کہ اسلام سے پہلے بنی نوع انسان میں شعور ذات کی تکمیل نہ ہوئی تھی۔ اسلام نے انسان کی توجہ علوم استقرائی کی طرف مبذول کی تاکہ انسانی فطرت فی کل الوجوہ کامل ہو اور اپنی ذاتی محنت سے حاصل کردہ علم کے ذریعہ سے انسان میں اعتماد علی النفس پیدا ہو۔ غرض کہ بعد وحیٔ محمدیؐ میرے عقیدہ کی رو سے الہام کی حیثیت محض ثانوی ہے۔ جس شخص کو ہوتا ہے اس کے لیے حجت ہو تو ہو اوروں کے لیے نہیں ہے۔ اگر آج کوئی شخص کہے کہ میں نے بالمشافہ حضور رسالت مآبؐ سے مل کر دریافت کیا ہے کہ فلاں ارشاد جو محدثین آپ کی طرف منسوب کرتے ہیں آپ کا ہے یا نہیں اور مجھے حضور نے کہا ہے کہ نہیں، تو ایسا مکاشفہ اس شخص کے لیے حجت ہوگا، عالمِ اسلام کے لیے نہیں۔ اگر اس قسم کے مکاشفات کو تمام عالمِ اسلام کے لیے حجت قرار دیا جائے تو تمام تنقیدی تاریخ کا خاتمہ ہو جاتا ہے یا بالفاظ دیگر روایت و درایتِ استقرا کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ شعر میں لفظ حیا (شرم) ہے[1]۔

محمد اقبال

(انوار اقبال)

---

[1] شعر میں لفظ حیا (شرم) ہے سے اشارہ اس طرف ہے کہ اقبال نے نبوت کے متعلق جو یہ تحریریں نیازی صاحب کو بھیجیں تو اسی کاغذ پر ایک طرف "مدنیت اسلام" کے نام سے ایک نظم بھی بھیجی تھی جو "طلوع اسلام"، بابت اکتوبر ۱۹۳۵ء میں شائع ہوئی۔ اس کا ایک مصرع تھا۔

"نہ اس میں عصر رواں کی حیا سے بیزاری"

اس مصرع میں لفظ "حیا" شاید پڑھا نہیں گیا تھا۔ یہ نظم بعد میں "ضرب کلیم" میں شامل ہوئی۔

(بشیر احمد ڈار)

# ڈاکٹر عبداللطیف کے نام

لاہور

یکم نومبر ۱۹۳۵ء

ڈیر ڈاکٹر عبداللطیف

ایک جریدہ جاری کرنے کی تجویز نہایت ہی خوب ہے۔ جس کا آپ نے اپنے خط میں ذکر کیا ہے۔ یہ امر میرے لیے ہمیشہ موجب ندامت رہا ہے کہ ہماری نسل نے نئی نسل کی جانب اپنے فرائض کی انجام دہی میں کوتاہی کی ہے۔ ہم ان کے لیے ایسے مسائل چھوڑ کر جا رہے ہیں جن کا حل کرنا دشوار ہوگا کہ ان کو ان سے نبرد آزما ہونے کے لیے تیار نہیں کیا گیا ہے۔

مجھے قطعاً شک نہیں کہ وائس آف اسلام[1] وقت کی ایک بڑی ضرورت کو پورا کرے گا شومیٔ قسمت کہ میں فی الحال آپ کی کوئی خدمت کرنے سے قاصر ہوں۔ میں پچھلے تیس ماہ سے گلے کے عارضہ میں مبتلا ہوں۔ اور بغرضِ علاج دیانا جانے کا ارادہ کر رہا ہوں۔ اگر میں صحت یاب ہوگیا تو مجھے تو آپ کی خدمت بجالانے میں خوشی ہو گی۔ فی الحال میرا مشورہ ہے کہ اپنے لائحہ عمل میں اسلامی فقہ کو خاص جگہ دیں۔ میں اسے دورِ حاضر کے

---

[1] VOICE OF ISLAM مجوزہ جریدہ کا نام

عطیہ - جناب حسن الدین احمد صاحب، حیدر آباد، دکن۔

لیے اسلام کی عظیم میراث سمجھتا ہوں۔ دنیائے اسلام نے بھی اب تک اس کی قدر و قیمت کا صحیح اندازہ نہیں لگایا ہے۔

مخلص

محمد اقبال

(انگریزی سے)
(غیر مطبوعہ)

## محمد عباس علی خاں لمعہ حیدر آبادی کے نام

میرے عنایت فرما سلمہ اللہ تعالیٰ

رجسٹرڈ خط ابھی ابھی ملا۔ جس میں چند نظمیں ملفوف ہیں۔ اس سے قبل بھی ایک رجسٹر اور دو خط مع اشعار موصول ہوئے ہیں۔ آپ کے جواہر پارے گنج سخن میں محفوظ ہیں اور میں دیکھ دیکھ کر محظوظ ہو رہا ہوں۔ امید ہے کہ آپ کا مزاج بخیر ہو گا۔

مخلص

محمد اقبال

یکم نومبر ۱۹۳۵ء

(اقبال نامہ)

## اظہر عباس کے نام

۸ نومبر ۱۹۳۵ء

ڈیر اظہر عباس

آپ کا خط مل گیا۔ اس سے پہلے بھی ایک خط موصول ہوا تھا مگر افسوس کہ میں علالت کی وجہ سے خطوط کا جواب لکھنے میں بہت سست ہو گیا ہوں۔

مسدس حالی نہایت عمدہ چھپی ہے اور اس کے متعدد دیباچے نہایت مفید ہیں۔ میں نے کئی سالوں بعد اسے کل اور پرسوں دوبارہ پڑھا اور بنیا لطف اٹھایا۔

امید ہے کہ آپ مرحوم کا باقی کلام بھی اس قسم کی چھوٹی چھوٹی اور نفیس جلدوں میں شائع کر سکیں گے۔

محمدؐ اقبال

(انوارِ اقبال)

# اکبر شاہ نجیب آبادی کے نام

ڈیر مولانا السلام علیکم۔ ایک مدت سے آپ کی خیر خیریت نہیں معلوم ہوئی۔ میں دو سال سے بیمار ہوں بہت کم لکھتا پڑھتا ہوں مگر آپ کا مضمون جو اخبار "احسان" میں شائع ہوا ہے دیکھ کر بے اختیار دل چاہا کہ آپ کو اس مضمون پر مبارکباد لکھوں۔ نہایت عمدہ مضمون ہے۔ مجھ سے بے شمار لوگوں نے اس کی تعریف کی ہے۔ اب آپ کے لیے ایک مضمون لکھنا باقی ہے یعنی مسئلہ جہاد کی تاریخ ہندوستان میں۔ اس کو صرف آپ ہی لکھ سکتے ہیں۔ میں نے سید نذیر نیازی مدیر "طلوعِ اسلام" (دہلی) سے کہا ہے کہ وہ آپ سے لکھنے کی درخواست کریں۔ مولوی چراغ علی مرحوم کی انگریزی کتاب، سر سید احمد کی تصانیف، مرزا غلام احمد قادیانی

---

[1] نوٹ "مسدس حالی" کا صدی ایڈیشن حالی پبلشنگ ہاؤس دہلی نے شائع کیا۔ پبلشنگ ہاؤس کے مالک اظہر عباس نے اپنے خط کے ہمراہ اس کی ایک کاپی اقبال کو بھیجی۔ اس خط کے جواب میں اقبال نے اظہر عباس کو جو خط لکھا (درج بالا)، وہ حالی پبلشنگ ہاؤس دہلی کی ایک فہرست کتب میں شائع کیا گیا ہے۔

(بشیر احمد ڈار۔ انوارِ اقبال ص ۱۶۷)

کی تصانیف اور ان کے علاوہ علما کے فتوے جو وقتاً فوقتاً شائع ہوئے اس مضمون کے لکھنے میں مدد دیں گے۔ شاید ٹیپو سلطان کے زمانے سے جہاد کے مسائل کی نئی تفسیریں شروع ہوئی ہیں۔ آپ کو مجھ سے بہتر یہ حالات معلوم ہوں گے۔ چھپنے سے پہلے اگر میں اسے دیکھ سکوں تو شاید اور باتیں بھی عرض کر سکوں۔ امید کہ آپ کا مزاج بخیر ہوگا۔ والسلام۔

محمد اقبال لاہور ۱۲ر نومبر ۳۵ء

(عکس) (انوار اقبال)

## خواجہ غلام السیدین کے نام

ڈیر سیدین صاحب السلام علیکم

میں نے کل آپ کی خدمت میں لکھا تھا کہ استانی کی تلاش میں مزید زحمت گوارا نہ کریں استانی تو مل گئی تھی مگر وہ کل شام بیمار ہو گئیں اور ڈاکٹر کو بلوا کر دکھایا تو معلوم ہوا کہ ان کی علالت شاید طول پکڑ جائے اس واسطے وہ آج شام اپنے گھر جا رہی ہیں۔ لہٰذا آپ مرے پہلے پوسٹ کارڈ کو منسوخ تصور کریں اور تلاش جاری رکھیں اگر کوئی استانی مل جائے تو مجھے مطلع فرمائیں۔ زیادہ کیا عرض کروں اس معاملے نے مجھے بہت پریشان کر رکھا ہے:

اینؔ ہم اندر عاشقی بالائے غمہائے دگر

۱۶ر نومبر ۳۵ء

مخلص محمد اقبال لاہور

(عکس)

(غیر مطبوعہ)

---

ؔ ترجمہ: دوسرے غموں سے بڑھ کر یہ بھی غم عشق میں ہوتا ہے۔

# محمد عباس علی خاں لمعہ حیدر آبادی کے نام

لاہور

۱۸ر نومبر ۱۹۳۵ء

مائی ڈیر عباس علی خاں

عیادت نامہ کے لیے ممنون ہوں۔ میں بفضل خدا بالکل اچھا ہوں۔ اگرچہ پیری کے آثار روز بروز نمایاں ہو رہے ہیں۔ انحطاط بڑھتا جا رہا ہے اور میں پبلک مشاغل سے علاحدگی اختیار کر رہا ہوں آپ نے میرے لیے بکری کا دودھ تجویز فرمایا ہے یا بھیڑ کا۔ بہرنوع بالکل سیاہ بھیڑ کا میسر آنا تو نہایت مشکل نظر آتا ہے۔ آپ کا جواب آنے پر اس باب میں آپ کو اطلاع دوں گا۔

آپ کی دعائیں میرے لیے موجبِ ممنونیت ہیں۔ لیکن یہ جانتے اور مانتے ہوئے کہ اللہ تعالیٰ وہی کرتا ہے جو ہمارے لیے بہتر ہے کیا آپ اسے تسلیم نہ کریں گے کہ ہمیں خاص مقاصد کے لیے دعا نہ مانگنی چاہیئے۔

ذاتی طور پر میں تو اللہ تعالیٰ سے ہدایت کا طالب ہوں۔ اپنے لیے تکالیف سے نجات یا حصولِ عیش و راحت کے لیے دعا نہیں کرنا چاہتا۔ زیادہ کیا لکھوں۔ آپ کے لطف و کرم اور میری صحت و عافیت سے متعلق آپ کی دلچسپی کے لیے مکرر شکر گزار ہوں۔

مخلص محمد اقبال

(اقبال نامہ)

(انگریزی سے)

# سید نذیر نیازی کے نام

ڈیر نیازی صاحب۔ السلام علیکم آپ کا پوسٹ کارڈ ابھی ملا ہے۔ تحقیق میں دیر ہو گئی ہے تو کچھ مضائقہ نہیں جمشیدہ[1] بیگم صاحبہ کے شوہر کا خط آیا تھا جس سے مجھے معلوم ہو گیا کہ وہ خارج از بحث ہیں[2] فی الحال آپ کے دوست کے مشورے پر ہی عمل بہتر ہے۔ یہ معاملہ نازک ہے۔ میں آپ کی خوشی میں شریک ہوں مگر یقین جانیے کہ مجھے پانی پت کے سفر میں تکلیف ہوئی۔ اب جو کچھ قوتِ سفر باقی ہے اسے بھوپال کے سفر کے لیے محفوظ رکھتا ہوں سیالکوٹ کی محفلِ عروسی میں میری روح انشاءاللہ شریک ہو گی اگر یہ حالات نہ ہوتے تو میرا بدن بھی شریک ہوتا۔ زیادہ کیا عرض کروں۔ والسلام۔

محمد اقبال۔ لاہور

۱۸ رنومبر ۳۵ء

(مکتوبات اقبال)

(عکس)

---

[1] مکتوبات اقبال، میں نام حذف کر دیا گیا تھا۔

(مؤلف)

[2] بطورِ نگرانِ خانہ۔

(سید نذیر نیازی)

# سید ہاشمی فرید آبادی کے نام

لہ ڈیر سیّد ہاشمی

چند اشعار حاضرِ خدمت ہیں:

مصر کے الرسالہ سے ایک کٹنگ مرسل ہے۔ شاید آپ کے مفید مطلب ہو۔

محمدؐ اقبال

۲۰ نومبر ۳۵ء

## شاعر

مشرق کے نیستاں میں ہے محتاجِ نفس نے
شاعر! ترے سینے میں نفس ہے کہ نہیں ہے؟
تاثیر غلامی سے خودی جس کی ہوئی نرم
اچھی نہیں اس قوم کے حق میں عجمی لَے!
شیشے کی صراحی ہو کہ مٹی کا سبو ہو
شمشیر کی مانند ہو تیزی میں تری لے

---

لہ یہ خط ہاشمی فرید آبادی کے کسی مراسلے کے جواب میں لکھا گیا اور غالباً ان کی فرمائش پر ہی علامہ اقبال نے خط میں انھیں اپنی نظم "شاعر" (ضربِ کلیم: ص ۱۲۰) لکھ بھیجی۔

پہلی بار اس خط کا عکس ماہنامہ "کردارِ نو"، منٹگمری، اپریل مئی ۱۹۶۳ء کے سرورق پر شائع ہوا۔

دوسری بار اسے بلا حوالہ قاضی افضل حق قریشی نے "صحیفہ" اقبال نمبر، حصّہ اول (ص ۲۰۴) میں نقل کیا۔

(رفیع الدین ہاشمی)

مشرق کے نیستاں میں ہے محتاج نفس نے
شاعر! ترے سینے میں نفس ہے کہ نہیں ہے
تاثیر غلامی سے خودی جس کی ہوئی نرم
اچھی نہیں اس قوم کے حق میں عجمی لے
شیشے کی صراحی ہو کہ مٹی کا سبو ہو
شمشیر کی مانند ہو تیزی میں تری مے
ایسی کوئی دنیا نہیں افلاک کے نیچے
بے معرکہ ہاتھ آئے جہاں تخت جم و کے
ہر لحظہ نیا طور نئی برق تجلی
اللہ کرے مرحلۂ شوق نہ ہو طے!

ڈیئر سید ہاشمی

چند اشعار حاضر خدمت ہیں
[illegible]
امید ہے حسب مطلب ہو
محمد اقبال

۲۰ / اکتوبر ۳۶ء

ایسی کوئی دنیا نہیں افلاک کے نیچے
بے معرکہ ہاتھ آئے جہاں تختِ جم وکے
ہر لحظہ نیا طور، نئی برقِ تجلّی،
اللہ کرے مرحلۂ شوق نہ ہو طے
(خطوطِ اقبال)

(عکس ۔ عطیہ جناب پروفیسر عبدالودود اظہر صاحب جواہر لال نہرو یونیورسٹی نئی دہلی۔ (مولف)

# نیاز احمد[1] کے نام

لاہور

۲۰ نومبر ۱۹۳۵ء

ڈیر مسٹر نیاز

آپ کا نوازش نامہ ملا جس کے لیے ممنون ہوں۔ میرے خیال میں آپ کا اولین فرض یہ ہے کہ آپ کو اسلام، اس کی مذہبی اور سیاسی تاریخ، اس کے کلچر اور اس بحران کا مطالعہ کرنا چاہیے جو ترکی اور دوسرے اسلامی ممالک میں مغرب کے افکار جدید کے اسلامی زندگی اور افکار پر اثر نے پیدا کر دیا ہے۔ آپ عیسائیوں کی تبلیغی طرز سے زیادہ اسلام پر کتابیں لکھ کر اسلام کی خدمت کر سکتے ہیں۔

---

[1] "اقبال نامہ" سے معلوم ہوتا ہے کہ مکتوب الیہ دہلی کے رہنے والے تھے۔ الہ آباد یونیورسٹی سے ایم۔ اے کیا اور لکھنؤ کے کسی عیسائی اسکول میں معلّم ہو گئے۔ ان کے نام علامہ کے دو خطوط ہیں۔ ایک ۱۱ فروری ۱۹۲۱ء مشمولہ جلد سوم اور دوسرا درج بالا جو اس وقت لکھا گیا جب یہ لکھنؤ میں تھے اور علامہ سے انھوں نے اسلام اور مسلمانوں کی خدمت کی خواہش کا اظہار کیا تھا۔
(مولف)

اسلام میں تنخواہ دار مبلغین کی انجمنیں کبھی نہیں تھیں۔ تبلیغ کا کام انفرادی کوشش اور سرگرمی پر موقوف رہا ہے۔ افریقہ کا حلقہ بگوش اسلام ہونا ایسے مسلمانوں کی انفرادی کوششوں کا مرہونِ منت ہے جن کے پاس اس خدمت کے ظاہری وسائل موجود نہ تھے۔ ہندوستان میں بھی اشاعتِ اسلام کا کام شخصی اور انفرادی کوششوں کا نتیجہ ہے۔

مخلص

محمدؐ اقبال

(اقبال نامہ)

## سید نذیر نیازی کے نام

ڈیر نیازی صاحب۔ السلام علیکم۔

آپ کا خط مل گیا ہے۔ آزردگی اور پریشاں خاطری مسلمان کا شیوہ نہیں۔ اسلام کی حقیقت "فقر غیور"[۱] ہے اور بس! صدق و اخلاص[۲] ہاتھ سے نہ دیجیے۔ مالی مشکلات کا فکر نہ کیجیے کہ یہ کبھی آتی ہیں کبھی خود بہ خود دور ہو جاتی ہیں۔ بسا اوقات انسان کو بظاہر اس کے حق سے زیادہ دیتے ہیں۔

---

[۱] "فقر غیور" کی تشریح حضرت علامہ نے ضربِ کلیم میں اس طرح فرمائی ہے:

روح اسلام کی ہے نورِ خودی نارِ خودی — زندگانی کے لیے نارِ خودی نور و حضور

یہی ہر چیز کی تقویم، یہی اصلِ نمود — گرچہ اس روح کو فطرت نے رکھا ہے مستور

لفظِ اسلام سے یورپ کو اگر کد ہے تو خیر — دوسرا نام اسی دین کا ہے "فقر غیور"

[۲] صدق جزوِ تقویٰ ہے۔ والذی جاء بالصدق وصدق بہ اولٰئک ہم المتقون۔ اخلاص کے معنی ظاہر ہیں وَلنا اعمالُنا و لکم اعمالُکم ونحن لہٗ مخلصون۔

(سید نذیر نیازی)

یہ سب کچھ اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ انسان کی سعی کو اس میں بہت کم دخل ہے [۱]
خان صاحب عبداللطیف کے شرائط افسوس ہے مجھے منظور نہیں [۲] زیادہ کیا عرض کروں۔ خدا تعالیٰ آپ کے کام میں برکت دے۔

والسلام

محمد اقبال۔ لاہور

۲۱ نومبر ۳۵ء

(مکتوباتِ اقبال) (عکس)

## محمد عمرالدین کے نام

۲۲ نومبر ۱۹۳۵ء

ڈیر محمد عمرالدین

آپ نے جو کتابچہ ارسال فرمایا ہے۔ اس کے لیے ممنون ہوں۔ امام غزالی کے فلسفۂ اخلاق کا یہ نہایت ہی دلچسپ تذکرہ ہے۔ یہ درست ہے کہ مفکر کو ایک منظم عالمِ فکر کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور اس لیے وہ اخلاقیات اور مابعد الطبیعیات کے نظام قائم کرنے پر مجبور ہوتا ہے لیکن تجربہ ہمیں بتاتا ہے کہ ایک عام فرد کو انفرادی اور اجتماعی اعتبار سے ایک نظام کی ضرورت ہے۔ اپنے اور اس گروہ کے مفاد کے پیش نظر جس سے وہ وابستہ ہے۔ اُسے اس نظام کی حاکمیت پر معترض

---

[۱] اور جس کی تائید موجودہ سیاسی حقائق سے بطریق احسن ہو رہی ہے۔ ذرا غور کیجیے گا۔ انسان کی زبوں حالی بایں دعویٔ علم و حکمت اور بایں تدبیر و تنظیم کہاں پہنچ گئی ہے یہ ہیں ہمارے چارہ فرماؤں کی چارہ فرمائیاں۔ الذین ضل سعیہم فی الحیواۃ الدنیہ وہم یحسبون انہم یحسنون صنعا۔

[۲] مہتمم مطبع جامعہ دہلی۔ (سید نذیر نیازی)

نہ ہونا چاہیئے۔ میرے خیال میں اسلام کی قوت تعمیر اقوام کا یہی راز ہے۔ آپ کا مقالہ پُر تاثیر و فیض انگیز ہے۔ مجھے پوری امید ہے آپ اس سلسلہ میں مزید تفتیش و تحقیق جاری رکھیں گے۔

مخلص

محمدؐ اقبال

(اقبال نامہ)

(انگریزی سے)

(عکس۔ نقوش۔ اقبال نمبر (۲)، شمارہ ۱۲۳ دسمبر ۱۹۷۷ء)

## مسعود عالم ندوی کے نام[1]

۲۸/دسمبر ۳۵ء

مخدومی[2] السلام علیکم

کتب مرسلہ آج موصول ہوگئیں۔ بہت بہت شکریہ قبول فرمائیے۔ مولانا کاشغری کی خدمت میں علاحدہ عریضہ لکھ دیا ہے۔

مولانا[3] سید سلیمان ندوی کی علالت کی خبریں بہت متردد کر رہی ہیں۔ خدا تعالےٰ ان کو صحتِ عاجل مرحمت فرمائے۔ میری طرف سے ان کی خدمت میں حاضر ہوکر استفسارِ حالات کیجیے۔ اس وقت علماء ہند میں وہ نہایت قابلِ احترام ہستی ہیں خدا تعالےٰ ان کو دیر تک زندہ رکھے۔

امید کہ آپ کا مزاج بخیر ہوگا۔ والسلام

مخلص محمد اقبال

---

[1] پہلی بار اس خط کا عکس ماہنامہ "ندیم"، گیا کے بہار نمبر ۱۹۴۰ء میں شائع ہوا۔

[2] اقبال نامہ، حصہ اول (ص ۱۰۴)، میں بھی یہ خط موجود ہے مگر القاب میں "مخدومی" کے بجائے "مخلصی" کے الفاظ ملتے ہیں۔ مزید برآں اس متن میں خط کا آخری حصہ شامل نہیں ہے۔

[3] عکس سے معلوم ہوتا ہے کہ اقبال نے پنڈت موتی لال نہرو کے خط کے آخر میں صفحہ پر یہ خط مولانا مسعود عالم ندوی کے نام لکھ دیا۔ پنڈت موصوف کی تحریر کی چند سطریں بھی عکس میں درج ہیں اس سے پہلی بار معلوم ہوا کہ اقبال کی پنڈت موتی لال سے بھی خط و کتابت تھی۔" (مولف)

حال ہی میں پنڈت جواہر لعل نہرو نے " ماڈرن ریویو " میں دو مضمون شائع کیے ہیں جن میں سے ایک کا مقصود غالباً قادیانیوں کی حمایت ہے۔ ان کے جواب میں ان شاء اللہ میں بھی کچھ لکھوں گا۔ والسلام

(خطوط اقبال)

(عکس — رسالہ ندیم بہار نمبر ۱۹۴۰ء گیا بہار)

## ڈاکٹر عبدالباسط کے نام

ڈیر ڈاکٹر صاحب۔ السلام علیکم۔ امید ہے مزاج بخیر ہوگا

سید مسعود صاحب کے خط سے معلوم ہوا کہ فوٹو آسٹریا بھیج دئے گئے۔ امید ہے آج کل میں مجھے وہاں سے جواب آئے گا میں ان شاء اللہ اب عنقریب حاضر خدمت ہوں گا مہربانی کر کے مطلع فرمائیے کہ جنوری میں وہاں موسم کیسا ہوگا اور آیا دسمبر کی تعطیلات میں ہسپتال تو بند نہ ہوگا۔ اور آپ بھی کرسمس میں وہیں ہوں گے یا وطن جانے کا قصد ہے باقی خدا کے فضل سے خیریت ہے۔ والسلام

۷ / دسمبر ۳۵ء — مخلص محمد اقبال لاہور

(خطوط اقبال)

---

(۳) "اقبال ریویو" جولائی ۱۹۶۲ء (ص ۸۶ ۔ ۸۷) میں نقل کیا گیا مگر اس کے متن میں کئی غلطیاں موجود ہیں۔

(۴) قاضی افضل حق قریشی نے "ندیم" کے حوالے سے "صحیفہ" اقبال، حصہ اول (ص ۲۰۵) میں نقل کیا۔ ہمارا متن "ندیم" کی عکسی نقل سے ماخوذ ہے۔ (رفیع الدین ہاشمی)

لہ خطوط اقبال مرتبہ ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی میں اس خط کا یہ حصہ محذوف تھا جو مرتب سے پڑھا نہ جا سکا۔ اب عکس کے مطابق خط کا پورا متن پیش کیا جا رہا ہے۔

(مولف)

# سر راس مسعود کے نام

لاہور

۱۰ ستمبر ۱۹۳۵ء

ڈیر مسعود۔ تمہارا خط ابھی ملا۔ کل شام کے قریب تار بھی ملا الحمد للہ کہ خیریت ہے۔ میں اعلیٰ حضرت کا شکریہ ادا کرنے سے قاصر ہوں۔ معلوم ہوتا ہے ان کو میری آسایش کا بہت خیال ہے خدائے تعالیٰ اجر عظیم ان کو عطا فرمائے۔

ہز ہائینس آغا خاں کو بھی خط لکھ دوں گا۔ اطمینان فرمائیے اس سے پہلے ایک خط آپ کی خدمت میں لکھ چکا ہوں۔ امید ہے پہنچ گیا ہوگا اور کتابوں کا پارسل بھی مل گیا ہوگا۔ اندور سے رشید صاحب کا خط بھی آیا تھا ان کو بھی جواب لکھ دیا تھا۔ لیڈی مسعود صاحبہ کی خدمت میں عرض ہے کہ میں نے حکیم نابینا صاحب کی خدمت میں ان کی علالت کا تذکرہ کر دیا تھا۔ وہ نومبر میں

---

نوٹ: اس خط میں اول تو دسمبر کے مہینے میں "لاہور میں گرمی کی بے انتہا شدت" ہی چونکا دیتی ہے دوم مسجد شہید گنج کا انہدام ۲۲ جولائی کو ہوا۔ یہ صورت احوال دسمبر ۱۹۳۵ء سے چند ماہ پہلے کی ہے۔ تیسرے لیڈی مسعود کی علالت جولائی ۱۹۳۵ء کے شروع میں زچگی اور مردہ بچہ پیدا ہونے سے متعلق ہے (ملاحظہ فرمائیے اقبال نامہ دوم ص۔ ۲۳۷) حکیم نابینا کو نبض دکھانے کا مشورہ نومبر میں دیا جا رہا ہے۔ اس لیے یہ خط دسمبر میں نہیں بلکہ نومبر سے قبل لکھا گیا۔ صورت حال یہ ہے کہ یہ خط ۱۰ ستمبر کو لکھا گیا اور مرتب نے اسے دسمبر پڑھ لیا لہٰذا خط نمبر ۲۲۰ اور ۲۲۱ کی صحیح تاریخیں علی الترتیب ۱۰ ستمبر اور ۱۱ ستمبر ۱۹۳۵ء ہیں۔

(ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار۔ اقبال ایک مطالعہ۔ ص۔ ۲۶۱۔)

تمہارے ساتھ دہلی آئیں تو ضرور ان کو نبض دکھائیں۔

لاہور میں گرمی کی بے انتہا شدت ہے۔ بارش کا نام و نشان نہیں ہے۔ سرحد پر جنگ باقاعدہ شروع ہو گئی ہے۔ معلوم ہوتا ہے مسجد شہید گنج کا اثر وہاں بھی جا پہنچا ہے۔ اور راولپنڈی میں کیا تمام پنجاب میں مسجد کی بازیابی کے لیے جوش و خروش بڑھ رہا ہے۔ خدائے تعالیٰ مسلمانوں پر اپنا فضل کرے زیادہ کیا لکھوں۔ جاوید آپ کی اور لیڈی مسعود کی خدمت میں آداب لکھواتا ہے۔ علی بخش بھی آداب عرض کرتا ہے۔ والسّلام

محمدؐ اقبال، لاہور

(اقبال نامہ)

## سر راس مسعود کے نام

خفیہ[1]

لاہور

۱۱ ستمبر ۱۹۳۵ء

ڈیر مسعود۔ کل خط لکھ چکا ہوں۔ آج اس تمام معاملے پر کامل غور و فکر کرنے کے بعد پھر لکھتا ہوں۔ آپ اس خط کو کانفیڈنشل تصور فرمائیں۔

آپ کو یاد ہوگا میں نے آپ سے بھوپال میں آپ کے بیڈ روم میں گفتگو کی تھی۔ میرا خیال تھا کہ میرا خیال معلوم کر لینے کے بعد آپ نے شاید اس تجویز کو ڈراپ[2] کر دیا ہوگا۔ اس کے بعد جس مسٹری[3] کا آپ نے مجھ سے ذکر کیا تھا میں

---

[1] علامہ انگریزی میں CONFIDENTIAL لکھا ہے۔

[2] DROP ترک کر دیا ہوگا۔

[3] MYSTERY راز، معمہ۔

سمجھ رہا تھا کہ یہ کوئی اور معاملہ ہے۔ بہر حال آپ کو معلوم ہے کہ اعلیٰ حضرت نواب صاحب بھوپال نے جو رقم میرے لیے مقرر فرمائی ہے وہ میرے لیے کافی ہے۔ اور اگر کافی نہ بھی ہو تو میں کوئی امیرانہ زندگی کا عادی نہیں بہترین مسلمانوں نے سادہ اور درویشانہ زندگی بسر کی ہے۔ ضرورت سے زیادہ کی ہوس کرنا روپیہ کا لالچ ہے جو کسی طرح بھی کسی مسلمان کے شایانِ شان نہیں ہے۔آپ کو میرے اس خط سے یقیناً کوئی تعجب نہ ہوگا۔ کیونکہ جن بزرگوں کی آپ اولاد ہیں اور جو ہم سب کے لیے زندگی کا نمونہ ہیں ان کا شیوہ ہمیشہ سادگی اور قناعت رہا ہے۔ ان حالات پر نظر کرتے ہوئے مجھے اس رقم مزید کو قبول کرتے ہوئے حجاب آتا ہے۔ اور میں بے حد تذبذب کی حالت میں ہوں۔ مجھے نہیں معلوم کہ آپ کی ہز ہائینس آغا خاں سے کیا خط و کتابت ہوئی ہے اور مجھے اندیشہ ہے کہ میری اس تجویز کو ناشکری پر محمول نہ کیا جائے۔ بہر حال میں نے ہز ہائینس آغا خاں کو شکریہ کا خط لکھ دیا ہے۔ گو اس میں مندرجہ بالا خیالات کا اظہار مطلق نہیں کیا گیا اور اخلاقاً مجھ کو ایسا کرنے کی جرأت بھی نہ ہونی چاہیے تھی۔ آپ جب اس معاملے پر غور کریں گے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ اس کے بہت پہلو ہیں اور میں نے تمام پہلوؤں کو مدنظر رکھ کر آپ کو یہ خط لکھا ہے۔ آپ مہربانی کر کے مجھ کو جلد اس امر کی اطلاع دیں کہ آیا آپ کو میرے ان خیالات سے اتفاق ہے یا نہیں اگر اتفاق نہیں ہے اور اب اس تجویز کا ڈراپ کرنا قرینِ مصلحت نہیں ہے۔ تو پھر میں ایک اور تجویز پیش کرتا ہوں اور وہ یہ کہ ہز ہائینس آغا خاں یہ پنشن جاوید کو عطا کر دیں۔ اس وقت تک کہ اس کی تعلیم کا زمانہ ختم ہو جائے یا جس وقت تک ہز ہائینس مناسب تصور کریں۔ بعض پرائیویٹ وجوہ کی بنا پر جن کا کچھ نہ کچھ حال آپ کو معلوم بھی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اس کی تعلیم کی طرف سے بہ کلّی اطمینان ہو جائے۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ ہز ہائینس آغا خاں میری اس تجویز کی نسبت کیا خیال کریں گے۔ میں نے اپنی مشکلات کا حال آپ کو لکھ دیا ہے۔

اب آپ جو تجویز چاہیں کریں اور مجھ کو اپنے خیالات سے مطلع کریں جہاں تک ممکن ہے جلد! آخری فیصلے تک اس بات کا پریس میں جانا مناسب نہیں ہے. امید کہ مزاج بخیر ہوگا.

والسلام

محمدؐ اقبال، لاہور

(عکس) (اقبال نامہ)

# ڈاکٹر سیّد ظفر الحسن کے نام

لاہور

۱۲ر دسمبر ۱۹۳۵ء

مائی ڈیر ڈاکٹر ظفر الحسن

آپ کے شاگردِ رشید محمد عمر الدین صاحب ایم۔ اے نے کچھ عرصہ گزرا مجھے الغزالی پر ایک چھوٹی سی کتاب ارسال فرمائی تھی۔ ان سے کہیے کہ وہ مارگریٹ اسمتھ کی کتاب AN EARLY MYSTIC OF BAGHDAD حارث ابن اسد المحاسبی کا جو چند ماہ قبل شائع ہوئی مطالعہ کریں۔ انھیں چاہیے کہ اس کتاب کا ایک ایک لفظ نہایت غور سے پڑھیں۔ اس کتاب سے انھیں نہ صرف غزالی کی تعلیمات کے سمجھنے میں بڑی مدد ملے گی بلکہ غزالی کی مدد سے مشرق و مغرب کے یہودی اور عیسائی تصوف پر محاسبی کے اثرات کا بھی کہیں بہتر اندازہ ہو سکے گا۔ امید کہ مزاج بخیر ہوگا۔

مخلص

محمدؐ اقبال

(انگریزی سے) (اقبال نامہ)

# ڈاکٹر عبدالباسط کے نام

لاہور ۱۳ر دسمبر ۳۵ء

ڈیر ڈاکٹر صاحب السلام علیکم

اس سے پہلے میں ایک پوسٹ کارڈ آپ کی خدمت میں لکھ چکا ہوں۔ آج ڈاکٹر مظفر علی صاحب کا خط ویانا (آسٹریا) سے آیا ہے جس میں وہ لکھتے ہیں کہ بھوپال سے کوئی کاغذات ان کو موصول نہیں ہوئے۔ یہ خط ۶ر دسمبر کا لکھا ہوا ہے اور ہوائی ڈاک

سے آیا ہے۔ مہربانی کر کے معلوم کیجیے، کہ جو کاغذات آپ نے ارسال کرائے تھے۔ وہ کون سی تاریخ ارسال کیے گئے تھے ۔ ممکن ہے وہ اب تک ڈاکٹر مظفر علی صاحب تک نہ پہنچے ہوں اور یہ بھی ممکن ہے کہ بالکل نہ پہنچیں اس واسطے میری طرف سے ڈاکٹر رحمٰن اور ڈاکٹر خان بہادر صاحب سے عرض کریں کہ وہ میری بیماری کا ایک مفصل ہسٹری شیٹ پھر تیار فرمائیں۔ اگر میرے بھوپال آنے تک یہ شیٹ تیار ہو جائے تو میں ان کا نہایت شکرگزار ہوں گا۔ پھر میں بھوپال آتے ہی یہ ہسٹری شیٹ اور نیا فوٹو لے کر ڈاکٹر مظفر علی صاحب کی خدمت میں ارسال کروں گا۔ چونکہ معاملہ اہم ہے اس واسطے آپ کی خاص توجہ کا محتاج ہے۔ میں غالباً جنوری کے پہلے ہفتے میں حاضرِ خدمت ہوں گا۔ باقی خدا کے فضل سے خیریت ہے۔

امید کہ آپ کا مزاج بخیر ہو گا۔ لاہور میں اب امن امان ہے والسلام۔

مخلص محمدؐ اقبال

(عکس) (خطوط اقبال)

# مسعود عالم ندوی کے نام

مخدومی جناب مدیر "الضیا"[1]

مجلہ ضیا میں سید فضل رحمٰن صاحب انصاری کی کتاب "اے نیو مسلم[2] ورلڈان میکنگ" پر آپ کا ریویو نظر سے گزرا۔ مگر اس سے یہ نہ معلوم ہوا کہ کتاب کہاں سے دستیاب ہو سکتی ہے۔ اگر زحمت نہ ہو تو مہربانی کر کے جو نسخہ آپ کے پاس ہے قیمتاً ارسال فرما دیجیے۔ یا جہاں سے کتاب مذکور دستیاب ہو سکتی ہے وہاں لکھ دیجیے کہ مجھے ایک نسخہ بذریعہ ویلیوارسال کر دیں۔ امید کہ آپ یہ زحمت گوارا فرما کر مجھے ممنون فرمائیں گے۔

مخلص محمدؐ اقبال

میو روڈ، جاوید منزل، لاہور

(اقبال نامہ)

---

۱؎ یہ خط اقبال نامہ حصہ اول میں بلا تاریخ شائع ہوا ہے۔ کتاب مذکورہ پر مولانا مسعود عالم کا ریو (الضیا) کے شمارہ ۴ جلد ۸ بابت شعبان ۱۳۵۴ھ مطابق نومبر ۱۹۳۵ء میں چھپا تھا۔ لہٰذا یہ خط دسمبر ۱۹۳۵ء میں لکھا گیا ہو گا۔ (مولف)

۲؎ مجلہ "الضیا" (عربی)، جو مکتوب الیہ کی ادارت میں لکھنؤ سے شائع ہوتا تھا۔ ۱۳۵۱/۱۹۳۲ ۱۳۵۴/۱۹۳۵

(شیخ عطاء اللہ)

۳؎ A NEW MUSLIM WORLD IN MAKING

(مولف)

# ڈاکٹر عبداللطیف کے نام

لاہور

۳۱ ر دسمبر ۱۹۳۵ء

مائی ڈیر ڈاکٹر لطیف

آپ کے گرامی نامہ کا شکریہ۔ میرے خیال میں ، وائس آف اسلام ، میں یہ مباحث ضرور ہوں جدید اسلام مذہب اسلام اور اس کی مذہبی اور سیاسی تاریخ اور اندرون و بیرون ملک کی اسلامی سیاسیات پر بحث کرے۔ مجھے علم نہیں کہ آیا حکومت نظام دکن اسلامی سیاسیات پر بحث کی اجازت بھی دے گی۔ بالفرض اجازت مل بھی جائے تو یہ بڑی حد تک آپ پر منحصر ہوگا کہ آپ کس طرح ان موضوعات کو زیر بحث لائیں گے تاکہ ہندوستان کے مغرب زدہ مسلمانوں کی ناواقفیت، شکوک و شبہات، یاس و پست ہمتی اور احساس کمتری سے نبرد آزما ہوں۔ لہٰذا اگر آپ اپنے اخبار کی مالی حالت مضبوط بنا سکیں تو آپ کی یہ مہم کامیاب رہے گی آپ کی راہ میں سب سے بڑی دشواری یہ پیش آئے گی کہ آپ کو ایسے مسلمان کثیر تعداد میں نہیں ملیں گے جو اُن تمام امور کی تہ تک پہنچنے کی حقیقی صلاحیت رکھتے ہوں جو آپ زیر بحث لانا چاہتے ہیں۔ اسلام پر انگریزی اور اردو زبان میں شائع ہونے والے جریدے ان موضوعات پر محض ادنیٰ درجہ کے مضامین شائع کرتے ہیں۔

مخلص

محمدؐ اقبال

(انگریزی سے)

(غیر مطبوعہ)

---

عطیہ — جناب حسن الدین احمد صاحب، حیدر آباد، دکن، بھارت۔

# سید نذیر نیازی کے نام

ڈیر نیازی صاحب۔ میں خدا کے فضل سے اچھا ہوں۔ ایک ایرانی[1] الاصل سیّد زادے کی دوا نے بہت فایدہ کیا۔ کیا عجب کہ آواز پھر عود کر آئے اس کا دعویٰ تو یہی ہے۔ اسی واسطے میں نے چند روز کے لیے بھوپال جانا ملتوی کر دیا ہے اس کے علاوہ سردی بھی بہت تھی۔ غالباً جنوری کے آخر میں جاؤں گا۔ مضمون[2] ختم ہو گیا ہے۔ پمفلٹ کی صورت میں شائع ہوگا۔ غالباً تیس چالیس صفحے ہوں گے۔ آج ٹائپ ہوگا۔ ٹائپ ہونے کے بعد میں پھر نظر ثانی کر کے پریس میں دوں گا۔
والسلام۔

محمد اقبال ۳ ر جنوری ۳۶ ء
(مکتوبات اقبال)

(عکس)

---

[1] ان کا نام معلوم نہیں ہو سکا۔ (سید نذیر نیازی)

[2] یہ مضمون "اسلام اور احمدیت" کے عنوان سے شایع ہوا۔ (مولف)

# خواجہ غلام السیدین کے نام

لاہور

۱۱ر جنوری ۱۹۳۶ء

ڈیر سیدین ،

آپ کے خط کا بہت بہت شکریہ۔ آپ نے اور آپ کی بیگم صاحبہ نے خورجہ جاکر مجھ پر بڑا کرم کیا۔ مجھے ایسی خاتون کی تلاش ہے جس پر مکمل اعتماد کرسکوں۔ لہٰذا اس معاملہ میں زیادہ عجلت سے کام نہ لیں۔ یہاں لیڈی انسپکٹر آف اسکولز (مس خدیجہ بیگم) نے ایک دو خواتین کے نام تجویز کیے ہیں اور میں (ان کے[1]) متعلق ضروری معلومات کر رہا ہوں۔ جب بھی ان میں سے کسی کے بارہ میں فیصلہ کروں گا تو آپ کو فوراً مطلع کردوں گا۔

براہ کرم میری جانب سے اپنی بیگم صاحبہ کا شکریہ ادا کیجیے گا۔

بچوں کو پیار۔

مخلص

محمدؐ اقبال

(انگریزی سے)

(غیر مطبوعہ)

---

[1] انگریزی متن میں یہ الفاظ سہواً چھوٹ گئے ہیں۔

(مولف)

# خواجہ غلام السیدین کے نام

لاہور

۱۳ جنوری ۱۹۳۶ء

ڈیر سیدین،

میں علاحدہ لفافہ میں "انڈین لیٹرز[1]" بھیج رہا ہوں۔ براہ کرم اسے حفاظت سے رکھیے اور جب آپ کا کام نکل جائے تو مجھے واپس کر دیجیے گا۔ آپ دیکھیں گے کہ (بالخصوص اندراج ۲ اور ۳ سے) اگر بقائے دوام ایک حقیقت ہے تو پھر کسی تعلیمی نظام کو اس کے متعلق زحمت کرنے کی چنداں ضرورت نہیں۔ لیکن اگر اس کے حصول کا دارو مدار خودی کی صلاحیت پر ہے تو پھر کوئی تعلیمی نظام جس کا مقصد عقل محض کی تربیت اور نشوونما تک محدود نہ ہو اس کو نظر انداز کرنے کا متحمل نہیں ہو سکتا۔

مخلص

محمدؐ اقبال

(انگریزی سے)

(غیر مطبوعہ)

---

[1] INDIAN LETTERS

## سید نذیر نیازی کے نام

ڈیر نیازی صاحب آپ کا خط مل گیا ہے۔ اس سے پہلے میں نے آپ کو ایک پوسٹ کارڈ بجواب آپ کے ایک پہلے خط کے لکھا تھا۔ مگر معلوم ہوتا ہے وہ کارڈ آپ تک نہیں پہنچا بہرحال خدا کا شکر ہے صحت اچھی ہے۔ آواز کا بھی علاج ہو رہا ہے۔ مضمون کا آخری پروف میں نے آج بھیجا ہے۔ امید کہ آج شام یا کل شام تک چھپ جائے گا۔ انشاء اللہ۔ میں آپ کو کل پرسوں تک اس کی ایک کاپی ارسال کر سکوں گا۔ باقی خدا کے فضل و کرم سے خیریت ہے۔ میں جنوری کے آخر یا مارچ کے پہلے ہفتے میں بھوپال جانے کا قصد رکھتا ہوں۔ والسلام
راجہ[1] صاحب سے سلام کہہ دیجیے گا۔

محمد اقبال۔ لاہور
۱۷ جنوری ۳۶ء
(مکتوبات اقبال) (عکس)

## ڈاکٹر محمود[2] افشار کے نام

لاہور
۲۴ جنوری ۱۹۳۶ء
مائی ڈیر ڈاکٹر افشار
مجھے ابھی کلکتہ سے ایم۔ اسحاق کا خط موصول ہوا ہے۔ جس میں انھوں نے

---

[1] راجہ حسن اختر ان دنوں دہلی میں سید نذیر نیازی کے ہاں مقیم تھے۔ (مولف)
[2] ایران کے دورِ حاضر کے نامور شاعر و ادیب ڈاکٹر محمود افشار اپنی کتاب (بقیہ اگلے صفحے پر)

اطلاع دی ہے کہ آپ ہندوستان کے دورہ پر تشریف لائے ہیں اور بمبئی میں ہیں۔ ان کی معرفت خط بھیجنے کی بجائے میں آپ کو براہِ راست یہ عریضہ لکھنے کی جسارت کر رہا ہوں تاکہ تاخیر نہ ہو جائے۔ مجھے یہ کہنے کی چنداں ضرورت نہیں کہ جب آپ

---

(بقیہ حاشیہ: پچھلے صفحے کا)

"گفتار ادبی" حصہ دوم میں رقم طراز ہیں:

"ڈاکٹر محمد اقبال لاہوری نے مجھے انگریزی زبان میں خط لکھا اور اپنی تصنیف 'پیام مشرق' بھیجی (مذکورہ بالا خط میں اس کتاب کا کوئی ذکر نہیں ہے) میں نے ان کا شکریہ ادا کرتے ہوئے مندرجہ ذیل اشعار ان کی خدمت میں ارسال کیے۔ یہ خط انھوں نے خود اپنے ہاتھ سے لکھا جب کہ وہ شعر و ادب اور سیاست کی اتنی عظیم شخصیت ہیں۔ میں یہ خط شائع کر رہا ہوں۔ قارئین اس بات پر حیرت نہ کریں کہ انھوں نے یہ خط انگریزی زبان میں لکھا ہے گو وہ فارسی میں شعر کہتے ہیں۔ پروفیسر اسحاق کا خط بھی انگریزی میں تھا۔ عجیب و غریب بات یہ ہے کہ انگریز پروفیسر براؤن تو مجھ سے فارسی زبان میں خط و کتابت کرتا ہے۔ چنانچہ اس کا یہ خط بھی شائع کر رہا ہوں تاکہ قارئین اس کی فارسی انشا ملاحظہ فرمائیں۔ اسحاق و اقبال۔ ایک ہندوستانی اور دوسرا پاکستانی* ۔ دونوں غلام ملک کے رہنے والے ہیں جب کہ براؤن ایک آزاد ملک کا باشندہ ہے۔ یہ آزادی اور غلامی کی ایک پہچان ہے۔

اندیشہ داشتم چو ز ہندوستاں روم — سوغاتی سفر چہ بر دوستاں روم

اقبال روی کرد و فراز آمد از درم — گلہائے نو ظہور کہ زی بوستاں روم

نغمہ سرا شوند ہمہ بلبلانِ پارس — زیں نغز چامہ ہا کہ ز ہندوستاں برم

ترجمہ: میں اس فکر میں تھا کہ جب ہندوستان سے جاؤں تو دوستوں کے لیے سفر کی کیا سوغات لے کر جاؤں؛ اقبال نے کرم کیا اور میرے دروازہ پر نئے نئے کھلے ہوئے پھول رکھ دیئے جواب میں اس گلستان سے لیکر جا رہا ہوں۔ ایران کے تمام شاعر نغمہ سرا ہوتے ہیں اس لیے یہ شیریں اشعار ہندوستان سے ان کے لیے سوغات کے طور پر لے کر جا رہا ہوں۔ (ڈاکٹر محمود افشار)

* اقبال بھی ہندوستانی تھے۔ (مولف)

لاہور سے گزریں تو آپ سے ملاقات میرے لیے موجب مسرت ہو گا۔ مجھے مطلع فرمائیں کہ آپ لاہور کب تک تشریف لا سکتے ہیں۔ مجھے جلد ہی بھوپال جانا ہے لہٰذا میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ لاہور میں آپ کی آمد کی تاریخ اندازاً کیا ہو گی۔

مخلص

محمد اقبال

(انگریزی سے) (روحِ مکاتیبِ اقبال)

# سید نذیر نیازی کے نام

ڈیر نیازی صاحب آپ کا خط ابھی ملا ہے۔ الحمدللہ کہ آپ خیریت سے ہیں۔ میرا حال بھی خدا کے فضل سے بہتر ہے انشاء اللہ وسط فروری میں بھوپال جانے کا قصد ہے۔

MAJOR OCCULTATION ترجمہ ہے "غیبت کبریٰ"[1] کا

راجہ حسن اختر صاحب سے سلام کہہ دیجیے اور اگر ان کو کاپی پمفلٹ کی نہیں ملی تو مطلع کیجیے کہ بھیج دوں۔ معلوم نہیں ان کا ایڈریس کیا ہے۔

---

[1] سید نذیر نیازی علامہ کے مضمون "اسلام اور احمدیت" کا اردو میں ترجمہ کر رہے تھے۔ اس سلسلے میں یہ اصطلاح زیرِ غور تھی۔ یہ اشارہ ہے اس عقیدے کی طرف کہ امام مہدی امام آخر الزماں ہیں۔ ایک ہزار برس سے زیادہ مدت ہوئی کہ وہ سامرا کے ایک غار میں روپوش ہو گئے۔ وہ زندہ ہیں گو ہماری نگاہوں سے پوشیدہ ہیں۔

(مکتوبات اقبال ص ۳۱۶ - ۳۱۷)

یورپ کے لیے ایک علاحدہ ایڈیشن پانچ سو کی تعداد میں شائع کیا گیا ہے۔

والسلام۔ محمد اقبال۔ ۲۸ جنوری ۳۶ء

(عکس، (مکتوباتِ اقبال) لاہور

## سردار امراؤ سنگھ کے نام

لاہور

۳۱ جنوری ۱۹۳۶ء

ڈیر یو ایس

آپ کے خط کا بہت بہت شکریہ۔ جو اس قدر باریک ٹائپ کیا ہوا تھا کہ میں نے بڑی دشواری سے پڑھا کہ مبادا کوئی لفظ یا سطر چھوڑ نہ جاؤں۔ اگر اسے آپ نے خود ٹائپ کیا تھا تو میرا خیال ہے کہ آپ کو اپنی کمزوریِ بینائی کا گلہ نہیں ہونا چاہیے۔

افسوس کہ اس سال آپ یہاں نہیں آ رہے ہیں۔ ماہ فروری کل سے شروع ہو رہا ہے اور ہمیں لاہور میں نہایت عمدہ موسم کی امید ہے۔

جس نظم کا آپ نے اپنے خط میں ذکر کیا ہے وہ مجھے یاد نہیں آ رہی ہے۔ بہر کیف میں اپنے کسی دوست سے پوچھوں گا اور اگر انھیں یاد ہوئی تو آپ کو مطلع کروں گا۔ اردو کا نیا مجموعہ کلام "ضربِ کلیم" مہینہ بھر میں پریس کو چلا جائے گا اور مجھے اس کا ایک نسخہ آپ کو پیش کر کے خوشی ہوگی۔

میں نے اپنی چند فارسی نظموں میں اپنے ہندو ہم وطنوں کو قدیم ہندو رشیوں کی اصلی تعلیمات یاد دلائی ہیں۔ وہ اسے نظر انداز کرتے ہیں۔ چونکہ میں نے اپنے کلام میں ان کو دینِ اسلام اور اسلامی تصوف کی اصطلاحات میں پیش کیا ہے۔ بہر حال مجھے اس کی کوئی پروا نہیں اور میں وہی کہوں گا جسے میں حق سمجھتا ہوں۔

سردارنی صاحبہ کو آداب اور بچوں کو دعائیں۔

ہمیشہ آپ کا

محمد اقبال

(نقوش، سالنامہ، ۱۹۹۰ء)

(انگریزی سے)

(غیر مطبوعہ)

# سید سرور شاہ گیلانی کے نام

مجھے یہ سن کر دلی مسرت ہوئی کہ آپ مساجد کی تنظیم کے سلسلے میں ہفت روزہ اخبار "مسجد" شروع کر رہے ہیں۔ ملت اسلامیہ کی فلاح و تنظیم کے لیے اس سے بہتر

---

نوٹ (الف) حضرت علامہ اقبال کی مندرجہ بالا تحریر اس سے قبل "انوار اقبال"، مرتب جناب بشیر احمد ڈار میں شامل کی جا چکی ہے لیکن اختلاف متن کے باعث اسے یہاں دوبارہ شائع کیا جا رہا ہے۔ ڈار صاحب نے اس کے مآخذ کا ذکر نہیں فرمایا۔ یہاں یہ تحریر علامہ شبیر احمد عثمانی اور سید صفدر شاہ گیلانی کے مرتب کردہ ایک کتابچہ موسوم بہ "خطبہ عید الفطر اور تحریکِ تنظیم مساجد کا دینی پروگرام" سے نقل کی جا رہی ہے۔ یہ کتابچہ سید سرور شاہ گیلانی ایڈیٹر "الجماعت"، صدر کراچی نے شائع کیا تھا۔ حضرت علامہ کے علاوہ قائداعظم، علامہ مشرقی مولانا ظفر علی خاں، مولانا عبید اللہ سندھی اور دیگر حضرات کے پیغامات بھی اس کتابچہ میں شائع ہوئے تھے۔ حضرت علامہ کا پیغام درج کرنے سے پہلے سید سرور شاہ گیلانی نے یہ نوٹ لکھا ہے:

"۱۹۳۶ء میں جب تحریکِ تنظیم مساجد کے سلسلے میں راقم الحروف نے لاہور سے اخبار "مسجد" جاری کیا تو علامہ اقبال نے یہ پیغام تحریکِ تنظیم مساجد کے سلسلہ میں ارسال فرمایا"

(پروفیسر جعفر بلوچ "اقبال کے چند نوادر" ۔ رسالہ "سیارہ" اقبال نمبر، جون ۱۹۹۲ء لاہور ص ۳۶)

(ب) اس تحریر پر کوئی تاریخ درج نہیں ہے۔ البتہ بشیر احمد ڈار نے مندرجہ بالا عبارت کے آخر میں ۱۹۳۵ء وادین میں لکھ دیا ہے۔ محمد عبداللہ قریشی نے "روحِ مکاتیب اقبال" میں سے خط نمبر ۹۳۸ مورخہ ۹ جنوری ۱۹۳۵ء بنام سید نذیر نیازی اور خط نمبر ۹۴۰ مورخہ ۱۲ جنوری ۱۹۳۵ء بنام سید نذیر نیازی کے درمیان شامل کیا ہے۔ اور اس پر خط نمبر ۹۳۹ ڈالا ہے۔ اب جناب جعفر بلوچ نے سید سرور شاہ گیلانی کی تحریر کے پیش نظر اس کا سن تحریر ۱۹۳۶ء متعین کیا ہے۔ (مولف)

اور کوئی دستور العمل نہیں۔ میری دعائیں آپ کے ساتھ ہیں۔

محمد اقبال

(رسالہ "سیارہ" اقبال نمبرا،

جون ۱۹۹۲ء لاہور)

## سید نذیر نیازی کے نام

ڈیر نیازی صاحب۔ السلام علیکم۔

آپ نے لکھا تھا کہ ترجمہ اسلام اور احمدزم تیار ہو گیا ہے مہربانی کر کے جلد مطلع کریں کب شائع ہوگا۔ اگر آپ سے نہیں ہو سکا تو بعض احباب یہ کہتے ہیں کہ مولوی ظفر علی خاں صاحب سے کرایا جائے۔ جواب جلدی لکھیں۔ والسّلام۔

طلوعِ اسلام کے نکلنے میں اس قدر تعویق رسالے کی اشاعت کے لیے اچھی نہیں۔

محمد اقبال۔ لاہور

۲ر فروری ۳۶ء

(مکتوبات اقبال)

(عکس)

# سکریٹری مونسپل کمیٹی کے نام

لاہور

۴ فروری ۱۹۳۶ء[1]

ایگزیکٹیو آفیسر صاحب کے حکم مورخہ ۳ فروری ۱۹۳۶ء کے خلاف جس کی رو سے میرے تعمیری نقشے اس بنا پر نامنظور کر دیئے گئے کہ یہ شیڈول[2] کے منافی ہیں۔

جناب من

میں مودبانہ آپ کی توجہ ایک معاملہ کی جانب مبذول کرانا چاہتا ہوں جس

---

[1] لیٹرز آف اقبال میں ۴ جنوری درج تھا جبکہ خط کی پہلی سطر میں فروری کا حوالہ دیا گیا۔ اس لیے گمان یہی ہے کہ خط ۴ فروری لکھا گیا ہوگا۔ (مولف)

[2] SHEDULE

ہیں مندرجہ ذیل امور کی روشنی میں جناب ایگزیکٹیو آفیسر کے حکم کی غور و خوض کے ساتھ جانچ کی ضرورت ہے۔

(۱) وہ مسجدؑ جس کا نقشہ ان کی خدمت میں پیش کیا گیا تھا پہلے سے پرانی بنیادوں پر موجود ہے اور کسی ایسی مسجد کی تعمیر کے معاملہ میں شیڈول کا سوال نہیں اٹھتا ہے جس کی مرمت یا دوبارہ تعمیر کی جائے۔

(۲) (مونسپل) کمیٹی نے شیڈول کے برخلاف متعدد عمارات کو منظوری دیدی ہے۔ جو ہندوستانی طرز کی ہیں اور سڑک کے بالکل کنارے پر بنی ہوئی ہیں مثلاً جیوفری بلڈنگ اور ایک اور عمارت جو مسٹر عبدالرحیم کے بنگلہ کے قرب و جوار میں ہے۔

(۳) کمیٹی نے جس شیڈول کو منظور کیا ہے اس کی ابھی تک گورنمنٹ نے توثیق نہیں کی ہے۔ لہذا یہ شیڈول ناقابل نفاذ ہے۔

ان وجوہات کی بنا پر میرا نقشہ منظور کیا جائے۔

آپ کا صادق

محمدؐ اقبال

(لیٹرز آف اقبال) (انگریزی سے)

---

لہ میورروڈ (اب علامہ اقبال روڈ) پر واقع اقبال کے بنگلہ سے ملحقہ ایک پرانی مسجد تھی جو نہایت خستہ و شکستہ حالت میں تھی۔ چنانچہ اقبال نے از سرِ نو تعمیر کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس مقصد کی خاطر انھوں نے مونسپل کمیٹی (جو اس وقت تک کارپوریشن نہ بنی تھی) میں ایک تعمیری نقشہ (BUILDING PLAN) پیش کیا جس کو چند ٹیکنیکل وجوہ کی بنا پر نامنظور کر دیا گیا۔ درج بالا خط اس فیصلہ کے خلاف اپیل ہے جس میں مسجد کی مرمت کے نقشہ کی منظوری کی درخواست بھی کی گئی ہے۔ اس کے نتیجہ میں نقشہ پاس ہوگیا اور اقبال اس مسجد کی مکمل مرمت کرانے میں کامیاب ہوگئے۔

(بشیر احمد ڈار)

# مسعود عالم ندوی کے نام

لاہور

۵ر فروری ۱۹۳۶ء

مخدومی مولانا۔ السلام علیکم

پنڈت جواہر لال نہرو کے جواب میں میں نے جو کچھ لکھا تھا اس کی ایک کاپی آپ کی خدمت میں بھجوائی گئی تھی مہربانی کر کے مطلع فرمائیے کہ وہ پمفلٹ آپ تک پہنچا یا نہیں۔

اخباروں میں مولانا سید سلیمان کی صحت کی خبر پڑھ کر بہت خوشی ہوئی۔ خدا تعالیٰ ان کو دیر تک سلامت رکھے۔ ان کا وجود اس ملک میں غنیمت ہے۔ میری طرف سے بہت بہت سلام ان کی خدمت میں عرض کیجیے۔ کسی گزشتہ خط میں (جو اس وقت نہیں مل سکا۔) انھوں نے مجھے لکھا تھا کہ ایک اسلامی ملک کے امیر کو اختیار ہے کہ اگر کسی امر میں جس کی شرع نے 'اجازت' دی ہو فساد پیدا ہو تو اس اجازت کو REVOKE[1] کرے۔ اس کی مثالیں بھی مولانا نے خلافت راشدہ کے زمانہ کی لکھی تھیں۔ اس قول کے لیے حوالے کی ضرورت ہے۔ مہربانی کر کے آپ خود یا مولانا موصوف سے دریافت کر کے تحریر فرمائیں۔ میں نے خود ادھر ادھر سے تفحص کر کے حوالہ نکالا تھا۔ مگر افسوس کہ اب وہ کاغذ جس پر یہ سب کچھ نوٹ کیا تھا نہیں ملتا۔ امید کہ آپ کا مزاج بخیر ہوگا۔

مولانا کی خدمت میں سلام شوق عرض کریں۔ مخلص

محمد اقبال

اس خط کے جواب کی طرف جلد توجہ فرمائیے تو ممنون ہوں گا

(اقبال نامہ)

---

[1] مسترد (مولف)

# راغب احسن کے نام

ڈیر راغب صاحب۔

آپ کا خط ابھی ملا ہے۔ میں بھی خدا کے فضل سے اچھا ہوں۔ چند روز تک بھوپال جاؤں گا۔ مسلم کانفرنس اور لیگ کے متعلق جو طرزِ عمل آپ چاہیں اختیار کریں۔ میں خود اُن سے علاحدہ ہوں اگرچہ باقاعدہ استعفٰی نہیں دیا ہے آپ کا خط میں نے انجمن خدام الدین کے[1] وہاں بھجوا دیا ہے۔ وہ آپ کو مطلوبہ کاپیاں بھجوا دیں گے۔ ایک اس سے پہلے آپ کو بھجوا چکے ہیں مگر معلوم ہوتا ہے وہ کاپی آپ تک نہیں پہنچی۔ والسلام[2]

محمدؐ اقبال۔ ۵ ر فروری ۳۶ء

(عکس) (اقبال: جہانِ دیگر)

# ڈاکٹر عبدالباسط کے نام

لاہور ۸ ر فروری ۳۶ء

مخدومی ڈاکٹر صاحب، السلام علیکم

آپ کا نوازش نامہ موصول ہوا جس کے لیے بہت شکر گزار ہوں۔ سید مسعود[3]

---

[1] کے، سہواً چھوٹ گیا تھا۔

[2] اقبال جہان دیگر' میں لفظ 'فقط' درج ہے۔

(مولف)

[3] علامہ اقبال، علاج کے لیے وی آنا جانے کا پختہ ارادہ رکھتے تھے، تاہم اسی اثنا میں بھوپال کے ادھورے علاج کو بھی مکمل کرنا چاہتے تھے۔ تیسرا کورس باقی تھا اسی لیے بھوپال جانے کا ارادہ ظاہر کیا۔

(رفیع الدین ہاشمی)

INDIA
POST CARD
WRITING SPACE ... ADDRESS ONLY

M. Raghib Ahsan Esq. M.A
10. A Block,
I.C. Barrack,
Cart Rd.,
Simla

کو میں نے چند روز ہوئے خط لکھا تھا۔ انشاءاللہ فروری کے آخری ہفتے میں بھوپال حاضر ہوں گا۔[1] اتنے میں سید موصوف[2] بھی کلکتے سے واپس آجائیں گے۔ آپ کے خط سے یہ معلوم کر کے مسرت ہوئی کہ اب ان کو نزلہ وغیرہ سے افاقہ ہے اور کہ وہ کلکتہ کے سفر کے قابل ہیں۔ ان سردیوں میں مجھے بھی نزلہ سے سخت تکلیف رہی جواب خاصی[3] ہے۔ گو آواز میں کوئی خاص نمایاں ترقی نہیں۔ اب کے فوٹو سے معلوم ہو جائے گا۔ باقی خدا کے فضل و کرم سے خیریت ہے۔

جاوید اور اس کی بہن اچھے ہیں۔ جاوید آداب عرض کرتا ہے۔ علی بخش بھی آداب کہتا ہے۔ والسلام

مخلص محمد اقبال

(خطوط اقبال)

(عکس — اقبال نامے)

---

[1] فروری کے بجائے اقبال ۳ر مارچ کو بھوپال پہنچے اور علاج کے تیسرے کورس کے سلسلے میں ۸ر اپریل ۱۹۳۶ء تک بھوپال میں مقیم رہے۔

[2] "سید موصوف" سے مراد ہیں سر راس مسعود۔ جو ایک تعلیمی کانفرنس میں شرکت کے لیے فروری میں کلکتہ گئے تھے۔ ان کی صحت اچھی نہیں تھی۔ اگلے برس ۳۰ر جولائی کو خالق حقیقی سے جا ملے۔

[3] لفظ "کم" رہ گیا۔ جملہ یوں ہونا چاہیے تھا: "جواب خاصی کم ہے"

(رفیع الدین ہاشمی)

# سید نذیر نیازی کے نام

لاہور۔ ۹ فروری ۳۶ء

ڈیر نیازی صاحب۔ السلام علیکم

آپ کا خط مل گیا ہے۔ اسلام اور احمد زم صفحہ ۲۰ ملاحظہ فرمائیے۔ سطر ۶ IN THE SAME YEAR[1] مجھے تو یہ ہی یاد تھا کہ نورانیو[2] کی لڑائی ۱۷۹۹ء[3] میں ہوئی ہے مگر آج ایک شخص نے شبہ میں[4] ڈال دیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ یہ لڑائی ۱۸۲۴ء[5] میں ہوئی۔

---

[1] اسی سال

[2] NAVIRANO

[3] یہ سلطان شہید کا سالِ شہادت ہے۔ (سید نذیر نیازی)

[4] لفظ "میں" علامہ سے چھوٹ گیا ہے۔ (مولف)

[5] ٹھیک تاریخ ہے ۲۰ اکتوبر ۱۸۲۷ء۔ دولت عثمانیہ کے زوال میں اس محاربے کو بڑا دخل ہے کیونکہ اس محاربے میں ترکی بیڑے کی تباہی سے کم از کم دو صدیوں کے تفوق کے بعد دولت عثمانیہ کی بحری طاقت کا ہمیشہ کے لیے خاتمہ ہو گیا۔ یہ محاربہ اس ترکی یونانی جنگ کے سلسلے میں پیش آیا جسے اہل یورپ یونان کی جنگِ آزادی سے تعبیر کرتے ہیں اور جس میں سیاسی مصلحتوں، ترکوں اور ترکوں کے باعث عالمِ اسلام، علیٰ ہٰذا مشرق سے جذباتِ نفرت اور دولِ یورپ کی ہوسِ اقتدار کے ساتھ ساتھ ایک خیالی یونان کے تصور نے۔ جس کا دو ہزار برس ہوئے خاتمہ ہو چکا تھا۔ ایک جذباتی رنگ پیدا کر دیا تھا۔ معلوم ہوتا تھا اہل یورپ سقراط اور افلاطون کے یونان کی آزادی کے لیے لڑ رہے ہیں جیسے اس وقت بھی اتھینیا اور اسپارٹا اپنی قدیم روایات کے ساتھ زندہ اور برقرار تھے۔ بہر حال واقعات یہ ہیں کہ ۶ جولائی ۱۸۲۷ء کو روس، فرانس اور انگلستان نے بابِ عالی کو عارضی صلح پہ مجبور کر دیا اور ۱۰ اگست کو جب صلح نامہ بحیرۂ روم کے برطانوی بیڑے سالار کاڈرنگٹن CORDINGTON کے (بقیہ اگلے صفحہ پر)

اس شبہ کی بنا پر ضروری ہے کہ آپ خود اس امر کی تحقیق کریں۔ کسی انسائیکلو پیڈیا سے معلوم ہو جائے گا یا کسی یورپین تاریخ سے اگر تحقیق سے ۱۸۲۴ء ہی درست ہو تو مذکورہ بالا سطر میں مناسب ترمیم اپنے اردو ترجمے میں کردیں مثلاً آپ یہ لکھ سکتے ہیں "کچھ مدت بعد[1] نوارنیو کی لڑائی ہوئی جس میں ترکوں کا بیڑہ فنا ہوگیا۔" غرض کہ پوری تحقیق کے بعد تبدیلی کر دیجیے۔ والسلام۔

محمد اقبال

مجھ کو ابھی تک یہی گمان ہے کہ یہ جنگ ۱۷۹۹ء میں ہوئی تھی۔ بہرحال تحقیق ضروری ہے۔ والسلام

(عکس)  (مکتوبات اقبال)

# صادق الخیری کے نام

لاہور، ۱۰ فروری ۱۹۳۶ء

جناب صادق الخیری،

مولانا راشد الخیری مرحوم کی وفات اردو ادب کے لیے صدمۂ عظیم ہے۔ ایسے

---

(بقیہ حاشیہ پچھلے صفحہ کا)

حوالے کر دیا گیا تو اس کے ساتھ ہی موریا (جنوبی یعنی حقیقی یونان) میں اتحادیوں نے ترکی رسل و رسائل کا سلسلہ بھی روک دیا۔ ۱۲ ستمبر کو اطلاع پہنچی کہ مصر (اسکندریہ) سے ترکی بیڑے کے لیے کمک آ رہی ہے۔ چنانچہ اب ترکی بیڑہ نوارنیو میں لنگرانداز ہوگیا۔ اتحادیوں کا بیان ہے کہ اس پر ابراہیم پاشا نے صلح سے انکار کر دیا۔ لہٰذا اتحادیوں کو مجبوراً ترکی بیڑے سے جنگ کرنی پڑی۔ ۲۰ اکتوبر کو نوارنیو میں جو معرکہ ہوا اس میں تین چوتھائی ترکی بیڑہ نقصانِ عظیم اٹھا کر غرق ہوگیا۔ یہ آغاز تھا دولتِ عثمانیہ کی بحری طاقت کے خاتمے کا۔ (سید نذیر نیازی)

[1] لفظ "بعد" رہ گیا تھا۔ (مؤلف)

ادیب روز روز پیدا نہیں ہوتے۔ خدا تعالیٰ اُن کی مغفرت کرے اور آپ کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ مجھے یقین ہے کہ مرحوم کی تصانیف کی اشاعت کا سلسلہ جاری رہے گا۔

محمد اقبال

(خطوطِ اقبال)

---

نوٹ: یہ خط جناب صادق الخیری کے نام ان کے والد مولانا راشد الخیری کی وفات پر لکھا گیا۔

(۱) پہلی بار ماہنامہ "عصمت" دہلی، مارچ ۱۹۳۶ء (ص ۲۸۸) میں ایک تعزیتی پیغام کی شکل میں شائع ہوا۔ اصل خط کے القاب و آداب اڑا دیئے گئے۔

(۲) دوسری بار "حریت" کراچی یکم جنوری ۱۹۷۳ء میں مکمل خط، ایک مفصل وضاحتی نوٹ کے ساتھ چھپا (جو درج ذیل ہے)

(۳) قاضی افضل حق قریشی نے "حریت" کے حوالے سے "صحیفہ" اقبال نمبر حصہ اول (ص ۲۰۶) میں نقل کیا۔

(۴) "اوراقِ گم گشتہ" (ص ۶۵-۶۶) میں قاضی افضل حق قریشی کے حوالے سے نقل کیا گیا۔

(رفیع الدین ہاشمی)

جناب صادق الخیری کا نوٹ مندرجہ ذیل ہے۔

علامہ اقبال کا تعزیتی پیغام ماہنامہ "عصمت" دہلی بابت مارچ ۱۹۳۶ء جلد ۵۶، شمارہ ۳ کے صفحہ ۲۲۸ پر یوں شائع ہوا

اردو ادب کو صدمۂ عظیم

(از ڈاکٹر سر محمد اقبال مدظلہٗ)

"مولانا راشد الخیری مرحوم کی وفات اردو ادب کے لیے ایک صدمۂ عظیم ہے۔ ایسے ادیب روز بروز پیدا نہیں ہوتے۔ خدا تعالیٰ ان کی مغفرت (مغفرت؟) کرے اور آپ کو صبرِ جمیل عطا فرمائے مجھے یقین ہے کہ مرحوم کی تصانیف کی اشاعت کا سلسلہ جاری رہے گا۔

اسی سلسلے کی ایک تحریر سہ ماہی "صحیفہ" لاہور کے اقبال نمبر ۷۳-۱۹ء میں بھی ملتی ہے جو افضل حق قریشی نے "نادرات اقبال" کے زیرِ عنوان درج کی ہے۔ (رحیم بخش شاہین: اوراق گم گشتہ)

# سید نذیر نیازی کے نام

ڈیر نیازی صاحب۔ السلام علیکم۔

پہلے[1] خط لکھ چکا ہوں۔ نورانیو کی لڑائی واقعی[2] ۱۸۲۷ء میں ہوئی تھی مجھ سے غلطی ہوئی۔ مگر یہ غلطی اس موقع کی آرگیومنٹ[3] پر موثر نہیں ہے۔ تاہم آپ اپنے ترجمے میں اس کی اصلاح کر دیں خواہ متن میں خواہ نوٹ کے طور پر۔

ڈاکٹر افشار کا خط اس میں ملفوف کرتا ہوں۔ یہ صاحب ایران جدید کے مشہور ادبا میں سے ہیں۔ آج کل بمبئی میں ہیں۔ یہ خط انھوں نے وہیں سے لکھا ہے۔ اس میں چند[4] اشعار انھوں نے پیام مشرق کے لیے لکھے ہیں جس کا ایک نسخہ میں نے ان کی درخواست پر ان کی خدمت میں بھیجا تھا۔ طلوع اسلام کے آیندہ نمبر میں شائع ہو جائیں تو محفوظ رہ جائیں گے۔ والسلام

محمد اقبال ۱ فروری ۳۶ء

لاہور

(مکتوبات اقبال) (عکس)

---

[1] مکتوب اقبال میں سہواً ۱۹۲۷ء درج ہو گیا۔ (موتف)

[2] محاربۂ نوارینو کی صحیح تاریخ ہی۔

[3] دلیل۔

(سید نذیر نیازی)

[4] یہ اشعار مکتوب محررہ ۲۴ جنوری ۱۹۳۶ء بنام ڈاکٹر محمود افشار کے فٹ نوٹ میں ملاحظہ فرمائیں۔

(موتف)

## سید نذیر نیازی کے نام

ڈیر نیازی صاحب۔ السلام علیکم

معلوم ہوتا ہے انجمن خدام الدین سے آپ نے اسلام اور احمدزم کا ترجمہ کرنے کی اجازت نہیں لی۔ وہ شاکی ہیں خصوصاً اس وجہ سے کہ مولوی ظفر علی خاں سے اس کا ترجمہ کرواکر اسے مفت شائع کرنے کا قصد رکھتے ہیں۔ ان سے ضرور دریافت کر لینا چاہیے تھا۔ والسلام

محمدؐ اقبال۔ لاہور

۱۲ر فروری ۳۶ء

انجمن سے آپ کو ضرور فیصلہ کر لینا چاہیے کیونکہ اگر انھوں نے اردو ترجمہ مفت شائع کر دیا تو آپ کو نقصان پہنچنے کا احتمال ہے۔ کیا آپ اپنے ترجمے کو قیمتاً بیچ رہے ہیں۔ میں فروری کے آخری ہفتے میں بھوپال کا قصد رکھتا ہوں۔

(مکتوبات اقبال)

(عکس)

## مسعود عالم ندوی کے نام

لاہور

۱۲ر فروری ۱۹۳۶ء

ڈیر مولانا مسعود عالم، السلام علیکم

آپ کا خط عین اس وقت پہنچا جب کہ میں ابن قیمؒ کی اعلام الموقعین پڑھ رہا تھا۔ خدا تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے میرے مطلب کے لیے کافی مسالہ آپ نے جمع کر دیا ہے۔ اب اگر ضرورت ہوئی تو اسی سے فائدہ اٹھاؤں گا مولانا سید سلیمان ندوی کو تکلیف دینے کی ضرورت نہیں۔ فقہی مسائل کے اختلافات اور

علماء اسلام کی جرح و قدح جس میں حضور رسالت مآب (صلّی اللہ علیہ وسلم) کا عشق پوشیدہ ہے ان تمام چیزوں کا مطالعہ بے حد روحانی لذت رکھتا ہے۔ میں نے تو صرف یہ لکھا تھا کہ شرعی اجازت کو امیر منسوخ کر سکتا ہے۔ اعلام سے تو یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ بعض خاص حالات میں قرآن کے تعزیری احکام میں بھی تغیر ہو سکتا ہے۔ مثلاً سارق کے لیے قطعِ ید کے حکم میں خود حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جنگ کے دوران میں تغیر کر دیا تھا۔ بہرحال جو زحمت آپ نے اٹھائی ہے۔ میں اس کے لیے بے حد شکر گزار ہوں۔

جاوید اس وقت اسکول میں ہیں۔ آپ کا سلام اُن تک پہنچا دوں گا۔ رات کو قرآن پڑھا کرتے ہیں۔

محمدؐ اقبال، لاہور

مسلم لیگ کا خطبہ میرے پاس تو موجود نہیں ہے البتہ کوشش کروں گا۔ اگر مل سکا تو بھیج دوں گا۔ مسلم کانفرنس کا خطبۂ صدارت موجود ہے۔ اگر مطلوب ہو تو بھیج دوں۔

محمدؐ اقبال

(اقبال نامہ)

---

۱؎ اقبال نامہ، زیرِ طباعت میں یہ بڑھایا گیا ہے۔

۲؎ ایضاً ایضاً

(مولّف)

# مولوی محمد علی[1] کے نام

۱۳ر فروری ۱۹۳۶ء

ابھی اخبار " انقلاب" میں ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب مرحوم[2] (م ۱۲ر فروری ۱۹۳۶ء) کے انتقال کی خبر پڑھ کر بہت رنج ہوا۔ وہ شرافت کا پیکر مجسّم تھے اور فطرۃً بنی نوع انسان کے ہمدرد۔ خدا تعالیٰ ان کو غریقِ رحمت کرے۔ مجھے معلوم نہیں ان کے صاحبزادے کہاں ہیں۔ آپ ازراہ عنایت میرا پیغام ہمدردی ان تک پہنچا دیں۔ میں کئی روز سے نزلے کی وجہ سے صاحب فراش ہوں ورنہ اس مقصد کے لیے خود ان کی خدمت میں حاضر ہوتا۔ والسلام

(روح مکاتیب اقبال ــ ماخوذ از آئینہ صدق وصفا
مرتبہ مرزا مسعود بیگ)

---

[1] امیر جماعت احمدیہ، لاہور (م: ۱۳ر اکتوبر ۱۹۵۱ء)

[2] تاریخ وفات ۱۲ر فروری ۱۹۳۶ء

# سید نذیر نیازی کے نام

ڈیر نیازی صاحب آپ کا خط ابھی ملا ہے۔ سلطانؒ الہند کے مزار پر جو تاریخ لکھی ہے عربی میں ہے۔ افسوس اس کے الفاظ مجھے پورے طور پر یاد نہیں۔

نصیر احمد کی درخواست میں نے انجمن کے دفتر میں اپنے ریمارک کے ساتھ بھیج دی تھی۔ اس کا فیصلہ پبلسٹی کمیٹی کرے گی۔ اس کی میٹنگ معلوم نہیں کب ہو۔ آپ چودھری صاحب کو لکھ دیں کہ وہ اس کا خیال رکھیں۔

انجمن خدام الدین کو آپ خود خط لکھیں۔ اس کے علاوہ آج کے اخبار احسان میں شعبۂ تبلیغ و اشاعت مسجد مبارک اسلامیہ کالج لاہور کی طرف سے اعلان ہوا ہے کہ اسلام اور احمدزم کے اردو ترجموں کی کاپیاں لاکھوں کی تعداد میں شائع کی جائیں۔

---

ؔ ٹیپو سلطان (مولف)

حضرت علامہ نے اپنے انگریزی بیان میں لکھا تھا کہ سرنگا پٹم میں سلطان الہند کے مزار پر جو تاریخ کندہ ہے اس کے الفاظ یہ ہیں:

"ہندوستان اور روم کی عظمت کا چراغ گل ہو گیا"

اور جس کی بنا پر انھوں نے ایک شعر میں سلطان الہند کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے:

آں شہیدانِ محبت را امام!
آبروئے ہند و چین و روم و شام

(وہ محبت کے شہیدوں کا امام تھا اور ہند و چین و روم و شام کی آبرو تھا۔)

لہذا راقم الحروف کو جستجو تھی کہ اس تاریخ کے اصل الفاظ معلوم ہو جائیں کیونکہ اوپر کے الفاظ حضرتِ علامہ کی انگریزی عبارت کا ترجمہ ہیں۔ مگر پھر جیسا کہ قارئین ملاحظہ فرما چکے ہیں اصل تاریخ کے الفاظ جو عربی زبان میں ہیں حضرت علامہ کو یاد نہیں رہ سکے۔

(سید نذیر نیازی)

اور مفت تقسیم کی جائیں۔ چونکہ آپ ترجمہ کر چکے ہیں جس کی طباعت بھی ہو چکی ہے آپ اس شعبۂ اشاعت و تبلیغ سے خط و کتابت کریں۔ ممکن ہے وہ آپ سے کُل تعداد خرید کر لیں۔ زیادہ کیا عرض کروں۔ فروری کے آخری ہفتے میں بھوپال جانے کا قصد ہے۔ والسلام

محمد اقبال، لاہور

۱۵ فروری ۳۶ء

(مکتوبات اقبال) (عکس)

## خواجہ حسن نظامی کے نام[1]

جناب خواجہ صاحب

دو سال سے علیل ہوں ؎

سخن اے ہم نشیں از من چہ خواہی[2]

کہ من با خویش دارم گفتگوئے

---

[1] "۱۹۳۵ء میں دہلی کے ہندو مسلمان اہل علم نے جناب سری رام آنجہانی مصنف "خم خانۂ جاوید" (متوفی ۲۵ مارچ ۱۹۳۰ء) کے مکان پر جمع ہو کر "غالب سوسائٹی" قائم کی جس نے ۱۵ فروری ۱۹۳۶ء کو دہلی میں پہلا "یومِ غالب" بڑے وسیع پیمانے پر منایا۔ اراکین انجمن کے مشورے سے خواجہ حسن نظامی نے مقام و بیرونی ہندو مسلم مشاہیر کو شرکت کی دعوت دی اور ہندوستان کے علمی سرپرستوں اور والیانِ ریاست کو "غالب ڈے" کی امداد و اعانت کے لیے تار بھیجے۔ علامہ اقبال ان دنوں بیمار تھے، اس لیے خود تو بہ نفس نفیس تقریبات میں شریک نہ ہو سکے مگر انھوں نے اپنا پیغام خواجہ حسن نظامی کے نام بھیج دیا۔ (اقبال ریویو، جنوری ۱۹۷۰ء، ص ۱۵-۱۶) (رفیع الدین ہاشمی)

[2] ترجمہ: اے دوست، تو مجھ سے کیا بات پوچھنا چاہتا ہے کہ میں تو محض اپنی ذات سے گفتگو میں محو ہوں، (مجھے اپنی ذات کی شناسائی نہیں، دنیا کی حقیقت میں کیا بتا سکوں گا)۔

پیغام کے لیے مراقبہ کیا تو مرزا ہرگوپال تفتہ مرحوم کی روح سامنے آ گئی اور دلی والوں کے لیے یہ دو شعر نازل کر کے غائب ہو گئی ؎

دریں محفل کہ افسونِ فرنگ از خود بود اورا[1]
نگاہے پردہ سوز آور، دلے دانائے راز اورا
مے ایں ساقیانِ لالہ رو ذوقے نمی بخشد
ز فیضِ حضرتِ غالبؔ ہماں پیمانہ باز آورا

زیادہ کیا عرض کروں سوائے اس کے کہ دعا کا محتاج ہوں، ہاں، دلّی کے پنڈتوں سے سلام کہہ دیجیے گا۔

محمد اقبال
(خطوطِ اقبال)

## سید نذیر نیازی کے نام

ڈیر نیازی صاحب۔ السلام علیکم

آپ کا خط مل گیا ہے الحمد للہ کہ خیریت ہے۔

---

[1] ترجمہ: جس محفل میں افسونِ فرنگ نے بے خود کر رکھا ہو۔
وہاں تو محض پردہ سوز نگاہ اور دلِ دانائے راز کے علاوہ کچھ کام نہیں دے سکتا۔
لالہ رو ساقی جو شراب پلا رہے ہیں وہ بے کیف ہے۔
یہاں، وہی پیمانہ پھر بھر لا جو حضرت غالب کے فیض سے حاصل ہو سکتا ہے۔

(۱) پہلی بار یہ خط "منادی" کے شمارہ ۲۱-۲۸ فروری ۱۹۳۶ء میں شائع ہوا۔

(۲) محمد عبداللہ قریشی نے اس خط کو اپنے مضمون "عظمت غالب" (اقبال ریویو، جولائی ۱۹۶۵ء ص ۹۵-۹۶) میں نقل کیا ہے۔

(۳) تیسری بار یہ خط محمد عبداللہ قریشی ہی کے مضمون "علامہ اقبال اور خواجہ حسن نظامی" (اقبال ریویو، جنوری ۱۹۷۰ء، ص ۱۶) میں نقل کیا گیا۔ مگر محمد عبداللہ قریشی کے منقول متون (۲ء ۳) میں قدرے اختلاف ہے۔

(۴) پروفیسر شاہین نے "منادی" کے حوالے سے "اوراقِ گم گشتہ (ص ۴۷) میں شائع کیا ہے اس متن میں کتابت کی بعض غلطیاں ہیں۔ یہ متن بھی قریشی صاحب کے متن سے قدرے مختلف ہے۔ شاہین صاحب کا کہنا ہے کہ انھوں نے خط براہِ راست "منادی" سے نقل کیا ہے۔

(رفیع الدین ہاشمی)

میں بھی خدا کے فضل سے کسی قدر بہتر ہوں۔ ۲۸ فروری یا یکم مارچ کو بھوپال کا قصد رکھتا ہوں۔ جاتی دفعہ دہلی نہ ٹھہروں گا۔ انشاء اللہ بھوپال سے واپسی پر قنصل خانے میں ایک آدھ روز قیام رہے گا کہ سردار صلاح الدین اصرار کرتے ہیں۔ روانگی سے پہلے آپ کو پھر خط لکھوں گا۔ ارادہ یہ ہے کہ تمام دن دہلی اسٹیشن پر ہی رہوں گا۔ وہاں سے پانچ بجے شام کی گاڑی میں بھوپال روانہ ہو جاؤں گا۔ آپ پہلے سے اس گاڑی کا وقت معلوم کر چھوڑیں۔ والسلام

محمد اقبال۔ لاہور

۱۹ فروری ۳۶ء

(عکس) (مکتوبات اقبال)

## مسعود عالم ندوی کے نام

لاہور

۱۹ فروری ۱۹۳۶ء

جناب مولانا مسعود صاحب۔ السلام علیکم

میں آپ کو دونوں ایڈریس بھیج چکا ہوں۔ امید کہ موصول ہو گئے ہوں گے۔ تھوڑی سی تکلیف اور دیتا ہوں جس کے لیے معافی چاہتا ہوں۔

"محمد لطفی جمعہ، مصر کے ایک بیرسٹر ہیں۔ انھوں نے حال میں ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام ہے 'حیات الشرق'۔ اس کتاب کے صفحہ ۶۵ پر ترکوں کے متعلق لکھتے ہوئے کہتے ہیں: فالافضل للمسلمین فی الشرق ان یترکوا نغمۃ الانتقاد والتقریع ضد مصطفیٰ کمال وغیرہ وان یترکوہ کما ترکھم[1]

'یترکوہ کما ترکھم' پر مصنف نے حاشیہ کتاب پر یہ نوٹ دیا ہے فی الحدیث الصحیح "اترکوا الترک[2] اترکوکم"

دریافت طلب امر یہ ہے کہ یہ حدیث کون سی کتاب میں ہے۔ اس کے راوی کون ہیں اور حضور رسالت مآب (صلے اللہ علیہ وسلم) نے کس موقع پر یہ الفاظ ارشاد فرمائے تھے۔

---

[1] ترجمہ: مشرق کے مسلمانوں کے لیے سب سے بہتر یہ ہے کہ وہ مصطفیٰ کمال وغیرہ کی تنقید و تنقیص چھوڑ دیں اور اس سے اسی طرح صرف نظر جس طرح اس نے ان لوگوں سے کر رکھا ہے۔

[2] حدیث ان لفظوں (اترک الترک کما ترکوھم) کے ساتھ تو کہیں نہیں ملی۔

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

ڈیر نیازی صاحب۔ السلام علیکم۔

آپ کا خط مل گیا ہے۔ الحمد للہ کہ خیریت ہے۔

میری طبیعت خدا کے فضل سے کسی قدر بہتر ہے۔ ۲۸ فروری

یا یکم مارچ کو بھوپال کا قصد تھا۔ ہوا جاتا اس دفعہ دہلی نہ

ٹھہر سکتا تھا اب ارادہ ہے۔ بھوپال سے واپسی پر دو چار روز

بیمار زیادہ قیام رہے گا کہ سفر اور تکلیف کا اثر ...

ملیں گے۔ روانگی سے پہلے آپ کو مطلع کر دوں گا۔ ارادہ یہ ہے

کہ تمام دن دہلی ٹھہر کر شام کی گاڑی سے بھوپال چلا جاؤں

کوئی گاڑی ہے جو بھوپال روانہ ہو جاتی ہے۔ آپ پہلے سے

اس گاڑی کا وقت معلوم کر رکھیں۔ والسلام

محمد اقبال
لاہور

۲۶ فروری ۳۶ء

۲۶/۲

امید کہ آپ کا مزاج بخیر ہوگا۔

محمدؐ اقبال

(اقبال نامہ)

## سید نذیر نیازی کے نام

لاہور۔ ۲۵ فروری ۳۶ء

ڈیر نیازی صاحب۔ السلام علیکم

میں یہاں سے ۲۹ فروری کی شب کو فرنٹیئر میل سے[1] چلوں گا یا دوسری ٹرین میں جو اس کے قریب ہی لاہور سے چلتی ہے۔ بہر حال یکم مارچ کی صبح کو دہلی پہنچکر دن بھر وہیں قیام کروں گا۔ ۴۔ ۵ بجے بعد دو پہر جو ٹرین دہلی سے بھوپال کی طرف جاتی ہے[2] اس میں سوار ہو کر ۲ مارچ کو بھوپال پہنچوں گا۔ والسلام

اطلاعاً گزارش ہے۔

محمدؐ اقبال

(عکس) (مکتوبات اقبال)

---

البتہ سنن ابی داؤد ( ۸ ) میں یہ حدیث ہے لیکن معمولی اختلاف کے ساتھ۔ اس کے الفاظ یہ ہیں: "اترکوا الترک ماترکوکم" (المعجم المفہرس لالفاظ الحدیث النبوی ۱/۲۷۱)۔ گولڈ سیہر (Gold Zsehar) نے MOHAMMADAN STUDIES ۱/۳۷۰، ۱۲۷/۲ میں یہ حدیث ان الفاظ کے ساتھ درج کی ہیں: اترکوھم ماترکوکم" جب تک ترک تم سے تعرض نہ کریں تم بھی ان سے تعرض نہ کرو۔ اس کا ترجمہ یوں بھی کیا گیا ہے ترکوا کو ان کے حال پر چھوڑ دو جیسا کہ انھوں نے تمہیں چھوڑ دیا ہے۔

ایک دوسرے مفہوم میں اور ذرا مختلف شکل میں بھی یہ حدیث ملتی ہے: "تارکوا الترک ماتارکوکم" (ابن الفقیہ مختصر کتاب البلدان ۳۱۶ (لائیڈن ۱۸۸۶)، ابن خرداذبہ المسالک والممالک ۲۶۲ (لائیڈن ۱۸۸۹ء) یاقوت الحموی: معجم البلدان ۱/۸۳۸۔

[1] لفظ (سے) چھوٹ گیا ہے۔

[2] عکس میں لفظ (ہے) موجود نہیں۔ (مولف)

# مسعود عالم ندوی کے نام

لاہور

۲۵ ؍فروری ۱۹۳۶ء

جناب مولانا۔ السلام علیکم

ترکوں کے متعلق مایوس نہ ہونا چاہیے۔ ان کے ایک خدا پرست جرنیل کے الفاظ ہیں "یہ الحاد کی ہوا آئی ہے کچھ دن کے بعد نکل جائیگی" جو کچھ ہوا جذبۂ وطن پرستی بلکہ توران پرستی کا نتیجہ تھا۔

اب جو عراق، افغانستان ایران اور ترکی کے معاہدہ کی تجویز ہو رہی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ترکوں نے 'توران پرستی' کو بحیثیت ایک پالیسی کے ترک کر دیا ہے 'کافر نتوانی شد[1] ناچار مسلماں شو' حالات اس قسم کے ہیں کہ ترک اسلام کو چھوڑ کر کبھی من حیث القوم سرسبز نہیں ہو سکتے۔ باقی یہ بات صحیح ہے کہ ان میں افرنگ زدہ لوگ بکثرت ہیں۔ لیکن کیا عجب ہے کہ آئندہ دس سال میں افرنگ زدگی کے سرچشمے ہی کا خاتمہ ہو جائے۔ سب کچھ اللہ کے قبضہ قدرت میں ہے۔ باقی آپ کی کتاب[2] کے متعلق پھر لکھوں گا۔ بہت سے خطوط لکھنے کے بعد تھک گیا ہوں۔ ۲۹؍ کو بھوپال جانے کا قصد ہے۔ وہاں ایک ماہ قیام رہے گا۔

محمد اقبال

(اقبال نامہ)

---

[1] ترجمہ: کافر تو نہ ہو سکا اب مجبوراً مسلمان ہو جا!

[2] (الف) مکتوب الیہ کی عربی تاریخ ہند "حاضر مسلمی الہند و غابرہم" (شیخ عطاء اللہ)

(ب) شیخ عطاء اللہ کو غلط فہمی ہوئی۔ اس تصنیف کا صحیح نام "غابر مسلمی الہند و حاضرہم" تھا لیکن یہ ابھی تک شائع نہیں ہوئی ہے۔ سوال یہ ہے کہ پھر یہ کتاب اقبال کو کیسے پیش کی گئی۔ اس ضمن میں تعلیقات ملاحظہ ہوں۔ (مولف)

# لیڈی مسعود (امتہ المسعود) کے نام

لاہور

۲۵ فروری ۱۹۳۶ء

ڈیر بیگم صاحبہ۔ آپ کا والا نامہ مل گیا ہے۔ نان خطائی کے لیے تو میں نے کئی دن سے کہہ رکھا ہے۔ انشاء اللہ ۲۷ تک امرتسر سے تیار ہوکر آجائے گی۔ قصور کی میتھی بھی امید (ہے) کل تک یا پرسوں تک مل جائے گی۔ ہمراہ لاؤں گا۔ میں انشاء اللہ العزیز ۲۹ فروری شام کو یہاں سے روانہ ہوکر ۲ مارچ کی دوپہر آپ کی خدمت میں پہنچوں گا۔ مہربانی کرکے شعیب صاحب کو مطلع کردیجیے گا۔ مسعود صاحب سے بھی سلام کہیے۔ انھوں نے میرے کسی خط کا جواب نہیں دیا۔ آج ڈاکٹر عبدالباسط صاحب کو بھی خط لکھ دیا ہے۔ اب ایک ماہ سے زیادہ نہ ٹھہر سکوں گا۔ کیونکہ ایسٹر کی تعطیلوں میں انجمن حمایت اسلام لاہور کا سالانہ جلسہ ہے اور بعض خاص حالات کی وجہ سے ان دنوں میرا یہاں موجود ہونا ضروری ہے۔ باقی خدا کے فضل سے خیریت ہے۔

والسّلام

محمد اقبال

(اقبال نامہ)

---

[1] یہ اضافہ اقبال نامہ، زیر طباعت میں کیا گیا ہے۔

(مؤلف)

## سید نذیر نیازی کے نام

بھوپال۔ شیش محل

۳ ر مارچ

ڈیر نیازی صاحب۔

میں کل مع الخیر بھوپال پہنچ گیا۔ سید راس مسعود کے پاس کوئی نمبر طلوع اسلام کا آج تک نہیں پہنچا۔ ان کے نام تمام نمبر فوراً بھجوا دیجیے۔ مزید کوشش بھی کی جائے گی۔ سید صاحب کا نام بھی اپنے خریداروں میں لکھ لیجیے۔ میں نے ان سے آپ کی مدد کا وعدہ لے لیا ہے اور اعلیٰ حضرت سے خود بھی کہوں گا۔ افغانستان والے معاملے کو بھی [1] کرنا چاہیے۔

باقی ہر معاملے میں خدا پر بھروسہ رکھنا مسلمان کا کام ہے۔ والسلام

محمد اقبال

(عکس) (مکتوبات اقبال)

## محمد عبد الجمیل بنگلوری کے نام

بھوپال
شیش محل

۶ ر مارچ ۱۹۳۶ء

ڈیر مسٹر جمیل۔

نوازش نامہ موصول ہوا۔ میں بدستور بیمار ہوں۔ بھوپال میں برقی علاج ہو رہا ہے۔ بوجہ علالت روڈز لیکچرز فی الحال منسوخ کر دئے ہیں، بال جبریل،

---

[1] پیروی کرنا۔ (مولف)

گزشتہ سال شائع ہوئی اور ضرب کلیم امید ہے آئندہ اپریل میں شائع ہوجائیگی
ان دونوں کتابوں کے لیے تاج کمپنی لاہور کو اور "اسلام اور احمدیت" کے لیے
انجمن خدام الدین[1] لاہور کو لکھیے۔

مخلص
محمد اقبال

(انگریزی سے) (اقبال نامہ شاعر اقبال نمبر ۱۹۸۸ء)

# سید نذیر نیازی کے نام

بھوپال
۸ مارچ ۳۶ء

ڈیر نیازی صاحب۔ السلام علیکم

امید ہے یہ خط آپ کو دہلی میں مل جائے گا۔ آپ ایک عرضداشت اعلیٰ حضرت کے نام رسالہ طلوعِ اسلام کی مدد کے لیے لکھیے۔ اور تینوں رسالے بھی ان کے نام ارسال کر دیجیے۔ عرضداشت میں رسالہ کے اغراض و مقاصد اور اس کا نصب العین

---

[1] انجمن خدام الدین مولانا احمد علی صاحب کے زیر سرپرستی قائم کی گئی تھی جو مولانا عبیداللہ سندھی کے داماد تھے۔ اس کا مرکزی دفتر مسجد شیرانوالہ گیٹ میں تھا۔ یہ ایک ہفتہ وار اخبار "الاسلام" خواجہ عبدالوحید کی ادارت میں نکالتی تھی۔

اقبال کا رسالہ "اسلام اور احمدیت" اسی انجمن نے شائع کیا تھا۔ اس کی اصل ٹائپ شدہ کاپی مع تصحیح اور حاشیوں پر نوٹ کے جو اقبال نے بخط خود لکھے تھے، خواجہ صاحب کی تحویل میں تھی۔ انھوں نے بعد ازاں اس کو اقبال اکیڈمی کے سپرد کر دیا۔ آج کل یہ تاریخی رسالہ قومی میوزیم کراچی میں محفوظ ہے۔

(بشیر احمد ڈار)۔

BHOPAL

۸ مارچ ۳۶ء

ڈیئر نیازی صاحب — السلام علیکم

امید ہے یہ خط آپ کو بھوپال میں مل جائے گا۔ آپ ایک عرضداشت اعلیٰحضرت کے نام رسالہ طلوع اسلام کی مدد کے لئے لکھئے اور یہ تینوں رسالے بھی ان کے نام ارسال کیجئے۔ عرضداشت میں رسالہ کے اغراض و مقاصد اور اس کا لب لباب مختصر الفاظ میں بیان کیجئے۔ نیز یہ بھی لکھئے کہ اس وقت سارے ہندوستان میں علمی اداروں اور رسالوں کی حوصلہ افزائی کرنے والی ہستی اعلیٰحضرت کی ذات والا صفات کے اور کوئی نہیں ہے۔ — یہ عرضداشت میرے نام ارسال کیجئے تاکہ میں اسے اپنی سفارش کے ساتھ سر راس مسعود کے ہاتھ بھجوا دوں۔

والسلام

محمد اقبال

عمدہ الفاظ میں بیان کیجیے۔ نیز یہ بھی لکھیے کہ اس وقت سارے ہندوستان میں علمی اداروں اور رسالوں کی حوصلہ افزائی کرنے والی سوائے اعلیٰ حضرت کی ذات والا صفات کے اور کون ہے۔ یہ عرضداشت میرے نام ارسال کیجیے تاکہ میں اس پر اپنی سفارش لکھ کر سید راس مسعود صاحب کے پاس بھیج دوں۔
والسلام۔

محمد اقبال

(عکس) (مکتوباتِ اقبال)

## قاضی تلمذ حسین کے نام

بھوپال۔ ۸ مارچ ۳۶ء

جناب قاضی صاحب۔ السلام علیکم میں ابھی تک علیل ہوں اور یہاں بھوپال میں برقی علاج کے لیے مقیم ہوں اس وقت بہاولپور کی ریاست ہندو مسلم مناقشات میں الجھی ہوئی ہے یہ موقع موزوں نہیں تاہم اگر آپ مراۃ المثنوی وہاں بھیجنا چاہیں تو بمع عرضداشت کرنل مقبول حسین صاحب قریشی ہوم ممبر ریاست کے نام بھیج دیجیے میں نے ان کے نام ایک خط لکھ دیا ہے جو اسی لفافے میں بند ہے۔ یہ خط بھی عرض داشت کے ہمراہ بھیج دیجیے۔ والسلام

محمد اقبال لاہور

(عکس) (خطوط اقبال)

---

نوٹ:
معلوم ہوتا ہے کہ اقبال کے مشورے کے مطابق قاضی صاحب نے اپنی تالیف نواب صاحب بہاولپور کو نہیں بھیجی۔ پھر شاید انھیں خیال بھی نہ رہا۔ کوئی ایک برس بعد دوبارہ خیال آیا تو اقبال کو خط لکھ کر مشورہ مانگا۔ جواباً علامہ نے یہ خط ارسال کیا۔ اس زمانے میں وہ بغرض علاج بھوپال میں مقیم تھے۔ (رفیع الدین ہاشمی)

# سرراس مسعود کے نام

ڈیر مسعود۔ ملفوفہ خط سید احمد عباس کا ہے جو مدینہ منورہ میں روضہ حضور رسالت مآبؐ کے محافظ ہیں۔ میں نے پہلے بھی تم سے ان کا ذکر کیا تھا۔ نہایت عمدہ سفرنامہ ہندوستان کا لکھ رہے ہیں۔ عربی زبان کے ادیب ہیں اور شرفائے عرب میں ان کا خاندان بلند مرتبت ہے۔ یہ خط ہز ہائینس کی خدمت میں بھجوا دیجیے۔ چونکہ ان کو یہاں کے دستور کا علم نہیں اس واسطے انھوں نے اپنا خط میرے خط میں ملفوف کر دیا ہے۔ اگر اعلیٰ حضرت نے ان کو اجازت دی تو یہاں آئیں گے۔ پٹیالہ نے ان کی بڑی قدر افزائی کی اور بڑی خاطر و مدارات کی۔ اگر وہ آئیں تو تم بھی ان کو دعوت دینا۔

اور کرنل رابنس سے بھی تو مجھے ملا دیجیے۔ تم کہتے تھے کہ وہ اب یہاں سے چلے جانے والے ہیں۔ والسلام

محمد اقبال
شیش محل
۱۰ر مارچ ۳۶ء

(یہ خط بھوپال ہی میں لکھا گیا)

(اقبال نامہ)

(عکس)

# فضل شاہ گیلانی کے نام

بھوپال
شیش محل

۱۷ مارچ ۱۹۳۶ء

مائی ڈیر پروفیسر گیلانی

آپ کے نوازش نامہ کا بہت بہت شکریہ۔ جو مجھے بھوپال میں موصول ہوا۔ جہاں میں چند روز سے اپنے گلے کے برقی علاج کے لیے مقیم ہوں۔ معمولی سا افاقہ ہے لیکن میں سمجھتا ہوں میری صحت کلی طور پر خراب ہو چکی ہے اور مجھے اپنے بقیہ ماندہ دنوں میں حد درجہ محتاط رہنا ہوگا۔

مجھے کوئی اعتراض نہیں آپ شوق سے احمدیت[1] پر میرے مضمون کا جو استعمال مناسب سمجھیں کریں۔ آپ نے بال جبریل پر نہایت عمدہ مضمون لکھا ہے۔ میں یہ دیکھ کر مسرور ہوں کہ مسلمانوں کی نئی نسل اب میرا مقصود کلام و پیام سمجھنے لگی ہے۔ اردو کلام کا ایک اور مجموعہ بعنوان ضرب کلیم مجھے امید ہے اپریل یا مئی میں شائع ہوگا۔

مجھے امید ہے کہ میں اپریل کے پہلے ہفتہ میں لاہور واپس پہنچ جاؤں گا۔

شکریہ کے ساتھ۔

مخلص

محمد اقبال

یہ گھسیٹ[2] معاف فرمائیے گا

(سیارہ، لاہور، اکتوبر ۱۹۸۲ء)

(انگریزی سے)
(غیر مدون)

---

[1] پروفیسر گیلانی نے اس مضمون کو شائع کرنے کی اجازت مانگی تھی۔ (ڈاکٹر تحسین فراقی)

[2] عکس میں یہ جملہ نہیں ہے۔ لیکن ڈاکٹر تحسین فراقی کے شائع کردہ "عکسِ تحریر کا انگریزی روپ" میں یہ جملہ موجود ہے۔ (مولف)

# ڈاکٹر ضیاء الدین کے نام

جاوید منزل
میورروڈ
لاہور

مائی ڈیر ڈاکٹر ضیاء الدین

میں آپ کو یہ خط ایک ایسے مسئلے پر لکھ رہا ہوں جو ملک و ملت دونوں کے لیے نہایت اہم ہے۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ کی یونیورسٹی کے جناب عطاء اللہ نے "پنجاب میں تحریکِ امداد باہمی" پر ایک کتاب مکمل کی ہے جس کو لندن کا مشہور ناشر GEORGE ALLEN ماہرین کی رپورٹ کے بعد شائع کرنے پر رضا مند ہو گیا ہے۔ آل انڈیا کوآپریٹیو انسٹی ٹیوٹ ایسوسی ایشن ALL INDIA CO-OPERATIVE INSTITUTES ASSOCIATION نے بھی اس کتاب کو آل انڈیا کوآپریٹیو سیریز کے تحت جاری کرنا قبول کر لیا ہے۔

کتاب کی سائنسی نوعیت کے پیشِ نظر ناشر جیسا کہ اس کاروبار کا دستور ہے ہر ممکن مالی نقصان سے بچنا چاہتا ہے۔ لہٰذا اس نے مصنف سے بطور عطیہ ۱۰۰ پونڈ کتاب کی اشاعت کے لیے طلب کیا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ رقم مصنف کی حیثیت سے زیادہ ہے۔

میں عطاء اللہ صاحب کی اس تصنیف کی اہمیت اور اس کے مسلمانان پنجاب کی معاشی زندگی سے تعلق پر خاص طور پر زور دینا چاہتا ہوں۔ آپ بخوبی واقف ہیں کہ ہماری ملت میں معاشیات کے ماہرین کی حد درجہ کمی ہے اور آپ مجھ سے متفق ہوں گے کہ ان میں سے اگر کوئی بھی نمایاں کام کرے تو اس کی ہر طرح سے ہمت افزائی کی ضرورت ہے خصوصاً جب کہ اس کا تعلق علی گڑھ سے ہو۔ اور اس کے کام کو خراج تحسین مل چکا ہو۔ پنجاب کے مسلمان اس موضوع میں حد درجہ دلچسپی رکھتے ہیں اور

مجھے پورا یقین ہے کہ اس کتاب کی اشاعت مصنّف کے لیے اور آپ کی یونیورسٹی کے لیے عزّت کا باعث ہوگی۔

میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ عطاء اللہ صاحب کو اپنا ذاتی اثر استعمال کرتے ہوئے یونیورسٹی فنڈ میں سے ۱۰۰ پونڈ دلادیں۔ تاکہ وہ اپنی کتاب کی اشاعت بغیر کسی تاخیر کے کراسکیں۔ عطاء اللہ صاحب اس بات کا ذمّہ لیتے ہیں کہ وہ اپنی رائلٹی کی تمام رقم جوان کو ملے گی اس وقت تک یونیورسٹی کو دیتے رہیں گے جب تک یہ رقم ادا نہ ہوجائے۔

میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ یہ روپیہ یونیورسٹی اور ملّت کے حق میں خرچ ہوگا۔

کیا میں امید رکھوں گا کہ آپ میری اس درخواست وتجویز پر فوراً سنجیدگی سے غور فرمائیں گے؟ میں نہایت ممنون ہوں گا اگر آپ اس معاملہ میں اپنے فیصلے سے مجھے آگاہ کریں۔

لاہور

۲۱ر مارچ ۱۹۳۶ء

مخلص

محمد اقبال

(شاعر۔ اقبال نمبر ۱۹۸۸ء)

(انگریزی سے)
(غیر مطبوعہ)

## سردار امراؤ سنگھ کے نام

لاہور

۲۴ر مارچ ۱۹۳۶ء

مائی ڈیر یو ایس

آپ کے خط کا بہت بہت شکریہ جو مجھے چند لمحہ پہلے ملا ہے۔ میں بالکل

ٹھیک ہوں۔ میری صحت کافی بہتر ہوگئی ہے اور آواز بھی آہستہ آہستہ بہتر ہو رہی ہے۔ پریس کو کچھ غلط فہمی ہوئی جس کی وجہ سے میرے دوستوں کو بے حد تردّد ہوا۔ بہر حال میں اچھا ہوں۔ اردو کا نیا مجموعہ "ضرب کلیم" دو ایک ماہ میں شائع ہو جائے گا۔ یہ ابھی پریس میں ہے۔

نیک خواہشات کے ساتھ،

ہمیشہ آپ کا

محمدؐ اقبال

(انگریزی سے) (نقوش، سالنامہ ۱۹۹۰ء)

(غیر مطبوعہ)

## سیدؒ سلامت اللہ شاہ کے نام

بھوپال ۲۸ مارچ ۳۶ء

ڈیر سلامت اللہ شاہ صاحب

معلوم نہیں نیازی صاحب لاہور پہنچے یا نہ پہنچے۔ میں نے جو خط ان کو لکھا تھا اس کا کوئی جواب انھوں نے نہیں دیا۔ میں نے ان کو لکھا تھا کہ طلوع اسلام کی مدد کے لیے ایک عرض داشت اعلیٰ حضرت نواب صاحب بھوپال کے نام لکھ کر میرے نام فوراً ارسال کر دیں۔ عرض داشت کا مضمون بھی میں نے اس خط میں لکھ کر دیا تھا۔ وہ اب تک خاموش ہیں۔ اگر انھوں نے تساہل کیا تو معاملہ دوسرے سال پر جا پڑے گا۔ اس وقت بجٹ تیار ہو رہا ہے اگر وہ فوراً عرضداشت

---

لہ یہ سید نذیر نیازی کے دوست تھے۔

(مولف)

BHOPAL.

بھیج دیں تو کام اسی سال سے ہو جائے گا۔ جہاں کہیں بھی ہوں ان کو تاکید کریں کہ عرض داشت مذکورہ عمدہ کاغذ پر خوشخط لکھ کر فوراً ارسال کریں۔

محمد اقبال

عرض داشت میں اعلیٰ حضرت کو ایڈریس کی جائے اور میرے پاس بھیجی جائے تاکہ میں اس پر اپنی سفارش لکھ سکوں۔

(عکس) (مکتوبات اقبال)

# سید نذیر نیازی کے نام

بھوپال

۳۱ مارچ ۳۶ء

ڈیر نیازی صاحب۔ السلام علیکم

آپؐ کی عرض داشت پہنچ گئی ہے۔ میں انشاءاللہ ۹ اپریل کی شام کو ساڑھے سات بجے لاہور پہنچ جاؤں گا۔ باقی خدا کے فضل و کرم سے خیریت ہے۔

والسلام

محمد اقبال۔ بھوپال

(عکس) (مکتوبات اقبال)

---

؎ یوں وہ سلسلۂ مکاتیب جس کا آغاز ۱۹۲۹ء میں ہوا تھا ۱۹۳۶ء میں ختم ہو گیا۔ مگر (۱۹۳۷ء میں) دو مرتبہ ایسا بھی ہوا کہ حضرت علامہ نے خط لکھ کر مجھے طلب فرمایا۔

(سید نذیر نیازی)

بھوپال ۲۱ مارچ ۳۶ء

مکرم نیازی صاحب ۔ السلام علیکم

آپ کا خط ابھی ملا ہے ۔ میں انشاء اللہ
۹ اپریل کی شام کو ساڑھے سات بجے لاہور
پہنچ جاؤں گا ۔ باقی خدا کے فضل سے
خیریت ہے ۔ والسلام

محمد اقبال
بھوپال

# محمد عباس علی خاں لمعہ حیدر آبادی کے نام

لاہور

۱۷/اپریل ۱۹۳۶ء

مائی ڈیر ڈاکٹر عباس علی خاں

آپ کے محبت نامہ کے لیے سراپا سپاس ہوں۔ معاف فرمائیے میں جواب میں آپ کا سا ہنرمندانہ سلیقہ اختیار کرنے سے قاصر ہوں۔ لیکن آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ دل را بدل[1] رہیست۔ میری صحت سے متعلق آپ کی تجاویز کے لیے آپ کا ممنون ہوں۔

مخلص محمد اقبال

(انگریزی سے) (اقبال نامہ)

# خواجہ غلام السیدین کے نام

لاہور

۱۸/اپریل ۱۹۳۶ء

ڈیر سیدین صاحب، السلام علیکم

آپ کا خط ابھی ملا ہے جس کے لیے بہت بہت شکریہ قبول کیجیے۔ میں خدا کے فضل سے بہ نسبت سابق بہت تندرست ہوں، آواز میں بھی اب کے نمایاں فرق ہے۔ اخباروں نے میری صحت کے متعلق غلط فہمی پھیلا دی تھی جس کی وجہ سے احباب کو تشویش لاحق ہوئی۔ بہرحال خدا کا شکر ہے۔

---

[1] ترجمہ۔ دل کو دل سے راہ ہے۔

"ضرب کلیم" کے پروف دیکھ رہا ہوں، امید ہے کہ مئی کے آخر تک کتاب چھپ جائیگی۔ استانی کا اب تک کوئی انتظام نہیں ہو سکا۔ آپ یہ سن کر ہنسیں گے کہ ایک نوجوان لڑکی جو خاصی تعلیم یافتہ ہے اور دینی تعلیم بھی رکھتی ہے اتالیقی قبول کرتی ہے مگر شرط یہ کرتی ہے کہ نکاح کر لو! شاید کچھ عرصے کے لیے علی گڑھ بھی رہ چکی ہے۔ بہت سمجھایا نہیں مانتی۔ آخر اس کے ساتھ بندکرنی پڑی۔

تصویر ابھی تک نہیں بن سکی کیونکہ میں لاہور سے باہر رہا آئندہ موسم میں انشاءاللہ بنواؤں گا۔ جاوید اچھا ہے۔

اپنے بیوی بچوں سے میری طرف سے دعا کہیے۔ سید راس مسعود سے معلوم ہوا تھا کہ آپ کے بہنوئی[2] دفعتاً انتقال فرما گئے۔ خدا تعالیٰ انھیں غریق رحمت کرے۔ والسلام

محمد اقبال

(اقبال نامہ)

## حسن لطیفی کے نام

جناب لطیفی صاحب۔ آپ کا نوازش نامہ ابھی ملا ہے۔ جس کے لیے بہت شکر گزار ہوں میں خدا کے فضل سے بخیریت ہوں صحت آہستہ آہستہ ترقی کر رہی ہے۔ والسلام۔

محمد اقبال

۲۴ راپریل ۳۶ء

(نقوش دسمبر ۱۹۸۶ء)

(غیر مدون)

(عکس)

---

[1] گفت وشنید

[2] سید محمد مستحسن صاحب زیدی مرحوم بیرسٹرایٹ لا میرٹھ۔ (شیخ عطاءاللہ)

جناب لطیفی صاحب ۔ آپ کا والا نامہ
ابھی ملا ہے جس کے لئے بہت شکر گزار ہوں
میں خدائے تعالیٰ سے [illegible] ایران کا خواہاں ہوں
آپ [illegible] کر رہا ہے ۔ [illegible]

محمد اقبال
۲۴ اپریل ۳۶ء

## مولانا عبدالماجد دریابادی کے نام

مخدومی، السلام علیکم

آپ کا نوازش نامہ مل گیا ہے۔ جس کے لیے شکریہ قبول فرمائیے میں خدا کے فضل و کرم سے اچھا ہُوں۔ صحت عامہ تو قریبًا بحال ہو گئی ہے۔ البتہ آواز میں ابھی کسر باقی ہے۔ یہاں کے کالجوں کے مسلمان طلبہ کی ایک جمعیت ہے۔ انھوں نے ایک اپیل شائع کی تھی کہ اقبال کے لیے جمعہ کے روز مسجدوں میں دعا کی جائے اس اپیل سے اخباروں اور ان کے ناظرین کو غلط فہمی ہوئی۔ امید کہ آپ کا مزاج بخیر ہوگا اور ترجمہ قرآن کا کام جاری ہوگا۔ والسلام

محمد اقبال

۲۸ر اپریل ۱۹۳۶ء

(اقبال نامہ)

## سر راس مسعود کے نام

لاہور

۲ر مئی ۱۹۳۶ء

ڈیر مسعود

کئی دن سے تمہارا خط نہیں ملا۔ میں منتظر ہوں۔ خیر خیریت تو لکھ دیجیے۔ اگر تم مصروف ہو تو ممنون صاحب سے کہہ دیجیے کہ دو حرف لکھ دیا کریں۔ میری صحت خدا کے فضل سے بحال ہو گئی ہے بلکہ میں کہہ سکتا ہوں کہ اس بیماری سے پہلے جو حالت تھی وہ عود کر آئی ہے۔ البتہ آواز میں ابھی اتنی ترقی نہیں ہوئی جتنی کہ امید تھی۔ گو پہلے سے بہتر ہے۔ نیازی اور انجمن حمایت اسلام کی عرض داشت کا کیا ہوا؟ کیا تم نے سر آغا خاں والے معاملہ کا اعلیٰ حضرت سے

ذکر کیا تھا؟ یہ بات میرے دل میں کھٹک رہی ہے۔ معلوم نہیں اعلیٰ حضرت کیا خیال کریں۔

زیادہ کیا لکھوں۔ پنڈت جواہر لال نہرو کا خط آیا تھا۔ آج کل مسٹر محمد علی جناح لاہور آئے ہوئے ہیں اور یہاں کی مختلف پولیٹیکل پارٹیوں میں اتحاد کی کوشش کر رہے ہیں۔ امید کہ تم اور بیگم صاحبہ اچھے ہوں گے۔

محمد اقبال

(اقبال نامہ)

## عمرالدین کے نام

لاہور

۸ رمئی ۱۹۳۶ء

ڈیر مسٹر عمرالدین

غزالی اور شہاب الدین مقتول پر آپ کے مقالہ جات کا شکر گزار ہوں۔ دونوں اسلامی فلسفہ کی تاریخ کے اہم ابواب ہیں۔ بہر حال مجھے اب اسلامی فلسفہ اور تصوف میں پہلی سی دلچسپی باقی نہیں رہی ہے۔ میرے خیال میں دنیا کی معاشی اور ثقافتی تاریخ میں اسلامی فقہ یعنی ان امور کے متعلق قانون جن کو معاملات کہا جاتا ہے محض تعقل و تفکر کی بہ نسبت کہیں زیادہ اہم ہے۔ جو اسلام میں تفرقہ پیدا کرنے کا غیر شعوری سبب ثابت ہوا۔

مخلص

محمد اقبال

(لیٹرز آف اقبال)

(انگریزی سے)

# محمد علی جناح کے نام

لاہور

۲۳ مئی ۱۹۳۶ء

ڈیر مسٹر جناح!

والا نامہ ابھی ابھی موصول ہوا جس کے لیے سراپا سپاس ہوں۔ آپ کے کام کی ترقی و کامرانی کی اطلاع موجب مسرت ہوئی۔ مجھے امید ہے کہ پنجاب کی پارٹیاں بالخصوص احرار و اتحاد ملت تھوڑی بہت نزاع و کشمکش کے بعد انجام کار آپ کے ساتھ شامل ہو جائیں گی اتحاد ملت کے ایک سرگرم کارکن نے چند روز ہوئے مجھے یہی بتایا تھا۔ مولوی ظفر علی خاں کے رویہ کے متعلق ابھی خود اتحاد ملت والے کوئی قطعی رائے قائم کرنے سے قاصر ہیں۔ لیکن ان باتوں کے لیے ابھی کافی وقت ہے اور ہمیں جلد ہی معلوم ہو جائے گا کہ اتحاد ملت والوں کو اسمبلی میں اپنی نمایندگی سپرد کرنے کے متعلق رائے دہندگان کا کیا خیال ہے۔

امید کہ آپ کا مزاج بخیر ہوگا۔ ملاقات کا آرزو مند

مخلص

محمد اقبال

(انگریزی سے) (اقبال نامہ)

---

۱ ۲۱ مئی ۱۹۳۶ء کو (قائد اعظم) محمد علی جناح نے سینٹرل پارلیمنٹری بورڈ کے ناموں کا اعلان کیا۔ اس میں پنجاب سے ۱۱ ممبروں کو نامزد کیا گیا تھا جن میں چار ممبر مجلس احرار کے تھے اور تین اتحاد ملت کے۔ اس غیر مساوی نمایندگی کے سبب آپس میں نزاع و کشمکش پیدا ہوگئی۔

(بشیر احمد ڈار)

## ڈیر پروفیسر الیاس برنی کے نام

لاہور ۶ رجون ۳۶ء

مخدومی جناب پروفیسر الیاس

آپ کا والا نامہ ابھی ملا ہے۔ کتاب قادیانی مذہب اس سے بہت پہلے موصول ہوگئی تھی۔ مجھے یقین ہے کہ یہ کتاب بے شمار لوگوں کے لیے چراغِ ہدایت کا کام دے گی اور جو لوگ قادیانی مذہب پر مزید لکھنا چاہتے ہیں ان کے لیے تو یہ ضخیم کتاب ایک نعمتِ غیر مترقبہ ہے جس سے ان کی محنت و زحمت بہت کم ہوگئی ہے۔ میں آپ کی خدمت میں مفصل خط لکھتا مگر دو سال سے بیمار ہوں اور بہت کم خط کتابت کرتا ہوں۔ امید کہ آپ کا مزاج بخیر ہوگا۔ حضور نظام کا خط میری نظر سے گزرا تھا لیکن میں نے سنا ہے کہ جو روپیہ ان کی گورنمنٹ کی طرف سے پنجاب میں آتا ہے وہ یا تو پارٹی پالیٹکس پر صرف ہوتا ہے یا ان اخباروں پر جو قادیانیوں کی حمایت کرتے ہیں۔ معلوم نہیں یہ بات کہاں تک درست ہے۔ میں نے یہ بات آپ کو بصیغہ راز لکھ دی ہے۔ والسلام

مخلص محمد اقبال

(عکس) (اقبال نامہ)

## راغب احسن کے نام

لاہور۔ ۶ رجون ۳۶ء

ڈیر راغب احسن آپ کا خط ابھی ملا ہے۔ الحمدللہ کہ خوب ہے۔ جو کچھ آپ نے لکھا ہے سب کچھ میرے خیال میں ہے۔ بلکہ ایک بیان لکھا ہوا موجود ہے جسے میں اخبارات میں بھیجنا چاہتا تھا مگر اس خیال سے معرض التوا میں ڈال دیا کہ یہ بیان زیادہ تفصیل کے ساتھ پارلیمنٹری بورڈ کی طرف سے شائع ہو۔

مسٹر جناح غالباً کل آ جائیں گے۔ آپ نے اچھا کیا جوان کو خط لکھ دیا۔ امید ہے ان کو آپ کا خط مل گیا ہوگا۔ باقی خدا کے فضل سے خیریت ہے۔ آپ کے خط میں کوئی کٹنگ ملفوف نہ تھی۔ والسلام

محمدؐ اقبال

(عکس) (اقبال: جہانِ دیگر)

## میاں عبدالرشید کے نام

آپ[1] کے خط کے جواب کے لیے ایک دفتر چاہیئے جو میں لکھنے سے قاصر ہوں۔ دوسرا زمانۂ حال کے فلسفہ اور سوشل حالات کا بغور مطالعہ ضروری ہے جس کے لیے چند برسوں کی ضرورت ہے۔ آپ کے سوالات ویسے ہی ٹیکنیکل ہیں جیسے ریاضی کے مسائل جن کو بغیر خاص ترتیب و تعلیم کے سمجھنا مشکل ہے۔

محمدؐ اقبال

(انوارِ اقبال)

(عکس)

---

[1] اس خط کے مکتوب الیہ جناب میاں عبدالرشید ہیں جنھوں نے اپنے خط میں کچھ فلسفیانہ شکوک کا اظہار کیا تھا۔ میاں صاحب نے یہ خط ۸ / جون ۱۹۳۶ء کو لکھا تھا جب وہ دیال سنگھ کالج لاہور میں ایم اے ریاضی کے طالب علم تھے۔ اقبالؔ نے اسی خط پر اپنا جواب لکھ کر انھیں واپس بھیج دیا تھا۔ (بشیر احمد ڈار)

ڈاکٹر صابر کلوروی کا قیاس ہے کہ یہ خط ۸/ اور ۱۶/ جون کے درمیان لکھا گیا ہے۔

(اشاریہ مکاتیبِ اقبال)

# محمد علی جنّاحؒ کے نام

لاہور

۹ جون ۳۶ء

مائی ڈیر مسٹر جناح

میرا تیارؒ کیا ہوا مسودہ ارسالِ خدمت ہے۔ کل کے ایسٹرن ٹائمز کا ایک تراشہ بھی ملفوف ہے۔ یہ گورداسپور کے ایک قابل وکیل کا خط ہے۔ مجھے امید ہے کہ بورڈ کی طرف سے شائع ہونے والے بیان میں تمام اسکیم کی پوری تفصیل موجود ہوگی اور ساتھ ہی اب تک اس اسکیم کے خلاف جتنے اعتراضات کیے گئے ہیں اُن کا جواب بھی موجود ہوگا۔ اس بیان میں لگی لپٹی رکھے بغیر ہندوستانی مسلمانوں کی موجودہ حیثیت کا ہندوؤں اور حکومت دونوں سے متعلق ایک واضح اور صاف صاف اعلان ہونا چاہیے۔ اس بیان میں یہ انتباہ بھی موجود ہونا چاہیے کہ اگر مسلمانانِ ہند نے موجودہ اسکیم کو اختیار نہ کیا تو وہ نہ صرف جو کچھ گزشتہ پندرہ برس میں حاصل کر چکے ہیں اُسے ہی کھودیں گے بلکہ اپنا شیرازہ خود اپنے ہاتھوں درہم برہم کر کے اپنے لیے خسارے کا باعث ہوں گے۔

مخلص

محمد اقبال

---

لہ جب یہ خط لکھا گیا تو محمد علی جناح مسلم لیگ کے پارلمنٹری بورڈ کے افتتاحی اجلاس کے سلسلہ میں لاہور میں تھے۔ یہ اجلاس مسلم لیگ کے الیکشن مینی فیسٹو کو تیار کرنے کے لیے منعقد کیا گیا تھا یہ خط مسٹر جناح کو بدست نامہ بر بھیجا گیا۔

ٹہ یہ مسلم لیگ کے الیکشن مینی فیسٹو کا ڈرافٹ تھا۔

(بشیر احمد ڈار)

تحریر مابعد :

میں نہایت ممنون ہوں گا اگر اخبارات میں بھیجنے سے قبل مجوزہ بیان کی نقل مجھے بھیج دیں۔ اس بیان میں بعض دوسرے مسائل کی طرف بھی توجہ لازمی ہے۔ مثلاً

(۱) مرکزی اسمبلی کے لیے بالواسطہ انتخاب نے ہمارے لیے یہ بالکل لازمی ولابدی کر دیا ہے کہ صوبائی اسمبلیوں کے مسلمان نمائندے ایک کل ہند پالیسی اور پروگرام پر متحد ہو جائیں تاکہ وہ مرکزی اسمبلی میں صرف ایسے لوگوں کو بھیج سکیں جو مرکزی اسمبلی میں اسلامی ہند کے ان مرکزی مسائل کی تائید و حمایت کریں جو ہندوستان کی دوسری بڑی قوم کی حیثیت سے مسلمانوں سے متعلق ہوں جو لوگ اس وقت صوبائی پالیسی اور پروگرام کے حامی ہیں۔ وہی آئین میں مرکزی اسمبلی کے لیے بالواسطہ انتخاب کے طریق کو جزو آئین بنوانے کے ذمہ دار ہیں۔ بلاشبہ ایک غیر ملکی حکومت کی مصلحتوں کا یہی تقاضا تھا۔ اب جب کہ قوم بالواسطہ انتخابات کی مصیبت کا علاج لیگ اسکیم کے مطابق ایک کل ہند طریق انتخابات کے ذریعہ جسے تمام صوبائی امیدواروں کو لازماً اختیار کرنا ہوگا کرنا چاہتی ہے تو پھر وہی سورما دوبارہ ایک غیر ملکی حکومت کے اشارہ پر قوم کو اپنی شیرازہ بندی کی کوششوں میں ناکام بنانے کے لیے مصروفِ عمل ہیں۔

(۲) اسلامی اوقاف (جیسا کہ مسجد شہید گنج نے ضرورت کا احساس کرایا ہے) سے متعلق قانونِ شریعت سے متعلق مسائل پر بھی بیان میں توجہ کرنے کی ضرورت ہے۔

محمدؐ اقبال

(اقبال نامہ)

(انگریزی سے)

# عبدالوحید خاں کے نام

لاہور، ۱۱ رجون ۳۶ء

جناب عبدالوحید خاں صاحب، السلام علیکم

آپ کا والا نامہ ابھی ملا ہے افسوس ہے کہ 'ضرب کلیم' کی اشاعت میں غیر معمولی تعویق ہوئی کل آخری پروف دیکھ کر پریس میں بھیجے گئے۔ امید کہ جون کے آخر تک شائع ہو جائے گی۔

ضیاء الاسلام مرحوم[1] کا لیکچر بذریعہ ڈاک بھیج دیجیے گا۔ میں اسے پڑھ کر احتیاط سے واپس بھیج دوں گا۔ زیادہ کیا عرض کروں 'ضربِ کلیم' کے بعد ایک فارسی مثنوی 'پس چہ باید کرد، اے اقوامِ مشرق' شائع ہو گی۔

محمدؐ اقبال

(خطوط اقبال)

---

[1] ضیاء الاسلام، میرٹھ کے ایک نوجوان شاعر اور قانون دان تھے۔ انھوں نے ۱۹۳۴ء میں A CRITICAL STUDY OF INDIA کے عنوان سے ایک مقالہ، فیض عام ہائی اسکول میرٹھ کی ایک تقریب میں پڑھا "لیکچر" سے مراد یہی مقالہ ہے۔ ضیاء الاسلام کا انتقال ۱۹۳۵ء میں ہوا۔

(۲) پہلی بار دونوں خطوں کے عکس روزنامہ "پاکستان ٹائمز" لاہور ۲۱ اپریل ۱۹۶۷ء میں شائع ہوئے۔

(۳) قاضی افضل حق قریشی نے "صحیفہ" اقبال نمبر حصہ اول (۲۰۳ - ۲۰۴) میں دونوں خطوط بلا حوالہ نقل کیے میرا ماخذ، خطوط کی عکسی نقول ہیں۔ (رفیع الدین ہاشمی)

# (پروفیسر) الیاس برنی کے نام

لاہور ۱۳ رجون ۳۶ ء

مخدومی پروفیسر صاحب السلام علیکم

نوازش نامہ ابھی ملا ہے جس کے لیے نہایت شکر گزار ہوں۔ مجھے معلوم نہ تھا کہ آپ کو طب میں بھی دخل ہے۔ اگر معلوم ہوتا تو ضرور آپ کی خدمت میں لکھتا۔

دو سال سے اوپر ہو گئے۔ جنوری کے مہینے میں عید کی نماز پڑھ کر واپس آیا۔ سویاں دہی کے ساتھ کھاتے ہی زکام ہوا۔ بعد ازاں پینے پر زکام بند ہوا تو گلا بیٹھ گیا۔ یہ کیفیت دو سال سے جاری ہے۔ بلند آواز سے بول نہیں سکتا۔ اسی وجہ سے مجھے بالآخر بیرسٹری کا کام بھی چھوڑنا پڑا۔ انگریزی اور یونانی اطبا دونوں کا علاج کیا مگر کوئی خاص فائدہ نہیں ہوا۔ اس کے علاوہ مجھے کسی قدر دمہ کی بھی شکایت ہو گئی۔ حکیم نابینا صاحب نے فرمایا کہ تمہاری بیماری ایک ہلکا سا دمہ ہے۔ کھانسی اس شدت سے آتی تھی کہ میں بے ہوش ہو جاتا تھا اب یہ کیفیت نہیں ہے۔ صبح بلغم نکلتی ہے علیٰ ہذا القیاس کھانا کھانے کے بعد بھی سفید بلغم نکلتی ہے۔ جس کے نکلنے سے آواز نسبتاً بہتر ہو جاتی ہے۔ انگریزی اطبا کی تشخیص یہ ہے کہ ایک رگ جسے AORTA کہتے ہیں اور جو قلب کے قریب ہے ایک مقام سے پھیل گئی ہے اس کا دباؤ ووکل کارڈ پر پڑتا ہے جس کے سبب سے بولنے میں دقت ہوتی ہے۔ علیٰ ہذا القیاس ان کی تشخیص یہ بھی ہے کہ طویل بیماری سے قلب کی رگیں کمزور ہو گئی ہیں اس واسطے عام کمزوری ہو گئی ہے اور مجھے کوئی ایسا کام نہیں کرنا چاہیے جس میں EXCITMENT[1] پیدا ہو۔ ذرا سی محنت کرنے سے دم پھول جاتا ہے۔ یہاں

---

[1] جوش، ہیجان

تک کہ غسل کرنے میں اپنے ہاتھوں سے اپنا بدن بھی اگر ملوں تو دم چڑھ جاتا ہے۔ عام کمزوری بھی ہے۔ یہ مختصر کیفیت میری بیماری کی ہے۔ اگر آپ کوئی دوا تجویز کریں گے تو ضرور مفید ہوگی۔ آپ عاشقانِ رسولؐ میں سے ہیں۔ اس واسطے ایک اور بات آپ کے گوش گزار کرنے کے لائق ہے۔

۳ر اپریل کی رات ۳ بجے کے قریب (میں اس شب بھوپال میں تھا)، میں نے سرسید علیہ الرحمۃ کو خواب میں دیکھا۔ پوچھتے ہیں تم کب سے بیمار ہو۔ میں نے عرض کیا دو سال سے اوپر مدت گزر گئی۔ فرمایا حضور رسالتمآب کی خدمت میں عرض کرو۔ میری آنکھ اسی وقت کھل گئی اور اس عرض داشت کے چند شعر جو اب طویل ہو گئی ہے میری زبان پر جاری ہو گئے۔ انشاءاللہ ایک مثنوی فارسی "پس چہ باید کرد اے اقوامِ شرق"، نام کے ساتھ یہ عرض داشت شائع ہوگی۔ ۴ اپریل کی صبح سے میری آواز میں کچھ تبدیلی شروع ہوئی۔ اب پہلے کی نسبت آواز صاف تر ہے اور اس میں وہ رنگ (ٹ) عود کر رہا ہے جو انسانی آواز کا خاصہ ہے۔ گو اس ترقی کی رفتار بہت سست ہے۔ جسم میں بھی عام کمزوری ہے زیادہ کیا عرض کروں۔

امید کہ آپ کا مزاج بخیر ہوگا۔

مخلص محمدؐ اقبال

(اقبال نامہ)

(عکس)

---

ٹ کھنک۔ (مولف)

# حکیم محمد حسین عرشی کے نام

لاہور

۱۴ر جون ۱۹۳۶ء

جناب عرشی صاحب السلام علیکم

آپ کا والا نامہ ابھی ملا ہے۔ مولانا مرحوم کے انتقال کی خبر میں نے اخبارات میں دیکھی۔ بہت رنج ہوا۔ خدا تعالیٰ انھیں مغفرت کرے۔ اس زمانے میں اُن کا دم غنیمت تھا۔ عالم با عمل روز روز نہیں پیدا ہوتے۔

"ضرب کلیم" امید کہ اس ماہ کے آخر تک چھپ جائے گی۔ فارسی مثنوی "پس چہ باید کرد اے اقوام شرق" اس کے بعد شائع ہو گی۔ باقی خدا کے فضل و کرم سے خیریت ہے جاوید سلّمہ بھی اچھا ہے۔ والسلام۔

مخلص

محمد اقبال

(اقبال نامہ)

---

لہ میں نے مولانا خواجہ احمد الدین مرحوم، صاحبِ تفسیر بیان النّاس کی رحلت کی اطلاع دی اور فارسی مثنوی "پس چہ باید کرد اے اقوامِ شرق" کے متعلق پوچھا تھا۔ یہ خط ان باتوں کے جواب میں لکھا گیا ہے۔

(عرشی)

# میاں عبدالعزیز کے نام

۱۲ ٹیمپل روڈ

لاہور

۱۸ جون ۱۹۳۶ء

جناب من،

ضروری ہے کہ پارلیمنٹری بورڈ کی فوری میٹنگ منعقد کی جائے اور مستقبل کے لیے لائحہ عمل تیار کیا جائے۔ لہٰذا میں درخواست کرتا ہوں کہ آپ براہ نوازش میرے غریب خانہ (واقع میوروڈ لاہور) پر بروز بدھ ۲۴ جون ۱۹۳۶ء ۶ بجے شام تشریف لائیں تاکہ ہم ان تمام امور پر تبادلۂ خیال کر سکیں جو فوری توجہ چاہتے ہیں۔

آپ کا صادق

محمد اقبال

بار ایٹ لا

لاہور

(نوادرات

(انگریزی سے)

---

لہ یہ خط پنجاب پروانشل مسلم لیگ کے پیڈ پر لکھا گیا۔

# پنڈت جواہر لال نہرو کے نام

لاہور، ۲۱ جون ۱۹۳۶ء

مائی ڈیر پنڈت جواہر لال

آپؐ کا خط کل موصول ہوا جس کے لیے میں آپ کا بے حد شکر گزار ہوں۔ جب میں نے آپ کے مضامین کا جواب لکھا تو میرا خیال تھا کہ آپ کو احمدیوں کے سیاسی رویّے کا علم نہیں۔ دراصل میرے جواب کی بنیادی غایت یہ تھی کہ اس امر پر روشنی

---

لہ آل انڈیا کشمیر کمیٹی سے استعفیٰ کے بعد مئی ۱۹۳۵ء میں حضرتِ علامہ نے "قادیانی اور جمہور مسلمان" کے عنوان سے ایک مفصل بیان اخبارات کے نام جاری کیا (ملاحظہ ہو حرف اقبال: ۱۱۳-۱۱۹) قادیانیت کے سلسلے میں ان کا یہ بیان بہت اہم تھا اور ہندوستان کے تمام اہم انگریزی اخبارات میں شائع ہوا۔ بعض اخبارات نے اس بیان پر اظہار خیال بھی کیا۔ چند روز بعد اسی بیان کی وضاحت میں ایک اور مختصر بیان جاری کیا جس میں حضرت علامہؒ نے قادیانیوں کو مسلمانوں سے ایک الگ اور غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا مطالبہ کیا۔ دہلی کے اخبار "اسٹیٹسمین" نے اس بیان پر ایک اداریہ قلمبند کیا۔ جواباً علامہ نے جون ۱۹۳۵ء میں ایک اور بیان جاری کیا (ملاحظہ ہو حرف اقبالؒ ۱۲۶-۱۲۹) اُدھر کلکتہ کے اخبار "ماڈرن ریویو" میں پنڈت نہرو نے قادیانیوں کی حمایت میں تین مضمون (نومبر ۱۹۳۵ء میں)، لکھے۔ یہ ایک عجیب اتفاق ہے کہ اسی زمانے میں جب پنڈت نہرو لاہور آئے تو قادیانیوں نے ریلوے اسٹیشن پر ان کا شاندار استقبال کیا۔ قادیانی اخبار "الفضل" کے مطابق استقبال کے لیے پہلے سے باقاعدہ تیاری کی گئی تھی۔ قادیان اور سیالکوٹ سے پانچ سو کارکن منگائے گئے۔ "الفضل" کے الفاظ میں استقبال کا "یہ نظارہ حد درجہ جاذب توجہ اور روح پرور تھا۔ پنڈت جی کی آمد پر ان کے گلے میں ہار ڈالے گئے۔۔۔ جھنڈیوں پر حسب ذیل ماٹو خوبصورتی سے آویزاں تھے:

"قوم کے محبوب! ہم آپ کا خیر مقدم کرتے ہیں۔ جواہر لال زندہ باد۔" (بقیہ اگلے پر)

ڈالی جائے۔ بطورِ خاص آپ کے لیے کہ ہندوستان میں انگریزوں کے ساتھ مسلمانوں کی وفاداریاں اوّل اوّل کس طرح پیدا ہوئیں اور ان وفاداریوں نے بالآخر کس طرح احمدیت کی شکل میں اپنے لیے ایک الہامی اساس فراہم کرلی[۱]۔ متذکرہ بالا مضامین کی اشاعت کے بعد یہ انکشاف میرے لیے انتہائی باعثِ تعجب تھا کہ تعلیم یافتہ مسلمان بھی ان تاریخی عوامل کا کوئی شعور نہیں رکھتے۔ جنھوں نے احمدیت کی تعلیمات کو تشکیل دی۔ مزید برآں جب آپ کے مضامین شائع ہوئے تو آپ کے، پنجاب اور دوسرے علاقے کے مسلمان ساتھیوں نے بے چینی محسوس کی کیوں کہ (آپ کی تحریروں سے)، وہ یہی سمجھے کہ آپ کی ہمدردیاں احمدیوں کے ساتھ ہیں۔ اس صورت حال کا بنیادی

---

(بقیہ حاشیہ پچھلے صفحہ کا)

حضرت علامہ نے، باوجود شدید علالت کے، جنوری ۱۹۳۶ء میں "اسلام اور احمدیت" کے عنوان سے ایک طویل مضمون لکھا، جو پنڈت نہرو کی تحریروں کا مسکت و مدلل جواب تھا (اس کا متن ملاحظہ ہو: حرفِ اقبال، ص ۱۲۹ - ۱۶۱)، اس پر (غالبًا)، پنڈت نہرو نے علامہ اقبال کو خط لکھا جس کے جواب میں انھوں نے پنڈت نہرو کو یہ خط روانہ کیا۔

یہاں یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ حضرت علامہ کے مضمون اور پھر ان کے اس خط کے بعد قادیانیوں کے بارے میں نہرو کا ذہن بڑی حد تک صاف ہوگیا۔ چنانچہ اگلے برس وہ لاہور آئے تو قادیانیوں نے ان کا استقبال نہیں کیا کیوں کہ قادیانی سمجھ گئے تھے کہ اب نہرو پر حقیقتِ حال واضح ہو چکی ہے۔ اس موقع پر نہرو، علامہ سے ملنے جاوید منزل گئے اور ڈیڑھ دو گھنٹے تک مفصل گفتگو رہی۔

[۱] اسی بات کو حضرتِ علامہ نے اپنے مضمون "اسلام اور احمدیت" میں ان الفاظ میں بیان کیا:

"مسلمانوں کے مذہبی تفکر کی تاریخ میں احمدیت کا وظیفہ ہندوستان کی موجودہ سیاسی غلامی کی تائید میں الہامی بنیاد فراہم کرتا ہے" (حرفِ اقبال ص ۱۴۵)

(رفیع الدین ہاشمی)

سبب یہ تھا کہ آپ کے مضامین کی اشاعت پر احمدیوں نے بڑی خوشیاں منائیں۔ آپ کے متعلق غلط فہمی پھیلانے کا ذمہ دار بھی خاص طور پر احمدی پریس تھا۔ بہر حال میں خوش ہوں کہ میرا (سابقہ) تأثر غلط تھا۔ مجھے مذہبی بحثوں سے کوئی دل چسپی نہیں مگر اس جھگڑے میں اس لیے الجھنا پڑا کہ احمدیوں سے خود انھی کے میدان میں دو، دو ہاتھ ہو جائیں یقین کیجیے: میں نے اپنا مضمون محض اسلام اور ہندوستان کی بہتری کے لیے لکھا۔ میرا ذہن اس بارے میں ہر شبہے سے پاک ہے کہ احمدی اسلام اور ہندوستان، دونوں کے غدار ہیں۔

مجھے بے حد افسوس ہے کہ لاہور میں آپ سے ملاقات سے محروم رہا۔ اُن دنوں میں اتنا شدید بیمار تھا کہ اپنے کمرے سے باہر آنا بھی میرے لیے ممکن نہ تھا۔ مسلسل علالت کے سبب گزشتہ دو سال سے عملاً ریٹائرمنٹ کی زندگی گزار رہا ہوں۔ مجھے مطلع کیجیے کہ آئندہ آپ کب تک پنجاب آ رہے ہیں؟ شہری آزادی کی مجوزہ انجمن کے بارے میں میں نے آپ کو خط لکھا تھا کیا وہ آپ کو ملا؟

چونکہ آپ نے اپنے خط میں اس کی رسید سے مطلع نہیں کیا اس لیے خدشہ ہے کہ شاید آپ تک نہ پہنچا ہو۔

آپ کا مخلص

محمدؐ اقبال

(خطوط اقبال) (انگریزی سے)

---

(۱) یہ انگریزی مکتوب سب سے پہلے پنڈت نہرو کے نام مکاتیب کے مجموعے A BUNCH OF OLD LETTERS (ص ۲۸۲) میں شائع ہوا۔

(۲) اس کا انگریزی متن، کسی حوالے کے بغیر سید عبدالواحد نے THOUGHTS AND REFLECTIONS OF IQBAL میں نقل کیا۔

(۳) اس کا ترجمہ ۱ کے حوالے سے اکبر علی خاں نے "اقبال ریویو، جولائی ۱۹۶۲ء میں "چند نوادر سلسلہ اقبالیات" کے تحت شائع کیا مگر یہ ترجمہ ناقص ہے بلکہ کئی اعتبار سے غلط بھی مثلاً: (بقیہ اگلے پر)

(الف) AHMADI PRESS کا ترجمہ "احمدی جماعت کیا گیا ہے۔

(ب) CONTINUED ILLNESS کا ترجمہ "مستقل بیماری" کیا گیا ہے۔

(ج) A LIFE PRACTICALLY OF RETIREMENT

کا ترجمہ "مسلسل مجہولیت کی زندگی" کیا گیا ہے۔

(۴) اس کا دوسرا اردو ترجمہ شورش کاشمیری نے اپنی کتاب "اقبال اور قادیانیت" (ص ۶۲۔ ۶۳) میں شامل کیا ہے۔ یہ ترجمہ بھی پوری طرح صحیح قرار نہیں دیا جا سکتا۔ اس کا ایک جملہ ہے:

INDEED, THE MAIN REASON WHY I WROTE A REPLY WAS TO SHOW, ESPECIALLY TO YOU, HOW MUSLIM LOYALTY HAD ORIGINATED AND HOW EVENTUALLY IT HAD FOUND A REVELATIONAL BASIS IN AHMADISM

اس کا ترجمہ یوں کیا گیا ہے:

"بلاشبہ یہ جواب لکھنے کا اہم سبب یہ تھا کہ میں بالخصوص آپ پر یہ واضح کرنا چاہتا تھا کہ مسلمانوں کی وفاداری کا اصل سرچشمہ کیا ہے اور احمدیت میں کسی طرح ان کو نیا رنگ دیا گیا ہے"

ظاہر ہے کہ اس ترجمے کو کسی بھی اعتبار سے درست نہیں قرار دیا جا سکتا۔

(ھ) اس کا ایک اور ترجمہ نعیم آسی نے اپنی کتاب "اقبال اور قادیانی (ص ۱۴۹۔ ۱۵۰) کے حوالے سے شائع کیا۔ یہ ترجمہ نسبتاً صحیح ہے مگر اس میں بھی کئی ایک خامیاں ہیں، مثلاً

(الف) YOUR MUSLIM ADVISER کا ترجمہ "آپ کے ساتھی" کیا گیا ہے

(ب) FOR THE LAST TWO YEARS کا ترجمہ سرے سے کیا ہی نہیں گیا۔

(ج) ایک جگہ PUNJAB کا ترجمہ "لاہور" کیا گیا ہے۔

(د) PROPOSED UNION FOR CIVIL LIBERTY کا ترجمہ محض "شہری آزادی" کیا گیا ہے۔

میں نے انگریزی متن سے از سرِ نو ترجمہ کیا ہے۔ (رفیع الدین ہاشمی)

# خواجہ غلام السیدین کے نام

لاہور

۲۱ر جون ۱۹۳۶ء

مائی ڈیر سیدین

آپ کا نوازش نامہ ابھی ابھی موصول ہوا جس کے لیے سراپا سپاس ہوں۔ آپ نے جو خلاصہ[۱] تیار کیا ہے نہایت ہی عمدہ ہے اور مجھے اس پر کسی اضافہ کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ ضربِ کلیم امید ہے جون کے آخر تک شائع ہو جائے گی اور میں آپ کو ایک نسخہ پیشگی بھیجوں گا۔ اس مجموعہ میں ایک حصہ 'تعلیم و تربیت' کے لیے وقف ہے۔ ممکن ہے آپ کو اس میں کوئی نئی بات نظر نہ آئے تاہم اگر کتاب آپ کو بروقت مل جائے تو محولہ بالا حصہ ضرور مطالعہ فرمائیے۔

میں سمجھتا ہوں کہ آپ LEIBNITZ'S MONADISM کے تعلیمی نتائج سے واقف ہیں اس کے قیاس کے مطابق انسانی 'مونیڈ' ایک بند دریچہ[۲] کی مانند ہے خارج اور سے کوئی اثر قبول کرنے سے عاری ہے۔ میرا خیال یہ ہے کہ انسانی مونیڈ زیادہ تر تاثر پذیر نوعیت کا حامل ہے۔ زمانہ ایک بڑی ہی برکت و نعمت[۳] ہے ولاتسبوا الدھر ان الدھر ھو اللہ۔

---

[۱] یہ خواجہ غلام السیدین کی کتاب IQBAL'S EDUCATIONAL PHILOSOPHY کا خلاصہ تھا۔ یہ کتاب اقبال کی وفات کے بعد شائع ہوئی۔ (بشیر احمد ڈار)

[۲] 'اقبال نامہ' میں IS A CLOSED WINDOW کا ترجمہ ہی نہیں کیا گیا تھا۔

[۳] یہ ایک حدیث قدسی ہے جس کا مطلب ہے: "زمانہ کو برا مت کہو میں خود زمانہ ہوں"۔

(مولف)

اگر ایک طرف موت اور تباہی لاتا ہے تو دوسری طرف وقت ہی آبادی و شادابی کا منبع ہے۔ یہی اشیاء کے پوشیدہ امکانات کو بروئے کار لاتا ہے۔ حالات حاضرہ میں تغیر کا امکان ہی انسان کی سب سے بڑی دولت اور سا کھ ہے۔

مخلص

محمدؐ اقبال

پس نوشت[1]: میری عام صحت بہتر ہے۔ آواز میں ترقی کی رفتار سست ہے۔

(انگریزی سے) (اقبال نامہ)

## عبدالوحید خاں کے نام

لاہور، ۲۲ جون ۳۶ء

ڈیر مسٹر عبدالوحید خاں

ضیاء الاسلام مرحوم مجھے مل گیا ہے[2]۔ اس عنایت کے لیے شکریہ قبول کیجیے۔ اس مضمون سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنف نہایت نکتہ رس آدمی تھے اور دین اسلام کے مخفی حقائق سے بھی آگاہ تھے۔ اگر زندہ رہتے تو یقیناً ہندوستان میں اپنی قسم کے پہلے ناقد ہوتے مگر تقدیر الٰہی سے کس کو چارہ ہے۔ انشاء اللہ کل آپ کا مضمون واپس ارسال کردوں گا۔ اس وقت رجسٹری کرانے کا وقت نہیں رہا۔ فی الحال بھوپال جانے کا قصد نہیں ہے۔ اور کابل جانے کا بھی کوئی ارادہ نہیں۔ لاہور میں برسات شروع ہوگئی ہے۔ موسم خوشگوار ہوگیا ہے۔ والسلام

محمدؐ اقبال

(خطوط اقبال)

---

[1] عکس میں موجود ہے۔ اس کا ترجمہ کرنا ضروری تھا۔ (مولف)

[2] پورا جملہ یوں ہونا چاہیے تھا: "ضیاء الاسلام مرحوم کا لیکچر مجھے مل گیا ہے" (رفیع الدین ہاشمی)

# ۱۰ پروفیسر الیاس برنی کے نام

لاہور، ۲۳ جون ۳۶ء

مخدومی پروفیسر صاحب السلام علیکم

آپ کا نوازش نامہ ابھی ملا ہے جس کے لیے شکریہ قبول فرمائیے۔

انشاء اللہ ایک ہفتہ تک حسبِ ہدایت استعمال کرنے کے بعد نتیجے سے مطلع کروں گا۔ مجھے امید ہے آپ کی روحانیت اور اخلاص میری شفا کا باعث ہوں گے۔

فی الحال میری شکایات یہی ہیں جو لکھ چکا ہوں۔ یعنی عام کمزوری، قلب کی کمزوری، دم پھولنا، قبض اور جگر کے فعل کی بے قاعدگی، بلغم وغیرہ۔ اس سے پہلے کھانسی اور دمہ بھی تھا اور جب کھانسی ہوتی تھی تو میں بے ہوش ہو جاتا تھا۔ بہر حال ان سب امور کو ذہن میں رکھیے۔ اس دوا کے استعمال کے بعد جواہر مہرہ اور سفوف کا استعمال ہوگا۔

موتی منجن اور اکسیر آئیل کی دو شیشیاں جن میں دو دو اونس دوا ہو مہربانی کر کے وی۔پی بھجوا دیجیے۔ جس دکان سے ملتی ہو ان کو رقعہ لکھ دیجیے کہ میرے نام وی۔پی ارسال کر دیں۔ زیادہ کیا عرض کروں۔ امید کہ آپ کا مزاج بخیر ہوگا۔

والسلام

مخلص محمد اقبال

(اقبال نامہ)

(عکس)

# شیخ عنایت اللہ کے نام

جناب شیخ صاحب، السلام علیکم

یورپ سے مع الخیر واپس آنے کی مبارک

ہیں تمام دن گھر میں ہوتا ہوں۔ آپ جس وقت چاہیں تشریف لائیں۔ صبح کا وقت آٹھ بجے یا نو بجے بہتر ہو گا۔ اگر یہ وقت آپ کے لیے موزوں نہ ہو تو شام چھ سات بجے۔

ضربِ کلیم[1] کی طباعت غالباً اس ماہ کے آخر تک ختم ہو جائے گی۔ افسوس ہے کہ اس میں غیر معمولی تعویق ہو گئی۔ اس میں میرا قصور نہیں، پریس کا قصور ہے۔ والسلام۔

محمد اقبال ۲۴ر جون ۳۶ء

لاہور، میو روڈ

(خطوطِ اقبال،

(عکس)

---

نوٹ (الف) برِصغیر کے معروف اشاعتی ادارے تاج کمپنی لیمٹڈ کے مینیجنگ ڈائریکٹر جناب شیخ عنایت اللہ صاحب ۱۹۳۶ء میں یورپ کے دورے سے واپس آئے تو حضرت علامہ سے ملاقات کے خواہاں ہوئے اور غالباً ملاقات کے لیے وقت مانگا، جواباً انھیں یہ خط بھیجا گیا۔

(ب) پہلی بار اس خط کا عکس تاج کمپنی لمیٹڈ کی شائع کردہ کتاب "حیاتِ اقبال" میں شائع ہوا۔

(ج) "حیاتِ اقبال" کے حوالے سے قاضی افضل حق قریشی نے اس کا متن "صحیفہ" جنوری ۱۹۶۱ء (ص ۵۴) نقل کیا۔

[1] ضربِ کلیم جولائی کے آخر میں چھپ کر تیار ہوئی۔

(رفیع الدین ہاشمی)
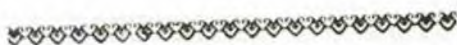
# محمد علی جناح کے نام

لاہور

۲۵ رجون ۱۹۳۶ء

صیغۂ راز

مائی ڈیر مسٹر جناح

سر سکندر[1] حیات دو ایک روز گزرے لاہور سے روانہ ہو چکے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ وہ بمبئی میں آپ سے مل کر بعض اہم امور پر گفتگو کریں گے۔ کل شام دولتانہ[2] مجھ سے ملے تھے۔ وہ کہتے تھے کہ یونینسٹ پارٹی کے مسلمان ممبران حسبِ ذیل اعلان کے لیے تیار ہیں۔

"کہ ان تمام امور میں جو مسلمانوں سے بحیثیت ایک کُل ہند اقلیت کے متعلق ہیں وہ لیگ کے فیصلے کے پابند ہوں گے اور صوبائی اسمبلی میں کسی غیر مسلم پارٹی کے ساتھ کوئی معاہدہ نہیں کریں گے۔"

بشرطیکہ (صوبائی)، لیگ بھی حسبِ ذیل اعلان کرنے کو تیار ہو:

"کہ وہ مسلم ارکان اسمبلی جو لیگ کے ٹکٹ پر صوبائی اسمبلی میں پہنچتے ہیں اس پارٹی سے موالات کریں گے جس میں مسلمانوں کی تعداد

---

[1] وہ اس وقت ریزرو بینک کے ڈپٹی گورنر تھے وہ ۲۰ رجون ۱۹۳۶ء کو لاہور آئے تھے اور ۲۴ رجون کو بمبئی سے واپس چلے گئے۔ بعد میں معلوم ہوا کہ وہ محمد علی جناح سے نہیں ملے۔

(بشیر احمد ڈار)

سر سکندر حیات خاں یونین اسٹ پارٹی میں سر فضل حسین کے خلاف خفیہ سازشوں میں مصروف تھے اور ساتھ ہی اقبال یا محمد علی جناح سے ساز باز بھی کر رہے تھے۔ اقبال کو امید تھی کہ شاید وہ مسلم لیگ

ہیں آجائیں۔ اسی پس منظر میں انھوں نے مندرجہ بالا خط محمد علی جناح کو لکھا۔ مگر بقول عاشق حسین بٹالوی اقبال کو ان کے متعلق خوش فہمی تھی۔ وہ مسلم لیگ میں شامل ہونے پر تیار نہ تھے بلکہ وہ تو ہوا کا رخ دیکھ رہے تھے۔ یا سر فضل حسین کی موت کا بیتابی سے انتظار کر رہے تھے۔ ۹ر جولائی ۱۹۳۶ء کو سر فضل حسین نے لاہور میں وفات پائی اور سر سکندر حیات یونین اسٹ پارٹی کے صدر منتخب ہوئے۔

(جاوید اقبال۔ زندہ رود، جلد سوم ص، ۵۶۸)

۱۲ احمد یار خاں دولتانہ۔ پنجاب کے ممتاز لیڈر۔

(مولف)

سب سے زیادہ ہو"[۱]

ازراہ کرم اوّلین فرصت میں مجھے مطلع فرمائیے کہ اس تجویز کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے۔ سر سکندر حیات سے جو گفتگو ہوا اس کے نتیجہ سے بھی مطلع فرمائیے۔ اگر آپ سر سکندر حیات کو قائل کرنے میں کامیاب ہو جائیں تو وہ ہمارے ساتھ شامل ہو سکیں گے۔

امید کہ آپ کا مزاج بخیر ہو گا۔

مخلص

محمد اقبال

(اقبال نامہ)

(انگریزی سے)

---

[۱] جب سر فضل حسین نے گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ کے تحت پنجاب میں انتخابات کے لیے یونینسٹ پارٹی کا احیا کیا تو انھوں نے پارٹی کے اندرونی حالات کو سازگار نہ پایا۔ ایک گروپ سر سکندر حیات خاں کی قیادت کے لیے کوشاں تھا۔ بمبئی سے آن کر سر سکندر حیات نے ہندو سبھا لاہور کے سرکردہ لیڈر راجہ نریندر ناتھ سے ملاقات کی اور شاید اقبال سے بھی ملے۔ سر فضل حسین کو ان ملاقاتوں سے بے خبر رکھا گیا۔

سر فضل حسین نے چودھری شہاب الدین کے خط میں سر سکندر حیات اور احمد یار خاں دولتانہ کے خلاف پارٹی سے غداری کا الزام لگایا۔ سر فضل حسین کو پریشان کرنے کی غرض سے سر سکندر حیات اور ان کے رفیقوں کی یہ سازش تھی کہ اقبال اس بنا پر کوئی بیان دیدیں۔ بالآخر ۹ جولائی ۱۹۳۶ء کو سر فضل حسین کا انتقال ہو گیا اور اس کے جلد ہی بعد سر سکندر حیات یونینسٹ پارٹی کے لیڈر بن گئے۔

(بشیر احمد ڈار)

# (پروفیسر) الیاس برنی کے نام

لاہور ۲۷ جون ۳۶ء

مخدومی پروفیسر صاحب۔ السلام علیکم

اس سے پہلے ایک عریضہ ارسال کر چکا ہوں۔ امید کہ ملاحظہ عالی سے گزرا ہوگا آپ کی گولیاں کھاتے ہوئے آج چوتھا روز ہے۔ ان کے استعمال سے بلغم کا آنا کم ہوگیا ہے۔ البتہ آواز پر ابھی تک کوئی خاص اثر نہیں ہوا۔ ابھی گولیاں باقی پورے ہفتہ تک انشاء اللہ استعمال کرتا جاؤں گا۔ اگر جواہر دہرہ اور سفوف بھی جن کا ذکر آپ نے اپنے خط میں کیا تھا ارسال کردیں تو عین عنایت ہوگی۔ یا شاید اُن کا استعمال گولیوں کے استعمال کے بعد ہونا ضروری ہے۔ بہرحال جو مناسب ہو کیجیے۔

سفوف اور جواہر دہرہ کے استعمال کے متعلق جو ضروری ہدایات ہوں وہ بھی لکھ بھیجیے۔ کھانے پینے کے متعلق اگر کوئی ہدایت ہو تو وہ بھی فرما دیجیے۔ دودھ، بالائی، دہی اور ترشی کے استعمال سے تکلیف ہوتی ہے۔ میں ترشی کے استعمال کا عادی تھا چونکہ دو سال سے ترشی کا استعمال نہیں کر سکتا اس واسطے میرا کھانا بالکل بے لطف ہوگیا ہے۔ بھوک بھی کم لگتی ہے۔ قبض کی بھی شکایت رہتی ہے شاید میں نے پہلے نہیں لکھا مجھے کئی سال تک درد گردہ کی شکایت رہی۔ اب آٹھ سال سے اس درد کا دورہ نہیں ہوا۔ نقرس کی شکایت البتہ ہے۔ کبھی کبھی اس کا دورہ ہوتا ہے مگر زیادہ شدت کے ساتھ نہیں۔ زیادہ کیا عرض کروں۔ امید کہ مزاج بخیر ہوگا۔

والسلام

مخلص محمد اقبال

آپ نے مرزا محمود[1] کا تازہ اعلان پڑھا ہوگا جس میں وہ لکھتے ہیں کہ پیغمبر

---

[1] مرزا بشیرالدین محمود احمدیہ فرقہ کے قائد تھے۔ (مولف)

قوموں کو آزادی دلانے کے لیے آتے ہیں نہ غلامی سکھانے کے لیے۔ اس بنا پر اپنے پیروؤں کو سیاسیات میں حصہ لینے کی تاکید کی ہے۔ والسّلام

(اقبال نامہ)

(عکس)

## سر راس مسعود کے نام

لاہور ۲۹ جون ۱۹۳۶ء

ڈیر مسعود۔ تمہارا خط ابھی ملا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ تم اب خدا کے فضل و کرم سے بالکل اچھے ہو کیونکہ خط میں تم نے اپنی صحت کے متعلق ایک حرف بھی نہیں لکھا۔ ضربِ کلیم یا اعلانِ جنگ زمانہ حاضر کے خلاف، افسوس کہ ابھی تک تیار نہیں ہوئی۔ یہ میرا قصور نہیں، پریس کا قصور ہے۔ اب چار جولائی کو کتاب کی طباعت ختم ہو گئی تو ADVANCE کاپی ارسال کر دوں گا۔ ۳ اپریل کی شب کو جب میں بھوپال میں تھا میں نے تمہارے دادا رحمتہ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا۔ مجھ سے فرمایا کہ اپنی علالت کے

---

اقبال نامہ (جلد اول) میں راس مسعود کے نام اقبال کے ۲۴ خطوط شامل ہیں لیکن زیرِ نظر مکتوب ان میں شامل نہیں۔ یہ خط اس اعتبار سے اہم ہے کہ یہ راس مسعود کے نام اقبال کا آخری (دستیاب) مکتوب ہے۔

۱۔ اقبال اور بھوپال کے متن میں "جولائی" درست نہیں ہے۔

۲۔ راس مسعود کے مذکورہ خط کا متن ملاحظہ ہو: اقبال نامہ، حصہ اول، ص ۳۸۸۔ ۳۸۹۔

۳۔ پہلی بار یہ خط ماہنامہ "قومی زبان"، کراچی، ستمبر ۱۹۶۹ء (ص ۳۱۔ ۳۲) میں شائع ہوا۔

۴۔ "قومی زبان" کے حوالے سے اسے "اقبال اور بھوپال (ص ۱۶۵) میں نقل کیا گیا۔ میں نے اس خط کو اقبال اور بھوپال، سے نقل کیا ہے۔

(رفیع الدین ہاشمی)

متعلق حضور رسالت مآبؐ کی خدمت میں عرض کریں اسی وقت بیدار ہو گیا اور کچھ شعر عرض داشت کے طور پر فارسی زبان میں لکھے۔ کل ساٹھ شعر ہوئے۔ لاہور آکر خیال ہوا کہ یہ چھوٹی سی نظم ہے اگر کسی زیادہ بڑی مثنوی کا آخری حصّہ ہو جائے تو خوب ہے۔ الحمدللہ کہ یہ مثنوی بھی اب ختم ہو گئی ہے۔ مجھ کو اس مثنوی کا گمان بھی نہ تھا۔ بہر حال اس کا نام ہوگا "پس چہ باید کرد اے اقوامِ شرق"۔ ضربِ کلیم کی طباعت کے بعد اس کی کتابت شروع ہوگی۔ باقی خدا کے فضل وکرم سے خیریت ہے۔ تم اپنی خیریت سے اطلاع دو۔ لیڈی مسعود سلام قبول کریں۔ علی بخش تم دونوں کو آداب عرض کرتا ہے۔

محمدؐ اقبال

(خطوط اقبال)

## خواجہ غلام السیدین کے نام

علم سے میری مراد وہ علم ہے جس کا دارو مدار حواس پر ہے۔ عام طور پر میں نے علم کا لفظ انھیں معنوں میں استعمال کیا ہے۔ اس علم سے ایک طبعی قوت ہاتھ آتی ہے جس کو دین کے ماتحت رہنا چاہیے۔ اگر دین کے ماتحت نہ رہے تو محض شیطنت ہے۔

---

نوٹ: یہ ایک خط کا اقتباس ہے جو اقبال نے خواجہ غلام السیدین کے نام لکھا۔ (خواجہ غلام السیدین کی کتاب EDUCATIONAL PHILOSOPHY OF IQBAL (ص ۸۰ . ۷۹ سے لیا گیا ہے) افسوس کہ خط کا پورا متن حاصل نہ ہو سکا۔

۲۱ر جون ۱۹۳۶ء کا خط بھی خواجہ غلام السیدین کی محولہ بالا کتاب سے متعلق ہے۔ چنانچہ اغلب ہے کہ یہ خط بھی اُسی زمانہ میں لکھا گیا ہوگا۔

(مولّف)

یہ علم علمِ حق کی ابتدا ہے جیسا کہ میں نے جاوید نامہ میں لکھا ہے۔

علمِ حق اول حواس آخر حضور　　　آخر اُو می نگنجد در شعور

وہ علم جو شعور میں نہیں سما سکتا اور جو علمِ حق کی آخری منزل ہے اس کا دوسرا نام عشق ہے۔ علم و عشق کے تعلق میں جاوید نامے میں کئی اشعار ہیں۔

علم بے عشق است از طاغوتیاں　　　علم با عشق است از لاہوتیاں

مسلمان کے لیے لازم ہے کہ علم کو (یعنی اس علم کو جس کا مدار حواس پر ہے اور جس سے بے پناہ قوت پیدا ہوتی ہے) مسلمان کرے "بولہب را حیدرِ کرار کن" اگر یہ بولہب حیدرِ کرار بن جائے یا یوں کہیے کہ اگر اس کی قوت دین کے تابع ہو جائے تو نوعِ انسان کے لیے سراسر رحمت ہے۔

# خلیفہ شجاع الدین کے نامؒ

لاہور

۲ر جولائی ۳۶ء

ڈیر خلیفہ صاحب، السلام علیکم

شیخ مراغی جامعہ ازہر قاہرہ کا خط میرے نام آیا ہے۔ جو آج کے اخبار "احسان" میں بھی شائع ہو گیا ہے۔ جامعہ ازہر کا ارادہ ہے کہ شودروں میں تبلیغ اسلام کے لیے ایک وفد ہندوستان روانہ کرے اور اس وفد کے متعلق انھوں نے مجھ سے ضروری

---

نوٹ۔ لہ مندرجہ بالا خط "خطوط اقبال" (ص۔ ۲۶۴) میں خلیفہ فضل حسین کے نام درج ہے۔ جب کہ "اقبال اور انجمن حمایت اسلام" کے صفحہ ۱۳۰ پر یہ خلیفہ شجاع الدین کے نام شائع ہوا ہے جو زیادہ درست معلوم ہوتا ہے۔

(صابر کلوروی۔ مکاتیب اقبال کے مآخذ۔ چند مزید حقائق، "صحیفہ" لاہور، ۱۹۸۳ء)

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

مشورہ طلب کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ ان کے وفد کو ایسے لوگوں کی ضرورت ہو گی۔ جو ان کی تقریروں کا اردو ترجمہ کر سکیں اور ہندوستانی لٹریں ان کے ساتھ رہیں۔ میرے خیال میں انجمن حمایت اسلام کو چاہیے کہ وہ مصری وفد کے لیے ایسے مترجمین بہم پہنچائے اور ان کے اخراجات ادا کرے۔ دورہ غالباً تین ماہ کا ہوگا اور جہاں تک میں اندازہ کرتا ہوں ان مترجمین کا خرچ کچھ زیادہ نہ ہوگا۔ یہ معاملہ آپ کونسل کے

---

نوٹ "۱۹۳۶ء میں جب اچھوتوں کی ایک کانفرنس منعقد ہوئی اور اس میں یہ قرار داد منظور کی گئی کہ انھیں چاہیے ہندو دھرم چھوڑ کر کوئی دوسرا مذہب اختیار کرلیں تو اس پر جمعیت تبلیغ سلام نے بھی اپنی کوشش تیز تر کردی تاکہ زیادہ سے زیادہ اچھوت دائرۂ اسلام میں داخل ہوجائیں۔ لیکن ہندوستان میں اچھوتوں کے اس فیصلے پر لے دے ہونے لگی تو مصر کے پرچوں میں بھی یہ خبر شائع ہوئی کہ اچھوت اپنا مذہب بدلنا چاہتے ہیں اس پر جامعۂ ازہر نے طے کیا کہ علمار کا ایک وفد ہندوستان بھیجا جائے تاکہ وہاں جو حالات ہیں وہ خود ان کا مطالعہ کرے اور دیکھے کہ اچھوتوں میں تبلیغ اسلام کا کوئی امکان ہے یا نہیں؟ اس سلسلے میں شیخ ازہر، جناب مصطفٰے المراغی مرحوم نے حضرت علامہ سے بھی دریافت کیا۔ اگر ان کی رائے میں وفد کا بھیجنا مناسب ہے تو کیا وفد کو کچھ ترجمان مل جائیں گے؟" (سید نذیر نیازی: مکتوبات اقبال ص ۳۵۹) چنانچہ حضرتِ علامہ نے فی الفور انجمن حمایت اسلام لاہور کے نائب صدر خلیفہ فضل حسین کے نام (اب معلوم ہوا کہ یہ خلیفہ شجاع الدین کے نام لکھا گیا) یہ خط لکھا کہ انجمن ترجمانوں کا انتظام کرے۔

۲ - یہ خط پہلی بار جنرل کونسل انجمن حمایت اسلام لاہور کی قلمی روداد یکم جولائی ۱۹۳۴ء تا ۲۸ اپریل ۱۹۳۷ء میں نقل کیا گیا۔

۳ - قلمی روداد کے حوالے سے محمد حنیف شاہد نے اسے مجلّہ اقبال، اکتوبر تا دسمبر ۱۹۷۱ء (ص ۶۷-۶۸) میں شائع کیا۔

میں نے یہ خط مجلّہ "اقبال" سے نقل کیا ہے۔

(رفیع الدین ہاشمی)

آئندہ اجلاس میں پیش کر کے جہاں تک ممکن ہو، جلد کونسل سے اخراجات کی منظوری حاصل کریں یا اگر کوئی اور طریق ہو جس سے کونسل کی منظوری جلد ہو سکے تو اس طریق کو اختیار کریں۔ تاکہ میں شیخ الجامعہ کے خط کا جواب جہاں تک ممکن ہو جلد دے سکوں۔

محمدؐ اقبال

(خطوط اقبال)

# غلام بھیک نیرنگ کے نام

(مکتوب الف)

مجھ سے شیخ الازہر صاحب نے مشورہ طلب کیا ہے اور لکھا ہے کہ اس وفد کے متعلق آپ ضروری ہدایات دیں۔ مہربانی کر کے آپ لکھیں کہ ان کو کیا مشورہ دیا جائے۔ بعض باتیں میرے خیال میں ہیں، مگر میں آپ کی رائے بھی معلوم کرنا چاہتا ہوں۔ اس کے علاوہ یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ کیا یہ ممکن ہے کہ آپ اس وفد کے ہمراہ ملک کا دورہ بطور پروپیگنڈہ سیکرٹری کے کریں۔ اس سے بہت اچھے نتائج نکلیں گے اور وفد کو آپ کی معلومات کے امیال و عواطف سے بے حد فائدہ پہنچے گا۔"

(غیر مدون)

مآخذ

ڈاکٹر محمد اکرام چغتائی "علامہ اقبال کا ایک نایاب مکتوب گرامی بنام: شیخ الازہر قاہرہ"

"خدابخش لائبریری جرنل" شمارہ ۸۱ ـ ۸۲، پٹنہ (بہار) (مطالعۂ اقبال، مرتبہ گوہر نوشاہی، لاہور، ۱۹۷۱ء ص ۴۱ ۔ ۴۲ سے منقول)

نوٹ

جب ڈاکٹر بی۔ آر۔ امبیڈکر (B.R. AMBEDKAR) نے اچھوتوں کے لیے جداگانہ انتخابات کی مانگ کی تو کانگریس کے زعما اور مہاتما گاندھی نے ڈاکٹر امبیڈکر کے سیاسی مطالبات کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور گاندھی جی نے ان کے خلاف مرن برت بھی رکھا۔ بالآخر مہاتما گاندھی اور ڈاکٹر امبیڈکر کے مابین ۲۴ ستمبر ۱۹۳۲ء کو ایک سمجھوتہ جسے پونا

پیکٹ ( PUNE PACT ) کہا جاتا ہے۔ لیکن یہ سمجھوتہ سیاسی امور تک محدود تھا جبکہ ذات پات کے مسئلے پر دونوں رہنما کوئی متفقہ لائحہ عمل تلاش نہ کرسکے۔

جب مذکرہ بالا معاہدے کے خاطر خواہ نتائج بر آمد نہ ہوئے تو ڈاکٹر امبیڈکر نے ۱۳ ؍اکتوبر ۱۹۳۵ء کو ریاست مہاراشٹر کے ضلع ناسک ( NASIK ) کے ایک شہر یوولا ( YEOLA ) کے مقام پر منعقد ہونے والی بمبئی پریسیڈنسی ڈیپریسڈ کلاسز کانفرنس میں اعلان کیا کہ اچھوت کوئی ایسا مذہب اختیار کریں جس کے تحت ان کے ساتھ برابری کا سلوک کیا جائے۔

ڈاکٹر امبیڈکر کی اس تقریر نے ہندوستان کے سیاسی اور مذہبی حلقوں میں ایک تہلکہ مچا دیا — ہندو تبدیلیٔ مذہب کے اس اعلان سے سخت پریشان ہوئے کہیں اتنی بڑی اکثریت نہ نکل جائے۔ اس کے برعکس دیگر مذاہب کے پیروکاروں نے اچھوتوں کو اپنے مذہب میں شامل کرنے کے لیے دوڑ دھوپ شروع کر دی۔ اس ضمن میں مسلمان انجمنوں کے بعض کارکنان نے سب سے زیادہ سرگرمی دکھائی۔ بمبئی کی مجلس احرار کے ایک اجلاس (منعقدہ ۲۰ ؍اکتوبر) میں فیصلہ ہوا کہ مبلغین کی ایک کمیٹی اچھوتوں کی بستیوں میں جاکر اسلام کی تعلیمات کا پرچار کرے اس کے منجملہ دیگر اراکین میں مولانا سید سلیمان ندوی، مولانا شوکت علی اور علامہ اقبال بھی شامل تھے۔

علمائے دین اور تبلیغی اداروں کے علاوہ اس مہم میں مسلمان پریس نے بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ چند ماہ بعد بیرونی ممالک، مشرقِ وسطیٰ اور مصر کے ممالک تک یہ اطلاعات پہنچنا شروع ہوگئیں۔ مصر کے اخبارات روزنامہ "البلاغ" اور "الاہرام" میں اچھوتوں کے ادارہ ٔتبدیلیٔ مذہب کے بارے میں رپورٹوں کی اشاعت شروع ہوئی۔ اس سے وہاں کے علما و مبلغین نے ہندوستانی مسلمانوں کے تعاون سے اچھوتوں کو دایرۂ اسلام میں شامل کرنے کے بارے میں سنجیدگی کے ساتھ سوچنا شروع کر دیا۔ شیخ محمد مصطفیٰ المراغی، شیخ جامعہ الازہر نے اس مسئلے کی اہمیت کا اندازہ لگاتے ہوئے یہ فیصلہ کیا کہ وہ اس سلسلے میں ہندوستان کی بعض علمی شخصیات اور تبلیغی اداروں سے رجوع کریں اور

اگر ممکن ہو تو ایک خصوصی وفد بھی ہندوستان بھیجیں، تاکہ صحیح صورت حال کا موقع ہی پر جائزہ لیا جائے۔ شیخ الازہر کی قدر و منزلت کی وجہ سے ان کو ایسا وفد تشکیل کرنے کی ذمہ داری سونپی گئی۔ بالآخر یہ طے ہوا کہ مصری وفد کو ہندوستان بھیجنے سے قبل یہاں کی نامور علمی شخصیات سے رابطہ قائم کیا جائے۔ چنانچہ شیخ المراغی نے اقبال کے نام ایک خط بھیجا کہ اگر آپ پسند کریں تو ازہر اپنے اور قابل ترین مناظرین کا ایک وفد ہندوستان کی طرف بھیجے جو اس کار خیر میں برادران ملت اسلامیہ ہند کا ہاتھ بٹائے۔

شیخ الازہر کا یہ خط ملتے ہی اقبال نے سب سے پہلے اپنے دیرینہ دوست غلام بھیک نیرنگ سے رائے طلب کی اور درج بالا مکتوب مورخہ یکم جولائی ۱۹۳۶ء (الف) ارسال کیا (اس سلسلہ کے خطوط کی نشان دہی الف، ب، ج اور د سے کردی گئی ہے اور ان میں سے ہر خط پر علیحدہ نوٹ دینے کی بجائے ایک جامع نوٹ یہاں درج کر دیا ہے۔ مزید برآں ان کی ترتیب جولائی ۱۹۳۶ء کے دیگر مکاتیب کے ساتھ بلالحاظ تاریخ تحریر، (امکانی) ہیں تقدیم و تاخیر کے ہوئی ہے۔)

اس کے جواب میں ممکن ہے کہ نیرنگ نے اس خیال کا اظہار کیا ہو کہ مصری وفد کے ہندوستان آنے سے خاطر خواہ نتائج متوقع نہیں ہیں۔ لیکن اقبال نے اس رائے سے اتفاق کرتے ہوئے بھی وفد کی آمد کو مسلمانوں کے لیے مفید قرار دیا۔ ان کے خط بنام نیرنگ (بلا تاریخ اندازاً جولائی ۱۹۳۶ء) کا ایک اقتباس (مکتوب ب) اگلے صفحات میں پیش کیا جا رہا ہے۔

ساتھ ساتھ اقبال نے ۲؍ جولائی ۱۹۳۶ء کو انجمن حمایت اسلام کے سیکرٹری خلیفہ شجاع الدین کو ایسے مترجمین مہیا کرنے کے بارے میں خط لکھا جو مصری وفد کے اراکین کی تقریروں کا اردو اور انگریزی میں ترجمہ کر سکیں۔

اقبال نے غلام بھیک نیرنگ کی تجاویز اور انجمن حمایت اسلام کے فیصلوں کی روشنی میں شیخ المراغی کو ایک طویل مکتوب روانہ کیا۔ حتمی طور پر اس خط کا سن تحریر متعین کرنا ممکن نہیں البتہ اس کا جو خلاصہ قاہرہ کے اخبار "البلاغ" بابت ۲۵؍ جولائی ۱۹۳۶ء میں

اگست ۱۹۳۶ء میں انگریزی روزنامہ "ہندوستان ٹائمز" نے دونوں مراسلات شائع کر دئے اور ساتھ ہی ایک طویل مضمون میں اقبال کے اس اقدام کی شدید تنقید کی گئی۔ کہ انھوں نے اچھوتوں میں تبلیغ اسلام کے لیے علمائے مصر کی اعانت حاصل کی ہے۔ "ہندوستان ٹائمز" کی پیروی میں اردو روزنامے "تیج" اور "پرتاپ" نے کوئی کسر نہ چھوڑی۔ الغرض اس مسئلہ پر تمام ہندو پریس میں اقبال کے خلاف ایک محاذ کھڑا ہو گیا۔

اقبال کے خلاف ہندو پریس کی مخالفت کے جواب میں مسلم پریس بھی آگے آ ئی۔ ان تحریروں کی خبر مصر بھی پہنچی۔ ستمبر ۱۹۳۶ء کے اواخر میں جامعہ ازہر کے منتظمین کو یہ اطلاع ملی کہ جو مصری وفد تبلیغ اسلام کے لیے ہندوستان جانے والا ہے۔ ہندو پریس اور ہندو لیڈر اس کی سخت مخالفت کر رہے ہیں۔

اقبال نے بھی اس صورت حال کا جائزہ لینے کے بعد شیخ الازہر کو ایک اور خط شائع ہوا اس سے یہ قیاس کیا جا سکتا ہے کہ اقبال نے وسط جولائی میں یہ مراسلہ بھیجا ہوگا۔ اس خط کا ملخص پہلی بار بشیر احمد ڈار کی تالیف "لیٹرز آف اقبال"
میں شائع ہوا تھا۔ اب پہلی بار اقبال کے مکتوب بنام شیخ محمد مصطفیٰ المراغی کا مکمل متن ڈاکٹر محمد اکرام چغتائی نے اپنے مضمون "علامہ اقبال کا ایک نایاب مکتوب گرامی بنام: شیخ الازہر قاہرہ" میں پیش کیا ہے جو "خدا بخش لائبریری جرنل" شمارہ ۸۱ — ۸۳ پٹنہ بہار، ہندوستان میں شائع ہوا ہے۔ اور ہم نے وہیں سے نقل کیا ہے۔ قبل ازیں یہ مقالہ ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور کے مجلہ "المعارف" کے نومبر۔ دسمبر ۱۹۹۲ء کے شمارے میں شائع ہو چکا تھا۔ ("ہماری زبان" ۱۵ فروری ۱۹۹۶ء)

صاحب مضمون نے اس مکتوب کا انگریزی میں پیش کیا ہے اغلب ہے کہ یہ مکتوب انگریزی میں ہی لکھا گیا ہو۔ البتہ ڈاکٹر چغتائی نے اس کا اردو میں ترجمہ نہیں کیا۔ ہم نے اس کا اردو میں ترجمہ کیا ہے۔ (مکتوب ج)۔

ارسال کیا۔ اس کا پورا متن دستیاب نہیں البتہ اس کا متعلقہ اقتباس ڈاکٹر محمد اکرام چغتائی کے متذکرہ بالا مضمون سے اخذ کر کے علیحدہ درج کیا جا رہا ہے (مکتوب د) اس خط میں

اقبال نے شیخ موصوف کو مصری وفد ہندوستان بھیجنے سے منع فرمایا ہے بہر کیف بعض دیگر مذہبی اور سیاسی مسلم رہنماؤں کے پر زور اصرار پر اور یقین دہانیوں پر شیخ موصوف نے بالآخر مصری وفد ہندوستان بھیجا۔

یہ وفد ۱۱ ر دسمبر ۱۹۳۶ء کو بمبئی پہنچا اور ۲۰ ر دسمبر کو دہلی آیا۔ اس کے بعد یہ وفد علی گڑھ، رام پور، دیوبند اور پشاور گیا اور ۲، ۳ ر جنوری ۱۹۳۷ء کو لاہور پہنچا جہاں اپنی مسلسل علالت کے باوجود اقبال نے وفد کے اعزاز میں سنیپر ہوٹل میں دوپہر کے کھانے کا انتظام کیا۔ اس ضمن میں ان کا ایک خط بنام سید نذیر نیازی محررہ ۲۳ ر جنوری ۱۹۳۷ء ملاحظہ ہو۔ وسط مارچ ۱۹۳۷ء میں یہ وفد مصر واپس چلا گیا۔

ڈاکٹر محمد اکرام چغتائی: علامہ اقبال کا ایک نایاب مکتوب گرامی
پٹنہ بہار " خدا بخش لائبریری جرنل " شمارہ ۸۱-۸۳ بنام: شیخ الازہر قاہرہ۔

# غلام بھیک نیرنگ کے نام

"آپ کا خط عین انتظار میں ملا۔ یہ تمام مشکلات میرے ذہن میں تھیں جو آپ نے خط میں لکھی ہیں۔ باوجود ان کے میرا خیال تھا کہ ان کا ہندوستان آنا عام طور پر اعلیٰ ذات کے ہندوؤں پر اور نیز خود مسلمانوں پر اچھا اثر ڈالے گا۔ ان کے آنے سے مسلمانوں کے تبلیغی جوش میں اضافہ ہوتا بہت ممکن ہے۔ اس کے علاوہ اعلیٰ ذات کے ہندوؤں پر عام اسلامی اخوت کا اثر پڑے گا۔ اس واسطے میرا خیال ہے کہ ان کو تمام مشکلات سے آگاہ کر دیا جائے اور جو فوائد ان کے وفد سے ممکن ہیں، ان کا بھی ذکر کر دیا جائے اور فیصلہ ان پر چھوڑ دیا جائے۔"

(غیر مدون)

مآخذ

ڈاکٹر محمد اکرام چغتائی : "علامہ اقبال کا ایک نایاب مکتوب گرامی
بنام : شیخ الازہر، قاہرہ"
(خدا بخش لائبریری جرنل، شمارہ ۸۱ - ۸۳ (پٹنہ (بہار)
(مطالعۂ اقبال، مرتبہ گوہر نوشاہی، لاہور ۱۹۷۱ء ص ۲۴ سے منقول)

## محمد مصطفیٰ المراغی شیخ الازہر کے نام

مکرمی و معظمی

آپ کا مکتوب گرامی موصول ہوا۔ جواب میں تاخیر کے لیے معذرت خواہوں۔ چند ضروری استفسارات کرنا تھے۔ ہندوستان کی چند اسلامی تنظیموں اور اہم تعلیمی اداروں سے رجوع کیا اور اب میں ان تمام امور پر اپنے خیالات کا اظہار کر سکتا ہوں جن پر آپ نے میری رائے طلب فرمائی ہے۔

یہ آپ کی بلند خیالی ہے کہ آپ نے ہندوستان کی طرف ایک مصری وفد بھیجنے کی تجویز فرمائی ہے۔ مذہب اسلام ہندوستان میں تیزی سے پھیل رہا ہے اور مجھے اس میں ذرا شک نہیں کہ اچھوتوں کا اسلام قبول کرنا ہندوستان کی تاریخ میں (فروغ اسلام کا)، ایک غیر معمولی موقع فراہم کرے گا اور سارے ایشیا میں اسلام کے مستقبل کی تاریخ پر اثر انداز ہوگا۔ صرف اچھوت ہی نہیں جو دایرہ اسلام میں داخل ہو رہے ہیں بلکہ ہندوستانی سماج کی اعلیٰ ذاتوں میں بھی ایک تحریک ہے گو یہ ابھی سست رفتار ہے۔ بلاشبہ آپ نے ہندوستانی اخبارات میں پڑھا ہوگا کہ مہاتما گاندھی کے صاحبزادے بھی واقعی مسلمان ہو گئے ہیں۔ کوئی ہفتہ ایسا نہیں گزرتا جب ہندوستان کی اونچی ذات کا کوئی فرد کسی مسجد میں مشرف بہ اسلام نہ ہوتا ہو۔

مجھے صاف نظر آرہا ہے کہ ہندوستان میں اسلام کے فروغ کے لیے ایک زبردست موقع ملا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ موقع ہندوستانی مسلمانوں کی ان طاقتوں کو بروئے کار لانے کا ہے جو ان کے خواب و خیال میں بھی نہ تھیں۔

جہاں تک اچھوتوں کے مسئلے کا تعلق ہے۔ اس میں ایک دشواری ہے جس کا

حل ملنا قریب قریب ناممکن نظر آتا ہے اور وہ یہ ہے کہ اچھوتوں کی اکثریت جنوبی ہند میں رہتی ہے اور چھ مختلف زبانیں بولتی ہے۔ جس میں سے کسی زبان میں بھی اعلیٰ مذہبی خیالات بخوبی ادا نہیں کیے جا سکتے۔ آپ ایسے اشخاص کے انتخاب کی مشکلات کو خوب سمجھتے ہیں جو وفد کے پیغام کو اچھوتوں کی زبان میں ترجمہ کرنے کی اہلیت رکھتے ہوں۔ ہندوستانی اسلامی تنظیمیں تا ہنوز اس دشواری کا کوئی حل تلاش نہیں کر سکی ہیں۔ بلاشبہ ہندوستانی اسلامی تنظیموں کی اعانت کے بغیر مصری وفد کا تبلیغی کام میں کامیابی حاصل کرنا ناممکن ہوگا۔

میں نے ہندوستان کی دو بڑی اسلامی تنظیموں کی رائے لی ہے۔ انھوں نے مجھے یقین دلایا ہے کہ وہ جامعہ ازہر کے وفد کی ہر وہ امداد کریں گے جو ان کے بس میں ہے۔ لیکن اس سے اس دشواری کا ازالہ نہیں ہوتا ہے جس کی تشریح میں پہلے کر چکا ہوں۔

اندریں حالات اب میری رائے یہ ٹھہری کہ مصری وفد کی آمد ہندوستان میں اسلامی تحریک کے لیے مفید ثابت ہوگی۔ اور اس ملک کی مسلم تنظیموں میں نئی روح پھونک دے گی۔ اور (ہندو معاشرہ میں) اونچی ذاتوں میں مسلمانوں کی سچی روحانی اخوت کو اور چار دانگ عالم میں اسلام کے پھیلنے کو واضح کر دے گی۔ اگر آپ متذکرہ بالا تمام دقتوں کے باوجود ہندوستان کی طرف مصری وفد بھیجنے کا ارادہ رکھتے ہیں تو میں آپ کی خدمت میں مندرجۂ ذیل تجاویز پیش کرنا چاہوں گا:

۱۔ وفد میں ایسے علمائے دین شامل ہوں جو دینِ اسلام سے بخوبی واقف ہوں اور اس کو جدید فکر و تجربہ کی روشنی میں پیش کرنے کے قابل ہوں۔ ان کو وہ تمام معلومات اور اعداد و شمار دستیاب ہوں جن سے ظاہر ہو کہ مذہب اسلام نے کس طرح افریقہ کے کفار کو متمدن قوموں کے ہمدوش کھڑا کر دیا ہے۔

۲۔ یہ بھی لازمی ہے کہ ہندوستان میں قیام کے دوران وفد کے علما اس انداز سے رہیں سہیں جس سے یہاں مصری مسلمانوں کی عزت بڑھے۔

۳۔ یہ بھی لازمی ہے کہ وفد کا ایک سیکریٹری ہو جو مختلف مسلم قصبوں اور شہروں میں اس کے مشن کا خاطر خواہ بندوبست کرے۔

۴۔ واپسی میں وفد اپنے ساتھ چند اچھوت نومسلم نوجوانوں کو مصر لے جائے جو جامعہ ازہر میں کافی عرصہ تک تعلیم حاصل کریں اور دین اسلام اور اسلامی زندگی اور فکر و فلسفہ کے سچے اور پکے مبلّغ بن جائیں اور پرانے زمانہ کے نومسلموں کے اس قول پر پورا اتریں "میں ایک زمانہ میں کُرد تھا۔ اب میں عرب ہوں"۔ یہ نوجوان جیسا کہ آپ نے بخوبی اندازہ لگا لیا ہوگا ہندوستان واپس آکر اسلامی تنظیموں کے سربراہ ہوں گے جیسا کہ ہم نے غیر اسلامی اداروں میں دیکھا ہے۔

۵۔ میرے خیال میں یہ مناسب ہوگا کہ وفد مصر کو روانگی سے پیشتر انبالہ کے وکیل مولوی سید غلام بھیک نیرنگ سے رابطہ قائم کرے۔ موصوف ہندوستان کی مرکزی مجلس قانون ساز کے رکن ہیں اور ایک نہایت اہم اسلامی ادارے کے سیکریٹری ہیں۔ انھوں نے مجھے لکھا ہے کہ وہ وفد کو ہر امکانی امداد دینے کو تیار ہیں۔

یہ عرض کرنے کی ضرورت نہیں ہے کہ اگر آپ ہندوستان کی طرف وفد بھیجیں تو ہندوستانی مسلمان بھائی اس کا گرمجوشی سے استقبال کریں گے۔ آپ بخوبی واقف ہیں کہ ہر جگہ مسلمان بیدار ہو رہے ہیں اور اس روحانی جذبۂ اخوت سے سرشار ہیں جو اسلام کو دوسرے مذاہب سے ممتاز کرتا ہے۔ ہندوستانی مسلمان خود اچھوتوں کو دائرہ اسلام میں لانے کے لیے سخت فکرمند ہیں۔ جس کا ان کا دین حکم دیتا ہے۔ افسوس کہ مسلمانوں میں مالدار لوگ موجودہ اسلامی امور سے کوئی سروکار نہیں رکھتے۔

(انگریزی سے)

(غیر مدون)

## مآخذ

ڈاکٹر محمد اکرام چغتائی : علامہ اقبال کا ایک نایاب مکتوب گرامی
بنام: شیخ الازہر، قاہرہ
" خدا بخش لائبریری جرنل، شمارہ ۸۱ — ۸۳، پٹنہ (بہار)
صاحب مضمون نے حواشی میں تشریح کی ہے کہ اس خط کا مکمل متن قاہرہ کے اخبار "الاہرام" بابت ۲۶ جولائی ۱۹۳۶ء سے منقول ہے۔

## محمد مصطفیٰ المراغی شیخ جامعہ الازہر کے نام

اچھوتوں میں تبلیغ کی غرض سے مصری علما کی جماعت کو اس وقت ہندوستان بھیجنے کی ضرورت نہیں۔ اس کے لیے تو ٹھوس کام کی ضرورت ہے، جس کو ہندوستان کے علما ہی انجام دے سکتے ہیں۔ مصری وفد کی ضرورت اس لیے بھی نہیں کہ اچھوت جن زبانوں کو جانتے ہیں، ان سے علمائے مصر واقف نہیں۔ تاہم ہندوستان کے مسلمان اچھوتوں میں اطمینان اور سکون کے ساتھ کام کرنا چاہتے ہیں، کیونکہ اگر مصر سے علما کا وفد آیا تو اس کی وجہ سے ہندو مسلم تعلقات پر ناخوش گوار اثر پڑے گا۔ اور ہمارا حقیقی مقصد فوت ہو جائے گا۔

(غیر مدون)

## مآخذ

ڈاکٹر محمد اکرام چغتائی : " علامہ اقبال کا ایک نایاب مکتوب گرامی
بنام : شیخ الازہر، قاہرہ "
، خدا بخش لائبریری جرنل، شمارہ ۸۱ - ۸۳، پٹنہ (بہار)
(بحوالہ اقبال اور انجمن حمایت اسلام مرتبہ محمد حنیف شاہد لاہور ۱۹۷۶ء کا یہ خط مصر کے اخبار البلاغ، بابت ۵ ستمبر ۱۹۳۶ء میں شائع ہوا تھا۔)

# مسلمانانِ پنجاب کے نام

جناب مکرم

السلام علیکم ورحمتہ اللہ۔ آپ کو معلوم ہوگا کہ یکم اپریل ۱۹۳۷ء سے نئی اصلاحات ملک میں نافذ ہوں گی اور پنجاب لیجسلیٹو اسمبلی کے لیے انتخابات تاریخِ مذکور سے پہلے عمل میں آجائیں گے اگر مسلمانانِ ہند نے ملک و قوم کے موجودہ حالات کا جائزہ لے کر ایک صحیح اور واضح حکمتِ عملی اختیار نہ کی تو ان کے مفاد کو نقصان پہنچنے کا قوی احتمال ہے۔ گزشتہ پندرہ سالہ سیاسی دور کی تاریخ جس میں دو عملی یا نیم جمہوری اصلاحات پر عمل درآمد رہا اس حقیقت کی شاہد ہے کہ مسلمانوں نے بحیثیت قوم ان ابتدائی اصلاحات سے وہ فائدہ نہیں اٹھایا جو انھیں اٹھانا چاہیے تھا۔ اس کوتاہی کے ذمہ دار کون لوگ ہیں اور کیوں ؟ اس امر کو زیرِ بحث لانے کا یہ مقام نہیں۔ انشاءاللہ عنقریب پنجاب کے اس سیاسی دور پر تبصرہ کیا جائے گا۔ آل انڈیا مسلم لیگ پارلیمنٹری بورڈ نے اپنے منشورِ عام میں بعض ایسے حقائق و واقعات کی طرف قوم کی توجہ مبذول کردی ہے اور آئندہ کا پروگرام بھی آپ کے سامنے رکھ دیا ہے۔ مجھے ڈر ہے کہ ان واقعات کی تفصیلات سے بے خبری اور قوم کا باہمی تفرقہ کہیں پھر وہ صورت نہ پیدا کر جائے کہ آنے والی اصلاحات سے بھی ہم بحیثیت قوم پورا فائدہ اٹھانے سے محروم رہ جائیں اور جو قومی ترقی فرقہ وار فیصلہ نے ان اصلاحات کے ماتحت ہمارے لیے ممکن الحصول کردی ہے، اس کا حاصل کرنا ہم سے بعید ہو جائے۔ یہی خدشہ ہے جسے مدنظر رکھ کر مسلم لیگ نے صوبہ جاتی انتخابات میں قوم کی رہنمائی کو اپنا فرض سمجھا ہے۔ لیگ کی یہ فرض شناسی اس صورت میں بارآور ہو سکتی ہے جب قوم بھی فرض شناسی سے کام لے اور اس مسئلہ میں لیگ کی ہدایات اور اس کے پروگرام سے تمسّک[1] کرے۔ مسلم لیگ اور صرف مسلم لیگ کے ٹکٹ پر صوبجاتی اسمبلی میں جانے والے افراد سے توقع ہو سکتی ہے

[1] مراد "تمسک" ہے۔

کہ وہ مسلمانوں کے حقوق کے محافظ ہوں گے اور ملک کی آئینی ترقی کے لیے سعی بلیغ کرنے کے لیے تیار ہوں گے۔ جو لوگ اپنے مخصوص سیاسی نظریے کی وجہ سے مسلمانانِ ہند کی مرکزی پالیسی پر کاربند ہونے کا اقرار نہیں کر سکتے۔ ان سے اس قسم کی توقعات رکھنا مشکل ہے میں آپ کو اسلام اور ملک کے اندر اس کے صحیح سیاسی مفاد کا سچا خیر خواہ سمجھتے ہوئے مستدعی ہوں کہ آپ مسلم لیگ کے پارلیمنٹری بورڈ کی ہر ممکن امداد کریں اور اس کے نامزد کردہ امیدوارانِ اسمبلی کے لیے اپنا اثر اور رسوخ صرف کر کے انھیں کامیاب کرائیں۔ اس نازک دور میں اس خدمت سے بڑھ کر اور کوئی اسلامی اور ملکی خدمت نہیں ہو سکتی۔"

والسلام

دسر، محمد اقبال

(جاوید منزل میوروڈ ۸ جولائی ۱۹۳۶ء)

(جریدہ "اقبالیات" لاہور
جنوری۔ مارچ ۱۹۸۸ء
شمارہ ۴، جلد ۲۸)

---

۱۸ جون ۱۹۳۶ء کو مسلم لیگ کا انتخابی منشور منظور ہوا۔ اور مرکزی پارلیمانی بورڈ کو تشکیل دیا گیا۔ مرکزی پارلیمانی بورڈ کے تحت صوبائی بورڈ تشکیل دیے گئے اور اقبال کو پنجاب پراونشل پارلیمانی بورڈ کا صدر نامزد کیا گیا۔ ۸ مئی ۱۹۳۶ء کو مسلم لیگ کی حمایت میں ایک اپیل مسلمانانِ پنجاب کے نام ایک پمفلٹ کی شکل میں شائع کی گئی۔ اس اپیل کا متن گفتارِ اقبال (مرتبہ رفیق افضل) کے ص ۲۰۳۔ ۲۰۵ پر دیکھا جا سکتا ہے۔ اس مشترکہ اپیل کے علاوہ اقبال نے پراونشل پارلیمانی بورڈ کے صدر کی حیثیت سے اپنے انفرادی حوالے سے ایک الگ اپیل بھی مسلمانانِ پنجاب کے نام کی تھی۔ یہ اپیل خط کی صورت میں آل انڈیا مسلم لیگ مینی فسٹو کے آغاز میں شائع ہوئی جو ایک پمفلٹ کی صورت میں شائع ہوا۔ علامہ کی اپیل مورخہ ۸ جولائی ۱۹۳۶ء کا متن اوپر درج کیا جاتا ہے۔ (ڈاکٹر تحسین فراقی۔ اقبال کی چند تحریریں۔ اقبالیات۔ جنوری۔ مارچ ۱۹۸۸ء) بقیہ اگلے صفحہ پر،

## محمد عباس علی خاں لمعہ حیدر آبادی کے نام

لاہور ۱۴ جولائی ۳۶ ء

جناب من۔ آپ کا خط مل گیا ہے میری صحت عامہ پہلے سے بہت بہتر ہے آواز میں کوئی خاص ترقی نہیں ہوئی ڈینٹل سرجن صاحب جن کا آپ نے خط میں ذکر کیا ہے میں ان سے واقف نہیں ہوں۔

باقی خیریت ہے۔ آپ کے خطوط اس سے پہلے بھی آئے ہیں مگر میں نے عام طور پر خط کتابت ترک کر دی ہے۔ والسّلام

محمدؐ اقبال

(عکس)

## (پروفیسر) الیاس برنی کے نام

لاہور ۲۱ جولائی ۳۶ ء

مخدومی جناب پروفیسر صاحب السلام علیکم و رحمتہ اللہ و برکاتہ،

آپ کا نوازش نامہ ابھی ملا ہے جس کے لیے بہت بہت شکریہ قبول فرمائیے گولیاں ختم ہو گئی ہیں مگر ان کے استعمال سے بلغم کے اخراج پر کوئی خاص اثر نہیں

ہوا۔ ترشی میں ابھی تک نہیں کھا سکتا ہوں ہاں دہی اگر میٹھا ہو تو کسی قدر کھا لیتا ہوں۔

میرا خیال ہے کہ جواہر مہرہ اور سفوف کو گولیوں سے پہلے "ٹرائی" کیا جائے تو شاید بہتر نتائج نکلیں۔ بہرحال آپ مجھ سے بہتر جانتے ہیں۔ زیادہ کیا عرض کروں امید کہ آپ کا مزاج بخیر ہو گا۔ والسلام

محمد اقبال

لاہور

موتی منجن اور تیل کے لیے میں نے آپ کی خدمت میں لکھا تھا کہ دکاندار سے کہہ کر وی۔ پی بھجوا دیجیے۔ وہ پارسل اب تک نہیں ملا۔

محمد اقبال

(عکس)

(غیر مطبوعہ)

## قاضی تلمذ حسین کے نام

جنابِ من آپ کا خط ابھی ملا ہے۔ خدا کے فضل و کرم سے خیریت ہے۔ میری صحت عامہ تو اچھی ہے مگر آواز میں کوئی خاص ترقی نہیں ہوئی۔ میں نے کوئی مقالہ حضرتِ رومیؒ پر نہیں لکھا آپ کو کسی نے غلط اطلاع دی ہے۔

والسلام

محمد اقبال

۲۷ جولائی ۳۶ء لاہور

(خطوط اقبال)

(عکس)

## (پروفیسر) الیاس برنی کے نام

لاہور ۲۹ جولائی ۳۶ء

مخدومی پروفیسر صاحب۔ آپ کا والا نامہ کل ملا۔ اور آج دوا کا پارسل بھی موصول ہوا۔ بہت شکر گزار ہوں۔ خدا تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔ استعمال کرنے کے بعد حالات سے اطلاع کروں گا۔ سب سے (پہلے؟) جواہر مہرہ استعمال کرنے کا قصد ہے۔

میں نے آپ کی خدمت میں ایک نسخہ ضرب کلیم کا ارسال کیا ہے۔ افسوس کہ جدول اغلاط ہمراہ نہ بھیج سکا۔ وہ آج چھپیں گے کل ارسال خدمت کروں گا۔ اس کے آخری صفحہ پر چسپاں کر لیجیے۔ زیادہ کیا عرض کروں۔ امید کہ آپ کا مزاج بخیر ہوگا۔ والسلام

محمد اقبال

(عکس) (اقبال نامہ)

## سر راس مسعود کے نام

لاہور
یکم اگست ۱۹۳۶ء

ڈیر مسعود۔ آج میرے منشی طاہر دین آپ کی خدمت میں ضرب کلیم کی چھ مجلد کاپیاں ارسال کر رہے ہیں۔ ان میں سے ایک کاپی آپ کی ہے اور باقی خاندان شاہی کے لیے۔ ایک اعلیٰ حضرت کے لیے ایک ہز ہائینس[1] کے لیے

---

[1] اقبال نامہ میں ہز ہائینس درج ہے سیاق و سباق کے پیش نظر یہ (ہر ہائینس) ہوگا جس سے مراد حضرت علیا بیگم صاحبہ تھیں۔ (مولف)

ایک شہزادی[1] ولی عہد کے لیے اور دو اعلیٰ حضرت کے دونوں بھتیجوں[2] کے لیے۔

اعلیٰ حضرت کے لیے جو کاپی ہے اس پر میرا نام کتاب کے صفحہ ا پر ڈیڈی کیشن[3] کے اشعار کے نیچے لکھا ہے۔ اگر کوئی اور کاپی مطلوب ہو تو اطلاع دیجیے۔

ڈاکٹر عبدالباسط صاحب اور شعیب صاحب کے لیے علاحدہ پارسل ہیں کا بیاں اُن کے نام ارسال کی گئی ہیں۔

امید کہ آپ کا مزاج بخیر ہوگا۔ بیگم مسعود سلام قبول کریں۔ جاوید سلام عرض کرتا ہے۔ علی بخش بھی آداب کہتا ہے۔ والسلام

محمد اقبال

میں خدا کے فضل سے اچھا ہوں۔ شاید سردیوں میں بھوپال آؤں۔

(اقبال نامہ)

## محمد عباس علی خاں لمعہ حیدر آبادی کے نام

لاہور

۲ر اگست ۱۹۳۶ء

مجی!

تسلیم۔ آپ کی نظم آج ہی ملی۔ دیکھ کر آج ہی واپس کر رہا ہوں۔ بار بار پڑھا۔ بڑا لطف آیا۔ اللہ کرے زور قلم اور زیادہ ہو میری صحت اب بہتر ہے۔ مگر آواز میں ترقی نہیں ہوئی۔ آپ کے مشورہ کا شکریہ۔ امید ہے آپ بخیر ہوں گے۔

مخلص محمد اقبال

---

[1] شہزادی عابدہ سلطان ولی عہد ریاست بھوپال۔ آجکل کراچی میں مقیم ہیں۔

[2] سعید الظفر (۶ دسمبر ۱۹۰۶ء — ۲۸ر اگست ۱۹۴۵ء)

رشید الظفر (۲۷ر نومبر ۱۹۰۷ء — ۲۴ر اگست ۱۹۶۱ء)

[3] DEDICATION (انتساب) (مولف)

لمعہ[1] ہے نیپئن[2] ہے اور آرزوئے وصال ہے
مشق خرامِ نیپئن موسمِ برشگال ہے
ساحلِ نیپئن پہ آج عشق کا اور حال ہے
لب پہ سرورِ سرمدی حسن سے قیل و قال ہے
موجیں ہیں نغمہ زن ادھر ابر اُدھر ہے اشکبار
دونوں کی کشمکش میں آج حسن بھی پائمال ہے
بربطِ دل میں لمعہ کے نغمے ہیں وہ نئے نئے
جس کا خدا ہے کارساز جس میں خودی کا حال ہے
سوزشِ عشق نے مری شمع کو بھی بجھا دیا
میری صدائے درد میں ہے تو یہی کمال ہے
علم کی جان و جسم میں میرا قیام ہے مدام
آنکھ میں شمس[3] ہے اگر دل میں مرے جمال[4] ہے
مجھ سے گناہگار پر اُف رے تری نوازشیں
دل بھی دیا دماغ بھی جاہ بھی ہے منال ہے
اس کے سوا نہیں کوئی اور تو آرزو مری
وصل ہو دید کا مجھے دید مرا وصال ہے

(حاشیہ: موجیں ہیں نغمہ زن ادھر ادھر کو ابر ہے اشکبار — ن)

(حاشیہ: دونوں — ن)

---

[1] ڈاکٹر محمد عباس علی خاں لمعہ

[2] بمبئی کے اک دریا کا نام ہے جو لمعہ کی تفریح کا مرکز تھا۔ (عطاء اللہ)

یہ دریا نہیں سمندر کا نام NAPEAN SEA ہے۔ (مولّف)

[3] حضرت شمس تبریزیؒ [4] حضرت جلال الدین رومیؒ

نوٹ حاشیہ پر اس (ن) نشان کی تحریر حضرت علامہ سر محمد اقبال کی اصلاح ہے۔
(عطاء اللہ)

جانؔ کے دل کا راز وہ مجھ سے یہ پوچھتے ہیں پھر
آپ چھپا رہے ہیں کیوں آپ کا کیا سوال ہے
دل بھی ترا دماغ بھی جاہ بھی اور منال بھی
میری اگر ہے کوئی شے آرزوئے وصال ہے
عشق مجاز نے مجھے ذوقِ طلب عطا کیا
دل میں جگر میں آنکھ میں ایک ترا خیال ہے
عرشِ خیالِ شعر پر لمعہ ہے آج جلوہ گر
نوکِ قلم سے زر فشاں رازِ خودی کا حال ہے

جانؔ کے بھی وہ راز دل مجھ سے یہ پوچھتے ہیں پھر

لمعہ۔ ۲۴ر جون ۱۹۳۶ء

## مولانا سید سلیمان ندوی کے نام

لاہور۔ ۲ر اگست ۳۶ء

مخدومی مولانا۔ السلام علیکم

خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس تے[1] اپنے فضل و کرم سے آپ کو صحت عطا فرمائی۔ آپ کا وجود ہندوستان کے مسلمانوں کے لیے ازبس ضروری ہے اور مجھے یقین ہے کہ خدا تعالیٰ نے مسلمانوں کی دعاؤں کو شرف قبولیت بخشا ہے تاکہ وہ دیر تک آپ کے علوم سے مستفیض ہوتے رہیں۔

میں نے سنا ہے کہ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب 'بدور البازغہ' چھپ گئی ہے، مہربانی کرکے اس کا ایک نسخہ وی.پی مجھے ارسال فرمائیے۔ اگر آپ کے ہاں نہیں ہے تو مہربانی کرکے جہاں سے دستیاب ہو سکتی ہے وہاں سے منگوا دیجیے۔ یا ان کو لکھ دیجیے کہ ایک نسخہ میرے لیے وی.پی کر دیا گیا[1] جائے۔ مجھے معلوم نہیں

---

[1] غالباً سہواً "کیا" لکھا گیا۔ (مولّف)

کہاں چھپی ہے اور کہاں سے دستیاب ہو سکتی ہے۔ اس واسطے آپ کو تکلیف دی گئی ہے۔ والسلام

مخلص محمد اقبال

موسیٰ جار اللہ کو آپ جانتے ہوں گے انھوں نے حال میں ایک کتاب عقائدِ شیعہ پر شائع کی ہے اس میں بعض لطائف ہیں جو بہت جاذبِ توجہ ہیں۔ والسلام۔

(اقبال نامہ)

(عکس)

## نصر اللہ خاں کے نام[1]

لاہور ۵ راگست ۳۶ء

جنابِ من۔ السلام علیکم

آپ کا والا نامہ ابھی ملا ہے۔ افسوس کہ میں ابھی تک علیل ہوں اگرچہ پہلے کی نسبت کسی قدر افاقہ ہے۔ عام صحت کسی قدر بہتر ہو گئی ہے مگر آواز میں کوئی

---

[1] (الف) یہ خط جناب نصر اللہ خاں کے نام ہے جو آج کل روزنامہ "حریت" کراچی میں کالم نویس ہیں۔ نصر اللہ خاں صاحب ۱۹۳۴ء سے لے کر ۱۹۳۸ء تک لاہور میں روزنامہ "زمیندار" سے وابستہ رہے۔ اس دور میں وہ اکثر اقبال کی محفلوں میں شریک ہوتے رہے۔ جب اقبال کی بصارت بہت کمزور تھی تو جناب نصر اللہ خاں اقبال کو سول ملٹری گزٹ اور ٹریبون کے لیڈر پڑھ کر سنایا کرتے تھے۔

نصر اللہ خاں کے ایک عزیز دوست دہریہ ہو گئے اور یہ انھیں لے کر اقبال کے پاس پہنچے اور اقبال سے کہا۔ یہ میرے دوست خدا کو نہیں مانتے۔ آپ انھیں سمجھائیے۔ اس پر اقبال مسکرائے اور کہا "جس کو اللہ نہ سمجھا سکا اس کو میں کیا سمجھا سکوں گا"۔

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر)

خاص ترقی نہیں ہوئی۔ اسمبلی کے آئندہ انتخابات میں حصہ لینے کی نہ ہمت ہے نہ ارادہ والسلام

محمد اقبال

(عکس) (انوار اقبال)

## ملک زماں مہدی خاں کے نام

لاہور

۵ راگست ۱۹۳۶ء

مائی ڈیر زماں مہدی خاں

حالات آہستہ آہستہ خراب سے خراب تر ہو رہے ہیں۔ لہذا بورڈ[3] کی میٹنگ میں ضرور شریک ہوں۔ جو ۱۳ راگست کو چھ بجے شام برکت علی محمڈن ہال میں منعقد ہو رہی ہے۔

امید کہ آپ بخیریت ہوں گے۔ مخلص

(غیر مطبوعہ) محمد اقبال

(انگریزی سے) (عکس)

---

(بقیہ حاشیہ) جناب نصراللہ خاں کا کہنا ہے کہ اقبال ان کو خطوط میں ہمیشہ "عزیزم" لکھا کرتے تھے لیکن اس خط میں انھوں نے جناب من لکھا تو انھیں تعجب ہوا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ اقبال نے ان کے خط کو ایک بزرگ جناب رانا نصراللہ خاں کا خط سمجھا اور جناب من سے مخاطب کیا۔

(بشیر احمد ڈار)

(ب) اس خط کا عکس ماہنامہ "کائنات" امرتسر میں جولائی ۱۹۳۸ء کے شمارے میں شائع ہوا اور اس پر لکھا ہے "مرسلہ نصراللہ خاں جرنلسٹ، رکن ادارہ زمیندار، لاہور" (مؤلف)

[2] انوار اقبال (ص ۲۱۴) میں لفظ "تمنا" درج ہے۔ (مؤلف)

[3] مسلم لیگ پارلیمانی بورڈ۔

# مولانا سید سلیمان ندوی کے نام

لاہور ۷ راگست ۳۶ء

مخدومی۔ السلام علیکم۔ والانامہ ابھی ملا ہے آپ کی صحت کی خبر پڑھ کر بہت خوشی ہوئی۔ خدا تعالیٰ آپ کو دیر تک زندہ و سلامت رکھے۔ میری صحت کی حالت بہ نسبت سابق بہتر ہے گو آواز میں کوئی خاص ترقی نہیں ہوئی۔ انشاءاللہ موسم سرما میں وہ انگریزی کتاب لکھنا شروع کروں گا جس کا وعدہ میں نے اعلیٰ حضرت نواب صاحب بھوپال سے کر رکھا ہے۔ اس میں آپ کے مشورہ کی ضرورت ہے بدور البازغہ بھی اسی مطلب کے لیے منگوائی ہے اس کتاب میں زیادہ تر قوانین اسلام پر بحث ہوگی کہ اس وقت اسی کی زیادہ ضرورت ہے، اس کے متعلق جو جو کتب آپ کے ذہن میں آئیں[1] مہربانی کر کے ان کے ناموں سے مجھے آگاہ فرمائیے۔ اور یہ بھی فرمائیے کہ کہاں کہاں سے دستیاب ہوں گی۔

الحمدللہ کہ قادیانی فتنہ اَب[2] پنجاب میں رفتہ رفتہ کم ہو رہا ہے مولانا ابوالکلام آزاد نے بھی دو تین بیان چھپوائے ہیں، مگر حال کے روشن خیال علماء کو ابھی بہت کچھ لکھنا باقی ہے اگر آپ کی صحت اجازت دے تو آپ بھی اس پر ایک جامع و نافع بیان شائع فرمائیے، میں بھی تیسرا بیان انشاءاللہ جلد لکھوں گا۔ اس کا موضوع ہوگا 'بروز'۔ لفظ بروز[3] کے متعلق اگر کوئی نکتہ آپ کے ذہن

---

[1] اقبال نامہ اول ص ۱۹۹ پر 'میں' تھا، عکس کو دیکھ کر تصحیح کی گئی ہے۔ (مؤلف)

[2] اقبال نامہ میں یہ جملہ یوں درج تھا:
"الحمدللہ کہ اب قادیانی فتنہ پنجاب میں رفتہ رفتہ کم ہو رہا ہے" (مؤلف)

[3] لفظ بروز کے معنی تو ظہور ہیں۔ مگر اس کے اصطلاحی معنی ملاحدۂ عجم کی پیداوار ہیں۔ (عطاءاللہ)

یں ہو یا کہیں صوفیہ کی کتابوں میں اس پر بحث ہو تو اس کا پتہ دیجیے نہایت شکر گزار ہوں گا۔

موسیٰ جار اللہ[1] صاحب کی کتاب نہایت عمدہ ہے ملنے کا پتہ کتاب پر یہ لکھا ہے۔

مکتبہ الخانجی، شارع عبدالعزیز، مصر

امید کہ مزاجِ والا بخیر و عافیت ہو گا۔ والسلام

مخلص محمدؐ اقبال

(عکس) (اقبال نامہ)

# ڈاکٹر مظفر الدین قریشی کے نام[2]

لاہور ۲۰ اگست ۳۶ء

ڈیر مظفر الدین آپ کا خط ابھی ملا ہے۔ الحمد للہ کہ خیریت ہے۔ مری صحت

---

[1] موسیٰ جار اللہ مشہور روسی عالم مفکر، یہ ہندوستان کئی بار آچکے ہیں مجھ سے مکہ معظمہ میں ان سے ملاقات ہوئی تھی۔ یہ ترکی میں بہت سی اسلامی کتابوں کے مصنف ہیں۔ (عطار اللہ)

حواشی بھی ملاحظہ ہوں۔ (مولف)

[2] ڈاکٹر مظفر الدین قریشی جامعہ عثمانیہ میں شعبۂ کیمیا کے صدر تھے۔ ان کے والد خلیفہ نظام الدین اقبال کے پرانے رفیق تھے پہلے دو خطوط کو چھوڑ کر باقی تمام خطوط اقبال کے آخری مرض کے متعلق ہیں۔ اس بیماری کا حال ۱۹۳۵ء تک سید نذیر نیازی کے مکتوبات اقبال میں تفصیل سے بیان ہو چکا ہے۔ غالباً اس کے بعد حکیم نابینا صاحب حیدر آباد دکن چلے گئے لہذا اقبال نے ان سے رابطہ رکھنے کے لیے ڈاکٹر مظفر الدین قریشی سے خط و کتابت شروع کی۔ بیماری سے متعلق پہلا خط ۲۲ جنوری ۱۹۳۷ء کا ہے اور آخری خط ۳ مارچ ۱۹۳۸ء کا ہے۔ گویا یہ خطوط اقبال کی وفات سے تقریباً ۲ ماہ پہلے تک کے ہیں۔ (بشیر احمد ڈار)

پہلے سے کسی قدر اچھی ہے مگر حیدر آباد کے طویل سفر کی متحمل نہیں ہو سکتی ضربِ کلیم[1] کتاب خانہ طلوع اسلام۔ ۲۵۔ میکلوڈ روڈ لاہور نے خرید کر لی ہے، انھیں سے طلب فرمائیے۔ نیازی صاحب مدیر "طلوع اسلام" نے مجھے بتایا تھا کہ ضربِ کلیم کا اشتہار اخبار "رہبرِ دکن" میں دیا گیا ہے۔ نہ معلوم اب تک کیوں شائع نہیں ہوا۔

زیادہ کیا لکھوں جاوید آداب کہتا ہے اور علی بخش بھی سلام عرض کرتا ہے۔

والسلام

محمدؐ اقبال

(عکس) (انوارِ اقبال)

# محمد دین فوق کے نام

لاہور

۱۲ اگست ۳۶ء

جنابِ من۔ آپ کا خط ابھی ملا ہے۔ میں خوش ہوں کہ آپ کے شکوک رفع ہوئے۔ زیادہ تدبّر سے اور باتیں معلوم ہوں گی۔

آپ کے دوست جب چاہیں تشریف لائیں میں ہمیشہ گھر پر ہوتا ہوں، بوجہ علالت باہر بہت کم جاتا ہوں۔

پارلیمنٹری بورڈ کا کام زیادہ تیزی سے ستمبر کے بعد شروع ہو گا جب کہ ان لوگوں کی، درخواستیں نامزدگی کے لیے وصول ہو جائیں گی جو بورڈ کے ٹکٹ پر کھڑا ہونا چاہتے ہیں۔ نامزدگی درخواست پر ہوتی ہے بغیر اس کے نہیں کی جاتی۔ بورڈ کا اجلاس ۲۲ اگست کو ہونے والا ہے۔ اس میں نامزدگی

---

[1] ضربِ کلیم پہلی بار جولائی ۱۹۳۶ء میں شائع ہوئی۔ (بشیر احمد ڈار)

کے لیے درخواستیں وصول ہونے کی آخری تاریخ مقرر ہو گی۔ میں نے علالت کی بنا پر استعفا دیا تھا۔ مجھ میں اتنی ہمت نہیں ہے کہ تمام امور سوچ سکوں۔
والسلام

محمدؐ اقبال

(انوارِ اقبال)

## محمد علی جناح کے نام

میو روڈ۔ لاہور
۲۳ اگست ۱۹۳۶ء
مائی ڈیئر مسٹر جناح

امید ہے میرا اس سے پیشتر کا خط آپ کو مل گیا ہو گا۔ پنجاب پارلیمنٹری بورڈ اور یونینسٹ پارٹی میں مفاہمت کے متعلق کچھ گفتگو ہو رہی ہے۔ از راہ کرم ایسی مفاہمت کی شرائط اور اس سے متعلق اپنی رائے سے مطلع فرمائیے۔ اخبارات سے معلوم ہوا تھا کہ آپ نے بنگال پروجا پارٹی[1] اور پارلیمنٹری بورڈ میں مصالحت کرا دی ہے۔ اس مصالحت کی شرائط و ضوابط سے مجھے مطلع فرمایئے۔ چونکہ پروجا پارٹی یونینسٹ کی طرح ایک غیر فرقہ وارانہ پارٹی ہے۔ بنگال میں یہ مصالحت یہاں بھی آپ کے لیے مفید ثابت ہو سکتی ہے۔ امید کہ آپ کا مزاج بخیر ہو گا۔

مخلص
محمدؐ اقبال

(انگریزی سے)　　　　(اقبال نامہ)

---

[1] بنگال پروجا پارٹی کے قائد فضل الحق (نہ کہ فضل حق جیسا کہ بشیر احمد ڈار نے لکھا ہے) تھے جن کو بعد میں شیرِ بنگال کہا جاتا تھا۔

[2] اس فقرہ میں انگریزی متن کے مطابق ترمیم کر دی ہے۔ (مولف)

# سر راس مسعود کے نام

لاہور

۲۷ ر اگست ۱۹۳۶ء

ڈیر مسعود

تمہارا خط ابھی ملا ہے۔ الحمد للہ کہ خیریت ہے۔ میرا بھی یہی فیصلہ ہے جو تم نے کیا ہے۔ یہ واقعی اور اٹل ہے۔ میں نے تو پارلیمنٹری بورڈ کی صدارت سے بھی استعفار دے دیا ہے۔ بورڈ کی میٹنگ کل ہوگی۔ آج کے سول اینڈ ملٹری گزٹ میں جو نوٹ اس استعفار پر نکلا ہے ممکن ہے تمہارے ملاحظہ سے گزرا ہو۔ بورڈ کے ممبر اصرار کر رہے ہیں کہ کچھ دن کے لیے اسے ملتوی کر دوں۔ بہر حال اس ماہ کے اختتام تک میں اس کی صدارت سے دستبردار ہو جاؤں گا۔ جس روز کتب تمہارے نام ارسال کی گئیں اس روز صرف آٹھ کتابیں جلد ہو کر آئی تھیں۔ آٹھ کی آٹھ بھوپال ارسال کر دی گئیں۔ بعد میں جو جلدیں ہوئیں وہ inferior [1] قسم کی جلدیں تھیں۔ اس واسطے لیڈی مسعود کے نام ارسال نہ کی گئی۔ امید ہے کل تک اور عمدہ جلدیں بن کر آئیں گی تو انھیں ارسال کروں گا۔ مطمئن رہیے! مجھے یاد ہے بھولا نہیں ہوں۔ اعلیٰ حضرت کا خط بھی نہایت تلطف آمیز تھا جو انھوں نے اپنے ہاتھ سے لکھا تھا۔ باقی رہی کتاب سو یہ ایک Topical [2] چیز ہے۔ اس کا مقصود یہ ہے کہ بعض خاص خاص مضامین پر میں اپنے خیالات کا اظہار کروں جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے۔ یہ ایک اعلان جنگ ہے زمانۂ حاضر کے نام اور " ناظرین " سے میں نے خود ہی کہا ہے، کہ " میدانِ جنگ میں نہ طلب کر نوائے چنگ "

---

[1] ادنیٰ۔

[2] وقتی۔

نوائے چنگ یہاں موزوں نہیں ہے۔ اس کتاب کا [1] ہونا ضروری ہے
اور نوائے چنگ کی تلافی [2] سے کی گئی ہے۔ والسلام

محمد اقبال، لاہور

(اقبال نامہ)

## ملک زماں مہدی خاں کے نام

لاہور

۲ ستمبر ۱۹۳۶ء

ڈیر ملک صاحب

آپ کے خط کا شکریہ۔ جو مجھے چند لمحے ہوئے ملا۔ میں بھی آپ کا ہم خیال ہوں۔ میں سمجھتا ہوں کہ بورڈ کی آیندہ میٹنگ میں آپ اس فیصلہ پر نظر ثانی کی تجویز پیش کریں۔ میں تو یہ رائے دوں گا کہ آپ اس کے لیے سیکریٹری مسٹر غلام رسول کو باضابطہ نوٹس دیں۔

مخلص

محمد اقبال

پس نوشت: آپ نے کلکتہ میں جناح صاحب کی زبردست کامیابی کے بارے میں اخباروں میں پڑھا ہوگا۔

محمد اقبال

(غیر مطبوعہ)
(انگریزی سے)

---

[1] حقیقت پسندانہ

[2] ضرب لاامثالی اسلوب

# ڈاکٹر مظفر الدین قریشی کے نام

لاہور ۲ ستمبر ۳۶ء

ڈیر پروفیسر مظفر مجلّہ عثمانیہ مجھے مل گیا ہے جس کے لیے شکریہ قبول کیجیے۔ میں یہ مضمون غالباً پہلے بھی پڑھ چکا ہوں۔ میری طرف سے آپ اپنے دوست کا بہت بہت شکریہ ادا کیجیے۔ زیادہ کیا لکھوں گرمی کا زور کم ہو رہا ہے اب کے لاہور میں بارش بہت کم ہوئی۔ مثنوی فارسی "پس چہ باید کرد اے اقوام شرق" عنقریب شائع ہوگی[۱]۔ والسلام

محمد اقبال

(عکس) (انوار اقبال)

## اکبر شاہ نجیب آبادی کے نام

لاہور ۱۳ ستمبر ۳۶ء

جناب مولانا۔ آپ کا رسالہ "اچھوت اقوام اور اسلام" نہایت دلچسپ ہے۔ مجھے یقین ہے کہ عام طور پر نہایت مفید ثابت ہوگا۔ اسی قسم کا ایک رسالہ اسلامی دستور حیات پر لکھنا چاہیے تاکہ غیر مسلم اقوام کو معلوم ہو کہ روزمرہ کی زندگی میں اسلام یُسر ہے عُسر[۲] نہیں ہے۔ زمانہ حال میں لوگوں کو عقائد کی فلسفیانہ بحث کی نسبت

---

[۱] یہ کتاب ستمبر ۱۹۳۶ میں شائع ہوئی۔ (بشیر احمد ڈار)

یہ صحیح نہیں۔ یہ کتاب اکتوبر ۱۹۳۶ء میں شائع ہوئی۔ ملاحظہ ہو ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی کی تصنیف "تصانیفِ اقبال کا تحقیقی و توضیحی مطالعہ" ص ۱۶۳۔ (مولف)

[۲] قرآن پاک میں آیا ہے: فَاِنَّ مَعَ العُسرِ یُسراً ہ اِنَّ مَعَ العُسرِ یُسراً ہ

(تو بے شک موجودہ مشکلات کے ساتھ آسانی ہونے والی ہے۔ (بقیہ اگلے صفحے پر)

لاہور ۱۳ ستمبر ۳۶ء

جناب من۔ آپ کا رسالہ "احمدیت، اقوام اور اسلام" نہایت
دلچسپ ہے بالخصوص یہ کہ عام طور پر کتاب نفسیات کو بنا
اسلام کا ایک رسالہ تبلیغی دستورحیات پر لکھا جائے تاکہ
غیر مسلم اقوام کو معلوم ہو کہ روزمرہ کی زندگی پر اسلام کا کیا اثر
عسیر بھی ہے۔ زمانہ حال میں لوگوں کو عقائد کے فلسفیانہ پہلو کی
نسبت دستورحیات میں زیادہ دلچسپی ہے اس وقت یورپ میں
بھی یہی کیفیت ہے۔

امید ہے آپ کا مزاج بخیر ہوگا۔ میں ابھی تک علیل ہوں

محمد اقبال

دستور حیات میں زیادہ دل چسپی ہے۔ اس وقت یورپ میں بھی یہی بحث ہے۔
امید کہ آپ کا مزاج بخیر ہوگا۔ میں ابھی تک علیل ہوں۔ والسلام

محمد اقبال

(عکس) (انوارِ اقبال)

# پروفیسر فضل شاہ گیلانی کے نام

ڈیر مسٹر جیلانی

آپ کا خط مجھے مل گیا ہے۔

آپ کے پمفلٹ مجھے یقین ہے کہ[1] بہت مفید ثابت ہوں گے افسوس ہے ہندوستان[2] کے

---

(بقیہ پچھلے صفحہ کا) بے شک موجودہ مشکلات کے ساتھ آسانی ہونے والی ہے۔

(سورہ ۹۴ آیت ۴ اور ۵)

عربی میں لفظ یُسر کے معنی آسانی اور عُسر کے مشکل کے ہیں۔ (مولّف)

[1] ڈاکٹر مختار الدین آرزو کے نقل کردہ متن میں "کہ" موجود نہیں ہے۔

[2] ڈاکٹر مختار الدین آرزو کے نقل کردہ متن میں ہے: "افسوس ہے کہ ہندوستان . . ."

پروفیسر فضل شاہ گیلانی (جنھیں علامہ اقبال نے اپنے مکتوب میں مسٹر ایف جیلانی لکھا ہے)
بعض دردمند مسلمانوں کے ساتھ مل کر انجمن شبان المسلمین Muslim Young Men Association بنائی تھی مخیر حضرات کی اعانت سے یہ انجمن اسلام اور مشاہیر اسلام سے متعلق کتابچے شائع کرکے بعد از نماز جمعہ، مساجد میں تقسیم کرواتی تھی۔ انجمن نے ایک بار علامہ اقبال کا ایک معروف مضمون Islam and Ahmadinism (شائع شدہ The truth) کتابچے کی شکل میں چھاپا۔ گیلانی صاحب انجمن کے صدر تھے۔ انھوں نے کتابچہ علامہ موصوف کی خدمت میں بھی روانہ کیا۔ جواباً انھیں یہ خط موصول ہوا۔

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

مسلمان عقائد کی جنگ میں مبتلا ہو کر اسلامی دستورِ حیات کو فراموش کر گئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ رسم پرستی اس قوم میں عام ہو گئی اور اسلامی ممالک میں بھی کم و بیش یہی حال ہوا مگر چونکہ وہ ممالک نسبتاً آزاد ہیں۔ وہاں قانون کے ذریعے رسم پرستی دور کی جاسکتی ہے۔ اور کی جا رہی ہے۔ ہندوستان میں سوائے مخلصانہ تبلیغ کے اور کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ خدا کرے آپ کی کوشش بار آور ہو۔

میں ابھی تک علیل ہوں۔ گو پہلے سے کسی قدر اچھا ہوں۔

محمد اقبال

لاہور ۱۳ ستمبر ۱۹۳۶ء

(خطوط اقبال)

(انگریزی سے)

---

(بقیہ حاشیہ: پچھلے صفحے کا)

نوٹ: (الف) اصل خط انگریزی میں تھا مگر انگریزی متن دستیاب نہ ہو سکا۔ اس کا اردو متن سب سے پہلے مکتوب الیہ نے بہت خوبصورت آرٹ پیپر پر چھاپا تھا۔ طاہر فاروقی صاحب نے نقل کر کے پہلی بار "سیرتِ اقبال" (ص ۲۸ - ۲۹) میں شائع کیا۔

(ب) آرٹ پیپر پر مطبوعہ خط کا حوالہ دیتے ہوئے ڈاکٹر مختار الدین آرزو نے اس مکتوب کو اپنے مضمون "اقبال کے چند قدیم رقعات" میں شامل کیا۔ یہ مضمون پہلے "ماہ نو" استقلال نمبر ۱۹۵۳ء میں اور پھر "اقبال نمبر" اپریل ۱۹۷۰ء (ص ۲۶ - ۲۸) میں شائع ہوا۔

(ج) "سیرتِ اقبال" کے حوالے سے افضل حق قریشی نے اپنے مضمون "نادراتِ اقبال" مطبوعہ صحیفہ "اقبال نمبر، حصہ اول ص ۲۰۷ - ۲۰۸ میں نقل کیا۔

(رفیع الدین ہاشمی)

# حکیم محمد حسین عرشی کے نام

لاہور

۱۵ ستمبر ۱۹۳۶ء

جناب عرشی صاحب!

۱۔ قرشیؐ سے مراد حضور رسالت مآب ہیں۔ بخاری سے مراد بو علی سینا اس سے اُوپر کے اشعار ملاحظہ کیجیے:

دل درسخنِ محمدی بند　　　اے پُور علی ز بو علی چند

۲۔ خود بوئے چنیں جہاں الخ آپ کے نسخہ میں جو مصرع ہے، غلط ہے۔ بوئے بردن فارسی محاورہ ہے، جس کا مطلب کسی چیز کی اصلیت اور حقیقت کو پا جانا ہے۔ مطلب خاقانی کا یہ ہے کہ اس دُنیا کی اصلیت تو اسی سے معلوم ہو سکتی ہے

---

[1] علامہؒ نے ضربِ کلیم میں ایک نظم "ایک فلسفہ زدہ سیّد زادے کے نام" لکھی ہے۔ اس میں خاقانی کا ایک شعر لائے ہیں ؎

چوں دیدہ راہ بیں نداری　　　قاید قرشی بہ از بخاری

میں نے پوچھا، قرشی و بخاری سے کیا مراد ہے؟

اسی میں ایک دوسرا شعر بھی خاقانی کا ہے ؎

خود بوئے چنیں جہاں تواں بُرد　　　کابلیس بماند و بوالبشر مُرد

یہ دونوں شعر خاقانی کی مثنوی "تحفۃ العراقین" سے لیے گئے ہیں۔ میرے پاس اس کا مشرح نسخہ موجود ہے۔ میں نے اس میں دیکھا تو دوسرے شعر کو مختلف پایا۔ مفہوم میں تشابہ کے سبب علامہ سے استفسار کیا۔ نیز مجذوبِ فرنگی، مہدی اور محراب گل افغان جو ضربِ کلیم میں مذکور ہیں، ان سے متعلق سوالات کیے۔ آپ نے مندرجہ بالا گرامی نامہ تحریر فرمایا۔

(عرشی)

کہ اس کی آب وہوا ابلیس کو تو راس آ گئی، جواب تک زندہ ہے اور بیچارے آدم کو راس نہ آئی، جو یہاں سے رخصت ہو گیا۔

۳۔ مجذوبِ فرنگی سے مراد حکیم نطشہ ہے۔ اس کی تشریح ' بال جبریل ' میں کر دی گئی تھی۔ مہدی سے مراد کوئی خاص مہدی نہیں ہے، وہی جو عالمِ افکار میں زلزلہ پیدا کر سکے۔ ایک اور جگہ مہدی برحق ہے۔ اس کی تشریح آپ ملیں گے تو کر دوں گا طویل خط لکھنے سے قاصر ہوں۔ ' محرابِ گل ' محض فرضی نام ہے۔

جاوید اچھا ہے۔ سیالکوٹ گیا ہوا ہے۔

محمد اقبال

(اقبال نامہ)

# حسن لطیفی کے نام

لاہور ۱۶ ستمبر ۳۶ء

جناب حسن لطیفی صاحب

آپ کا خط مل گیا ہے۔ اب توجہ بھی کر آئے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اللہ میاں پر آپ کا کچھ نہ کچھ حق بھی قائم ہو گیا ہے۔ بلا تکلف اس مشورہ پر عمل کیجیے جو میں نے آپ کو ایک مدت ہوئی دیا تھا۔ پنجاب میں اس مشورہ پر عمل کرنے میں کوئی دقت نہیں۔ خدا کے فضل سے یہاں کے لوگ:

یہ شاخِ نشیمن سے اترتا ہے بہت جلد[1]

باقی رہا وہ راز جو آپ کو معلوم ہو گیا ہے اُس کو مناسب ہو تو شائع کر دیجیے۔

---

[1] 'ضربِ کلیم' کی ایک نظم بعنوان 'پنجابی مسلمان' کا آخری شعر ہے ؎

تاویل کا پھندا کوئی صیاد لگا دے
یہ شاخِ نشیمن سے اترتا ہے بہت جلد (مؤلف)

مجھ کو تو جو کچھ معلوم ہوا قرآن پر تدبّر کرنے سے ہوا۔ ممکن ہے حقائق کی طرف کوئی SHORT CUT بھی ہو مگر مجھ کو وہی طریق پسند ہے جس پر میں ہمیشہ سے عامل رہا ہوں۔ والسلام

محمدؐ اقبال

(غیر مدون) (نقوش، دسمبر ۸۶ ۱۹ء)

(عکس)

# سر ضیاء الدین کے نام

جاوید منزل

میو روڈ

لاہور

مائی ڈیر ڈاکٹر ضیاء الدین

میں آپ کو ایک ایسے معاملہ کے بارہ میں یہ خط لکھ رہا ہوں جو ملک اور قوم کے لیے حد درجہ اہمیت کا حامل ہے۔ میں نے سنا ہے کہ آپ کی یونیورسٹی کے عطاء اللہ صاحب نے ایک کتاب بعنوان "دی کوآپریٹیو موومینٹ ان دی پنجاب"[1] مکمل کی ہے جسے لندن کے مشہور ناشر جارج ایلن نے اس کے مسودہ پر ماہر فن کی رپورٹ دیکھنے کے بعد طبع کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ آل انڈیا کوآپریٹیو انسٹیو شنز ایسوسی ایشن نے بھی اس کتاب کو انڈین کوآپریٹیو سیریز کے تحت شائع کرنے کے لیے قبول کر لیا ہے۔

کتاب کی سائنسی نوعیت کے پیش نظر اس کاروبار میں رائج طریقہ کار کے بموجب ناشر نے کسی امکانی مالی نقصان سے محفوظ رہنے کی خاطر مصنف سے درخواست کی ہے کہ کتاب کی طباعت کے لیے سو پاؤنڈ فیس پیشگی جمع کریں۔ یہ رقم ظاہر ہے کہ مصنف کی آمدنی سے زائد ہے۔

---

[1] THE CO-OPERATIVE MOVEMENT IN THE PUNJAB

میں عطاءاللہ صاحب کی تصنیف کی اہمیت اور پنجاب میں مسلمانوں کی معاشی زندگی سے اس کے تعلق کو کافی وشافی حد تک آپ پر واضح نہیں کر سکتا۔ آپ بخوبی واقف ہیں کہ ہماری قوم میں معروف ماہر اقتصادیات کا فقدان ہے اور آپ مجھ سے متفق ہوں گے کہ ان میں جو کوئی اس نوعیت کا کام کرے اس کی ہر طرح ہمت افزائی کرنا چاہیے۔ بالخصوص جب اس کا تعلق علی گڑھ (مسلم یونیورسٹی) سے ہو اور جب اس کے کام کی پہلے ہی تعریف و توصیف ہو چکی ہو۔ پنجاب کے مسلمان اس موضوع میں گہری دلچسپی رکھتے ہیں اور مجھے وثوق کامل ہے کہ اس کتاب کی اشاعت میں نہ صرف مصنف کے لیے بلکہ یونیورسٹی کے لیے بھی باعث فخر و مباہات ہوگی۔ دریں حالات میری درخواست ہے کہ یونیورسٹی کے فنڈ سے یا اپنے اثر و رسوخ سے کام لے کر آپ عطاءاللہ صاحب کو سو پاؤنڈ عنایت فرمادیں تاکہ بلا کسی تاخیر کے یہ اس کتاب کو شائع کرا سکیں۔ عطاءاللہ صاحب یونیورسٹی کو رائیلٹی کی پوری رقم جوان کو وصول ہوگی دینے کو تیار ہیں تاوقتیکہ یہ رقم پوری ادا نہ ہو جائے۔

میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ قوم اور یونیورسٹی کے مفاد میں اگر یہ رقم خرچ کی جائے تو ایسا صرفہ جائز و مناسب ہوگا۔ کیا میں امید رکھوں کہ آپ میری اس التماس اور تجویز پر فوری اور ہمدردانہ غور فرمائیں گے؟ میں آپ کا بے حد شکر گزار ہونگا اگر آپ اس معاملہ میں اپنے فیصلہ سے مجھے بھی مطلع فرمائیں۔

آپ کا

مخلص

محمد اقبال

لاہور

۲۱ ستمبر ۱۹۳۶ء

(انگریزی سے)

(غیر مدون)

---

ے اپنا نام، لاہور اور تاریخ علامہ نے خود تحریر فرمائی ہے۔ (مولف)

## محمد احمد اللہ خاں منصور حیدر آبادی کے نام

لاہور

۲۱ ستمبر ۳۶ ۱۹ء

جناب من۔ تسلیم۔

آپ کا والانامہ مع پارسل کتب ابھی موصول ہوا ہے۔ افسوس کہ گزشتہ دو سال سے علیل ہوں۔ مشاغل علمی قریباً ترک ہو چکے ہیں اور خط و کتابت بھی شاذ ہی کرتا ہوں۔ فی الحال آپ کی کتابیں پڑھنے کی ہمت اپنے آپ میں نہیں پاتا۔ میں آپ کی نظم و نثر کو اچھی نظروں سے دیکھتا ہوں۔ فقط

محمد اقبال

(انوار اقبال)

---

لہ مختصر راستہ۔

نوٹ: اقبال نامہ، دوم (ص ۲۴۴) میں مکتوب الیہ کا نام محمد احمد خاں درج ہے۔ یہ غلط ہے ان کا صحیح نام محمد احمد اللہ خاں منصور حیدر آبادی تھا۔ یہی بشیر احمد ڈار مولف 'انوار اقبال'، (ص ۲۲۵) نے لکھا ہے۔ خط محررہ ۵ دسمبر ۳۶ ۱۹ء مشمولہ "اقبال نامہ"، دوم (ص ۲۵۰) میں بھی مکتوب الیہ کے نام کی تصحیح کر دی گئی ہے۔ (مولف)

# احمد رضا بجنوری کے نام

لاہور

۲۳ ستمبر ۳۶ء

مخدومی! السلام علیکم

آپ کا نوازش نامہ کئی روز ہوئے مل گیا تھا جس کے لیے بہت شکر گزار ہوں آپ نے اس خط میں فرمایا تھا کہ لاہور کی ایجنسی سے خیر کثیر[1] اور تفہیمات کے نسخے پہنچ جائیں گے۔ اطلاعاً گزارش ہے کہ یہ کتابیں ابھی تک موصول نہیں ہوئیں۔

آپ نے ملکیتِ زمین کے متعلق امام محمدؒ کی کسی کتاب کا ذکر کیا ہے۔ مہربانی کر کے مطلع فرمائیے کہ کتاب مذکور کہاں سے دستیاب ہو گی۔ نام بھی کتاب کا پڑھا نہیں گیا۔

کیا آپ کسی ایسے بزرگ کا نام تجویز فرما سکتے ہیں جس کی نظر فقہ اسلام و اصولِ فقہ و تفسیر پر وسیع ہو اور جو شاہ ولی اللہ کے فلسفے اور ان کی کتابوں پر پوری بصیرت رکھتا ہو۔ اگر کوئی ایسے بزرگ مل جائیں تو میں ان کو اپنی کتابوں کے سلسلے میں کچھ مدت کے لیے اپنے پاس رکھ لوں گا اور اس مدد کا جو مجھے ان سے ملے گی مناسب معاوضہ دوں گا۔

زیادہ کیا عرض کروں۔ امید کہ جناب والا کا مزاج بخیر ہو گا۔ والسلام

مخلص

محمد اقبال

(اقبال نامہ)

---

[1] یہ دونوں شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی کتابیں ہیں۔

(مولف)

# مولوی عبدالحق کے نام

لاہور

۲۷/ستمبر ۳۶ء

مخدومی جناب مولانا۔ نوازش نامہ ابھی ملا ہے۔ اس سے پہلے بھی آپ کا خط مع تجویز ملا تھا۔ مگر میں علالت کے باعث جواب جلد نہ لکھ سکا۔

پہلے سے اچھا ہوں مگر افسوس کہ ابھی سفر کے لائق نہیں۔ خصوصاً جب کہ سفر ۱۲ گھنٹے سے زیادہ ہو۔ رات بھر ریل میں سفر کرنے سے مجھے قبض ہو جاتی ہے جو سخت تکلیف دیتی ہے اور یہ سلسلہ کئی کئی دن رہتا ہے۔ بہر حال اگر اردو کانفرنس کی تاریخوں تک میں سفر کے قابل ہو گیا تو انشاءاللہ ضرور حاضر ہوں گا۔ لیکن اگر حاضر نہ بھی ہو سکا تو یقین جانئے کہ اس اہم معاملے میں کلیتہً آپ کے ساتھ ہوں۔ اگرچہ میں اردو زبان کی بحیثیتِ زبان خدمت کرنے کی اہلیت نہیں رکھتا تاہم میری لسانی عصبیت دینی عصبیت سے کسی طرح کم نہیں ہے۔

آپ کی تجویز[1] میں اختلاف کی کوئی زیادہ گنجایش نہیں۔ میرے خیال میں صرف دو باتیں زیرِ بحث آئیں گی۔ اول یہ کہ فنڈ[2] کہاں سے آئے گا۔ عام مسلمانوں کی حالت اقتصادی اعتبار سے حوصلہ شکن ہے۔ امراء توجہ کریں تو کام بن سکتا ہے۔ مگر افسوس کہ اکثر مسلمان امراء مقروض ہیں۔

دوم یہ کہ صدر انجمن کا مستقر کہاں ہو؟ میرے خیال میں اس کا مستقر لاہور ہونا چاہیے اور اس کے لیے ایک سے زیادہ وجوہ ہیں۔

---

[1] یہ تجویز انجمن کے صدر مقام اور پبلشنگ ہاؤس کی بابت ہی معلوم ہوتی ہے۔

[2] فنڈ پبلشنگ ہاؤس کی تجویز سے متعلق ہے۔

(اقبال اور عبدالحق)

(۱) مسلمانوں کو اپنے تحفظ کے لیے جو لڑائیاں آئندہ لڑنا پڑیں گی ان کا میدان پنجاب ہو گا۔ پنجابیوں کو اس میں بڑی بڑی دقتیں پیش آئیں گی۔ کیونکہ اسلامی زمانہ میں یہاں کے مسلمانوں کی مناسب تربیت نہیں کی گئی۔ مگر اس کا کیا علاج کہ آئندہ رزمگاہ یہی سرزمین معلوم ہوتی ہے۔

(۲) آپ انجمن اردو سے متعلق ایک پبلشنگ ہوس قائم کرنا چاہتے ہیں۔ اس کی کامیابی بھی لاہور ہی میں ہو سکتی ہے۔ کیونکہ یہ[1] ایک بڑا پبلشنگ سنٹر ہے اور بہت سا طباعت کا کام مسلمانوں کے ہاتھ میں ہے۔ انگریزی پبلشنگ کی طرف بھی یہاں کے مسلمان توجہ کر رہے ہیں۔

(۳) یہاں کے لوگوں میں اثر قبول کرنے کا مادّہ زیادہ ہے۔ سادہ دل صحرائیوں کی طرح ان میں ہر قسم کی باتیں سننے اور اُن سے متاثر ہو کر ان پر عمل کرنے کی صلاحیت اور مقامات سے بڑھ کر ہے۔ ایک معمولی جلسے کے لیے آٹھ دس ہزار مسلمانوں کا جمع ہو جانا کوئی بڑی بات نہیں۔ بلکہ بیس بیس ہزار کا مجمع بھی غیر معمولی نہیں۔ یہ بات پنجاب کے ہندوؤں میں بھی نہیں پائی جاتی۔

باقی رہا آپ کے خط کا آخری فقرہ[2] سو میں اس کے لیے آپ کا بہت شکر گزار ہوں۔

---

[1] لفظ "یہ" سہواً رہ گیا ہے۔

[2] اس فقرے کی وضاحت اقبال کے مکتوب مورخہ ۹ ستمبر ۱۹۳۷ء سے ہوتی ہے جس کا دوسرا پیراگراف حسب ذیل ہے:

> "آپ کو یاد ہو گا کہ کسی گزشتہ خط میں آپ نے مجھے لکھا تھا کہ مجھے اپنے دنیاوی افکار سے مضطرب نہ ہونا چاہیے، بلکہ اس اضطراب کو اپنے احباب کے لیے چھوڑ دینا چاہیے۔ کیا اس معاملے میں آپ نے کوئی عملی اقدام کیا؟ اگر اب تک نہیں کیا تو میں سمجھتا ہوں کہ اس وقت موقع ہے کیوں کہ سر اکبر حیدری نے اپنے گزشتہ خطوط میں امید دلائی ہے یا ایسے اشارات کیے ہیں جن سے امید بندھتی ہے۔"

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

انسان جب تک زندہ ہے افکار و تردّدات لازمۂ حیات ہیں۔ ع

مرتا ہوں جو بے چین گھڑی بھر نہیں ہوتا

معنوی اعتبار سے تو مدت ہوئی، میں نے اسے آپ پر ہی چھوڑ دیا تھا۔ اب ظاہری اعتبار سے بھی چھوڑتا ہوں۔ کیوں کہ آپ ایک صاحبِ عزم آدمی ہیں اور یہ بات مجھے مدّت سے معلوم ہے۔

زیادہ کیا عرض کروں۔ اُمید کہ آپ کا مزاج بخیر و عافیت ہوگا۔ والسلام۔

مخلص

محمدؐ اقبال

(عکس) (اقبال نامہ)

---

(بقیہ پچھلے صفحے کا)

یہ سارا پیراگراف "اقبال نامہ" میں محذوف ہے۔ ممکن ہے کہ "اقبال نامہ" کے مرتب شیخ عطاء اللہ مرحوم نے خود مولوی صاحب کے ایما پر ایسا کیا ہو۔

ان خطوط سے معلوم ہوتا ہے کہ اقبال کو حیدر آباد دکن سے بھوپال کی طرح پنشن کی توقع تھی اور مولوی صاحب نے اس سلسلے میں کوشش کرنے کا وعدہ فرمایا تھا۔ مولوی صاحب کے تعلقات سر اکبر حیدری سے بہت اچھے تھے اس لیے اقبال کو امید تھی۔ مگر اس معاملے کا انجام افسوس ناک ہوا۔ سر اکبر حیدری نے بالآخر اقبال کو جس صورت اور انداز میں امداد پیش کی (یعنی "یوم اقبال" پر ایک ہزار روپے کا چیک) وہ ان کے لیے ناقابلِ قبول تھی:

غیرتِ فقر مگر کر نہ سکی اس کو قبول
جب کہا اس نے کہ یے میری خدائی کی زکوٰۃ

(ارمغان حجاز)

(اقبال اور عبدالحق)

## ماسٹر محمد عبداللہ چغتائی کے نام

ڈیر ماسٹر عبداللہ مولوی ابو مصلح صاحب کا پتہ مجھے معلوم نہیں۔ اس واسطے آپ کو تکلیف دیتا ہوں۔ ان کی خدمت میں عرض کیجیے کہ مجھے اس کتاب کی ضرورت ہے جس میں انھوں نے بچّوں کو قرآن پڑھانے کا نیا طریق ایجاد کیا ہے۔ جس روز آپ کی معیّت میں وہ مجھ سے ملے تھے۔ اسی روز انھوں نے اُس کتاب یا قاعدہ کا ذکر کیا تھا۔ والسلام

اس قاعدہ کی جاوید کے لیے ضرورت ہے۔ والسلام

محمّد اقبال لاہور

۶ر اکتوبر ۳۶ء

(اقبال نامہ) (عکس)

## خواجہ غلام السیدین کے نام

لاہور

۱۷ر اکتوبر ۱۹۳۶ء

ڈیر سیدین صاحب

آپ کا خط مل گیا ہے، الحمدللہ خیریت ہے۔ میرا خیال تھا کہ آپ کی کتاب شائع ہو گئی ہو گی۔ بہرحال جب شائع ہو جائے تو اس کی ایک کاپی بھیج دیجیے گا۔

اب تو سردی کا موسم آگیا ہے، ضرور کبھی لاہور آیئے گا، میں ابھی تک سفر کرنے سے ڈرتا ہوں۔ ممکن ہے ایک ماہ کے بعد اس قابل ہو سکوں۔

سوشلزم کے معترف ہر جگہ روحانیات کے مذہب کے مخالف ہیں،

ڈیئر مسٹر عبداللہ — مولوی ابو مصلح صاحب کا پتہ

مجھے معلوم نہیں اس واسطے آپ کو تکلیف دیتا ہوں —

از راہ عنایت ان کو مطلع کیجیے کہ مجھے ان کی کتاب سے جو وقتاً فوقتاً تحریر

انھوں نے بچوں کو قرآن پڑھانے کا نیا طریق ایجاد کیا ہے

جس روز آپ معیت مولوی یوسف صاحب کے تشریف لائے تھے اسی روز سہ پہر کو مولانا

نے اس کتاب یا اس کے مصنف کا ذکر کیا تھا —

امید کہ جاوید کے حروف آ گئے ہوں گے —

مخلص محمد اقبال لاہور

۲۶ اگست ۳۶ء

اور اس کو افیون تصور کرتے ہیں۔ لفظ افیون اس ضمن میں سب سے پہلے کارل مارکس نے استعمال کیا تھا۔ میں مسلمان ہوں اور انشاء اللہ مسلمان مروں گا۔ میرے نزدیک تاریخ انسانی کی مادّی تعبیر سراسر غلط ہے۔ روحانیت کا میں قائل ہوں مگر روحانیت کے قرآنی مفہوم کا، جس کی تشریح میں نے ان تحریروں میں جا بجا کی ہے اور سب سے بڑھ کر اس فارسی مثنوی میں جو عنقریب آپ کو ملے گی جو روحانیت میرے نزدیک مغضب ہے یعنی افیونی خواص رکھتی ہے اس کی تردید میں نے جا بجا کی ہے۔ باقی رہا سوشلزم، سو اسلام خود ایک قسم کا سوشلزم ہے، جس سے مسلمان سوسائٹی نے آج تک بہت کم فائدہ اٹھایا ہے۔

والسلام

محمد اقبال

(اقبال نامہ)

# مولوی عبدالحق کے نام

لاہور ۲۱ اکتوبر ۳۶ء

مخدومی مولانا! میں تو علی گڑھ[1] حاضر ہونے کا مصمم ارادہ رکھتا تھا۔ مگر افسوس کہ کمر کے درد سے ابھی تک افاقہ نہیں ہوا۔ اس بنا پر بقیہ علاج کے لیے بھوپال نہیں جا سکا۔ علیٰ ہٰذالقیاس فلسطین[2] کانفرنس کی صدارت سے بھی اسی بنا پر

---

[1] علی گڑھ سے اقبال کو اردو کانفرنس میں شرکت کی دعوت دی گئی۔ اس کانفرنس کے کوائف اور روداد" اقبال اور عبدالحق" میں بطور ضمیمہ شامل ہیں۔

[2] یہ آل انڈیا فلسطین کانفرنس دہلی میں ۶ نومبر ۱۹۳۶ء سے ۸ نومبر ۱۹۳۶ء تک منعقد ہوئی جس کی صدارت مولانا سید سلیمان ندوی نے کی۔ مولانا ابوالکلام آزاد بھی صدارت نہ کر سکے۔ (اقبال اور عبدالحق)

لاہور — ۱۲ اکتوبر ۳۶ء

مخدومی مولانا — میں تو علی گڑھ حاضر ہونے کا مصمم ارادہ رکھتا تھا مگر افسوس کہ کمر کے درد سے ابھی تک افاقہ نہیں ہوا۔ اسی بنا پر بقیہ علاج کے لئے بھوپال بھی نہیں جا سکا علی ہذا القیاس آل انڈیا ایجوکیشنل کانفرنس کی صدارت سے بھی اسی بنا پر انکار کرنے پر مجبور ہوا حالانکہ مسئلہ تعلیم سے مجھے نہایت درجہ دلچسپی ہے

آپ کی تحریک سے ہندوستان کے مسلمانوں کا مستقبل وابستہ ہے۔ اہمیت کے اعتبار سے یہ تحریک اس تحریک سے کسی طرح کم نہیں جس کی ابتدا سر سید رحمۃ اللہ علیہ نے کی تھی۔ زیادہ کیا عرض کروں۔ امید ہے آپ کا مزاج بخیر ہوگا۔ والسلام

مخلص محمد اقبال

انکار کرنے پر مجبور ہوا۔ حالانکہ مسئلہ فلسطین سے مجھے بے حد دلچسپی ہے۔
آپ کی تحریک سے مسلمانوں کا مستقبل وابستہ ہے اہمیت کے اعتبار سے یہ تحریک اس تحریک سے کسی طرح کم نہیں جس کی ابتدا سرسید رحمتہ اللہ علیہ نے کی تھی۔ زیادہ کیا عرض کروں۔ امید کہ آپ کا مزاج بخیر ہوگا۔ والسّلام

مخلص محمد اقبال

(عکس) (اقبال نامہ)

## فضل شاہ گیلانی کے نام

لاہور

۳۱ اکتوبر ۱۹۳۶ء

ڈیر مسٹر گیلانی

آپ کے خط اور پمفلٹ کا شکریہ جو اس قدر دلچسپ ہیں۔
فارسی کی نظم[1] حال ہی میں شائع ہوئی ہے اور کتاب خانہ طلوع اسلام ۲۵ میکلیوڈ روڈ لاہور سے دستیاب ہوسکتی ہے۔ جہاں تک "ضرب کلیم" کا تعلق ہے آپ یہ کہنے میں بجا ہیں کہ اس میں نغمگی کم ہے۔ میں نے خود قاری کو متنبہ کر دیا ہے۔[2]

میدان جنگ میں نہ طلب کر نوائے چنگ

حکیمانہ[3] شاعری کو یقیناً اس منزل تک ضرور ترقی کرنا چاہیے جہاں یہ قطعاً

---

[1] فارسی مثنوی "پس چہ باید کرد اے اقوام شرق" جو اکتوبر ۱۹۳۶ء کے آخر میں شائع ہوئی۔

[2] یہ زورِ دست و ضربتِ کاری کا ہے مقام — میدان جنگ میں نہ طلب کر نوائے چنگ
(ناظرین سے، ضرب کلیم)

[3] REFLECTIVE POETRY (مولف)

کھرے اور بے لاگ انداز میں اور بلا زیب داستان کے اظہار بیان پر قادر ہو جائے۔ تاکہ کسی کو بھی حقیقی زندگی کے مسایل سے گریز کرنے کا کوئی جواز ہاتھ نہ آئے۔

مخلص

محمد اقبال

(انگریزی سے) (سیارہ، لاہور، اکتوبر ۸۲ ۱۹ء)

(غیر مدون)

## حفیظ ہوشیار پوری کے نام

لاہور، یکم نومبر ۳۶ء

جناب حفیظ صاحب، السلام علیکم

آپ کا خیال بہت اچھا ہے۔ مگر اردو میں خیالات کا ادا کرنا بہت مشکل ہے۔ اس کے لیے آپ کو بہت غور و فکر کرنا ہوگا۔ بحیثیتِ نظم "عزم للحیات"[1]

---

[1] حفیظ نے نظموں کے اس سلسلے کا آغاز ۱۹۳۶ء میں کیا تھا۔ "نظم "عزم للحیات" کا متن ملاحظہ ہو۔

## عزم للحیات

### شوپنہار

دنیا فریب و مکر و ریا، درد و رنج و غم — حرص و ہوا و کشمکش "عزم للحیات"

تسکینِ جاں ہیں فلسفہ و علم و شعر و فن — ممکن نہیں ہے آہ مگر ان کو بھی ثبات

(بقیہ اگلے صفحے پر)

اوروں سے بہتر ہے ۔ آپ جس وقت چاہیں تشریف لا سکتے ہیں ۔

محمدؐ اقبال

(خطوط اقبال)

---

(بقیہ پچھلے صفحے کا)

فطرت ہے طفل اور جہاں بلبلوں کا کھیل      کھلتا نہیں ہے مقصدِ تخلیقِ کائنات

اندوہِ بے کراں سے عبارت ہے زندگی      شاید کہ بعدِ مرگ بشر کو ملے نجات

## اقبال

اے "عزم للحیات" کے معنی سے بے خبر      آ میں بتاؤں رازِ سرا پردۂ حیات

افسانۂ زبونیٔ ہمت ہیں علم و فن      حاصل ہیں فلسفے کا پریشاں توہمات

تیغِ خودی سے جوہرِ ہستی کی ہے نمود      تیغِ خودی سے زندہ حقیقت ہے کائنات

اس تیغ میں ملے گی اماں تجھ کو بالیقیں

کیوں ڈھونڈتا ہے موت میں اپنے لیے نجات؟

(مقالاتِ یوم اقبال: ۱۹۳۸ء ص ۶۸)

نوٹ:

(الف) پہلی بار یہ خط حفیظ ہوشیارپوری کے مضمون "عمر عزیز کے بہترین لمحے" مشمولہ "ملفوظاتِ اقبال" (۱۲۷ - ۱۳۸) کے ذریعے منظرِ عام پر آیا ۔

(ب) دوسری بار ملفوظاتِ اقبال کے حوالے سے قاضی افضل حق قریشی نے اپنے مضمون "نادراتِ اقبال" (صحیفہ اقبال نمبر حصہ اول ص ۲۰۹) میں نقل کیا ۔

## محمد عبدالحامد قادری بدایونی کے نام

جناب مولانا السلام علیکم

آپ کی کتاب "نظام عمل" میں نے دیکھی۔ اس زمانہ میں جب کہ احکامِ دین سے بے خبری عام ہو گئی ہے، آپ کی کتاب عام مسلمانوں کے لیے ہدایت کا مرقع ثابت ہوگی۔

جزاک اللہ احسن الجزاء

محمد اقبال

۵ر نومبر ۳۶ء

(جریدہ "اقبالیات" لاہور۔
جنوری۔ مارچ ۱۹۸۸ء
شمارہ: ۴ر جلد: ۲۸)

## محمد عباس علی خاں لمعہ حیدر آبادی کے نام

لاہور

۴ر دسمبر ۱۹۳۶ء

مائی ڈیر عباس علی خاں

آپ کا نوازش نامہ ابھی موصول ہوا۔ مجھے اس خط سے دوگونہ مسرت ہوئی۔ ایک تو اس لیے کہ آپ نے اتنی جلدی یہ خط لکھا اور دوسرے اس اطلاع سے کہ آپ کا انتخاب دورِ عثمانی کے لیے عمل میں آیا ہے۔ میری صحت بفضل خدا اچھی ہے آپ نے اخبارات میں ملاحظہ کیا ہو گا کہ اہل برار کی رائے معاہدہ سے متعلق کیا ہے۔ میں براری نہیں ہوں۔ بہر نوع اعلیٰ حضرت اور برٹش گورنمنٹ دونوں ہی معاہدہ سے مطمئن نظر آتے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ آپ کی نظمیں بارگاہ خسروی میں مقبول ہوتی ہیں۔ اور اعلیٰ حضرت آپ کو بیرونِ ملک جانے کے لیے وظیفہ مرحمت فرمائیں گے امید کہ مزاج بخیر ہو گا۔

مخلص محمد اقبال

(اقبال نامہ) (انگریزی سے)

## محمد احمد اللہ خاں منصور حیدر آبادی کے نام

لاہور

۵ر دسمبر ۳۶ء

جنابِ من!

(۱) خرد را تو روشن بصر کردۂ[1]
چراغِ ہدایت تو بر کردۂ

(۲) ''درونِ خانہ'' سے مراد نفسِ انسانی نہیں ہے بلکہ نظامِ عالم کا باطن ہے۔ مراد یہ ہے کہ عقلِ انسانی نظامِ عالم کے ظاہر کو روشن کرتی ہے۔ اس کے باطن کو نہیں دیکھ سکتی۔

(۳) تیسرے سوال کا جواب ذوقِ سلیم سے پوچھیے۔ نہ مجھ سے نہ منطق سے نہ کسی ماہرِ زبان سے۔ فقط

محمد اقبال

(اقبال نامہ)

---

لہ خرد کی بینائی کو تو نے روشن کیا ہے
چراغ ہدایت کو جلایا ہے
کسی شاعر کا یہ شعر نظیر کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔

ٹہ غالباً اس قطعہ کی طرف اشارہ ہے۔
خرد سے راہرو روشن بصر ہے
خرد کیا ہے چراغِ رہ گزر ہے
درونِ خانہ ہنگامے ہیں کیا کیا
چراغِ رہ گزر کو کیا خبر ہے
(بالِ جبریل)
(مولف)

اس مکتوب کے سلسلہ میں مکتوب الیہ نے مندرجہ ذیل تشریح ضروری سمجھی ہے اور اس قابل ہے کہ اس سے اقبال کی شاعری نے جو انقلاب اور ہیجان پیدا کیا۔ اس کی یادگار کے طور پر محفوظ کیا جائے۔ (بقیہ اگلے صفحے پر)

(بقیہ پچھلے صفحے کا)

"عرصہ ہوا احباب کی ایک صحبت میں ڈاکٹر اقبال کی شاعری موضوعِ بحث تھی۔ صاحب خانہ شکوہ اور جوابِ شکوہ ترنم سے سنا رہے تھے۔ ایک صاحب نے بعض اشعار پر نکتہ چینی شروع کی۔ یہ ساری بحث تو حافظہ میں نہیں ہے مگر چند اعتراضات یہ تھے:

شکوہ کا ایک شعر ہے:

پھر یہ آزردگیٔ غیر سبب کیا معنی!
اپنے شیدائیوں پہ یہ چشم غضب کیا معنی

"غیر سبب، صحیح نہیں بے سبب کے عوض غیر سبب کہنا غلط ہے"۔

جوابِ شکوہ کے پہلے بند:

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے

کا چوتھا مصرعہ ہے:

خاک سے اٹھتی ہے گردوں پہ گزر رکھتی ہے

گزر رکھنے، کا فاعل ,بات، ہے گزر رکھنا اردو کی بول چال نہیں،،

جب مۓ درد سے ہو خلقتِ شاعر مدہوش
آنکھ جب خون کے اشکوں سے بنے لالہ فروش
کشورِ دل میں ہوں خاموش خیالوں کے خروش
چرخ سے سوئے زمیں شعر کو لاتا ہے سروش
قیدِ دستور سے بالا ہے مگر دل میرا
فرش سے شعر ہوا عرش پہ نازل میرا

اور باتوں سے قطع نظر اوپر سے نیچے آنے کو نازل کہتے ہیں۔ لہذا فرش سے عرش پر ظاہر ہونا صحیح نہیں۔ قیدِ دستور سے بالا ہونے کا اشارہ صرف یہ ظاہر کر سکتا ہے کہ سروش شعر کو چرخ سے سوئے زمین لاتا ہے مگر میرا شعر فرش سے عرش پر جاتا ہے اس موقع نازل ہونا نہیں کہہ سکتے۔ لفظ کے لغوی معنی کیسے بدل جائیں گے"۔ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

(بقیہ پچھلے صفحہ کا)

وہ بھی دن تھے کہ یہی مایۂ رعنائی تھا
نازشِ موسمِ گل لالۂ صحرائی تھا
جو مسلمان تھا، اللہ کا سودائی تھا
کبھی محبوب تمہارا یہی ہرجائی تھا
کسی یکجائی سے اب عہد غلامی کر لو
ملّت احمد مرسل کو مقامی کر لو

چوتھے مصرع میں لفظ "ہرجائی" درست نہیں۔ اردو کے محاورے میں یہ لفظ ذم کے موقع پر استعمال کیا جاتا ہے۔ ٹیپ کے شعر میں کسی یکجائی سے عہدِ غلامی کر لو، اور "ملّت کو مقامی کر لو" کے کیا معنے ہو سکتے ہیں؟

جواب شکوہ کا آخری شعر ہے:

بول اس نام کا ہر قوم میں بالا کر دے
اور دنیا کے اندھیرے میں اجالا کر دے

بول بالا ہونا، اردو کا محاورہ ہے جو کنایہ ہے شہرت یا ناموری کے لیے۔ پس بول بالا میں فصل جائز نہیں۔"

غرض یہ اور دوسرے چند اعتراضات سن کر میں نے عرض کیا۔

"جناب! کبھی آپ نے اس پر بھی غور فرمایا کہ شاعری سے علامہ کی غرض کیا تھی؟ شاعری ان کے لیے باعثِ فخر نہیں ان کی ہستی اس سے بہت ارفع و اعلیٰ ہے، ادب و شعر میں انقلاب پیدا کرنا یا زبان اردو کی اصلاح و توسیع ہرگز ان کا مقصد نہیں۔ قوم کی زبوں حالی سے متاثر ہو کر جو کچھ وہ کہتے ہیں۔ اس کا اثر بجلی کی طرح ہر سننے والے پر بھی ہوتا ہے شعر کی بڑی خوبی تو یہی ہے کہ جس اثر کے ماتحت شعر کہا جائے وہی اثر سامع پر بھی ہو۔ اس خصوص میں اقبال کی شاعری اپنا جواب نہیں رکھتی۔ اس کے مقابلہ میں معمولی فرو گزاشت پر کوئی نظر نہیں ڈالتا۔"

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

# محمد علی جناح کے نام

ایڈورڈ روڈ ۷۔ دہلی ہاؤس بلڈنگ

لاہور ۸ ر دسمبر ۳۶ ۱۹ء

ڈیر مسٹر جناح

مسٹر غلام رسول نے مجھے بتایا ہے کہ انھوں نے بورڈ کے امور کے بارے میں آپ کو ایک تفصیلی خط لکھا ہے۔ میں ان کے اس بیان سے بالکل متفق ہوں کہ انتخابات

---

ل : یہ خط پنجاب پراونسل مسلم لیگ، پارلیمنٹری بورڈ کے لیٹر ہیڈ پر لکھا گیا۔ (مؤلف)

(بقیہ پچھلے صفحے کا)

یہ بحث تو ختم ہوگئی مگر عرصہ تک میرے دل میں خلش رہی۔ بالآخر دل میں آیا کہ ڈاکٹر اقبال سے ہی کیوں نہ استفسار کرلیا جائے۔ ان اعتراضات سے قطع نظر کر کے معمولی پیرایۂ استفسار اختیار کر کے ضمناً ایک آدھ اعتراض کی نسبت دریافت کرنا مناسب معلوم ہوا۔

ڈاکٹر صاحب کے کسی شعر میں 'روشن بصر' کا لفظ پڑھا تھا اگرچہ یہ لفظ غلط نہیں۔ دریافت طلب یہ تھا کہ بصر کو روشن کیوں کہا جائے۔ صاحب بہار عجم نے صرف نظامی اور عرفی کے اشعار بطور نظیر لکھ دئے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کی تحقیقاتِ لفظی سے فائدہ حاصل کرنا چاہتا تھا۔

ایک اور شعر میں 'درونِ خانہ' کا لفظ آیا ہے۔ شعر تو اس وقت حافظہ میں نہیں مگر محل استعمال کے لحاظ سے کچھ شبہ تھا۔

میرا تیسرا سوال : ع

فرش سے شعر ہوا عرش پہ نازل میرا

کے متعلق تھا۔ ان تینوں سوالات کا ڈاکٹر صاحب نے سلسلہ وار مندرجہ بالا جواب عطا فرمایا! ل اقبالنامہ میں 'دادا' لکھا ہے۔

سے کم از کم پندرہ روز پہلے آپ کی اس صوبے میں موجودگی نہایت ضروری ہے۔ آپ یہاں کے لوگوں کو خوب جانتے ہیں نیز کہ یہ نہایت ناقابل اعتماد لوگ ہیں۔ وہ عام طور پر وقتی جذبات کی رو میں بہہ جاتے ہیں اور اگر آپ (مولانا) شوکت علی اور ایم۔ کفایت اللہ انتخابات سے عین پیشتر ان سے خطاب کریں تو مجھے یقین ہے کہ وہ سب آپ کی اور آپ کے امیدواروں کی حمایت کریں گے۔ وگرنہ وہ کچھ اور کر بیٹھیں گے۔ لہٰذا میں آپ سے استدعا کرتا ہوں کہ آپ دسمبر ۱۹۳۶ء کے اخیر یا جنوری ۱۹۳۷ء کے آغاز میں ہمارے ہاں تشریف لائیں تاکہ رجعت پسندانہ قوتوں کے قلع قمع کی آخری کوشش کی جاسکے۔ اگر آپ تشریف نہ لا سکے تو مجھے خدشہ ہے کہ آنے والی اسمبلی میں آپ کے چار سے زائد حامی نہ ہوں گے۔ احترام مات کے سات

مخلص

محمد اقبال

بار ایٹ لا

صدر پنجاب صوبائی مسلم لیگ پارلیمانی بورڈ

(انگریزی سے) (اقبال کے خطوط جناح کے نام)

(عکس)

# ظفر احمد صدیقی کے نام[1]

لاہور ۱۲؍ دسمبر ۳۶ء

جناب من! معترض . . . .

قرآن کریم کی تعلیم سے بے بہرہ ہے۔ علیٰ ہٰذالقیاس، اسلامی تصوف میں

---

[1] پروفیسر ظفر احمد صدیقی مرحوم (سابق پروفیسر شعبۂ فلسفہ، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

مسئلہ خودی کی تاریخ اور نیز میری تحریروں سے ناواقف محض ہے۔ موخرالذکر صورت میں مَیں اسے معذور جانتا ہوں۔ آخر اس غلامی کے زمانہ میں مسلمانوں کے پاس کون سا ذریعہ ہے جس سے وہ اپنی آئندہ نسلوں کو اسلامی تصورات کے بننے اور بگڑنے کی تاریخ سے آگاہ کر سکے۔ غلام قومیں مادیات کو روحانیت پر مقدم سمجھنے پر مجبور ہو جاتی ہیں اور جب انسان میں خوئے غلامی راسخ ہو جاتی ہے تو ہر ایسی تعلیم سے بیزاری کے بہانے تلاش کرتی ہیں جس کا مقصد قوت نفس اور رُوحِ انسانی کا ترفع ہو۔

(۲) اعتراض کا جواب آسان ہے۔ دینِ اسلام جو ہر مسلمان کے عقیدہ کی رو سے ہر شے پر مقدم ہے نفس انسانی اور اس کی مرکزی قوتوں کو فنا نہیں کرتا بلکہ ان کے عمل کے لیے حدود معین کرتا ہے۔ ان حدود کے معین کرنے کا نام اصطلاحِ اسلام میں شریعت یا قانونِ الٰہی ہے۔ خودی خواہ مسولینی کی ہو خواہ ہٹلر کی قانونِ الٰہی کی پابند ہو جائے تو مسلمان ہو جاتی ہے۔ مسولینی نے حبشہ کو محض جُوعُ الارض کی تسکین کے لیے پامال کیا۔ مسلمانوں نے اپنے عروج کے زمانہ میں حبشہ کی آزادی کو محفوظ رکھا۔ فرق اس قدر ہے کہ پہلی صورت میں خودی کسی قانون کی پابند نہیں۔ دوسری صورت میں قانونِ الٰہی اور اخلاق کی

---

(بقیہ پچھلے صفحہ کا)

مسلم یونیورسٹی علی گڑھ جو اُس وقت مجیدیہ اسلامیہ کالج الٰہ آباد میں پروفیسر فلسفہ تھے، نے اقبال کے ایک معترض کے اعتراضات اور اپنی طرف سے ان اعتراضات کا جواب بعنوان "نذرِ اقبال" منظوم کیا اور یہ نظم اقبال کو بھیج دی۔ انھوں نے اس کے جواب میں یہ خط پروفیسر ظفر احمد صدیقی کو لکھا۔ پروفیسر صاحب کی نظم خط کے آخر میں درج ہے۔

(مولّف)

پابند ہے۔ بہر حال حدودِ خودی کے تعین کا نام شریعت ہے اور شریعت کو اپنے قلب کی گہرائیوں میں محسوس کرنے کا نام طریقت ہے۔ جب احکام الٰہی خودی میں اس حد تک سرایت کر جائیں کہ خودی کے پرائیویٹ امیال و عواطف باقی نہ رہیں اور صرف رضائے الٰہی اس کا مقصود ہو جائے تو زندگی کی اس کیفیت کو بعض اکابر صوفیائے اسلام نے فنا کہا ہے۔ بعض نے اسی کا نام بقا رکھا ہے لیکن ہندی اور ایرانی صوفیہ میں سے اکثر نے مسئلہ فنا کی تفسیر فلسفۂ ویدانت اور بدھ مت کے زیر اثر کی ہے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمان اس وقت عملی اعتبار سے ناکارہ محض ہے۔ میرے عقیدہ کی رو سے یہ تفسیر بغداد کی تباہی سے بھی زیادہ خطرناک تھی اور ایک معنی میں میری تمام تحریریں اسی تفسیر کے خلاف ایک قسم کی بغاوت ہیں۔

(۳) معترض کا یہ کہنا کہ اقبال اس دورِ ترقی میں جنگ کا حامی ہے غلط ہے۔ میں جنگ کا حامی نہیں ہوں نہ کوئی مسلمان شریعت کے حدودِ معینہ کے ہوتے ہوئے اس کا حامی ہو سکتا ہے۔ قرآن کی تعلیم کی رو سے جہاد یا جنگ کی صرف دو صورتیں ہیں۔ محافظانہ اور مصلحانہ۔ پہلی صورت میں یعنی اس صورت میں جب کہ مسلمانوں پر ظلم کیا جائے اور ان کو گھروں سے نکالا جائے مسلمان کو تلوار اٹھانے کی اجازت ہے (نہ حکم)۔ دوسری صورت جس میں جہاد کا حکم ہے ۹:۴۹ میں بیان ہوئی ہے۔ ان آیات کو غور سے پڑھیے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ وہ چیز جس کو سیموئل ہور جمعیت اقوام کے اجلاس میں Collective Security کہتا ہے قرآن نے اس کا اصول کس سادگی اور فصاحت سے بیان کیا ہے۔ اگر گزشتہ زمانہ کے مسلمان مدبرین اور سیاسیین قرآن پر تدبر کرتے تو اسلامی دنیا میں جمعیتِ اقوام کے بنے ہوئے آج صدیاں گزر گئی ہوتیں۔ جمعیتِ اقوام جو زمانہ حال میں بنائی گئی ہے اس کی تاریخ بھی یہی ظاہر کرتی ہے کہ جب تک اقوام کی خودی قانونِ الٰہی کی پابند نہ ہو امنِ عالم کی کوئی سبیل نہیں نکل سکتی۔ جنگ کی مذکورہ بالا دو صورتوں کے سوائے میں اور کسی جنگ کو نہیں جانتا۔ جوع الارض کی تسکین کے لیے جنگ کرنا دینِ اسلام میں حرام ہے۔ علیٰ ہذا القیاس۔ دین کی اشاعت کے لیے تلوار اٹھانا بھی حرام ہے۔

(۴) شاہین کی تشبیہہ محض شاعرانہ تشبیہ نہیں ہے۔ اس جانور میں اسلامی فقر کے تمام خصوصیات پائے جاتے ہیں (i) خود دار اور غیرت مند ہے کہ اور کے ہاتھ کا مارا ہوا شکار نہیں کھاتا (ii) بے تعلق ہے کہ آشیانہ نہیں بناتا (iii) بلند پرواز ہے (iv) خلوت پسند ہے (v) تیز نگاہ ہے۔

آپ کے خط کا جواب حقیقت میں طویل ہے لیکن افسوس کہ میں ذیل خط لکھنا تو در کنار معمولی خط کتابت سے بھی قاصر ہوں۔ والسلام۔

محمد اقبال

(عکس) (اقبال نامہ)

## نذرِ اقبال

اک دوست کہ میخانۂ مغرب کے ہیں میخوار
کہنے لگے اقبال کے ہو تم بھی پرستار!
اقبال کہ اک فلسفی خانہ نشیں ہیں
رفتارِ زمانہ سے خبردار نہیں ہیں
اشعار میں ہر چند کہ ہے جدّتِ افکار
ہر لفظ ہے کہ آئینہ شوخیِ گفتار
ہر چند کہ ہے درد کی لذت سے بھرا دل
لیکن میں نہیں ان کے خیالات کا قائل
اس دورِ ترقی میں بھی ہیں جنگ کے حامی
سچ پوچھو تو یہ ان کے تخیّل کی ہے خامی
دیتے ہیں بہت زور وہ تعلیم خودی پر
مطلب یہ ہے بن جاؤ مسولینی و ہٹلر
لیکن ہے غضب رکھتے ہیں اسلام پہ تہمت
اس پردہ میں سکھلاتے ہیں خونریزی و غارت
لیکن اگر اقبال کی تعلیم کو مانو
چنگیز و ہلاکو کو سیہ کار نہ جانو

حجاج کو الزام نہ دو ظلم و جفا کا
دو عتبہ و بوجہل کو رتبہ شہدا کا
بے شک تھی خودی ان کی بہت ارفع و اعلیٰ
عالم کو کیا ان کی خودی نے تہ و بالا
اقبالؔ تو خیر اپنے تعصب سے ہیں ناچار
اسلام بھی کیا ایسی خودی کا ہے طرفدار؟"
تادیر رہی یونہی زبان ان کی گہر ریز
لیکن ہوئی جب ختم یہ تقریر دل آویز
میں نے کہا۔ گر خاطر نازک پہ نہ ہو بار
اک تلخ حقیقت کا ہے کرنا مجھے اظہار
سمجھا ہی نہیں آپ نے اقبالؔ کی لے کو
ہیں جام پہ نظریں ابھی چکھا نہیں مے کو
اقبالؔ جو کہتے ہیں خودی ہو تری عالی
مطلب یہ ہے تلوار نہ جوہر سے ہو خالی
اشعار میں آتی ہے جو شاہیں کی حکایت
ہے از رہِ تمثیل نہ از رہِ حقیقت
مطلب یہ ہے سرگرم عمل تیری خودی ہو
لیکن یہ ضروری نہیں منزل بھی وہی ہو
چنگیز و ہلاکو میں بھی اک جوشِ خودی تھا
گم کردۂ منزل تھا مگر قافلہ ان کا
افسوس کہ جس قوم کا مقصد بھی ہو عالی
ہو اس کی خودی مردہ، عمل جوش سے خالی"

# سید نصیر الدین ہاشمی کے نام

جنابِ من

کتاب "دکن میں اردو" جو آپ نے بکمال عنایت ارسال فرمائی ہے آج ہی موصول ہوئی، شکریہ قبول فرمائیے۔ میں ایک مدّت سے علیل ہوں، فی الحال اسے پڑھنے اور اس سے مستفید ہونے سے قاصر ہوں۔

محمد اقبال لاہور
۱۸ر دسمبر ۱۹۳۶ء
(اقبال نامہ)

لہ اقبال نامہ جلد اوّل (ص ۶۲) میں اس خط کا سن تحریر ۱۸ر دسمبر ۱۸۳۶ء لکھا ہے۔ "دکن میں اردو" پہلی بار ۱۹۲۳ء میں شائع ہو۔ (نہ کہ ۱۹۲۴ء میں جیسا کہ ڈاکٹر تحسین فراقی نے اپنے مضمون "اقبال نامہ (شیخ عطاء اللہ) چند گذارشات، چند تصریحات" رسالہ سیارہ' اقبال نمبر جون ۱۹۹۲ء میں لکھا ہے۔

جیسا کہ ہاشمی صاحب نے لکھا تھا۔ یہ ان کی ابتدائی تصنیف تھی جو "طالب علمانہ طریقے پر" لکھی گئی تھی۔ اس پر اقبال نے موضوع کی اہمیت کی بنا پر ایک اچھی رائے اپنے مکتوب محررہ ۲ر مئی ۱۹۲۵ء لکھ کر بھیج دی۔ نظرِ ثانی، ترمیم و اضافے کے بعد یہ کتاب مکتبہ ابراہیمیہ حیدر آباد سے ۱۹۲۶ء میں دوبارہ شائع ہوئی اور تیسرا اڈیشن اغلب ہے ۱۹۳۶ء میں نکلا ہو۔

اب غور طلب امر یہ ہے کہ آیا ہاشمی صاحب نے ۱۹۲۶ء میں دوسرا اڈیشن شائع ہونے پر پھر کتاب کا ایک نسخہ اقبال کی خدمت میں بھیجا۔ یا ۱۹۳۶ء میں تیسرا اڈیشن آنے کے بعد۔ اگر یہ فرض کیا جائے کہ یہ کتاب ۱۹۲۶ء میں بھیجی گئی اور ہندسے کی ایسی معمولی غلطی خاص طور پر ۲ اور ۳ کی عام ہے اور شیخ عطاء اللہ صاحب نے ۱۹۲۶ء کو ۱۹۳۶ء پڑھ لیا ہو۔ تو ۱۹۲۶ء میں اقبال یہ نہ لکھتے: "میں ایک مدت سے علیل ہوں۔ فی الحال اسے پڑھنے اور اس سے مستفید ہونے سے قاصر ہوں۔" اس لیے اغلب ہے کہ ۱۹۳۶ء میں جب یہ کتاب تیسری بار (غالباً ترمیم و اضافے کے ساتھ) شائع ہوئی تو ہاشمی صاحب نے اقبال کو اس کا ایک نسخہ بھیجا ہوگا۔ چنانچہ زیرِ نظر خط کی درج بالا تاریخِ تحریر درست معلوم ہوتی ہے اور ڈاکٹر تحسین فراقی کا یہ قیاس کہ اس مکتوب کی صحیح تاریخِ تحریر ۱۸ر دسمبر ۱۹۲۴ء صحیح معلوم نہیں ہوتا۔
(مولّف)

# سر راس مسعود کے نام

لاہور

۱۵ر جنوری ۱۹۳۷ء

ڈیر مسعود۔ ابھی تمہارا خط ملا۔ کیا خوب! میں گزشتہ رات علی بخش سے کہہ رہا تھا کہ مسعود کا خط کئی دن سے نہیں آیا۔ فکر و تردّد ہے۔ آج دوپہر کو تمہارا خط مل گیا۔ الحمد للہ میری صحت دن بدن ترقی کر رہی ہے۔ آواز میں بھی فرق آ رہا ہے۔ انشاءاللہ دربارِ رسالتؐ میں جو کچھ میں نے عرض کیا ہے قبول ہو گا۔ امسال دربارِ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضری کا قصد تھا مگر بعض موانع پیش آ گئے۔ انشاءاللہ امید کہ سال آئندہ حج بھی کروں گا اور دربارِ رسالتؐ میں بھی حاضری دوں گا اور وہاں سے ایک ایسا تحفہ لاؤں گا کہ مسلمانانِ ہند یاد کریں گے۔ یہ تحفہ بھی اعلیٰ حضرت کی نذر کیا جائے گا۔ خدا تعالیٰ انھیں عمر دراز عطا فرمائے۔ باقی خدا کے فضل و کرم سے خیریت ہے۔ لاہور میں الیکشن کی گرم بازاری ہے۔ پنجاب میں الیکشن کے سلسلے میں اب تک دو قتل کی واردا تیں ہو چکی ہیں۔ سرحد پر پھر جنگ اور قصہ وہی مسجد شہید گنج کا! امید کہ لیڈی مسعود بخیریت ہوں گی۔ ان کی خدمت میں آداب عرض ہو۔ علی بخش آپ دونوں کی خدمت میں آداب عرض کرتا ہے۔ جاوید بھی جو ابھی سکول سے آیا ہے سلام عرض کرتا ہے فروری یا مارچ میں دہلی جانے کا

قصد ہے۔ ممکن ہوا تو چند روز کے لیے بھوپال بھی آؤں گا۔

تمہارا مخلص

محمد اقبال

(اقبال نامہ)

## میاں عبدالعزیز کے نام

لاہور

۱۸ جنوری ۱۹۳۷ء

حامل رقعہ ہذا حافظ جی لاہور کے ایک اچھے باورچی ہیں۔ میں نے متعدد بار ان سے کام لیا ہے۔ آپ انھیں اپنے ہاں ضرور ملازم رکھیں۔

آپ کا مخلص

محمد اقبال

لاہور

(انگریزی سے) (نوادرات)

## میاں عبدالعزیز کے نام

لاہور

۲۳ جنوری ۱۹۳۷ء

مائی ڈیر عبدالعزیز

براہِ نوازش ۲۷ جنوری (بدھ کے دن) سپنسر ہوٹل[1] منٹگمری روڈ

---

[1] SPENCER HOTEL

ہیں مصری علمار کے اعزاز میں لنچ تناول فرمائیں۔ ضرور تشریف لائیے گا۔ اُس وقت تک آپ کا الیکشن ختم ہو جائے گا۔

ہمیشہ کے لیے
آپ کا
محمدؐ اقبال
میو روڈ
لاہور

(انگریزی سے) (نوادرات)

## ۔۔۔۔ کے نام (؟)

افسوس کہ میں ایک طویل علالت کی وجہ سے آپ کے جشن میں شرکت سے معذور ہوں۔ آپ نے یوم ولیؔ منا کر شاعرِ اعظم ولیؔ کی یاد کو جو تازہ کرنے کا

---

نوٹ: (الف) فروری ۱۹۳۷ء میں حیدر آباد دکن میں اردو کے معروف شاعر ولیؔ دکنی کی یاد میں دو صد سالہ جشن "یادگارِ ولی" منایا گیا۔ اقبال کو اس میں شرکت کی دعوت دی گئی مگر علامہ علالت کے سبب شریک نہ ہو سکے۔ یہ خط معذرت کے طور پر لکھا۔

(ب) خط بغیر کسی القاب کے شروع ہوتا ہے۔ یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ مکتوب الیہ کون تھا بظاہر یہی نظر آتا ہے کہ جشن کمیٹی کے کسی عہدیدار کے نام لکھا گیا ہوگا۔

(رفیع الدین ہاشمی)

(ج) اس جشن کے منانے کی تحریک سٹی کالج حیدر آباد، دکن کی بزم ادب نے کی تھی۔ ایک مجلس انتظامی مقرر کی گئی جس میں طلبار کے ساتھ ساتھ معروف اساتذہ ڈاکٹر سید محی الدین قادری زورؔ، مولوی عبدالقادر سروری وغیرہ شامل تھے۔ (بقیہ اگلے صفحے پر)

ارادہ کیا ہے، وہ قومیت اور اسلاف پرستی کا صحیح جذبہ ہے۔ خدا کرے یہ جلسہ کامیاب ہو۔

محمدؐ اقبال
۲۳ر جنوری ۱۹۳۷ء
(خطوط اقبال)

## سید نذیر نیازی کے نام

لاہور۔ ۲۳ر جنوری ۳۷ء

ڈیر نیازی صاحب۔ مصر کے علماء آج آ گئے ہیں میں نے ان کو ۲۷ر جنوری بروز بدھ ڈیڑھ بجے بعد دوپہر لنچ دیا ہے۔ آپ مع راجہ حسن اختر صاحب ضرور تشریف لائیں۔

---

(بقیہ حاشیہ پچھلے صفحے کا)

(دہلی ادبی کمیٹی کے صدر ڈاکٹر زور تھے اور سید محمد (غالباً طالب علم) معتمد تھے اغلب ہے کہ یہ خط ان ہی کے نام لکھا گیا۔

(مولف بحوالہ جریدہ "الموسیٰ" یادگارِ ولی جلد چہارم شمارہ سوم وچہارم بابت خورداد ۱۳۴۶ ف)

(۲) یہ خط پہلی بار حیدر آباد سٹی کالج کے مجلے "الموسی میگزین" کے خصوصی شمارے "یادگارِ ولی" میں شائع ہوا۔

(۳) "الموسی میگزین" کے حوالے سے دوسری بار اسے قاضی افضل حق قریشی نے رسالہ "اردو" ء۳، ۱۹۶۹، (ص ۴۷) میں نقل کیا۔ (رفیع الدین ہاشمی)

[1] علماء مصر کا یہ وفد ۱۱ر دسمبر ۱۹۳۶ء کو بمبئی پہنچا اور ۳۰ر دسمبر ۱۹۳۶ء کو دہلی پہنچا۔ وفد کے معتمد حبیب احمد آفندی اور نائب معتمد شیخ صلاح الدین التجار تھے۔ (زندہ رود جلد سوم) صفحہ ۶۰۲)

لاہور ۲۳ جنوری ۳۷ء

ڈیر نیازی صاحب۔ مصر کے علما آج آ گئے ہیں۔ میں نے ان کو
۲۷ جنوری بروز بدھ ڈیڑھ بجے بعد دوپہر لنچ دیا ہے
آپ مع راجہ حسن اختر صاحب ضرور تشریف لائیں۔
لنچ سپنسر ہوٹل (۶ منٹگمری روڈ) میں ہوگا
جو آپ کی جگہ سے قریب ہے۔ م

محمد اقبال میو روڈ لاہور

لنچ سپنسر ہوٹل (۶ منٹگمری روڈ) میں ہوگا جو آپ کی جگہ سے قریب ہے۔ والسلام

محمد اقبال میو روڈ۔ لاہور

(مکتوبات اقبال)

(عکس)

---

لہ لنچ بڑا بے لطف رہا۔ کچھ تو اس لیے کہ ظہر کا وقت تھا اور طبیعت آرام کی طرف مائل کچھ اس لیے کہ حضرت علامہ کی صحت ان دنوں بہت گر گئی تھی۔ چنانچہ وہ اس زمانے میں بڑے نحیف اور کمزور نظر آتے تھے۔ پھر زبان کی ناواقفیت نے بھی شرکائے دعوت کو موقع نہ دیا کہ مہمانوں سے کھل کر گفتگو کرتے۔ اس پر طرہ یہ ہوا کہ اہل ہوٹل نے حضرت علامہ کی نشست سے کوئی دس قدم دور مگر ان کے عین مقابل ایک پرانی وضع کا بڑا سا گراموفون لاکر اس طرح رکھ دیا کہ اس کے بھونپو کا رخ سیدھا ان کی طرف رہے اور پھر ریکارڈ بھی لگایا تو یہ:

یا دل سے باز آجا یا دل نواز ہوجا !

جس سے محفل میں بڑے زور کا قہقہہ پڑا اور یہ صحبت برخاست ہوگئی۔

...... اس دعوت میں لاہور کے بہت سے سر برآوردہ حضرات موجود تھے۔ کھانے کے بعد شرکائے دعوت کی تصویر بھی لی گئی ...... میرا خیال ہے کہ اس کے بعد شاید ان کی (علامہ اقبال کی) کوئی تصویر نہیں لی گئی۔

(سید نذیر نیازی)

# میجر شمس الدین قریشی کے نام

لاہور: ۲۴ر جنوری ۱۹۳۷ء

ڈیر میجر صاحب۔ علماء مصر (جامعہ ازہر) کا جو وفد مصر[۱] سے آیا تھا. کل صبح پشاور سے لاہور پہنچا. ان کا مقصد ہندوستان کے مسلمانوں کی تعلیمی حالت کا مشاہدہ اور معائنہ ہے۔ میرے خیال میں ریاست بہاولپور بلکہ اعلیٰ حضرت کو چاہیے کہ ان کو بہاولپور میں مدعو کریں۔ تاکہ وہ ریاست کے کالج کا معائنہ کر سکیں. مصر کے شیوخ نہایت فاضل ہیں اور دانش مند۔ مجھے یقین ہے کہ اعلیٰ حضرت اور مسلمانانِ بہاولپور ان سے مل کر بہت خوش ہوں گے۔

---

[۱] جامعہ ازہر سے مصری علماء کا وفد ۱۱ر دسمبر ۱۹۳۶ء کو بمبئی پہنچا۔ وہاں سے دہلی اور پشاور ہوتا ہوا لاہور آیا۔ وفد کے معتمد شیخ حبیب احمد آفندی اور نائب معتمد شیخ صلاح الدین التجا رانگریزی سے خوب واقف تھے۔ وفد نے مختلف مسائل پر معلومات جمع کیں۔ یہ لوگ جس شہر میں بھی گئے، علماء اور دیگر مقامی سر برآوردہ حضرات سے ملاقاتیں کیں اور مسلمانوں کے مختلف اداروں کا معائنہ کیا۔ لاہور میں وفد نے علامہ اقبال سے بھی ملاقات کی۔

اسی اثنا میں علامہ اقبال کو خیال آیا کہ اگر وفد کسی مسلم ریاست کا دورہ کرے تو ممکن ہے، ریاست کے تعلیمی معاملات کے لیے یہ امر مفید ثابت ہو۔ میجر شمس الدین قریشی اس زمانے میں ریاست بہاولپور کے وزیر تعلیم تھے۔ علامہ اقبال نے قریشی صاحب کو مندرجہ بالا خط لکھا کہ وہ مصری علماء کے وفد کو بہاولپور آنے کی دعوت دیں۔

[۲] اس خط کا عکس "روزگار فقیر" حصہ دوم (ص۔ ۱۱۱) میں شائع ہوا۔
(رفیع الدین ہاشمی)

وفد اس وقت FALETTE'S HOTEL لاہور میں ٹھہرا ہوا ہے۔ غالباً ۲۷، ۲۸ تک قیام کرے گا۔ اگر آپ ان کو مدعو کریں تو بذریعہ تار پتہ اس قدر کافی ہوگا۔

EGYPTIAN DELEGATION
FALETTE'S HOTEL, LAHORE

زیادہ کیا عرض کروں امید کہ مزاج والا بخیر ہوگا۔ والسلام

محمدؐ اقبال

(عکس) (خطوطِ اقبال)

## سید نذیر نیازی کے نام

لاہور

۳۱ جنوری ۳۷ ۱۹ء

ڈیر نیازی

براہِ کرم م۔ جعفری کا مضمون مجھے بھیج دیجیے جو آپ نے بتایا تھا انھوں نے فلسفۂ اسلام پر شائع کیا ہے اور جو کسی صاحب[1] نے آپ کو ویلور سے بھیجا ہے۔

آپ کا

محمدؐ اقبال

(انگریزی سے) (مکتوباتِ اقبال)

---

[1] کاتب ویلور کا اشارہ سید بشیر الدین صاحب کی طرف ہے۔ رسالہ "اردو" اقبال نمبر میں ان کا مضمون شائع ہو چکا ہے۔ مضمون اور خط سید صاحب ہی نے بھیجا تھا۔ ان کا کہنا تھا کہ مضمون محولہ بالا سرتاسر "خطبات" سے ماخوذ ہے۔ (سید نذیر نیازی)

# مرتضیٰ احمد خاں میکشؔ کے نام

لاہور یکم فروری ۳۷ء
ڈیر میکش صاحب چند منٹ کے لیے تشریف لائیے ایک ضروری کام ہے۔
والسلام
محمد اقبال۔ میو روڈ
(انوارِ اقبال)
(عکس۔ روزنامہ احسان، لاہور اقبال نمبر، ۲۷ر جون ۱۹۳۸ء)

# سر اکبر حیدری کے نام

ذاتی اور خفیہ
جواب ۱۲ر فروری ۱۹۳۷ء[1]

لاہور
۲ر فروری ۱۹۳۷ء
مائی ڈیر سر اکبر
وہ خط ملفوف کرتا ہوں جو رات مجھے بذریعہ ڈاک موصول ہوا۔ چونکہ لفافہ میں صرف یہی منسلکہ تحریر تھی جو مجھے ملی۔ اس لیے میں کہہ نہیں سکتا کہ یہ مجھے کس نے بھیجی ہے۔ بہرحال اس کے مندرجات سے معلوم ہوتا ہے کہ آفتاب نے آپ کی خدمت میں کوئی خط ارسال کیا تھا۔ جس کے جواب میں مذکورہ بالا خط تحریر کیا گیا۔

---

[1] یہ سر اکبر حیدری کے عملہ نے لکھا ہو گا جیسا کہ عکس سے ظاہر ہوتا ہے۔
(مولف)

میرے خیال میں آپ بخوبی واقف ہیں کہ اس خط کا لکھنے والا میرے لیے قطعاً اجنبی ہے اور بہت برسوں سے ہے۔ میرے لیے یہ احاطۂ بیان سے باہر ہے کہ اس کا برتاؤ میرے ساتھ کیا رہا ہے۔ اس عریضہ کے لکھنے کا واحد مقصد یہ ہے کہ آپ کو اس نوجوان کی حرکات سے متنبہ کردوں جو میرے لیے مستقل کرب واندوہ کا باعث رہا ہے۔

میں سوچ نہیں سکتا کہ بغیر کسی شرارت یا فتنہ انگیزی کی غرض کے وہ آپ کو یا میرے احباب کو خط لکھ سکتا ہے۔ آپ کے اخلاق کریمانہ سے ناجائز فائدہ اٹھا کر وہ آپ کو یہ تاثر دینا چاہتا ہے کہ میرے اور اس کے درمیان کسی قسم کی مفاہمت ہو رہی ہے۔ ایسی مفاہمت ناممکن ہے۔ لہٰذا اس خط کے بھیجنے سے اس کا واحد مقصد آپ سے کچھ روپیہ اینٹھنا ہے۔ جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ وہ پہلے بھی یہی حرکت کر چکا ہے اور آپ کی فیاضی وسیر چشمی کا ناجائز فائدہ اٹھا چکا ہے۔ مجھے قوی امید ہے کہ آیندہ آپ اسے موقع ہی نہ دیں گے کہ وہ آپ کو خط لکھنے کی جسارت کرے۔

امید کہ آپ بعافیت ہوں گے۔ لیڈی حیدری کی خدمت میں سلام شوق۔

آپ کا مخلص
محمدؐ اقبال

(اقبال ریویو، اپریل/ جون ۱۹۸۴ء
ص ۵۵)

(انگریزی سے)

# محمد رمضان عطائیؔ کے نام

لاہور

۱۹ر فروری ۳۷ء

جناب من ۔ میں ایک مدت سے صاحبِ فراش ہوں خط و کتابت سے معذور ہوں۔ باقی شعر کسی کی ملکیت نہیں، آپ بلا تکلّف وہ رباعی جو

---

یہ خط جناب محمد رمضان صاحب سینیر انگلش ماسٹر گورنمنٹ ہائی اسکول ڈیرہ غازی خاں کے نام ہے۔ ایک دفعہ مولوی ابراہیم صاحب (سیشن جج گوجرانوالہ) نے اقبال کی مندرجہ ذیل رباعی

تو غنی، از ہر دو عالم من فقیر ۔۔۔ روز محشر عذر ہائے من پذیر
در حسابم را تو بینی ناگزیر ۔۔۔ از نگاہ مصطفٰےؐ پنہاں بگیر

(اے رب! میں فقیر بے نوا ہوں اور تو غنی ہے، روزِ قیامت میرے عذر قبول فرما لینا)

(تیرا فیصلہ یہ ہوا کہ حساب پورا پورا ہوگا، تو پھر یہ پکڑ محمد مصطفٰےؐ کی نگاہوں سے پنہاں رہے!)

محمد رمضان صاحب کے سامنے پڑھی۔ رمضان صاحب صوفی منش آدمی تھے۔ ان کے دل پر رباعی کا اتنا گہرا اثر ہوا کہ وہ گر پڑے چوٹ کھائی اور بے ہوش ہوگئے۔ اس کے بعد وہ اقبال کے مکان پر گئے اور التجا کی کہ یہ رباعی انھیں بخش دی جائے۔ انھوں نے یہ بھی کہا کہ وہ وصیت کریں گے کہ ان کے مرنے کے بعد یہ رباعی ان کے ماتھے پر لکھ دی جائے۔ ان کی اس عقیدت کے پیش نظر اقبال نے رباعی انھیں بخش دی اور اسے اپنے کلام میں شامل نہیں کیا۔ اس کی بجائے اقبال نے ایک اور رباعی کہی جو "ارمغان حجاز" صفحہ ۲۳ پر موجود ہے۔ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

آپ کو پسند آ گئی ہے اپنے نام سے مشہور کریں۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔

محمدؐ اقبال

لاہور

دبستان اقبال (عکس)

مرتب: پروفیسر ایم آئی ملک

---

(بقیہ حاشیہ پچھلے صفحے کا

بہ پایاں چو رسد ایں عالم پیر — شود بے پردہ ہر پوشیدہ تقدیر
مکُن رسوا حضورِ خواجہؐ مارا — حسابِ من ز چشمِ اُو نہاں گیر

(جب یہ دنیا ختم ہو گی اور ہر پوشیدہ تقدیر کھل جائے گی اس وقت میرا مالک مجھے محمد مصطفیٰؐ کے سامنے رسوا نہ کیجیو میرا حساب ان کی نگاہوں سے پنہاں رکھیو)

اپنی موت سے قریباً ڈھائی ماہ قبل جنوری ۱۹۳۸ء میں جب علامہ اقبال نے مولانا محمد اسلم جیراجپوری کو یہ رباعی سنائی تو تیسرا مصرع اس طرح تھا۔

تو اگر بینی حسابم ناگزیر

مولانا سعید احمد اکبرآبادی کی روایت کے مطابق اس رباعی کا تیسرا مصرع یوں تھا۔

یا اگر بینی حسابم ناگزیر (جوہر اقبال ص ۱۷۷)

اس سلسلہ میں پروفیسر ایم۔ آئی۔ ملک کا مضمون بعنوان "علامہ اقبال کی شعر بخشی" مشمولہ رسالہ "ہمایوں" لاہور مارچ ۱۹۳۹ء ص ۳۳۷ اور ان کا مقالہ "اقبال کا ارادہ حج اور زادراہ" ملاحظہ ہو۔ جو ان کی تصنیف "دبستانِ اقبال" مطبوعہ اولڈ راونیز ایسوسی ایشن OLD RAVINS ASSOCIATION) کراچی، ۱۹۷۱ء بصد شکریہ: ڈاکٹر سید معین الرحمٰن صاحب، صدر شعبہ اردو، گورنمنٹ کالج، لاہور: ۱۰ر اکتوبر ۱۹۸۷ء)۔

POST CARD

ADDRESS

# آل احمد سرور کے نام

لاہور

۱۲ رمارچ ۱۹۳۷ء

جناب من !

میری آنکھوں میں پانی اترنے کے آثار ہیں۔ ڈاکٹر لکھنے پڑھنے سے منع کرتے ہیں۔ جب تک آپریشن نہ ہو جائے۔ معاف کیجیے گا، یہ خط اپنے ایک دوست سے لکھوا رہا ہوں۔

---

نوٹ : یہ خط 'ماہ نو' سے شکریے کے ساتھ نقل کیا جاتا ہے سُرور صاحب نے یہ خط 'اقبال نامہ' کے لیے مرحمت فرمانے کا وعدہ کیا تھا لیکن خط دستیاب نہ ہوا اور وہ علی گڑھ سے لکھنؤ چلے گئے اور وہیں واپس لاہور آگیا تو انھوں نے یہ خط 'ماہ نو' میں شائع کرادیا۔

اقبال نے بال جبریل میں مسولینی کے زیرِ عنوان اس کی کامرانیوں سے متاثر ہو کر چند وجدانگیز اشعار لکھے ہیں :

ندرت فکر و عمل کیا شے ہے ؟ ذوقِ انقلاب
ندرت فکر و عمل کیا شے ہے ؟ ملّت کا شباب
ندرتِ فکر و عمل سے معجزاتِ زندگی
ندرتِ فکر و عمل سے سنگِ خارا لعلِ ناب

اسی انداز سے علامہ نے مسولینی کے کمالات گنوائے ہیں، اور آخر میں اٹلی کو بتایا ہے کہ

فیض یہ کس کی نظر کا ہے کرامت کس کی ہے
وہ کہ ہے جس کی نگاہ مثلِ شعاعِ آفتاب

(عطا اللہ)

آپ کے دل میں جو باتیں پیدا ہوئی ہیں ان کا جواب بہت طویل ہے. اور میں بحالتِ موجودہ طویل خط لکھنے سے قاصر ہوں۔ اگر میں کبھی علی گڑھ حاضر ہوا یا آپ کبھی لاہور تشریف لائے تو انشاءاللہ زبانی گفتگو ہوگی۔ سرِدست میں دو چار باتیں عرض کرتا ہوں۔

(۱) میرے نزدیک فاشزم، کمونزم یا زمانۂ حال کے اور اِزم کوئی حقیقت نہیں رکھتے۔ میرے عقیدے کی رُو سے صرف اسلام ہی ایک حقیقت ہے جو بنی نوعِ انسان کے لیے ہر نقطۂ نگاہ سے موجب نجات ہو سکتی ہے۔ میرے کلام پر ناقدانہ نظر ڈالنے سے پہلے حقائق اسلامیہ کا مطالعہ کریں تو ممکن ہے کہ آپ انھیں نتائج تک پہنچیں، جن تک میں پہنچا ہوں۔ اس صورت میں غالباً آپ کے شکوک تمام کے تمام رفع ہو جائیں۔ یہ ممکن ہے کہ آپ کا VIEW[1] مجھ سے مختلف ہو یا آپ خود دینِ اسلام کے حقائق کو ہی ناقص تصور کریں۔ اس دوسری صورت میں دوستانہ بحث ہو سکتی ہے جس کا نتیجہ معلوم نہیں کیا ہو۔

(۲) آپ کے خط سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے میرے کلام کا بھی بالاستیعاب مطالعہ نہیں کیا۔ اگر میرا یہ خیال صحیح ہے تو میں آپ کو یہ دوستانہ مشورہ دیتا ہوں کہ آپ اس طرف بھی توجہ کریں کیونکہ ایسا کرنے سے بہت سی باتیں خود بخود آپ کی سمجھ میں آجائیں گی۔

(۳) مسولینی کے متعلق جو کچھ میں نے لکھا ہے۔ اس میں آپ کو تناقص نظر آتا ہے۔ آپ درست فرماتے ہیں لیکن اگر اس بندۂ خدا میں DEVIL[2]

---

[1] خیال، رائے۔

[2] شیطان۔

اور SAINT دونوں کے خصوصیات جمع ہوں تو اس کا میں کیا علاج کروں.
مسولینی سے اگر کبھی آپ کی ملاقات ہو تو آپ اس بات کی تصدیق کریں گے
کہ اس کی نگاہ میں ایک ناممکن البیان تیزی ہے۔ جس کو شعاعِ آفتاب سے
تعبیر کر سکتے ہیں کم از کم مجھ کو اسی قسم کا احساس ہوا۔

(۴) آپ یونیورسٹی کے شعبۂ اردو کے لیکچرار ہیں۔ اس واسطے مجھے یقین
ہے کہ لٹریچر کے اسالیب بیان سے مجھ سے زیادہ واقف ہیں۔ تیمور کی روح
کو اپیل کرنے سے تیموریت کو زندہ کرنا مقصود نہیں بلکہ وسط ایشیا کے ترکوں
کو بیدار کرنا مقصود ہے۔ تیمور کی طرف اشارہ محض اسلوب بیان ہے۔ اسلوب
بیان کو شاعر کا حقیقی VIEW تصور کرنا کسی طرح درست نہیں۔ ایسے اسالیب
کی مثالیں دُنیا کے ہر لٹریچر میں موجود ہیں۔ والسلام

آپ کا مخلص محمدؐ اقبال

(اقبال نامہ)

## نور حسین کے نام

لاہور

۱۷ مارچ ۳۷ء

جناب من۔ السلام علیکم

آپ کا خط مل گیا ہے۔ میں خرابیٔ صحت اور کمزوریٔ بصارت کی وجہ سے

---

ے ولی

اس خط کے مکتوب الیہ جناب نور حسین ہیں جو آج کل ہرنائی (بلوچستان) میں کمیشن ایجنٹ ہیں۔ انھوں نے شدت عقیدت سے اپنے خط میں خواہش ظاہر کی کہ اگر روز گار

(بقیہ اگلے صفحے پر)

خود نہیں لکھ سکتا۔ اس واسطے ایک دوست رسے، خط کا جواب لکھوا رہا ہوں معاف کیجیے۔

افسوس ہے کہ شہر لاہور میں آپ کے لیے کوئی صورت گزارہ ہو جانے کے متعلق میں کوئی امید آپ کو نہیں دلا سکتا۔ یہاں کے سینکڑوں تعلیم یافتہ نوجوان بے کار پھر رہے ہیں۔ سرکاری ملازمت کا دروازہ عملاً بند ہے اور پرائیویٹ ملازمت تجارت کی کساد بازاری کی وجہ سے قریبًا ناممکن ہوگئی ہے۔ ایسی حالت میں میں آپ کو لاہور کی طرف رخ کرنے کا مشورہ نہیں دے سکتا۔ میں ذاتی تجربہ کی بنا پر یہ کہہ سکتا ہوں کہ جو لوگ لاہور میں ملازمت کی تلاش میں آتے ہیں ان کو بے اندازہ پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔
باقی رہے آپ کے خواب[1]، سو عرض یہ ہے کہ میں فنِ تعبیر میں کوئی ملکہ نہیں

---

(بقیہ پچھلے صفحہ کا)

کا انتظام ہو سکے تو وہ لاہور میں آکر مقیم ہو جایئں اور اس طرح ان کی صحبت سے مستفید ہو سکیں۔ جناب نور حسین نے لاہور کو "مدینہ محمد اقبال" کا نام دیا ہے۔ (بشیر احمد ڈار)

[1] جناب نور حسین نے اپنا یہ خواب اقبال کو تحریر کر کے اس کی تعبیر دریافت کی تھی: "بندہ گنبدِ خضرا کے اندر پالتی مار کر بیٹھا ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم مقبرے کے چبوترے پر بیٹھے ہیں چہرہ خوفناک ہے، آنکھیں ماتھے پر ہیں، خوف اور کراہت ہو رہی ہے۔ تھوڑی دیر بعد صورت منقلب ہوتی ہے۔ چہرہ مبارک نورانی، داڑھی نصف سیاہ نصف سفید ہے رات کی جگہ دن ہے۔ پھر صورت منقلب ہوتی ہے۔ چہرہ بہت نورانی ہے۔ تیس بتیس کا سن ہے۔ سر پر بال پٹے رکھتے ہیں۔ داڑھی چھوٹی چھوٹی سیاہ۔ پھر چوتھی حالت پیدا ہو گئی ہے آپ کا سن ۱۸، ۱۹ سال (کا ہے)، سبزہ آغاز نوجوان ہیں۔ بندے نے حضرت اقبال کے کلام سے پڑھنا شروع کیا ہوا ہے۔۔۔۔ جوں ہی علامہ اقبال کے کلام سے بندہ نے شعر پڑھا تو آپؐ نے

(بقیہ اگلے صفحے پر)

رکھتا۔ البتہ عام مسلمانوں کی طرح میرا بھی یہ عقیدہ ہے کہ حضور رسالت مآب کی زیارت خیر و برکت کا باعث ہے۔ گزشتہ دس پندرہ سال میں کئی لوگوں نے مجھ سے ذکر کیا ہے کہ انھوں نے حضور رسالت مآبؐ کو جلالی رنگ میں یا سپاہیانہ لباس میں خواب میں دیکھا ہے۔ میرے خیال میں یہ علامت احیائے اسلام کی ہے۔

والسلام
محمدؐ اقبال

(عکس) (انوار اقبال)

## محمد علی جناح کے نام

بصیغۂ راز

لاہور

۲۰ مارچ ۱۹۳۷ء

مائی ڈیر مسٹر جناح

امید ہے پنڈت جواہر لعل نہرو کا وہ خطبہ جو انھوں نے آل انڈیا نیشنل کانوینشن کے اجلاس میں فرمایا ہے آپ کے ملاحظہ سے گزرا ہوگا۔ اور اس کے بین السطور ہندوستانی مسلمانوں سے متعلق اس خطبہ میں جو

---

(بقیہ پچھلے صفحہ کا)

کبھی حضرت علامہ کے کلام کو اسی طرح پڑھنا شروع کر دیا ہے۔ بندہ اور آں حضرتؒ بالکل آمنے سامنے جیسے استاد شاگرد یا دوست دوست حضرت علامہ اقبال کے کلام کو دہراتے اور داد دیتے ہیں۔ سرور کا وہ عالم ہے جس کی کیفیت تحریر میں نہیں آ سکتی۔"

(بشیر احمد ڈار)

حکمت عملی کارفرما ہے اس پر آپ نے پورے طور پر غور کیا ہوگا میں سمجھتا ہوں کہ آپ کو اس امر کا بخوبی اندازہ ہے کہ ہندوستان اور اسلامی ایشیا کی آئندہ سیاسی ترقیات کے پیش نیا دستور ہندی مسلمانوں کو اپنی تنظیم کے لیے ایک نادر موقع بہم پہنچاتا ہے۔

---

نوٹ: مندرجہ بالا خط کا پس منظر یہ ہے کہ صوبہ جاتی خود مختاری کے بعد انتخابات میں چھ ہندو اکثریت صوبوں میں کانگریس کو زبردست کامیابی حاصل ہوئی۔ لیکن مسلم اکثریت صوبوں میں بجز شمال مغربی صوبہ کے سخت ناکامی ہوئی۔ اس خوشی میں پنڈت جواہر لال نہرو نے ۱۹/ مارچ ۱۹۳۷ء کو ایک آل انڈیا کانونشن منعقد کیا جس میں تمام ۸۰۰ اراکین اسمبلی جو کانگریس کے ٹکٹ پر کامیاب ہوئے تھے مدعو کیے گئے۔ اس کانونشن میں تقریر کرتے ہوئے پنڈت نہرو نے مندرجہ ذیل امور پر زور دیا۔

(۱) اب تک کانگریس مسلمان رہنماؤں سے فرقہ وارانہ مسئلہ پر گفت وشنید کرتی رہی ہے اور مسلمان عوام کو یک قلم نظر انداز کرتی رہی ہے۔

(۲) مسلمانان ہند کا کوئی جداگانہ وجود نہیں۔ یہ تو عہد وسطیٰ کی نشانی باقی رہ گئی ہے۔

(۳) اصل مسئلہ اقتصادی ہے۔ اور اس میں ہندو، مسلم، سکھ، عیسائی کا کوئی امتیاز نہیں ہے۔

(۴) آج مسلمان عوام سخت درجہ مایوس ہو چکے ہیں اور اپنے ہم وطنوں کے دوش بدوش چلنا چاہتے ہیں۔

(۵) آل انڈیا نیشنل کانونشن کے نتیجہ میں کانگریس نے مسلم عوام سے رابطہ کی تحریک شروع کی لیکن ناکام ثابت ہوئی۔

(بشیر احمد ڈار)

اگرچہ ہم ملک میں دیگر ترقی پسند پارٹیوں کے ساتھ تعاون کے لیے تیار ہیں تاہم ہمیں اس حقیقت کو ہرگز نظر انداز نہ کرنا چاہیے کہ ایشیا میں اسلام کے اخلاقی و سیاسی اقتدار کے مستقبل کا دارومدار تمام تر ہندوستانی مسلمانوں کی مکمل تنظیم پر ہے۔ لہذا میری تجویز ہے کہ آل انڈیا نیشنل کانوینشن کا ایک موثر جواب دیا جائے۔ آپ کو چاہیے کہ دہلی میں جلد از جلد ایک آل انڈیا مسلم کانوینشن منعقد کریں۔ جس میں نئی صوبائی اسمبلیوں کے ارکان کے علاوہ دوسرے مقتدر مسلم رہنماؤں کو بھی دعوتِ شمولیت دی جائے۔ آپ کو چاہیے کہ اس اسلامی موتمر کی طرف سے پوری قوت اور قطعی وضاحت کے ساتھ ہندوستان میں مسلمانوں کی جداگانہ سیاسی وحدت کا بطور نصب العین اعلان کر دیں۔ یہ امر لابدی ہے کہ ہندوستان اور بیرون ہندوستان کی دنیا کو بتا دیا جائے کہ ملک میں صرف اقتصادی مسئلہ ہی تنہا ایک مسئلہ نہیں ہے بلکہ مسلمانوں کی اکثریت کی نگاہ میں ثقافتی مسئلہ ہندوستان کے مسلمانوں کے لیے اگر معاشی مسئلہ سے زیادہ اہم نہیں تو اس سے کسی طرح کم اہمیت کا حامل بھی نہیں۔ اگر آپ ایسی کانوینشن منعقد کر سکیں تو ان اراکین اسمبلی کی حیثیت کا امتحان بھی ہو جائے گا جنھوں نے مسلمانوں کی خواہشوں اور مقاصد کے خلاف اپنی اپنی جداگانہ پارٹیاں قائم کر لی ہیں۔ مزید برآں اس کانوینشن سے ہندوؤں پر بھی یہ عیاں ہو جائے گا کہ کوئی حربہ خواہ وہ کسی قدر عیارانہ کیوں نہ ہو ہندی مسلمانوں کو اپنے ثقافتی وجود سے غافل نہیں کر سکتا۔

میں چند روز تک دہلی[1] آ رہا ہوں اور اس اہم مسئلہ پر آپ سے گفتگو

---

[1] اقبال کو حکیم نابینا صاحب سے مشورہ کی خاطر دہلی جانا تھا۔

(بشیر احمد ڈار)

کروں گا۔ میرا قیام افغانی قونصل خانہ میں ہوگا۔ اگر آپ کو کچھ فرصت میسر آسکے تو وہیں ہماری ملاقات ہونی چاہیے۔ ازراہ کرم اس خط کے جواب میں چند سطور جلد از جلد تحریر فرمایئے۔

آپ کا مخلص
محمد اقبال

مکرر آنکہ[1]۔ معاف فرمایئے ضعف بصارت کی وجہ سے یہ خط میں نے ایک دوست سے لکھوایا ہے۔

(انگریزی سے) (اقبال نامہ)

## راغب احسن کے نام

جاوید منزل۔ لاہور
۳۱ مارچ ۱۹۳۷ء

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ،

افسوس کہ میں کاہلی کی وجہ سے آپ کے پچھلے دونوں خطوط کے جواب نہیں دے سکا۔ میں کل مورخہ یکم اپریل کو دہلی بغرض علاج جا رہا ہوں اور دو روز کے قیام کے بعد واپس آجاؤں گا۔

اب میری صحت اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے آگے کی نسبت اچھی ہے۔ والسلام

محمد اقبال

(عکس۔ یہ خط علامہ نے کسی سے لکھوایا ہے۔) (اقبال۔ جہان دیگر)

---

[1] یہ فقرے LETTERS OF IQBAL مرتبہ بشیر احمد ڈار میں موجود نہیں۔ (مولف)

جاوید منزل
لاہور
۳۱ مارچ ۱۹۳۷ء

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ افسوس ہے میں بیماری کی وجہ سے آپ کے بھیجے ہوئے خطوط کا جواب نہیں دے سکا۔ میں کل صبح یکم اپریل کو دہلی بغرض علاج جا رہا ہوں۔ اور دو روز کے قیام کے بعد واپس آجاؤں گا۔ اب میری صحت اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آگے کی نسبت اچھی ہے۔ والسلام

محمد اقبال

# شیخ اعجاز احمد کے نام

برخوردار اعجاز احمد طال عمرہ

میں کل صبح دہلی آیا تھا۔ آج حکیم صاحب نابینا سے ملاقات کی ہے اور تمہاری بیوی کے متعلق ان سے مفصل کہہ دیا ہے۔ تم کسی روز ان سے مل کر والدۂ تحسین کی نبض دکھانے کے لیے وقت مقرر کر لو تاکہ حکیم صاحب وہ وقت مریضہ کے لیے خالی رکھیں اور تخلیہ میں مفصل حالات سن سکیں۔ میں کل شام واپس لاہور جا رہا ہوں۔ باقی تمہارے بچوں کو دعا و سلام۔ اس خط میں حکیم صاحب کے نام بھی ایک خط ملفوف ہے۔ جو اگر ضرورت ہو تو حکیم صاحب کو دکھلا دینا۔

محمدؐ اقبالؒ

قونصل خانہ۔ افغانستان نیو دہلی

۳ راپریل ۳۷ء

(مظلوم اقبال)

(عکس)

---

ل ۱۹۳۷ء میں میں دہلی میں بطور سب جج تعینات تھا۔ میری اہلیہ کے بدن پر گاہے گاہے دھپڑ نکل آتے تھے۔ ایلوپیتھک والے اس بیماری کو آرٹیکریا (ARTKARIA) کا نام دیتے تھے۔۔۔ افغانستان کے قونصل جنرل ان کے دوست تھے ان کے ہاں قیام فرمایا۔ وہاں سے بذریعہ ڈاک مجھے یہ خط میرے دہلی کے پتہ پر لکھا۔
۔۔۔۔۔ اس خط کا متن ان کا قلمی نہیں کسی اور سے لکھوایا گیا۔ لیکن دستخط ان کے ہیں قونصل خانہ کا پتہ اور تاریخ تحریر خط بھی ان کی قلمی ہیں۔

(شیخ اعجاز احمد)

برخوردار اعجاز احمد طال عمرہ

میں کل صبح دہلی آیا تھا۔ آج حکیم صاحب نابینا سے ملاقات کی ہے اور تمہاری بیوی کے متعلق ان سے مفصل کہدیا ہے۔ تم کسی دن اُن سے مل کر والدہ تحسین کی نبض دکھانے کے لئے وقت مقرر کر لو تاکہ حکیم صاحب وہ وقت مریضہ کے لئے خالی رکھیں اور تخلیہ میں مفصل حالات سُن سکیں۔ میں کل شام واپس لاہور جا رہا ہوں۔ باقی تمہارے کنبہ کو دعا۔ والسلام

اس خط میں حکیم صاحب کے نام بھی ایک خط ملفوف ہے۔ جو اگر ضرورت ہو تو حکیم صاحب کو دکھلا دو۔

محمد اقبال

[illegible] خانہ۔ [illegible] دہلی

۲۳ اپریل [illegible]

# (سردار) امراؤ سنگھ کے نام

لاہور

۱۴ اپریل ۱۹۳۷ء

مائی ڈیر یو ایس[1]

آپ کے خطوط کا بہت شکریہ۔ جو مجھے اس دوران موصول ہوئے۔ بدقسمتی سے میں خطوط کی جواب دہی میں بہت زیادہ تساہل برتنے لگا ہوں۔ امید ہے کہ جواب میں تاخیر کے لیے مجھے معاف فرمائیں گے۔

میں "سفر نامہ ابراہیم بیگ" سے واقف ہوں اور عرصہ ہوا میں نے اسے پڑھا بھی تھا۔ مارماڈیوک پکتھال[2] کا قرآن پاک کا ترجمہ دیگر تراجم سے بہتر ہے۔ اس میں کسی قسم کے حواشی نہیں ہیں۔ قرآن کے مطابق توحید کا تصور آفاقی ہے اور ابتدائے کائنات سے ہر ملک میں اس کی تعلیم دی گئی ہے۔ یہ کسی خاص صحیفہ آسمانی تک مختص نہیں۔

شہزادی[3] صاحبہ چند روز ہوئے مجھ سے ملنے آئی تھیں یہ ان کی بڑی کرم فرمائی ہے کہ وہ تشریف لائیں اور میرے لیے گلاب کے حسین پھول بطور

---

نوٹ یہ خط علامہ اقبال نے کسی سے لکھوایا۔ یہ وہ زمانہ ہے جب آنکھ میں موتیا اتر آنے کی وجہ سے وہ لکھنا پڑھنا ترک کر چکے تھے۔

[1] یو ایس (U.S) سے مراد امراؤ سنگھ UMRAO SINGH

[2] پکتھال پر نوٹ کلیاتِ مکاتیب اقبال کی جلد دوم (ص ۸۱۹) میں ملاحظہ فرمائیں۔

[3] شہزادی بمبا دلیپ سنگھ سے مراد ہے۔

(مولف)

تحفے لے کر آئیں۔ انھوں نے بتایا کہ وہ یورپ جا رہی ہیں لیکن ہندوستان سے روانگی سے قبل وہ چند روز آپ کے ہاں قیام کریں گی۔ اپنی اہلیہ اور لڑکی کو دعائیں۔

امید ہے کہ آپ مع الخیر ہوں گے۔

آپ کا مخلص
محمدؐ اقبال

(انگریزی سے) (سالنامہ نقوش، شمارہ ۱۳۹)
(غیر مطبوعہ)

## سر راس مسعود کے نام

لاہور

۱۹ر اپریل ۱۹۳۷ء

ڈیر مسعود۔ کئی دنوں سے تمہاری خیریت معلوم نہیں ہوئی۔ امید ہے کہ لیڈی مسعود اور بچی خدا کے فضل و کرم سے مع الخیر ہوں گی۔ ان کی خیریت سے مطلع کیجیے۔ میں ایک روز کے لیے دہلی گیا تھا۔ حکیم نابینا کی دوائی سے صحت بہت ترقی کر رہی ہے۔ تم اپنی خیریت سے مطلع کرو۔ گرمی کا آغاز لاہور میں ہو گیا ہے۔ گو رات کو ذرا سردی ہو جاتی ہے۔ کیا آپ کا اس دفعہ کشمیر جانے کا قصد ہے؟ رات میں نے ایک کشمیری بزرگ سے سُنا کہ تم کشمیر کے ہوم منسٹر بننے والے ہو۔ کیا اس افواہ میں کوئی صداقت ہے۔ امید نہیں کہ اعلیٰ حضرت نواب صاحب بھوپال تم کو بھوپال چھوڑنے کی اجازت دیں۔ والسلام

تمہارا مخلص محمدؐ اقبال

میں نے یہ خط ایک دوست سے لکھوایا ہے معاف رکھنا۔ آنکھ کا معائنہ کرایا ہے اور ڈاکٹر نے کہا ہے کہ دوسرے معائنہ تک لکھنا پڑھنا

بند کردو۔

جاوید تم کو اور لیڈی مسعود کو سلام کہتا ہے۔ اور علی بخش بھی سلام عرض کرتا ہے۔

(اقبال نامہ)

## محمد علی جناح کے نام

لاہور

۲۲ر اپریل ۱۹۳۷ء

مائی ڈیر مسٹر جناح

دو ہفتے گزرے میں نے دہلی کے پتہ پر ایک خط لکھا تھا۔ معلوم نہیں شرفِ ملاحظہ حاصل کر سکا یا نہیں۔ میں نے وہ خط آپ کے دہلی کے پتہ پر لکھا تھا۔ بعد میں جب میں خود دہلی پہنچا تو معلوم ہوا کہ آپ تشریف لے جا چکے تھے۔ اس خط میں میں نے تجویز کی تھی کہ ہم فوراً کسی بھی مقام پر مثلاً دہلی میں ایک آل انڈیا مسلم کانونشن منعقد کریں اور ایک مرتبہ پھر حکومت اور ہندوؤں دونوں کے لیے مسلمانوں کی پالیسی کا اعلان کیا جائے۔ چونکہ صورتِ حال نازک تر ہوتی جا رہی ہے اور پنجاب کے مسلمان ان وجوہ کی بنا پر جن کی تشریح و تفصیل اس وقت غیر ضروری ہے۔ کانگریس کی طرف مائل ہو رہے ہیں۔ میں آپ سے درخواست کروں گا کہ آپ اس مسئلہ پر جلد از جلد غور کریں اور اس کے متعلق اپنی اوّلین فرصت میں فیصلہ کریں۔ مسلم لیگ کا اجلاس تو اگست تک کے لیے ملتوی ہو چکا ہے لیکن حالات مسلم پالیسی کے فوری اعلانِ مکرّر کے مقتضی ہیں۔ اگر کانونشن کے اجلاس سے قبل مقتدر مسلمان لیڈروں کا ایک دورہ بھی ہو جائے تو کانونشن یقیناً نہایت کامیاب رہے گا۔ از راہِ کرم اس خط کا

جواب اپنی اوّلیں فرصت میں دیجیے۔

آپ کا مخلص
محمدؐ اقبال
بار ایٹ لا
(اقبال نامہ)

(انگریزی سے)

## شیخ اعجاز احمد کے نام

لاہور

۲۳ اپریل ۱۹۳۷ء

برخوردار اعجاز طال عمرہٗ

تمہارا خط مل گیا ہے۔ مجھے یہ معلوم کر کے خوشی ہوئی ہے کہ تمہاری بیوی کو حکیم صاحب کے علاج سے فائدہ ہوا ہے۔ یہ علاج جاری رہنا چاہیے بلکہ کامل صحت ہو جانے کے بعد بھی کچھ عرصہ تک اس کا جاری رہنا ضروری ہے حکیم صاحب طبیب ہونے کے علاوہ درویش ہیں اور مجھ کو ان کی یہ ادا نہایت پسند ہے۔ والسلام

تمہارے بچوں کو دعا

محمدؐ اقبال

یہ خط میں نے ایک دوست سے لکھوایا ہے۔ کیونکہ ڈاکٹر نے مجھ کو آنکھ کے دوسرے معائنہ تک لکھنے پڑھنے سے منع کر دیا ہے۔

(عکس) (مظلوم اقبال)

---

نوٹ: یہ خط مظلوم اقبال مرتبہ شیخ اعجاز احمد میں کچھ محذوف حصوں کے ساتھ شائع ہوا ہے۔ اب عکس کے مطابق پورا متن پیش کیا جا رہا ہے۔ جو مجلہ "شاعر" اقبال نمبر ۱۹۸۸ء میں شائع ہوا تھا (مولف)

ے اس خط میں دستخط بھی ان کے نہیں ہیں لیکن انداز تحریر انھیں کا ہے۔

(شیخ اعجاز احمد)

لاہور
۲۳ اپریل ۱۹۳۷ء

برخوردار اعجاز طال عمرہٗ

تمہارا خط مل گیا ہے۔ مجھے یہ معلوم کر کے خوشی ہوئی ہے کہ تمہاری بیوی کو حکیم صاحب کے علاج سے فائدہ ہوا ہے۔ یہ علاج جاری رہنا چاہیے۔ بلکہ کامل صحت ہو جانے کے بعد بھی کچھ مدت تک اس کا جاری رہنا ضروری ہے۔ حکیم صاحب طبیب ہونے کے علاوہ درویش بھی ہیں۔ لہٰذا تم کو ان کا ادب بہت کرنا چاہیے۔ والسلام
تمہاری بیوی کو دعا

محمد اقبال

یہ خط میں نے ایک دوست سے لکھوایا ہے۔ چونکہ ڈاکٹروں نے مجھے ایک مدت تک لکھنے پڑھنے سے منع کر دیا ہے۔

# مولوی عبدالحق کے نام

لاہور

۲۸ ر اپریل ۱۹۳۷ء[1]

مخدومی جناب مولوی صاحب

آپ کا والا نامہ بمع[2] روئداد اور اغراض و مقاصد انجمن ملا۔ مجھ کو ان اغراض و مقاصد سے پورا اتفاق ہے۔ نیز انجمن کی رجسٹری کرانا بھی منظور ہے۔

اردو کی اشاعت اور ترقی کے لیے آپ کا دلی میں نقل مکان کرنا بہت ضروری ہے۔ معلوم نہیں آپ کے حالات[3] ایسا کرنے کی اجازت دیتے ہیں یا نہیں۔ کاش میں اپنی زندگی کے باقی دن آپ کے ساتھ رہ کر اردو کی خدمت

---

[1] اس خط کے سرنامے پر "اقبال نامہ" میں تاریخ "۲۸ اپریل ۳۷ء" لکھی ہے۔ اصل خط میں "۲۸ اپریل ۱۹۳۷ء" ہے یعنی سال پورا لکھا گیا ہے۔

[2] "والا نامہ بمع روئداد" میں "بمع" محلِ نظر ہے، مگر یہ خط اقبال کے اپنے ہاتھ کا لکھا ہوا نہیں اس لیے اس غلطی کو اقبال کے سر نہیں تھوپا جا سکتا۔ انھوں نے مکتوب اول میں جو خود ان کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے "مع" لکھا ہے۔

[3] "اقبال نامہ" میں "آپ کے حالات اجازت دیتے ہیں یا نہیں"۔ اصل متن میں "آپ کے حالات ایسا کرنے کی اجازت دیتے ہیں یا نہیں" ہے۔ نقل کرتے وقت "ایسا کرنے کی" محذوف ہو گیا۔ اسی طرح اگلے ایک فقرے میں "اقبال نامہ" کے مطابق "افسوس کہ ایک تو علالت پیچھا نہیں چھوڑتی" ہے مگر اصل متن میں "کہ" کی بجائے صرف ایک استعجابیہ نشان دیا گیا ہے۔

(اقبال اور عبدالحق)

لاہور

۲۸ اپریل ۱۹۳۷ء

مخدومی جناب مولوی صاحب

آپ کا والا نامہ ابھی موصول ہوا اور اغراض و مقاصد ملاحظہ کیے۔ مجھ کو ان اغراض و مقاصد سے پورا اتفاق ہے۔ نیز انجمن کی رکنیت کرنا بھی منظور ہے۔

اردو اشاعت اور ترقی کے لیے آپ کا دلی میں نقل مکانی کرنا بہت ضروری ہے۔ معلوم نہیں آپ کے حالات اب آپ کو اس کی اجازت دیتے ہیں یا نہیں۔ کاش میں اپنی زندگی کے باقی دن آپ کے ساتھ رہ کر اردو کی خدمت کر سکتا۔ لیکن افسوس کہ ایک تو علالت پیچھا نہیں چھوڑتی۔ دوسرے بچوں کی خبرگیری اور ان کی تعلیم و تربیت کے فکر اضطرار دامن گیر ہیں۔ امید ہے کہ آپ کا مزاج بخیر ہوگا۔

مخلص

محمد اقبال

کر سکتا۔ لیکن افسوس کہ ایک تو علالت پیچھا نہیں چھوڑتی، دوسرے بچوں کی خبر گیری اور ان کی تعلیم و تربیت کے فکر افکار دامن گیر ہیں۔ امید کہ آپ کا مزاج بخیر ہو گا۔

مخلص
محمدؐ اقبال
(اقبال اور عبدالحق)

(عکس) یہ خط بھی کسی سے لکھوایا ہے۔

# محمد اکرام کے نام

لاہور
۳ر مئی ۱۹۳۷ء
مائی ڈیر مسٹر اکرام!

پچھلی دفعہ جب آپ سے ملاقات ہوئی تو آپ نے اپنی کتاب غالب نامہ اور سورت کے آم جن کی عمدگی کی آپ نے تعریف کی تھی بھیجنے کا وعدہ کیا تھا۔ آموں کا انتظار تو کر سکتا ہوں لیکن غالب نامہ کے ریویوز اخبارات میں دیکھنے کے بعد اس کے لیے بیتاب ہوں۔ جلد از جلد ایک نسخہ بھیج دیجیے۔

مخلص محمدؐ اقبال
(اقبال نامہ)

(انگریزی سے)

# ڈاکٹر ظفر الحسن کے نام

لاہور

۶ مئی ۱۹۳۷ء

ڈیر ڈاکٹر ظفر الحسن مسلم یونیورسٹی کے فلسفہ کے طالب علموں نے مجھ کو ایک خط لکھا ہے جس میں وہ لکھتے ہیں کہ میں فلسفۂ اسلام کی ایک مفصل تاریخ لکھوں۔ اگرچہ یہ کام میرے ذہن میں تھا۔ لیکن افسوس کہ اس کے مشکلات اور نیز میری موجودہ علالت نے مجھ کو اس کی طرف سے کلّی مایوس کر دیا۔ مضمون اتنا وسیع ہے کہ فی الحال اس کی ابتدا خاص خاص سوالات کی بحث سے شروع کی جا سکتی ہے۔ کچھ مدت ہوئی میں نے آکسفورڈ یونیورسٹی کے لکچروں کے لیے "ٹائم اینڈ اسپیس ان دی ہسٹری آف مسلم تھاٹ"[1] پر لکھنے کا ارادہ کیا تھا۔ اس کے لیے میں نے کچھ MATERIAL بھی جمع کیا تھا۔ لیکن یہ مقصد بھی میری علالت نے پورا نہ ہونے دیا۔ کیا فلسفہ کا کوئی نہایت ہوشیار طالب علم جو عربی اچھی طرح سے جانتا ہو اس کام کو کرنے کے لیے تیار ہے۔ مندرجہ بالا مضمون کو اور بھی محدود کیا جا سکتا ہے مثلاً اس طرح کہ صرف TIME پر بحث ہو اور SPACE کو چھوڑ دیا جائے۔ اگر ایسا

---

[1] TIME AND SPACE IN THE HISTORY OF MUSLIM THOUGHTS

(۱) یہ خط محمد حلیم خاں صاحب (ریڈر شعبہ تعلیمات، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ) کی دریافت ہے۔ اصل خط اردو میں ہے۔ البتہ اس کے ساتھ مجوزہ کتاب کا خاکہ انگریزی زبان میں خود اقبال کے قلم سے ہے جس کا اردو ترجمہ کر دیا ہے۔

(۲) یہ خط کسی اور سے لکھوایا ہے۔ (مؤلف)

لاہور

۶ مئی ۱۹۳۷ء

ڈیئر ڈاکٹر ظفر الحسن

[illegible]

محمد اقبال

طالب علم آپ کی یونیورسٹی میں موجود ہو۔ اور یونیورسٹی اس خاص RESEARCH کے لیے کم از کم دو سال تک وظیفہ بھی دے سکے تو وہ ایک چھوٹی سی نہایت عمدہ کتاب مضمون مذکورہ پر لکھ سکتا ہے۔ جو MATERIAL میرے پاس موجود ہے میں اس کو دے دوں گا۔ اور اگر وہ چند روز لاہور میں ٹھہر سکے تو میں اس کی زبانی بحث و مباحثہ سے بھی مدد کر سکتا ہوں۔ ایسے اسٹوڈنٹ کے لیے ضروری ہے کہ (۱) انگریزی لکھنے پر اچھی قدرت رکھتا ہو (۲) عربی زبان جانتا ہو (۳) صحت اس کی اچھی ہو تاکہ اگر RESEARCH کے لیے اس کو ہندوستان کے مختلف یونیورسٹیوں یا تعلیم گاہوں کے کتب خانے تلاش کرنے کے لیے سفر کرنا پڑے تو یہ زحمت اٹھا سکتا ہو۔ (۴) فلسفۂ جدید خاص کر TIME کی بحث سے اچھی طرح واقف ہو۔

میرے ذہن میں جو مضمون کا خاکہ ہے اس کو ایک علاحدہ کاغذ پر لکھ کر اس خط کے ساتھ ملفوف کرتا ہوں۔ آپ ڈاکٹر ضیاالدین صاحب سے مشورہ کر کے مجھے اس خط کا جواب دیں۔ والسلام

محمدؐ اقبال

## کتاب کا خاکہ

تعارف ۔ ٹائم کا مسئلہ ایشیا میں

(الف) ٹائم ہندو مابعد الطبیعیات میں

(ب) بدھزم کی دلچسپی ٹائم کے مسئلہ میں

(ج) ٹائم کا مسئلہ اور زرتشت

(د) ٹائم قرآن میں

پہلا باب:

مسلم فلسفہ کی تاریخ میں عمومی طور پر ٹائم کی بحث
ٹائم مسلم سائنس دانوں کے یہاں۔ میرا خیال ہے کہ
اس پہلو سے بھی کچھ مواد موجود ہے۔ یہ مواد ہندستان
میں دستیاب ہے یا نہیں اس کے متعلق مجھے نہیں معلوم
اس سلسلے میں طالب علم کو رازی کی مباحث مشرقیہ
اور دوسری کئی چیزوں کا بغور مطالعہ کرنا چاہیئے۔ اس
موضوع پر کچھ مواد ہندستان کی لائبریریوں میں بھی ہوگا

دوسرا باب:

ٹائم اسلامی تصوّف میں
اس سلسلے میں محی الدین ابن عربی، عراقی اور دوسرے
صوفیا، کا مطالعہ کیا جانا چاہیئے۔

تیسرا باب:

ٹائم ہندستان کے مسلم مفکر کی تاریخ میں
ایک ہندستانی مسلم مفکر کے جواب میں میر باقر داماد
نے اپنا مشہور نظریہ ٹائم وضع کیا تھا۔ یہ پوری بحث
تحقیق کی طالب ہے۔
ٹائم کے مسئلہ میں مسلم متکلمین کی دل چسپی ابھی تک کم نہیں
ہوئی ہے۔ مولوی سید برکات احمد ٹونکی کا رسالہ
۱۹۲۴ء میں شائع ہوا تھا۔

(ترجمہ)

(عکس) (ہفت روزہ "الجمعیۃ"

(غیر مدون) یہ بھی بخطِ اقبال نہیں۔ ۱۳ر جنوری ۱۹۳۷ء)

# محمد علی جناح کے نام

لاہور

۱۰ مئی ۱۹۳۷ء

محترم جناح صاحب

آپ کے خط کا بہت شکریہ جو مجھے دریں اثنا موصول ہوا۔ مجھے آپ کو یہ بتانے میں بہت خوشی محسوس ہوتی ہے کہ پنجاب میں لیگ کی نسبت ہمدردانہ جذبات میں تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے، اور یہ کہ یونینسٹوں سمیت پنجاب کے مسلمان آپ کی پوری پشت پناہی کریں گے۔ میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ کیا آپ کے لیے یہ ممکن ہو گا کہ آپ شمالی ہند کا ایک دورہ کریں اور میرٹھ میں آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس سے پہلے، ہر صوبے میں، اہم شہروں میں چند روز کے لیے جائیں۔ میرا خیال ہے کہ مسلم لیگ کے آئین میں مناسب تبدیلیاں کرنا ضروری ہیں تاکہ مسلم لیگ کو عوام النّاس کے قریب تر لایا جائے جنھوں نے اب تک مسلمانوں کے بالائی متوسط طبقے کی سیاسی سرگرمیوں میں کوئی دل چسپی نہیں لی۔

---

نوٹ: یہ خط غالباً علامہ کے بچوں کی گورنس ڈورنس احمد کے قلم سے لکھا گیا ہے۔ مارچ ۱۹۳۷ء اور اپریل ۱۹۳۸ء کے درمیانی تیرہ ماہ کے عرصے میں صرف ایک خط علامہ کے ہاتھ کا تحریر کردہ ہے۔ یہ خط ۲۰ مئی ۱۹۳۷ء کو شیخ اعجاز احمد کے نام لکھا گیا تھا۔

(ڈاکٹر صابر کلوروی)

ڈاکٹر صابر کلوروی صاحب کا مذکورہ بالا نوٹ کلی طور پر درست نہیں۔ مکتوب محرّرہ ۲۰ مئی ۱۹۳۷ء کے علاوہ دو اور خط خود اقبال کے تحریر کردہ ہیں۔ مکاتیب مورخہ ۲۲ مئی ۱۹۳۷ء اور ۲ جولائی ۱۹۳۷ء۔

(مولف)

عام مسلمانوں کو شکایت ہے کہ ہمارے لیڈروں کو صرف اپنے عہدوں سے دل چسپی ہے، اور یہ کہ حکومت کے مختلف محکموں میں خالی اسامیاں وزیرؔوں[1] کے رشتہ داروں یا دوستوں کے لیے مخصوص کردی جاتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے عام مسلمان سیاسی معاملات میں کم دل چسپی لیتا ہے۔ میرا ذاتی خیال ہے کہ ان کی شکایت بجا ہے۔ مجھے اُمیّد ہے کہ آپ لیگ کے دستور میں چند مناسب ترمیمات کے بارے میں ضرور غور کریں گے جس سے عوام النّاس میں، لیگ اور اس کی سرگرمیوں کے ضمن میں بہتر توقعات پیدا ہوں گی۔

براہِ کرم اپنے جواب سے سرفراز فرمائیں!

آپ کا مخلص

محمدؐ اقبال

(رسالہ اقبالیات، لاہور، جنوری۔مارچ ۱۹۸۸ء)

(انگریزی سے)

(غیر مدون)

---

[1] ڈاکٹر صابر کلوروی نے یہاں لفظ: MINISTERS کو سہواً UNIONISTS پڑھا۔

# محمد اکرام کے نام

لاہور

۱۲ مئی ۱۹۳۷ء

مائی ڈیر مسٹر اکرام

عنایت نامے اور کتاب[1] کے لیے جو اس کے موصول ہونے کے ایک گھنٹہ بعد ملی شکریہ قبول فرمائیے۔ آپ نے دیباچے کی تیاری اور غالب کی غزلوں کی تاریخ وار ترتیب میں خاص محنت و کاوش سے کام لیا ہے۔ بلاشبہ آپ نے غالب پر ایک نہایت عمدہ تصنیف پیش کی ہے۔ اگرچہ بد قسمتی سے مجھے آپ کے چند نتائج سے اتفاق نہیں۔ میرا ہمیشہ سے یہ خیال رہا ہے کہ غالب کو اردو غزل میں بیدل[2] کی تقلید میں مکمل ناکامی ہوئی۔ غالب نے بیدل کے طرز کی نقالی ضرور کی۔ لیکن بیدل کے معانی سے اس کا دامن تہی رہا۔ بیدل فکر کے لحاظ سے اپنے ہم عصروں سے آگے تھا اس امر کے ثبوت میں شہادت پیش کی جا سکتی ہے کہ ہند اور بیرون ہند کے معاصرین بیدل اور دیگر دلدادگانِ نظم فارسی کے نظریۂ حیات کو سمجھنے سے قاصر رہے ہیں۔

امید کہ آپ بخیریت ہوں گے۔ آپ کا مخلص

محمد اقبال

(انگریزی سے) (اقبال نامہ)

---

[1] شیخ محمد اکرام کی معروف تصنیف غالب نامہ مراد ہے۔

[2] اس وقت صورت حال ایسی ہی تھی اب بیدل افغانستان، ترکستان اور وسط ایشیا میں مقبول ہیں ایران میں بھی اس کی شاعری کی جانب توجہ دی جا رہی ہے۔

انگریزی متن کے مطابق ترجمہ میں ترمیم کی گئی ہے۔ (مولف)

# قاضی نذیر احمد کے نام

لاہور

۱۲ مئی ۱۹۳۷ء

جناب من! ڈاکٹر صاحب کو آپ کا خط مل گیا ہے۔ وہ خود علیل ہیں۔ اس واسطے مجھ سے آپ کے سوالات کا مندرجہ ذیل جواب لکھوایا ہے:

(۱) میری تحریروں میں خودی کا لفظ دو معنوں میں مستعمل ہوا ہے اخلاقی اور مابعد الطبیعی۔ ہر دو معنوں میں لفظ مذکور کی تشریح واضح طور پر کر دی گئی ہے۔ جس میں فارسی جاننے والے کو کسی قسم کے شک کی گنجایش نہیں رہتی۔ اسرارِ خودی' اور' رموزِ بیخودی' دونوں کا موضوع یہی مسئلہ خودی ہے۔ ان کتابوں کے پڑھنے سے آپ کو اطمینان ہو جائے گا۔ اگر ان دونوں میں یا کسی اور کتاب میں آپ کو کوئی ایسا شعر ملے جس میں خودی کا مفہوم تکبّر یا نخوت لیا گیا ہو تو اس سے مجھے آگاہ کیجیے گا۔

اس کے علاوہ مذکورہ بالا دونوں کتابیں اُنیس سو چودہ اور ۱۹۱۸ء میں شائع ہوئیں۔ اس وقت سے لے کر اس وقت تک سینکڑوں مضمون ان کے مطالب کی تشریح میں لکھے گئے ہیں۔ باوجود ان کے اگر کسی کو غلط فہمی ہو تو اس کا کیا علاج ہو سکتا ہے۔ اس زمانے میں یہ ممکن نہیں کہ سچائی کی دو قسمیں قرار دی جائیں۔ ایک عوام کے لیے ایک خواص کے لیے اور جو صداقت خواص کے لیے ہو اسے عوام پر ظاہر نہ کیا جائے۔ لیکن میرے حالات کے لیے یہ سوال پیدا ہی نہیں ہوتا۔ کیونکہ میں نے مسئلہ خودی کے صرف اس پہلو کو نمایاں کیا ہے جس کا جاننا اس زمانے کے ہندی مسلمانوں کے لیے میرے خیال میں ضروری ہے اور جس کو ہر آدمی سمجھ سکتا ہے۔ خودی کے متعلق تصوف کے

جو دقیق مسائل ہیں اُن سے میں نے اعراض کیا ہے۔

(۲) دوسرے سوال کا جواب بہت طویل ہے مگر افسوس کہ طویل خط لکھنے کی نہ ہمت ہے نہ خواہش۔ مختصراً یہ عرض ہے کہ عصبیت اور چیز ہے اور تعصب اور چیز ہے۔ عصبیت کی جڑ حیاتی (BIOLOGICAL) ہے اور تعصب کی نفسیاتی (PSYCHOLOGICAL) تعصب ایک بیماری ہے جس کا علاج اطبار روحانی اور تعلیم سے ہوسکتا ہے۔ عصبیت زندگی کا ایک خاصہ ہے جس کی پرورش اور تربیت ضروری ہے۔ اسلام میں انفرادی اور اجتماعی عصبیت دونوں کے حدود مقرر ہیں۔ انہی کا نام شریعت ہے۔ میرے عقیدہ کی رُو سے بلکہ ہر مسلمان کے عقیدہ کی رو سے ان حدود کے اندر رہنا باعثِ فلاح ہے اور ان سے تجاوز کرنا بربادی۔ تصادم جس کا آپ نے ذکر کیا ہے صرف اسی صورت میں پیدا ہوتا ہے جبکہ ان حدود سے تجاوز کیا جائے یا اپنی عصبیت کو چھوڑ کر کوئی دوسری عصبیت مثلاً نسلی عصبیت اختیار کرلی جائے۔ اگر کوئی شخص کہے کہ کفّار کے ساتھ ہر قسم کا میل ملاپ حرام ہے تو وہ حدود شرعیہ سے تجاوز کرتا ہے اور اس کے لیے تبلیغ دین میں دقتوں کا سامنا ہوگا۔ اسی طرح اگر کوئی قوم اسلامی عصبیت کو چھوڑ کر نسلی عصبیت کو بطور ایک اصولِ تنظیم کے اختیار کرے مثلاً ترکوں پر یہ خیال غالب آرہا ہے تو اس قوم کے لیے تبلیغ بے معنی ہوجاتی ہے اور اس کو یوں بھی تبلیغ میں دلچسپی نہ رہے گی۔

والسلام

محمد شفیع ایم۔اے

(اقبال نامہ)

# سید سلیمانؒ ندوی کے نام

۱۹ مئی ۱۹۳۷ء

فاران، کراچی

اُمید کہ آپ کی صحت بالکل اچھی ہوگی۔ "معارف" کے اس مہینے کے پرچے میں آپ نے شذرات میں چند عربی کتابوں کا ذکر کیا ہے جو حال میں چھپی ہیں۔ ان میں سے ایک خراج پر ہے، ایک اموال پر اور تیسری کسی اور مضمون پر، جو اس وقت ذہن سے اتر گیا ہے۔ مجھ کو ان تینوں کتابوں کی ضرورت ہے۔ کیا یہ ممکن ہے کہ آپ مجھے یہ کتابیں مصر سے، یا جس جگہ شائع ہوئی ہیں، ندوہ کی معرفت منگوا دیں۔ قیمت ادا کر دی جائے گی۔ قاضی ابُویوسف کی کتاب "خراج" مجھ کو لاہور سے لائبریری میں مل جائے گی۔ باقی تین کتابیں یہاں نہیں ملتیں۔ مہربانی فرما کر اس خط کا جواب جلد مرحمت فرمائیں۔

شاہ ولی اللہ کی کتاب "تفہیماتِ الٰہیہ" میں نے ڈابھیل سے منگوائی ہے۔ اس کتاب سے مجھے بہت مایوسی ہوئی۔ آپ کی رائے اس کی نسبت کیا ہے؟۔

(روحِ مکاتیبِ اقبال)

ماخذ: محمد عبداللہ قریشی: روح مکاتیب اقبال ص ۶۹۷-۶۹۸۔

---

لہ علامہ اقبال سے بستر (۱۰۰)، خطوط بنام مولانا سید سلیمان ندوی اقبال نامہ جلد اوّل (صفحات ۷۵ تا ۲۰۰)

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

(بقیہ حاشیہ پچھلے صفحہ کا)

میں شامل ہیں۔ بعد میں یہی خطوط طاہر تونسوی کی کتاب "اقبال اور سلیمان ندوی" میں شائع ہوئے۔ مذکورہ بالا خط ان دونوں مجموعوں میں شامل نہیں ہے۔ لیکن روحِ مکاتیبِ اقبال میں درج ہے۔

مزید برآں دار المصنفین اعظم گڑھ نے علامہ اقبال کے اڑسٹھ (۶۸) مکاتیب بنام مولانا سید سلیمان ندوی کی عکسی نقول ازراہ کرم مرحمت فرمائیں لیکن ان میں بھی اس خط کا عکس شامل نہ تھا۔ بہر عنوان استفسار پر انھوں نے تصدیق کی کہ یہ خط جعلی نہیں ہے۔

۲؎ قاضی ابو یوسف پر نوٹ کلیات کی جلد سوم کے ص ۱۰۲۳ پر ملاحظہ فرمائیں۔

(مولف)

# عباس علی خاں لمعہ حیدر آبادی کے نام

مکرم بندہ ۔ تسلیم ۔ نوازش نامہ ابھی ملا ۔ خدا کا شکر ہے کہ اب جناب کی والدہ صاحبہ قبلہ کی صحت اچھی ہے ۔ آپ کے تشریف لے جانے کے بعد ایک دو روز تک ہمارے عزلت کدہ میں وہ کیفیت تھی کہ جس کو غالب نے شاید ہماری محبت کے بارے میں موزوں کیا ہوگا ؎

'اے تازہ واردانِ بساطِ ہوائے دل' سے 'آغاز کیا ۔ اور' اک شمع رہ گئی ہے سو وہ بھی خموش ہے' پر اختتام کیا ۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ دنیا عجیب قسم کی فرضی کامیڈی کا ٹریجڈی پر مبنی انجام ہے ۔ جس ڈرامہ کی ایکٹنگ ہم آپ جیسے انسان انجام دے رہے ہیں ۔ اس کے ڈائریکٹر کی انسان نوازی پر فخر کرنا چاہیے کہ اس نے اپنے ڈرامہ کی شوٹنگ کے لیے انسان کو مختص فرمایا ۔ دنیا میں انسان کی کامیابی یا ناکامی کوئی معنی نہیں رکھتی ۔ یہ دونوں بے معنی لفظ ہیں اور اُسی دُھن میں دنیا کی اکثریت مبتلا ہے ۔

انسان صرف جویائے محبت اور اپنے یارِ حقیقی کی دُھن میں لگا رہے ۔ باقی تمام عبث اور خیالی دنیا کا بیہودہ فلسفہ ہے ۔ ہم اس کو ڈھونڈتے رہیں جو ہم کو ڈھونڈنا چاہتا ہے ۔ اس کو ڈھونڈیں خوب ڈھونڈیں، اور اتنا ڈھونڈیں کہ اپنے آپ کو پالیں ۔ آپ کی چند ساعت صحبت میں میرے دل کو سرور حاصل ہوا ۔ آپ درحقیقت مسرت فروش ہیں ۔ خدا آپ کو ہر طرح بامراد اور کامیاب رکھے ۔ میری صحت خراب ہو رہی ہے ۔ بینائی میں فرق آگیا ہے ۔ اختلاج بہت بڑھ گیا ہے ۔ پرہیز کا میں قائل نہیں ۔ معلوم ہو رہا ہے کہ امتحان کا وقت آگیا ۔ تقریب نصیب ہو رہا ہے ۔ ہم آغوشی بھی مل جائے گی ۔ انشاء اللہ !

آپ کی والدہ صاحبہ قبلہ کی خدمت میں میری جانب سے قدمبوسی عرض کیجیے!

مخلص محمدؐ اقبال
۲۰ رمئی ۱۹۳۷ء
(اقبال نامہ)

# شیخ اعجاز احمد کے نام

لاہور ۲۰ رمئی ۳۷ء [1]

برخوردار اعجاز طال عمرہ، بعد دعا کے واضح ہو میں نے حکیم نابینا صاحب کے خدمت میں کچھ دن ہوئے ایک رجسٹرڈ خط لکھا تھا جس کا کوئی جواب اب تک نہیں ملا۔ مہربانی کرکے تم یہ خط خود جاکر ان کی خدمت میں پیش کرو اور جو دواوہ دیں اسے لے کر مجھے پارسل کردو!

(۱) سنہری گولی جو صبح بالائی میں رکھ کر کھائی جاتی ہے اب ختم ہونے کو ہے۔ یہ گولی مجھے بہت مفید ثابت ہوئی ہے اس کے کھانے سے بیٹھ کی درد رفع ہوئی اس کی کافی تعداد اگر حکیم صاحب روانہ کردیں تو میں بہت ممنوں ہوں گا حکیم صاحب کو بار بار زحمت دینے کی ضرورت نہ رہے گی۔

(۲) سفید ورق والی گولی جو ناشتے میں کھائی جاتی ہیں اس کی تعداد کافی ابھی میرے پاس موجود ہے اس کے روانہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

(۳) سفید ورق والی جو پان میں رکھ کر کھائی جاتی ہے۔ قریب الاختتام ہے صرف تین گولیاں باقی۔ یہ تولید بلغم کو روکنے والی گولی ہے اگر اس کا جاری رکھنا

---

[1] یہ خط اقبال نے خود تحریر کیا ہے۔

ضروری ہے تو یہ بھی کافی تعداد میں ارسال فرما کر مشکور فرمائیں۔

(۴) اپریل کے ابتدا میں جب میں حکیم صاحب سے ملا تھا تو انھوں نے فرمایا تھا کہ تمہارا جگر ریح پیدا کرتا ہے اب اس کا علاج ضروری ہے اس کے لیے انھوں نے ایک معجون مجھے عطا فرمائی تھی۔ اس معجون کا نسخہ اس خط میں ملفوف کرتا ہوں۔ وہ حکیم صاحب کو دکھا دیں تاکہ انھیں یاد آجائے۔ یہ بھی اب قریب الاختتام ہے چند خوراک باقی ہے اگر اسی کو جاری رکھنا ہو تو اس کے مقدار بھی کافی ارسال کریں۔ مگر پیشتر اس کے کہ حکیم صاحب قبلہ اسی معجون کے استعمال کا حکم دیں یا اس میں کوئی ترمیم کریں۔ مندرجہ ذیل امور اُن گے گوش گزار کرنا لازم ہے۔

(i) جگر بدستور ریح پیدا کرتا ہے اس میں کمی نہیں ہوئی غالباً یہ معجون موثر نہیں ہوئی۔

(ii) دم بھی پھولتا ہے گو پہلے کی نسبت کم اس سے میں یہ اندازہ کرتا ہوں کہ دل کی تقویت کے لیے کسی خاص موثر دوا کی ضرورت ہے۔

(iii) قبض کی شکایت بھی کم و بیش ہے۔

(iv) اس معجون کے استعمال کے چند روز بعد پیٹھ کا درد بھی عود کر آیا حالانکہ اس کے استعمال سے پہلے مطلق نہ تھا میں نہیں کہہ سکتا کہ اس کا عود کر آنا معجون کے استعمال کی وجہ سے ہے تاہم یہ واقعہ حکیم صاحب کے نوٹس میں لانا ضروری ہے۔

بہر حال جو امور حکیم صاحب کی خاص توجہ کے مستحق وہ یہ ہیں۔

(i) ریح کا پیدا ہونا (ii) دم پھولنا (iii) قبض کی شکایت (iv) پیٹھ کے درد کا پھر عود کر آنا (v) ریح جو پیدا ہوتی ہے جب تک نہ نکلے کمر میں درد ہوتا رہتا ہے اور دونوں طرف کے گردوں پر بوجھ سا محسوس ہوتا ہے۔ نکل جائے تو درد میں تخفیف ہوتی ہے۔

غرضکہ یہ تمام تفصیل میرے موجودہ حالات کی ہے ایک ایک بات حکیم صاحب کے گوش گزار کر کے ان کا جو جواب ہو مجھے اس سے مطلع کریں۔ جو کچھ وہ فرمائیں اسے نوٹ کرتے جائیں تاکہ بعد میں آسانی سے مجھے لکھ سکو۔ دوا کی ترسیل کے لیے خاص تاکید ہے۔ جلد ارسال ہونی چاہیئے۔ والسلام

محمد اقبال

افسوس [۱] ہے کہ جاوید کا ماموں عبدالغنی کل بقضائے الٰہی فوت ہو گیا۔ نہایت شریف اور نیک آدمی تھا۔ خدا اسے مغفرت کرے امید کہ تمہاری بیوی کی صحت اب بالکل اچھی ہو گی۔

(عکس) (مظلوم اقبال)

## میاں بشیر احمد کے نام

لاہور ۲۲ مئی ۲۷ء

ڈیر بشیر آپ کا خط ابھی ملا ہے آپ کے دوست چند رباعیات کا ترجمہ

---

[۱] مظلوم اقبال مرتبہ شیخ اعجاز احمد میں اس خط کا یہ حصہ محذوف تھا۔ (مؤلف)

نوٹ اس مکتوب کا پس منظر بیان کرتے ہوئے میاں بشیر احمد لکھتے ہیں: ”میرے نام یہ خط علامہ مرحوم کی ان رباعیات سے متعلق ہے جو پیام مشرق میں لالۂ طور کے عنوان سے شائع کی گئی ہیں اور جن کے متعلق ایک شاعر کی تجویز تھی کہ وہ انھیں اردو نظم میں منتقل کر دیں“۔

(ہمایوں اپریل ۱۹۵۳ء)

(۱) پہلی بار یہ خط ”ہمایوں“ کے شمارہ اپریل ۱۹۵۳ء میں چھپا۔

(۲) قاضی افضل حق قریشی نے ”ہمایوں“ کے حوالے سے ”نیا پیام“ یکم دسمبر ۱۹۶۸ء میں شائع کرایا۔

(۳) قاضی افضل حق قریشی نے ایک بار پھر ”ہمایوں“ کے حوالے سے اپنے مضمون ”باقیات اقبال“ ”مطبوعہ رسالہ“ اردو“ ۳ ۱۹۶۹ء (ص ۸۴) میں نقل کیا۔ (رفیع الدین ہاشمی)

لاہور ۲۲ مئی ۳۷ء

ڈیر نذیر - آپ کا خط ابھی ملا ہے

آپ کے دوست حنیف ربانی صاحب کا ترجمہ کر کے

دکھائیں لیکن کوشش رائے دیکھوں گا - اول انگریزی

ترجمہ جو ایک انگریز نے کیا تھا ناتمام ثابت ہوا

اسی طرح میاں شاہنواز اچھے ہوں گے

کئی روز سے ان کو دیکھنے کا قصد کر رہا ہوں مگر

اس شدت گرمی میں ہمت نہیں پڑتی -

مخلص

محمد اقبال

کر کے دکھائیں تو کوئی رائے دے سکوں۔ ان کا انگریزی ترجمہ جو ایک انگریز نے ہی کیا تھا ناکام ثابت ہوا۔

امید کہ میاں شاہ نواز اچھے ہوں گے۔ کئی روز سے ان کے دیکھنے کا قصد کر رہا ہوں مگر اس سخت گرمی میں ہمت نہیں پڑتی۔ والسلام

محمد اقبال

(عکس)، یہ خط بھی اقبال نے خود نہیں لکھا۔ (خطوط اقبال)

## (پروفیسر) الیاس برنی کے نام

لاہور جاوید منزل

۲۷ رمئی ۱۹۳۷ء

جناب پروفیسر صاحب۔ السلام علیکم آپ کی کتاب "قادیانی مذہب" کی نئی ایڈیشن جو آپ نے بکمال عنایت ارسال فرمائی ہے مجھے مل گئی ہے جس کے لیے بے انتہا شکر گزار ہوں۔ میں نے سید نذیر نیازی ایڈیٹر "طلوع اسلام" سے سُنا ہے کہ یہ کتاب بہت مقبول ہو رہی ہے۔ آپ کی محنت قابلِ داد ہے کہ اس سے عامتہ المسلمین کو بے انتہا فائدہ پہنچا ہے اور آئندہ پہنچتا رہے گا۔

اب ایک مستقل کتاب کی ضرورت ہے جو کہ آپ کے ذاتی افکار کا نتیجہ ہو۔ آپ کے قلم سے مسلمان ایسی توقع رکھنے کا حق رکھتے ہیں۔ قادیانی تحریک یا یوں کہیے کہ بانیٔ تحریک کا دعویٰ مسئلۂ بروز پر مبنی ہے۔ مسئلۂ مذکور کی تحقیق تاریخی لحاظ سے ازبس ضروری ہے۔ جہاں تک مجھے معلوم ہے یہ مسئلہ عجمی مسلمانوں کی ایجاد ہے اور اصل اس کی آرین ہے۔ نبوت کا سامی تخیل اس سے بہت اعلیٰ اور ارفع ہے میری

لاہور جاوید منزل
۲۷ مئی ۱۹۳۷ء

جناب پروفیسر صاحب۔ السلام علیکم۔ آپ کی کتاب
"قادیانی مذہب" کا نیا ایڈیشن جو آپ نے بکمال عنایت ارسال فرمائی ہے۔ مجھے
مل گئی تھی۔ جس کے لیے بے انتہا شکر گزار ہوں۔ میں نے اسے نذیر نیازی اور چودھری
[illegible] سے پڑھوا کے سنا ہے۔ مگر یہ کتاب بہت مقبول ہو رہی ہے۔ آپ کی محنت
[illegible] قابل داد ہے۔ اس سے عامۃ المسلمین کو بے انتہا فائدہ پہنچا ہے۔ اور آئندہ پہنچے گا۔
اب ایک مستقل کتاب کی ضرورت ہے۔ جو آپ کے ذاتی افکار
کا نتیجہ ہو۔ آپ کے قلم سے مسلمان ایسی توقع رکھنے کا حق رکھتے ہیں۔ قادیانی
تحریک یا یوں کہیے کہ بانیٔ تحریک کا دعویٰ مسئلہ بروز پر مبنی ہے۔ مسئلہ
مذکور کی تحقیق تاریخی لحاظ سے از بس ضروری ہے۔ جہاں تک مجھے معلوم ہے۔
یہ مسئلہ عجمی مسلمانوں کی ایجاد ہے۔ اور اصل اس کی آریائی ہے۔ نبوت
کا سامی تخیل اس سے بہت اعلیٰ اور ارفع ہے۔ میری ناقص رائے میں
اس مسئلہ کی تاریخی تحقیق قادیانیت کا خاتمہ کرنے کے لیے کافی ہوگی۔

والسلام
محمد اقبال

رائے ناقص میں اس مسئلہ کی تاریخی تحقیق قادیانیت کا خاتمہ کرنے کے لیے کافی ہوگی۔ والسلام

محمدؐ اقبال

(عکس) (اقبال نامہ)

# شیولال شوری کے نام

لاہور

۲۷ مئی ۱۹۳۷ء

ڈیر مسٹر شوری!

مجھے نہایت ہی تاسف سے آپ کو اطلاع دینا پڑتی ہے کہ آپ کے مرسلہ کاغذات کا مطالعہ میرے لیے ناممکن ہے۔ میری آنکھوں کی تکلیف بڑھ رہی ہے اور میرے معالجین نے مجھے لکھنے پڑھنے کی قطعاً ممانعت کر دی ہے۔ بنی نوع انسان کی وحدت کا خیال اس شدید قومیت کے دور میں جس کا ماحصل نسل انسان میں باہمی خانہ جنگی کے سوائے کچھ نہیں، محتاجِ اشاعت ہے۔ اگر آپ کے پمفلٹ کا یہی موضوع ہے تو بلاشبہ آپ کی تشخیص درست ہے۔

آپ کا محمدؐ اقبال

(اقبال نامہ)

(انگریزی سے)

# مسعود عالم ندوی کے نام

لاہور

۲۸ مئی ۱۹۳۷ء[1]

جناب مولانا۔ السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ'

آپ کا والا نامہ ابھی ملا ہے۔ الحمدللہ کہ میں بہ نسبت سابق بہتر ہوں مگر اطبا نے لکھنا پڑھنا بند کرا دیا ہے۔ اس واسطے تمام دن لیٹے لیٹے گزر جاتا ہے۔ افسوس کہ آپ کی کتاب کا مسودہ دیکھنے سے قاصر ہوں۔ نہ فی الحال کچھ لکھنے کے قابل ہوں۔

آپ کے دوست[2] کا مجموعہ نظم میں نے دیکھا ہے۔ ان کے اشعار اچھے ہیں۔ امید کہ ایک دن اس سے بہتر کہیں گے، فی الحال ان کے کلام میں نا پختگی ہے۔

زیادہ کیا عرض کروں۔

امید کہ آپ کا مزاج بخیر ہوگا۔

محمد اقبال

(اقبال نامہ)

---

[1] (اقبال نامہ اول (خط نمبر ۱۴۲، ص ۴۰۰) میں غلطی سے خط کا سن ۱۹۳۹ء درج ہے۔ خط بنام شیو لال شوری (اقبال نامہ حصہ دوم ۲۶۰ محررہ ۲۷ مئی ۱۹۳۷ء کے مطالعہ سے بخوبی قیاس کیا جا سکتا ہے کہ یہ خط ۱۹۳۷ء میں لکھا گیا تھا۔

(صابر کلوروی۔ مکاتیب اقبال کے ماخذ — ایک تحقیقی جائزہ۔ ص۔ ۵۱۔)

[2] سید محمد فاروق فاروقی پانسپاری بلیاوی۔ ان پر نوٹ حواشی میں ملاحظہ ہو۔

(مولف)

# محمد علی جناح کے نام

لاہور

۲۸ مئی ۱۹۳۷ء

بصیغۂ راز

مائی ڈیر مسٹر جناح

نوازش نامہ موصول ہوا۔ جس کے لیے سراپا سپاس ہوں۔ یہ اطلاع کہ لیگ کے دستور و پروگرام میں جن تغیرات کی طرف میں نے آپ کی توجہ مبذول کرائی تھی وہ آپ کے پیش نظر رہیں گے۔ موجب مسرت و اطمینان ہوئی۔ مجھے یقین کامل ہے کہ اسلامی ہند کی نزاکت حالات کا آپ کو پورا پورا احساس ہے۔ لیگ کو انجام کار یہ فیصلہ کرنا ہی پڑے گا کہ وہ مسلمانوں کے اعلیٰ طبقہ کی نمائندہ بنی رہے یا مسلمان عوام کی نمائندگی کا حق ادا کرے جنھیں اب تک بعض معقول وجوہ کی بنا پر لیگ میں کوئی دلچسپی نہیں رہی۔ میرا ذاتی خیال یہی ہے کہ کوئی سیاسی جماعت جو عام مسلمانوں کی بہبودی کی ضامن نہ ہو ہمارے عوام کے لیے باعثِ کشش نہیں ہو سکتی۔

نئے دستور کے ماتحت بڑی بڑی آسامیاں تو اعلیٰ طبقات کے بچوں کے لیے وقف ہیں اور چھوٹی چھوٹی وزرار کے دوستوں اور رشتہ داروں کی نذر ہو جاتی ہیں۔ دیگر امور میں بھی سیاسی ادارات نے عام مسلمان کی اصلاح حال کی طرف قطعاً کوئی توجہ نہیں کی۔ روٹی کا مسئلہ روز بروز شدید تر ہوتا جا رہا ہے۔

---

لہ نوٹ: اس خط کے ترجمہ میں ضروری ترامیم کی گئی ہیں۔

(مولف)

مسلمان محسوس کر رہے ہیں کہ گزشتہ دو سو سال سے ان کی حالت مسلسل گرتی چلی جا رہی ہے۔ مسلمان عام طور پر سمجھتے ہیں کہ ان کے افلاس کی ذمہ داری ہندو کی ساہوکاری و سرمایہ داری پر عائد ہوتی ہے۔ لیکن یہ احساس کہ ان کے افلاس میں غیر ملکی حکومت بھی برابر کی حصہ دار ہے۔ اگرچہ ابھی قوی نہیں ہوا لیکن یہ نظریہ بھی پوری قوت و شدت حاصل کر کے رہے گا۔ جواہر لال کی منکر خدا اشتراکیت مسلمانوں میں کوئی تاثر پیدا نہ کر سکے گی۔ لہٰذا سوال پیدا ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے افلاس کا علاج کیا ہے۔ لیگ کا تمام تر مستقبل اس امر پر موقوف ہے کہ وہ مسلمانوں کو افلاس سے نجات دلانے کے لیے کیا کوشش کرتی ہے۔ اگر لیگ نے اس ضمن میں کوئی وعدہ نہ کیا تو مسلمان عوام پہلے کی طرح اب بھی لیگ سے بے تعلق ہی رہیں گے۔ خوش قسمتی سے اسلامی قانون کے نفاذ میں اس مسئلہ کا حل موجود ہے اور فقہ اسلامی میں مقتضیاتِ حاضرہ کے پیشِ نظر مزید ترقی کا امکان ہے۔ شریعتِ اسلامیہ کے طویل و عمیق مطالعہ کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ اسلامی قانون کو معقول طریق پر سمجھا اور نافذ کیا جائے تو ہر شخص کا کم از کم حقِ معاش محفوظ ہو جاتا ہے۔ لیکن کسی ایک آزاد مسلم ریاست یا ایسی چند ریاستوں کی عدم موجودگی میں شریعتِ اسلامیہ کا نفاذ اور ارتقاء اس ملک میں ناممکن ہے۔ سالہا سال سے یہی میرا عقیدہ رہا ہے اور اب بھی میرا ایمان ہے کہ مسلمانوں کے افلاس اور ہندوستان میں قیامِ امن و امان کا ایک ہی حل ہے۔ اگر ہندوستان میں یہ ممکن نہیں ہے تو پھر صرف دوسرا راستہ (متبادل)، صرف خانہ جنگی ہے جو فی الحقیقت ہندو مسلم فسادات کی شکل میں کچھ عرصہ سے جاری ہے۔ مجھے اندیشہ ہے کہ ملک کے بعض حصوں مثلاً شمال مغربی ہندوستان میں فلسطین کی سی صورتِ حال پیدا ہو جائے گی۔ جواہر لال کی اشتراکیت کا ہندوؤں کی ہیئتِ سیاسیہ کے ساتھ پیوند بھی خود ہندوؤں میں کشت و خون کا موجب ہو گا۔ معاشرتی جمہوریت اور برہمنیت کے

درمیان وجہ نزاع برہمنیت اور بدھ مت کے درمیان وجہ نزاع سے مختلف نہیں ہے۔ آیا اشتراکیت کا حشر ہندوستان میں بدھ مت کا سا ہوگا یا نہیں؟ میں اس سے متعلق تو کوئی پیش گوئی نہیں کر سکتا۔ لیکن مجھے اس قدر صاف نظر آتا ہے کہ ہندو دھرم معاشری جمہوریت (سوشل ڈیما کریسی) اختیار کر لیتا ہے تو خود ہندو دھرم کا خاتمہ ہے۔ اسلام کے لیے سوشل ڈیما کریسی کی کسی موزوں شکل میں ترویج جب اسے شریعت کی تائید و موافقت حاصل ہو حقیقت میں کوئی انقلاب نہیں بلکہ اسلام کی حقیقی پاکیزگی کی طرف رجوع کرنا ہوگا موجودہ مسائل کا حل مسلمانوں کے لیے ہندوؤں سے کہیں زیادہ آسان ہے لیکن جیسا اوپر ذکر کر چکا ہوں مسلم ہندوستان میں ان مسائل کو آسان طور پر حل کرنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ ملک کو ایک یا زائد مسلم ریاستوں میں تقسیم کیا جائے جہاں مسلمانوں کی واضح اکثریت ہو۔ کیا آپ کی رائے میں اس مطالبہ کا وقت نہیں آن پہنچا؟ شاید جواہر لال کے بے دین اشتراکیت کا آپ کے پاس یہ بہترین جواب ہے۔

بہر حال میں نے اپنے خیالات آپ کی خدمت میں اس امید پر پیش کر دیئے ہیں کہ آپ ان پر اپنے خطبہ یا لیگ کے آئندہ اجلاس کے مباحث میں ان پر سنجیدگی سے توجہ مبذول کر سکیں گے۔

مسلم ہندوستان کو امید ہے کہ اس نازک دور میں آپ کی فطانت و فراست ہماری موجودہ مشکلات کا کوئی حل تجویز کر سکے گی۔

آپ کا مخلص

محمد اقبال

تحریر[1] مابعد۔ اس نیاز نامہ کے موضوع پر میرا ارادہ تھا کہ آپ کے

---

[1] لیٹرز آف اقبال (LETTERS OF IQBAL) مرتبہ بشیر احمد ڈار میں یہ حصہ محذوف تھا۔ (مؤلف)

نام اخبارات میں ایک کھلا خط شائع کراؤں ۔ لیکن مزید غور پر میں نے موجودہ وقت کو اس کے لیے موزوں نہ پایا ۔
(انگریزی سے) (اقبال نامہ)

## سر راس مسعود کے نام

لاہور

۳ ر جون ۱۹۳۷ء

ڈیر مسعود ۔ کئی دن سے تمہاری خیریت نہیں معلوم ہوئی ۔ امید ہے کہ تم اور لیڈی مسعود بخیریت ہوں گے ۔ اور نادرہ بھی تندرست ہو گی میں بھی خدا کے فضل وکرم سے اچھا ہوں ۔

تم کو یہ سن کر افسوس ہوگا کہ جاوید کا ماموں خواجہ عبدالغنی جس سے تم دلی میں ملے تھے ۔ چند روز[1] ہوئے بقضائے الٰہی فوت ہوگیا ۔ دلی سے مسوری پہنچ کر ایک روز دفعتہً گرتے ہی بے ہوش ہوگیا ۔ اور پانچ دن بے ہوش رہ کر عالمِ بے ہوشی میں ہی اس عالم فانی سے کوچ کر گیا ۔ خدا تعالیٰ اس کی مغفرت کرے ۔ نہایت نیک اور مخلص انسان تھا ۔ میرے دونوں بچوں سے بہت محبت رکھتا تھا ۔ اور مجھے اس پر بہت بھروسہ تھا ۔ اس کی ناگہانی موت نے مجھ کو بے حد پریشان کیا ہے ۔ ماں کی طرف سے ان دونوں بچوں[2] کا یہی بازو تھا ۔ باپ کی طرف سے جو رشتہ دار

---

[1] ان کا انتقال ۱۹ر مئی ۱۹۳۷ء کو ہوا ۔

[2] عکس اتنا دھندلا ہے کہ یہ حصہ صاف پڑھنے میں نہیں آتا ۔ تاہم سیاق و سباق کو ملحوظ رکھتے ہوئے متن پیش کیا جا رہا ہے ۔ ڈاکٹر اخلاق اثر نے متن یوں درج کیا تھا ۔

"ماں کی طرف سے ان دونوں بچوں یہی بازو تھا"

جو درست نہیں معلوم ہوتا ۔ (مولف)

ان کے ہیں۔ ان سے کسی قسم کی کوئی توقع نہیں ہے اگرچہ میں نے تمام عمر اپنے مقدور سے زیادہ ان کی خدمت کی ہے۔ اس ساری پریشانی میں ایک خیال مجھے تسکین دیتا رہا۔ اور وہ یہ کہ جو میری زندگی میں ان بچوں کا محافظ پرورش کرنے والا ہے۔ وہی میرے بعد بھی ان کی حفاظت اور پرورش کرے گا۔ اس کے علاوہ میں اپنے حقیقی عزیزوں سے زیادہ تم پر بھروسہ رکھتا ہوں۔ خدا تعالیٰ تم کو عمرِ نوح عطا کرے۔ اور میں اپنی زندگی میں تم کو اس سے بھی زیادہ با اقبال دیکھوں۔ زیادہ کیا لکھوں۔ لاہور میں گرمی کی سخت شدت ہے۔ امید کہ جون کے آخر میں بارش ہوگی۔ لیڈی مسعود صاحبہ کی خدمت میں آداب' نادرہ کو دعا۔ جاوید بھی آداب کہتا ہے اور علی بخش بھی۔ والسلام

محمدؐ اقبال

(عکس) (اقبال نامے)

# سر راس مسعود کے نام

لاہور

۸ رجون ۳۷ ۱۹ء

ڈیر مسعود

تمہارا خط آج مل گیا ہے جسے پڑھ کر بہت اطمینان ہوا۔ دعا ہے کہ خدا تعالیٰ تمہاری بچی کو جلد صحت یاب کرے۔ تاکہ تم دونوں کو اطمینانِ قلب حاصل ہو۔

جاوید اور منیرہ کی نگہداشت کے لیے اور گھر کے عام انتظام کے لیے جو ایک مدت سے بگڑا ہوا ہے۔ میں نے فی الحال آزمایشی طور پر علی گڑھ سے ایک جرمن لیڈی کو جو اسلامی معاشرت سے واقف ہے۔ اور اردو بول سکتی

ہے۔ بلوایا ہے۔ پروفیسر رشید صدیقی اور دیگر احباب نے اس کی شرافت کی بہت تعریف کی ہے۔ اگر وہ اپنے فرائض کے ادا کرنے میں کامیاب ہو گئی تو مجھے بے فکری ہو جائے گی جاوید کی عمر اس وقت قریباً تیرہ سال ہے۔ اور منیرہ کی قریباً سات سال۔ ماں کی موت سے ان کی تربیت میں بہت نقص رہ گئے ہیں۔ اسی واسطے میں نے مذکورہ بالا انتظام کیا ہے۔ یہ جرمن[۱] لیڈی جس کا میں نے اوپر ذکر کیا ہے۔ علی گڑھ کے ایک پروفیسر کی بیوی کی بہن ہے جو ایک مدت سے علی گڑھ میں مقیم ہے شاید تم انھیں جانتے ہو گے۔ باقی تمہارے خط سے مجھے بے انتہا تسلی ہوئی اور تمہارا وعدہ بھی مجھ کو اچھی طرح سے یاد ہے۔ زیادہ کیا لکھوں گرمی شدید ہے۔ علی بخش سلام کہتا ہے اور جاوید سلام عرض کرتا ہے۔

ہاں تم یہ سن کر تعجب کرو گے کہ سر اکبر حیدری کا خط مجھ کو لندن سے آیا ہے اور بہت دل خوش کن ہے۔ والسّلام[۲]

محمد اقبال

(عکس) (اقبال نامہ)

## سکندر علی وجد کے نام

لاہور

۹ / جون ۱۹۳۷ء

جنابِ من !

آپ کا خط مع اشعار مل گیا ہے۔ بہت بہت شکریہ قبول فرمائیے۔ جو

---

۱ مسز ڈورس احمد تھیں

۲ یہ خط محمد شفیع (م۔ش) کا لکھا ہوا ہے۔

مضامین آپ میری کتابوں پر لکھنا چاہتے ہیں۔ ان کے لیے مجھ سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں۔ تنقیدی مضامین کے لیے ہر شخص آزاد ہے۔ البتہ میں آپ کو اتنا مشورہ دوں گا کہ مضمون لکھنے سے پہلے آپ ان کتابوں کو بغور تمام پڑھیں تاکہ آپ کو مصنف کے حقیقی مقاصد سے آگاہی ہو۔ ہندوستان میں عام طور پر ادبا کو زمانۂ حال کے فن تنقید کے اصولوں سے واقفیت حاصل نہیں ہے، اس واسطے یہ بھی مفید ہوگا کہ آپ انگریزی میں چند مشہور اور مستند کتابیں پڑھیں۔ ان کے طرز بیان اور انداز تنقید سے آگاہی حاصل کریں۔ اگر آپ ان کے اصولوں اور ان کے اسلوبِ بیان کو اختیار کر سکیں تو یہ بجائے خود اُردو زبان کی بہت بڑی خدمت ہوگی۔

والسلام

محمدؐ اقبال

(خطوط اقبال)

جناب سکندر علی وجد بی۔ اے (عثمانیہ)

ویجاپور دکن

پوسٹ منماڑ

---

(۱) پہلی بار یہ خط رسالہ "اردو ادب" علی گڑھ، شمارہ ۴، ۱۹۶۶ء میں شائع ہوا۔

(۲) "اردو ادب" کے حوالے سے قاضی افضل قریشی نے اپنے مضمون "علامہ اقبال سے متعلق غیر مدّون تحریریں (صحیفہ، جنوری ۱۹۷۱ء ص ۹۱۔ ۹۲) میں نقل کیا۔

(رفیع الدین ہاشمی)

# سر راس مسعود کے نام

لاہور

۱۰ جون ۱۹۳۷ء

ڈیر مسعود۔ پرسوں میں نے تمہیں ایک خط لکھا تھا امید ہے کہ پہنچا ہوگا۔ اس خط میں ایک بات لکھنا بھول گیا۔ جواب لکھتا ہوں۔

میں نے جاوید اور منیرہ کے چار GUARDIANS مقرر کیے تھے یہ GUARDIANS از روئے وصیت مقرر کیے گئے تھے جو سب رجسٹرار لاہور کے دفتر میں محفوظ ہے نام ان کے حسب ذیل ہیں۔

(۱) شیخ طاہرالدین۔ یہ میرے کلارک ہیں۔ جو قریباً بیس سال سے میرے ساتھ ہے۔ مجھ کو ان کے اخلاص پر کامل اعتماد ہے (۲)، چودھری محمد حسین ایم۔اے سپرنٹنڈنٹ پریس برانچ سول سکریٹریٹ لاہور۔ یہ بھی میرے قدیم دوست ہیں۔ اور نہایت مخلص مسلمان (۳)، شیخ اعجاز احمد بی۔اے۔ایل ایل بی سب جج دہلی (۴)، عبدالغنی مرحوم عبدالغنی بیچارے کی بابت میں تم کو اطلاع دے چکا ہوں اس کی جگہ خان صاحب میاں امیر الدین[1] سب رجسٹرار لاہور کو مقرر کرنے کا ارادہ ہے۔ نمبر (۳)، شیخ اعجاز احمد میرا بڑا بھتیجہ ہے نہایت صالح آدمی ہے لیکن افسوس کہ دینی عقائد کی رو سے قادیانی ہے۔ تم کو معلوم ہے کہ قادیانیوں کے عقیدے کے مطابق تمام مسلمان کافر ہیں اس واسطے یہ

---

[1] میاں امیرالدین اقبال کے قریبی دوست میاں نظام الدین کے داماد تھے میاں امیرالدین لاہور کے میئر بھی رہے۔ بحیثیت سب رجسٹرار انھوں نے اقبال کے وصیت نامے کی رجسٹری کی تھی اور یہ یہ دستاویز انھیں کی تحریر میں محفوظ رہی ان کے بیٹے میاں صلاح الدین سے اقبال کی صاحبزادی منیرہ بانو کی شادی ۱۹۴۸ء میں ہوئی۔

امر شرعاً مشتبہ ہے کہ آیا ایسا عقیدہ رکھنے والا آدمی مسلمان بچوں کا GUARDIANS ہو سکتا ہے یا نہیں۔ اس کے علاوہ وہ خود بہت عیال دار ہے اور عام طور پر لاہور سے باہر رہتا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اس کی جگہ تم کو GUARDIAN مقرر کر دوں مجھے امید ہے کہ تمہیں اس پر کوئی اعتراض نہ ہوگا۔ یہ درست ہے کہ تم لاہور سے بہت دور ہو۔ لیکن اگر کوئی معاملہ ایسا ہوا تو لاہور میں رہنے والے GUARDIANS تمہارے ساتھ خط و کتابت کر سکتے ہیں۔ باقی خدا کے فضل سے خیریت ہے لاہور کا درجۂ حرارت کسی قدر کم ہو گیا ہے۔ لیڈی مسعود سلام قبول کریں۔ نادرہ کے لیے دعا کرتا ہوں۔ امید ہے کہ تم کو اب نقرس سے آرام ہوگا۔ کہتے ہیں کہ IODEX اس کے لیے بہت مفید ہے۔ یہ ایک تو مرہم کی صورت میں ہوتی ہے دوسری سیّال صورت میں موخرالذکر کے استعمال میں سہولت ہے۔ والسلام

محمدؐ اقبال

(عکس) (اقبال نامہ)

# راغب احسن کے نام

لاہور ۱۲ر جون

مجی راغب صاحب

السلام علیکم

حضرت قبلہ ڈاکٹر صاحب مدظلہ کی خدمت میں آپ کا خط پہنچا انھوں نے فرمایا ہے کہ مسلم انڈیا سوسائٹی[۱] سے میرا صرف اتنا ہی تعلق ہے کہ میں نے اس امر کی طرف اشارہ کیا تھا کہ اسلام اور شریعت کے معاشی پہلو کو واضح کرنے کے لیے اس قسم کی ایک سوسائٹی بننی چاہیے۔ جس کا سیاسیات سے کوئی تعلق نہ ہو۔ افسوس ہے درانی صاحب[۲] نے ٹروتھ[۳] میں یہ غلط بات لکھ دی کہ جیسے یہ

---

[۱] رسالہ ٹروتھ (THE TRUTH) میں ایک مضمون "مسلم انڈیا سوسائٹی" شائع ہوا۔ اس سے لوگوں کے دلوں میں یہ غلط فہمی پیدا ہوگئی تھی کہ علامہ اقبال آل انڈیا مسلم لیگ کے بجائے کوئی دوسری جماعت بنانے کے خواں ہیں۔ اس کے جواب میں اقبال نے ایک تردیدی بیان روزنامہ "انقلاب" مورخہ ۱۷ر مئی ۱۹۳۷ء میں شائع کیا۔ چنانچہ درج بالا خط ۱۲ر جون ۱۹۳۷ء کو لکھا گیا۔

(بحوالہ گفتار اقبال، ص۔ ۲۰۸)

[۲] ان سے مراد فضل کریم خاں درانی ہیں۔ یہ انگریزی کے بڑے اچھے انشا پرداز تھے اور ان دنوں لاہور سے ایک ہفتہ وار اخبار ٹروتھ (THE TRUTH) نکالتے تھے۔ انھوں نے ایک کتاب (MUHAMMAD THE PROPHET - AN ESSAY) کے نام سے بھی لکھی تھی جس پر علامہ عبداللہ یوسف علی کا دیباچہ تھا۔ (مولف) (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

[۳]

سوسائٹی میں نے قائم کی ہے۔ اس کے متعلق ایک تردیدی بیان اخبارات میں شائع ہو چکا ہے۔ مسلمان نوجوان اگر اپنی طرف سے اس قسم کی ایک یا متعدد سوسائٹیاں بنا کر کام کریں تو ظاہر ہے ان کی اس کوشش کو ہر شخص ہمدردی کی نظر سے دیکھے گا۔ یہی تعلق مجھے اس سوسائٹی سے ہے۔ نہ اس سوسائٹی کی میں نے تحریک کی اور نہ اس کی تاسیس میں حصّہ لیا۔

بیت المال کے متعلق ڈاکٹر صاحب قبلہ فرماتے ہیں کہ ضرور قائم ہونا چاہیے لیکن بہتر یہ ہے کہ مسٹر جناح ہی اس کے صدر ہوں۔ دوسرے حضرات کو شامل کرنا گویا برطانوی حمایت کا ایک ذریعہ پیدا کرنا ہے۔ علاوہ ازیں یہ بھی ممکن ہے کہ چند مہینوں میں اسلامی سیاسیات میں کوئی اہم تبدیلی رونما ہو اور شمال مغربی ہندوستان کے مسلمانوں کی سیاسی روش اور زیادہ نمایاں ہو جائے۔

امید ہے آپ کا مزاج اچھا ہوگا۔ رسالہ جو آپ نے لکھا ہے اس کی تقریظ کے متعلق ارشاد فرمایا ہے۔ اول تو میری صحت اس امر کی اجازت نہیں دیتی ثانیاً اگر میں نے لکھ دیا تو پھر دنیا بھر کی طرف سے تقریظات کا مطالبہ ہونے لگے گا جس کا پورا کرنا ممکن نہیں۔ والسلام

آپ کا مخلص

نیازی

(عکس) (اقبال۔ جہانِ دیگر)

---

بقیہ پچھلے صفحہ کا

؎ یہ خط سید نذیر نیازی نے علامہ اقبال کی جانب سے لکھا ہے اس کا عکس شامل ہے۔ (مولف)

# سر اکبر حیدری کے نام

میو روڈ، لاہور

۱۲؍ جون ۱۹۳۷ء

مائی ڈیر سر اکبر،

لندن سے آپ کا خط اپنے جلو میں ایک خوش گوار حیرت لے کر آیا کیونکہ اپریل میں جو عریضہ میں نے آپ کی خدمت میں روانہ کیا تھا۔ آپ کی طرف سے اس کے جواب کی توقع نہ رہی تھی۔ یہ بات باعثِ مسرت ہے کہ آپ میرے خطوط محفوظ کر رہے ہیں۔ تاہم یقین جانیے کہ آپ کی شفقت و عنایت کی قدر و قیمت میرے نزدیک اس اہمیت سے کہیں بڑھ کر ہے جو آپ نے اپنی نوازشِ بے پایاں سے میرے عریضوں کو عطا کر رکھی ہے۔

سال کے ان ایام میں انگلستان میں، موسم تو بہت عمدہ ہو گا۔ اور مجھے امید ہے کہ اس سے آپ کی صحت پر اچھا اثر پڑے گا۔ جن لوگوں کی آپ نے عمر بھر خدمت کی ہے انھیں آپ کی صحت کی شدید ضرورت ہے۔ رہا میں، تو

---

ل جولائی ۱۹۶۲ء میں سیدہ نادرہ مسعود کی شادی پروفیسر رشید احمد صدیقی مرحوم کے صاحب زادے ڈاکٹر احسان رشید کے ساتھ کراچی میں ہوئی۔ یہ کراچی یونیورسٹی میں وائس چانسلر بھی رہے۔

نادرہ ۱۷؍ ستمبر ۱۹۷۲ء کو وفات پا گئیں۔

میں یورپ سے سیر ہو چکا ہوں۔ وہاں کی شدید سردی نے ایک معذور شخص کی سی زندگی میرا مقدر کر دی ہے جسے میں گزشتہ تین سال سے بسر کر رہا ہوں بعض احباب نے علاج کے لیے جرمنی اور آسٹریا جانے کا مشورہ دیا ہے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ وہاں کے اخراجات میری استطاعت سے باہر ہوں گے۔ مزید برآں یہ بات میرے بچوں کے ساتھ زیادتی کے مترادف ہوگی کہ عمر کے اِن ڈھلتے ہوئے سالوں میں جب کہ میری زندگی کا کام عملاً انجام کو پہنچ چکا ہے، میں اپنی ذات پر اس قدر خرچ کروں۔ تنہا خواہش، جو ہنوز میرے جی میں خلش پیدا کرتی ہے، یہ رہ گئی ہے کہ اگر ممکن ہو سکے تو حج کے لیے مکّہ جاؤں اور وہاں سے اس ہستی کے مزار پر حاضری دوں جس کا ذاتِ الٰہی سے بے پایاں شغف میرے لیے وجہِ تسکین اور سرچشمۂ الہام رہا ہے میری جذباتی زندگی کا سانچہ کچھ ایسا واقع ہوا ہے کہ انفرادی شعور کی ابدیت پر مضبوط یقین رکھے بغیر ایک لمحہ بھی زندہ رہنا میرے لیے ممکن نہیں ہو سکا۔ یہ یقین مجھے پیغمبرِ اسلام کی ذاتِ گرامی سے حاصل ہوا ہے میرا ہر بُنِ مو آپؐ کی احسان مندی کے جذبات سے لبریز ہے اور میری روح ایک بھرپور اظہار کی طالب ہے جو صرف آپؐ کے مزارِ اقدس پر ہی ممکن ہے۔ اگر خدا نے مجھے توفیق بخشی تو میرا حج اظہارِ تشکر کی ایک شکل ہوگی۔

---

(۱) پہلی بار یہ خط ڈاکٹر غلام جیلانی برقؔ کے مضمون "اقبال اور میں"، رضیا بار، اقبال نمبر ۳، ۱۹۷۴ء ص ۵۰) کے ذریعے منظرِ عام پر آیا۔ ڈاکٹر برقؔ کا بیان ہے کہ انھیں اس مکتوب کی نقل لفٹیننٹ کرنل عبدالرشید صاحب نے عطا کی تھی جو اس زمانے میں سی۔ ایم۔ ایچ کیمبلپور کے میڈیکل سپرنٹنڈنٹ تھے۔ (ڈاکٹر غلام جیلانی برقؔ مکتوب بنام: رفیع الدین ہاشمی بتاریخ ۸ مارچ ۱۹۷۴ء)

(۲) "ضیا بار" کے حوالے سے دوسری بار "اسلامک ایجوکیشن" (جنوری فروری ۱۹۷۵ء۔ ص ۲۴) میں نقل کیا گیا۔ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

اُمید ہے آپ اچھے ہوں گے اور جلد ہندوستان واپس آرہے ہوں گے۔

آپ کا مخلص
محمدؐ اقبال

رائٹ آنربیل سر اکبر حیدری
ہائیڈ[۱] پارک نائٹس برج
لندن

(انگریزی سے) (خطوط اقبال)

## ماسٹر عبداللہ چغتائی کے نام

۱۲ر جون ۳۷ء

ڈیر ماسٹر عبداللہ چغتائی

آپ کا خط ملا۔ علمی مشاغل میں مصروف رہنا آپ کو مبارک ہو میری صحت بہ نسبت سابق بہتر ہے۔ لیکن بہ حیثیتِ مجموعی ایک دائم المریض کی زندگی بسر کر رہا ہوں۔ تاہم صابر اور شاکر ہوں۔ انشاءاللہ جب موت آئے گی تو مجھے متبسّم پائے گی۔ قصد تو یہ تھا کہ زندگی کے باقی دن جرمنی اور اٹلی میں گزاردوں۔ مگر بچّوں کی تربیت کس پر چھوڑوں؟ خصوصاً جب کہ میں ان کی مرحوم ماں سے

---

[۱] HYDE PARK KNIGHT'S BRIDGE

(بقیہ) (۳) کسی حوالے کے بغیر ماہنامہ "ضیائے حرم" نے اپریل ۱۹۷۵ء کے شمارے میں اسی مضمون (اور خط) کو نقل کیا۔

(رفیع الدین ہاشمی)

یہ عہد کر چکا ہوں کہ جب تک یہ بالغ نہ ہو جائیں ان کو اپنی نظر سے اوجھل نہ کروں۔ ان حالات میں یورپ کا سفر اور وہاں کی اقامت ناممکن نہیں تو محال ضرور ہے۔ اگر توفیقِ الٰہی شاملِ حال رہی تو زیادہ سے زیادہ مکّہ سے ہوتا ہوا ممکن ہے مدینہ تک پہنچ سکوں۔ ... مجھ ایسے گنہگاروں کے لیے آستانِ رسالت کے سوا اور کہاں جائے پناہ ہے۔

(۲) اٹلین زبان میں جن مضامین کا آپ نے ذکر کیا ہے، افسوس ہے مجھے ان کا علم نہیں۔ اگر ممکن ہو تو ان کا انگریزی میں ترجمہ کروا کر مجھ کو بھیج دیجیے۔ ترجمہ اور ٹائپ کا خرچ میں ادا کروں گا۔ اگر یہ ممکن نہ ہو تو وہ دونوں رسالے جن میں یہ مضامین شائع ہوئے ہیں۔ بھیج دیجیے۔ میں ان کو یہاں ترجمہ کروانے کی کوشش کروں گا۔ اور جب آپ یورپ سے واپس آئیں گے تو دونوں رسالے آپ کے حوالے کر دوں گا۔

ڈیکارٹ[1] پر مضمون لکھنے کی اب مجھ میں ہمت باقی نہیں رہی۔ اگر آپ کو پیرس میں نوجوان عمر کا اسکالر مل جائے تو اس سے یہ کہیئے کہ ڈیکارٹ کی مشہور کتاب METHOD کا امام غزالیؒ کی احیاء العلوم سے مقابلہ کریں۔ اور یورپ والوں کو دکھائے کہ ڈیکارٹ اپنے اس METHOD کے لیے جس نے یورپ میں نئے علوم کی بنیاد رکھی، کہاں تک مسلمانوں کا ممنونِ احسان ہے۔ مغربی فلسفہ کا مؤرخ[2] L.EWSS تو یہ لکھتا ہے۔

(۳) اگر ڈیکارٹ عربی زبان کا عالم ہوتا تو ہم اُسے غزالی کی احیاء العلوم سے چوری کرنے کا الزام لگاتے۔ لیکن اٹلی کا مشہور شاعر ڈانٹے بھی تو شاید

---

[1] DESCARTES کلیات مکاتیب اقبال جلد دوم ص ۸۶۴ - ۸۶۶ - ملاحظہ ہو۔

[2] ملاحظہ ہو کلیات مکاتیب اقبال جلد اول ص ۱۰۱۳ - (مولّف)

[3] اقبال نامہ حصہ دوم ص ۳۴۲ میں اس کا نام LAWSS غلط درج تھا (//)

عربی نہ جانتا تھا۔ لیکن اس کی کتاب DIVINE COMEDY شاید محی الدین عربی کے افکار و تخیّلات (سے) لبریز ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں کے نتائج افکار عام طور پر یورپ میں مشہور تھے اور یورپ کے بڑے بڑے مفکّر اور تعلیم یافتہ آدمی خواہ وہ عربی جانتے ہوں یا نہ جانتے ہوں، عام طور پر اسلامی تخیّلات سے آشنا تھے۔

انگریزی کتابوں میں ہم ہندی مسلمانوں کو یہ سکھایا ہے کہ منطق کے استقرائی طریق کا موجد بیکن BACON [۱] تھا۔ لیکن فلسفۂ اسلامی کی تاریخ یہ بتاتی ہے کہ یورپ میں اس سے بڑا جھوٹ آج تک نہیں بولا گیا۔ ارسطو کی منطق کی شکل اوّل پر سب سے پہلے اعتراض کرنے والا ایک مسلمان منطقی تھا۔ یہی اعتراض JOHN STUART MILL [۲] کی کتابوں میں دہرایا گیا ہے۔ اور مسلمانوں کا استقرائی طریق بیکن سے مدتوں پہلے سارے یورپ کو معلوم تھا۔

(۴) محمود خضیری سے میں سپین میں ملا تھا۔ وہ اُس وقت فقہ اسلامیہ پر ریسرچ کر رہے تھے۔ نہایت نیک نوجوان ہیں۔ مجھے یہ معلوم کر کے خوشی ہوئی کہ وہ نصیرالدین طوسی پر مقالہ پڑھیں گے۔ ان سے کہیے کہ نصیرالدّین طوسی کی تحریروں کا وہ حصّہ جس میں طوسی نے EUCHD کے PARALLEL POSTULATE کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے، بالخصوص مطالعہ کریں۔ بلکہ اسی ضمن میں اس کے معاصرین کی تحریروں کا مطالعہ بھی کریں۔ اس تحقیق سے ان کو معلوم ہوگا کہ مسلمان ریاضی دان قرونِ وسطیٰ میں ہی اس نتیجہ تک پہنچ چکے تھے۔

---

[۱] رجوع کیجیے کلیات مکاتیب اقبال جلد اول ص ۸۶۳۔

[۲] ر۔ ک ایضاً 〃 ص ۱۰۷۱۔

[۳] ر۔ ک ایضاً جلد دوم ص ۱۰۵۳۔

(مؤلف)

یہ ممکن ہے کہ مکان کے ابعاد DIMENSIONS تین سے زیادہ ہوں۔ اور ہمارے اسلامی صوفیہ تو ایک مدت سے تعدد زمان و مکان کے قائل ہیں۔ یہ خیال یورپ میں سب سے پہلے جرمنی کے فلسفی KANT نے پیدا کیا تھا۔ لیکن مسلمان صوفیہ اس سے پانچ چھ سو سال پہلے اس نکتہ سے آشنا تھے۔ عراقی کے رسالے کا قلمی نسخہ غالباً ہندوستان میں موجود ہے۔ اور میں نے ان کے ایک رسالہ کا جو خاص طور پر زمان اور مکان پر ہے، اپنے لیکچروں میں ملخص بھی دیا ہے۔ اگر محمود خضیری بھی اس مضمون پر ریسرچ کریں تو مجھ کو یقین ہے کہ یورپ میں نام پیدا کریں گے۔

(۵) امیر شکیب ارسلان کو اگر آپ خط لکھیں تو میرا اسلام ضرور لکھیے۔ میرے دل میں ان کا بہت احترام ہے۔ افسوس ہے کہ قیام یورپ کے زمانہ میں باوجود کوشش کے ان سے ملاقات نہ ہوسکی۔ ان سے یہ بھی دریافت کر کے مجھے اطلاع دیں کہ سید ضیاء الدین طباطبائی آج کل کہاں ہیں اور کیا کرتے ہیں۔ اقبال شیدائی اور ان کی بیگم صاحبہ کو میری طرف سے بہت بہت سلام کہیے۔ ان کی بیگم صاحبہ کا قصد تھا کہ وہ اپنی میڈیکل تعلیم ختم کرنے کے بعد ہندوستان آکر پریکٹس کریں گی۔ معلوم نہیں ان کے اس ارادہ کا کیا حشر ہوا۔ ہاں خالدہ ادیبہ خانم سے بھی میرا بہت بہت سلام کہیے۔ باقی خدا کے فضل و کرم سے خیریت ہے۔ علی بخش آپ کو سلام کہتا ہے۔ ماسٹر عبدالرحمٰن چغتائی تو شاید انگلستان میں ہیں۔ کیا انھوں نے وہاں اپنی تصویروں کی کوئی نمائش کی ہے۔ والسلام

یہ خط ایک دوست کے ہاتھ سے لکھوایا ہے کہ میں اب اپنے ہاتھ سے بہت کم خط لکھتا ہوں۔

محمد اقبال

(عکس) (اقبال نامہ)

# محمد اکرام کے نام

لاہور

۲۰ رجون ۱۹۳۷ء

مائی ڈیر مسٹر اکرام

آموں کا پارسل پہنچا۔ جو آپ نے ازراہ نوازش بھیجا۔ بے حد مسرت ہوئی۔ آم اعلیٰ درجہ کے ہیں۔ اگرچہ بد قسمتی سے شاید تفاوتِ آب وہوا یا لاہور کی شدید گرمی کی وجہ سے ان میں کیڑے پڑ گئے جن سے ان کے ذائقہ میں فرق آگیا ہے۔

امید کہ آپ بخیریت ہوں گے۔

آپ کا مخلص
محمد اقبال

(انگریزی سے)　　　　(اقبال نامہ)

# محمد علی جناح کے نام

بصیغہ راز[1]

لاہور ۲۱ رجون ۱۹۳۷ء

مائی ڈیر مسٹر جناح

---

نوٹ: ترجمہ میں ترمیم کی گئی ہے۔　(مولف)

[1] بشیر احمد ڈار کے مرتبہ مجموعہ "لیٹرز آف اقبال LETTERS OF IQBAL" میں یہ درج نہیں ہے۔ (مولف)

نوٹ: مسلم اقلیتی صوبوں میں کانگریس نے اپنی وزارتیں ترتیب دیتے وقت یہ اصول وضع کیا تھا کہ کسی غیر کانگریسی کو وزارت میں نہیں لیا جائے گا۔ بعد میں صوبہ سرحد میں کانگریسیوں کے ساتھ چند غیر کانگریسی اراکین شامل کرکے کانگریسی وزارت بنائی گئی، نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمان اکثریتی اور اقلیتی صوبوں میں انتشار کا شکار ہو گئے۔ اس صورت حال کے پیش نظر اقبال نے مندرجہ بالا خط لکھا۔

(زندہ رود۔ جلد سوم صفحہ ۶۰۹)

کل آپ کا نوازش نامہ ملا۔ بہت بہت شکریہ۔ میں جانتا ہوں کہ آپ مصروف آدمی ہیں۔ مگر مجھے توقع ہے کہ میرے بار بار خط لکھنے کو آپ بارِ خاطر نہ خیال کریں گے۔ اس وقت جو طوفان شمال مغربی ہندوستان اور شاید پورے ہندوستان میں برپا ہونے والا ہے۔ اس میں صرف آپ ہی کی ذات گرامی سے قوم محفوظ رہنمائی کی توقع کا حق رکھتی ہے۔ میں عرض کرتا ہوں کہ ہم فی الحقیقت خانہ جنگی کی حالت ہی میں ہیں۔ اگر فوج اور پولیس نہ ہو تو یہ (خانہ جنگی) دیکھتے ہی دیکھتے پھیل جائے۔ گزشتہ چند ماہ سے ہندو مسلم فسادات کا ایک سلسلہ سا قائم ہو چکا ہے صرف شمال مغربی ہندوستان میں گزشتہ تین ماہ میں کم از کم تین (فرقہ وارانہ) فسادات رونما ہو چکے ہیں اور کم از کم چار واردا تیں ہندوؤں اور سکھوں کی طرف سے توہینِ رسالت کی ہو چکی ہیں۔ ان چاروں مواقع پر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اہانت کرنے والوں کو فی النار کر دیا گیا ہے۔ سندھ میں قرآن مجید نذر آتش کرنے کے واقعات بھی پیش آئے ہیں۔ میں نے تمام صورت حال کا نظر غائر سے جائزہ لیا ہے اور مجھے یقین ہے کہ ان حالات کے اسباب نہ مذہبی ہیں اور نہ اقتصادی بلکہ خالص سیاسی ہیں۔ یعنی مسلم اکثریتی صوبوں میں بھی ہندوؤں اور سکھوں کا مقصد مسلمانوں پر خوف و ہراس طاری کر دینا ہے۔ نیا دستور کچھ اس قسم کا ہے کہ مسلم اکثریتی صوبوں میں بھی مسلمانوں کا دار و مدار تمام تر غیر مسلموں پر ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ مسلم وزارت کوئی مناسب کارروائی نہیں کر سکتی بلکہ وزارت کو خود مسلمانوں سے ناانصافی برتنا پڑتی ہے۔ تاکہ وہ لوگ جن پر وزارت کا انحصار ہے خوش رہ سکیں۔ اور ظاہر کیا جا سکے کہ وزارت قطعی طور پر غیر جانبدار ہے۔ لہٰذا یہ واضح ہے کہ ہمارے پاس اس دستور کو رد کرنے کے خاص وجوہ موجود ہیں۔ مجھے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ نیا دستور ہندوؤں کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے وضع کیا گیا ہے۔ ہندو اکثریتی صوبوں میں ہندوؤں کو قطعی اکثریت حاصل ہے اور وہ مسلمانوں کو بالکل نظر انداز کر سکتے ہیں دبرخلاف

اس کے) مسلم اکثریتی صوبوں میں مسلمانوں کو کاملاً ہندوؤں پر انحصار کرنے کے لیے مجبور کر دیا گیا ہے۔ میرے ذہن میں ذرا بھی شک و شبہ نہیں کہ یہ دستور ہندوستانی مسلمانوں کو بے پایاں نقصان پہنچانے کے لیے بنایا گیا ہے علاوہ ازیں یہ دستور تو اقتصادی مسئلہ کا بھی حل نہیں ہے۔ جو مسلمانوں کے لیے اس قدر جانکاہ بن چکا ہے۔

کمیونل ایوارڈ ہندوستان میں مسلمانوں کے سیاسی وجود کو صرف تسلیم کرتا ہے لیکن کسی قوم کے سیاسی وجود کا ایسا اعتراف جو اس کی اقتصادی پس ماندگی کا کوئی حل تجویز نہ کرتا ہو اور نہ کر سکے اس کے لیے بے سود ہے۔ کانگریس کے صدر نے تو غیر مبہم الفاظ میں مسلمانوں کے (جداگانہ) سیاسی وجود سے ہی انکار کر دیا ہے۔ ہندوؤں کی دوسری سیاسی جماعت یعنی مہا سبھا نے جسے میں ہندو عوام کی حقیقی نمائندہ سمجھتا ہوں بارہا اعلان کیا ہے کہ ہندوستان میں ہندو اور مسلمانوں کی متحدہ قومیت کا وجود ناممکن ہے۔ اندریں[1] حالات یہ بالکل عیاں ہے کہ ہندوستان میں قیام امن کے لیے ملک کی از سر نو تقسیم کی جائے جس کی بنیاد نسلی، مذہبی اور لسانی اشتراک پر ہو۔ بہت سے برطانوی مدبرین بھی ایسا ہی محسوس کرتے ہیں اور اس دستور کے جلو میں جو ہندو مسلم فسادات پوری تیزی سے رونما ہو رہے ہیں وہ ان کی آنکھیں کھولنے کے لیے کافی ہیں کہ ملک کی حقیقی صورت حال کیا ہے۔ مجھے یاد ہے کہ انگلستان سے میری روانگی سے قبل لارڈ لوتھین نے مجھ سے کہا تھا کہ ہندوستان کی مشکلات کا حل تو تمہاری اسکیم میں موجود ہے۔ لیکن اس کے بار آور ہونے کے لیے ۲۵ سال

---

[1] یہاں سے خط کا بقیہ حصہ (اقبال نامہ حصہ دوم (ص۔ ۲۳)، میں "اندریں حالات۔۔ ۔۔۔ سے" قبل آیا ہے جو اصل خط کے عین مطابق نہیں۔

اس خط کے ترجمہ میں ترامیم کی گئی ہیں۔ (مولف)

کی مدت درکار ہوگی۔ پنجاب کے بعض مسلمان پہلے ہی شمال مغربی ہند کی مسلم کانفرنس کے انعقاد کی تجویز پیش کر رہے ہیں اور یہ خیال پھیلتا جا رہا ہے۔ مجھے بہرحال آپ سے اتفاق ہے کہ ہماری قوم ابھی تک نظم و ضبط سے محروم ہے اور شاید ایسی کانفرنس کے انعقاد کے لیے ابھی وقت سازگار نہیں۔ لیکن میں محسوس کرتا ہوں کہ آپ کو اپنے خطبہ میں کم از کم اس طریق عمل کی طرف اشارہ ضرور کر دینا چاہیے جو شمال مغربی ہندوستان کے مسلمانوں کو انجام کار مجبوراً اختیار کرنا پڑے گا۔

میرے خیال میں تو نئے دستور میں ہندوستان بھر کو ایک ہی وفاق میں مربوط کر لینے کی تجویز کی بنیا بالکل یاس انگیز ہے۔ مسلم صوبوں کے ایک جداگانہ وفاق کا قیام اس طریق پر جس کا میں نے اوپر ذکر کیا ہے صرف واحد راستہ ہے جس سے ہندوستان میں امن و امان قائم ہو سکتا ہے اور مسلمانوں کو غیر مسلموں کے غلبہ و تسلط سے بچایا جا سکے گا۔ کیونکہ شمال مغربی ہندوستان اور بنگال کے مسلمانوں کو علاحدہ اقوام تصور کیا جائے۔ جنھیں ہندوستان اور بیرون ہندوستان کی دوسری اقوام کی طرح حقِ خود اختیاری حاصل ہو۔

ذاتی طور پر میرا خیال ہے کہ شمال مغربی ہندوستان اور بنگال کے مسلمانوں کو فی الحال مسلم اقلیت کے صوبوں کو نظر انداز کر دینا چاہیے۔ مسلم اکثریت اور مسلم اقلیت کے صوبوں کا بہترین مفاد اسی طریق کو اختیار کرنے میں ہے۔ اس لیے مسلم لیگ کا آئندہ اجلاس کسی مسلم اقلیت کے صوبہ کی بجائے پنجاب میں منعقد کرنا بہتر ہوگا۔ لاہور میں اگست کا مہینہ تکلیف دہ ہوتا ہے۔ میرے خیال میں آپ لاہور میں وسط اکتوبر میں جب موسم خوشگوار ہو جاتا ہے مسلم لیگ کے اجلاس کے انعقاد کے امکان پر غور فرمائیں۔ پنجاب میں آل انڈیا مسلم لیگ سے دلچسپی بڑی تیزی کے ساتھ بڑھ رہی ہے

اور لاہور میں مسلم لیگ کے آئندہ اجلاس کا انعقاد پنجابی مسلمانوں میں ایک نئی سیاسی بیداری پیدا کرنے کا باعث ہوگا۔

آپ کا مخلص

محمد اقبال بار ایٹ لا

(انگریزی سے) (اقبال کے خطوط جناح کے نام)

## سید غلام میراں شاہ کے نام

لاہور

۲۳ جون ۱۹۳۷ء

مخدوم و مکرم جناب پیر صاحب

آپ کا نوازش نامہ ملا۔ جسے پڑھ کر میں بہت متاثر ہوا۔ اس ملک اور اس زمانہ میں جب کہ اولیائے اسلام کی اولاد نے اپنے اسلاف کے تمام اوصاف کھو دیئے ہیں اور ان کی بزرگی کو اپنی ریاست کا ایک ذریعہ بنا لیا ہے، میں آپ کے وجود کو غنیمت تصوّر کرتا ہوں۔ مجھ کو یقین ہے کہ آپ کا اخلاص اور وہ محبت جو آپ کو حضور رسالت مآب سے ہے آپ کے خاندان پر بہت بڑی برکات کے نزول کا باعث ہوگی۔ باقی میری نسبت جو حسنِ ظن آپ کو ہے۔ وہ بھی محض آپ کے اخلاقِ کریمانہ کا نتیجہ ہے۔

والسّلام

محمد اقبال

(اقبال نامہ)

# ڈاکٹر حبیب النساء کے نام

یکم جولائی ۱۹۳۷ء

محترمہ

مجھے یہ کہتے ہوئے انتہائی افسوس ہو رہا ہے کہ آپ نے جس کتاب کا ذکر میرے خط میں کیا ہے وہ میرے پاس نہیں ہے۔ یہ تیس سال سے زائد مدت پہلے لکھی گئی تھی۔ مجھے ڈر ہے کہ اب تک یہ کتاب کافی قدیم (کذا)، اور دوبارہ

---

حبیب النساء بیگم جامعہ عثمانیہ حیدر آباد دکن میں ایم۔اے کی طالبہ تھیں۔ ایم۔اے میں (ڈاکٹر سجاد کی نگرانی میں)، وہ "اقبال کی تصانیف میں تصوف کا عنصر" کے موضوع پر مقالہ لکھ رہی تھیں اس ضمن میں انھیں علامہ اقبال کی کتاب DEVELOPMENT OF METAPHYSIES IN PERSIA کی ضرورت محسوس ہوئی۔ کتاب دستیاب نہ ہوئی تو انھوں نے علامہ اقبال کو خط لکھ کر استفسار کیا۔ جواباً علامہ نے انھیں درج بالا خط لکھا۔ دراصل یہ پی۔ایچ۔ڈی کا مقالہ تھا جو ۱۹۰۷ء میں قیام جرمنی کے دوران لکھا گیا تھا۔ اس پر میونخ یونیورسٹی سے اقبال کو ڈاکٹریٹ کی سند عطا ہوئی۔

اس کتاب کا پہلا ایڈیشن ۱۹۰۸ء میں لندن سے چھپا۔ ۱۹۵۴ء میں دوسرا ایڈیشن بزم اقبال لاہور نے شائع کیا۔ تیسرا ایڈیشن ۱۹۵۹ء میں اور چوتھا ایڈیشن ۱۹۶۴ء میں لاہور ہی سے چھپا۔

انگریزی کتاب شائع ہونے کے سولہ سترہ برس بعد میر حسن الدین نے علامہ اقبال سے اس کا اردو ترجمہ کرنے کی اجازت چاہی تو علامہ نے جواباً لکھا "مجھے کوئی تامل نہیں۔ آپ بلا تکلف اس کا ترجمہ شائع فرما سکتے ہیں مگر میرے نزدیک اس کا ترجمہ مفید نہ ہوگا۔

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

نہیں چھپ رہی ہے بہتر ہے کہ اس کے پبلشرز میسرز لوزک اینڈ کمپنی اور ینٹل بک سیلرز مقابل برٹش میوزیم لندن کو لکھ دیجیے اور دریافت کیجیے کہ آیا ایک نسخہ روانہ کر سکتے ہیں۔ اس کا اردو ترجمہ کچھ نہینے پہلے حیدر آباد میں شائع ہو چکا ہے۔ مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ مترجم کا نام و پتا نہیں معلوم۔

آپ کا

محمد اقبال

(خطوطِ اقبال)

(انگریزی سے)

(عکس)

---

(بقیہ) یہ کتاب اب سے اٹھارہ برس پہلے لکھی گئی تھی اس وقت سے بہت سے نئے امور کا انکشاف ہوا ہے اور خود میرے خیالات میں بہت سا انقلاب آچکا ہے ... میرے خیال میں اس کتاب کا اب تھوڑا سا حصہ باقی ہے جو تنقید کی زد سے بچ سکے۔ آیندہ آپ کو اختیار ہے۔

(مکتوب بنام میر حسن الدین مورخہ ۱۱ جنوری ۲۷ ۱۹ء انوار اقبال ص ۲۰۱)

علامہ نے مترجم کی حوصلہ افزائی نہیں کی۔ تاہم میر حسن الدین نے ۲۸ ۱۹ء میں ترجمہ مکمل کر لیا۔ یہ ترجمہ "فلسفہ عجم" کے نام سے ۳۶ ۱۹ء میں حیدر آباد سے شائع ہوا۔ اب تک اس کے سات آٹھ ایڈیشن چھپ چکے ہیں۔ ابتدائی چار ایڈیشن حیدر آباد دکن سے اور باقی کراچی سے شائع ہوئے۔ تعجب ہے کہ اقبال کو اپنے تصنیف کے مترجم کا نام بھی یاد نہیں رہا۔ شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ انھیں ترجمے اور اس کی اشاعت سے کوئی دل چسپی نہیں تھی۔

(رفیع الدین ہاشمی)

اس خط کا عکس سلیم تمنائی (مصنف "دانائے راز دیار دکن میں") کے مضمون "اقبال خط کے آئینے میں" مطبوعہ "شیرازہ" اقبال نمبر سے ماخوذ ہے۔

(مولف)

## سکریٹری انجمن حمایت اسلام لاہور کے نام

جنابِ من

میرا استعفا ابھی تک اجلاس کونسل میں نہیں[1] پیش ہوا۔ از راہِ عنایت ۴ جولائی کی کونسل میں اسے ضرور پیش فرما کر منظور کرا دیں۔ میری طویل علالت مجھے مجبور کرتی ہے کہ ہر قسم کے فرائض سے خواہ وہ کتنے ہی ہلکے کیوں نہ ہوں، سبکدوش ہو جاؤں۔

والسلام
محمد اقبال
یکم جولائی ۱۹۳۷ء
(خطوطِ اقبال)

---

[1] تصحیح ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی کے مطابق (تصانیف اقبال کا تحقیقی و توضیحی مطالعہ ص ۲۵۵) (مؤلف)

(۱) یہ خط پہلی بار جنرل کونسل انجمن حمایت اسلام لاہور کی قلمی روداد ۱۹۳۷ء تا ۱۳ اگست ۱۹۳۹ء میں نقل کیا گیا۔

(۲) قلمی روداد کے حوالے سے محمد حنیف شاہد نے اس خط کو مجلہ "اقبال" اکتوبر دسمبر ۱۹۷۱ء (ص ۶۸ - ۶۹) میں شائع کیا۔

میرا ماخذ مجلہ "اقبال" کا یہی شمارہ ہے۔

(رفیع الدین ہاشمی)

# سید غلام میراں شاہ کے نام

لاہور
یکم جولائی ۱۹۳۷ء
مخدوم و مکرم جناب قبلہ پیر صاحب
آپ کا خط جو آج ملا ہے آپ کی صفائی باطن کی دلیل ہے کیونکہ میں بھی ۱۶ر جولائی ۱۹۳۷ء کے بعد ہی کشمیر جانے کا عزم کر رہا ہوں۔ اگرچہ ابھی تک فیصلہ نہیں کر سکا۔ میرے لڑکے جاوید کا اسکول ۱۶ر جولائی کو بند ہو گا۔ اگر میں نے قطعی فیصلہ کشمیر جانے کا کر لیا تو اس کو چند روز پہلے اسکول سے چھٹی دلائی جا سکتی ہے۔ میں نے اپنے بعض دوستوں کو کشمیر کوٹھی کے لیے خطوط بھی لکھے ہیں۔ جن کے جواب کی توقع آج کل تک ہے۔ میرے ایک دوست سید مراتب علی شاہ آرمی کنٹریکٹر نے پرسوں یہ بھی وعدہ کیا ہے۔ کہ اگر آپ کشمیر جانے کا عزم کر لیں تو میری سب سے بڑی کار جس میں سات آٹھ آدمی بیٹھ سکتے ہیں۔ آپ کشمیر لے جا سکتے ہیں۔ مگر اس سارے معاملے میں ایک رکاوٹ ہے جو اگر دور نہ ہوئی، اور اور کوئی غیر متوقع رکاوٹ پیش نہ آئی تو میں اس کا آپ سے ذکر بوقتِ ملاقات زبانی کروں گا۔
امید ہے کہ آپ کا مزاج بخیر ہو گا۔ اگر میں کشمیر جا سکا تو آپ کی معیت باعثِ برکت ہو گی۔ والسلام

محمد اقبال

(اقبال نامہ)

# ممنون حسن خاں کے نام

لاہور

۱۶ر جولائی ۱۹۱۷ء

ڈیر ممنون صاحب۔ آپ کا خط مل گیا ہے۔ میں بہت متردّد ہوں۔ بارہ دن کا ملیریا اور اس پر مسلسل سر درد مجھے اندیشہ ہے کہ مسعود بہت کمزور ہو گئے ہوں گے۔ خدا تعالیٰ ان کو جلد صحت کامل عطا فرمائے۔ میرا یہ خط وصول کرتے ہی آپ ان کی خیر خیریت سے آگاہ کریں۔ تاکہ تردد رفع ہو امید کہ لیڈی مسعود اور بچی دونوں تندرست ہوں گی۔ میری طرف سے دعا کیجیے۔

اب کے لاہور میں بھی بخار کا زور رہا۔ اور اب بھی ہے گو نسبتاً کم ہے۔ لیکن اب برسات شروع ہوگئی ہے اور موسم بدل گیا ہے باقی خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے خیریت ہے۔ سید مسعود کی خیر خیریت سے بہت جلد آگاہ کریں۔ تاکید مزید ہے۔

بھوپال میں تو آج کل خوب بارش ہوتی ہوگی۔ جاوید میاں اچھے ہیں۔ آج کل ان کو آم کھانے سے کام ہے۔ صبح و شام یہی مشغلہ ان کا ہے۔ امتحان میں عربی میں فیل اور انگریزی میں فرسٹ علی بخش کی طرف سے سید صاحب کو لیڈی مسعود صاحبہ کو آداب عرض کیجیے جاوید بھی سلام عرض کرتا ہے والسلام

محمد اقبال

(اقبال نامے)

# محمد فضل الرحمٰن انصاری کے نام

لاہور

۱۴ر جولائی ۱۹۳۷ء

جناب من

السلام علیکم و رحمتہ اللہ

جہاں تک اسلامی ریسرچ کا تعلق ہے فرانس، جرمنی، انگلستان اور اٹلی کی یونیورسٹیوں کے اساتذہ کے مقاصد خاص ہیں جن کو عالمانہ تحقیق اور احقاق حق کے ظاہری طلسم میں چھپایا جاتا ہے۔ سادہ لوح مسلمان طالب علم اس طلسم میں گرفتار ہو کر گمراہ ہو جاتا ہے۔ ان حالات میں آپ کے بلند مقاصد پر نظر رکھتے ہوئے میں بلا تامل کہہ سکتا ہوں کہ آپ کے لیے یورپ جانا بے سود ہے۔

میر کیا سادہ ہیں بیمار ہوئے جس کے سبب　　اسی عطار کے لڑکے سے دوا لیتے ہیں

مصر جائیے، عربی زبان میں مہارت پیدا کیجیے۔ اسلامی علوم، اسلام کی دینی اور سیاسی تاریخ، تصوف، فقہ، تفسیر کا بغور مطالعہ کر کے محمد عربی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اصل روح تک پہنچنے کی کوشش کیجیے۔ پھر اگر ذہن خداداد ہے اور دل میں خدمتِ اسلام کی تڑپ ہے تو آپ اس تحریک کی بنیاد رکھ سکیں گے جو اس وقت آپ کے ذہن میں ہے۔ ہاں یورپ کا فلسفہ پڑھنے کے لیے آپ یورپ کا سفر کر سکتے ہیں۔ اگرچہ مسلمانوں کو موجودہ حالات میں فلسفہ اور لٹریچر کی چنداں ضرورت نہیں۔ اس صورت میں بھی THESIS[1] کے ذریعہ ڈگری حاصل کرنا فضول ہے۔ یورپ کے فلسفہ کی مختلف شاخوں کا مطالعہ کر کے ڈگری حاصل کرنا چاہیے۔ میں علیل

---

[1] مقالہ

ہوں اور خط و کتابت کرنے سے قاصر ہوں۔ یہ خط بھی ایک دوست سے لکھوایا ہے۔ والسلام۔

محمد اقبال

(عکس) (اقبال نامہ)

## (چودھری) نیاز علی خاں کے نام

لاہور

۲۰ رجولائی ۱۹۳۷ء

جناب چودھری صاحب السلام علیکم

آپ کا خط ابھی ملا ہے۔ آم اس سے پہلے مل گئے تھے۔ جو نہایت شیریں ہیں۔ نیازی صاحب کے ہاتھ سے رسید لکھوا کر ارسال کر چکا ہوں۔ مہربانی کر کے اگر ممکن ہو تو اور آم اسی قسم کے ارسال کیجیے۔

آپ ضرور تشریف لائیں۔ میں آپ سے ادارہ کے متعلق گفتگو کروں گا۔ اسلام کے لیے اس ملک میں نازک زمانہ آرہا ہے۔ جن لوگوں کو کچھ احساس ہے ان کا فرض ہے کہ اس کی حفاظت کے لیے ہر ممکن کوشش اس ملک میں کریں۔ انشاءاللہ آپ کا ادارہ اس مقصد کو باحسن وجوہ پورا کرے گا۔ علماء میں مداہنت آگئی ہے۔ یہ گروہ حق کہنے سے ڈرتا ہے۔ صوفیہ اسلام سے بے پروا اور حکام کے تصرف میں ہیں۔ اخبار نویس اور آج کل کے تعلیم یافتہ لیڈر خود غرض ہیں۔ اور ذاتی منفعت و عزت کے سوا کوئی مقصد ان کی زندگی کا نہیں ہے۔ عوام میں

جذبہ موجود ہے مگر ان کا کوئی بے غرض راہنما نہیں ہے۔ زیادہ کیا عرض کروں۔ امید
کہ آپ کا مزاج بخیر ہوگا۔ والسلام مخلص
محمد اقبال

(عکس) (اقبال نامہ)

## مس فارک ہرسن کے نام

میورو ڈ لاہور
۲۰؍ جولائی ۱۹۳۷ء

مائی ڈیر مس فارک ہرسن

میں بدستور بیمار ہوں اس لیے فلسطین رپورٹ پر اپنی رائے اور وہ عجیب
وغریب خیالات اور احساسات جو اُس نے ہندوستانی مسلمانوں کے دلوں
میں بالخصوص اور ایشیائی مسلمانوں کے دلوں میں بالعموم پیدا کیے ہیں یا کر سکتی ہے
تفصیل سے تحریر نہیں کر سکتا۔ میرے خیال میں اب وقت آگیا ہے کہ نیشنل
لیگ آف انگلینڈ وقت شناسی کا ثبوت دے اور اہلِ برطانیہ کو عربوں کے
خلاف جن سے برطانوی سیاست دانوں نے اہلِ برطانیہ کے نام سے حتمی وعدے
کیے تھے ناانصافی کے ارتکاب سے بچالے۔ طاقت کا سرچشمہ فراست ہے۔ جب
طاقت عقل و دانش کو پس پشت ڈال کر محض اپنی ذات ہی پر بھروسہ کر لیتی
ہے تو نتیجہ خود طاقت کا خاتمہ ہوتا ہے۔

پرانس محمد علی مصری نے ایک معقول تعمیری تجویز پیش کی ہے جو ہر طرح اہلِ
برطانیہ کے لیے لائقِ توجہ ہے۔ ہمیں یہ کبھی بھی فراموش نہ کرنا چاہیئے کہ فلسطین
انگلستان کی کوئی ذاتی جائداد نہیں۔ فلسطین تو انگلستان کے پاس جمعیۃ الاقوام

---

نوٹ: جولائی ۱۹۳۷ء میں فلسطین سے متعلق حکومتِ برطانیہ کی مقرر کردہ رائل کمیشن کی رپورٹ شائع ہوئی جس میں
تقسیم فلسطین کی تجویز پیش کی گئی تھی۔ اقبال اس تجویز سے بے حد مضطرب تھے۔

کی طرف سے زیر انتداب ہے اور مسلم ایشیا اب لیگ آف نیشنز کو انگریزوں اور فرانسیسیوں کا ایک ایسا ادارہ سمجھنے لگا ہے جسے انھوں نے کمزور مسلم سلطنتوں کے علاقوں کی تقسیم کے لیے وضع کر رکھا ہے۔ فلسطین پر یہودیوں کا بھی کوئی حق نہیں۔ یہودیوں نے تو اس ملک کو رضا مندانہ طور پر عربوں کے فلسطین پر قبضہ سے بہت پہلے اُسے خیر باد کہہ دیا تھا۔ صیہونیت بھی کوئی مذہبی تحریک نہیں۔ اس کے علاوہ خود فلسطین رپورٹ نے اس امر کو روزِ روشن کی طرح واضح کر دیا ہے۔

فلسطین رپورٹ کو منصفانہ نظر سے پڑھنے والے کے دل میں یہ اثر پیدا ہوتا ہے کہ تحریکِ صیہونیت کا آغاز یہودیوں کے لیے ایک قومی وطن مہیّا کرنے سے کہیں زیادہ برطانوی سامراج کے لیے میڈیٹرینین[1] میں ایک ساحلی کنارہ حاصل کرنے کے لیے ہوا تھا۔

بحیثیت مجموعی رپورٹ کا منشا مقامات مقدسہ کا عربوں سے بجبر مستقل انتداب کی صورت میں جو کمیشن نے برطانوی سامراجی ہوس کی پردہ پوشی کے لیے وضع کیا ہے خرید لینا ہے۔ اس فروخت کی قیمت عربواں کے لیے تھوڑا سا روپیہ اور ان کی سخاوت و فیاضی کے نام پر اپیل اور یہودیوں کا ایک علاقہ پر قبضہ ہے۔ مجھے امید ہے کہ برطانوی مدبّرین عربوں کے خلاف صریح عناد کی اس پالیسی سے دست کش ہو کر ان کا ملک اُن کے حوالے کر دیں گے۔ مجھے ذرا شک و شبہ نہیں ہے کہ عرب انگریزوں اور بشرطِ ضرورت فرانسیسیوں سے بھی مصالحت کے لیے تیار ہوں گے۔ اگر پراپیگنڈے کے زور سے اہلِ برطانیہ کو عربوں کے خلاف دھوکہ دیا گیا تو مجھے اندیشہ ہے موجودہ حکمت عملی کے نتائج خطرناک ثابت ہوں گے۔

آپ کا مخلص

محمد اقبال

(انگریزی سے) (اقبال نامہ)

---

[1] MEDITERANIAN

# شیخ اعجاز احمد کے نام

لاہور ۲۲ جولائی ۳۷ء[1]

برخوردار اعجاز احمد طال عمرہٗ

حکیم صاحب کی خدمت میں یہ عرض کرنا ضروری ہے کہ کچھ دنوں سے میرے دونوں گردوں کی طرف ایک بوجھ سا رہتا ہے اور گزشتہ رات بائیں جانب کے گردے میں خفیف سی درد بھی محسوس ہوتی رہی جو اس وقت نہیں ہے۔ اسی

---

[1] مظلوم اقبال میں اس خط پر تاریخ تحریر ۲۲ جولائی ۱۹۲۷ء درج ہے جو سہواً لکھی گئی کہ علامہ اقبال کی علالت کا سلسلہ ۱۹۳۴ء سے شروع ہوا۔ مزید برآں مظلوم اقبال میں شیخ اعجاز احمد نے خود ۱۹۳۷ء کے خطوط جہاں درج کیے ہیں وہاں لکھا ہے۔ (ص ۳۷۰)

"۲۰ مئی ۱۹۳۷ء کے بعد کے خطوط جو محفوظ رہ گئے ان میں پہلا خط یہ ہے جو ۲۲ جولائی کا ہے ۔۔۔"

یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ شیخ اعجاز احمد ۱۹۳۷ء میں دہلی میں بطور سب جج تعینات تھے (مظلوم اقبال ص ۳۶۶) علاوہ ازیں علامہ کو درد گردہ کی شکایت مئی / جون ۱۹۲۸ء میں ہوئی تھی جب حکیم صاحب کا علاج کیا تھا۔ ملاحظہ ہو علامہ کا مکتوب محررہ ۱۵ جون ۱۹۲۸ء بنام خان محمد نیاز الدین خاں۔ اس کا ذکر سید نذیر نیازی نے بھی کیا ہے۔ (مکتوبات اقبال ص ۱۳)

دل چسپ بات یہ ہے کہ ۱۹۱۷ء میں بھی علامہ کو درد گردہ کی شکایت ہوئی تھی۔ ملاحظہ کیجیے مکتوب محررہ ۲۰ مارچ ۱۹۱۷ء بنام خان محمد نیاز الدین خاں۔ لیکن خط مذکورہ کی تاریخ تحریر کے بارے میں لا طایل شہادت اس کے عکس پر ڈاک خانہ کی ۱۹۳۷ء کی مہر ہے۔ (شیخ اعجاز احمد)

لاہور، ۲۲ جنوری ۱۹۳۶ء ۔ برخوردار اعجاز احمد طال عمرہٗ ۔ حکیم صاحب کی خدمت میں یہ عرض کرنا ضروری ہے
کہ کچھ دنوں سے تو دونوں گردوں کی طرف ایک بوجھ سا رہتا ہے۔ اور گذشتہ رات بائیں جانب کے گردہ پر خفیف سی درد بھی محسوس
ہوتی رہی۔ جو اب تک بھی ہے۔ اسی بائیں جانب کے گردے میں دس سال ہوئے جب مجھے درد ہوا تھی۔ جب حکیم صاحب نے اکھاڑ
مندمج کیا۔ دس سال تک ذرا سی تکلیف بھی محسوس نہیں ہوئی۔ سوائے گذشتہ رات کے۔ یہ بات حکیم صاحب سے عرض کرنی
ضروری ہے۔ مہربانی کر کے یہ خط ان کو حافظ محمد سعید صاحب کی معرفت سنا دیں۔ اور اگر خود حکیم صاحب
کوئی دوائی تجویز کریں تو وہ لے کر مجھے بھجوا دینا۔ باقی جو دوائیاں حکیم صاحب کی تجویز ہیں ان کا استعمال
جاری ہے۔ افاقہ ہے۔ ختم ہونے کے قریب اطلاع دوں گا۔ والسلام

محمد اقبال

(دیکھنے سے معلوم ہوا کہ دونوں معجونیں جو حکیم صاحب نے ارسال فرمائی تھیں۔ قریب الاختتام
ہیں۔ گو گولیوں کی تعداد ابھی باقی ہے۔)

بائیں جانب کے گردے میں دس سال ہوئے جب مجھے درد ہوئی تھی۔ جب حکیم صاحب نے اس کا علاج کیا۔ دس سال تک ذرا سی کسک بھی محسوس نہیں ہوئی۔ سوائے گزشتہ رات کے۔ یہ بات حکیم صاحب کے نوٹس میں لانا ضروری ہے۔ مہربانی کرکے یہ خط ان کو حافظ محمد سعید[1] صاحب کی معرفت سنا دیویں۔ اور اگر حکیم صاحب کوئی دوائی تجویز کریں تو وہ لے کر مجھے بھجوا دینا۔ باقی جو دوائیاں حکیم صاحب کی ہیں ان کا استعمال جاری ہے۔ ان کے ختم ہونے کے قریب اطلاع دوں گا۔ والسلام

محمد اقبال

دیکھنے سے معلوم ہوا کہ دونوں معجونیں جو حکیم صاحب نے ارسال فرمائی تھیں قریب الاختتام ہیں۔ گولیوں کی تعداد ابھی باقی ہے۔

(عکس) یہ مکتوب بخط اقبال نہیں۔ (مظلوم اقبال)

## سید غلام میراں شاہ کے نام

لاہور

۲۵ جولائی ۱۹۳۷ء

مخدوم و مکرم جناب پیر صاحب

السلام علیکم۔ کئی روز ہوئے ہیں نے ایک خط آپ کی خدمت میں لکھا تھا۔ جس کے جواب کا اب تک انتظار ہے۔ خدا کرے کہ آپ بمع اعزہ مع الخیر

---

[1] حافظ محمد سعید دہلی کے ایک نوجوان وکیل تھے حکیم صاحب کے قانونی کام کرتے تھے۔ ان کے ذریعہ میں حکیم صاحب سے ملاقات کا وقت لیا کرتا تھا۔

(شیخ اعجاز احمد)

ہوں۔ معلوم نہیں ہوا کہ آپ کشمیر جا سکے یا نہیں۔ افسوس کہ میں اب تک نہیں جا سکا۔ سر عبد الصمد خاں ہوم منسٹر کشمیر کے خط کا انتظار ہے۔ باقی خدا تعالیٰ کے فضل وکرم سے خیریت ہے آپ اپنی خیریت سے اطلاع فرمائیں۔

لاہور میں خوب گرمی ہے۔ بارش کم ہوئی ہے۔ والسلام

محمد اقبال

(اقبال نامہ)

# راغب احسن کے نام

لاہور

۲۵ر جولائی ۱۹۳۷ء

ڈیر راغب صاحب

آپ کے جملہ خطوط مل گئے ہیں۔ لاہور کے مسلمانوں کا ایک بہت بڑا جلسہ کل شام یعنی سوموار کی شام کو ہونے والا ہے۔ افسوس کہ میں علالت کی وجہ سے جلسہ میں حاضر نہیں ہو سکوں گا۔ مگر میری طرف سے ایک بیان اس جلسہ میں پڑھا جائے گا جس کی ایک نقل آپ کی خدمت میں مرسل ہے۔ اگر آپ چاہیں تو اپنے اخبار میں اس بیان کو شائع کر سکتے ہیں۔ لندن کے بعض اکابر کو بھی میں نے پرائیویٹ خطوط مسئلہ فلسطین کے متعلق لکھے ہیں۔ والسلام

امید کہ آپ کا مزاج بخیر ہو گا۔

محمد اقبال

(اقبال — جہانِ دیگر)

(عکس)

---

لہ بقیہ پچھلے صفحہ کا: واضح رہے کہ اپنی شدید علالت کے باعث بالآخر اقبال نے ۱۲ر اگست ۱۹۳۶ء کو مذکورہ صوبائی پارلیمانی بورڈ سے استعفیٰ دیدیا۔ اگرچہ صوبائی لیگ سے ان کا تعلق بحیثیت صدر رہا۔

لاہور
۲۵ جولائی ۱۹۳۷ء

ڈیئر راغب صاحب

آپ کے چند خطوط واصل گئے ہیں۔ لاہور کے مسلمانوں کا ایک بہت
بڑا جلسہ کل شام یعنی سوموار کی شام کو ہونے والا ہے۔ افسوس کہ میں علالت کی
وجہ سے جلسہ میں حاضر نہیں ہو سکوں گا۔ مگر میری طرف سے ایک بیان اس جلسہ میں پڑھا جائے گا
جس کی ایک نقل آپ کی خدمت میں مرسل ہے۔ اگر آپ چاہیں تو اپنے اخبار میں اس
بیان کو شائع کر سکتے ہیں۔ لندن کے بعض اخبار کو بھی میں نے پرائیویٹ خطوط مسئلہ فلسطین
کے متعلق لکھے ہیں۔ والسلام

امید کہ آپ کا مزاج بخیر ہوگا

محمد اقبال

# حکیم راغب مراد آبادی کے نام

لاہور

۲۹ جولائی ۱۹۳۷ء

جناب من ۔ آپ کے خط کا مدلل جواب طویل ہے ۔ افسوس کہ میں علالت طبع کے باعث طویل خط نہیں لکھ سکتا ۔ مختصراً میری رائے یہ ہے کہ کانگریس میں مسلمانوں کی غیر مشروط شمولیت اسلام اور مسلمان دونوں کے لیے مضر ہے ۔

محمد اقبال

(انوارِ اقبال)

# ممنون حسن خان کے نام

لاہور

۳۱[1] جولائی ۱۹۳۷ء

ڈیر ممنون

سید مسعود مرحوم کے انتقال[2] ناگہانی خبر صبح اٹھتے ہی اخبار "زمیندار" سے معلوم ہوئی۔ میں نے اس خبر کو مشتبہ سمجھ کر آپ کے نام تار لکھا کہ اتنے میں سول ملٹری گزٹ سے مرحوم کے انتقال کی سرکاری اطلاع معلوم ہوئی۔ سخت پریشان ہوں۔ مفصل حالات سے مجھے آگاہ کیجیے۔ میرے لیے یہ صدمہ ناقابل برداشت ہے مرحوم کے ساتھ جو قلبی تعلقات میرے تھے وہ آپ کو معلوم ہیں ابھی ان کی والدہ اور لیڈی مسعود کے نام تار دیئے ہیں آپ کے خط کا مجھے بے چینی سے انتظار ہے والسلام

محمد اقبال

(اقبال نامے)

---

[1] اقبالنامہ حصہ اول میں اس خط کی تاریخ غلطی سے ۲ اگست ۱۹۳۵ درج تھی۔

(مولف)

[2] سر راس مسعود تقریباً بارہ روز بیمار رہ کر ۳۰ جولائی ۱۹۳۷ء کو خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ ان کی میت علی گڑھ لے جاکر دفنائی گئی۔

(رفیع الدین ہاشمی)

(خطوطِ اقبال)

# ممنون حسن خاں کے نام

لاہور

۳۱ جولائی ۱۹۳۷ء

ڈیر ممنون

صبح میں آپ کو خط لکھ چکا ہوں۔ آج صبح سے دوپہر تک مرحوم کے جاننے والے اور ان کے غائبانہ معترف تعزیت کے لیے آتے رہے۔ راس مسعود کا رنج عالمگیر ہے۔ یہ تار جو اس خط کے ساتھ بھیج رہا ہوں سردار صلاح الدین سلجوقی قونصل جنرل افغانستان مقیم شملہ کا ہے۔ ان کی خواہش ہے کہ مرحوم کے اعزا تک پہنچا دیا جائے مہربانی کر کے یہ تار لیڈی مسعود اور مرحوم کی والدہ کو دکھا دیں۔ والسلام

محمد اقبال

(اقبال نامہ)

# خواجہ غلام السیدین کے نام

از لاہور

۳۱ جولائی ۱۹۳۷ء

ڈیر خواجہ سیدین

مہربانی کر کے فوراً اطلاع دیجیے کہ آیا آپ اس وقت علی گڑھ میں ہیں یا علی گڑھ سے باہر۔ زیادہ کیا لکھوں۔ سید راس مسعود کے ناگہانی انتقال نے سخت پریشان کر رکھا ہے۔ والسلام

محمد اقبال

(اقبال نامہ)

# جنرل کونسل انجمن حمایت اسلام لاہور کے نام

۳۱ جولائی ۱۹۳۷ء[1]

نواب مسعود جنگ بہادر ڈاکٹر سر سید راس مسعود صاحب وزیر تعلیم بھوپال انتقال فرما گئے ہیں۔ مرحوم سر سید مرحوم کے پوتے اور آنریبل سید مسعود کے صاحبزادے تھے۔ انھوں نے اپنے مرحوم دادا کی طرح ملک و ملت کی بہت زیادہ خدمت کی۔ مرحوم کی بے وقت موت سے مسلمانانِ ہند کو بہت نقصان پہنچا ہے۔ لہٰذا تعزیت کا ریزولیشن پاس کیا جائے اور ان کے لیے دعائے

---

[1] (الف) مجلہ "اقبال" اکتوبر / دسمبر ۱۹۷۱ء میں منقول زیر نظر مکتوب پر ۳۰ جولائی ۱۹۳۷ء کی تاریخ درج ہے جو درست نہیں۔ راس مسعود ۳۰ جولائی کو فوت ہوئے اقبال کو اگلے روز ۳۱ جولائی کے اخبارات سے یہ خبر معلوم ہوئی۔ جیسا کہ ممنون حسن خاں کے نام ۳۱ جولائی کے مکتوب میں لکھتے ہیں۔ "سید مسعود مرحوم کی ناگہانی خبر صبح اٹھتے ہی اخبار "زمیندار" سے معلوم ہوئی" زیر نظر مکتوب یقینی طور پر ۳۱ جولائی کا مرقومہ ہے۔

(ب) سب سے پہلے یہ خط جنرل کونسل انجمن حمایت اسلام لاہور کی قلمی روداد (۱۹۳۷ء) میں نقل کیا گیا۔

(ج) قلمی روداد کے حوالے سے محمد حنیف شاہد نے اسے مجلہ "اقبال" اکتوبر تا دسمبر ۱۹۶۱ء (ص ۶۹) میں شائع کرایا۔

(ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی)

مغفرت کی جائے۔ نیز ریزولیشن کی نقل بیگم مسعود صاحبہ، ریاض منزل، بھوپال اور مرحوم کی والدہ ماجدہ کی خدمت میں علی گڑھ ارسال کی جائے۔

محمد اقبال

(خطوط اقبال)

## شیخ عظیم اللہ[2] کے نام

ڈیر شیخ عظیم اللہ! السلام علیکم

میں نے آپ سے اور شیخ گلاب دین سے زبانی گفتگو میں عرض کیا تھا کہ جو تحریر انجمن کی طرف سے میرے استعفا کے متعلق اخباروں میں شائع ہوئی ہے اس

---

[1] چنانچہ انجمن کی جنرل کونسل کا تعزیتی اجلاس یکم اگست ۱۹۳۷ء کو انجمن کے نائب صدر مولوی انعام علی کی صدارت میں منعقد ہوا۔ (رفیع الدین ہاشمی)

[2] شیخ عظیم اللہ انجمن حمایت اسلام سے متعلق تھے۔ ان کے نام درج بالا خط علامہ نے انجمن کی صدارت سے اپنے استعفے کے ضمن میں لکھا۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ انجمن کے اراکین سے نالاں ہونے کے باوجود علامہ کو مسلمانوں کا وقار اور انجمن کی اجتماعی ساکھ کس قدر عزیز تھی۔ وہ یہ نہیں چاہتے تھے کہ ایسے معاملات کو برسرِ عام لایا جائے اور انجمن کو کوئی نقصان پہنچے۔ (رفیع الدین ہاشمی)

انجمن حمایت اسلام کے عہدہ صدارت سے علامہ کی سبکدوشی ۲۵ جولائی ۱۹۳۷ء کو ہوئی۔ اس سے پہلے یکم جولائی ۱۹۳۷ء کو علامہ نے سکریٹری انجمن حمایت اسلام کو لکھا کہ ۶ جولائی کے اجلاس میں میرے استعفیٰ پر غور کیا جائے۔ ایسا لگتا ہے کہ ۶ جولائی کے اجلاس میں یہ استعفیٰ منظور نہیں ہوا۔ چنانچہ علامہ کو دوبارہ خط لکھنا پڑے۔ ہمارے خیال میں یہ خط جولائی ۱۹۳۷ء میں لکھا گیا ہوگا۔

(ڈاکٹر صابر کلوروی۔ مکاتیب اقبال کے ماخذ۔ اقبال ریویو، ص۔ ۸۷)

کا شائع ہونا ٹھیک نہ تھا۔ اگر میں اس کی تردید کرتا تو اس کے نتائج انجمن کے حق میں اچھے نہ ہوتے۔ اس واسطے میں خاموش رہا۔ آپ نے بھی میری اس رائے سے اتفاق کیا تھا۔

آپ کو معلوم ہے کہ میں نے علالت کی بنا پر استعفا دیا تھا لیکن حقیقت یہ ہے کہ اور بھی وجوہ تھے جن کو محض اس وجہ سے نظرانداز کر دیا تھا کہ ان کی اشاعت سے انجمن کو نقصان پہنچنے کا احتمال تھا۔ اس واسطے اس خط میں بھی ان کو بیان کرنے سے احتراز کرتا ہوں اور صرف اسی پر اکتفا کرتا ہوں کہ انجمن کے موجودہ حالات میں، میں صدارت کا بارِ گراں نہیں اٹھا سکتا۔ آپ مہربانی کر کے جنرل کونسل سے میری طرف سے استدعا کریں کہ وہ میرا استعفا قبول کر کے مجھے ممنون کریں۔

میں نہیں چاہتا کہ میری صدارت میں انجمن تمام مسلمانوں میں اپنا وقار کھو دے اور میں اس بے اعتمادی کا کوئی علاج نہ کر سکوں۔ والسلام

محمدؐ اقبال

(خطوطِ اقبال)

# لیڈی مسعود کے نام

لاہور

یکم اگست ۱۹۳۷ء

مائی ڈیر لیڈی مسعود۔ میں آپ کو صبر و شکر کی تلقین کیونکر کروں جب کہ

---

نوٹ: عطا اللہ مرتب "اقبال نامہ" نے اقبال کی نظم "مسعود مرحوم" کے پانچ اشعار نقل کیے تھے۔ یہ پوری نظم علامہ کے مکتوب محررہ ۲۳ ، اگست ۱۹۳۷ء بنام مولوی عبدالحق فٹ نوٹ میں درج کر دی گئی ہے۔ اس لیے شیخ عطا اللہ کا نوٹ حذف کر دیا ہے۔ (مولف)

میرا دل تقدیر کی شکایتوں سے خود لبریز ہے۔ مرحوم سے جو میرے قلبی تعلقات تھے ان کا حال آپ کو اچھی طرح معلوم ہے۔ اس بنا پر میں صرف یہی کہہ سکتا ہوں کہ جب تک زندہ ہوں آپ کے دُکھ درد میں شریک ہوں۔ غالباً مرحوم کے دوستوں میں سے کوئی بھی ایسا نہ ہوگا جس کے دل پر مرحوم نے اپنی دلنوازی بلند نظری اور سیر چشمی کا گہرا نقش نہ چھوڑا ہو۔

مسعود اپنے باپ دادا کے تمام اوصاف کا جامع تھا۔ اُس نے قدرت سے دادا کا دل اور باپ کا دماغ پایا تھا۔ اور جب تک جیا اس دل و دماغ سے ملک و ملت کی خدمت کرتا رہا۔ خدا تعالیٰ اُسے غریقِ رحمت کرے۔

کل شام کے اخباروں سے معلوم ہوا کہ مرحوم کی میت علی گڑھ لائی گئی ہے اس وجہ سے میں نے کل صبح آپ کو بھوپال کے پتہ پر تار دیا تھا اور والدہ ماجدہ مرحوم کو علی گڑھ کے پتے پر۔ اس کے بعد ہز اکسیلینسی سردار صلاح الدین خاں سلجوق قنصل جنرل افغانستان مقیم شملہ کا تعزیتی تار بھی میرے نام آیا۔ جس میں انھوں نے خواہش کی تھی کہ ان کا پیغامِ ہمدردی مرحوم کے اعزہ تک پہنچا دیا جائے۔ یہ تار بھی میں نے بھوپال ہی بھیج دیا تھا۔ امید کہ آپ تک پہنچ جائے گا والدہ ماجدہ تک بھی سردار صاحب کا پیغامِ ہمدردی پہنچا دیجیے۔

زیادہ کیا لکھوں۔ ہم سب پریشان ہیں اور خدا تعالیٰ سے آپ کے اطمینانِ قلب کی دعا مانگتے ہیں۔ والسلام

محمد اقبال

علی بخش آداب کہتا ہے اور بے حد رنج و غم کا اظہار کرتا ہے۔

(اقبال نامہ)

# ممنون حسن خاں کے نام

لاہور

۲ر اگست ۱۹۳۷ء

ڈیر ممنون

میں آپ کے خط کا کئی دن سے منتظر ہوں۔ مہربانی کر کے مفصل خط لکھیے۔ علی گڑھ کے خطوط سے معلوم ہوا کہ راس مسعود کے صاحبزادے انور ہندوستان میں ہیں۔ مجھے یہ بات پہلے معلوم نہ تھی آج میں نے انھیں بھی خط لکھا ہے اطلاع دیجیے کہ آیا انور اپنے مرحوم باپ سے مل سکا یا نہیں۔ نیز یہ کہ لیڈی مسعود صاحبہ کیسی ہیں مجھے اندیشہ ہے خدانخواستہ وہ علیل نہ ہوں۔ ان کی صحت و عافیت سے جلد اطلاع دیں۔ میں ذرا سفر کے قابل ہو لوں تو سیّد مسعود کے مزار پر فاتحہ خوانی کے لیے علی گڑھ جانے کا قصد رکھتا ہوں۔ وہاں سے انشاء اللہ تعالیٰ ایک دو روز کے لیے شاید بھوپال میں بھی آسکوں۔ زیادہ کیا لکھوں سوائے اس کے کہ بہت پریشان ہوں۔ خط کا جواب بہت جلد دو۔ والسلام

محمد اقبال

(اقبال نامہ)

---

لہ (الف) "اقبال نامہ" اول میں اس خط (بنام ممنون حسن خاں ص ۳۲۸) کی تاریخ ۲ر اگست ۱۹۳۵ء درج ہے جب کہ صحیح تاریخ ۲ر اگست ۱۹۳۷ء ہے کیونکہ راس مسعود کا انتقال ۱۹۳۵ء میں نہیں ۱۹۳۷ء میں ہوا تھا۔

(صابر کلوروی۔ مکاتیبِ اقبال کے ماخذ۔ ایک تحقیقی جائزہ۔ ص ۵۱)

(ب) ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار نے بھی "اقبال۔ ایک مطالعہ" (ص ۲۵۹) میں اس غلطی کی نشاندہی کی ہے۔ (مولف)

# ممنون حسن خاں کے نام

لاہور

۵ ر اگست ۱۹۳۷ء

ڈیر ممنون صاحب آپ کا خط کل ملا جس سے مفصل حالات مرحوم کی بیماری کے معلوم ہوئے۔ آپ کے خط کے ساتھ ہی لیڈی مسعود کے والد صاحب کا خط بھی ملا جس سے معلوم ہوا کہ مرحوم کی موت کالا آزار[1] سے واقع ہوئی ہے یہ کالا آزار مشرقی افریقہ کی بیماری ہے۔ بھوپال میں اس کا ظاہر ہونا تعجب کی بات ہے لیکن اس خیال سے کہ شاید کسی اور کو نہ ہو جائے میں آپ کو اس کا ایک سہل نسخہ جو مجھ کو اپنے ایک دوست سے معلوم ہوا ہے لکھتا ہوں۔ مریض کو پیٹھ کے بل سیدھا لٹا دیتے ہیں اور اس کو کسی قسم کی حرکت کرنے کی اجازت نہیں دیتے کھانے کے لیے بھی کچھ نہیں دیتے، صرف ناریل کا پانی پلائے چلے جاتے ہیں۔ لیسا اوقات اس پانی کے چودہ گھنٹہ تک استعمال کرنے سے مریض کا پیشاب صاف ہو جاتا ہے۔ مشرقی افریقہ میں یہی علاج اس بیماری کا کیا جاتا ہے اور ہمیشہ کامیاب رہتا ہے۔ افسوس ہے کہ ڈاکٹر اس علاج پر بھروسہ نہیں کرتے اور بالعموم اپنے سائنٹفک علاج میں ناکام رہتے ہیں۔ بہر حال اب جو ہونا تھا وہ ہو چکا۔ مرحوم کے دوستوں کو اس کی بیوہ اور بچی کے ساتھ عملی ہمدردی کرنے کا کوئی طریق سوچنا چاہیے۔ اس غرض کے لیے میں آپ سے چند باتیں پوچھنا چاہتا ہوں اگر ذاتی طور پر آپ کو علم ہو تو لکھ بھیجیے کسی سے تحقیق کرنے کی ضرورت نہیں۔ اس خط کو CONFIDENTIAL تصور کیجیے۔

---

[1] KALAAZAR (مولف)

(۱) مجھے معلوم ہے مرحوم کو آپ پر بڑا اعتماد تھا۔ اور غالباً ان کی کوئی بات آپ سے پوشیدہ نہ تھی میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ آیا انھوں نے موت سے پہلے کوئی وصیت کی یا کسی اور طریق سے اپنے بیوہ اور بچی کے لیے PROVIDE کیا۔ ان کے بینکنگ اکاؤنٹ کا آپ کے علم میں کیا حال ہے۔ ان کے اخراجات بہت تھے جس سے مجھے اندیشہ ہوتا ہے کہ شاید وہ اپنی بیوہ اور بچی کے لیے کوئی PROVISION کر سکے ہوں گے۔

(۲) علی گڑھ کے خطوط سے مجھے معلوم ہوتا ہے کہ مرحوم کا بڑا بیٹا انور علی گڑھ میں ہے۔ کیا وہ بھوپال پہنچ سکا اور باپ کی کچھ خدمت کر سکا؟

(۳) میرا خیال تھا کہ لیڈی مسعود اور ان کے والد جنازہ کے ہمراہ علی گڑھ چلے گئے ہوں گے مگر معلوم ہوتا ہے کہ نہیں جا سکے۔ اس کی وجہ کیا ہے۔

اس خط کا جواب مجھے جلدی دیجیے۔ ان کے کتبہ مزار کے لیے اشعار منتخب کر کے بھیجوں گا۔ ان کی وفات پر چند اشعار لکھ رہا ہوں جو میرے دوسرے مجموعہ میں شامل ہوں گے اور یہ بھی ممکن ہے کہ پہلے ہی شائع ہو جائیں۔

والسلام

محمدؐ اقبال

(اقبال اور ممنون)

(عکس)

# شیخ مصطفیٰ المراغیؒ شیخ الجامعہ ازہر (قاہرہ) کے نام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

از ڈاکٹر محمد اقبال ۔ بخدمت جناب صاحب الفضیلۃ علامہ شیخ مصطفیٰ المراغی، شیخ الازہر الشریف ادام اللہ مجدہٗ[2] السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ،

---

[1] الف چودھری نیاز علی خاں نے ۱۹۳۶ء میں موضع جمال پور، نزد پٹھان کوٹ ایک ادارہ دارالسلام کے نام سے قائم کرنے کی اسکیم بنائی جو علامہ اقبال نے پسند فرمائی اور مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کو اس ادارہ کو چلانے کے لیے انتخاب کیا۔ علامہ اقبال اس ادارے کے کسی روشن خیال مصری ازہری عالم کی خدمات بھی حاصل کرنا چاہتے تھے۔ چنانچہ جامعہ ازہر کے شیخ علامہ مصطفےٰ المراغی کے نام درج بالا مکتوب اسی سلسلہ میں لکھا گیا ہے۔

(ب) اصل مکتوب عربی میں لکھا گیا جس کا مسودہ مولانا ابوالاعلیٰ مودودی نے تیار کیا تھا اس کا ایک ترجمہ اقبال نامہ حصہ اول (۲۵۱۔ ۲۵۳) میں بھی موجود ہے مگر وہ نامکمل ہے مکمل مکتوب پہلی بار "خطوط اقبال" میں شائع ہوا۔ اس کا اردو ترجمہ پروفیسر خورشید رضوی نے کیا تھا۔ اس مکتوب کے ایک حصہ کا عربی متن "خطوط اقبال" میں پیش کیا گیا ہے جو درج کیا جا رہا ہے۔

(ج) اس خط پر کوئی تاریخ درج نہیں۔ مگر علامہ المراغی کے جوابی مکتوب سے رفیع الدین ہاشمی صاحب نے اس خط کی تاریخ تحریر ۵ اگست ۱۹۳۶ء متعین کی ہے۔ لیکن صابر کلوروی صاحب کے مطابق اس کی صحیح تاریخ ۵ اگست ۱۹۳۷ء ہے جو صحیح معلوم ہوتی ہے۔

صابر کلوروی روح مکاتیب اقبال۔ ایک تنقیدی جائزہ ص ۴۶ اور مکاتیب اقبال کے ماخذ ایک تحقیقی جائزہ ص ۸۵)

(د) شیخ مصطفیٰ المراغی نے اپنے جوابی مکتوب مورخہ ۲۱ اگست ۱۹۳۷ء میں مطلع کیا کہ جامعہ ازہر میں اقبال کے حسبِ منشا کوئی ایسا عالم نہ تھا جسے ہندوستان روانہ کیا جا سکتا۔ (مؤلف)

[2] خدا اس کی عظمت کو دوام بخشے (یعنی ازہر کی عظمت ہمیشہ قائم رہے)

بلاشبہ ازہر شریف کو عالم اسلامی میں بھرپور اہمیت حاصل ہے۔ وہ ایک منفرد علمی مرکز ہے۔ یہی سبب ہے کہ ہر تشنہ کام اس کی طرف لپکتا ہے تاکہ اس کے سمندروں سے چلّو بھر سکے اور اس کی ٹھاٹھیں مارتی ہوئی موجوں سے ہونٹ تر کر سکے اور جب بھی کوئی علمی یا دینی ضرورت پیش آتی ہے۔ انگلیاں اسی کی طرف اٹھتی ہیں۔ ہمیں بھی آپ سے ایک ضرورت درپیش ہے۔

ہم نے ارادہ کیا ہے کہ ہم پنجاب کی ایک بستی میں ایک اہم ادارے کی بنیاد رکھیں کہ اب تک کسی اور نے ایسا ادارہ قائم نہیں کیا اور انشاءاللہ اسے اسلامی دینی اداروں میں بہت اونچی حیثیت حاصل ہو گی۔ ہم یہ چاہتے ہیں کہ کچھ ایسے لوگوں کو جو جدید علوم سے بہرہ ور ہوں۔ کچھ ایسے لوگوں کے ساتھ یکجا کر دیں جنھیں دینی علوم میں مہارت حاصل ہو۔ جن میں اعلیٰ درجے کی ذہنی صلاحیت پائی جاتی ہو اور جو اپنا وقت دینِ اسلام کی خدمت میں لگانے کو تیار ہوں۔ اور ہم ان لوگوں کے لیے نئی تہذیب اور جدید تمدّن کے شور و شغب سے دور ایک دارالاقامت بنا دیں جو ان کے لیے ایک اسلامی علمی مرکز کا کام دے اور اس میں ہم ان کے لیے ایک لائبریری ترتیب دیں جس میں وہ تمام قدیم و جدید کتابیں موجود ہوں جن کی ضرورت پیش آ سکتی ہے۔ مزید برآں ان کے لیے ایک کامل اور صالح گائڈ کا تقرر کیا جائے جسے قرآنِ حکیم پر بصیرتِ تامّہ حاصل ہو اور جو دنیائے جدید کے احوال و حوادث سے بھی باخبر ہو تاکہ وہ ان لوگوں کو کتاب اللہ اور سنّت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح سمجھا سکے اور فلسفہ و حکمت اور اقتصادیات و سیاسیات کے شعبوں میں فکرِ اسلامی کی تجدید کے سلسلے میں انھیں مدد دے سکے تاکہ یہ لوگ اپنے علم اور اپنے قلم سے اسلامی تمدّن کے احیاء کے لیے کوشاں ہو سکیں۔

آپ جیسے فاضل شخص کے سامنے اس تجویز کی اہمیت واضح کرنے کی چنداں ضرورت نہیں۔ چنانچہ میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ ازراہ کرم ایک

روشن دماغ مصری عالم کو جامع ازہر کے خرچ پر بھجوانے کا بندوبست فرمائیں تاکہ وہ اس کام میں ہمیں مدد دے سکے۔ لازم ہے کہ یہ شخص علوم شرعیہ نیز تاریخ تمدن اسلامی میں کامل دستگاہ رکھتا ہو اور یہ بھی لازم ہے کہ اسے انگریزی زبان پر قدرت حاصل ہو۔[1]

علاوہ ازیں مجھے مصری وفد کے اراکین سے، جنھوں نے پچھلے دنوں ہمیں اپنی زیارت سے مشرف فرمایا تھا، معلوم ہوا تھا کہ جامع ازہر اپنے خرچ پر ہندوستان میں چند مبلّغین مختلف مقامات میں بھیجنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ میں آپ سے درخواست کرنا چاہتا ہوں کہ ایک مرکز اسلامی کی بنا جیساکہ میں نے ابھی ابھی ذکر کیا ہے مقصدِ تبلیغ کے لیے مختلف مبلّغین بھیجنے سے زیادہ اولیٰ واقرب ہے مجھے توقع ہے کہ دینِ حق کا نور اس مرکز سے ہندوستان کے تمام اطراف واکناف میں پھیلے گا اور اگر آپ میرے ساتھ اس لائحہ عمل پر اتفاق کریں تو آپ کا بے حد ممنون ہوں گا۔ اگر آپ مجھے اپنے خیال سے جلد از جلد مطلع فرمائیں۔

بصد احترام

والسلام

مخلص

محمدؐ اقبال

(عربی سے) (خطوط اقبال)

---

[1] خط کے عربی متن میں یہاں تک کے حصے کا اردو ترجمہ پروفیسر خورشید رضوی صاحب نے کیا ہے۔ خط کے باقی حصے کا عربی متن نہیں مل سکا۔ صرف اردو ترجمہ دستیاب ہو سکا جو پیش کیا جا رہا ہے۔

(۲) مجھے اس کا مکمل اردو ترجمہ سید اسعد گیلانی صاحب کے توسط سے چودھری نیاز علی صاحب کے کاغذات سے دستیاب ہوا۔ اصل عربی مکتوب بھی ملا مگر وہ مکمل نہیں ہے۔

علاّمہ کے اس مکتوب کے جواب میں جناب مصطفےٰ المراغی کا جواب مکتوب بھی متذکرہ بالا ذریعے سے حاصل ہوا۔ اس مکتوب کا عکس اور عربی ترجمہ بھی پیش کیا جا رہا ہے۔ (رفیع الدین ہاشمی)

# علامہ اقبال کے اصل عربی خط کا جزوی متن درج ذیل ہے

بسم الله الرحمن الرحيم

من الدكتور محمد اقبال الى حضرة صاحب الفضيلة العلامة الشيخ مصطفى المراغي شيخ الازهر الشريف ادام الله مجده.

السلام عليكم ورحمة الله وبركاته:

ان الازهر الشريف له أهمية كبيرة في العالم الاسلامي، وهو مركز علمي وديني ولذلك يسرع اليه كل عطشان ليغترف من بحاره ويرتشف من زلاله وهو المنار الذي هدى كافة الامة وديننا وانا ايضا حاجة اليكم.

انا اردنا ان نؤسس في قرية من قرى البنجاب ادارة مهمة لم يسبق اليها احد الى الآن ويكون لها شأن ماعدا المعاهد الدينية الاسلامية ان شاء الله.

انا نريد ان نجمع فيه عدة رجال من الذين مهروا في العلوم الحديثة مع عدة من الذين تبحروا في العلوم الدينية ويكون فيهم صفوة ذهنية بالفطرة مائلين وهم مستعدون لصرف وقتهم في خدمة الدين الاسلامي ونحصل لهم زوايا منعزلة عن شغب الحضارة الحديثة والثقافة الحديثة لتكون لهم مركزا علميا اسلاميا ونرتب لهم مكتبة يكون فيها كل ما يحتاج اليه من الكتب الحديثة والقديمة وما عدا ذلك يعين لهم قائد كامل صالح ذي بصيرة تامة في القرآن الحكيم ويكون خبيرا عما يحدث في العالم الحاضر ليعلمهم روح كتاب الله وسنة رسوله صلى الله عليه وسلم ويساعدهم على تجديد الفكر الاسلامي في شعب الفلسفة والحكمة والاقتصاديات والسياسيات حتى ان يجاهدوا بعلمهم وبأقلامهم في سبيل الاحياء التمدن الاسلامي.

وهذا الاقتراح لا يحتاج ان يخفى أهميته على صاحب الفضيلة كمثلكم ولذلك نرجو منكم ان تبعثوا الينا رجلا من علماء مصر على نفقة جامعة الازهر ليساعدنا في هذا الامر وينبغي ان يكون ماهرا في العلوم الشرعية وفي تاريخ التمدن الاسلامي ويجب ايضا أن يكون قادرا على اللغة الانكليزية.

(خطوط اقبال)

# ممنون حسن خاں کے نام

۷ راگست ۱۹۳۷ء

ڈیر ممنون صاحب مسعود مرحوم کے کتبۂ مزار کے لیے میں نے مندرجہ ذیل رباعی انتخاب کی ہے۔

نہ پیوستم دریں بستاں سرا دل
ز بندِ این و آں آزادہ رفتم
چو بادِ صبح گردیدم دمِ چند
گلاں را رنگ و آبے دادہ رفتم

یہ رباعی میں نے اپنے کتبۂ مزار کے لیے لکھی تھی لیکن تقدیر الٰہی یہ تھی کہ مسعود مرحوم مجھ سے پہلے اس دنیا سے رخصت ہو جائے حالانکہ عمر کے اعتبار سے مجھ کو ان سے پہلے جانا چاہیئے تھا۔ اس کے علاوہ رباعی کا مضمون مجھ سے زیادہ ان کی زندگی اور موت پر صادق آتا ہے۔

لیکن اگر صرف ایک ہی مطلع ان کے سنگ مزار پر لکھنا ہو تو مندرجہ ذیل شعر میرے خیال میں بہتر ہوگا۔

اے برادر من ترا از زندگی دادم نشاں
خواب را مرگِ سبک داں مرگ را خوابِ گراں

---

لہ ترجمہ: میں نے اس بوستاں (دنیا) میں دل نہ لگایا۔ اور ہر بندش سے آزاد رہ کر رخصت ہوا۔ اور بادِ صبا کی طرح اس چمن کی چند لمحے سیر کی اور پھولوں کو آب و رنگ دے کر رخصت ہو گیا۔

ٹہ ترجمہ: اے دوست میں نے تجھے زندگی کی حقیقت بتادی کہ خواب کو عارضی موت اور موت کو گہرا خواب سمجھ۔

باقی خیریت ہے۔ مسعود کا غم باقی رہے گا۔ جب تک میں باقی ہوں۔ میرے پہلے خط کا مفصل جواب دیجیے۔ والسلام

محمدؐ اقبال

(اقبال نامہ)

## محمد علی جناح کے نام

لاہور

۱۱؍اگست ۱۹۳۷ء

مائی ڈیر مسٹر جناح

واقعات نے بالکل واضح کر دیا ہے کہ لیگ کو اپنی تمام تر سرگرمیاں شمال مغربی ہندوستان کے مسلمانوں پر مرکوز کر دینی چاہییں۔ لیگ کے دہلی دفتر نے مسٹر غلام رسول کو اطلاع دی ہے کہ مسلم لیگ کے اجلاس کی تاریخ تاحال مقرر نہیں ہوئی۔

اندریں حالات مجھے اندیشہ ہے کہ اگست اور ستمبر میں اجلاس منعقد نہیں ہو سکے گا۔ لہٰذا میں مکرر درخواست کرتا ہوں کہ مسلم لیگ کا اجلاس اکتوبر کے وسط یا آخر میں لاہور میں منعقد کیا جائے۔ پنجاب میں مسلم لیگ کے لیے روز افزوں جوش و خروش بڑھ رہا ہے۔ اور مجھے ذرا شک و شبہ نہیں کہ

---

انگریزی متن کے پیشِ نظر ترجمہ میں ضروری ترمیم کی گئی ہے۔ (مولف)

لاہور میں اس کا اجلاس مسلم لیگ کی تاریخ میں ایک انقلاب آفریں باب ثابت ہوگا اور عوام سے رابطہ استوار کرنے کے لیے ایک اہم ذریعہ۔ازراہِ کرم دو حرفی جواب ضرور دیں۔

آپ کا مخلص
محمد اقبال

(انگریزی سے) (اقبال کے خطوط جناح کے نام)

## سید غلام میراں شاہ کے نام

لاہور
۱۱ اگست ۱۹۳۷ء

مخدومی جناب قبلہ پیر صاحب

نوازش نامہ ابھی موصول ہوا۔جس کے لیے بہت شکر گزار ہوں۔

حج بیت اللہ کی آرزو تو گزشتہ دو تین سال سے میرے دل میں بھی ہے۔خدا تعالیٰ ہر پہلو سے استطاعت عطا فرمائے تو یہ آرزو پوری ہو۔اور اگر آپ رفیق راہ ہوں تو مزید برکت کا باعث ہو۔عراق کی راہ جائیں تو بہت سے مقدس مقامات کی زیارت ہو جاتی ہے۔لیکن بغداد سے مدینہ تک چھ سو میل کا طویل سفر ہے جو لاری پر کرنا پڑتا ہے۔صحرائی سفر بہت دشوار گزار ہے۔وہاں کی گورنمنٹ کی طرف سے ایک اطلاع اخباروں میں شائع ہوئی تھی۔کہ جن لوگوں کی صحت اچھی نہیں وہ یہ راستہ اختیار نہ کریں۔مولوی محبوب عالم مرحوم ایڈیٹر پیسہ اخبار کی صاحبزادی فاطمہ بیگم ایڈیٹر خاتون جو حال ہی میں واپس آئی ہیں۔وہ بھی اس راستہ کی دشواری کی تصدیق کرتی ہیں۔آپ ایسے باہمت جوان کے لیے تو یہ سفر قطعاً مشکل نہیں۔ہمت تو میری بھی بلند ہے لیکن

بدن عاجز و ناتواں ہے۔ کیا عجب کہ خدا تعالیٰ توفیق عطا فرمائے، اور آپ کی معیت اس سفر میں نصیب کرے۔

چند روز ہوئے سر اکبر حیدری وزیر اعظم حیدر آباد کا خط مجھ کو ولایت سے آیا تھا۔ جس میں وہ لکھتے ہیں کہ حج بیت اللہ اگر تمہاری معیت میں نصیب ہو تو بڑی خوشی کی بات ہے۔ لیکن درویشوں کے قافلہ میں جو لذت و راحت ہے وہ امیروں کی معیت میں کیونکر نصیب ہو سکتی[1] ہے۔

میرے دوست غلام بھیک نیرنگ نے بھی خطوط اپنے احباب کو بغداد میں میرے کہنے پر لکھے ہیں کہ مذکورہ بالا راستہ کے کوائف سے مفصل آگاہی ہو۔ ان کا جواب آنے پر آپ کو بھی اطلاع دوں گا۔ باقی خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے خیریت ہے۔ امید کہ آپ کا مزاج مع الخیر ہوگا۔ والسلام۔

محمد اقبال

(اقبال نامہ)

## ماسٹر محمد عبداللہ چغتائی کے نام

لاہور

۱۱/ اگست ۱۹۳۷ء

ڈیر ماسٹر عبداللہ۔ آپ کا خط مل گیا ہے۔ الحمد للہ کہ آپ بخیریت ہیں۔ چغتائی صاحب سُنا ہے کہ لاہور پہنچ گئے ہیں۔ لیکن مجھ سے ابھی ملاقات نہیں ہوئی۔ ان کے ذہن میں جو تجویز ہے اُس کے معلوم ہونے پر رائے عرض کر سکوں گا۔

---

[1] اقبال نامہ اول ص ۲۲۶ میں تھا: "وہ امیروں کی معیت میں کیونکر نصیب ہو سکتا ہے۔" اقبال نامہ زیر اشاعت میں "نصیب ہو سکتی ہے" درج ہے۔ جو صحیح عبارت ہے۔ (مولف)

اٹالین رسالوں کے مضامین کا انگریزی ترجمہ بہت جلد ارسال کیجیے بلکہ اصلی رسالے بھی ترجمہ کے ساتھ ہی دیجیے۔ یہ دونوں رسالے محفوظ رکھے جائیں گے یا اگر آپ چاہیں تو ان کو بذریعہ ڈاک آپ کے پاس بھیج دیا جائے گا۔

باقی خدا کے فضل سے خیریت ہے۔ شیدائی صاحب اور اُن کی بیگم صاحبہ سلام قبول کریں۔ لاہور میں سخت گرمی ہے۔ ساون کا مہینہ غیر معمولی طور پر خشک گزرا ہے۔ آج کل پیرس میں خوب موسم ہوگا۔ قادیان کے احمدیوں میں خانہ جنگی ہو رہی ہے اور خلیفۂ قادیان پر ان کے باغی مریدوں کی ایک جماعت نے نہایت فحش الزام لگائے ہیں۔ نقصِ امن کے احتمال سے وہاں کل سے دفعہ ۱۴۴ کا نفاذ کیا گیا ہے۔

سید راس مسعود وزیر معارف بھوپال دفعتاً اس جہانِ فانی سے انتقال فرما گئے۔ خدائے تعالیٰ ان کو غریقِ رحمت کرے۔ بڑے مخلص اور دردمند آدمی تھے۔ پروفیسر MASSIGNON[1] (میسنیوں) سے آپ کی ملاقات ہو تو میری طرف سے ان کی خدمت میں سلام عرض کیجیے۔ والسلام

محمد اقبال

(عکس) (اقبال نامہ)

## سید غلام میراں شاہ کے نام

۱۲ راگست ۱۹۳۷ء

مخدوم و مکرم جناب پیر صاحب

آپ کا نوازش نامہ بڑے انتظار کے بعد ملا۔ یہ تو میں اندازہ کر سکتا تھا کہ آپ کشمیر نہیں جا سکے، لیکن مجھے اندیشہ تھا کہ آپ خدانخواستہ علیل نہ ہوں

[1] اس پر حاشیہ کلیات مکاتیب اقبال جلد اول صفحہ ۱۰۴۸ پر ملاحظہ کیجیے۔ (مولف)

آپ کے خط سے معلوم ہوا کہ ہر طرح خیریت ہے۔ الحمد للہ علیٰ ذٰلک۔
میں انشاء اللہ ایک دفعہ ضرور آپ کی خدمت میں حاضر ہوں گا موسم کی خوشگواری، مرغی، انڈے اور فروٹ کی کثرت کی کشش سے بہت زیادہ کشش خود آپ کی ذات کی ہے۔ مگر فی الحال میں سفر کرنے سے ڈرتا ہوں۔ یہی وجہ منجملہ اور وجوہ کے تھی کہ میں کشمیر نہیں جا سکا اس کے علاوہ موجودہ حالات میں سفر کروں تو بچّوں کو کس کے پاس چھوڑ جاؤں۔ گزشتہ ماہ سے ایک جرمن خاتون ان کی نگہداشت کے لیے رکھی ہے۔ جب بچّے کچھ مدّت میں اس کے ساتھ مانوس ہو جائیں گے اور وہ بھی گھر کے معاملات سے پوری واقف ہو جائے گی تو مجھ کو لاہور سے باہر حرکت کرنے میں آسانی ہو جائے گی۔
لاہور میں اگرچہ بارش دو چار دفعہ ہوئی ہے تاہم گرمی ہے رات کسی قدر خنک ہو جاتی ہے۔ امید کہ جنابِ والا کا مزاج بخیر ہو گا والسلام

محمد اقبال

(اقبال نامہ)

## راغب احسن کے نام

ذاتی اور خفیہ

لاہور ۱۳ راگست ۱۹۳۷ء

عزیزم راغب!

عرب فیڈریشن کی بابت آپ کی تجویز اچھی معلوم ہوئی ہے۔ لیکن ایسے معاملات میں "کتابی علم" پر انحصار چنداں مددگار ثابت نہیں ہوتا۔ مقامی صورتِ حال کی درست معلومات بہم ہونے کے ساتھ ساتھ حقائق کا صحیح جائزہ اور ذاتی مشاہدہ ضروری ہوتا ہے۔

عرب دنیا کے لیے ایک بیرونی (یا اجنبی) شخص ایک عام تجویز جیسی کہ عرب ممالک کا وفاق کے علاوہ اور کیا پیش کر سکتا ہے۔ یہ تجویز پہلے ہی عربوں کے زیرِ غور ہے۔ اس کو عملی جامہ پہنانے کے لیے اس کی تفصیلات کے جائزہ کی خاطر از بس ضروری ہے اور یہ اسی وقت ممکن ہے کہ جیسا میں پہلے عرض کر چکا ہوں حقیقی حالات کا صحیح علم ہو۔

مجھے نہیں معلوم کہ آپ کے جریدہ نے اس بیان کا نوٹس بھی لیا ہے یا نہیں جو حال ہی میں سر محمد یعقوب نے دیا ہے اس کی حیثیت کسی ایسے مشورہ جیسی نہیں ہے جو من حیث القوم مسلم اقلیت کے لیے دیا جا سکتا ہو۔ موجودہ حالات کے پیش نظر یہ بہت غیر دانشمندانہ بیان ہے اور مسلم پریس کو اسے آڑے ہاتھوں لینا چاہیے۔ یہ مشورہ ایسے وقت دیا گیا ہے جب کانگریس راج کے صوبوں میں کانگریسی پالیسی کی عمل آوری ہے اور وہ بھی ایک مسلمان رہنما کا یہ مشورہ حد درجہ شرارت آمیز ہے اور غالباً کسی کے ایما پر دیا گیا ہے۔

یہاں یہ خدشہ عام طور پر محسوس ہونے لگا ہے کہ تیزی سے بدلتے ہوئے حالات کے نتیجہ میں یورپ یا مشرق بعید میں جنگ ناگزیر ہو چکی ہے اور ایسی صورت میں کمیونل ایوارڈ COMMUNAL AWARD کے بارے میں حکومتِ ہندوستان کا رویہ بھی تبدیل ہو رہا ہے۔ حکومتِ ہندوستان ہندوؤں کی خوشنودی کی خاطر اپنے مسلمان ایجنٹوں کے ذریعہ مختلف مسلم صوبوں میں کمیونل ایوارڈ COMMUNAL AWARD منسوخ کروا سکتی ہے۔ یہ بڑی بدقسمتی کی بات ہے کہ ہندوستان میں فی الوقت ایک بھی ایسا مسلم سیاستدان موجود نہیں ہے جس کی آنکھیں اسلام کے مستقبل اور ہندوستان کے

---

نوٹ: اس خط کے ترجمہ میں اصل انگریزی متن کے پیش نظر ترمیم کی گئی ہے۔
(مولف)

مسلمانوں پر مرکوز ہوں۔ مسلم پریس کے لیے ضروری ہو چلا ہے کہ وہ کانگریس کے ساتھ حکومتِ ہندوستان کو بھی بے جگری کے ساتھ بے نقاب کرے۔ کیونکہ یہ حکومت اپنے پرانے دشمن کے ساتھ اتحاد کے لیے کوشاں ہے۔

آپ کا مخلص
محمدؐ اقبال

(انگریزی سے)　　　　(اقبال۔ جہانِ دیگر)

## محمد علی جناح کے نام

میو روڈ
لاہور ۱۳ اگست ۱۹۳۷ء
مائی ڈیر جناح (صاحب)،

جیسا کہ کل میں نے آپ کو لکھا کہ پنجاب مسلم لیگ کے لیے جوش و خروش بڑی تیزی کے ساتھ بڑھ رہا ہے۔ آپ یہ سن کر خوش ہوں گے کہ پنجاب کے مختلف شہروں میں پنجاب صوبائی مسلم لیگ کے (باقاعدہ) آغاز کار کے بغیر لیگ کی تقریباً ۲۰ شاخیں قائم ہو گئی ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ اگر پنجاب مسلم لیگ کے کچھ عہدیدار صوبے کا دورہ کر سکیں تو وہ نہ صرف رقم اکٹھی کر سکیں گے بلکہ اس صورتِ حال کے بارے میں جو خوش قسمتی سے خود ہی مسلمانوں کے بارے میں کانگریس کے رویتے سے پیدا ہو چکی ہے پنجاب کے عام مسلمانوں کی آنکھیں کھول دیں گے۔ اگرچہ بد قسمتی سے صوبائی لیگ اس قسم کے دورے کے لیے ابتدائی

---

نوٹ: یہ خط پنجاب پروشنل مسلم لیگ کے پیڈ پر ٹائپ ہوا۔ اقبال نے دستخط کیے ہیں۔ (مؤلف)

اخراجات کے لیے رقم کے فقدان کی وجہ سے بڑی دشواری میں ہے۔ کیا آپ مرکزی فنڈ سے تقریباً ۱۵۰۰ روپے عطیہ دے سکیں گے؟ مجھے پوری امید ہے کہ ہمارے آدمی کافی رقم اکٹھی کر لیں گے جس سے ہم آپ سے مستعار کی ہوئی رقم واپس کر سکیں گے۔ اگر آپ اپنی اوّلین فرصت میں ایسا کر سکیں، تو ہم بڑے ممنون ہوں گے۔

آپ کا مخلص

محمدؐ اقبال

(انگریزی سے) (اقبال کے خطوط جناح کے نام)

## مولوی عبدالحق کے نام

لاہور

۲۲[1] اگست ۱۹۳۷ء

مخدومی جناب مولانا

مسعود مرحوم کا اخلاص، اس کی دردمندی اور اس کا اخلاق جس میں اس کے باپ اور دادا دونوں کی جھلک نظر آتی تھی، اب ہندوستان میں یہ باتیں کہاں نظر آئیں گی!

---

[1] اقبال نامہ حصہ دوم (ص ۸۳ - ۸۴) میں اس خط کی تاریخ ۲۲ اگست ۳۷ء درج ہے۔ یہی تاریخ عکس میں صاف مرقوم ہے۔ اس کی تصدیق اسی تاریخ کے تحریر کردہ مکتوب بنام ممنون حسن خاں (اقبال نامے ص ۱۸) سے ہوتی ہے۔ ممتاز حسن مرتب "اقبال اور عبدالحق" نے سہواً اس کی تاریخ ۲ اگست درج کر دی ہے۔ (مولف)

جس روز مرحوم کی ناگہانی موت کی خبر لاہور پہنچی ہے، میں نے اسی روز چند اشعار[1] لکھے تھے جو ارسالِ خدمت ہیں کرتا ہوں مگر یہ اشعار مرثیہ کہلانے کے

---

[1] بعد میں یہ نظم "ارمغان حجاز" میں۔ مسعود مرحوم کے عنوان سے شائع ہوئی۔ اس خط سے متعلق ہونے کی بنا پر یہ نظم نقل کی جاتی ہے۔

مسعود مرحوم

یہ مہر و مہ، یہ ستارے، یہ آسمانِ کبود
کسے خبر کہ یہ عالم عدم ہے یا کہ وجود
خیالِ جادہ و منزل فسانہ و افسوں
کہ زندگی ہے سراپا رحیلِ بے مقصود!
رہی نہ آہ زمانے کے ہاتھ سے باقی
وہ یادگارِ کمالاتِ احمدؒ و محمودؒ
زوالِ علم و ہنر مرگِ ناگہاں اس کی
وہ کارواں کا متاعِ گراں بہا مسعودؔ!
مجھے رلاتی ہے اہلِ جہاں کی بیدردی
فغانِ مرغِ سحر خواں کو جانتے ہیں سرود!
نہ کہہ کہ صبر میں پنہاں ہے چارۂ غمِ دوست
نہ کہہ کہ صبر معمائے موت کی ہے کشود!
دلے[1] کہ عاشق و صابر بود مگر سنگ است
ز عشق تا بہ صبوری ہزار فرسنگ است (سعدیؒ)

---

[1] ترجمہ: وہ دل جو عاشق بھی اور صابر بھی ماسوا پتھر کے کچھ نہیں۔
عشق سے صبر تک ہزار فرسنگ کا فاصلہ ہے۔ (ایک فرسنگ تین میل سے زاید ہوتا ہے)

مستحق نہیں۔ مرثیہ لکھنا مجھے آتا بھی نہیں۔ میرے لیے مرحوم کا غم محض ایک محرّک ہے اِس یقین کی آرزو اور تلاش کا کہ مرحوم باوجود ہم سے جدا ہو جانے کے مرا نہیں

(بقیہ پچھلے صفحہ کا)

نہ مجھ سے پوچھ کہ عمرِ گریز پا کیا ہے؟
کسے خبر کہ یہ نیرنگ و سیمیا کیا ہے؟
ہوا جو خاک سے پیدا، وہ خاک میں مستور
مگر یہ غیبتِ صغریٰ ہے یا فنا؟ کیا ہے؟
غبارِ راہ کو بخشا گیا ہے ذوقِ جمال
خرد بتا نہیں سکتی کہ مدعا کیا ہے؟
دل و نظر بھی اسی آب و گِل کے ہیں اعجاز!
نہیں، تو حضرتِ انساں کی انتہا کیا ہے؟
جہاں کی روحِ رواں لا الٰہ الّا ھُوَ
مسیح و میخ و چلیپا یہ ماجرا کیا ہے؟
قصاصِ خونِ تمنّا کا مانگیے کس سے؟
گناہگار ہے کون اور خوں بہا کیا ہے؟
غمیں مشو کہ بہ بندِ جہاں گرفتاریم[1]
طلسمہا شکند آں دلے کہ ما داریم!
خودی ہے زندہ تو ہے موت اک مقامِ حیات
کہ عشق موت سے کرتا ہے امتحانِ ثبات!
خودی ہے زندہ تو دریا ہے بیکرانہ ترا
ترے فراق میں مضطر ہے موجِ نیل و فرات!

---

[1] ترجمہ: تو اس کا غم نہ کر کہ دنیا کے علایق میں گرفتار ہے
ہمارا دل تو آزاد ہے کہ وہ دل ہزاروں طلسم توڑ دیتا ہے۔

بلکہ زندہ ہے۔ آنسو بہانا ایک فطری امر ہے مگر میرا غم اسی یقین سے ہلکا ہوتا ہے۔ گزشتہ چالیس سال سے میرے قلب کی یہی کیفیت چلی آتی ہے۔ زیادہ کیا عرض کروں۔ امید کہ آپ کا مزاج بخیر ہوگا۔

مرحوم کے متعلق میں آپ کو کچھ دنوں کے[۱] بعد ایک اور خط لکھوں گا فی الحال

---

(بقیہ)

خودی ہے مردہ تو مانندِ کاہ پیشِ نسیم
خودی ہے زندہ تو سلطانِ جملہ موجودات!
نگاہ ایک تجلی سے ہے اگر محروم
دو صد ہزار تجلی تلافیٔ ما فات
مقام بندۂ مومن کا ہے ورائے سپہر
زمیں سے تابہ ثریا تمام لات و منات!
حریمِ ذات ہے اس کا نشیمنِ ابدی
نہ تیرہ خاکِ لحد ہے، نہ جلوہ گاہِ صفات
خود آگہاں[۲] کہ ازیں خاک داں بروں جستند
طلسم مہر و سپہر و ستارہ بشکستند!

[۱] اس طرح دوسرے پیراگراف میں "اقبال نامہ" میں کچھ دنوں بعد ایک اور خط لکھوں گا،" ہے مگر اصل متن میں کچھ دنوں کے بعد.... ہے۔ آخری پیراگراف میں جو مکرر آں کہ کی قبیل سے ہے۔ اقبال نامہ کی عبارت ہے: ڈاکٹروں نے لکھنے پڑھنے سے منع کر دیا ہے۔" اصل متن میں آخر کا 'ہے' غائب ہے۔ وہ کون بزرگ تھے جنھوں نے نظم کا بند الٹا لکھ دیا بھید معلوم نہیں ہو سکا۔ نہ ہی نظم کا اصل مسودہ مل سکا ہے۔

[۲] ترجمہ: خود آگاہ لوگ جو اس دنیا سے نجات پا گئے۔ انھوں نے آفتاب، آسمان اور ستاروں کے طلسم توڑ ڈالے تھے۔

اس خط کی رسید سے مطلع کردیجیے تاکہ مجھے اطمینان ہو جائے کہ اشعار مرسلہ آپ تک پہنچ گئے ہیں۔
سر اکبر حیدری سے ملاقات ہو تو میرا سلام عرض کر دیجیے۔ اخبارات میں دیکھا ہے کہ وہ ولایت سے واپس آگئے ہیں۔ والسلام

آپ کا مخلص
محمدؐ اقبال

مجھے ضعف بصارت[1] کی وجہ سے ڈاکٹروں نے لکھنے پڑھنے سے منع کر دیا ہے۔ یہ خط ایک دوست سے لکھوایا ہے۔ نظم کا ان سے دوسرا بند الٹا لکھا گیا ہے، معاف فرمائیے۔

(اقبال اور عبدالحق)

(عکس)

---

[1] ضعفِ بصارت۔ اقبال کی ایک آنکھ تو شروع ہی سے کمزور تھی دوسری آنکھ ان کے مرض الموت میں خراب ہونی شروع ہوئی مگر اس حالت میں بھی کسی نے انھیں اس وجہ سے دل شکستہ نہیں پایا۔ بلکہ ایک دفعہ جب ان کے ایک ملاقاتی نے اس ضعفِ بصارت پر ان سے ہمدردی کا اظہار کیا تو انھوں نے فرمایا کہ دیکھیے عجیب بات ہے جب سے میری نظر کمزور ہونی شروع ہوئی ہے میرا حافظہ بہت بہتر ہو گیا ہے۔

(اقبال اور عبدالحق)

لاہور

۳۰ اکتوبر ۱۹۳۷ء

مخدومی جناب مولانا۔

مسعود مرحوم کا اخلاص اس کی دردمندی اور اس کا اخلاق جس میں اس کے باپ اور دادا دونوں کی جھلک نظر آتی تھی۔ اب ہندوستان میں کہاں یہ باتیں کہاں نظر آئیں گی۔ جس روز مرحوم کی ناگہانی موت کی خبر لاہور پہنچی ہے۔ میں نے اسی روز چند اشعار لکھے تھے۔ جو ارسال خدمت کرتا ہوں۔ مگر یہ اشعار مرثیہ کہلانے کے مستحق نہیں۔ مرثیہ لکھنا مجھے آتا بھی نہیں۔ شعر لکھنے مرحوم کا غم محض ایک محرک تھا اس یقین کی آرزو اور تلاش کا کہ مرحوم باوجود جسم سے جدا ہو جانے کے مرا نہیں بلکہ زندہ ہے۔ آنسو بہانا ایک فطری امر ہے مگر میرا غم اس یقین سے ہلکا ہوتا ہے۔ گذشتہ چالیس سال سے میرے قلب کی یہی کیفیت چلی آتی ہے۔

زیادہ کیا عرض کروں۔ امید کہ آپ کا مزاج بخیر ہوگا۔ مرحوم کے متعلق میں آپ کو کچھ دنوں کے بعد ایک اور خط لکھوں گا۔ فی الحال اس خط کی رسید سے مطلع کر دیجئے۔ تاکہ مجھے اطمینان ہو جائے۔ کہ اشعار مرسلہ آپ تک پہنچ گئے ہیں۔

سر اکبر حیدری سے ملاقات ہو۔ تو میرا سلام عرض کر دیجئے۔ اخبارات میں دیکھا ہے۔ کہ وہ ولایت سے واپس آ گئے ہیں۔ والسلام

آپ کا مخلص

محمد اقبال

مجھے ضعف بصارت کی وجہ سے ڈاکٹروں نے لکھنے پڑھنے سے منع کر دیا۔ یہ خط ایک دوست سے لکھوایا ہے۔ نظم کا بند دوسرا بند الٹا لکھا گیا ہے۔ معاف فرمائیے۔

Dr. Sir Mohammad Iqbal.
BAR-AT-LAW

MAYO ROAD
Lahore 31 · 8 1937

جناب من۔ ضعفِ بصارت کی وجہ سے ڈاکٹر صاحب کو ڈاکٹروں نے لکھنے پڑھنے سے منع کر دیا ہے۔ اس واسطے وہ اپنے دستخط سے آپ کو خط نہیں لکھ سکے۔ دیوانِ غالب کی ترسیل کے لیے آپ کے شکر گزار ہیں۔ والسلام

محمد شفیع

# ممنون حسن خاں کے نام

لاہور

۲۳ر اگست ۱۹۳۷ء

ڈیر ممنون

مسعود مرحوم کی وفات پر جو اشعار میں نے لکھے تھے وہ آج میں نے رسالہ اردو میں چھپنے کے لیے حیدر آباد (دکن)، بھیج دئے ہیں مدیر رسالہ مولوی عبدالحق مسعود نمبر نکالنے والے ہیں امید کہ یہ رسالہ آپ کو بھوپال میں مل جائے گا خود بھی پڑھیے اور لیڈی مسعود کو بھی سنائیے۔ لیڈی مسعود صاحبہ کی خیریت سے آگاہ کیجیے۔ اکبر ولایت سے آیا، یا نہیں۔ اور انور کیا اس وقت بھوپال میں ہے۔ رشید صاحب بھوپال میں ہیں یا اندور چلے گئے۔ تمام حالات و کوائف سے مفصل آگاہ کیجیے۔ اعلیٰ حضرت نواب صاحب اس وقت بھوپال میں ہیں یا شملہ میں آپ محکمۂ تعلیم میں رہیں گے یا اعلیٰ حضرت کے اسٹاف میں لیے جائیں گے۔ موخر الذکر جگہ آپ کے لیے بہتر ہے۔ باقی خدا کے فضل و کرم سے سب خیریت ہے۔ والسلام

آپ کا

محمد اقبال

(اقبال نامہ)

## عباس علی خاں لمعہ حیدر آبادی کے نام

میو روڈ۔ لاہور
۳۱ اگست ۱۹۳۷ء

جناب من۔ ضعفِ بصارت کی وجہ سے ڈاکٹر صاحب کو ڈاکٹروں نے لکھنے پڑھنے سے منع کر دیا ہے، اس واسطے وہ اپنے دستخط سے آپ کو خط نہیں لکھ سکے۔ دیوان غالب کی ترسیل کے لیے آپ کے شکر گزار ہیں[1]۔ والسلام۔

محمد شفیع، ایم۔ اے

(عکس) (اقبال نامہ)

## ماسٹر محمد عبد اللہ چغتائی کے نام

ڈیر ماسٹر صاحب

آپ کے دونوں خط مل گئے۔ الحمد للہ کہ خیریت ہے۔ دونوں خطوط میں اطالوی رسالوں کے مضامین کے ترجمے کا کوئی ذکر نہیں۔ آپ نے نہ تو رسالے

---

[1] ۔ اقبال نامہ اول ص ۱۷۲ پر اس کے بعد یہ فقرہ بھی درج تھا جو اصل خط میں موجود نہیں:
"اور آپ سے ملاقات کی آرزو رکھتے ہیں" (مؤلف)

نوٹ: یہ خط اقبال نامہ دوم (ص ۳۴۷ میں خط نمبر ۱۵۳)، بلا تاریخ درج ہے۔ خط نمبر ۱۵۱ کے مندرجات کے موازنے سے قیاس کیا جا سکتا ہے کہ یہ خط ۱۱ اگست ۱۹۳۷ء والے خط (خط ۱۵۱۔ ۳۴۵) کے کچھ دن بعد لکھا گیا ہوگا۔ لہذا اس کی تاریخ تحریر اگست ۱۹۳۷ء ہونی چاہیئے۔
(صابر کلوروی۔ مکاتیب اقبال کے ماخذ۔ اقبال ریویو۔ ص، ۶۵)

بھیجے نہ اُن کا ترجمہ بھیجا۔ حالانکہ میں نے آپ کو کہہ دیا تھا کہ اگر ترجمہ نہیں ہو سکتا تو رسالے بھیج دیجیے۔ جو بہ کمال حفاظت آپ کو واپس کر دیئے جائیں گے۔ بہرحال ان رسالوں کا یا اُن کے تراجم کا شدید انتظار ہے۔

مجھے یہ معلوم کر کے خوشی ہوئی کہ دنیائے اسلام کے اچھے اچھے آدمیوں سے آپ کی ملاقاتیں ہو رہی ہیں۔ ان سے آپ کی معلومات میں بہت اضافہ ہوگا۔ دنیائے اسلام میں ایک ذہنی انقلاب کے آثار پیدا ہیں۔ مگر یہ قومیں ابھی تک اپنی سیاسی اور اقتصادی مشکلات میں الجھی ہوئی ہیں۔ ان مشکلات کے خاتمے پر ذہنی انقلاب کا آغاز یقینی ہے اور اُس وقت تک امید ہے کہ ایسے آدمی پیدا ہو جائیں گے جو اس انقلاب کی صحیح رہنمائی کر سکیں گے۔

آپ اپنے خط میں لکھتے ہیں کہ یورپ میں ابھی جنگ نہ ہوگی یہاں کے اخباروں میں جو خبریں شائع ہوتی ہیں اُن سے تو معلوم ہوتا ہے کہ عنقریب یورپ میں جنگ کی آگ بھڑک اٹھنے والی ہے۔

یورپ کی قوموں نے ایک اعلیٰ کلچر کی بنیاد رکھی ہے۔ مگر افسوس کہ ان کا عمل اس کلچر کے مقتضیات کے خلاف ہے۔ اس واسطے اغلب ہے کہ یہ کلچر بے کار ہو کر یورپ میں فنا ہو جائے گا۔ زیادہ کیا لکھوں۔ خدا کے فضل و کرم سے سب طرح خیریت ہے۔ آپ کے بھائی چغتائی صاحب سے بھی ملاقات ہوئی تھی۔

علی بخش سلام کہتا ہے۔

محمد اقبال

رسالے یا اُن کے تراجم بھیجنے کی تاکید مزید ہے۔

(اقبال نامہ)

# ممنون حسن خاں کے نام

لاہور

۴ر ستمبر ۱۹۳۷ء

ڈیر ممنون

آپ کا خط ابھی ملا ہے۔ جس کے لیے بہت بہت شکریہ[1]۔ میں لیڈی مسعود صاحبہ کی طرف سے بہت متفکر رہتا ہوں۔ مجھے اندیشہ ہے کہ ان کی صحت پر مرحوم کی موت کا بہت خراب اثر پڑے گا۔ بچی کی صحت اور پرورش کے لیے ان کا تندرست رہنا نہایت ضروری ہے۔ اس کے علاوہ اس خیال نے کہ راس مسعود کوئی وصیت نہ کر سکے میرے افکار میں اور اضافہ کر دیا ہے۔ آپ مجھ کو باقاعدہ خط لکھتے رہیے۔ انور ریاض منزل ہی میں ہیں یا کسی اور جگہ میری طرف سے انھیں دعا کہیے۔ لیڈی مسعود صاحبہ کی خدمت میں حاضر ہو کر میری جانب سے بہت بہت سلام کہیے اور جو کچھ میں نے اوپر لکھا ہے عرض کر دیجیے۔

---

[1] اقبال نامہ اول ص ۱۹۸ پر خط کا دوسرا جملہ یوں تھا۔ "جس کے لیے بہت شکریہ" یہ بھی اقبال نامے میں ہے۔ لیکن اقبال نامہ زیرِ اشاعت میں یہ عبارت یوں ہے "جس کے لیے بہت بہت شکریہ"
(مولف)

جاوید سلمہٗ تندرست ہے اور آداب کہتا ہے۔ لاہور میں یکم اگست سے لے کر اس وقت تک کہ ۴ ستمبر ہے مطلق بارش نہیں ہوئی۔ ہاں شعیب صاحب کی خدمت میں بھی سلام کہیئے۔ والسلام

مخلص
محمدؐ اقبال
(اقبال نامہ)

## سید غلام میراں شاہ کے نام

لاہور
۶ ستمبر ۱۹۲۷ء[1]

مخدومی جناب پیر صاحب

آپ کا خط آج صبح مل گیا۔ الحمد للہ کہ آپ خیریت سے ہیں۔ اور حج کی تیاریوں میں مصروف۔ خدا تعالیٰ آپ کو یہ سفر مبارک کرے اور اس کے فرشتوں کی رحمتیں آپ کے شریکِ حال ہوں۔ کاش کہ میں بھی آپ کے ساتھ چل سکتا۔ اور آپ کی صحبت کی برکت سے مستفیض ہوتا۔ لیکن افسوس ہے کہ جدائی کے ایام ابھی کچھ باقی معلوم ہوتے ہیں۔ میں تو اس قابل نہیں ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ مبارک پر یاد بھی کیا جا سکوں۔ تاہم حضور

---

[1] اس خط پر اقبال نامہ اول (ص، ۲۲۸) میں تاریخ تحریر ۲/دسمبر ۱۹۲۷ء درج ہے جب کہ صابر کلوروی صاحب کے مطابق (روح مکاتیب اقبال۔ ایک تنقیدی جائزہ ص، ۴۴۳) صحیح تاریخ ۶/ستمبر ۱۹۲۷ ہے۔ ہم نے یہی تاریخ درج کی ہے۔
(مولف)

صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے جرأت ہوتی ہے "الطالح لی" یعنی گنہگار میرے لیے ہے۔ امید ہے کہ آپ اس دربار میں پہنچ کر مجھے فراموش نہ فرمائینگے۔
باقی خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے خیریت ہے۔ میں آپ کے لیے دست بدعا ہوں۔ والسلام

محمدؐ اقبال
(اقبال نامہ)

## مس فارک ہرسن کے نام

میو روڈ لاہور
۶ر ستمبر ۱۹۳۷ء
مائی ڈیر مس فارک ہرسن

آپ کے نوازش ناموں کے لیے جو یکے بعد دیگرے موصول ہوئے ممنون ہوں۔ مجھے اس اطلاع سے نہایت مسرت ہوئی کہ نیشنل لیگ مسئلۂ فلسطین میں گہری دل چسپی لے رہی ہے اور مجھے اس میں ذرا شک نہیں ہے کہ لیگ انجامِ کار اہل برطانیہ کو حقیقتِ حال کے محسوس کرانے اور عربوں کی دوستی سے محرومی کے سیاسی عواقب سے کما حقہٗ آگاہ کرنے میں کامیاب ہوگی۔ مصر، شام اور عراق سے میرا کچھ نہ کچھ تعلق قائم ہے۔ نجف اشرف سے بھی مجھے خطوط موصول ہوئے ہیں آپ نے (اخباروں میں) پڑھا ہوگا کہ کربلا اور نجف کے شیعیوں نے تقسیم فلسطین کے خلاف سخت احتجاج کیا ہے۔ ایرانی وزیر اعظم اور ترکی صدرِ جمہوریہ نے بھی تقریریں کی ہیں اور احتجاج کیا ہے۔ خود ہندوستان میں اس مسئلہ پر جذبات روز بروز شدت اختیار کر رہے ہیں پچھلے دنوں دہلی میں پچاس ہزار مسلمانوں کے اجتماع نے فلسطین کمیشن کے خلاف صدائے احتجاج

یلنڈ کی اخبارات میں یہ اطلاع بھی شائع ہوئی ہے کہ کانپور میں مسئلہ فلسطین کے سلسلہ میں مسلمانوں کی گرفتاریاں بھی عمل میں آئی ہیں۔ اس قدر تو اب بالکل واضح اور قطعی ہے کہ تمام دنیائے اسلام مسئلۂ فلسطین پر متحد الخیال ہے۔

میری خواہش تو تھی کہ آپ کو ایک مفصّل خط لکھوں جس میں اس مسئلہ پر ایک سیر حاصل بحث کروں لیکن افسوس ہے بیمار رہوں اور مجھے اپنی بیوی کی وفات کی وجہ سے بعض ایسے امور کی طرف بھی توجہ کرنی پڑتی ہے جن سے مجھے کبھی دل چسپی نہ تھی۔ مجھے قومی امید ہے کہ نیشنل لیگ انگلستان کو ایک سنگین سیاسی غلطی کے ارتکاب سے بچائے گی۔ اور ایسا کرنے میں وہ انگلستان اور عالم اسلام دونوں کی خدمت بجالائے گی۔ سر عبدالقادر سے میرا سلام کہیے۔ مجھے اس اطلاع سے خوشی ہوئی کہ وہ مسئلۂ فلسطین میں دل چسپی لے رہے ہیں۔

مخلص

محمد اقبال

میں نے آپ کا خط اردو اور انگریزی اخبارات کو لاہور دہلی اور کلکتہ میں بھیج دیا ہے۔

(انگریزی سے) (اقبال نامہ)

(جزوی عکس)

---

۱؎ شاملو کی تالیف "اسپیچز اینڈ اسٹیٹمنٹس" (SPECHES AND STATEMENTS) میں اس خط کا جزوی انگریزی متن دستیاب ہوا۔ اس میں خط کا پہلا جملہ موجود نہیں اور نہ یہ عبارت "میری خواہش تھی ۔۔۔۔ جن سے مجھے کبھی دل چسپی نہ تھی" اور سر عبدالقادر سے میرا سلام کہیے ۔۔۔۔ دہلی اور کلکتہ بھیج دیا ہے"۔

۲؎ انگریزی متن کے پیش نظر ترجمہ میں جا بجا ترمیم کر دی ہے۔

(مولف)

# مولوی عبدالحق کے نام

لاہور

۹ر ستمبر ۱۹۳۷ء

مخدومی جناب مولوی صاحب

تسلیم! آپ کا نوازش نامہ مل گیا ہے جس کے لیے بہت شکر گزار ہوں۔ اردو زبان کے تحفظ کے لیے جو کوششیں آپ کر رہے ہیں ان کے لیے مسلمانوں کی آئندہ نسلیں آپ کی شکر گزار ہوں گی۔ مگر آپ سے زیادہ[1] اس بات کو کون سمجھ سکتا ہے کہ زبان کے بارے میں سرکاری امداد پر کوئی اعتماد نہیں کیا جا سکتا زبانیں اپنی اندرونی قوتوں سے نشوونما[2] پاتی ہیں اور نئے نئے خیالات و جذبات کے ادا کر سکنے پر ان کے بقا کا انحصار ہے۔ آپ کی کوششوں کا مرکز وہی پروگرام ہونا چاہیے جو آپ علی گڑھ میں وضع کر چکے ہیں کبھی کبھی پنجاب کا دورہ بھی لازم ہے۔

آپ کو یاد[3] ہوگا کسی گزشتہ[4] خط میں آپ نے مجھے لکھا تھا کہ مجھے اپنے

---

[1] اصل متن میں "آپ سے زیادہ" دو دفعہ سہواً لکھا گیا ہے

[2] اصل میں "نشوونما" کی "و" سہو کاتب کی وجہ سے محذوف ہے۔

(اقبال اور عبدالحق۔ مکتوب محررہ ۲۷ر ستمبر ۱۹۳۶ء)

[3] یہ سارا پیراگراف اقبال نامہ حصہ دوم (ص ۸۵) میں مشمولہ خط میں محذوف ہے۔ ممکن ہے کہ اقبال نامہ کے مرتب شیخ عطاءاللہ نے خود مولوی صاحب کے ایما پر ایسا کیا ہو۔

(اقبال اور عبدالحق)

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

دنیاوی افکار سے مضطرب نہ ہونا چاہیئے۔ بلکہ اس اضطراب کو اپنے احباب کے لیے چھوڑ دینا چاہیئے۔ کیا اس معاملے میں آپ نے کوئی عملی اقدام کیا؟ اگر اب تک نہیں کیا تو میں سمجھتا ہوں کہ اس وقت موقع ہے کیونکہ سر اکبر حیدری نے اپنے گزشتہ خطوں میں امید دلائی ہے یا ایسے اشارات کیے ہیں جن سے امید بندھتی ہے۔

باقی خدا کے فضل و کرم سے خیریت ہے۔ امید ہے کہ آپ کا مزاج بخیر ہو گا۔

والسلام

آپ کا مخلص

محمد اقبال

(عکس) (اقبال اور عبدالحق)

---

(پچھلے صفحہ کا بقیہ)

۴ے (الف) مولوی عبدالحق کے اس خط کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے جس کا جواب علامہ نے اپنے مکتوب محررہ ۲۷ ستمبر ۱۹۳۶ء میں دیا تھا۔

(مولف)

(ب) ان خطوط سے معلوم ہوتا ہے کہ اقبال کو حیدر آباد دکن سے بھوپال کی طرح پنشن کی توقع تھی اور مولوی صاحب نے اس سلسلے میں کوشش کرنے کا وعدہ فرمایا تھا۔ مولوی صاحب کے تعلقات سر اکبر حیدری سے بہت اچھے تھے۔ اس لیے اقبال کو امید تھی۔ مگر اس معاملے کا انجام افسوسناک ہوا۔ سر اکبر حیدری نے بالآخر اقبال کو جس صورت اور انداز میں امداد کی پیش کی تھی (یعنی "یوم اقبال" پر ایک ہزار روپے کا چیک) وہ ان کے لیے نا قابلِ قبول تھی۔

غیرتِ فقر مگر کر نہ سکی اس کو قبول
جب کہا اس نے کہ یہ ہے میری خدائی کی زکوٰۃ!

(ارمغانِ حجاز)

Dr. Sir Mohammad Iqbal,
BAR-AT-LAW

MAYO ROAD
Lahore 9 Sept., 1937.

مخدومی جناب مولوی صاحب

تسلیم۔ آپ کا نوازش نامہ مل گیا ہے۔ جس کے لئے بہت شکر گزار ہوں۔ اردو زبان کے تحفظ کے لئے جو کوششیں آپ کر رہے ہیں۔ ان کے لئے مسلمانوں کی آئندہ نسلیں آپ کی شکر گزار ہوں گی۔ مگر آپ سے زیادہ اس بات کو آپ سے زیادہ کون سمجھ سکتا ہے۔ کہ زبان کے بارے میں سرکاری امداد پر کوئی اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔ زبانیں اپنی اندرونی قوتوں سے نشو و نما پاتی ہیں۔ اور نئے نئے خیالات و جذبات کے ادا کر سکنے پر ان کی بقا کا انحصار ہے۔ آپ کی کوششوں کا مرکز دہلی ہو [illegible] ہونا چاہئے۔ جو آپ علی گڑھ میں وضع کر چکے ہیں۔ کبھی کبھی پنجاب کا دورہ بھی لازم ہے۔

آپ کو یاد ہوگا کسی گذشتہ خط میں آپ نے مجھے لکھا تھا۔ کہ مجھے اپنے دنیاوی ذاتی افکار سے مضطرب نہ ہونا چاہئے۔ بلکہ اس اضطراب کو اپنے احباب کے لئے چھوڑ دینا چاہئے۔ کیا اس معاملے میں آپ نے کوئی عملی اقدام کیا ہے؟ اگر اب تک نہیں کیا۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ اس وقت موقع ہے۔ کیونکہ سر اکبر حیدری نے اپنے گذشتہ خطوں میں امید دلائی ہے۔ یا آپ ان کی رائے لے سکتے ہیں۔ جن سے امید بندھتی ہے۔

باقی خدا کے فضل و کرم سے خیریت ہے۔ امید ہے کہ آپ کا مزاج بخیر ہوگا۔

والسلام۔

آپ کا مخلص

محمد اقبال

# خواجہ غلام السیدین کے نام

لاہور

۱۱ ستمبر ۱۹۳۷ء

ڈیر سیدین صاحب

آپ کا خط ابھی ملا ہے۔ جس کے لیے بہت بہت شکریہ قبول کیجیے۔ میری صحت پہلے سے اچھی ہے۔ آواز میں بھی کچھ فرق ہے مگر افسوس ہے کہ ضعفِ بصارت کی وجہ سے ڈاکٹروں نے لکھنے پڑھنے سے منع کر دیا ہے۔ میری خط و کتابت احباب کرتے ہیں۔ یا کبھی جاوید میاں سے خطوط کے جواب لکھوا لیتا ہوں۔ اسلامی اصولِ فقہ کے متعلق ایک کتاب لکھنے کا ارادہ تھا، لیکن اب یہ امید موہوم معلوم ہوتی ہے۔ مجھے اندیشہ[1] ہے کہ میں آپ کا مضمون نہ پڑھ سکوں گا البتہ اگر آپ لاہور تشریف لائیں تو اس کے بعض مقامات مجھ کو سنا سکتے ہیں۔ اسلامک کلچر کا مطبع بہت اچھا ہے۔ اس کے علاوہ لاہور میں ایک اور بھی انگریزی مطبع ہے۔ جہاں کی چھپائی بہت اچھی ہے اگر رسالہ بہت طویل نہیں ہے تو اسلامک کلچر میں بھی چھپ سکتا ہے۔ اس کے متعلق آپ ایڈیٹر اسلامک کلچر ماڈل ٹاؤن لاہور سے خط و کتابت کریں۔

---

[1] افسوس کہ یہ اندیشہ پورا ہوا۔ علامہ کتاب کی اشاعت سے پہلے جوارِ رحمت میں پہنچ گئے البتہ کتاب کا خلاصہ جو میں نے ان کی خدمت میں بھیج دیا تھا انھوں نے پڑھ لیا تھا اور اس کو پسند فرمایا تھا۔ (غلام السیدین)

خواجہ صاحب کی کتاب "اقبالز ایجوکیشنل فلاسفی IQBAL'S EDUCATIONAL PHILOSOPHY" سے مراد ہے۔ (مؤلف)

مسٹر نکلسن کا ترجمہ غلط ہے[1] مصرع میں لفظ ، نے ، ہے۔ جس کا انگریزی ترجمہ " REED " ہے میں نے ان کی توجہ اس غلطی کی طرف دلائی تھی مگر معلوم نہیں کہ ان سے کس طرح نظرانداز ہو گئی۔ ایک جگہ اور بھی ترجمے میں اغلاط ہیں۔ باقی خدا کے فضل و کرم سے خیریت ہے امید ہے کہ آپ کا مزاج بخیر ہو گا۔ عابد صاحب سے سلام کہیئے۔

محمد اقبال

(اقبال نامہ)

# شیخ اعجاز احمد کے نام

۱۷ ستمبر ۳۷ء

برخوردار اعجاز طال عمرہٗ

حافظ محمد سعید صاحب کے خط سے جو منصوری سے آیا ہے معلوم ہوا کہ تم ابھی دہلی میں ہو اور ستمبر کی تعطیلوں میں کہیں باہر نہیں گئے۔ میرا خیال تھا کہ شاید

---

[1] میں نے علامہ مرحوم کی توجہ اس طرف مبذول کرائی تھی کہ نکلسن نے اسرار خودی کے ترجمے میں "صورتِ طفلاں زِ نے مرکب کنی[2]" کو غلط پڑھ کر بجائے "نے" کا ترجمہ " REED " کرنے کے "نہ" کو اس کے ساتھ ملا کر "زنے" پڑھا تھا اور اس کا ترجمہ " WOMAN " کیا تھا۔ یہ ہیں ہمارے بہترین مستشرقین! (غلام السیدین)

[2] تا بکے دریوزۂ منصب کنی　　صورتِ طفلاں زِ نے مرکب کنی

(مثنوی اسرار خودی ــــ

درمیان اینکہ خودی از سوال ضعیف میگردد)

ترجمہ: تو کب تک جاہ و منصب کی بھیک مانگے گا۔ بچوں کی طرح بانسری کو کب تک گھوڑا بنائے گا۔

Dr. Sir Mohammed Iqbal, BAR-AT-LAW

MAYO ROAD, Lahore — ۱۷ ستمبر ۳۷ء

برخوردار اعجاز اقبال

[illegible]

محمد اقبال

تم وہاں نہیں ہو اس واسطے میں نے حافظ صاحب ہی کو خط لکھا تھا کہ دوا حکیم صاحب سے لے کر ارسال فرما دیں امید ہے کہ تم بھی حکیم صاحب کی خدمت میں پیغام بھیج دو گے۔ تاکہ وہ جلد توجہ فرمائیں۔ امید ہے تمہارے اہل و عیال بخیریت ہوں گے میں بھی بفضل خدا تعالیٰ پہلے سے بہت اچھا ہوں۔ حکیم صاحب کی دواؤں نے بہت فائدہ پہنچایا ہے۔ والسلام

محمد اقبال

(عکس) (مظلوم اقبال)

## (ڈاکٹر) سید عبداللطیف کے نام

میو روڈ

لاہور ۱۷ ستمبر ۱۹۳۷ء مائی ڈیر ڈاکٹر لطیف

میری نظر کمزور ہو رہی ہے اور ڈاکٹروں نے مجھے لکھنے پڑھنے کی ممانعت کر رکھی ہے۔ میرے بچوں کی نگران نے آپ کا ایڈریس پڑھا۔ یہ بلاشبہ معنی و بیان دونوں لحاظ سے نہایت خوب ہے۔ آپ نے اس کے صفحہ ۱۱ پر جو لکھا ہے اس کا مطلب میں پوری طرح سمجھنے سے قاصر ہوں۔" آپ زندگی کے متعلق اس نقطۂ نظر پر بحث قطعاً اللہ تعالیٰ کا حوالہ دئے بغیر کر سکتے ہیں۔ اگر آپ کا یہی مسلک ہو" کسی امت یا قوم کا وجود ناممکن ہے جب تک اس کی نظریاتی اساس ہم خیالی پر نہ رکھی جائے۔ اور اسلام میں یہ ہم خیالی اللہ کا منشا ہے جیسا کہ قرآن میں اس تصور کو تشکیل دیا ہے۔ آپ کے محولہ بالا جملہ سے یہ تاثر

پیدا ہوتا ہے کہ اسلام زندگی یا معاشرہ پر بصورت ایک زاویۂ فکر الحاد کے ساتھ ہم آہنگ ہو سکتا ہے۔ میں یہ سوچ بھی نہیں سکتا کہ آپ کا کبھی بھی

یہ مفہوم رہا ہوگا۔ تاہم میں چاہوں گا کہ اس موضوع پر مزید روشنی ڈالی جائے۔

مجھے مسرت ہے کہ مسلم کلچر سوسائٹی نے آپ کے لیے ذہنی مصروفیت کا سامان فراہم کر دیا ہے اور مجھے امید ہے کہ اس سے حیدرآباد کے مسلمانوں کو بہت فائدہ پہنچے گا۔ امید کہ آپ بخیریت ہوں گے۔

آپ کا مخلص

محمد اقبال

(انگریزی سے)

(غیر مطبوعہ)

# راغب احسن کے نام

۱۹ ستمبر ۱۹۳۷ء[1]

مجھے بے حد افسوس ہے کہ میں طویل علالت کے باعث کلکتہ میں منعقد ہونے والی فلسطین اور لیگ کانفرنسوں میں شرکت سے معذور رہوں۔ مجھے توقع ہے کہ فلسطین کانفرنس، مسٹر عبدالرحمٰن کی زیر صدارت، فلسطین کے بارے میں موجودہ برطانوی حکمت عملی کے خلاف موثر احتجاج کا طریقہ تلاش کرنے میں کامیاب ہو جائے گی۔ مجھے توقع ہے کہ لیگ کانفرنس بھی ہندوستانی مسلمانوں کو ایسے تمام مسائل کے بارے میں واضح قیادت فراہم کرنے میں کامیاب ہو سکے گی جن کا اسلام کے اور ہندوستانی مسلمانوں کے مستقبل پر گہرے طور پر اثر انداز ہونے کا احتمال ہے۔

محمد اقبال

(انگریزی سے)　　　　(اقبال: جہانِ دیگر)

---

[1] LETTERS OF IQBAL (ص ۲۱۹) میں اس مکتوب کی تاریخ تحریر ۱۹ دسمبر درج کی گئی ہے۔ صحیح تاریخ ۱۹ ستمبر ۱۹۳۷ء ہے (روزنامہ جنگ اقبال ایڈیشن، ۹ نومبر ۱۹۷۷ء)۔

(ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی۔ تصانیف اقبال کا تحقیقی و توضیحی مطالعہ ص ۳۶۹)

# فضل کریم کے نام[1]

مائی ڈیر فضل کریم
آپ کے خط کا شکر گزار ہوں جو آج صبح ہی موصول ہوا۔ میرا خیال ہے کہ

---

[1] حضرت علامہ کے مندرجہ بالا انگریزی مکتوب کے بارے میں پروفیسر احمد اعجاز پیرزادہ صاحب لکھتے ہیں: ,, اصل خط مجھے علی گڑھ سے فضل کریم صاحب کے ذریعہ ملا تھا۔ فضل کریم پوسٹ گریجویٹ کلاسز کی فلاسوفیکل ایسوسی ایشن کے سکریٹری تھے۔ وہ 6th YEAR کے طالب علم تھے اور میں 5th YEAR کا۔ خالص میری تحریک پر یہ خط ایم۔اے کے طلبہ یا غالباً فلاسفی ایسوسی ایشن کی طرف سے علامہ کو لکھا گیا۔ لکھا یا ہم نے سکریٹری کی طرف سے۔ لہٰذا انھیں کے نام جواب آیا۔ اس خط کے سلسلے میں استاذ محترم ڈاکٹر ظفر الحسن مرحوم صدر شعبۂ فلسفہ علی گڑھ یونیورسٹی کی اجازت اور رضامندی بھی حاصل کر لی گئی تھی۔

,, فضل کریم صوبہ سرحد کے باشندے تھے۔ غالباً ایبٹ آباد کے رہنے والے تھے۔ ایل۔ ایل بی بھی علی گڑھ سے کیا تھا۔ پریکٹس کرتے تھے،، (پروفیسر احمد اعجاز پیرزادہ۔ مکتوب بنام: رفیع الدین ہاشمی ۱۲ اگست ۱۹۷۴ء)

پیرزادہ احمد اعجاز، عرصۂ دراز تک محکمۂ تعلیم پنجاب سے وابستہ رہے۔ جن دنوں وہ گورنمنٹ کالج سرگودھا میں فلسفے کے استاد تھے۔ انھوں نے یہ خط کالج میگزین کے انگریزی حصے THE DAWAN ,, میں شائع کرایا تھا۔ موصوف کو حضرتِ علامہ اور ان کے افکار سے بے حد شغف ہے۔ قیامِ سرگودھا کے زمانے میں انھوں نے کالج میں ,, مجلسِ اقبال،، قائم کی جس کے تحت ,, اقبال لائبریری،، کا قیام عمل میں آیا۔ اس میں اقبالیات پر بلند پایہ لٹریچر جمع کیا گیا۔ پیرزادہ صاحب ان دنوں لاہور میں مقیم ہیں۔

اس خط پر کوئی تاریخ درج نہیں مگر پروفیسر احمد اعجاز صاحب کا بیان ہے کہ جون جولائی یا اگست ۱۹۳۷ء میں لکھا گیا۔ لیکن ڈاکٹر صابر کلوروی کے مطابق اس خط کی تاریخ عکس کے پیشِ نظر ۱۹ ستمبر ۱۹۳۷ء ہے۔ (مولف)

آپ کو اور نہ آپ کے احباب کو معلوم ہے کہ گزشتہ تین برس سے میں ایک معذور شخص کی سی زندگی گزار رہا ہوں اور حال ہی میں ڈاکٹروں نے مجھے لکھنے پڑھنے سے بالکل منع کر دیا ہے کیونکہ میری بینائی خراب ہوتی جا رہی ہے۔ لہٰذا آپ نے اپنے خط میں جس کام کا تذکرہ کیا ہے میرے لیے بیڑا اٹھانا ممکن نہیں ہے۔ مسلم فلسفیانہ لٹریچر بہت وسیع ہے اور یورپ کی لائبریریوں اور عالم اسلام میں بکھرا ہوا ہے۔ حالات ایسے ہیں کہ پرنس کتانی جیسا متموّل شخص[1] ہی مسلم افکار کی تاریخ لکھ سکتا ہے۔ مسلم فلسفیانہ لٹریچر کا معتد بہ حصہ مخطوطات کی شکل میں ہے اور اس کا سراغ لگانے کا کام ابھی باقی ہے۔ گزشتہ تین سو برسوں کے دوران میں مسلم دنیا فکری سطح پر انتہائی غیر فعال رہی ہے۔ اس کے بیشتر اسباب سیاسی ہیں۔ آج ہمیں احیائے نو کی جو علامات دکھائی دے رہی ہیں۔ ان کے پیش نظر امید ہے کہ جس نوع کی تحقیقات آپ کو مطلوب ہیں' اس کے شایان شان علمی صلاحیتوں کا بتدریج ظہور ہوگا۔ ہندوستان میں حالات قدرے مختلف ہیں۔ عربی کا علم بتدریج ختم ہو رہا ہے اور مسلم تعلیمی ادارے

---

[1] دوسری گول میز کانفرنس (لندن: ۳۲-۱۹۳۱ء) سے واپسی پر اقبال چند روز کے لیے اٹلی میں ٹھہرے اس دوران میں پرنس کتانی PRINCE CATTAN سے بھی ملاقات ہوئی۔ "جب میں اٹلی گیا تو مجھے ایک شخص پرنس کتانی ملا۔ وہ اسلامی تاریخ کا بہت دلدادہ ہے۔ اس نے تاریخ پر اتنی کتابیں لکھی ہیں اور اس قدر روپیہ صرف کیا ہے کہ کوئی اسلامی سلطنت اس کے ترجمے کا بندوبست بھی نہیں کر سکتی۔ اس نے لاکھوں روپیہ صرف کر کے تاریخی مواد جمع کیا ہے۔ جب میں نے اُن سے پوچھا کہ آپ کو اسلامی تاریخ سے دلچسپی کیوں ہے تو انھوں نے کہا کہ اسلامی تاریخ عورتوں کو مرد بنا دیتی ہے۔"

(تقریر، ۱۱ر جون ۱۹۳۲ء بمقام لاہور (جلسہ باغ بیرون موچی دروازہ زیرِ اہتمام مسلم انسٹی ٹیوٹ، مشمولہ: گفتارِ اقبال: ص ۱۵۳-۱۵۴)۔

اس پر خاطر خواہ توجہ نہیں دے رہے ہیں۔ سنسکرت میں فلسفیانہ لٹریچر اس قدر منتشر نہیں۔ جتنا عربی میں بکھرا ہوا ہے اور ہندو قوم اپنی دولت کے بل بوتے پر، فلسفیانہ مطالعے کی عیاشی کی متحمل ہو سکتی ہے۔ ذاتی طور پر میری خواہش ہے کہ ہمارے نوجوان عالم خود کو مسلم ریاضی، طبیعات، کیمیا، تاریخ اور فقہ کے مطالعے کے لیے وقف کر دیں۔ علم کی متذکرہ بالا شاخوں کا مطالعہ ہی آج کی اشد ضرورت ہے اور اسلام کا بہترین مفاد بھی اسی میں مضمر ہے۔ محض اسی صورت میں آج کا مسلمان جدید علم کی بنیادوں سے آشنا ہو سکے گا اور ہم انھیں جدید مسائل کی معنویت کو سمجھنے کے قابل بنا سکیں گے۔

تاہم ایسا محسوس ہوتا ہے کہ آپ اور آپ کے دوستوں کو زیادہ تر مابعد الطبیعات ہی سے دل چسپی ہے۔ اگر یہ درست ہے تو مسلم افکار سے متعلق ہندوستان میں کافی لٹریچر موجود ہے۔ کچھ عرصہ پہلے مجھے یہ معلوم کر کے بہت تعجب ہوا کہ مسئلہ زماں کے بارے میں تازہ ترین کتاب ۱۹۲۴ء میں ہندوستان میں چھپی تھی یہ کتاب عربی میں تھی۔ اگر آپ مسلم افکار میں دل چسپی رکھتے ہوں تو آپ یونیورسٹی حکام کو اس بات پر قائل کریں کہ ابھی عربی میں مزید گہرے مطالعے اور تحقیق کی ضرورت ہے۔ کئی سال پہلے میں نے مسلم یونیورسٹی کے سامنے ایک منصوبہ رکھا تھا کہ اسلامی

---

[1] غالباً یہ اشارہ سید برکات احمد کی عربی میں تصنیف "اتقان فی ماہیت الزماں" کی طرف ہے۔ اس کتاب کے اردو ترجمے کے لیے جو سید محمود احمد برکاتی نے کیا "اقبال ریویو"، (جولائی ۱۹۶۸ء ص ۱۰۷) ملاحظہ ہو۔

(بشیر احمد ڈار۔ لیٹرز آف اقبال)

[2] صرف اس حصہ کا عکس خطوطِ اقبال (ص ۲۹۵) میں چھپا ہے۔

(مؤلف)

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

علمی ورثے پر تحقیقی کام کے لیے علما دتیار کیے جائیں بدقسمتی سے میری آواز صدا بصحرا ثابت ہوئی۔

میں آپ سے یہ حقیقت نہیں چھپانا چاہتا کہ جدید مابعد الطبیعات کے تیس سالہ مطالعے کے بعد، میرا وہ جوش اور ولولہ ختم ہو گیا جو جوانی کے زمانے میں فلسفے نے میرے اندر پیدا کر دیا تھا۔ تاہم خرابیِ صحت کی اس حالت میں بھی، میں کسی حد تک ایک نوجوان محقق کے کام آ سکتا ہوں اور ان مسائل کی تفہیم میں اس کی مدد بھی کر سکتا ہوں جنھوں نے ہمارے آباد کے دلوں کے اندر ولولہ پیدا کیا تھا۔ تاہم یہ ضروری ہے کہ ایسا عالم عربی میں اچھی قدرت

---

(بقیہ حاشیہ پچھلے صفحہ کا)

(۳) پہلی بار اس انگریزی کا متن اور جزوی عکس گورنمنٹ کالج سرگودھا کے مجلہ THE DAWN (نویدِ صبح) کے شمارہ اکتوبر ۱۹۵۲ء (ص ۲۲ - ۲۳) میں شائع ہوا۔ اس کا متن اور جزوی عکس گورنمنٹ کالج سرگودھا کے فلسفے کے استاد پیرزادہ احمد اعجاز صاحب نے مہیا کیا تھا۔ پیرزادہ صاحب علی گڑھ میں جناب فضل کریم کے ہم جماعت تھے اور طالب علمی کے زمانے سے ان کے پاس علامہ اقبال کے اس خط کا متن محفوظ تھا۔

(۴) قاضی افضل حق قریشی صاحب نے "ڈان" کے حوالے سے دوسری بار اس خط کو اپنے مضمون "نادرات اقبال" (صحیفہ۔ اقبال نمبر، حصہ اول۔ ص ۲۳۴ - ۲۳۶) میں نقل کیا۔

(۵) تیسری بار پروفیسر رحیم بخش شاہین نے "صحیفہ" کے حوالے سے "اسلامک ایجوکیشن" جنوری فروری ۱۹۷۵ء۔ ص ۲۲) میں نقل کیا۔

(۶) اس کا اردو ترجمہ پروفیسر رحیم بخش شاہین نے اپنی کتاب "اوراق گم گشتہ" (ص ۲۰۸ - ۲۱۰) میں "صحیفہ" کے حوالے سے شائع کیا۔ اس ترجمے میں ایک دو غلطیاں موجود ہیں۔

میں نے اس خط کا اردو ترجمہ از سرِ نو کیا ہے۔

(رفیع الدین ہاشمی)

رکھتا ہو اور مجھ مریض کے پلنگ کے پاس بیٹھنے کے لیے کچھ وقت بھی نکال سکے۔

آپ کا مخلص
محمدؐ اقبال

(انگریزی سے) (خطوط اقبال)

## راغب احسن کے نام

۲۳ ستمبر ۳۷ء

ڈیر راغب صاحب

السلام علیکم

میں ایک مختصر پیغام آپ کو بھیج چکا ہوں۔ امید ہے کہ مل گیا ہوگا یہ خیال کرکے مجھے بہت تعجب ہوا کہ بنگال میں یہ خیال ہے کہ مجھے لیگ سے ہمدردی نہیں۔ آپ کو معلوم ہے کہ میں لیگ کے ایک سالانہ اجلاس کا صدر رہ چکا ہوں اور اس وقت بھی پراونشیل لیگ کا صدر ہوں۔ ہاں یہ افسوس ہے کہ طویل علالت اور نیز ضعف قلب اور ضعف بصارت کی وجہ سے حال کی تحریکوں میں کوئی عملی حصہ لینے سے محروم ہوں۔ اس وقت مسلمانوں کے لیے یہی راہ عمل کھلی ہے کہ وہ مسٹر محمد علی جناح کی قیادت میں اپنی تنظیم کریں۔ مجھ کو ان کی دیانت پر کلّی اعتماد ہے۔ آپ مہربانی کرکے میری طرف سے اس خیال کی پُرزور تردید کریں کہ مجھے لیگ سے دلچسپی نہیں۔ والسلام

محمدؐ اقبال

(عکس) (اقبال: جہانِ دیگر)

Dr. Sir Mohammad Iqbal
BAR-AT-LAW

MAYO ROAD
Lahore ۲۴ ستمبر ۳۴ 193

ڈیر نیاز صاحب
السلام علیکم

[illegible]

محمد اقبال

# محمد نعمانؒ کے نام

ڈیر مسٹر نعمان

السلام علیکم۔ میں بہت خوشی سے کلکتہ کی آل انڈیا مسلم اسٹوڈنٹس کانفرنس کی صدارت کی دعوت قبول کر لیتا لیکن بدقسمتیؒ سے طویل علالت نے مجھے اس امر کے

---

لہ محمد نعمان، آل انڈیا مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن کے سکریٹری تھے۔ فیڈریشن کا ایک اجلاس ۱۹۳۷ء کے آخر میں کلکتہ میں منعقد ہو رہا تھا۔ فیڈریشن کے ارکان کی خواہش تھی کہ علامہ اقبال اجلاس میں شریک ہو کر اس کی صدارت کریں۔ چنانچہ ان سے اجلاس کی صدارت قبول کرنے کی درخواست کی گئی۔ حضرتِ علامہ کی صحت اُن دنوں اچھی نہ تھی، اس لیے انھوں نے اجلاس میں شرکت سے معذوری ظاہر کی۔ اس ضمن میں فیڈریشن کے سکریٹری کے نام یہ خط لکھا۔

ٹہ علامہ کی طویل علالت کا آغاز ۱۰ر جنوری ۱۹۳۴ء کو ہوا۔ ۱۹۳۷ء میں آنکھوں میں موتیا بند اتر آیا۔ اس طویل اور مسلسل علالت نے علامہ مرحوم کے معمولات کو اتنا متاثر کیا کہ اس زمانے میں بالعموم خطوط بھی دوسروں سے املا کراتے۔

اصل خط انگریزی میں لکھا گیا تھا۔ انگریزی متن دستیاب نہیں۔ اردو ترجمہ پہلی بار انقلاب کی اشاعت ۹ر اکتوبر ۱۹۳۷ء میں شائع ہوا۔

انقلاب کے حوالے سے دوسری بار "گفتارِ اقبال (ص ۲۱۰) میں نقل ہوا۔ (رفیع الدین ہاشمی، خطوطِ اقبال مرتبہ رفیع الدین ہاشمی میں یہ خط بلا تاریخ ص ۲۹۰ پر درج ہے۔ بعد میں صابر کلوروی صاحب نے (مکاتیب اقبال کے مآخذ — اقبال ریویو ص ۲۹)، گفتارِ اقبال کے حوالے سے اس کی تاریخ تحریر ۹ر اکتوبر ۱۹۳۷ء متعین کی۔ جس کی بنا غالباً یہ تھی کہ اسی تاریخ کے روزنامہ "انقلاب" میں اس کا اردو ترجمہ چھپا تھا۔

اب اصل انگریزی خط کے عکس سے صاف ظاہر ہے کہ اس کی تاریخ تحریر ۲۳ر ستمبر ۱۹۳۷ء ہے۔ (مولف)

ناقابل کر دیا ہے کہ میں ملک کی تازہ تحریکات میں کوئی سرگرم حصہ لے سکوں۔ تین سال کی مسلسل علالت نے مجھے بالکل بے دست و پا کر دیا ہے۔ میری نظر کمزور ہو رہی ہے اور ڈاکٹروں نے مجھے پڑھنے لکھنے کی ممانعت کر رکھی ہے۔ بہر کیف میں آپ کے اس نیک اقدام کی کامیابی کے لیے دست بدعا ہوں اور مجھے امید ہے کہ مسلمانوں کی نوجوان نسل اس نازک سیاسی دور کی اہمیت کو سمجھے گی جس میں سے آج کل مسلمانانِ ہند گزر رہے ہیں۔

"مخالف قوتوں سے ہرگز نہ ڈرو۔ ان سے جدوجہد جاری رکھو کیوں کہ جدوجہد ہی میں زندگی کا راز مضمر ہے۔"

(خطوط اقبال)

## شیخ اعجاز احمد کے نام

۲۴ ستمبر ۳۷ء

برخوردار اعجاز طال عمرہٗ

حکیم صاحب کی بھیجی ہوئی دوائیں مل گئیں۔ اب کے انھوں نے صرف دو معجون کھانے کے لیے ارسال کی ہیں۔ اس سے قبل دوا کا دستورالعمل یہ تھا۔

صبح سنہری گولی بالائی میں۔

آٹھ بجے سفید گولی ناشتے کے دوران میں۔

دس بجے سفید گولی دونوں معجونوں میں سے ایک کے ساتھ

چار بجے شام دوسری معجون

اب کے جیسا کہ لکھا گیا ہے صرف دو معجونیں صبح و شام کے لیے موصول ہوئی ہیں الگ کوئی گولیاں نہیں بھیجی گئیں۔ لہٰذا دریافت طلب امر یہ ہے کہ سنہری اور سفید گولیاں جن کا استعمال ہو رہا تھا ان معجونوں میں شامل کر دی گئی ہیں۔

یا نہیں۔ اگر نہیں تو کیا سہواً ایسا ہوا ہے یا پھر حکیم صاحب نے قصداً ان کا استعمال بند کرادیا ہے آپ یہ امر ان کے مطب سے دریافت کرکے مجھے مطلع کریں۔
والسلام۔

محمدؐ اقبال

یہ بات اس لیے دریافت کی ہے کہ سنہری گولیوں سے مجھے بے حد فائدہ پہنچا تھا۔ ان کا ترک کردینا غالباً ٹھیک نہ ہوگا۔ ہاں اگر یہ گولیاں معجون میں شامل ہوں تو کوئی مضائقہ نہیں۔

(عکس) (مظلوم اقبال)

## خواجہ غلام السیدین کے نام

لاہور

۲۵ ستمبر ۱۹۳۷ء

ڈیر سیدین صاحب

آپ کا خط ابھی ملا ہے، جس کے لیے شکریہ قبول کیجیے، میں نے مسعود مرحوم کے کتبۂ مزار کے لیے ایک رباعی رباعیات میں سے انتخاب کرکے مرحوم کے سکرٹری ممنون حسن خاں کو بھوپال بھیجی تھی۔ معلوم نہیں کہ انھوں نے اب تک علی گڑھ کیوں نہیں بھیجی۔ یہ رباعی حقیقت میں میں نے اپنے کتبۂ مزار کے لیے لکھی تھی۔ میں ابھی ممنون حسن صاحب کو ایک خط لکھ کر دریافت کرتا ہوں چند اشعار مرحوم کی وفات پر بھی لکھے تھے جو رسالہ اردو کے مسعود نمبر میں شائع ہوں گے۔ اگر وہ رباعی جو میں نے بھوپال لکھ کر بھیجی تھی پسند آگئی تو بہتر ورنہ اور فکر کروں گا۔ میری طرف سے مسعود مرحوم کی والدہ ماجدہ کی خدمت میں بہت بہت آداب عرض کیجیے۔ ذرا موسم اچھا ہو جائے تو میں

خود بھی تعزیت کے لیے اور مرحوم کی قبر پر فاتحہ خوانی کے لیے علی گڑھ حاضر ہونے کا قصد رکھتا ہوں۔

پنجاب یونیورسٹی سے اب میرا کوئی تعلق نہیں ہے۔ وائس چانسلر مسٹر M.L. DARLING FINANCIAL COMMISSIONER ہیں۔ میرے دوست ہیں۔ گو گزشتہ تین سال سے بوجہ علالت ان سے نہیں مل سکا۔ آپ اُن سے اس بارے میں خط و کتابت کریں۔ اس کے علاوہ آپ مسٹر عبدالحئی وزیر تعلیم کو لکھ سکتے ہیں، اگر ایسا نہ ہو سکا تو اور انتظام بھی ہو سکتا ہے۔ باقی خیریت ہے۔ امید ہے کہ آپ کا مزاج بخیر ہوگا۔

محمد اقبال

(اقبال نامہ)

## خواجہ غلام السیدین کے نام

THE SAME ۱۹۳۷ء [۳]

ڈیر سیدین صاحب

آپ کے خط کا جواب لکھ کر ابھی ڈاک میں ڈال چکا ہوں۔ میں سمجھتا ہوں کہ

---

[۱] اقبال نامہ، حصہ اول ص ۲۲۳ پر اس کا نام M.L.A. DARLING لکھا ہے اس کا پورا نام تھا مالکم لائل ڈارلنگ (MALCOLM LYALL DARLING) ملاحظہ ہو حواشی کلیات مکاتیب اقبال جلد دوم ص ۸۷۱ - ۸۷۰ (مولف)

[۲] اقبال کے فلسفۂ تعلیم کے متعلق "توسیعی خطبات" دیئے جانے کی تجویز بعض احباب نے پیش کی تھی۔ (عطاء اللہ)

[۳] اس خط پر کوئی تاریخ تحریر نہیں۔ عکس میں THE SAME ۱۹۳۷ء لکھا ہے۔ اس سے قبل کا خط سیدین صاحب کے نام ۲۵/ستمبر ۱۹۳۷ء کو لکھا گیا ہے۔ لہذا یہ خط بھی اسی دن لکھا گیا ہے۔ (مولف)

Dr. Sir Mohammed Iqbal, BAR-AT-LAW

MAYO ROAD
Lahore The Same 1937.

ڈیئر السید یحییٰ صاحب

Muslim Intercollegiate Brotherhood

محمد اقبال

مسٹر ڈارلنگ یا مسٹر عبدالحیٔ کو آپ کا لکھنا مناسب[1] نہیں۔ یونیورسٹی کو چاہیے کہ وہ خود آپ کو دعوت دے۔ اس کے متعلق میں کچھ دنوں بعد بعض بے تکلف احباب سے گفتگو کروں گا۔ مقامی کالج کھلنے کے بعد یہ گفتگو ممکن ہو سکے گی۔ جس طرح آپ کا تحریر کرنا نامناسب ہے ویسے ہی میرا تحریر کرنا بھی نامناسب ہے۔ کیا آپ اس کو پسند کریں گے کہ یہ لیکچر اسلامیہ کالج یا مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن یا MUSLIM INTER COLLEGIATE BROTHERHOOD کی دعوت[2] پر دیئے جائیں۔

والسلام

محمد اقبال

(عکس) (اقبال نامہ)

## ممنون حسن خاں کے نام

لاہور

۲۵ ستمبر ۱۹۳۷ء

ڈیر ممنون

میں نے آپ کو جو رباعی مرحوم مسعود کے کتبہ مزار کے لیے[3] لکھ کر بھیجی تھی اس کی

---

[1] تجویز یہ تھی کہ اقبال کے فلسفۂ تعلیم کے بارے میں پنجاب یونیورسٹی کے زیر اہتمام "توسیعی خطبات" دیئے جائیں۔ (عطاء اللہ)

ڈارلنگ ڈائرکٹر آف ایجوکیشن اور عبدالحی وزیر اعظم تھے۔ (مولف)

[2] یہ حصہ عکس کے مطابق پیش کیا جا رہا ہے جب کہ اقبال نامہ حصہ اول (ص۔ ۴۲۲) پر موجود نہیں۔

[3] ملاحظہ ہو مکتوب محررہ ۷ راگست ۱۹۳۷ء بنام ممنون حسن خاں۔ (مولف)

ایک نقل مجھے بھیج دیں شاید آپ نے وہ رباعی اب تک علی گڑھ نہیں بھیجی میاں انور ملیں تو ان سے کہیئے کہ میں نے جو کچھ ان کو لکھا تھا اس کے جواب کا منتظر ہوں امید کہ لیڈی مسعود کا مزاج اب اچھا ہو گا میری طرف سے بہت بہت دعا کہیے باقی خیریت ہے۔ والسلام

مخلص

محمد اقبال

(اقبال نامے)

# ساحر دہلوی کے نام

میو روڈ لاہور

مورخہ ۲۶ ستمبر ۱۹۳۷ء

مخدوم و مکرم جناب ساحر

تسلیم۔ آپ کا دیوان موسوم "کفرِ عشق" مجھے آج چودھری محمد حسین صاحب کی وساطت سے ملا۔ اس عنایت کا بہت شکر گزار ہوں۔ آپ کا کلام تصوف اور ویدانت کے نکات سے لبریز ہے اور ہر پہلو سے آپ کے شایانِ شان ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ دہلی ابھی تک اہل کمال سے خالی نہیں۔

---

"کفرِ عشق" دہلی کے مشہور ادیب و کہنہ مشق شاعر پنڈت امرناتھ مدن ساحر دہلوی تحصیل دار پنشنر کا دیوان تھا جو پہلی مرتبہ جون ۱۹۳۷ء میں امپیریل پرنٹنگ پریس دہلی میں شائع ہوا تھا۔ اس کی رسید میں اقبال نے یہ خط لکھا۔

(بشیر احمد ڈار)

مزید تفصیلات کے لیے حواشی ملاحظہ ہوں۔ (مولف)

افسوس ہے کہ ضعفِ بصارت کی وجہ سے ڈاکٹروں نے لکھنے پڑھنے سے منع کر دیا ہے۔ اس لیے یہ خط میں اپنے ہاتھ سے نہیں لکھ سکا۔ اپنے لڑکے جاوید سے لکھوایا ہے۔ معاف کیجیے گا۔ دیوان کے بہت سے اشعار ایک دوست نے پڑھ کر سنائے ہیں۔ والسلام۔ امید کہ آپ کا مزاج بخیر ہو گا۔

آپ کا مخلص
محمد اقبال
(انوار اقبال)

## ممنون حسن خاں کے نام

لاہور

۲؍اکتوبر ۱۹۳۷ء

ڈیر ممنون صاحب آپ کا خط مل گیا ہے الحمد للہ کہ خیریت ہے میری حالت بھی خدا کے فضل و کرم سے بہتر ہے لیکن ابھی طویل سفر کے لائق نہیں انور کا خط بھی آج آیا تھا۔ ابھی اس کا بھی جواب لکھا ہے رباعی اور شعر جو آپ نے خط میں لکھے ہیں والدہ ماجدہ مسعود مرحوم کی خدمت میں بتوسط خواجہ غلام السیدین بھیج دئے گئے ہیں کیونکہ سیدین صاحب کا خط اس بارے میں چند روز ہوئے آیا تھا۔

شاید آپ کو معلوم ہو گا کہ ریاست بھوپال میں اسلامی فیملی لا کے متعلق علماء کے مشورہ کے بعد ایک ENACTMENT[1] وضع کیا گیا تھا اگر آپ

---

[1] قانون۔

کو معلوم نہیں تو شعیب صاحب سے معلوم کیجیے اور اس کی ایک کاپی لے کر مجھے بھیج دیجیے زیادہ کیا لکھوں سوائے اس کے کہ مسعود نہیں بھولتا۔ ڈاکٹر عبدالباسط کہیں مل جائیں تو ان سے میرا سلام کہہ دیجیے علیٰ ہذا القیاس خان بہادر ڈاکٹر احمد بخش اور ڈاکٹر رحمان صاحب سے بھی۔ والسلام

محمد اقبال

(اقبال نامے)

## شیخ اعجاز احمد کے نام

۵/اکتوبر ۳۷ء

برخوردار اعجاز طال عمرہٗ

تمہارا خط آج مل گیا تھا۔ حکیم عبدالقادر صاحب کی طرف سے گولیاں بھی موصول ہو گئی ہیں۔

میں نے سر شاہ سلیمان کے لیے ابھی خط لکھوایا ہے۔ کل ٹائپ کرا کے ڈاک میں ڈالا جائے گا اور پرسوں تمہیں مل جائے گا۔ اگر اس خط کے ملنے سے پہلے تم سر سلیمان سے مل چکے ہو تو اس کو بند کر کے اور ٹکٹ لگا کر ڈاک میں ڈال دو اور اگر نہیں ملے تو اس خط کے ساتھ ان پر کال[1] (CALL) کرنا۔ باقی خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے خیریت ہے۔ والسلام۔

مجھے آج بھائی صاحب کے خط سے معلوم ہوا کہ تمہارے ہاں ایک اور لڑکی ہوئی ہے۔ لڑکیوں کی افزایش رزق کی افزایش ہے۔ کیا عجب کہ خدا تعالیٰ تمہارے رزق میں بھی توسیع کر دے۔

محمد اقبال

(عطیہ: شیخ اعجاز احمد صاحب)

(عکس)
(غیر مطبوعہ)

---

[1] ملاقات کرنا۔ (مؤلف)

Dr. Sir Muhammad Iqbal.
BAR-AT-LAW

MAYO ROAD
Lahore ۵ر دسمبر ۳۲ء

برخوردار اعجاز طال عمرہٗ

تمہارا خط کل ملا تھا ۔ بیگم عبدالقادر صاحب کیکڑوں سے گولیاں بھی موصول ہو گئی ہیں ۔

یہ نسخہ [illegible] کے لئے ایک ضماد لکھوایا ہے ۔ یہ نام پر کرا لو ذرا سی ڈال دینا اور پھر بہتر ہو جائے گا ۔ اگر اس ضماد کے لگانے سے پہلے تم [illegible] سے [illegible] تو [illegible] اور [illegible] ڈال دو اور اگر [illegible] تو [illegible] پر عمل کرنا ۔ باقی خدا کے فضل و کرم سے خیریت ہے ۔

مجھے کل [illegible] کے خط سے معلوم ہوا کہ تمہارے ہاں ایک اور لڑکی ہوئی ہے ۔ لڑکیوں کی افزائش رزق کی افزائش ہے ۔ [illegible] تمہارے رزق میں بھی توسیع کر دے ۔

محمد اقبال

# ڈاکٹر مظفر الدین قریشی کے نام

لاہور

۵/ اکتوبر ۱۹۳۷ء

السلام علیکم DEAR DR. KURESHI

ملفوف خط حکیم عبدالوہاب انصاری المعروف بہ حکیم نابینا برادرِ اکبر ڈاکٹر انصاری مرحوم کے لیے ہے۔ وہ حال ہی میں حضور نظام کی دعوت پر حیدرآباد گئے ہیں اور معلوم نہیں کب تک وہاں ٹھہریں گے۔ مہربانی فرما کر ان کا پتہ معلوم کیجیے اور ملفوفہ خط میری طرف سے ان کی خدمت میں پیش کرکے استدعا کیجیے کہ مطلوبہ دوا تیار کرکے ارسال فرمائیں۔ بلکہ آپ خود ان سے دوا لے کر بذریعہ پارسل ارسال کر دیں تو اور بھی اچھا ہوگا۔ براہ عنایت میرے لیے اتنی زحمت گوارا فرمائیے۔ باقی خدا کے فضل سے خیریت ہے۔ والسلام

مخلص

محمدؐ اقبال

(عکس) (انوارِ اقبال)

---

[1] درج بالا خط مشمولہ "انوار اقبال" (ص ۱۲۰) میں القاب اردو میں درج ہے جب کہ اصل خط تو اردو میں ہے لیکن القاب انگریزی میں یوں درج ہیں DEAR DR. KURESHI مرتب کو اصل متن درج کرنا تھا۔ اس کا اردو ترجمہ مناسب نہ تھا۔

(ڈاکٹر صابر کلوروی۔ مکاتیب اقبال کے مآخذ۔ چند مزید حقائق، صحیفہ، لاہور، ۱۹۸۳ء)

# سر شاہ سلیمان کے نام

میورو ڈ لاہور

۶؍ اکتوبر ۱۹۳۷ء

مائی ڈیر سر سلیمان

تضیع اوقات کے لیے معاف فرمائیے گا۔ میں یہ عریضہ اپنے بھتیجے شیخ اعجاز احمد بی۔ اے، ایل ایل بی کمرشل سب جج دہلی کی سفارش کے لیے لکھ رہا ہوں۔ یہ ان سب جج صاحبان میں شامل تھا جن کو سر ڈگلس ینگ نے بمبئی میں کمرشل کام سیکھنے کے لیے بطور خاص منتخب کیا تھا۔ وہ کچھ عرصے سے دہلی میں کمرشل سب جج کی حیثیت سے تعینات ہے اور اب فیڈرل کورٹ میں ڈپٹی رجسٹرار کے عہدے کا خواہاں ہے۔ مجھے علم نہیں کہ اس میں کامیابی کے کیا امکانات ہیں لیکن میں پورے اعتماد و وثوق کے ساتھ یہ ضرور کہہ سکتا ہوں کہ وہ اس آسامی کے لیے نہایت درجہ اہل ثابت ہوگا۔ اس میں محنت و جانفشانی کے ساتھ ساتھ منتظمانہ صلاحیت و تجربہ بھی موجود ہے۔ مزید برآں وہ کلّی طور پر قابل اعتماد ہے۔ میں سمجھوں گا کہ آپ نے ذاتی طور پر مجھ پر بڑا احسان کیا ہے اگر آپ براہ نوازش اس کے لیے اپنا اثر و رسوخ استعمال فرمائیں - آپ مناسب خیال فرمائیں تو کوئی مضائقہ نہیں اگر آپ میرا یہ عریضہ آنریبل چیف جسٹس[1] کو بھی دکھا دیں۔ چونکہ میں ایک ایسے شخص کی سفارش کر رہا ہوں جس کو میں حقیقتاً ترقی پانے کا اہل سمجھتا ہوں۔

نیک خواہشات کے ساتھ آپ کا مخلص

محمد اقبال

(انگریزی سے)

(غیر مدون) [1] اس وقت سر مورس چیف جسٹس تھے۔ (مولف)

# مولوی عبدالحق کے نام

لاہور

۷ر اکتوبر ۳۷ء

مخدومی جناب مولانا

سلام مسنون میں نے سنا ہے کہ لیگ کی طرف سے آپ کو بھی لکھنؤ آنے کی دعوت دی گئی ہے۔ براہِ عنایت اس سفر کی زحمت ضرور گوارا فرمائیے۔ اردو کے متعلق اگر لیگ کے کھلے سیشن میں کوئی مناسب قرارداد منظور ہو جائے تو مجھے یقین ہے کہ اس کا اثر بہت اچھا ہوگا۔

تھوڑا عرصہ ہوا میں نے آپ کی خدمت میں ایک رجسٹرڈ[1] خط لکھا تھا۔ رسید تو اس کی واپس آ گئی تھی لیکن خط کے جواب کا ابھی تک منتظر ہوں۔ امید ہے[2] آپ کا مزاج بخیر ہوگا۔ والسلام[3]

مخلص

محمد اقبال

(عکس) (اقبال اور عبدالحق)

---

[1] یہ رجسٹرڈ خط ۹ر ستمبر ۱۹۳۷ء والا ہی خط ہے۔

[2] "اقبال نامہ" میں آخری فقرہ یوں ہے: "امید کہ آپ کا مزاج بخیر ہوگا"۔ اصل متن میں "امید ہے" کے الفاظ ہیں۔

(اقبال اور عبدالحق)

[3] عکس سے مقابلہ کے بعد درج کیا ہے۔ (مولف)

# ڈاکٹر مظفرالدین قریشی کے نام

لاہور ۱۶؍ اکتوبر ۱۹۳۷ء

ڈیر پروفیسر مظفرالدین

آپ کا خط ابھی ملا ہے۔ میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے بہت جلد میرے خط کی طرف توجہ کی۔ چونکہ اب حکیم صاحب دور تشریف لے گئے ہیں اس واسطے آئندہ میں آپ ہی کو زحمت دیا کروں گا۔ امید ہے کہ آپ معاف فرما دیں گے۔ حکیم صاحب کی خدمت میں مندرجہ ذیل باتیں فوراً عرض کر دیجیے اول۔ دس بارہ سال ہوئے جب مجھ کو درد گردہ ہوا تھا اور حکیم صاحب قبلہ نے ہی اس کا علاج کیا تھا۔ اس طویل عرصہ کے بعد گزشتہ رات یعنی ۱۵ اور ۱۶؍ اکتوبر کی درمیانی رات کو پھر اس درد کا دورہ ہوا۔ دورہ شدید نہ تھا لیکن تمام رات اور دن کا کچھ حصہ بے چین رکھنے کے لیے کافی تھا۔ اس وقت کہ قریباً چار بجے ہیں مجھے افاقہ ہے۔ جو دوا ابھی حکیم صاحب میرے لیے تیار فرمائیں اس میں اس امر کا ملحوظ رکھنا نہایت ضروری ہے۔ دوئم۔ عام کمزوری۔ سوئم۔ عام قبض کی شکایت۔ چہارم خون میں سوداوی جراثیم۔ یہ سب باتیں حکیم صاحب قبلہ کو معلوم ہیں۔ میں نے صرف یاد دہانی کے لیے عرض کیا ہے۔ آپ اس خط کے پہنچتے ہی ان کی خدمت میں حاضر ہوں تاکہ دوا تیار ہونے سے پہلے وہ ان باتوں کو ملحوظ خاطر رکھیں۔

میری بصارت کمزور ہو گئی ہے اس واسطے اب میری خط و کتابت یا تو جاوید کرتا ہے یا دیگر احباب۔ آپ اگر کالی سیاہی سے سفید کاغذ پر لکھیں تو آپ کا خط میں خود بھی پڑھ سکوں گا۔ باقی خدا کے فضل سے خیریت ہے۔ جاوید آداب کہتا ہے۔ والسلام۔

محمد اقبال

لاہور ۱۲ اکتوبر ۹۳۶ء

ڈیئر پروفیسر مظفر الدین

آپ کا خط ابھی ملا ہے۔ میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے بہت جلد میرے خط کی طرف توجہ کی۔ چونکہ اب حکیم صاحب دہلی تشریف لے گئے ہیں۔ اس واسطے آئندہ میں آپ ہی کو زحمت دیا کروں گا۔ امید ہے کہ آپ معاف فرماویں گے۔ حکیم صاحب کی خدمت میں مندرجہ ذیل باتیں عرض کر دیجئے۔

اول۔ دس بارہ سال ہوئے جب مجھ کو درد گردہ ہوا تھا۔ اور حکیم صاحب مرحوم نے ہی اس کا علاج کیا تھا۔ اس طویل عرصہ کے بعد گزشتہ رات یعنی ۱۰ اور ۱۱ اکتوبر کی درمیانی رات کو پھر اس درد کا دورہ ہوا۔ دورہ شدید نہ تھا۔ لیکن تمام رات اور دن کا کچھ حصہ بے چین رکھنے کے لیے کافی تھا۔ الحمد للہ کہ اب تقریباً چار بجے ہیں۔ مجھے افاقہ ہے۔ جو دوا بھی حکیم صاحب تجویز فرماویں اس میں اس عارضہ کا ملحوظ رکھنا نہایت ضروری ہے۔ دوم۔ عام کمزوری۔ سوم۔ عام قبض کی شکایت۔ چہارم۔ خون میں سوداوی جراثیم۔ یہ سب باتیں حکیم صاحب قبلہ کو معلوم ہیں۔ میں نے صرف یاد دلانے کے لیے عرض کیا ہے۔ آپ مہربانی کر کے یہ عریضہ ہی ان کی خدمت میں حاضر کر دیں۔ تاکہ دوا تیار ہونے سے پہلے وہ ان باتوں کو ملحوظ خاطر رکھیں۔

میری بصارت کمزور ہو گئی ہے۔ اس واسطے اب میری خط و کتابت یا تو جاوید کرتا ہے۔ یا دیگر احباب۔ آپ اگر کالی سیاہی سے سفید کاغذ پر لکھیں۔ تو آپ کا خط میں خود بھی پڑھ سکا کروں گا۔ باقی خدا کے فضل سے خیریت ہے۔ جاوید آداب کہتا ہے۔ والسلام

محمد اقبال

حکیم صاحب [illegible] ذرا سوال [illegible] ہے یہ بھی دریافت کیجئے کہ آیا سونے کا کشتہ کا استعمال میرے لیے مفید ہے یا مضر ہے۔ حکیم [illegible] دو ایک دفعہ [illegible] ان کا [illegible] کیا ہے یعنی شاہزادہ [illegible] خاں۔ کشتہ طلاء کا استعمال [illegible] مفید بتاتے ہیں [illegible] کشتہ یاقوت کا استعمال بھی [illegible] مفید بتاتے ہیں [illegible] حکیم صاحب [illegible] کشتہ استعمال نہیں کر سکتا [illegible]

ہاں ایک ضروری بات لکھنا بھول گیا۔ حکیم صاحب سے یہ بھی دریافت کیجیے کہ آیا سونے کے کشتہ کا[1] استعمال میرے لیے مفید ہے یا مضر ہے حکیم صاحب کے ایک دوست جنھوں نے دیر تک ان کے ساتھ کام کیا ہے یعنی شاہزادہ غلام محمد خاں کشتہ 'طلا' کا استعمال میرے لیے مفید بتاتے ہیں۔ اس کے علاوہ کشتۂ یاقوت کا استعمال بھی وہ میرے لیے مفید بتاتے ہیں۔ میں نے ان سے یہی کہا تھا کہ حکیم صاحب قبلہ کے مشورہ کے بغیر میں کوئی کشتہ استعمال نہیں کر سکتا اس خط کے جواب کا انتظار ہے۔

(عکس)　　　　(انوار اقبال)

## ڈاکٹر مظفر الدین قریشی کے نام

لاہور

۲۵ اکتوبر ۳۷ء

ڈیر پروفیسر مظفر الدین السلام علیکم۔

آپ کا مرسلہ پیکٹ دواؤں کا مل گیا جس کا بہت بہت شکریہ۔ مجھے اندیشہ ہے کہ مجھے آپ کو کئی ایک دفعہ اور بھی تکلیف دینا پڑے گی۔ سب تکلیفوں کے لیے ابھی سے شکریہ قبول کیجیے۔ پیکٹ میں سے ترکیب استعمال کا کاغذ نہیں نکلا شاید وہ آپ کے خط میں ہو گا۔ اگر نہیں تو حکیم صاحب سے دریافت کر کے مہربانی کر کے لکھیے۔ دواؤں کے نام حسب ذیل ہیں:

---

[1] انوار اقبال میں متن یوں درج تھا "سونے کا کشتہ میرے لیے مفید ہے"۔ اب عکس سے مقابلہ کر کے متن میں صحت کی گئی ہے۔

(مؤلف)

(۱) روح الذہب　　　(۲) روح الذہب جدید

(۳) حب تقویت صلب ۔ والسلام

مخلص

محمد اقبال

(عکس)　　　(انوار اقبال)

## لیڈی مسعود کے نام

لاہور

۲۸ اکتوبر ۱۹۳۷ء

ڈیر لیڈی مسعود صاحبہ

میں نے انور کے خط کا جواب لکھ دیا تھا۔ اس کے بعد ڈاکٹر ظفرالحسن پروفیسر علی گڑھ سے مشورہ کیا تو معلوم ہوا کہ وہ وارڈن نیو کالج کو خود خط لکھ سکتے ہیں۔ مسعود مرحوم نے نیو کالج ہی میں تعلیم پائی تھی اور کالج کے موجودہ وارڈن غالباً ان کو جانتے ہیں۔ اس بنا پر جو تجویز آخری میرے ذہن میں آئی ہے وہ یہ ہے کہ ڈاکٹر ظفرالحسن مذکورہ بالا کالج کے وارڈن کو یہ لکھیں کہ وہ انور کے لیے سر ہیری ہیگ گورنر یو، پی کو لکھیں کہ وائسرائے ہند انور کے خاندان کی خدمات کا لحاظ کرتے ہوئے اس نوجوان کو جو اپنے قدوقامت اور تعلیم کے لحاظ سے ہر طرح موزوں ہے امپیریل پولیس سروس میں لیے جانے کی سفارش کریں۔ اور چونکہ انور اس وقت نواب صاحب بھوپال کی سروس میں ہے اس لیے وائسرائے اعلیٰ حضرت نواب صاحب بھوپال سے مشورت فرمائیں۔ یہ مختصر مضمون وارڈن کے اس خط کا ہونا چاہیے جو نیو کالج کا وارڈن سر ہیری ہیگ کو لکھے۔

اگر انور کی درخواست پر اعلیٰ حضرت وائسرائے کی خدمت میں سفارش کرنے کو خود تیار ہو جائیں تو یہ بات سب سے اچھی ہے۔ اس صورت میں وارڈن نیو کالج صرف سر ہیری ہیگ کی خدمت میں یہ لکھیں کہ انور کی بابت وائسرائے سے خود سفارش کریں۔ اگر اس تجویز سے آپ کو اتفاق ہو تو آپ ڈاکٹر ظفر الحسن صاحب کو علی گڑھ خط لکھ دیں کہ وہ نیو کالج خط لکھ کر سر ہیری ہیگ کے نام سفارشی خط جلد منگوائیں۔

محمد اقبال

(اقبال نامہ)

## محمد علی جناح کے نام

لاہور

۳۰ر اکتوبر ۳۷ء بصیغۂ راز[1]

مائی ڈیر مسٹر جناح

امید ہے اے۔ آئی۔ سی۔ سی[2] کی قرار داد آپ کے ملاحظہ سے گزری ہوگی آپ کی بروقت تدبیر کارگر ثابت ہوئی۔ ہم سب کانگریس کی قرار داد پر آپ کے خیالات کے منتظر ہیں۔ لاہور کے اخبار ٹربیون نے تو اس پر مخالفانہ اظہار رائے کر دیا ہے اور مجھے امید ہے ہندو بالعموم اس کی مخالفت ہی کریں گے۔ لیکن جہاں تک مسلمانوں کا تعلق ہے اس کا اثر خواب آور نہ ہونا چاہیے۔ ہمیں

---

[1] "لیٹرز آف اقبال" میں اس خط کا انگریزی متن شائع ہوا ہے لیکن یہ لفظ محذوف ہے۔

[2] آل انڈیا کانگرس کمیٹی۔ (مولف)

مسلمانوں کی تنظیم کا کام زیادہ گرمجوشی کے ساتھ جاری رکھنا ہے اور اس وقت تک دم نہ لینا چاہیے جب تک پانچ صوبوں میں مسلمانوں کی حکومت قائم نہیں ہو جاتی اور بلوچستان کو اصلاحات نہیں ملتیں۔

یہاں افواہ ہے کہ یونینسٹ پارٹی کا ایک حصہ لیگ کے مسلک پر دستخط کرنے کو تیار نہیں۔ ابھی تک سر سکندر اور ان کی پارٹی نے دستخط نہیں کیے اور آج صبح معلوم ہوا کہ وہ لیگ کے آئندہ اجلاس تک انتظار کریں گے۔ جیسا کہ خود اُن میں سے ایک ممبر نے مجھ سے کہا ان کا منشا صوبائی لیگ کی سرگرمیوں کو کمزور کر دینا ہے۔

بہر حال میں چند دن تک پورے حالات و واقعات سے آپ کو آگاہ کروں گا اور پھر عمل کے لیے آپ کی ہدایات کا منتظر رہوں گا۔ مجھے امید ہے کہ آپ اجلاسِ لاہور سے قبل کم از کم دو ہفتے پنجاب کا دورہ کریں گے۔

آپ کا مخلص

محمد اقبال

بار ایٹ لا

(انگریزی سے) (اقبال نامہ)

# محمد علی جناح کے نام

لاہور

یکم نومبر ۳۷ء ضروری

مائی ڈیر مسٹر جناح

سر سکندر حیات خاں اپنی پارٹی کے چند ممبران کے ساتھ کل میرے پاس تشریف لائے۔ لیگ اور یونینسٹ پارٹی کے اختلافات پر دیر تک گفتگو

ہوتی رہی۔ طرفین کی طرف سے اس سے پہلے بھی اخبارات میں بیانات شائع ہوئے ہیں اور ہر فریق نے جناح سکندر معاہدہ کی شرائط کی اپنے مقصد کے موافق اپنی اپنی تاویل کی ہے۔ اس سے بہت زیادہ غلط فہمی پیدا ہوگئی ہے جیساکہ میں پہلے لکھ چکا ہوں یہ سارے بیانات چند ہی روز میں آپ کے ملاحظہ کے لیے ارسال خدمت کروں گا۔ جس معاہدہ پر سرسکندر کے دستخط ہیں معلوم ہوا ہے وہ آپ کے پاس ہے سردست ازراہِ کرم اس کی ایک نقل اوّلین فرصت میں مرحمت فرمایئں۔ مزید برآں یہ بھی دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ آیا آپ تے یہ منظور کرلیا تھا کہ صوبائی پارلیمنٹری بورڈ یونینسٹ پارٹی کے اختیار میں رہے۔ سرسکندر نے مجھے بتایا ہے کہ آپ نے یہ قبول کرلیا تھا۔ لہٰذا اُن کا مطالبہ ہے کہ یونینسٹ پارٹی کو بورڈ میں اکثریت حاصل ہونی چاہیے۔ جہاں تک میرا خیال ہے ایسی شرط جناح سکندر معاہدہ میں موجود نہیں۔

ازراہِ کرم جلد از جلد اس خط کا جواب مرحمت فرمایئں۔ ہمارے آدمی صوبہؔ میں دورہ کررہے ہیں اور مختلف مقامات پر لیگ کی شاخیں قائم کررہے ہیں۔ گزشتہ شب لاہور میں ایک نہایت کامیاب جلسہ منعقد ہوا۔ (امید ہے) ایسے ہی اور بھی جلسے ہوں گے۔

مخلص
محمد اقبال

(انگریزی سے) (اقبال نامہ)

---

ؔ اقبال نے تو لکھا تھا "ہمارے آدمی " COUNTRY " (ملک) میں دورہ کررہے ہیں"۔ لیکن سیاق و سباق میں لفظ "صوبہ" درست معلوم ہوتا ہے۔

(مولّف)

# میاں عبدالعزیز کے نام

میو روڈ

لاہور، یکم نومبر ۱۹۳۷ء

جنابِ من،

"نیو ٹائمز" پنجاب پراونشل مسلم لیگ کا آرگن ہے اور قوم کی بڑی خدمت کر رہا ہے۔ چونکہ پنجاب کے مسلمانوں کو ایک نہایت سرگرم اور آزاد پریس کی ضرورت ہے میں درخواست کرتا ہوں کہ آپ براہ نوازش اس اخبار کی معاونت فرمائیں اور اس کے زیادہ سے زیادہ خریدار بنوائیں۔ آپ تو پہلے ہی خریدار ہیں لہٰذا براہ کرم اپنا چندہ فوراً بھجوا دیں ۲؍ نومبر ۱۹۳۷ء کو اس کی اشاعت کو سال بھر ہو جائے گا۔ مجھے امید ہے کہ آپ اپنی خریداری جاری رکھیں گے۔

آپ کا صادق

محمد اقبال

ام۔ اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی

بار ایٹ لا

(انگریزی سے) (نوادرات)

# محمد علی جناح کے نام

(۸ نومبر ۱۹۳۷ء)

ڈیر مسٹر جناح!

آپ نے یکم نومبر ۱۹۳۷ء کو ڈاکٹر سر محمد اقبال کو جو خط بھیجا تھا اس کے پیشِ نظر انھوں نے مجھے ہدایت فرمائی ہے کہ آپ کو اطلاع دے دوں کہ۔

۱۔ لکھنؤ میں آپ کے اور سر سکندر کے درمیان جو معاہدہ ہوا تھا وہ صوبے بھر میں شدید اختلافات کا سرچشمہ بنا ہوا ہے۔ سر سکندر نے پنجاب واپس آتے ہی ایک بیان شائع کر دیا تھا کہ جہاں تک پنجاب کا تعلق ہے سابقہ صورتِ حال ہنوز قائم اور بحال ہے البتہ اس میں صرف یہ ترمیم کر دی گئی ہے کہ یونینسٹ پارٹی کے اُن مسلم ارکان کو جو مسلم لیگ کے ممبر نہیں ہیں مشورہ دیا جائے گا کہ اگر وہ پسند کریں تو لیگ میں شامل ہو جائیں۔ اس کے علاوہ یہ شرط بھی لگا دی گئی ہے کہ آئندہ ضمنی انتخابات میں جو مسلم امیدوار لیگ کے ٹکٹ پر کھڑے ہوں گے انھیں یہ عہد کرنا ہوگا کہ کامیاب ہونے کے بعد وہ یونینسٹ پارٹی میں شامل ہو جائیں گے اس کے عوض انتخابات کی جنگ میں انھیں

---

نوٹ: یہ خط ۸ نومبر ۱۹۳۷ء کو علامہ اقبال کی زیرِ ہدایت غلام رسول خاں نے قائدِ اعظم محمد علی جناح کی خدمت میں ارسال کیا۔ غلام رسول خاں مسودہ تیار کرتے تھے اور علامہ اقبال اس کی منظوری دیتے تھے۔ بشیر احمد ڈار کے مطابق ایسے تین چار خطوط علامہ اقبال کی جانب سے قائدِ اعظم کو بھیجے گئے۔

نوٹ: خط کا اردو ترجمہ عاشق حسین بٹالوی کی تصنیف "اقبال کے آخری دو سال" سے لیا گیا ہے لیکن کہیں کہیں ترمیم کی گئی ہے۔

نوٹ: بشیر احمد ڈار نے انوارِ اقبال میں اس خط کی تاریخ تحریر ۸ نومبر ۱۹۳۴ء لکھی ہے جو غلط ہے۔ (مؤلف)

یونینسٹ پارٹی کی امداد حاصل ہو گی۔

سر سکندر کی جماعت کے بعض دیگر ارکان نے بھی اس قسم کے بیان شائع کیے ہیں کہ جناح سکندر پیکٹ کی رو سے پنجاب مسلم لیگ پارلیمنٹری بورڈ یونینسٹ پارٹی کے قبضہ میں چلا جائے گا۔

سر چھوٹو رام نے اپنے دستخط سے ایک بیان اخبارات کو دیا ہے جس میں انھوں نے بھی یہ لکھا ہے کہ آئندہ لیگ پارلیمنٹری بورڈ پر یونینسٹ پارٹی کا قبضہ ہو جائے گا اور اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ پنجاب میں مسلم لیگ کی کوئی آزادانہ حیثیت باقی نہیں رہے گی اور وہ یونینسٹ پارٹی کا ایک ماتحت ادارہ بن کر رہ جائے گی۔

یونینسٹ پارٹی کے ارکان کی ان تصریحات سے مسلمانانِ پنجاب میں زبردست ہیجان و اضطراب پیدا ہو گیا ہے اور وہ سخت حیران ہیں کہ ایسا معاہدہ کیوں کیا گیا ہے جس کے تحت لیگ کی مستقل حیثیت کالعدم ہو گئی ہے اور وہ یونینسٹ پارٹی کی ایک ماتحت جماعت بنا دی گئی ہے۔ حالانکہ عوام کی نگاہ میں یونینسٹ پارٹی بدترین رجعت پسندوں کا ایک گروہ ہے۔ ان حالات کے پیشِ نظر میں نے پنجاب پراونشل مسلم لیگ کے سیکرٹری کی حیثیت سے اور ڈاکٹر سر محمد اقبال کے مشورے سے ایک بیان شائع کیا جس کا مقصد پنجاب مسلم لیگ کے متعلق جدید غلط فہمیوں کو دور کرنا تھا۔ چنانچہ میں نے محض جناح سکندر پیکٹ کی اہم شقوں کو نقل کر دیا اور دہرایا کہ اس معاہدے کی رو سے جو مسلم لیگ پارٹی معرضِ وجود میں آئے گی وہ آل انڈیا مسلم لیگ مرکزی پارلیمنٹری بورڈ اور مسلم لیگ پراونشل پارلیمنٹری بورڈ کے قواعد و ضوابطہ کے تحت ہو گی۔ اسی ضمن میں ملک برکت علی ایم ایل اے نے بھی ایک بیان شائع کیا ہے۔ جس میں انھوں نے معاہدے کی شرائط کو نقل کر کے واضح کر دیا ہے کہ مجلسِ قانون ساز کے اندر صرف مسلم لیگ پارٹی کو یہ حق حاصل ہو گا کہ آل انڈیا مسلم لیگ کے بنیادی اصول اور

لائحہ عمل کو مدنظر رکھتے ہوئے کسی دوسرے گروہ سے مل کر کولیشن[1] بنائے یا کسی کولیشن کو قائم رکھے۔ ان ہر دو بیانات کی نقول ارسال خدمت ہیں۔

مسلمان عوام پر ان بیانات کا خوشگوار اثر ہوا ہے لیکن یونینسٹ پارٹی کے مقتدر ارکان ان کی اشاعت سے برہم ہو گئے ہیں۔ روزنامہ ٹربیون نے ان بیانات پر جو تبصرہ کیا ہے وہ بھی ارسال خدمت ہے۔

۲۔ ۲۲ر اکتوبر ۱۹۳۷ء کو ڈاکٹر سر محمد اقبال کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے میں نے سر سکندر کی خدمت میں رکنیت کے نوّے فارم بھیجے اور یہ درخواست کی کہ اسمبلی کی یونینسٹ پارٹی کے مسلمان ممبروں سے ان پر دستخط کروا لیے جائیں۔ کیونکہ اُن ایام میں وائسرائے کی آمد کے سلسلہ میں تمام ارکان لاہور میں موجود[2] تھے۔ مگر اس وقت تک ایک فارم پر بھی دستخط نہیں ہوئے اور نہ کوئی فارم ہمیں واپس کیا گیا ہے۔ سچ پوچھیے تو خود میں نے اسمبلی کے بعض مسلم ارکان سے ان فارموں پر دستخط کرنے کو کہا تھا۔ اُن میں سے بعض نے بڑی مسرّت سے میری درخواست کو شرفِ قبول بھی بخشا۔ لیکن سر سکندر نے اسمبلی کے ارکان کو پیغام بھیج دیا کہ ان فارموں پر دستخط نہ کیے جائیں — یہ ہے ہماری موجودہ پوزیشن!

سر سکندر اور ان کے بعض دوست یہ ظاہر کرنے کی کوشش کر رہے ہیں کہ مسلم لیگ موجودہ یونینسٹ پارٹی کے قبضۂ اقتدار میں آگئی ہے اور جناح سکندر

---

[1] COALITION

[2] وائسرائے ہند لارڈ لنلتھگو سرکاری دورے پر لاہور آئے ہوئے تھے انھوں نے ۲۲ر اکتوبر کو قلعہ شاہی کے دیوان عام میں دربار کیا اور ۲۳ کو ان کے اعزاز میں رؤسائے پنجاب نے شالامار باغ میں ایک بہت بڑی گارڈن پارٹی دی تھی۔

(عاشق حسین بٹالوی)

پیکٹ کا یہ نتیجہ ہوا ہے کہ پنجاب اسمبلی میں لیگ کا واحد نمائندہ مسلم لیگ بلاک کے وجود میں آنے کے بغیر ہی وزارتی پارٹی میں شامل ہو جائے گا۔

لہٰذا یہ خیال کیا جاتا ہے جناح سکندر پیکٹ سے آل انڈیا مسلم لیگ کی شہرت کو سخت نقصان پہنچے گا۔ اگر اس کا تدارک نہ کیا گیا، تو لیگ سے مسلمانانِ پنجاب کی تمام ہمدردی ختم ہو جائے گی۔ میں یہ بھی واضح کردوں کہ اگر ہم یہ بیانات شائع نہ کرتے تو آل انڈیا مسلم لیگ کی مقبولیت کو سخت دھکّا لگتا۔

۳۔ آپ کو یہ سن کر مسرت ہوگی کہ پنجاب پراونشل مسلم لیگ کا ایک وفد (جس میں خان بہادر ملک زمان مہدی، ملک برکت علی، مسٹر عاشق حسین بٹالوی اور راقم الحروف کے علاوہ بعض دیگر ارکان بھی شامل ہیں) پنجاب کا دورہ کرکے مختلف مقامات پر بڑے بڑے جلسوں میں تقریریں کر رہا ہے ان مقامات پر مسلمان عوام نے آل انڈیا مسلم لیگ اور پنجاب پراونشل مسلم لیگ سے جس خلوص اور عقیدت کا مظاہرہ کیا ہے۔ وہ واقعی حیرت انگیز ہے۔ ہماری کوششوں سے اس وقت تک ۴۳ شاخیں قائم ہو چکی ہیں اور مزید شاخیں قائم ہو رہی ہیں مگر چونکہ رمضان المبارک کا مہینہ قریب ہے اس لیے ہم اپنا دورہ ملتوی کرنے پر مجبور ہیں۔ یہ واضح کر دینا بھی مناسب ہے کہ سر سکندر کی پارٹی کے ایک رکن نے بھی دورہ میں ہمارا ساتھ نہیں دیا۔

۴۔ میر مقبول محمود نے ملک برکت علی کو جناح سکندر پیکٹ کی نقل مہیا نہیں کی۔ اس لیے اس کے متعلق آپ کو تار دیا گیا تھا۔

اسی دوران ڈاکٹر سر محمد اقبال نے بھی سر سکندر حیات کو پیغام بھیجا تھا کہ معاہدہ مذکور کی ایک نقل بھیج دیں۔ سر سکندر نے نقل بھیج دی ہے۔ مگر میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ نقل اصل کے مطابق ہے یا نہیں۔ کیونکہ میر مقبول محمود نے مجھے بتایا ہے کہ ۱۴ اکتوبر ۱۹۳۷ء کی رات کو گیارہ بجے، جب کہ معاہدے کی تمام شرائط آپ کے کمرے میں طے ہو چکی تھیں۔ سر سکندر نے بعض ترمیمیں پیش کیں۔

اور بالآخر وہ معاہدہ مرتب ہوا، جس کی نقل ڈاکٹر سر محمد اقبال کو بہم پہنچائی گئی ہے۔ چونکہ ہمیں ان ترمیموں کا کوئی علم نہیں، اس لیے میری درخواست ہے کہ آپ اس معاہدہ کی جو آپ کے پاس موجود ہے۔ ایک نقل ہمیں ارسال فرما دیجیے۔ کیونکہ جب ملک برکت علی نے میر مقبول محمود سے یہ نقل مانگی تھی، تو انھوں نے جواب دیا تھا کہ مطلوبہ نقل آپ کو بھیج دی گئی ہے۔

۵۔ اب میں اُن امور کی طرف آتا ہوں جن کے متعلق آپ نے ڈاکٹر سر محمد اقبال کا مشورہ طلب کیا ہے۔

ا۔ فروری ۱۹۳۸ء میں آل انڈیا مسلم لیگ کا اجلاسِ خصوصی لاہور میں منعقد کرنے کے متعلق جہاں تک سر سکندر کی دعوت کا تعلق ہے ہم اس کا خیر مقدم کرتے ہیں لیکن ہم اس وقت تک کوئی تجویز پیش کرنے کے قابل نہیں ہیں جب تک اس قسم کا واضح اور غیر مبہم سمجھوتہ نہ ہو جائے کہ سر سکندر کی پارٹی کے مسلمان ارکان کسی مزید تاخیر کے بغیر، مسلم لیگ کے حلف نامے اور قرطاس رکنیت پر دستخط کر دیں اور اعلان کریں کہ اسمبلی کے اندر بھی ان کی جماعت مسلم لیگ پارٹی کہلائے گی۔ جہاں تک صورت حال کا اندازہ کیا جا سکتا ہے صاف معلوم ہوتا ہے کہ سر سکندر حیات خاں کی طرف سے یہ کوشش کی جا رہی ہے کہ وہ اس پوزیشن کو قبول کرنے سے بچ جائیں۔

ب۔ جہاں تک آرگنائزنگ کمیٹی کی تشکیل کا سوال ہے ہم یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ پراونشل مسلم لیگ اس وقت موجود ہے اور ہم ہر ضلع، ہر تحصیل اور اکثر دیہات میں لیگ کی مقامی شاخیں قائم کر رہے ہیں۔ اس لیے پنجاب میں کسی آرگنائزنگ کمیٹی کی ضرورت نہیں۔

ج۔ جہاں تک مسلم لیگ کی مجلس عاملہ (ورکنگ کمیٹی) کا تعلق ہے ہماری تجویز ہے کہ پنجاب کو پانچ نشستیں دی جائیں۔ ڈاکٹر سر محمد اقبال کی درخواست ہے کہ وہ خرابی صحت کی بنا پر اس قابل نہیں ہیں کہ مجلس عاملہ کے جلسوں میں شریک

ہوسکیں. اس لیے اُن کی جگہ ملک زمان مہدی ڈپٹی پریذیڈنٹ پنجاب پراونشل مسلم لیگ کو لے لیا جائے۔ ملک برکت علی ورکنگ کمیٹی میں بدستور شامل رہیں اور مسٹر غلام رسول خاں بیرسٹر ایٹ لا کا نام بھی شامل کرلیا جائے۔ جہاں تک سر سکندر اور میاں احمد یار خاں دولتانہ کا تعلق ہے اس مسئلے کے حل کا انحصار بیشتر اُن کے اس فیصلے پر ہے کہ وہ لیگ کے ٹکٹ پر دستخط کردیں اور کسی مزید تاخیر کے بغیر اسمبلی کے اندر مسلم لیگ پارٹی کے قیام کا اعلان کردیں۔ اگر وہ اس معاہدے پر عمل کریں تو یہ خیال رکھا جائے کہ ان کی نیابت کسی صورت میں موجودہ مسلم لیگ پارٹی کی نیابت سے تجاوز نہ کرنے پائے۔"

آپ کا مخلص
غلام رسول
(برائے ڈاکٹر سر محمد اقبال)
(لیٹرز آف اقبال)

(انگریزی سے)

## محمد علی جناح کے نام

لاہور ۱۰ رنومبر ۱۹۳۷ء بصیغہ رازؔ[1]

مائی ڈیر مسٹر جناح

سر سکندر اور ان کے احباب سے متعدد گفتگوؤں کے بعد اب میری قطعی رائے ہے کہ سر سکندر اس سے کم کسی چیز کے خواہش مند نہیں کہ مسلم لیگ اور صوبائی پارلیمانی بورڈ پر ان کا مکمل قبضہ ہو۔ آپ کے ساتھ ان کے معاہدہ میں

---

[1] LETTERS OF IQBAL میں اس خط کو CONFIDENTIAL نہیں لکھا ہے
(مولف)

یہ مذکور رہے کہ پارلیمانی بورڈ کی تشکیل از سرِ نو عمل میں آئے گی اور اس میں یونینسٹ پارٹی کو اکثریت حاصل ہوگی۔ سر سکندر نے مجھے بتایا ہے کہ آپ نے بورڈ میں ان کی اکثریت تسلیم کر لی ہے۔ میں نے چند دن ہوئے آپ سے دریافت کیا تھا کہ کیا واقعی آپ نے پارلیمانی بورڈ میں یونینسٹ اکثریت منظور کر لی ہے؟ ابھی تک آپ نے مجھے اس بارے میں کوئی اطلاع نہیں دی۔ ذاتی طور پر میں سر سکندر کو وہ اکثریت دینے کا مخالف نہیں جس کے وہ طالب ہیں لیکن جب وہ مسلم لیگ کے عہدیداروں میں مکمل ردّ و بدل کا مطالبہ کرتے ہیں تو منشائے معاہدہ سے تجاویز کر جاتے ہیں۔ بالخصوص سکریٹری کی علاحدگی کا مطالبہ حالانکہ انھوں (سکریٹری نے) نے لیگ کی گرانقدر خدمات انجام دی ہیں۔ وہ یہ بھی چاہتے ہیں کہ لیگ کی مالیات پر بھی ان ہی کے آدمیوں کا اختیار رہو۔ میرے خیال میں تو وہ اس طرح مسلم لیگ پر قبضہ کر کے اُسے ختم کر دینا چاہتے ہیں۔ صوبے کی رائے سے پوری آگاہی رکھتے ہوئے میں مسلم لیگ کو سر سکندر اور ان کے احباب کے حوالے کر دینے کی ذمہ داری نہیں لے سکتا۔ اس معاہدے سے پہلے ہی لیگ کے وقار کو صدمہ پہنچا ہے اور یونینسٹوں کے ہتھکنڈے اسے اور بھی نقصان پہنچائیں گے۔ انھوں نے ابھی تک مسلم لیگ کے منشور پر دستخط نہیں کیے ہیں۔ اور میں سمجھتا ہوں نہ ہی وہ ایسا کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ لاہور میں مسلم لیگ کا اجلاس وہ فروری کی بجائے اپریل میں چاہتے ہیں۔ میرا قیاس ہے کہ وہ صوبہ میں اپنی زمیندارہ لیگ کے قیام و استحکام کے لیے مہلت چاہتے ہیں۔ شاید آپ کو معلوم ہوگا کہ لکھنؤ سے واپسی پر سر سکندر نے ایک زمیندارہ لیگ قائم کی ہے جس کی شاخیں اب صوبہ بھر میں قائم کی جا رہی ہیں۔ اندریں حالات براہِ کرم مجھے مطلع فرمائیے کہ ہمیں کیا کرنا چاہیئے۔ اگر ہو سکے تو بذریعہ تار اپنی

رائے سے مطلع فرمائیے ورنہ فوری ایک مفصل خط تحریر فرمائیے۔

آپ کا مخلص

محمد اقبال

بار ایٹ لا

(انگریزی سے) (اقبال کے خطوط جناح کے نام)

## ڈاکٹر مظفر الدین قریشی کے نام

میو روڈ، لاہور

۱۸/ نومبر ۳۷ء

ڈیر ڈاکٹر مظفر

السلام علیکم

حکیم صاحب کی خدمت میں مندرجہ ذیل باتیں عرض کر دیجیے۔

(۱) دوا کا استعمال باقاعدہ ہو رہا ہے لیکن پیٹھ کا درد جو پہلے روح الذہب کے کھانے سے دور ہو گیا تھا اب پھر ہوتا ہے۔ یہ درد عموماً رات کو ہوتا ہے۔ دن میں نہیں۔ یہ شکایت سن کر جو کچھ حکیم صاحب ارشاد فرمائیں اس سے جلد مطلع فرمائیں۔ والسلام

مخلص

محمد اقبال

(عکس) (انوار اقبال)

# ڈاکٹر مظفر الدین قریشی کے نام

لاہور

۲۷ نومبر ۱۹۳۷ء

ڈیر ڈاکٹر مظفر الدین[1]

اس سے پہلے میں آپ کو ایک خط لکھ چکا ہوں۔ اُمید ہے کہ آپ کو مل گیا ہو گا۔ اس خط میں ایک پڑیہ ملفوف ہے جس میں وہ پتھر کا ریزہ ہے جو کل میرے پیشاب کے ساتھ خارج ہوا۔ حکیم صاحب نے جو دوا تقویت صلب کی ارسال فرمائی تھی اس پتھر کا اتنی جلد خارج ہونا اسی دوا کا اعجاز معلوم ہوتا ہے۔ میں نے ان کی خدمت میں خاص طور پر عرض کی تھی کہ گردوں کی حفاظت کی ضرورت ہے۔ بہر حال یہ پتھر کا ریزہ ان کو دکھا دیجیے اور میری طرف سے ان کا شکریہ ادا کیجیے۔

نیز مندرجہ ذیل باتیں ان کی خدمت میں عرض کیجیے۔

اول پشت کا درد۔ اس کے متعلق پہلے بھی لکھ چکا ہوں اور آپ کے خط کا منتظر ہوں۔ یہ درد اب پہلے کی نسبت اب[3] کم ہو گیا ہے۔ صرف رات کو ہوتا ہے دن کو نہیں ہوتا[2] اور رات کو بھی جو سختی پہلے اس میں تھی اب اس میں تخفیف ہے۔

دویم۔ بلغم۔ میری طرف سے حکیم صاحب کی خدمت میں عرض کیجیے کہ اس

---

[1] اس خط میں بھی ۵ اکتوبر ۱۹۳۷ء کے خط کی مانند القاب انگریزی میں ہیں۔

[2] 'انوارِ اقبال' میں یہ الفاظ "دن کو نہیں ہوتا" محذوف تھے۔

[3] یہ کاتب خط سے تسامح ہو گیا ہے۔ (مؤلف)

Sir Mohammad Iqbal
BAR-AT-LAW

MAYO ROAD
Lahore 27.11 1937

Dear Dr Muzaffar-ud-Din

[illegible]

شکایت کی طرف خاص توجہ دیں۔ گرمی میں یہ بلغم بہت کم تھی۔ اب جوں جوں سردی زیادہ ہوتی جاتی ہے۔ بلغم میں بھی زیادتی ہوتی جاتی ہے۔ صبح قریباً ایک گھنٹہ تک بلغم جاری رہتی ہے۔ دوسرے اوقات میں کبھی آتی ہے کبھی نہیں آتی ہے۔ بلغم کچی ہوتی ہے اور اس کے نکل جانے سے آواز میں صفائی اور ترقی پیدا ہوتی ہے۔ ڈاکٹروں کا یہ خیال ہے کہ قلب کے قریب سے جو نالی گزرتی ہے اسی میں یہ بلغم پیدا ہوتی ہے۔ شاید اطبا اس کا سرچشمہ دماغ بتاتے ہیں بہرحال یہ خط حکیم صاحب قبلہ کو سنا دیجیے اور اگر کوئی دوا دافع بلغم وہ تجویز فرمائیں تو مہربانی کرکے اسے جلد بھجوا دیجیے۔ باقی خدا کے فضل سے خیریت ہے۔ اُمید ہے کہ آپ کا مزاج اچھا ہوگا۔ جاوید اچھا ہے۔ امید ہے آپ کا جاوید بھی اچھا ہوگا۔

محمد اقبال

(عکس) (انوار اقبال)

# شیخ اعجاز احمد کے نام

لاہور

یکم دسمبر ۳۷ء

برخوردار اعجاز احمد طال عمرہٗ

میں نے تم کو ایک خط ڈاکٹر متھرا داس کے متعلق لکھا تھا۔ جس کا جواب اب تک نہیں ملا۔ بھائی صاحب کا ارشاد تھا کہ دسمبر کی چھٹیوں میں جاوید اور منیرا چند روز کے لیے سیالکوٹ آجائیں۔ دونوں بچے خود بھی وہاں جانے کے لیے بیتاب ہیں۔ تم مجھ کو فی الفور[1] (فوراً) اطلاع دو کہ

---

[1] معلوم ہوتا ہے کہ یہ خط کسی مبتدی سے لکھوایا گیا ہے ایک تو تحریر بھی پختہ نہیں دوسرے "فی الفور" کو "فعل فور" لکھا ہے۔ (اعجاز احمد)

MAYO ROAD

Dr. Sir Mohammed Iqbal.
BAR-AT-LAW

Lahore 1 . 12 .

برخوردار اعجاز احمد طال عمرہ

میں نے تم کو ایک خط ڈاکٹر متھرا داس کے متعلق لکھا تھا جس کا جواب اب تک نہیں ملا۔

رکمانی صاحب کا ارشاد تھا کہ دسمبر کی چھٹیوں میں جاوید اور منیرہ [illegible] سیالکوٹ آجائیں۔ دونوں بچے خود بھی وہاں جانے کے لیے بیتاب ہیں۔ تم مجھ کو مفصل طور (فوراً) اطلاع دو کہ کہ دسمبر کی کونسی تاریخ اور کونسے وقت لاہور پہنچو گے۔ غالباً تمہارے اہل و عیال تمہارے ساتھ ہوں گے۔ بہتر یہ ہے کہ اگر تمہارے کاروبار کے اوقات اس بات کو ممکن کریں تو تم سب پہلے یہاں آجاؤ۔ پھر جاوید اور منیرہ یہیں سے تمہارے ساتھ سیالکوٹ روانہ ہو جائیں۔ اس خط کا جواب مفصل جلد تحریر کرنا چاہیے۔ جلدی کی ضرورت اس لیے ہے کہ منیرہ اور جاوید کی گورنس بھی اپنے اوقات ملحوظ رکھ کر اپنے پروگرام معین کرنا چاہتی ہے۔ زیادہ دعا۔ والسلام

محمد اقبال

کیونکہ بچے تمہارے ہمراہ ہوں گے اور یہاں سے دو بچے اور ساتھ ہو جائیں گے۔ اس لیے اگر ممکن ہو تو ایک سیکنڈ کلاس یا انٹر کلاس کمپارٹمنٹ لاہور سے وزیرآباد تک ریزرو کرا لیا جائے۔

دسمبر کی کون سی تاریخ اور کون سے وقت لاہور پہنچو گے۔ غالباً تمہارے اہل وعیال تمہارے ساتھ ہوں گے۔ بہتر یہ ہے کہ اگر گاڑیوں کے اوقات اس بات کو ممکن کریں تو تم سب پہلے یہاں آجاؤ۔ پھر جاوید اور منیرا یہیں سے تمہارے ساتھ سیالکوٹ روانہ ہوجائیں۔ اس خط کا جواب مفصل بہت جلد تحریر کرنا چاہیے۔ جلدی کی ضرورت اس لیے ہے کہ منیرا اور جاوید کی گورنس بھی اپنے اوقات علی گڑھ جانے کے لیے معین کرنا چاہتی ہے۔ زیادہ دعا۔ والسلام

محمد اقبال

[1] کیونکہ بچے تمہارے ہمراہ ہوں گے اور یہاں سے دو بچے اور ساتھ ہوجائیں گے۔ اس لیے اگر ممکن ہو تو ایک سکینڈ کلاس یا انٹر کمپارٹمنٹ لاہور سے وزیر آباد تک ریزرو کرالیا جائے۔

(عکس) (مظلوم اقبال)

## شیخ اعجاز احمد کے نام

لاہور ۲ دسمبر ۳۷ء

برخوردار اعجاز احمد طال عمرہٗ

تمہارا خط آنے پر میں نے منشی طاہر الدین کو ڈاکٹر متھرا داس صاحب سے وقت

---

[1] "مظلوم اقبال" مرتبہ شیخ اعجاز احمد میں اس خط کا یہ حصہ محذوف تھا عکس کے مطابق خط کا پورا متن پیش کیا جارہا ہے۔

نوٹ: معلوم ہوتا ہے کہ یہ خط بھی اسی مبتدی کے قلم کا ہے جس نے یکم دسمبر ۱۹۳۷ء کا خط بنام شیخ اعجاز احمد لکھا تھا۔

(مؤلف)

Dr. Sir Mohammad Iqbal
BAR-AT-LAW

MAYO ROAD
Lahore

۲ دسمبر ۳۷ء

برخوردار اعجاز احمد طال عمرہٗ

تمھارا خط آنے پر میں نے منشی طاہرالدین کو ڈاکٹر متھرا داس صاحب سے وقت مقرر کرنے کے لیے کہہ دیا تھا۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ تمھارا خط ڈاکٹر صاحب موصوف کو طاہرالدین کے ملنے سے پیشتر مل گیا تھا۔ وہ آج خود تشریف لے آئے۔ اور میری آنکھ کا معائنہ کیا۔ ان کا خیال ہے کہ موتیا بڑی تیزی سے ترقی کر رہا ہے۔ ممکن ہے کہ ماہ مارچ میں اپریشن کے لائق ہو جائے۔ مگر فروری میں پھر معائنہ کریں گے۔ اگر مارچ میں اپریشن کے لیے آنکھ پختہ نہ ہوئی اور اپریشن کی ضرورت گرمیوں میں محسوس ہوئی۔ تو پھر اپریشن مسوری پہاڑ پر کیا جائے گا۔ یا [illegible] ہوا تو لاہور میں ہو جائے گا۔ مگر میری [illegible] میں [illegible] اگر اس نے اکتوبر تک ملتوی کر دیا تو اکتوبر میں لاہور ہی میں ہو جائے گا۔ غرض یہ کہ انھوں نے ہر طرح اطمینان دلایا ہے۔ کہ اپریشن نہایت تمکین کے ساتھ ہو گا۔ اور میری بصارت عود کر آئے گی۔ ڈاکٹر صاحب نہایت خوش اخلاق آدمی ہیں۔ میں خوش ہوں کہ تم اپنے تعلقات کے لیے ایسے با اخلاق آدمیوں کا انتخاب کرتے ہو۔ باقی خدا کے فضل و کرم سے خیریت ہے۔

محمد اقبال

مقرر کرنے کے لیے کہہ دیا تھا۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ تمہارا خط ڈاکٹر صاحب موصوف کو طاہرالدین کے ملنے سے پیشتر مل گیا تھا۔ وہ آج خود تشریف لے آئے اور میری آنکھ کا معائنہ کیا۔ ان کا خیال ہے کہ موتیا بڑی تیزی سے ترقی کر رہا ہے۔ ممکن ہے کہ ماہ مارچ میں آپریشن کے لائق ہو جائے۔ مگر فروری میں پھر معائنہ کریں گے۔ اگر مارچ میں آپریشن کے لیے آنکھ پختہ نہ ہوئی اور آپریشن کی ضرورت گرمیوں میں محسوس ہوئی تو پھر آپریشن مصوری پہاڑ پر کیا جائے گا۔ مارچ میں ہوا تو لاہور میں ہو جائے گا۔ گرمیوں میں ہوا تو مصوری میں اور اگر اس نے اکتوبر تک طول کھینچا اکتوبر میں لاہور میں ہی ہو جائے گا۔ غرض یہ کہ انھوں نے ہر طرح اطمینان دلایا ہے کہ آپریشن نہایت عمدگی کے ساتھ ہو گا۔ اور پوری بصارت عود کر آئے گی۔ ڈاکٹر صاحب نہایت خوش اخلاق آدمی ہیں۔ اور میں خوش ہوں کہ تم اپنے تعلقات کے لیے ایسے با اخلاق آدمیوں کو انتخاب کرتے ہو۔ باقی خدا کے فضل و کرم سے خیریت ہے۔

محمد اقبال

(عکس) (مظلوم اقبال)

# سید غلام میراں شاہ کے نام

لاہور

۴ دسمبر ۱۹۳۷ء[1]

مخدوم و مکرم جناب قبلہ پیر صاحب

السلام علیکم، آپ کے دونوں نوازش نامے موصول ہو گئے ہیں۔ عراق

---

[1] اقبال نامہ اول ص۔ ۲۲۹ پر اس خط کی تاریخ ۴ ستمبر ۱۹۳۷ء درج ہے۔ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

کی طرف سے جو راستہ جاتا ہے اُس کے متعلق پورے طور پر تحقیق فرمائیے. مجھ کو تو یہی معلوم ہوا ہے کہ یہ راستہ اچھا نہیں اور وہاں کی سرکاری اطلاع بھی یہی ہے کہ بیمار آدمی اس راستے سے سفر نہ کرے۔

باقی رہا آپ کا اطمینانِ قلب سو آپ کو معلوم ہے کہ اطمینانِ قلب ذکرِ الٰہی سے پیدا ہوتا ہے اور ذکرِ الٰہی آپ کے آبا و اجداد کی میراث ہے سب نے یہ طریق انھیں سے سیکھا ہے۔ بالفاظ دیگر یہ آپ کی میراث ہے میں آپ کے چہرے میں آثارِ سعادت دیکھتا ہوں. کوئی شخص آپ کو آپ کی میراث سے محروم نہیں کر سکتا۔ امید کہ جناب کا مزاج بخیر ہوگا۔ والسلام

آپ کا مخلص
محمدؐ اقبال

(اقبال نامہ)

# ڈاکٹر مظفر الدین قریشی کے نام

۸ر دسمبر ۱۹۳۷ء

ڈیر پروفیسر قریشی

آپ کا خط مل گیا ہے. حکیم صاحب کی خدمت میں میری طرف سے بہت بہت

---

(بقیہ پچھلے صفحے کا)

جب کہ اس سے پہلے خط نمبر ۱۱۹ محررہ ۲ دسمبر ۱۹۳۷ء میں سفر حج کا موضوع زیر بحث آچکا ہے۔ مذکورہ خط کا یہ فقرہ "عراق کی طرف سے جو راستہ جاتا ہے ..... الخ" اسی بحث سے متعلق ہے. لہٰذا اس خط کی صحیح تاریخ ۴ر دسمبر ۱۹۳۷ ہے نہ کہ ۴ستمبر ۱۹۳۷ جیسا کہ اقبال نامہ میں درج ہے.

(ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار۔ اقبال ایک مطالعہ۔ ص ۔ ۲۵۸)

8.12.[illegible]

ڈیئر پروفیسر قریشی

آپ کا خط مل گیا ہے۔ حکیم صاحب کی خدمت میں میری طرف سے بہت بہت آداب عرض کریں۔ باقی رہا ان کا اعتراف کمال، سو اس وقت ہندوستان کیا بلکہ تمام ایشیا میں اسلامی طب ایسے ہی لوگوں کے دم سے زندہ ہے۔ میری طرف سے ان کی خدمت میں یہ دو شعر عرض کر دیجیے۔ جو آپ کو علیحدہ کاغذ پر لکھتا ہوں۔ والسلام

محمد اقبال

ڈاکٹر کہتے ہیں کہ میری آنکھوں میں موتیا اتر آیا ہے۔ اور اپریشن [illegible] مارچ میں ہوگا۔ حکیم صاحب کی خدمت میں عرض کر دیجیے۔ اور سرمہ جو آپ نے مجھے عنایت فرمایا تھا مفید ثابت نہ ہوا۔ کیا اسلامی طب میں موتیا کا کوئی علاج نہیں۔

آداب عرض کریں۔ باقی رہا ان کا اعتراف کمال سو اس وقت ہندوستان کیا بلکہ تمام ایشیا میں اسلامی طب انھیں کے نام سے زندہ ہے۔ میری طرف سے ان کی خدمت میں یہ دو شعر عرض کر دیجیے۔ جو ایک علاحدہ کاغذ پر لکھتا ہوں[۱]۔ والسلام

محمد اقبال

ڈاکٹر کہتے ہیں کہ میری آنکھوں میں موتیہ اتر آیا ہے اور آپریشن ماہ مارچ میں ہوگا۔ حکیم صاحب کی خدمت میں عرض کر دیجیے کہ وہ سرمہ جو آپ نے مجھے عنایت فرمایا تھا مفید ثابت نہ ہوا۔ کیا اسلامی طب میں موتیہ کا علاج نہیں۔

(عکس) (انوار اقبال)

## ڈاکٹر مظفر الدین قریشی کے نام

میو روڈ۔ لاہور

۱۲ ر دسمبر ۳۷ء

آپ کے گزشتہ خط سے معلوم ہوا تھا کہ حکیم صاحب نے میری بلغم اور کھانسی کے لیے ایک نئی دوا تجویز کی ہے جو دو چار روز میں بھیج دی جائے گی۔ مجھے اس دوا کا ہر روز انتظار رہتا ہے۔ مہربانی فرما کر یہ دوا جلد بھجوا دیجیے۔ عنایت ہوگی۔ باقی خدا کا فضل ہے۔ حکیم صاحب کی خدمت میں سلام پہنچے۔ والسلام

مخلص

محمد اقبال

(عکس) (انوار اقبال)

---

[۱] افسوس ہے کہ یہ کاغذ جس پر اشعار درج تھے دستیاب نہ ہو سکا۔

(بشیر احمد ڈار)

# ڈاکٹر مظفرالدین قریشی کے نام

میورروڈ۔ لاہور

۱۸ر دسمبر ۱۹۳۷ء

ڈیر پروفیسر قریشی[1]

حکیم صاحب قبلہ کی فوری توجہ مندرجہ ذیل تین باتوں کی طرف دلائیں۔

(۱) وہ دوائی جو مونگ کے دانہ کے برابر روزانہ استعمال کے لیے تھی ایک مدت (جب سے آئی ہے) سے استعمال ہو رہی ہے مگر بلغم کی تولید پر اس کا کوئی خاص اثر نہیں ہوا۔

(۲) تھوڑی سی حرکت کرنے مثلاً کپڑے بدلنے یا دس بیس قدم چلنے سے میرا دم پھول جاتا ہے اور اس کے بعد جب تک پانچ سات منٹ جب تک[2] بیٹھ نہ جاؤں یا لیٹ نہ جاؤں دم ٹھیک نہیں ہوتا۔ معلوم نہیں کہ یہ نتیجہ اعصاب کی کمزوری کا ہے یا پھیپھڑوں یا قلب کی کمزوری کی وجہ سے۔ یہ بات حکیم صاحب کی خاص توجہ کی مستحق ہے۔ اس سے پہلے اگرچہ دم پھولتا تھا تاہم اس طرح نہیں ہوتا تھا۔ میری استدعا یہ ہے کہ اس کے لیے کوئی خاص دوا تجویز فرمائی جائے۔

(۳) معلوم ہوتا ہے کہ میرے جسم میں (یورک ایسڈ) کا مواد ہے جو کبھی نقرس کی شکل میں نمودار ہوتا ہے کبھی پٹھہ یا زانو کی تکلیف کی صورت میں حملہ اگرچہ شدید نہیں ہوتا تاہم کوئی مہینہ خالی نہیں جاتا جب یہ تکلیف نہ ہو۔

---

[1] القاب انگریزی میں لکھا گیا ہے

[2] یہ الفاظ دوبارہ سہواً لکھے گئے ہیں۔

(مولف)

اس کے لیے بھی خاص اہتمام کی ضرورت ہے۔
مہربانی فرما کر آپ خود حکیم صاحب کے پاس جائیں اور لفظ بلفظ[1] یہ خط ان کو پڑھ کر سنائیں اور جو کچھ وہ فرمائیں اس سے فوراً مجھے مطلع فرمائیں۔ والسلام

محمد اقبال

(عکس) (انوار اقبال)

# مولوی عبدالحق کے نام

لاہور

۲۳ر دسمبر ۳۷ء

مخدومی جناب مولانا، مزاج شریف۔

السلام علیکم۔ الہ آباد یونیورسٹی سے ڈی لٹ کی اعزازی ڈگری آپ کو مبارک ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ الہ آباد یونیورسٹی[2] نے آپ کی قدر شناسی کرکے

---

[1] سہواً "لفظ لفظ" لکھا گیا تھا۔

(مولف)

[2] اصل متن میں خط کا دوسرا فقرہ یوں ہے: "الہ آباد یونیورسٹی نے آپ کی قدر شناسی کرکے اہل ہنر کی نگاہوں میں مستحق مبارک باد کرلیا ہے" "اقبال نامہ" کے مرتّب نے "مستحق" سے پہلے "خود کو" کے الفاظ کا اضافہ کیا ہے جو درست ہے اصل متن میں سہو کاتب ہے۔

اصل متن میں خط کا آخری سے پہلا فقرہ یوں ہے: "میں الہ آباد یونیورسٹی کو بھی ان کی نکتہ شناسی پر مبارک باد دیتا ہوں" "اقبال نامہ" میں لفظ "بھی" محذوف ہے۔

(اقبال اور عبدالحق)

Dr. Sir Muhammad Iqbal,
M.A., Ph.D.,
Bar at Law.

LAHORE ..... ۱۳ر دسمبر ۱۹۳۷ء

مخدومی جناب مولانا ۔ السلام علیکم

تسلیم ۔ الہ آباد یونیورسٹی سے ڈی لٹ کی اعزازی ڈگری آپ کو
مبارک ہو ۔ حقیقت یہ ہے کہ الہ آباد یونیورسٹی نے آپ کی قدرشناسی
کرکے اپنے آپ کو بھی مستحق مبارکباد کردیا ہے ۔ اس لحاظ سے اب
مبارکباد دینے میں الہ آباد یونیورسٹی کو بھی اپنی قدرشناسی پر مبارکباد
دیتا ہوں ۔ امید ہے آپ کا مزاج بخیر ہوگا ۔

مخلص

محمد اقبال

اہل ہنر کی نگاہوں میں مستحقِ مبارک باد کر لیا ہے۔ اس واسطے آپ کو مبارک باد دیتے ہوئے میں الہ آباد یونیورسٹی کو بھی ان کی نکتہ شناسی پر مبارک باد دیتا ہوں۔ امید ہے آپ کا مزاج بخیر ہوگا۔ والسلام

مخلص

محمدؐ اقبال

(عکس) (اقبال اور عبدالحق)

## ۔۔۔۔۔ کے نام ؟

۲۸ ر دسمبر ۳۷ء

جنابِ من! سلام مسنون

آپ کی تجویز کی خوبی اس کے نتائج سے ظاہر ہے جن کی نسبت آپ خود فرماتے ہیں کہ بہت اچھے ہیں۔ قرآن میں بھی یہی آیا ہے کہ وَانذِرْ عَشِیرَتَکَ الاقربِین[1]۔ والسلام

محمدؐ اقبال

(اقبال نامہ)

---

مکتوب الیہ نے تعلیماتِ اسلامی کی اشاعت کا ایک پروگرام پیش کرتے ہوئے ڈاکٹر صاحب کو اطلاع دی تھی کہ خود اپنے اقربا، میں اس اشاعت کا نتیجہ نہایت خاطر خواہ برآمد ہوا ہے۔ (عطاء اللہ)

[1] ترجمہ: اور اس مضمون سے آپ (سب سے پہلے) اپنے نزدیک کے کنبے کو ڈرائیے۔ (سورۃ الشعراء ۲۶: ۲۱۴)

# ڈاکٹر مظفرالدین قریشی کے نام

ڈیر پروفیسر قریشی صاحب

سرمہ مرسلہ حکیم صاحب موصول ہوگیا ہے۔ میری طرف سے ان کی خدمت میں شکریہ ادا کیجیے۔ والسلام

محمدؐ اقبال

(انوارِ اقبال)

۳۰ دسمبر (سنہ ندارد)

---

یہ خط علامہ نے حکیم صاحب کے مرسلہ سرمہ کی بابت تحریر کیا ہے۔ ۳ر فروری ۱۹۳۸ء کو ڈاکٹر قریشی کو لکھتے ہیں "آپ نے سرمہ کے متعلق استفسار کیا ہے اس کا جواب لکھنا میں بھول گیا۔" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سرمہ ۳ر فروری ۱۹۳۸ء سے پہلے علامہ کو موصول ہو چکا تھا اور وہ اسے استعمال بھی کر چکے تھے۔ لہٰذا صابر کلوروی صاحب کی رائے میں یہ خط ۳۰ر دسمبر ۱۹۳۷ء کو لکھا گیا ہوگا۔ (مکاتیب اقبال کے ماخذ۔ اقبال ریویو، ص۔ ۷۷۔)

(مولف)

# ڈاکٹر سید عبداللطیف کے نام

وہ تقریبؔ جسے یوم اقبال کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے اس میں میرے لیے صرف یہ خیال باعث طمانیت قلب ہے کہ وہ جس زمین میں میں نے اپنا بیج پھینکا تھا وہ زمین شور نہیں۔

(سرگزشت اقبال)

(غیر مدون)

---

لہ علامہ اقبال نے ایک مکتوب بنام ڈاکٹر سید عبداللطیف کے شروع میں مندرجہ بالا عبارت لکھی تھی۔ یہ اقتباس ڈاکٹر عبدالسلام خورشید کی تصنیف "سرگزشت اقبال" (اقبال اکادمی پاکستان لاہور ۱۹۷۷ء ص ۵۲۸) سے ماخوذ ہے۔ ڈاکٹر جاوید اقبال نے بھی اپنی کتاب "زندہ رود" (جلد سوم) میں ص ۶۳۶ پر اسے نقل کیا ہے۔ ڈاکٹر عبدالسلام خورشید نے حوالہ نہیں دیا کہ انھوں نے یہ خط کہاں دیکھا تھا۔ افسوس کہ کوشش بسیار کے باوجود متن کا پورا خط دستیاب نہ ہو سکا۔

یومِ اقبال کی تقریب ۹ جنوری ۱۹۳۸ء کو منعقد ہوئی۔ اس لیے گمان اغلب ہے کہ یہ خط جنوری ۱۹۳۸ء میں لکھا گیا ہوگا۔ (مولف)

# مرتضیٰ احمد خاں میکش کے نام

عزیزم

مجھے امید ہے کہ آپ مسلمانوں میں اعتماد نفس پیدا کرنے کے مسلک پر قائم رہیں گے اور آپ کی مساعی اسلامیان ہند میں خودداری اور خوداعتمادی کی باعزّت زندگی بسر کرنے کے احساس کو ترقی دینے پر منتج ہوگی۔

محمدؐ اقبال

لاہور

(خطوط اقبال)

---

نوٹ: ۱۹۳۸ء میں، میکش روزنامہ "احسان" سے وابستہ تھے، اخبار کی سالانہ اشاعت کے موقع پر انھوں نے مشاہیر کے پیغامات منگائے۔ قائداعظم، سید سلیمان ندوی، سراکبر حیدری مولانا احمد سعید، سیٹھ عبداللہ ہارون اور راجہ صاحب محمود آباد کے پیغامات موصول ہوئے علامہ کا زیر نظر مکتوب بھی اسی ضمن میں سالنامے کے لیے پیغام ہے۔

(رفیع الدین ہاشمی)

اغلب ہے کہ یہ خط ۱۹۳۸ء میں ہی لکھا گیا۔ (مولّف)

(۱) پہلی بار یہ خط روزنامہ "احسان" لاہور کے سالنامے ۱۹۳۸ء میں شائع ہوا۔

(۲) "احسان" کے حوالے سے قاضی افضل حق قریشی نے "صحیفہ" جنوری ۱۹۷۱ء (ص ۹۲) میں نقل کیا۔

(رفیع الدین ہاشمی)

# ڈاکٹر مظفرالدین قریشی کے نام

لاہور

۲۲ر جنوری ۱۹۳۸ء[1]

ڈیر پروفیسر قریشی

آپ کا خط آج موصول ہوا ہے۔ میں اس سے پہلے لکھ چکا ہوں کہ گولیاں ارسال کردہ حکیم صاحب موصول ہوگئی ہیں۔ معجون جس کی نسبت آپ لکھتے ہیں کہ ترک کردی جائے وہ میں نے پہلے ہی ترک کردی تھی۔ باقی ایک معجون حکیم صاحب کی بھیجی ہوئی میرے پاس اور ہے جو مونگ کے برابر ناشتہ کے درمیان کھائی جاتی تھی۔ اگر حکیم صاحب کا ارشاد ہو تو بدستور سابق اسی کا استعمال کیا جائے گا۔ مگر بیشتر اس کے کہ میں اس کا استعمال شروع کروں آپ حکیم صاحب کی خدمت میں مندرجہ ذیل باتیں عرض کریں۔

ڈاکٹر صاحب کے معائنہ کے مطابق قلب اور پھیپھڑوں کی حالت اچھی ہے۔ حکیم قرشی صاحب جو ہمارے طبیہ کالج کے پرنسپل ہیں ان کو نبض بھی دکھائی گئی تھی۔ وہ بتاتے ہیں کہ نبض کی حالت بھی اچھی ہے۔ عام دیکھنے والے بھی میرے چہرے سے بیماری کا قیاس نہیں کرسکتے۔ بایں ہمہ میری سب سے بڑی شکایت یہ ہے کہ ذرا سی حرکت سے میرا دم پھول جاتا ہے۔ تھوڑا سا چلنا پھرنا، کپڑے بدلنا، پاخانے آنا جانا، یہاں تک کہ مسلسل پانی کا آدھا گلاس

---

[1] یہ خط اور اس سے اگلا خط دونوں ۲۲ر جنوری کے ہیں۔ لیکن غلطی سے لکھنے والے نے ۱۹۳۸ء کی جگہ ۱۹۳۷ء لکھ دیا ہے۔

(بشیر احمد ڈار)

پینا یہ سب چیزیں تنفّس پر اثر کرتی ہیں۔ بعض دفعہ رات کو پچھلے پہر بھی تنفّس تکلیف دیتا ہے اور حکیم قرشی صاحب کے جوشاندہ جس میں عناب، گاؤزباں اور ابریشم وغیرہ ہے، کے پینے سے آرام ملتا ہے۔ ریح کے اخراج سے بھی تنفّس پر اچھا اثر پڑتا ہے۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ یہ تنفّس کی تکلیف شدت برودت کی وجہ سے ہے یا ریح کی وجہ سے۔ حکیم صاحب قبلہ بہتر اندازہ کر سکتے ہیں، غالباً ریح کی وجہ سے ہے۔ قریباً چار سال ہوئے ہیں حکیم صاحب نے فرمایا تھا کہ تمہاری بیماری اصل میں مرض دمہ کی ایک ہلکی سی صورت ہے۔ اب مجھے معلوم ہوتا ہے کہ حکیم صاحب کا ارشاد بالکل بجا تھا۔ تنفّس کی یہ حالت اس سے پہلے کبھی نہ کبھی کچھ نہ کچھ دم پھولتا تھا مگر موجودہ حالت صرف اسی موسم سرما میں ہوئی ہے اس سے پہلے نہ تھی۔ اس واسطے میری استدعا ہے کہ حکیم صاحب ان حالات کی طرف خاص توجہ فرمائیں یہ حالت سننے کے بعد اگر حکیم صاحب ان حالات کی کہ وہی مونگ کے دانہ والی معجون کا استعمال جاری رکھنا مناسب ہے تو میں اس کا استعمال کروں گا۔

حکیم قرشی صاحب جن کا میں نے اوپر ذکر کیا ہے فرماتے ہیں کہ دواءالمسلک اور خمیرہ گاؤزبان عنبری کا استعمال میرے لیے بہت مفید ہوگا۔ مہربانی فرما کر آپ اس بارے میں حکیم صاحب سے مشورہ فرمائیں اور جو کچھ ان کی رائے ہو اس سے مجھے مطلع فرمائیں۔ باقی خدا کے فضل سے خیریت ہے۔ امید کہ آپ بھی بخیریت ہوں گے۔ لاہور میں سردی کی بہت شدت ہے۔ والسلام

محمدؐ اقبال

(انوارِ اقبال)

Dr. Sir Muhammad Iqbal

M.A., Ph.D.
Barrister-at-Law

Lahore 31-1-1938

ڈیئر پروفیسر قریشی ۔ دوائی جو آپ نے ارسال کی ہے آج موصول ہو گئی ہے۔ کل سے انشاء اللہ
اس کا استعمال شروع ہوگا۔ اور ایک ہفتہ کے بعد انشاء اللہ اس کے اثرات سے مطلع کروں گا۔
مجھے زکام اب معلوم ہوتا ہے کہ بلغم اگر بند ہو جائے۔ تو اس قدر تکلیف دیتا ہے۔ اور اگر ہر صبح
آسانی کے ساتھ نکل جائے تو مشاہدہ ہے حالت کچھ بہتر رہتی ہے۔ بہرحال جو دوائی آپ نے اب
بھیجی ہے اس کے استعمال کے بعد زیادہ یقین کے ساتھ عرض کروں گا۔ دوسری بات جو
حکیم صاحب کی توجہ کے قابل ہے۔ وہ یہ ہے کہ پیٹ [illegible] ۔ زانو یا جسم کے اور حصوں میں
کبھی کبھی درد ہوتا ہے۔ یہ درد اگرچہ شدید نہیں ہوتا۔ تاہم دو چار دن تکلیف ضرور دیتا
ہے۔ ہر ہفتہ میں ایک آدھ دفعہ ضرور ہوتا ہے۔ تھوڑی سی حرکت سے دم کے پھول جانے کے
متعلق میں پہلے بھی لکھ چکا ہوں۔ یہ بات سب سے زیادہ توجہ کے قابل ہے۔ قبض
کی شکایت بھی کم ہو رہی ہے۔ تین چار روز ہوئے ڈاکٹر سے [illegible] اور [illegible] کا معائنہ
کرایا تھا۔ وہ دونوں کی حالت ٹھیک بتاتے ہیں۔ روح الذہب کے ساتھ اگر
کوئی معجون حکیم صاحب ایسی تیار فرما دیں۔ کہ جس سے درد۔ بلغم۔ اور دم پھول جانے کا
یعنی تینوں باتوں کا ازالہ کیا جائے۔ تو شاید یہ معجون بہت موثر ہو۔ باقی خدا کے
فضل سے خیریت ہے۔ حکیم صاحب قبلہ کی خدمت میں میری طرف سے بہت بہت آداب
عرض کریں۔ والسلام

محمد اقبال

## ڈاکٹر مظفر الدین قریشی کے نام

لاہور

۲۲ جنوری ۱۹۳۸ء

ڈیر پروفیسر قریشی

عرض حال پہلے خط میں کر چکا ہوں جو اُمید ہے کہ آپ تک پہنچ گیا ہو گا اور آپ نے اسے حکیم صاحب کی خدمت میں پڑھ کر سنا بھی دیا ہو گا۔ آج معلوم ہوا کہ تینوں قسم کی گولیاں یعنی روح الذہب قدیم، روح الذہب جدید اور حبّ تقویت صلب قریب الاختتام ہیں۔ شاید دس بارہ روز کے لیے ہوں۔ باقی وہ دوائی جو مونگ کے دانے کے برابر کھائی جاتی ہے ابھی کافی ہے۔ اس کی نسبت میں پہلے خط میں لکھ چکا ہوں کہ بلغم پر اس کا کوئی خاص اثر نہیں ہوا۔ باقی حالات پہلے خط میں لکھ چکا ہوں۔ امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے اور آپ کا بچّہ بھی خوش و خرم ہو گا۔ والسلام

محمد اقبال

(انوار اقبال)

## ڈاکٹر مظفر الدین قریشی کے نام

میو روڈ۔ لاہور

۳۱ جنوری ۱۹۳۸ء

ڈیر پروفیسر قریشی دوائی جو آپ نے ارسال کی ہے آج موصول ہو گئی ہے۔ کل سے انشاء اللہ اس کا استعمال شروع ہو گا اور ایک ہفتہ کے بعد انشاء اللہ

Mayo Road.

Dr. Sir Mohammad Iqbal.
M. A., Ph. D.,
Bar at Law.

LAHORE 3-2 1936

ڈیر پروفیسر قریشی۔ معجون جو آپ نے حکیم صاحب سے لے کر ارسال کی ہے۔ وہ میں
دو روز استعمال کی ہے۔ اور دو روز میں اس کا اثر یہ ہوا ہے۔ کہ بلغم کا
اخراج کم ہوگیا ہے۔ مگر اس سے یہ نتیجہ نکالنا ٹھیک معلوم نہیں ہوتا کہ بلغم کی تولید بھی
کم ہوگئی ہے۔ کیونکہ بلغم کا اخراج نہ ہونے سے میری آواز پر کچھ اثر پڑا ہے
یعنی گلا بیٹھ گیا ہے۔ پہلے یہ تھا کہ بلغم کے بوجھ اخراج ہو جانے سے آواز صاف
رہتی تھی۔ لیکن اس دوائی کے استعمال سے اخراج تو کم ہو گیا ہے۔ مگر آواز بیٹھ جاتی ہے
تو لہٰذا میرے خیال اس کا کچھ اثر نہیں ہوا۔ حکیم صاحب کی خدمت میں عرض کر دیں۔
باقی خدا کے فضل سے خیریت ہے۔

آپ نے سرمہ کے متعلق استفسار کیا تھا۔ اس کا جواب لکھنا میں بھول گیا۔
آپ حکیم صاحب قبلہ کی خدمت میں عرض کر دیں۔ کہ اس سرمہ سے بینائی میں کوئی فرق
نہیں ہوا۔ ڈاکٹر صاحب بھی کہتے ہیں کہ سرموں سے اس پر کوئی اثر نہیں ہوگا۔ مارچ
یا اس کے بعد میں اپریشن کا وقت بتاتے ہیں۔ اس کے علاوہ حکیم صاحب کی خدمت میں
یہ بھی عرض کر دیں۔ کہ میری بھوک کم ہو گئی ہے۔ اور نیند بھی پہلے کی طرح مسلسل
نہیں آتی۔ رات کو میں چھ سات گھنٹے سو تو لیتا ہوں۔ مگر یہ نیند مسلسل نہیں ہوتی
جاوید آداب کہتا ہے۔ امید ہے کہ آپ کا بچہ تندرست ہوگا۔ والسلام

محمد اقبال

اس کے اثرات سے مطلع کروں گا۔ مجھے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بلغم اگر بند ہو جائے تو کسی قدر تکلیف دیتی ہے اور اگر ہر صبح آسانی کے ساتھ نکل جائے تو متقابلتہً حالت بہتر رہتی ہے۔ بہر حال جو دوائی آپ نے اب بھیجی ہے اس کے استعمال کے بعد زیادہ یقین کے ساتھ کہہ سکوں گا۔ دوسری بات جو حکیم صاحب کی توجہ کے قابل ہے وہ یہ ہے کہ میرے انگوٹھے۔ زانو یا جسم کے اور حصوں میں کبھی کبھی درد ہوتا ہے۔ یہ درد اگرچہ شدید نہیں ہوتا تاہم دو چار دن تکلیف ضرور دیتا ہے۔ ہر مہینہ میں ایک آدھ دفعہ ضرور ہوتا ہے۔ تھوڑی سی حرکت سے دم کے پھول جانے کے متعلق میں پہلے بھی لکھ چکا ہوں۔ یہ بات سب سے زیادہ توجہ کے قابل ہے۔ قبض کی شکایت بھی عموماً رہتی ہے۔ تین چار روز ہوئے ڈاکٹر سے قلب اور پھیپھڑوں کا معائنہ کرایا تھا۔ وہ دونوں کی حالت ٹھیک بتاتے ہیں۔ روح الذہب کے ساتھ اگر کوئی معجون حکیم صاحب ایسی تیار فرما دیں کہ جس میں درد، بلغم اور دم پھول جانے یعنی تینوں باتوں کا خاص لحاظ رکھا جائے تو شاید یہ معجون بہت مؤثر ہو۔ باقی خدا کے فضل سے خیریت ہے۔ حکیم صاحب قبلہ کی خدمت میں میری طرف سے بہت بہت آداب عرض کریں۔ والسلام

محمدؐ اقبال

(انوارِ اقبال)

## ڈاکٹر مظفر الدین قریشی کے نام

میو روڈ۔ لاہور ۳ر فروری ۱۹۳۸ء

ڈیر پروفیسر قریشی۔ معجون جو آپ نے حکیم صاحب سے لے کر ارسال کی ہے وہ میں نے دو روز استعمال کی ہے اور دو روز میں اس کا اثر یہ ہوا ہے

کہ بلغم کا اخراج بہت کم ہو گیا ہے، مگر اس سے یہ نتیجہ نکالنا ٹھیک معلوم نہیں ہوتا کہ بلغم کی تولید بھی کم ہو گئی ہے۔ کیونکہ بلغم کا اخراج نہ ہونے سے میری آواز پر نمایاں اثر پڑا ہے یعنی گلا بیٹھ گیا ہے۔ پہلے یہ تھا کہ بلغم کے ہر صبح اخراج ہو جانے سے آواز صاف رہتی تھی لیکن اس دوائی کے استعمال سے اخراج تو کم ہوتا ہے مگر آواز بیٹھ جاتی ہے۔ تولید پر میرے خیال میں اس کا کچھ اثر نہیں ہوا۔ حکیم صاحب کی خدمت میں عرض کر دیں۔ باقی خدا کے فضل سے خیریت ہے۔

آپ نے سرمہ کے متعلق استفسار کیا تھا۔ اس کا جواب لکھنا میں بھول گیا۔ آپ حکیم صاحب قبلہ کی خدمت میں عرض کریں کہ اس سرمے سے بینائی میں کوئی فرق نہیں ہوا۔ ڈاکٹر صاحب یہی کہتے ہیں کہ سرموں سے اس پر کوئی اثر نہیں ہوگا۔ مارچ یا اس کے بعد میں آپریشن کا وقت بتاتے ہیں۔ اس کے علاوہ حکیم صاحب کی خدمت میں یہ بھی عرض کریں کہ میری بھوک کم ہو گئی ہے اور نیند بھی پہلے کی طرح مسلسل نہیں آتی رات کو میں چھ سات (گھنٹے) سو تو لیتا ہوں مگر یہ نیند مسلسل نہیں ہوتی۔ جاوید آداب کہتا ہے۔ امید ہے کہ آپ کا بچہ تندرست ہوگا۔ والسلام

محمد اقبال

(انوارِ اقبال)

(عکس)

---

لہ 'انوارِ اقبال' میں یہ دو جملے محذوف تھے۔

(مولف)

# ڈاکٹر مظفرالدین قریشی کے نام

میوروڈ۔ لاہور

۱۶ فروری ۱۹۳۸ء

ڈیر پروفیسر قریشی

گولیاں جو آپ نے حکیم صاحب سے لے کر ارسال فرمائی ہیں موصول ہو گئی ہیں۔ باقی دوا کا انتظار ہے۔ جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا ہے مجھ کو زیادہ تر شکایت ایسی بھی ہے کہ ذرا سی حرکت سے دم پھول جاتا ہے اور کبھی کبھی رات کو تنفس کی تکلیف بھی ہوتی ہے۔ ممکن ہے یہ شدت سرما کی وجہ سے ہو جو آج کل لاہور میں غیر معمولی طور پر وسط فروری میں نمایاں ہو گئی ہے کم خوابی کی بھی شکایت ہے۔ مسلسل نیند صرف رات کے آخری گھنٹوں میں آتی ہے۔ پہلے گھنٹوں میں وقتاً فوقتاً اس میں خلل پیدا ہو جاتا ہے۔ سُرمے کی نسبت میں پہلے لکھ چکا ہوں کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ باقی آپ کہتے ہیں کہ حیدرآباد آئیے۔ دل تو حکیم صاحب سے ملنے کو بہت چاہتا ہے اور ملاقات کی ضرورت بھی ہے۔ اس کے علاوہ حیدری صاحب بھی دعوت دیتے ہیں مگر افسوس کہ صحت اتنے طویل سفر کی متحمل نہیں ہو سکتی۔ عثمانیہ یونیورسٹی نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ مجھ کو ڈی لٹ کی اعزازی ڈگری عطا کی جائے۔ اس فیصلے کے لیے میں صدر اعظم صاحب اور نواب مہدی یار جنگ بہادر کا شکر گزار ہوں۔ نواب مہدی یار جنگ صاحب نے لکھا تھا کہ حیدرآباد آئیے، آپ کی آسایش کا پورا انتظام کیا جائے گا مگر افسوس ہے کہ صحت اجازت نہیں دیتی۔ حیدری صاحب نے مجھ پر ایک مزید عنایت کی اور وہ یہ کہ اقبال ڈے کے موقع پر حضور نظام کے توشہ خانے سے مجھے ایک ہزار روپیہ عطا فرمایا مگر افسوس کہ میں ان کے

اس عطیے کو قبول نہ کر سکا۔ باقی خدا کے فضل سے خیریت ہے۔ امید ہے کہ آپ کا بچہ اچھا ہو گا۔ والسلام۔

مخلص

محمدؐ اقبال

(عکس) (انوار اقبال)

# طالوت کے نام

۱۶ر فروری ۱۹۳۸ء

جناب من

مولانا حسین احمد صاحب کے معتقدین اور احباب کے بہت سے خطوط میرے پاس آئے۔ ان میں سے بعض میں تو اصل معاملہ کو بالکل نظر انداز کر دیا گیا ہے مگر بعض نے معاملے پر ٹھنڈے دل سے غور کیا اور مولوی صاحب کو بھی اس

---

ؔ اس واقعہ کا ذکر "ارمغان حجاز" (ص ۲۷۷) کی ایک نظم میں موجود ہے جس کا آخری شعر یہ ہے:

غیرت فقر مگر کر نہ سکی اس کو قبول

جب کہا اس نے یہ ہے میری خدائی کی زکات (بشیر احمد ڈار)

نوٹ: نظریۂ قومیت کے بارے میں اقبالؔ اور مولانا حسین احمد مدنی کے درمیان اختلاف پیدا ہو گیا تھا۔ اس سلسلے میں ایک صاحب طالوت نے جنھیں اقبال اور مولانا مدنی دونوں سے عقیدت تھی مراسلت کے ذریعہ یہ اختلافات یا غلط فہمی دور کرا دی تھی۔ مولانا مدنی اور اقبال کے بیانات کئی بار طبع ہو چکے ہیں لیکن اقبال نے جو خطوط طالوت کو لکھے وہ بھی اگرچہ طبع ہو چکے ہیں لیکن کم یاب ہیں۔ (بشیر احمد ڈار)

مولانا عبدالرشید نسیم (۱۹۰۹ - ۱۹۶۳ء) کا قلمی نام طالوت تھا۔ تفصیل کے لیے حواشی ملاحظہ کیجیے۔ (مولف)

ضمن میں خطوط لکھے ہیں۔ چنانچہ آپ کے خط میں مولوی صاحب کے خط کے اقتباسات درج ہیں۔ اس واسطے میں نے آپ ہی کے خط کو جواب کے لیے انتخاب کیا ہے۔ جواب انشاء اللہ اخبار "احسان" میں شائع ہوگا۔ میں فرداً فرداً علالت کی وجہ سے خط لکھنے سے قاصر ہوں۔ فقط

مخلص

محمد اقبال

(انوار اقبال)

# محمد علی جناح کے نام

۱۷ فروری ۱۹۳۸ء

محترم جناح صاحب

آپ کی گشتی چٹھی نمبر ۵۶۶، مورخہ ۱۲ فروری ۱۹۳۸ء کے جواب میں ڈاکٹر سر محمد اقبال نے مجھے یہ تحریر کرنے کی ہدایت فرمائی ہے۔

(۱) مذکورہ بالا گشتی چٹھی میں آپ نے جو ہدایات دی ہیں۔ انھیں عملی جامہ پہنانے کے لیے مناسب اقدامات کیے جا رہے ہیں۔

(۲) جہاں تک لیگ کے اجلاس خصوصی کا سوال ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپ یہ اجلاس لیگ کے نئے آئین کے مطابق کر رہے ہیں، مگر آپ کو اس امر کا پورا احساس ہوگا کہ اس خاص اجلاس میں جو مسئلہ زیر بحث آئے گا، وہ بے حد اہم ہے اور تمام مسلمانانِ ہند پر بالعموم اور مسلمانانِ پنجاب پر بالخصوص اثر انداز ہوگا۔

یہ امر اس بات کا متقاضی ہے کہ کھلے اجلاس میں اہل بصیرت مسلمانوں کی بڑی سے بڑی اکثریت اس پر بحث کرے۔ آل انڈیا مسلم لیگ کے آئین

کی رو سے پنجاب سے ۲۶۰ سے زیادہ مسلمان اس اجلاس میں شریک نہیں ہو سکتے اور وہ بھی اس صورت میں کہ یہ تمام ممبر وہاں پہنچ جائیں۔ ہمیں اس بات کا علم نہیں کہ دوسرے صوبوں کے مسلمانوں کے احساسات بھی پنجاب کے مسلمانوں کے احساسات کی طرح شدّت سے مجروح ہوئے ہیں یا نہیں، لیکن اگر لیگ سول نافرمانی کا فیصلہ کرے تو مناسب یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس فیصلہ کا انحصار ان ہی لوگوں پر رکھا جائے جن پر اس تحریک کو کامیابی کے ساتھ چلانے کا بوجھ ڈالا جائے گا۔

آپ جانتے ہیں کہ آئین جدید کی رو سے یہ امر ممکن نہیں، اس لیے ہماری تجویز یہ ہے کہ خاص اجلاس پرانے آئین ہی کے ماتحت ۳۱ مارچ ۱۹۳۸ء سے پہلے منعقد کر لیا جائے، کیونکہ پرانے آئین کی رو سے ہر مسلمان ایک روپیہ ادا کر کے بحث میں حصّہ لے سکتا ہے۔ اگر آپ کا خیال ہے کہ ۳۱ مارچ بہت قریب ہے تو پھر ہماری یہ تجویز ہے کہ آپ نئے آئین کے نفاذ کو خاص اجلاس تک ملتوی کر دیں اور یہ اجلاس ۳۱ مارچ کے بعد مناسب تاریخوں میں منعقد کر لیا جائے۔ اگر یہ دونوں تجویزیں آپ کو منظور نہ ہوں، تو پھر ہماری درخواست ہے کہ آپ خاص اجلاس کی بجائے ہندوستانی مسلمانوں کی ایک خاص کانفرنس منعقد کریں جس میں ہر بالغ مسلمان کو شامل ہونے کی اجازت ہو۔ ظاہر ہے کہ یہ کانفرنس بھی لیگ کے زیر اہتمام اور آپ ہی کے زیر صدارت منعقد ہو گی۔

آپ کا مخلص

غلام رسول

آنریری سیکرٹری پنجاب پراونشل مسلم لیگ

(برائے ڈاکٹر سر محمد اقبال)

(اقبال کے خطوط جناح کے نام)

(انگریزی سے)

# ڈاکٹر مظفر الدین قریشی کے نام

میورو ڈ۔ لاہور

۱۸ فروری ۱۹۳۸ء

ڈیر پروفیسر قریشی

میں آپ کو ایک خط لکھ چکا ہوں جس میں مفصل حالات عرض کر دئے تھے۔ امید ہے کہ آپ نے وہ خط حکیم صاحب کو سنا دیا ہو گا۔ یہ خط بھی اس کے ہمراہ سنا دیجیے۔

کل آپ کو خط لکھ چکنے کے بعد رات کو مجھے تنفس کی بہت تکلیف رہی قریبًا ۱۲ بجے شب سے ۳ بجے صبح تک۔ صبح اٹھ کر میں نے ڈاکٹر کو بلوایا اور معائنہ کروایا۔ انھوں نے بھی اس امر کی تصدیق کی ہے کہ یہ دمہ ہے۔ مگر اس دمہ کو پھیپھڑوں سے کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ یہ وہ دمہ ہے جو قلب کے اعصاب کی کمزوری سے پیدا ہوتا ہے۔ میں تو خیال کرتا تھا کہ شاید شدت سرما یا ریح کے باعث تکلیف ہو جاتی ہے مگر اب معلوم ہوا کہ اس کی اصل وجہ قلب کی کمزوری ہے حکیم صاحب کا بھی یہی خیال تھا اسی واسطے[1] ان کو ڈاکٹری معائنے کے نتیجے سے مطلع کرنا ضروری سمجھا ہے تاکہ اگر کوئی میرے[2] لیے اور معجون تیار کریں تو اس نتیجہ کو ملحوظ خاطر

---

[1] متن میں تھا "اسی واسطے سے" کاتب مکتوب نے لفظ "سے" سہواً لکھ دیا تھا۔

[2] "انوار اقبال" میں متن یوں تھا:

"اگر میرے لیے کوئی اور معجون تیار کریں"

لیکن عکس میں اس طرح ہے: اگر کوئی میرے لیے اور معجون تیار کریں۔

(مولف)

Dr. Sir Mohammad Iqbal,
M. A., Ph. D.,
Bar at Law.

Mayo Road,
LAHORE 18. 2. 1938.

ڈیر برادر نیازی

میں آپکو ایک خط لکھ چکا ہوں۔ جسمیں مفصل حالات عرض کر دیے تھے۔ امید ہے کہ آپنے وہ خط حکیم صاحب کو سنا دیا ہوگا۔ یہ خط بھی انکو ہمراہ سنا دیجیے۔

کل آپکو خط لکھ چکنے کے بعد رات کو مجھے تنفس کی بہت تکلیف رہی قریباً ۱۱ بجے شب سے ۸ بجے تک۔ صبح ڈاکٹر کو بلوایا۔ اور معائنہ کروایا۔ انہوں نے بھی ایکس رے کی تصدیق کی ہے۔ کہ یہ دمہ ہے مگر اس دمہ کو پھیپھڑوں سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ بلکہ یہ وہ دمہ ہے۔ جو قلب کے اعصاب کی کمزوری سے پیدا ہوتا ہے۔ میں تو خیال کرتا تھا کہ شاید یہ شدت سرما یا ریح کے باعث تکلیف ہو جاتی ہے مگر اب معلوم ہوا کہ اسکی اصل وجہ قلب کی کمزوری ہے۔ حکیم صاحب کا بھی یہی خیال تھا۔ اسی واسطے میں نے انکو ڈاکٹروں کے معائنے کے نتیجہ سے مطلع کرنا ضروری سمجھا ہے۔ تاکہ اگر کوئی میرے لیے اور معجون تیار کریں۔ تو اس نتیجہ کو ملحوظ خاطر رکھیں۔ باقی حالات آپکو پہلے لکھ چکا ہوں۔ امید ہے کہ آپکا مزاج بخیر ہوگا۔

مخلص
محمد اقبال

رکھیں۔ باقی حالات آپ کو پہلے لکھ چکا ہوں۔ امید ہے کہ آپ کا مزاج بخیر ہو گا۔

مخلص

محمدؐ اقبال

(عکس) (انوارِ اقبال)

## طالوت کے نام

۱۸ فروری ۱۹۳۸ء

جناب من

سلام مسنون۔ میں حسبِ وعدہ آپ کے خط کا جواب "احسان" میں لکھوانے کو تھا کہ میرے ذہن میں ایک بات آئی جس کا گوش گزار کر دینا ضروری ہے۔ امید ہے کہ آپ مولوی صاحب کو خط لکھنے کی زحمت گوارا فرما کر اس بات کو صاف کر دیں گے۔ جو اقتباسات آپ نے ان کے خط سے درج کیے ہیں ان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مولوی صاحب نے فرمایا کہ آج کل قومیں اوطان سے بنتی ہیں۔ اگر ان کا مقصود ان الفاظ سے صرف ایک امر واقعہ کو بیان کرنا ہے تو اس پر کسی کو اعتراض نہیں ہو سکتا، کیونکہ فرنگی سیاست کا یہ نظریہ ایشیا میں بھی مقبول ہو رہا ہے۔ البتہ اگر ان کا یہ مقصد تھا کہ ہندی مسلمان بھی اس نظریے کو قبول کر لیں تو پھر بحث کی گنجائش باقی رہ جاتی ہے۔ کیونکہ کسی نظریے کو اختیار کرنے سے پہلے یہ دیکھ لینا ضروری ہے کہ آیا وہ اسلام کے مطابق ہے یا منافی۔ اس خیال سے کہ بحث تلخ اور طویل نہ ہونے پائے اس بات کا صاف ہو جانا ضروری ہے کہ مولانا کا مقصود ان الفاظ سے کیا تھا۔ ان کا جو جواب آئے وہ آپ مجھے روانہ کر دیجیے۔ مولوی صاحب کو میری طرف سے

یقین دلایئے کہ میں ان کے احترام میں کسی اور مسلمان سے پیچھے نہیں ہوں. البتہ اگر مذکورہ بالا ارشاد سے ان کا مقصد وہی ہے جو میں نے اوپر لکھا ہے تو میں ان کے مشورے کو اپنے ایمان اور دیانت کی رو سے اسلام کی روح اور اس کے اساسی اصولوں کے خلاف جانتا ہوں میرے نزدیک ایسا مشورہ مولوی صاحب کے شایان شان نہیں اور وہ مسلمانان ہند کی گمراہی کا باعث ہوگا۔ اگر مولوی صاحب نے میری تحریروں کو پڑھنے کی کبھی تکلیف گوارا فرمائی ہے تو انھیں معلوم ہو گیا ہوگا کہ میں نے اپنی عمر کا نصف حصہ اسلامی قومیت اور ملت کے اسلامی نقطۂ نظر کی تشریح و توضیح میں گزارا ہے محض اس وجہ سے کہ مجھ کو ایشیا کے لیے اور خصوصاً اسلام کے لیے فرنگی سیاست کا یہ نظریہ ایک خطرۂ عظیم محسوس ہوتا تھا کسی سیاسی جماعت کا پروپیگنڈا کرنا نہ میرا اس سے پہلے مقصد تھا نہ آج مقصود ہے بلکہ وہ شخص جو دین کو سیاسی پروپیگنڈے کا پردا بناتا ہے، میرے نزدیک لعنتی ہے۔

مخلص

محمد اقبال

(انوارِ اقبال)

## محمد مبین عباس کیفی چریاکوٹی کے نام

لاہور

۱۸-۲-۳۸[1]

جناب علامہ صاحب۔ آپ کا خط مع نظم موصول ہُوا۔ علالت کی وجہ سے

---

[1] اقبال نامہ، حصہ اول میں تاریخ ۳۸-۳-۱۸ درج ہے جب کہ اقبال نامہ زیر اشاعت میں ۳۸-۲-۱۸ مرقوم ہے۔ ہم نے یہی تاریخ درست سمجھی ہے۔ (مؤلف)

ڈاکٹروں نے لکھنے پڑھنے سے منع کر دیا ہے۔ آپ کی نظم ایک دوست نے پڑھ کر سنائی جس کے لیے میں آپ کا بہت بہت شکریہ ادا کرتا ہوں۔ خدا کرے آپ رسالہ "العلم" دوبارہ جاری کر سکیں۔
امید کہ آپ بخیریت ہوں گے۔ والسلام

اقبال

(اقبال نامہ)

## ایڈیٹر "احسان" کے نام

جناب ایڈیٹر صاحب[1]
احسان، لاہور
السلام علیکم
میں نے جو تبصرہ مولانا حسین احمد صاحب کے بیان پر شائع کیا ہے اور جو آپ کے اخبار میں شائع ہو چکا ہے اس میں اس امر کی تصریح کر دی تھی کہ

---

[1] خط بنام ایڈیٹر "احسان" مشمولہ انوارِ اقبال (ص ۱۶۸) میں بیان کا ذکر ہوا ہے اس کا تذکرہ ۱۶ / فروری ۱۹۳۸ء کے خط میں ہو چکا ہے۔ جہاں لکھا ہے کہ "جواب انشاءاللہ اخبار "احسان" میں شائع ہو گا" جب کہ ۱۸ / فروری ۱۹۳۸ء کے خط (ص ۱۶۷) سے ظاہر ہے کہ ابھی تک علامہ یہ جواب نہیں لکھ پائے تھے۔ اس خط میں طالوت صاحب کو مولانا حسین احمد مدنی صاحب سے رابطہ قائم کرنے کا مشورہ دیا گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ طالوت صاحب کے خط اور مدنی صاحب کے جواب میں ایک آدھ ہفتہ تو ضرور لگا ہوگا۔ لہٰذا قیاس غالب ہے کہ یہ خط مارچ ۱۹۳۸ء کے اوائل میں لکھا گیا ہوگا۔
(صابر کلوروی۔ مکاتیب اقبال کے ماخذ اقبال ریویو ص ۷۷۔ ۷۸)

اگر مولانا کا یہ ارشاد کہ "زمانۂ حال میں اقوام اوطان سے بنتی ہیں" محض برسبیل تذکرہ ہے تو مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں۔ اور اگر مولانا نے مسلمانِ ہند کو یہ مشورہ دیا ہے کہ وہ جدید نظریۂ وطنیت اختیار کریں تو دینی پہلو سے اس پر مجھ کو اعتراض ہے۔ مولوی صاحب کے اس بیان میں جو اخبار "انصاری" میں شائع ہوا مندرجہ ذیل الفاظ ہیں:

"لہٰذا اشد ضرورت ہے کہ تمام باشندگانِ ملک کو منظم کیا جائے اور ان کو ایک ہی رشتے میں منسلک کرکے کامیابی کے میدان میں گامزن بنایا جائے۔ ہندوستان کے مختلف عناصر اور متفرق ملل کے لیے کوئی رشتۂ اتحاد بجز متحدہ قومیت اور کوئی رشتہ نہیں جس کی اساس محض یہی ہو سکتی ہے اس کے علاوہ اور کوئی دوسری چیز نہیں ہے۔"

ان الفاظ سے تو میں یہی سمجھا کہ مولوی صاحب نے مسلمانانِ ہندوستان کو مشورہ دیا ہے۔ اسی بنا پر میں نے وہ مضمون لکھا جو اخبار "احسان" میں شائع ہوا ہے۔ لیکن بعد میں مولوی صاحب کا ایک خط طالوت صاحب کے نام آیا جس کی ایک نقل انھوں نے مجھ کو بھی ارسال کی ہے۔ اس خط میں مولانا ارشاد فرماتے ہیں:

"میرے محترم سر صاحب کا ارشاد ہے کہ اگر بیانِ واقعہ مقصود تھا اس میں کوئی کلام نہیں اور اگر مشورہ مقصود ہے تو خلافِ دیانت ہے۔ اس لیے میں خیال کرتا ہوں کہ پھر الفاظ پر غور کیا جائے اور اس کے ساتھ ساتھ تقریر کے لاحق و سابق پر نظر ڈال لی جائے۔ میں عرض کر رہا تھا کہ "موجودہ زمانے میں قومیں اوطان سے بنتی ہیں" یہ اس زمانے کی جاری ہونے والی نظریت اور ذہنیت کی خبر ہے۔ یہاں یہ نہیں کہا جاتا ہے کہ ہم کو ایسا کرنا چاہیے۔ خبر ہے انشا نہیں

ہے. کسی ناقل نے مشورے کا ذکر بھی نہیں کیا۔ پھر اس مشورے کو
نکال لینا کس قدر غلطی ہے۔"

خط کے مندرجہ بالا اقتباس سے صاف ظاہر ہے کہ مولانا اس بات سے صاف انکار کرتے ہیں کہ انھوں نے مسلمانانِ ہند کو جدید نظریۂ قومیت اختیار کرنے کا مشورہ دیا۔ لہذا میں اس بات کا اعلان ضروری سمجھتا ہوں کہ مجھ کو مولانا کے اس اعتراف کے بعد کسی قسم کا کوئی حق ان پر اعتراض کرنے کا نہیں رہتا۔ میں مولانا کے ان عقیدت مندوں کے جوش عقیدت کی قدر کرتا ہوں جنھوں نے ایک دینی امر کی توضیح کے سایہ میں پرائیویٹ خطوط اور پبلک تحریروں میں گالیاں دیں۔ خدا تعالیٰ ان کو مولانا کی صحبت سے زیادہ مستفید کرے۔ نیز ان کو یقین دلاتا ہوں کہ مولانا کی حمیت دینی کے احترام میں میں ان کے کسی عقیدت مند سے پیچھے نہیں ہوں۔

محمد اقبال

(انوار اقبال)

# محمد علی جناح کے نام

۷ رمارچ ۱۹۳۸ء

محترم جناح صاحب

مجھے ڈاکٹر سر محمد اقبال کی طرف سے ذیل کا خط لکھنے کی ہدایت ہوئی ہے۔ آپ کا خط ڈاکٹر صاحب موصوف کو ۱۴ رمارچ ۱۹۳۸ء کو ملا۔ ان کی صحت کی خرابی ہم سب نیازمندوں کے لیے وجہ اضطراب بنی ہوئی ہے اور وہ خود آپ کو خط لکھنے سے معذور ہیں۔ آپ کے خط کے جواب میں ان کا ارشاد یہ ہے:

کل پنجاب پراونشل مسلم لیگ کا ایک عام اجلاس لاہور میں منعقد ہوا جس میں صوبے کے تمام اضلاع کے نمائندے شامل ہوئے اور پراونشل مسلم لیگ کے ارکان کی ایک بڑی تعداد نے اس میں حصّہ لیا۔ آپ نے سر محمد اقبال کو جو خط لکھا تھا، وہ اس اجلاس میں پڑھا گیا اور اتفاقِ رائے سے یہ فیصلہ ہوا کہ آل انڈیا مسلم لیگ کا اجلاسِ خصوصی لاہور ہی میں منعقد ہو اور اس کے لیے ایک رسمی دعوت نامہ بھیج دیا جائے۔ لہٰذا ہماری درخواست ہے کہ شہید گنج کے متعلق لیگ کا اجلاسِ خصوصی ایسٹر کی تعطیلات میں لاہور میں منعقد کرنے کے لیے اس خط ہی کو دعوت نامہ تصور کیا جائے۔

جہاں تک پنجاب کی صورتِ حال کا تعلق ہے، سر محمد اقبال یہ کہنا چاہتے ہیں:

۱۔ شہید گنج کے متعلق غالباً پریوی کونسل میں اپیل کی جائے گی، لیکن لوگوں کو اس سے زیادہ دل چسپی نہیں، کیونکہ اس وقت وہ یہ خیال کر رہے ہیں کہ کسی برطانوی عدالت کی طرف رجوع بے سود ہے۔

۲۔ ملک برکت علی نے تحفظِ مساجد کے متعلق پنجاب اسمبلی میں جو بل پیش کرنے کا نوٹس دیا ہے۔ مسلمانوں میں اس پر کافی جوش پھیلا ہوا ہے۔ اس وقت تک یونینسٹ پارٹی کے پچیس ارکان نے سر سکندر کی ہدایات کے برعکس اخبارات میں اپنے اس عزم کا اعلان کر دیا ہے کہ وہ اس بل کی تائید کریں گے اور اس بل کو انھوں نے اپنا بل بنا لیا ہے۔ نیز صوبے کے تمام ووٹر مناسب قرار دادیں منظور کر کے اپنے اپنے نمائندوں سے مطالبہ کر رہے ہیں کہ اس بل کی پوری حمایت کی جائے۔ اس لیے امید کی جاتی ہے کہ جب یہ بل منظوری کی غرض سے اسمبلی میں پیش ہوگا تو قانون کی صورت اختیار کرے گا۔

۳۔ شہید گنج کی سول نافرمانی کی تحریک روز بروز تقویت پکڑ رہی ہے۔ عوام پُرامن ہیں اور بے تابی سے آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاسِ خصوصی کے

اہم فیصلوں کا انتظار کر رہے ہیں۔ جب یہ فیصلہ ہو جائے گا، تو پنجاب کے تقریباً تمام مسلم ادارے لیگ کی رہنمائی میں سرگرم عمل نظر آئیں گے۔ پنجاب پراونشل مسلم لیگ آپ کو یقین دلاتی ہے کہ وہ آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس خصوصی کے لیے تمام ضروری انتظامات کرنے کی ذمہ دار ہے۔

آپ کا مخلص
غلام رسول خاں
آنریری سیکرٹری پنجاب پراونشل مسلم لیگ
(برائے ڈاکٹر سر محمدؐ اقبال)

(انگریزی سے) (اقبال کے خطوط جناح کے نام)

## مولوی عبدالحق کے نام

جاوید منزل، لاہور[1]

۱۵ مارچ ۳۸ء

ڈیر مولوی صاحب

سلام مسنون۔ امید ہے کہ آپ کا مزاج اچھا ہو گا۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ

---

[1] مولوی صاحب کے نام۔ یہ اقبال کا آخری خط ہے جو ہم تک پہنچا ہے۔ اس کا پس منظر خود نیازی صاحب نے "اقبال کے حضور" میں ۱۵ مارچ ۱۹۳۸ء کی نشست کے سلسلے میں واضح کیا ہے:

"اتنے میں اخبار آ گیا۔ حضرتِ علامہ کے ارشاد پر موٹی موٹی سرخیاں پڑھ کر سنائیں۔ علی بخش نے دوا اور ناشتے کا اہتمام کیا۔ حضرت علامہ ناشتہ کر رہے تھے کہ معلوم نہیں کیا خیال آیا فرمایا:

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

## سارٹن کی انگریزی کتاب "مقدمہ" تاریخ سائنس، کا ترجمہ نیازی صاحب آپ

(بقیہ حاشیہ) "سارٹن کا ترجمہ کہاں تک پہنچا؟"

میں نے عرض کیا: "چند ابواب باقی رہ گئے ہیں"

ارشاد ہوا "کیوں؟"

میں نے عرض کیا "پچھلے چند سالوں سے جو حالات ہیں آپ کو معلوم ہیں. جب سے دہلی سے آیا ہوں، موقع ہی نہیں ملا کہ ترجمے کی تکمیل کرتا۔ کچھ مشکلات بھی ہیں" فرمایا "حالات کا عذر تو خیر ٹھیک ہے، مشکلات کیا ہیں؟"

عرض کیا: "بعض اسما کی تحقیق، عربی اور لاطینی عنوانات میں تطبیق کا مسئلہ، چند ایک یونانی اور لاطینی عبارتوں کا ترجمہ اور سب سے بڑھ کر اردو کے حسبِ مزاج مناسب مصطلحات کی تلاش، علیٰ ہذا کئی ایک انگریزی الفاظ کے باعتبار لغت اردو مترادفات. اس کے علاوہ بھی کئی دشواریاں ہیں۔ مثلاً ریاضی بالخصوص جبر و مقابلہ کی رقوم کہ ان کی تحریر کے لیے کیا اصول اختیار کیا جائے"

فرمایا: "یہ کام تو خاصا محنت طلب ہے اور یہاں وہ سہولتیں بھی میسر نہیں جو مغربی ممالک میں اس قسم کے کاموں کے لیے بآسانی مل جاتی ہیں. مگر اب جو اس کام میں ہاتھ ڈال چکے ہو تو اس کی تکمیل کر دو"

میں نے عرض کیا: "مولوی صاحب اکثر مالی دشواریوں کا ذکر کرتے ہیں. کتاب بڑی ضخیم ہے اور اس کی طباعت بھی بڑی دشوار اور محنت طلب. خرچ بھی کافی ہوگا. اگر ان کا ارادہ اس کی فوری اشاعت کا نہ ہو تو چندے اور مہلت دیں۔ انشاءاللہ چار چھ مہینے میں تکمیل ہو جائے گی"

ارشاد ہوا: "بہتر ہے، میری طرف سے مولوی صاحب کو خط لکھ دو" میں نے خط لکھا۔ حضرت علامہ نے خط سنا اور دستخط فرمائے۔ میں کاغذ، قلم دان ایک طرف رکھ کر پھر اپنی جگہ پر آبیٹھا"

(اقبال اور عبدالحق)

کے لیے اردو میں کر رہے ہیں۔ میں نے ترجمے کا ایک حصہ خود بھی دیکھا ہے۔ نصف سے زیادہ کتاب کا ترجمہ مکمل ہو چکا ہے۔ چونکہ گزشتہ پانچ[1] چار برس سے نیازی صاحب کے حالات اچھے نہیں رہے، اس لیے وہ باطمینان ترجمے کا کوئی حصہ آپ کو نہ بھیج سکے۔ ترجمہ اب صاف ہو رہا ہے اور نیازی صاحب نے مجھے یقین دلایا ہے کہ اپریل سے ماہ بماہ آپ کی خدمت میں پہنچتا رہے گا۔ نیازی صاحب آپ کی مدد کے مستحق ہیں۔ میں چاہتا ہوں آپ انھیں تھوڑا سا وقت اور دیجیے تاکہ وہ اطمینان کے ساتھ ترجمے کی اقساط آپ کو بھیج سکیں۔ والسلام

مخلص
محمد اقبال

(اقبال اور عبدالحق)

(عکس)

---

[1] اصل خط اور "انوار اقبال" (ص ۲۲۴) کے مطبوعہ متن میں تین جگہ اختلاف ہے۔

مطبوعہ متن میں "گزشتہ چار پانچ برس" چھپا ہے۔ اصل میں "گزشتہ پانچ چار برس" ہے۔

# سید غلام میراں شاہ کے نام

جاوید منزل لاہور

۲۹ مارچ ۱۹۳۸ء

مخدوم الملک جناب قبلہ پیر صاحب

السلام علیکم۔ امید کہ میرا خط جو جمال الدین والی میں آپ سے پہلے پہنچ گیا تھا آپ کو مل گیا ہوگا۔ خدا کا شکر ہے کہ سفر میں صاحبزادہ بھی آپ کے شریک حال تھا۔ اس عمر میں سعادتِ حج نصیب ہونا اُس کی خوش نصیبی کی دلیل ہے۔

میں نے آپ کے مخلص[1] کا خط پڑھا ہے۔ مجھے خوشی ہے کہ آپ کے احباب اور مخلصین آپ سے اس روحانیت کی بنا پر جو آپ نے اپنے آبا و اجداد سے ورثہ میں پائی ہے بہت بڑی بڑی امیدیں رکھتے ہیں۔ ان امیدوں میں میں بھی شریک ہوں۔ اور دُعا کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ آپ کو اس امر کی توفیق دے کہ آپ اپنی قوت، ہمت، اثر، اور دولت و عظمت کو حقائق اسلام کی نشر و اشاعت میں صرف کریں۔ اس تاریک زمانے میں حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے بڑی خدمت یہی ہے۔ کچھ عجب نہیں کہ جلد آپ کی طبیعت میں ایک بہت بڑا انقلاب پیدا ہو۔ جس کی ابھی تک آپ کو توقع نہیں۔ افسوس ہے کہ شمال مغربی ہندوستان میں جن بزرگوں نے علمِ اسلام بلند کیا ان کی اولادیں دنیوی جاہ و منصب کے پیچھے پڑ کر تباہ ہوگئیں۔ اور آج ان سے زیادہ جاہل کوئی مسلمان مشکل سے ملے گا۔ الا ما شاء اللہ! وقت تو ایسا ہی معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ انھیں بزرگوں کی اولاد سے کسی کی روحانیت کو بیدار

[1] یہ سید مبارک شاہ جیلانی تھے

کر دے اور کلمۂ اسلام کے اعلاء پر مامور کرے باقی خدا کے فضل سے خیریت ہے۔ امید ہے کہ آپ مع الخیر ہوں گے میں آپ کے جانے سے چند روز بعد بہت بیمار ہو گیا۔ یہاں تک کہ زندگی سے مایوسی تھی۔ دمے کے متواتر دورے ہوئے۔ اب تک یہ سلسلہ جاری ہے گو دمے میں بہت کچھ افاقہ ہو گیا ہے۔ والسلام

مخلص محمدؐ اقبال

(اقبال نامہ)

## ڈاکٹر مظفر الدین قریشی کے نام

جاوید منزل۔ لاہور

۲۹ مارچ (سنہ موجود نہیں[۱])

ڈیر پروفیسر مظفر الدین۔ افسوس ہے میں اتنے دنوں تک آپ کو یا کسی اور دوست کو کوئی خط نہیں لکھ سکا۔ دمہ کے متواتر دوروں سے بہت تکلیف رہتی (رہی ہے[۲]) یہاں تک کہ ایک وقت زندگی سے بھی مایوسی ہو گئی۔ اس وقت نیازی صاحب کے اصرار سے یہ غلطی کی گئی کہ حکیم صاحب کی آمد کی کوشش کرنے کے لیے آپ کو تار دیا گیا۔ میں اس غلطی کے لیے جس کے ذمہ دار زیادہ تر میرے احباب ہیں، بہت نادم ہوں۔ میں اچھی طرح سے جانتا ہوں کہ وہ حضور نظام

---

[۱] اس سے قبل اور بعد کے خطوط سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ خط ۲۹ مارچ ۱۹۳۸ء ہی کو لکھا گیا ہو گا۔

(صابر کلوروی۔ مکاتیب اقبال کے ماخذ۔ اقبال ریویو۔ ص ۷۷)

[۲] "ہے" لکھنے سے چھوٹ گیا تھا۔ (مؤلف)

پیشاب کا درد بالعموم رات کو ہوتا ہے۔ یہ تینوں شکایات ہیں
(۱) پیٹ کا درد (۲) دمہ (۳) اجابت کا معمول پر نہ ہونا۔ [illegible] کی کیا حکیم صاحب
کی خصوصی توجہ کے لائق ہے۔ میری طرف سے ان کی خدمت میں بہت بہت
سلام اور شکریہ عرض کیجیے۔ اگر ان کی مرسلہ دواؤں سے مجھے استفادہ
کچھ صحت ہوگئی۔ اور میں سفر کے لائق ہو گیا۔ تو بہت ممکن ہے۔ میں خود ان کی
خدمت میں زبانی مشورت کے لیے حاضر ہوں گا۔ فی الحال ڈاکٹروں نے مجھ کو سفر سے
بالکل منع کر دیا ہے۔ یہاں تک کہ اگر ایک کمرہ سے دوسرے کمرے تک جاتا ہوں تو
مجھ کو چارپائی پر ہی لے جایا جاتا ہے۔ باقی خدا کے فضل سے خیریت ہے
حیدرآباد کا [illegible] کی خدمت میں اگر آپ حاضر ہوں۔ تو میری طرف سے سلام عرض کر کے کہیے کہ
باقی جو شعر انہوں نے طلب فرمائے ہیں۔ میں ان کی خدمت میں عرض کر دوں گا۔ اور اگر یاد نہ آیا
پہلا شعر میرے ذہن سے اتر گیا ہے اگر وہ شعر یاد آگیا تو
تو باقی شعر کا کر تینوں شعر لکھ کر بھیج دوں گا۔ آپ ان کو اطمینان دلا دیں۔

آپ کے صاحبزادے کو دعا۔ والسلام

اس خط کا جواب لکھو۔ اگر حکیم صاحب کوئی دوا ان تجویز فرمائیں تو دوا جلد ارسال فرمائیے

محمد اقبال

کے پرائیویٹ ملازم ہیں سینکڑوں مریض ان کے زیر علاج ہوں گے جن کو چھوڑ کر آنا ان کے لیے نہایت مشکل ہے۔ اس کے علاوہ اتنے طویل سفر کے متحمل نہیں۔ بہر حال آپ حیدری صاحب کی خدمت میں اس غلطی کی معذرت کر دیجیے اور اس کے لیے مزید کوشش ترک کر دیجیے۔

دو دوائیاں جو آپ نے بھیجی تھیں ان کا استعمال آج آٹھ نو روز سے جاری ہے دوروں کے تواتر میں بہت افاقہ ہے اور صحت اپنی اصلی حالت کی طرف رفتہ رفتہ عود کر رہی ہے۔ ہاں پیٹھ کا درد جس کا حال حکیم صاحب کو[1] اچھی طرح سے معلوم ہے باقی ہے یا ایک مدت کے بعد عود کر آئی ہے۔ ڈاکٹر بھی کہتے ہیں کہ اس درد کا تعلق بھی قلب کی کمزوری سے ہے۔ حکیم صاحب کی خصوصی توجہ کی ضرورت ہے۔ پیٹھ کے اوپر کے نصف حصہ میں یعنی گردن سے لے کر دونوں شانوں کے درمیان تک یہ درد ہوتی ہے اس شکایت کے علاوہ دوسری شکایت یہ ہے کہ اجابت باقاعدہ اور کھل کر نہیں ہوتی تیسری شکایت یہ ہے کہ رات کو نیند شب کے پہلے حصہ میں بہت کم آتی ہے۔ آخری حصہ میں البتہ کچھ نیند آتی ہے پیٹھ کی درد بالعموم رات کو ہوتی ہے۔ یہ تینوں شکایات یعنی

(۱) پیٹھ کی درد (۲) اجابت کا کھل کر نہ ہونا اور (۳) نیند کی کمی۔

حکیم صاحب کی خصوصی توجہ کے لائق ہے۔ میری طرف سے ان کی خدمت میں بہت بہت سلام اور شکریہ عرض کیجیے۔ اگر ان کی مرسلہ دوائیوں سے مجھ کو متعابتہً کچھ صحت ہو گئی اور میں سفر کے لائق ہو گیا تو بہت ممکن ہے کہ میں خود ان کی خدمت میں زبانی مشورت کے لیے حاضر ہوں گا۔ فی الحال ڈاکٹروں نے مجھ کو سفر سے بالکل منع کر دیا ہے۔ یہاں تک کہ اگر ایک کمرہ سے دوسرے کمرے تک جانا ہو تو مجھ کو چارپائی پر ہی لے جایا جاتا ہے۔ باقی خدا کے فضل سے خیریت ہے۔ حیدری صاحب کی خدمت میں اگر آپ حاضر ہوں تو میری طرف سے سلام

---

[1] "کو" سہواً رہ گیا ہے۔ (مولف)

عرض کر دیجیے باقی جو شعر انھوں نے طلب فرمائے ہیں ان کی خدمت میں عرض کروں گا۔ پہلا شعر میرے ذہن سے اتر گیا ہے۔ اگر وہ شعر یاد آگیا اور اگر یاد نہ آیا تو نیا شعر لکھ کر تینوں شعر لکھ کر بھیج دوں گا۔ آپ ان کو اطمینان دلائیں۔
آپ کے جاوید کو پیار۔ والسلام
اس خط کا جواب اور اگر حکیم صاحب کوئی دوائی تجویز فرمائیں تو دوا جلد ارسال فرمائیں۔

محمد اقبال

(عکس) (انوار اقبال)

## ڈاکٹر مظفر الدین قریشی کے نام

لاہور

جاوید منزل

ڈیر پروفیسر مظفر الدین کل میں آپ کو ایک خط لکھ چکا ہوں جس میں میں نے اپنی تین شکایات لکھی تھیں یعنی اجابت کا کھل کر نہ ہونا، نیند کا نہ آنا اور ریڑھ کی درد۔ دو باتیں اور تھیں جن کو لکھنا بھول گیا۔ یعنی پیشاب کا کم آنا۔ ایک پاؤں میں خفیف سا ورم ہونا جو غالباً خرابی جگر کی علامت ہے۔ یہ باتیں اس سے پہلے نیازی صاحب حکیم صاحب کی خدمت میں لکھ چکے ہیں۔ احتیاطاً میں بھی لکھتا ہوں۔
میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے حیدر آباد کی طرف سے میرے اعتراض کیے جانے کے متعلق حیدری صاحب سے ذکر کیا۔ شاید آپ کو سارے حالات معلوم نہیں اس وجہ سے آپ نے ان سے ذکر کر دیا ورنہ حالات اس قسم کے ہیں کہ حیدری صاحب سے اس بات کا ذکر نا نامناسب ہے۔ آئندہ احتیاط رکھنا چاہیے۔ زیادہ کیا لکھوں۔ آپ کے بچے جاوید کو دعا۔

۳۸-۳-۲۰ محمد اقبال

(انوار اقبال)

# سید غلام میراں شاہ کے نام

جاوید منزل لاہور

مخدوم و مکرم جناب قبلہ پیر صاحب

آپ کا تار گزشتہ رات کراچی سے ملا۔ جس کو پڑھ کر بہت مسرت ہوئی۔ آپ کی بخیریت واپسی پر دلی مبارک باد پیش کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ آپ کا حج قبول فرمائے اور آپ کو اپنے دین کی محبت اور اپنے حبیب کے عشق سے مالا مال فرمائے۔ امید ہے کہ اس خط کے پہنچنے تک آپ بھی جمال الدین والی میں پہنچ گئے ہوں گے۔ والسلام

محمد اقبال

(اقبال نامہ)

---

اس خط پر کوئی تاریخ درج نہیں ہے۔ لیکن زیادہ قرین قیاس تاریخ مارچ ۱۹۳۸ء ہو سکتی ہے۔ کیونکہ مکتوب الیہ نے حج سے واپسی پر کراچی بخیریت پہنچنے کا تار دیا تھا۔ خط نمبر ۱۲۱ (ص ۲۳۰ اقبال نامہ اول)، جو جاوید منزل لاہور سے ۲۹ مارچ ۱۹۳۸ء کو لکھا گیا تھا۔ یہ زیر بحث خط سے پہلے لکھا گیا تھا کیونکہ اس خط میں سفر حج کے مکمل تاثرات ہیں جب کہ زیر نظر خط میں صرف کراچی پہنچنے کی اطلاع ہے۔ لہذا زیر بحث خط مارچ ۲۹ مارچ سے پہلے لکھا گیا ہو گا۔ چنانچہ تاریخ تحریر مارچ ۱۹۳۸ء طے کی گئی ہے۔

(صابر کلوروی ـ مکاتیب اقبال کے ماخذ ـ اقبال ریویو ص ۵۲)

# ڈاکٹر منظفر الدین قریشی کے نام

(تاریخ ندارد)

ڈیر پروفیسر منظفر الدین

اس سے پہلے دو خط لکھ چکا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ آپ نے وہ دونوں خطوط حکیم صاحب قبلہ کی خدمت میں پیش کر دئے ہوں گے جس سے ان کو میری تمام موجودہ شکایات معلوم ہو گئی ہوں گی۔ جو دوا آپ نے بھیجی تھی وہ بیس روز کے لیے تھی۔ آج بارہ روز گزر گئے ہیں صرف ۸ روز کی خوراک باقی ہے یہ آٹھ روز اس خط و کتابت میں صرف ہو جائیں گے اور جب یہ خط آپ کو ملے گا میرے پاس صرف چار روز کی دوا ہو گی۔ مہربانی کر کے اس خط کے پہنچتے ہی حکیم صاحب کی توجہ دلائیں۔ ان شکایات کو ملحوظ رکھتے ہوئے جو میں پہلے خطوں میں لکھ چکا ہوں یا تو اسی دوا میں ترمیم کی جائے یا کوئی اور دوا تجویز فرمائی جائے۔

حیدری صاحب کے مطلوبہ اشعار علاحدہ کاغذ پر لکھتا ہوں یہ ان کی خدمت میں پیش کر دیجیے۔ افسوس ہے کہ تیسرا شعر میرے حافظہ سے اتر گیا ہے مگر موجودہ دونوں شعر بھی بہت مربوط ہیں انشاءاللہ تندرست ہونے پر اور بھیج دوں گا۔ والسلام

محمد اقبال

(انوار اقبال)

---

نوٹ اس خط میں علامہ نے دوا کے متعلق تحریر کیا ہے کہ اسے موصول ہوئے بارہ دن ہو چکے ہیں۔ جب کہ سابقہ خط محررہ ۲۹ مارچ ۱۹۳۸ء میں آٹھ نو روز مذکور ہے۔ لہذا یہ خط ۲۹ مارچ سے تین چار دن بعد لکھا گیا ہوگا۔ یعنی یکم یا دو اپریل ۱۹۳۸ء۔ اس لحاظ سے یہ خط ڈاکٹر منظفر الدین قریشی کے نام علامہ کا آخری خط ہے۔

(صابر کلوروی۔ مکاتیب اقبال کے ماخذ، اقبال ریویو، ص ۷۷)

# (سید) ضرار کاظمی کے نام

مکرمی بندہ السلام علیکم

اللہ کے فضل سے آگے سے میری طبیعت بہتر ہے اور زیادہ کیا لکھوں۔

والسلام

محمدؐ اقبال

(غیر مطبوعہ) جاوید منزل لاہور

(عکس) ۸-۴-۱۴

---

نوٹ: درج بالا خط پوسٹ کارڈ پر لکھا گیا۔ اقبال اتنے علیل تھے کہ اس پر دستخط بھی نہ کر سکے۔ پوسٹ کارڈ کے دونوں طرف کے عکس پیش کیے جا رہے ہیں جن سے اس خط کی تاریخ تحریر کے تعین میں امداد ملی۔ ڈاک کی مہر سے صاف ظاہر ہے کہ خط ۱۹۳۸ء میں لکھا گیا ہے۔

ڈاکٹر نذیر احمد صاحب (سابق پروفیسر شعبۂ فارسی علی گڑھ مسلم یونیورسٹی) نے یہ پوسٹ کارڈ ضرار کاظمی صاحب کے بیٹے سید اختر کاظمی صاحب سے حاصل کیا اور مولف کو مرحمت فرمایا جس کے لیے وہ ان کا بے حد ممنون ہے۔

چنانچہ اس خط کی تاریخ تحریر ۱۴/اپریل ۱۹۳۸ء متعین ہوئی۔

(مولف)

مکرمی بندہ السلام علیکم

آپ کا [illegible] آگے سے بہتر

لکھیے تو بہتر ہے۔ اور زیادہ

کیا لکھوں۔ والسلام

محمد اقبال

جاوید منزل لاہور

[illegible]

POST CARD
ADDRESS ONLY
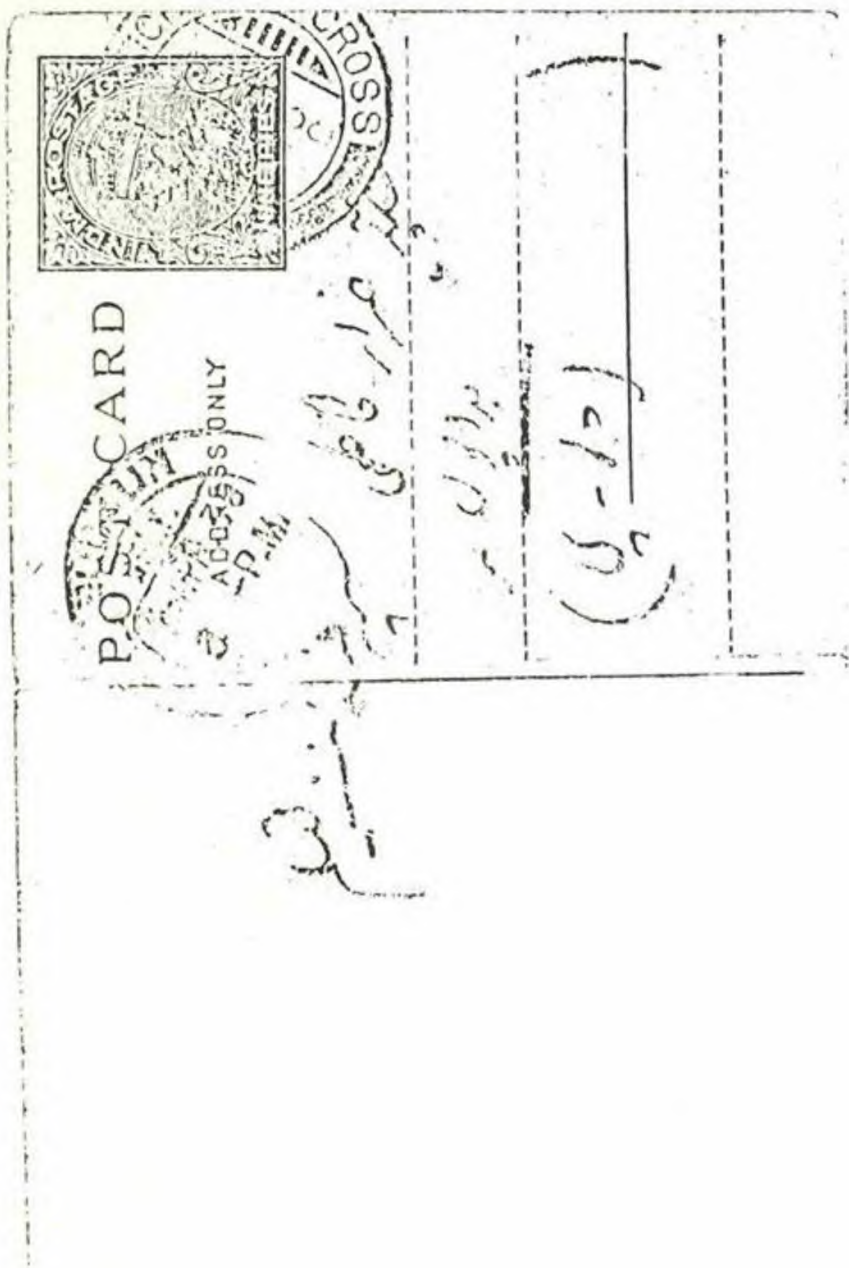
# شعیب قریشی کے نام

ڈاکٹر محمد اقبال

جاوید منزل، لاہور

۱۶ر اپریل ۱۹۳۸ء

ذاتی اور خفیہ

سلام مسنون

ایک مدت سے تم کو خط لکھنے کا ارادہ کر رہا تھا مگر آنکھوں میں موتیا بند اُتر آیا۔ اس کی وجہ سے لکھنا پڑھنا محال ہو گیا۔ یہ خط اپنے دوست سید نذیر نیازی کے ہاتھوں لکھوا رہا ہوں۔ معاف کیجیے۔ آنکھ کا آپریشن ستمبر میں ہوگا۔ لیکن چونکہ ڈاکٹروں کے بیان کے مطابق میری بیماری زیادہ اندوہناک صورت اختیار کر رہی ہے اس واسطے امید نہیں کہ یہ آپریشن عمل میں آئے۔ ممکن ہے کہ میرا یہ خط تمہاری طرف آخری خط ہو اور اس کا مطلب جو کچھ ہے وہ تم اچھی طرح سے خود ہی معلوم کر سکتے ہو۔ جاوید اور منیرا دونوں نابالغ ہیں ایک کی عمر چودہ سال ہے۔ لڑکی دکی، عمر سات یا ساڑھے سات سال ہے۔ میری خواہش ہے کہ تمہاری وساطت سے اعلیٰ حضرت میرے بعد ان بچوں کی طرف توجہ فرمائیں۔ زیادہ کیا لکھوں۔ صرف تم کو اور مسعود کو میرے حالات معلوم تھے۔ وہ بیچارہ تو چل بسا۔ اب میں تم پر بھروسہ کر سکتا ہوں۔ والسلام

مخلص محمد اقبال

(غیر مدون)

(عکس)

---

نوٹ علامہ اقبال کا شعیب قریشی کے نام یہ آخری دستیاب مکتوب ہے۔ پانچ دن بعد اقبال کا انتقال ہو گیا تھا۔

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵)

مکتوب بخط سید نذیر نیازی ہے خط بھیگنے کی وجہ سے خستہ ہوگیا ہے اور شعیب قریشی کا نام دھل گیا معلوم ہوتا ہے۔ تاریخ پڑھی جاتی ہے اور اس کا دھبّہ خط پر موجود ہے ۱۶ اکتوبر کو نو لکھا لاہور سے رجسٹری کی گئی تھی اور ۱۸ اپریل ۱۹۳۸ء کو بھوپال میں موصول ہوگئی تھی۔ لفافہ کے عکس سے معلوم ہوتا ہے کہ مکتوب شعیب قریشی صاحب کو ارسال کیا گیا تھا۔ اس وقت شعیب قریشی بھوپال میں تھے۔

(ڈاکٹر اخلاق اثر)

یہ خط روزنامہ "ایکشن" (ACTION) بھوپال جلد نمبر ۱۱ شمارہ نمبر ۱۶۵ بابت ۲ فروری ۱۹۹۵ء میں پہلی بار شائع ہوا۔

(مولف)

Dr. Sir Muhammad Iqbal — Lahore

Private & Confidential

# وایس چانسلر پنجاب یونیورسٹی کے نام

جاوید منزل
میوروڈ
لاہور
۱۷/اپریل ۱۹۳۸ء

جنابِ من

مجھے معلوم ہوا ہے کہ یونیورسٹی کی سنڈیکیٹ کے فیصلہ کے بموجب پروفیسر حافظ محمود شیرانی، لیکچرار اردو، اورنیٹل کالج لاہور آیندہ اکتوبر میں ملازمت سے سبکدوش ہونے والے ہیں۔ میرے لیے یہ حیرانی کا باعث ہے اور میں اس ضمن میں مندرجہ ذیل چند سطور آپ کی خدمت میں تحریر کرنا چاہتا ہوں۔

میرے علم کی حد تک شیرانی صاحب ایک غیر معمولی اور زبردست شہرت کے سکالر ہیں۔ انھوں نے اردو و فارسی ادب میں چند مسائل پر حد درجہ انفرادی اور اچھوتی تحقیق و تدقیق کی ہے۔ ان کی تصنیف "پنجاب میں اردو" کی پذیرائی بطور ایک تحقیقی کارنامہ کے نہ صرف عوام میں بلکہ ہندوستان کے مختلف ادبی اداروں میں بھی ہوئی ہے۔ ہندوستان کی مختلف یونیورسٹیوں میں یہ کتاب ایم۔ اے کے کورس میں داخل ہے۔ مزید برآں انھوں نے مختلف ادبی جریدوں میں اتنی کثیر تعداد میں اچھوتے مقالے لکھے ہیں کہ ان کا شمار یہاں مشکل ہے اور ابھی تک کتابی صورت میں شائع نہیں ہوئے ہیں۔

جب پروفیسر شیرانی انگلستان میں تھے تو انھوں نے ایک انگریزی تصنیف "دی وائیز اینڈ پروگریس آف محمڈن ازم" کا مخطوطہ دریافت

کیا بوڈاکٹر ہنری سٹبز[1] ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ نے لکھا تھی۔ پروفیسر شیرانی نے نہایت قابلیت سے اسے مرتب کیا اور اس پر ایک عالمانہ حاشیہ کا اضافہ کیا۔ جس میں ان تمام قصے کہانیوں کا تجزیہ تھا جو قدیم انگریزی ادب میں اسلام کے متعلق عام طور پر مشہور تھیں۔

پروفیسر شیرانی کے ذاتی کتب خانہ میں اردو و فارسی کے تقریباً پانچ ہزار نادر مخطوطات اور مطبوعات موجود ہیں اور ان کے ذخیرہ میں ہندوستان کے مسلم حکمرانوں کے تقریباً آٹھ ہزار سکے محفوظ ہیں۔

وہ اس وقت ملازمت سے سبکدوش ہو رہے ہیں جب اصل میں وہ اپنے وسیع تجربہ تبحر علمی اور وسیع النظری کی بدولت مزید متعدد سالوں تک خود تحقیقی کام کرنے اور ریسرچ کی رہنمائی کے اہل ثابت ہو سکتے ہیں۔ ایک پسماندہ ملک میں جیسا کہ ہمارا ملک ہے جہاں مشرقی علوم اور ان کی ترویج و تعلیم روبہ زوال ہے میرے نزدیک ان کی صلاحیت اور استعداد کے آدمی کو کسی صورت میں بھی سبکدوش نہیں کرنا چاہیے۔

میرے خیال میں یہ سنڈیکیٹ کا نہایت ہی افسوسناک فیصلہ رہا ہے اور مجھے اب بھی امید ہے کہ اگر یونیورسٹی میں ان کی خدمات سے مستفید ہونے کی کوشش کی گئی تو یہ ہمارے صوبہ میں علوم مشرقیہ کے فروغ کے لیے ایک بڑی خدمت ہو گی۔

آپ کا مخلص
محمدؐ اقبال

(انگریزی سے)
(غیر مطبوعہ)

[1] متوفی ۱۶۷۲ء

# ضرار احمد کاظمی کے نام

لاہور

۱۸ر اپریل ۱۹۳۸ء

مکرم بندہ ۔السلام علیکم

آپ کا نوازش نامہ آیا ۔ پڑھ کر خوشی ہوئی ۔ آپ بدایوں جیسے مردم خیز خطہ میں اقبال ڈے منارہے ہیں ۔ خدا آپ کو مبارک کرے ۔

میں اور علامہ یوسف علی صاحب نے آپ کا آرٹ بابت شکوہ اور جواب شکوہ مولانا حالی کی برسی پر دیکھا تھا ۔میرا اور مبصر زمانہ علامہ عبداللہ یوسف علی صاحب کا یہ خیال ہے کہ اگر آپ نے کافی مشق و مہارت کے بعد اس فن میں کمال حاصل کرکے شکوہ اور جواب شکوہ کو دنیائے اسلام کے سامنے پیش کر دیا ۔ تو آپ فنِ مصوری میں ایک نیا اضافہ کرکے اپنے فن کا ایک نیا اسکول قائم کر رہے ہیں ۔ اور میں سمجھتا ہوں جب یہ چیز ایسی شان کے ساتھ پایۂ تکمیل کو پہنچ جائے گی تو دنیا یقینی طور سے اس کو " کاظمی اسکول " کے نام سے موسوم کرے گی ۔ آپ محض فنِ مصوری میں اضافہ نہیں کر رہے ۔ بلکہ دنیائے اسلام میں بحیثیت " مصورِ اقبال " ایک زبردست خدمت انجام دے رہے ہیں جو کہ شاید قدرت آپ ہی سے لینا چاہتی ہے ۔ پوری مہارتِ فن کے بعد اگر آپ نے جاوید نامہ پر خامہ فرسائی کی تو ہمیشہ زندہ رہو گے ۔

میری طبیعت پہلے سے اچھی ہے مگر حالت روز بروز ابتر نظر آتی ہے ۔ بوجہ کمزوری کے دوسرے صاحب سے خط لکھوا رہا ہوں خدا سے دست بہ دعا ہوں کہ وہ آپ کو آپ کے نیک ارادوں میں کامیابی عطا کرے ۔ مجھ کو آپ کا مستقبل روشن نظر آتا ہے ۔ آپ میرے لیے اللہ سے

دعا کریں کہ یا تو صحت کلی دے یا ساتھ ایمان کے اٹھالے والسلام

محمدؐ اقبال

جاوید منزل ۔ لاہور

(اقبال نامہ)

## ممنوںؔ حسن خاں کے نام[1]

جاوید منزل لاہور

۱۹ / اپریل ۱۹۳۸ء

ڈیر ممنوں

آپ کا خط کئی روز ہوئے ملا تھا افسوس کہ شدید علالت کی وجہ سے میں جواب نہ لکھوا سکا۔ دمے کے متواتر دوروں نے مجھے زندگی سے تقریبًا مایوس کر دیا تھا مگر اب خدا کے فضل سے کچھ افاقہ ہے گو کلی طور پر ابھی صحت نہیں ہوئی آنکھوں کا آپریشن مارچ میں ہونے والا تھا مگر دمے کی وجہ سے اسے ملتوی کرنا پڑا۔ اب بشرطِ زندگی انشاء اللہ ستمبر میں ہو گا۔

حیات[2] صاحب سے میرا بہت بہت سلام کہیے۔ اب آپ کے فرائض منصبی کیا

---

[1] یہ علامہ کا آخری دستیاب خط ہے۔

(مولف)

[2] حسن محمد حیات صاحب کا شمار بھوپال کے ممتاز لوگوں میں ہوتا تھا، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں نواب بھوپال کی طالب علمی کے زمانے میں ان کے دوستوں میں سے تھے اور بعد میں ان کے پرائیویٹ سکریٹری مقرر ہو گئے تھے۔

(ممنون حسن خاں صاحب مرحوم۔ ایک نجی خط سے اقتباس)

ہیں کیا آپ اعلیٰ حضرت کی پیشی میں ہیں؟ زیادہ کیا لکھوں۔ امید کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔

مخلص

محمد اقبال

(اقبال نامہ)

# فہرست حواشی ــــ جلد چہارم

## (امام) بخاری (۱۹۴ھ/۸۱۰ء/ ۲۵۶ھ/۸۷۰ء)

ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن المغیرہ الجعفی کی ولادت شہر بخارا میں ۱۳ رشوال ۱۹۴ھ مطابق ۲۱ رجولائی ۸۱۰ء کو ہوئی۔ یہ فارسی الاصل تھے۔ ان کے دادا المغیرہ خاندان کے پہلے فرد ہیں جو حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اور دینی علوم بخارا کے مکاتب و مدارس میں حاصل کی۔ گیارہ سال کی عمر ہی میں فن حدیث کی طرف ان کی رغبت بڑھی۔ ۲۱۰ھ میں عالم اسلام کے اہم مقامات کا سفر انھوں نے وہاں کے محدثین سے حدیثیں سننے اور جمع کرنے کے لیے اختیار کیا۔ وہ بلخ، مرو، نیشاپور آ گئے اور پھر عراق پہنچے اور بصرہ، کوفہ و بغداد کے محدثین سے فیض اٹھاتے ہوئے حرمین شریفین، دمشق، عسقلان، حمس ہوتے ہوئے قاہرہ وارد ہوئے۔ وہاں کے قیام کے دوران ان کی شہرت دور دور پھیل گئی اور طلبا رحدیث دور دور کے علاقوں سے آ کر ان کے دوران سفر مستفید ہونے لگے۔ آخرالامر یہ اپنے شہر بخارا واپس آئے اور مسجد بخاری میں حدیث کا درس دینے لگے۔ انھوں نے پوری زندگی حدیث کی خدمت میں گزار کر سمرقند کے پاس ۳۰ رمضان ۲۵۶ھ/ ۳۱ راگست ۸۷۰ء کو وفات پائی۔ ان کی تصانیف میں بیس پچیس کتابوں کے نام ملتے ہیں، جن میں سے کچھ نا پید ہیں۔ کچھ مخطوطات کی شکل میں محفوظ ہیں۔ پانچ سات کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔

الجامع الصحیح جس کا شمار صحاح ستہ میں ہوتا ہے۔ ان کی سب سے اہم کتاب ہے جس کی ترتیب میں ۱۶ سال انھوں نے صرف کیے۔ انھوں نے چھ لاکھ حدیثوں سے نو ہزار تراسی (۹۰۸۳) احادیث کا انتخاب کیا۔ انھیں ابواب فقہ پر ستانوے (۹۷) فصول پر مرتب کیا۔ بعض احادیث حسب ضرورت مختلف ابواب

میں انھوں نے درج کی ہیں اس طرح مکررات سے قطع نظر کیا جائے تو احادیث کی تعداد چار ہزار چھ سو دو (۴۶۰۲) ہوتی ہے۔ علماء نے صحیح بخاری کو اصح الکتب بعد کتاب اللہ لکھا ہے۔

الجامع الصحیح غالباً پہلی مرتبہ لائیڈن (LIEDEN ، ہالینڈ) میں ۱۲۸۵ھ/۱۸۶۸ء میں چھپی۔ پھر مصر سے اس کا ایک ایڈیشن ۱۲۹۶ھ/۱۸۷۹ء میں نکلا اس کے بعد سے اب تک اس کے سیکڑوں ایڈیشن نکل چکے ہیں۔

اس کی متعدد شرحیں لکھی گئیں اور متعدد مختصرات مرتب کیے گئے۔ کرمانی قسطلانی عینی، دمامینی، العسقلانی کی شرحیں اور فرخی، تیمی، ازدمی، زبیدی اور حلبی کے مختصرات مشہور ہیں۔ اس کتاب کا متعدد زبانوں میں ترجمہ ہوا۔ ہندوستان و پاکستان میں اس کتاب کے متعدد ترجمے ہوئے جو شائع ہو کر بہت مقبول ہوئے۔

مآخذ:


١ بروکلمن: (BROCKELMANN ، تاریخ ادب عربی (تعریب) ۲/۱۶۷
۲ ابن خلکان وفیات الاعیان ۴/۱۸۸ مرتبہ احسان عباس (بیروت)
۳ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام ۳/ ۱۹۴ -
۴۔ القاموس الاسلامی از احمد عطیۃ اللہ ۱/ ۲۸۴ (القاہرہ ۱۹۶۳)
۵۔ عبدالسلام مبارک پوری، سیرت البخاری۔ الہ آباد، ۱۳۶۷ھ



خاص شکریہ:

جناب پروفیسر مختار الدین احمد صاحب مسلم یونیورسٹی علی گڑھ۔

# علامہ سیوطی

(۸۴۹ھ - ۹۱۱ھ)

جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر سیوطی عہد ممالیک کے مشہور عالم اور کثیر التصانیف مصنف تھے۔ وہ قاہرہ میں ۸۴۹ھ میں پیدا ہوئے۔ انھوں نے وہاں کے مشہور اساتذہ سے تفسیر، حدیث، فقہ، نحو و معانی و بیان اور طب وغیرہ کی کتابیں پڑھیں وہ البلقینی کے مشہور شاگردوں میں ہیں ۸۶۹ھ میں سارے علوم کی تکمیل کے بعد وہ شیخونیۃ کی درسگاہ میں اپنے والد کی جگہ تدریس پر مامور ہوئے۔ ۸۹۱ھ میں وہ مدرسہ البیبرسیۃ میں منتقل ہوگئے لیکن ۹۰۶ھ میں وہ اس منصب سے سبکدوش ہوکر اپنا سارا وقت تالیفات و تصنیفات میں صرف کرنے لگے۔ سیوطی کے علمی وادبی مشاغل کی، جن کا آغاز ان کی عمر کے سترھویں سال ہی میں ہوگیا تھا، ایک نمایاں خصوصیت ان کی غیر معمولی ہمہ گیری ہے۔ وہ بڑے جامع العلوم عالم اور وسیع النظر مصنف تھے۔ براکلمان نے ان کے کتب و رسائل کی تعداد ۴۱۵ بتائی ہے جو اس کی تاریخ ادب عربی کے تکملے میں بلیس صفحات پر پھیلی ہوئی ہیں۔ فلوگل نے تعداد تصانیف ۵۶۱ لکھی ہے اور ایک متاخر مصنف نے ۵۷۶، لیکن اصل تعداد اس سے بھی زائد ہو تو عجب نہیں۔ سیوطی نے علوم کے تمام شعبوں میں طبع آزمائی کی ہے ان کی بعض تصانیف فی الواقع بہت قیمتی ہیں۔ دائرۂ معارف اسلامیہ میں ان کی مطبوعہ کتابوں کی فہرست درج ہے۔ ان کی مشہور مطبوعہ کتابوں میں تفسیر جلالین (باشتراک جلال الدین المحلی متوفی ۸۶۴ھ) تفسیر الاتقان، الجامع الصغیر، المزہر، شرح شواہد المغنی، حسن المحاضرۃ فی اخبار مصر والقاہرہ، تاریخ الخلفا، بغیۃ الوعاۃ، طبقات المفسرین اور مذکورہ بالا تفسیر قرآنی اور اس کا خلاصہ قابل ذکر ہیں۔ سیوطی نے قاہرہ میں ۹۱۱ھ میں وفات پائی۔

# ابن ماجہ (۲۰۹ھ/۸۲۴ء – ۲۷۳ھ/۸۸۶ء)

ان کا نام ابو عبداللہ محمد بن ماجہ قزوینی تھا۔ کہا جاتا ہے کہ ماجہ ان کے والد کا لقب تھا۔

ابن ماجہ عجمی نژاد تھے۔ عراق کے شہر قزون میں ۲۰۹ھ/۸۲۴ء میں پیدا ہوئے۔ ۲۳۰ ہجری کے بعد ابن ماجہ نے احادیث و آثار جمع کرنے کی غرض سے عرب، عراق، شام، مصر اور خراساں کے سفر کیے۔

ابن ماجہ کی مشہور و معروف تصنیف سننِ ابن ماجہ ہے جو صحاح ستہ میں شمار کی گئی ہے۔ اس کی متعدد شرحیں لکھی گئیں ہیں۔ اس میں چار ہزار تین سو اکتالیس (۴۳۴۱) احادیث ہیں۔ ان میں سے تین ہزار دو (۳۰۰۲) حدیثیں تو وہ ہیں جو صحاح ستہ کی باقی پانچ کتابوں میں بھی موجود ہیں اور باقی تیرہ سو انتالیس (۱۳۳۹) حدیثیں ایسی ہیں جو زوائد ابن ماجہ ہیں۔

انھوں نے ۸ رمضان المبارک ۲۷۳ ہجری مطابق ۱۸ فروری ۸۸۶ء کو وفات پائی۔

ماخذ :

۱۔ اردو دائرۃ المعارف اسلامیہ، جلد اوّل ص ۶۷۶۔۶۷۸۔ پنجاب یونیورسٹی، لاہور۔

۲۔ حبیب الرحمٰن خیرآبادی۔ تذکرۃ المصنفین، ص ۳۳۳۔ ۳۳۴۔

# ابراہیم پاشا ( متوفی ۱۸۴۸ء)

ابراہیم پاشا مصر کے جلیل القدر نائب السلطنت محمد علی ( ۱۸۹۵ — ۱۸۴۸ء) کا بڑا بیٹا تھا۔ وہ ۱۷۸۹ء میں پیدا ہوا اس کا سن ولادت ۱۷۸۶ء بھی بیان کیا جاتا ہے ۱۸۰۶ء میں ابراہیم کو اس خراج کی ضمانت میں بحیثیت یرغمال بھیجا گیا جو اس کے باپ نے دینے کا وعدہ کیا تھا۔ ۱۸۰۷ء میں اسکندریہ سے برطانوی بیڑہ کے کی روانگی کے بعد اس کو واپس بھیج دیا گیا ۱۸۱۱ء میں مملوک خاندان کے کشت و قتل کے بعد ابراہیم کو شمالی مصر میں نعینات کیا گیا اس نے مملوک خاندان کے بقیہ لوگوں کو نوبیہ ( ) کے علاقے کی طرف نکال باہر کیا۔ بدّوں کو تابع کیا اور ملک میں امن وامان قائم کیا۔ ۱۸۱۶ء کے اوایل تک شمالی مصر کا انتظام والفرام ابراہیم پاشا کے ہاتھوں میں رہا۔ اس کی خدمات کے صلہ میں اس کو پاشا کا خطاب دیا گیا۔

۱۸۱۶ء میں اس کے باپ نے ابراہیم پاشا کو ملک عرب بھیجا تاکہ وہ وہابیوں کا قلع قمع کرے۔ ان کے خلاف اس کا بھائی ۱۸۱۱ سے ۱۸۱۳ء تک اور خود محمد علی ۱۸۷۳ء سے ۱۸۹۵ء تک کامیابی سے محاذ آرا تھے۔ تین سال کی جنگ وجدل کے بعد ابراہیم پاشا نے وہابیوں کو ان کے اپنے ہی میں شکست دی اور عرب وسطیٰ کو زیر نگیں لے آیا۔

دسمبر ۱۸۱۹ء میں ابراہیم پاشا بحیثیت فاتح قاہرہ آیا۔ اس کے جلد بعد ہی سلطان نے اس کو DJUDDA کا گورنر مقرر کیا۔ اس کے بعد ابراہیم پاشا کا تقرر بحیثیت کمانڈران چیف ہوا۔ ۱۸۲۲ء کے اوائل میں ابراہیم پاشا بیمار ہو کر قاہرہ واپس آیا۔ کچھ دنوں نئی فوجوں کی

تربیت کا کام اس کے سپرد ہوا۔

جب یونانیوں نے دولت عثمانیہ کے خلاف بغاوت کی تو محمد علی نے سلطان محمود ثانی (۱۸۰۸ – ۱۸۳۲ء) کی درخواست پر ۱۸۲۲ء میں بغاوت فرو کی اور ابراہیم پاشا نے ۱۸۲۵ء میں جنوبی یونان فرانس اور روس میں موریہ (Morea) میں کامیاب معرکہ آرائی کی۔ جس کے نتیجہ میں دول یورپ۔ انگلستان نے اس جنگ میں شرکت کی اور اکتوبر ۱۸۲۷ء میں نوارینو کی جنگ (Battle of Navarino) میں عثمانیہ اور مصری بیڑے کو نیست و نابود کر دیا اور اگلے سال موریہ کا علاقہ بھی خالی کرالیا۔

۱۸۳۱ء میں محمد علی نے عثمانی فوجوں کو اناطولیہ میں قونیہ کے مقام پر دسمبر ۱۸۳۲ء میں شکست دی۔ ۱۸۳۳ء میں سلطان ترکی نے شام کا علاقہ محمد علی کے حوالے کر دیا ۱۸۳۹ء میں عثمانیہ فوجیں پھر شام میں داخل ہوئیں تو ابراہیم پاشا نے نیزب (Nigip/Nigib)، کی جنگ میں ان کو شکستِ فاش دی۔ ۱۸۴۰ء میں ابراہیم پاشا کو شام سے اپنی فوجیں ہٹانا پڑیں۔ اب قومیت کا جذبہ برابر ابھر رہا تھا اور ابراہیم پاشا نے عرب سپاہیوں میں نئی روح پھونک دی اور ان کو لے کر ایک شاندار عرب فوج کھڑی کر دی۔ یہ اس کا ایک نمایاں کارنامہ تھا۔

جولائی ۱۸۴۸ء میں ابراہیم پاشا نے حکومت کی باگ ڈور سنبھالی تو نومبر میں اس کا انتقال ہوگیا۔

---

لہ اس محاربہ کی تاریخ کے بارے میں اقبال کا مکتوب مورخہ ۹ر فروری ۱۹۳۶ء ملاحظہ ہو۔ (مولف)

**مآخذ :**

دائرۃ المعارف اسلامیہ (جدید ایڈیشن) مرتبہ بی۔ لیوس
جلد سوم، لائیڈن۔ ای جے۔ ۱۹۷۱ء

# اظہر عباس (۱۹۱۲ - ۱۹۶۸ء)

خواجہ اظہر عباس مولانا حالی کے نواسے خواجہ غلام الثقلین کے بیٹے اور خواجہ غلام السیدین کے چھوٹے بھائی تھے۔ یہ ۱۹۱۲ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم کے بعد انھوں نے علی گڑھ سے بی۔اے۔ ایل ایل بی کیا اور اس کے بعد دہلی آکر کئی سال تک حالی پبلشنگ ہاؤس چلاتے رہے۔ جس نے "مسدس حالی" اور دیگر شعر و ادب کی اہم کتابیں شائع کیں۔

بعد ازاں خواجہ اظہر عباس حکومت ہند کے ڈائرکٹریٹ جنرل آف سپلائی اینڈ ڈسپوزلز DIRECTORATE GENERAL OF SUPPLY AND DISPOSALS، میں آفیسر مقرر ہو گئے اور وہاں ۱۹۶۱ء تک کام کیا۔ پھر بمبئی جاکر سکونت پذیر ہو گئے۔ انھوں نے ۱۹۶۸ء میں انتقال کیا۔

خواجہ اظہر عباس کو ادب اور شاعری سے گہرا لگاؤ تھا۔ انھیں کھیلوں سے بہت دل چسپی تھی اور ان کی حسِ ظرافت مشہور تھی۔

ماٰخذ۔

بصد شکریہ۔

ڈاکٹر سیدہ سیدین حمید صاحبہ، سیدین منزل، جامعہ نگر، نئی دہلی

# ابو شیبہ (متوفی ۱۶۹ھ)

ابراہیم بن عثمان ابو شیبہ الواسطی العبسی ۔ یہ رواۃ حدیث میں ہیں۔ حکیم بن عینیہ، ابوالسحاق السبیعی اور الحمش ان کے اساتذہ ہیں تھے۔ شعبہ، حریر بن عبدالحمید، ولید بن مسلم، زید بن الحباب، یزید بن ہارون، علی بن الجعد وغیرہم ان کے تلامذہ ہیں خاصی شہرت رکھتے ہیں۔ یہ بہت دنوں تک واسط کے عہدۂ قضا پر مامور رہے۔ یزید بن ہارون نے انھیں اپنے عہد کا بے حد انصاف پسند قاضی لکھا ہے۔ ابن موی نے ان کی ہر چند رویات کو صالح بتایا ہے لیکن فنِ رجال کے ائمہ نے راوی کی حیثیت سے انھیں ضعیف اور غیر موثق قرار دیا ہے۔ امام ترمذی نے انھیں منکر الحدیث، نسائی، دولابیؒ اور محمد طاہر الفتنی نے متروک الحدیث لکھا ہے۔ ابو حاتم، ابن سعد اور دارقطنی نے ضعیف الحدیث، الجوزجانی نے ساقط اور ابو علی نیشاپوری نے ضعیف لکھا ہے۔ ان کا سال ولادت معلوم نہیں، سال وفات ۱۶۹ھ ہے۔

مصادر :

ابن حجر العسقلانی : تہذیب التہذیب ۱/ ۱۴۴-۱۴۵ مطبوعہ دائرۃ المعارف، حیدر آباد ۱۳۲۵ھ

القسطلانی : ارشاد الساری ۹/ ۱۱۳ -

بصد شکریہ : پروفیسر مختار الدین احمد صاحب، علی گڑھ ۔

# (پروفیسر) ام. اسحاق (۱۸۹۸ - ۱۹۶۹ء)

پروفیسر ام (محمد) اسحاق کلکتہ میں یکم نومبر ۱۸۹۸ء کو پیدا ہوئے۔ ان کے والد الحاج عبدالرحیم آرہ (بہار) کے رہنے والے تھے۔ محمد اسحاق کی ابتدائی تعلیم مدرسہ عالیہ اور ہیراسکول (HARE SCHOOL) میں حاصل کی پھر سینٹ زیو کالج (ST. XAVIER COLLEGE) میں داخلہ لیا اور سکاٹش چرچ کالج سے ۱۹۲۱ء میں بی۔ ایس سی پاس کیا۔ بعدازاں انھوں نے سائنس سے روگردانی کرکے کلکتہ یونیورسٹی سے عربی میں ایم۔ اے کا امتحان امتیازی حیثیت سے پاس کیا اور یونیورسٹی میں اول آئے۔

محمد اسحاق نے کچھ عرصہ کلکتہ کارپوریشن میں لائسنس انسپکٹر کی حیثیت سے ملازمت کی۔ پھر ۱۹۲۴ء میں ڈھاکہ یونیورسٹی میں عربی و اسلامیات کے اسسٹنٹ پروفیسر مقرر ہوگئے۔ ۱۹۲۶ء میں ان کا تقرر کلکتہ یونیورسٹی میں عربی اور فارسی کے عارضی لیکچرار کی حیثیت سے ہوگیا اور ۱۹۲۷ء میں اسی عہدہ پر مستقل کردئے گئے اور ۳۳ سال تک اس یونیورسٹی میں بیش بہا خدمات انجام دیں۔ ۱۹۶۰ء میں شعبہ عربی و فارسی کے ریڈر کی حیثیت سے ملازمت سے سبکدوش ہوئے۔

اگرچہ پروفیسر اسحاق عربی زبان و ادب کے عالم تھے لیکن انھوں نے جلد ہی فارسی ادبیات کو اپنا میدان بنایا۔ چنانچہ ۱۹۳۰ء میں ریسرچ کی غرض سے ایران گئے۔ ۱۹۳۸ء میں انگلستان جاکر سکول آف اورنیٹل اینڈ افریکن اسٹڈیز School of Oriental and African Studies میں داخل ہوئے اور وہاں سے ۱۹۴۰ء میں لندن یونیورسٹی کی ڈاکٹریٹ حاصل کی۔

اسی دوران ڈاکٹر اسحاق کی شہرت فارسی زبان وادب کے اسکالر کی حیثیت کے سے چاردانگ عالم میں پھیل گئی تھی۔ ۱۹۳۴ء میں انھوں نے حکومتِ ایران کی دعوت پر تہران اور طوس میں ولادتِ فردوسی کے جشنِ ہزار سالہ میں شرکت کی۔ ڈاکٹر اسحاق نے ایران کا آخری سفر اگست، ستمبر ۱۹۶۶ء میں کیا اور تہران میں ایران شناس دانشوروں کی عالمی کانفرنس میں شریک ہوئے۔ ان کے حلقۂ احباب میں ایران کے مشہور ادبا اور شعرا شامل تھے جن میں ملک الشعرا محمد تقی بہار، پروفیسر پور داؤد، ڈاکٹر لطف علی صورتگر، ڈاکٹر مجتبیٰ امینوی ممتاز تھے۔ ان کے علاوہ ڈاکٹر علی اصغر حکمت سے ان کے خصوصی دوستانہ مراسم تھے جو ہندوستان میں ایران کے سفیر اور برسوں اپنے ملک ملک کے وزیر خارجہ و تعلیم رہے۔

ڈاکٹر اسحاق کا سب سے نمایاں کارنامہ ۱۹۴۴ء میں کلکتہ میں (ایران سوسائٹی) کا قیام تھا۔ انھوں نے سہ ماہی جریدہ " (انڈو ایرانیکا) (Indo-Iranica) " اور "مجلہ روابط فرہنگی ہند" جاری کیا۔ ان کی کوششوں کی بدولت ایران سوسائٹی نے البیرونی اور ابن سینا کا ہزار سالہ جشنِ ولادت شاندار پیمانہ پر منایا۔ اسی ادارہ نے ملا صدرا کی دوسو پچاس سالہ اور پروفیسر ایڈورڈ براؤن کے صد سالہ جشنِ ولادت کا اہتمام کیا۔ ڈاکٹر اسحاق کو متعدد اعزازات سے نوازا گیا۔ حکومتِ ایران نے ان کی یادگار تصنیف "سخنورانِ ایران در عصرِ حاضر" پر ان کو "نشانِ علمی" میڈل عطا کیا۔ ۱۹۵۹ء میں ان کو ادبیات فارسی ہند میں نمایاں خدمات کے صلہ میں گولڈ میڈل دیا گیا۔ ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ نے ان کو فیلو منتخب کیا۔ علاوہ ازیں وہ کلکتہ، علی گڑھ، بمبئی، پٹنہ اور دیگر یونیورسٹیوں سے بھی وابستہ رہے۔

ڈاکٹر اسحاق نے متعدد علمی وادبی تصانیف اپنی یادگار چھوڑی ہیں جن میں "سخنورانِ ایران در عصرِ حاضر"، "ہفت اقلیم" Four Eminent Poetesses of Iran (ایران کی چار ممتاز شاعرات) اور "رضوان الجنت فی اوصافِ مدینۃ ہرات"، شامل ہیں۔ ۱۹۵۱ء میں انھوں نے رایل ایشیاٹک سوسائٹی بنگال میں محفوظ عربی مخطوطات

کی فہرست مرتب اور شائع کی۔ وہ ”دورِ غزنوی کے ایرانی شعرا“ مرتب کر رہے تھے کہ پیامِ اجل آگیا۔

ڈاکٹر اسحاق نے ۱۲ر ستمبر ۱۹۶۹ء کو انتقال کیا۔

ماخذ :

ایران سوسائٹی — انڈو ایرانیکا، جلد ۲۲، شمارہ ۳ اور ۴ ص ۶-۱-
ستمبر۔ دسمبر ۱۹۶۹ء، کلکتہ ۱۶ -

# (ڈاکٹر) خان بہادر) احمد بخش

بھوپال کے رہنے والے تھے۔ پہلے اندور میں ملازم تھے۔ اس کے بعد نواب صاحب نے ان کو بھوپال بلا کر حمیدیہ ہسپتال میں سول سرجن مقرر کیا تھا۔ ڈاکٹر رحمٰن کے بعد وہ حمیدیہ ہسپتال کے انچارج ہو گئے تھے۔ نامی سرجن تھے۔ بڑے مذہبی آدمی تھے۔ ہمیشہ نماز پڑھ کر آپریشن کیا کرتے تھے اور ان کا ہر آپریشن قریب قریب کامیاب رہتا تھا۔ جب علامہ اقبال علاج کے لیے بھوپال گئے تھے تو ڈاکٹر احمد بخش بھی ان ڈاکٹروں کی ٹیم میں شامل تھے۔ جن کو نواب صاحب نے علامہ کے علاج کے لیے مقرر کیا تھا۔

ڈاکٹر احمد بخش کی اندور میں بڑی جائیداد تھی۔ اس کا ایک حصہ انھوں نے وقف کر دیا تھا۔

مآخذ :

بصد شکریہ :

جناب ممنون حسن خاں صاحب مرحوم، بھوپال۔

(SIR WILLIAM HERBERT EMERSON)

## سر ولیم ہربرٹ ایمرسن

(۱۸۸۱ - ۱۹۶۲ء)

سر ہربرٹ ایمرسن یکم جون ۱۸۸۱ء کو پیدا ہوا۔ کالڈے گرینج گرامر اسکول (CALDAY GRANGE GRAMMER SCHOOL) میں ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ بعدازاں میگڈلن کالج کیمبرج MAGDALEN COLLEGE سے بی۔ اے۔ کیا۔ ۱۹۰۵ء میں انڈین سول سروس کے امتحان میں کامیاب ہوا۔ یہ ۱۹۱۱ء سے ۱۹۱۴ء تک ریاست باشہر (BASHAHR) کا منیجر رہا۔ ۱۹۱۵ء میں ریاست منڈی میں سپرنٹنڈنٹ ہوا۔ ۱۹۱۷ء میں اسسٹینٹ کمشنر اور سیٹل مینٹ آفیسر پنجاب مقرر ہوا۔ ۱۹۲۲ء میں ڈپٹی کمشنر کی حیثیت سے کام کیا۔ ۱۹۲۶ء میں اس کا تقرر بحیثیت سکریٹری فنانس ہوا۔ ۱۹۳۰ء سے ۱۹۳۲ء تک حکومت ہند کا ہوم سکریٹری رہا۔ ۱۹۳۳ء میں پنجاب کا گورنر مقرر ہوا۔ اور ۱۹۳۸ء تک اس عہدہ پر فائز رہا۔

۱۹۳۹ء سے ۱۹۴۶ء تک سر ہربرٹ ایمرسن، ہائی کمشنر فور رفیوجیز HIGH COMMISSIONERS FOR REFUGEES مقرر ہوا۔ ۱۹۳۹ سے ۱۹۴۷ء تک انٹر گورنمنٹل کمیٹی آن رفیوجیز INTER-GOVERNMENTAL COMMITTEE ON REFUGEES کا ڈائریکٹر رہا۔

وہ میگڈلن کالج کیمبرج کا اعزازی فیلو بھی تھا۔
اس نے ۲۱ اپریل ۱۹۶۲ء کو وفات پائی۔

مآخذ:

ہو واز ہو، جلد ششم، ۱۹۶۱ تا ۱۹۷۰ء۔

WHO WAS WHO; VOL.VI 1961-1970

# سید احمد رضا بجنوری (ولادت ۱۹۰۷ء)

مولانا سید احمد رضا ۲۴ رجنوری ۱۹۰۷ء کو بجنور میں پیدا ہوئے۔ انھوں نے درس حدیث کی تکمیل دار العلوم دیو بند میں ۱۹۲۶ء میں کی۔ جہاں انھوں نے علامہ سیّد انور شاہ کشمیری (۱۸۷۵ - ۱۹۳۳ء) سے بطور خاص استفادہ کیا۔ جب علامہ انور شاہ ۱۹۲۸ء میں استعفیٰ دے کر دیو بند سے ڈابھیل چلے گئے تو مولانا احمد رضا بھی وہاں پہنچے اور تقریبًا دو سال تک علامہ سے استفادہ کرتے رہے۔

مولانا احمد رضا کے قلم سے اس وقت متعدد اہم علمی کارنامے سرانجام پائے۔ انھوں نے حضرت شاہ ولی اللہؒ کی "خیرکثیر" اور البدور بازغہ" نیز "تفہیمات الٰہیہ" تصحیح وغیرہ کر کے اپنی نظامت میں "مجلس علمی" ڈابھیل کے دور میں شائع کیں۔ اب وہ نادر ہیں۔ ان کے علاوہ حضرت انور شاہ کشمیری کی "مشکلات القرآن" کی تخریج کی۔ اس کے دو سال کے انوار الباری شرح اردو صحیح بخاری شریف کے نام سے انیس (۱۹) جلدوں میں شائع کی۔ (۱۹۶۱ - ۱۹۷۲ء) اس مقصد کے لیے انھوں نے حرمین و مصر و ترکی کا سفر کیا۔ نو دس ماہ کے قیام مصر کے دوران ان کتابوں کی طباعت مکمل کرائی۔

بعدازاں مولانا احسن صاحب شوقؔ نیموی کی حدیث کی شہرۂ آفاق کتاب "آثار السنن" پر مولانا احمد رضا نے مسلسل حاشیہ لکھا۔ وہ کچھ دنوں روزنامہ "الجمعیۃ"، دہلی اور دارالعلوم دیو بند کے شعبہ نشر و اشاعت سے وابستہ رہے۔

ان کی تازہ تالیفات میں "ملفوظات محدث کشمیری (علامہ انور شاہ کشمیری)" اور "تجلیاتِ انور" شامل ہیں۔ اوّل الذکر اس سے پہلے مختصر رسالے کی شکل میں "نطق انور" کے نام سے چھپی تھی۔

اس وقت مولانا کی عمر پچاسی (۸۵) سال سے تجاوز کر چکی ہے۔ وہ اپنے وطن رضا لاج، بنجارہ روڈ، بجنور (یو پی) میں مقیم ہیں۔ خدا انھیں صحت و عافیت کے ساتھ تا دیر زندہ رکھے کہ ان کی ایک اہمیت یہ بھی ہے کہ وہ اقبال کے مکتوب الیہم میں سے ہیں۔

مآخذ:

بصد شکریہ

۱ مولانا سید احمد رضا بجنوری صاحب،

۲ مولانا نور الحسن راشد، ناظم، مفتی الٰہی بخش اکیڈمی، کاندھلہ، ضلع بجنور (یو پی)

# اکبر مسعود (۱۹۱۷ء - ۱۹۷۱ء)

سر راس مسعود کے چھوٹے بیٹے سید اکبر مسعود ۶ ستمبر ۱۹۱۷ء کو پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم حیدر آباد (دکن) میں ہوئی۔ بعد ازاں تعلیم کے لیے انگلستان گئے جہاں نیو کالج، آکسفورڈ سے ۱۹۳۸ء میں انھوں نے گریجویشن کیا اور ہندوستان کی واپسی پر برطانوی فرم امپریل ٹوبیکو کمپنی (IMPERIAL TOBACCO COMPANY) میں دہلی میں ملازمت شروع کی اور ۱۹۴۷ء میں تقریباً ایک سال کمپنی کے ہیڈ آفس کلکتہ میں کام کیا اور ستمبر ۱۹۴۸ء میں اسی کمپنی میں جو تقسیم ہند کے بعد پاکستان ٹوبیکو کمپنی کہلائی اس کے صدر دفتر کراچی میں ملازمت جاری رکھی اور وفات کے وقت کمپنی کے ڈپٹی چیرمین اور ڈائرکٹر سیلز کے عہدے پر فائز تھے۔

۲۸ مارچ ۱۹۷۱ء کو اچانک حرکت قلب بند ہو جانے کے سبب رحلت فرما گئے۔

مآخذ:

بصد شکریہ

جناب جلیل احمد قدوائی صاحب، کراچی۔

# المحاسبی (متوفی ۲۴۳ھ)

ابو عبداللہ الحارث بن اسد المحاسبی کی ولادت بصرہ میں ہوئی سال ولادت معلوم نہیں۔ ان کی وفات بغداد میں ۲۴۳ ہجری میں ہوئی۔ یہ مشہور فقیہ محدث اور صوفی بزرگ گزرے ہیں۔ وہ پہلے متکلم تھے جو عقل سے کام لینے کی وکالت کرتے تھے اور جنھوں نے معتزلہ کی کلامی اصطلاحات کو سب سے پہلے انھیں کے خلاف استعمال کیا۔ آخر میں انھوں نے ایک تارک الدنیا زاہد کی زندگی اختیار کر لی تھی اور یہ اس ذہنی انقلاب کا نتیجہ تھا جو مدتوں کے غور و فکر کے بعد ظہور میں آیا۔ اشعری علماء بھی المحاسبی کو اپنا پیش رو مان کر ان کی عزت کرتے تھے۔

ان کی تصانیف میں فہم الصلوٰۃ، کتاب التوہم وصایا (یا نصائح) رسالۃ العظمۃ، شرح اللمعرفۃ المسائل فی الزہد، آداب النفوس، البعث و المنشور المسائل فی اعمال القلوب والجوارح، مائیۃ العقل کے نام ملتے ہیں۔ الرعایۃ لحقوق اللہ ان کی سب سے اہم کتاب ہے جو ۶۱ ابواب میں نصائح پر مشتمل ہے۔ جو انھوں نے اپنے شاگرد کو کی تھیں۔ یہ حیاتِ باطنی کا ایک مکمل ضابطہ و دستور پیش کرتی ہیں۔ الغزالی نے احیاء العلوم لکھنے سے پہلے اسی کتاب سے استفادہ کیا تھا اور باوجود وقتاً فوقتاً اعتراضات کے اس کی شہرت عربی بولنے والے صوفیوں میں مدت تک رہی۔ اشپرنگر نے دوا ر دار النفوس کو المحاسبی کی طرف منسوب کیا ہے لیکن یہ کتاب ان کے زمانے سے پہلے کی تصنیف ہے جسے ان کے استاد احمد بن عاصم الانطاکی نے مرتب کی تھی۔

فرانسیسی مستشرق مسینوں (MASSIGNON)، نے انسائیکلوپیڈیا آف اسلام میں ان پر مضمون لکھا ہے۔ اس نے کتاب التوہم اور الرعایہ کو بھی

غیر مطبوعہ بتایا ہے۔ پہلی کتاب ۱۹۳۷ء میں اور دوسری لائیڈن (ہالینڈ) سے ۱۹۴۰ء میں شائع ہو چکی ہے۔

مآخذ:

شکریہ بہ خاص:

پروفیسر مختار الدین احمد صاحب، علی گڑھ

لہ اس پر نوٹ کلیات مکاتیب اقبال جلد اول ص ۱۰۴۸ پر ملاحظہ کیجیے۔ (مولف)

# امام ترمذی (۲۰۹-۲۷۹ ہجری)

نام محمد بن عیسٰی کنیت ابو عیسٰی شہر ترمذ جو نہر جیحوں کا قدیمی شہر ہے وہیں بوغ نامی ایک گاؤں کے رہنے والے تھے۔ اس لیے ان کو ترمذی اور بوغی بھی کہا جاتا ہے۔

طلب علم کے لیے انھوں نے کوفہ، بصرہ، رَے، خراسان اور حجاز وغیرہ کا سفر کیا۔ امام بخاری جیسے جلیل القدر محدث سے شرفِ تلمذ حاصل کیا۔

'الجامع العلل' یعنی 'جامع ترمذی' ان کی بڑی معرکتہ الآرا تصنیف ہے اور اس کی مقبولیت کا عالم یہ ہے کہ تمام اکنافِ عالم میں پڑھی جاتی ہے۔ ہندوستان میں بھی تمام مدارس میں داخل درس ہے۔ علامہ ابن خلکان لکھتے ہیں کہ "اس کتاب کی وجہ سے آپ ضرب المثل ہیں"

امام ترمذی نے ۱۳؍رجب ۲۷۹ ہجری کو بمقام ترمذ داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔

مآخذ :

حبیب الرحمٰن مظہری۔ تذکرۃ المصنفین، ادارہ معارف ملی، کانپور، ۱۳۸۹ ہجری۔

# انور مسعود (ولادت ۱۹۱۵ء)

سر راس مسعود کے بڑے بیٹے سید انور مسعود ۲ اکتوبر ۱۹۱۵ء کو بمقام علی گڑھ پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم حیدر آباد (دکن) میں ہوئی۔ ۱۹۲۹ء میں زہرہ بیگم سے طلاق کے بعد سر راس مسعود دونوں بچوں کو لے کر انگلستان گئے اور وہاں تعلیم کے لیے دونوں بچوں کو داخل کرا دیا۔ سید انور مسعود نے سینئر کیمبرج کا امتحان پاس کرنے کے بعد لندن میں برطانوی پولیس میں ملازمت کر لی لیکن تھوڑے ہی عرصے کے بعد ہندوستان واپس آگئے۔ مختصر مدت کے لیے ریاست بھوپال میں ملازمت اختیار کی جہاں ان کے والد ریاست میں وزیر تعلیم و تعمیرات تھے۔ بعد ازاں ایک برطانوی فرم میں مستقل نوکری ہو گئی اور اس سلسلے سے دہلی، لاہور، کانپور اور کلکتہ میں تعینات رہے۔ ۱۹۴۸ء میں کلکتہ سے لاہور (پاکستان) آگئے اور کچھ عرصہ بعد مشرقی پاکستان ڈھاکہ نارائن گنج میں سکونت اختیار کی اور برطانوی فرم میں اعلیٰ عہدوں پر فائز ہوئے۔ مشرقی پاکستان کے زوال کے بعد کراچی آگئے اور ۱۹۷۰ء کی دھائی کے وسط میں دبئی، عرب امارات کی مشہور تجارتی کمپنی میں اعلیٰ عہدہ پر ملازمت حاصل ہونے کے بعد مستقلاً سکونت دبئی میں ہی اختیار کر لی۔ اب یہ ریٹائر ہو چکے ہیں۔

جہاں تک معلوم ہے مشرقی پاکستان کی یہ کمپنی جوٹ برآمدی تجارت کرتی تھی جس کا نام SONAKUND BAILING COMPANY تھا شاید تقسیم کے بعد کمپنی سے خود ہی الگ ہو گئے تھے۔

ماخذ : بصد شکریہ : جناب جلیل احمد قدوائی صاحب، کراچی۔

## اقلیدس (ولادت ۳۲۳ ق.م سے

۲۸۵/۲۸۳ ق م کے درمیان)

اقلیدس ( EVCLID ) یونان کا ریاضی داں تھا جسے بابائے ریاضیات کہا جاتا ہے۔ اس کی زندگی کے بارے میں بہت کم معلومات ہیں۔ کہتے ہیں کہ بطلیموس اول کے عہد (۳۲۳ ق.م سے ۲۸۵/۲۸۳ ق.م تک) میں پیدا ہوا۔ ابتدائی تعلیم ایتھنز میں پائی۔ ریاضی کی تعلیم وہاں اکیڈمی میں حاصل کی۔ پھر اسکندریہ چلا آیا جو اس زمانہ میں علمی سرگرمیوں کا مرکز تھا۔ اس نے وہاں ایک اسکول قائم کیا اور اس میں ریاضی پڑھاتا تھا۔

ایک بار شاہ بطلیموس اقلیدس سے پوچھا "اولیات ( (ELEMENTS) ) کے علاوہ علم ہندسہ سیکھنے کا کوئی اور طریقہ ہے تو اقلیدس نے جواب دیا "علم ہندسہ تک پہنچنے کا کوئی شاہی راستہ نہیں ہے" ایک اور روایت ہے کہ غالبًا اسکندریہ میں ایک طالب علم نے علمِ ہندسہ کی پہلی شکل سیکھنے کے بعد اس سے پوچھا کہ علمِ ہندسہ سیکھنے سے آخر کیا حاصل ہوگا؟ یہ سن کر اقلیدس نے فوراً اپنے غلام کو بلایا اور حکم دیا کہ اس کو تین پیسے دیدو کہ اس کو اپنے علم سے ہر صورت میں منافع کمانا ہے۔

اقلیدس کی تصنیف "اولیات" ( (ELEMENTS) ) مساحت یا علمِ ہندسہ کی قدیم ترین کتاب ہے۔ اس میں سترہ مقالات یا فصلیں ہیں۔ اس میں سے زیادہ تر چار فصلوں اور فصل ششم کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ پہلی چار فصلوں میں علم ہندسہ سطحیہ کی تعریفات، مثلث، متوازی الاضلاع، ہندسی الجبرا، ہندسہ دوائر کثیر الزوایا کا بیان ہے۔ فصل ششم

میں ان نظریات اور اصولوں کو ہندسۂ سطحیہ پر عاید کیا گیا ہے۔

"اولیات" کی شرحیں چوتھی صدی عیسوی میں اسکندریہ میں لکھی گئیں۔ عہد وسطیٰ میں اس کے تین ترجمے عربی زبان میں ہوئے۔ جن میں نصیرالدین طوسی کا ترجمہ بھی شامل ہے۔ جو تیرھویں صدی عیسوی میں ہوا تھا۔ اصل میں اقلیدس کے بارہ میں مغرب کی معلومات عربی تراجم کے لاطینی ترجموں سے حاصل ہوئیں۔ "اولیات" کا ایک اہم یونانی مخطوطہ انیسویں صدی عیسوی میں واتی کن (VATICAN) میں دستیاب ہوا ہے۔

اقلیدس کے اصول موضوعہ (EVCLID'S POSTULATES) اور موضوعہ متوازی (PARALLEL POSTULATES) بہت مشہور ہوئے۔ موخرالذکر کی اصلاح کرنے کی کوشش نصیرالدین طوسی نے کی تھی۔

اقلیدس کی دیگر دستیاب تصنیفات دو ہیں جن کا تعلق ابتدائی علم ہندسہ سے ہے۔ ایک ('DATA') کے نام سے ہے جس میں ۹۴ اشکال شامل ہیں۔ اور دوسری (ON DIVISION) ہے۔ اس کی دیگر چار تصنیفات کا پتہ نہیں چلتا۔

اقلیدس کی تصنیف 'اولیات' نے انسانی معاملات پر مستقل اور بڑا گہرا اثر ڈالا ہے۔ انجیل کے بعد یہ دوسری کتاب ہے جس کے سب سے زیادہ ترجمے ہوئے ہیں۔ اور سب سے زیادہ شائع ہوئی اور سب سے زیادہ پڑھی گئی۔ یہ علم ہندسہ پر واحد کتاب تھی جو قریبًا دو ہزار سال سے زاید عرصہ تک سکولوں کے نصاب میں شامل رہی۔ حتیٰ کہ انیسویں صدی میں غیر اقلیدسی علم ہندسہ کو مقبولیت حاصل ہوئی۔

مآخذ:

نیو انسائیکلوپیڈیا برطانیکا، جلد ۱۴، ص ۵۸۹۔ ۵۹۰

# (پروفیسر) ایس۔ پی۔ ورما شانتی پرشاد ورما ۱۹۱۰ء)

پروفیسر ایس۔ پی۔ ورما (شانتی پرشاد ورما) بھرت پور (راجستھان) میں ۲۰ ستمبر ۱۹۱۰ء کو پیدا ہوئے۔ اندور میں ثانوی سکول اور ہولکر کالج میں اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے بعد ۱۹۳۳ء میں الہ آباد یونیورسٹی سے ایم۔اے (تاریخ) پاس کیا۔ ۱۹۳۴ء میں ہولکر کالج اندور میں لیکچرار مقرر ہو گئے۔ اسی دوران پروفیسر ورما ہندی ادب میں گہری دل چسپی لینے لگے اور ایک نئے اسلوب بیان کے پیش رو شمار کیے جاتے ہیں جس کو "گدیہ گیت" (منظوم نثر) کہا جاتا ہے۔ ان کے نثر پارے میں اس وقت کے اعلیٰ درجہ کے ادبی جریدوں "تیاگ بھومی"، "ہنس"، "مادھوری" وغیرہ میں چھپنے لگے۔ انھوں نے ایک مختصر کتاب "چیر ہٹ" بھی لکھی۔ پروفیسر ورما ہندی ساہتیہ سمیلین کے سکریٹری بھی رہے۔ اسی حیثیت سے انھوں نے علامہ اقبال کو اندور میں منعقد ہونے والے ہندی کوی سمیلین میں شرکت کی دعوت دی تھی۔ علامہ نے بوجہ علالت اپنے خط محررہ ۱۵ مارچ ۱۹۳۵ء میں معذرت کی۔ یہ خط اس جلد میں شامل ہے۔

پروفیسر ورما کو تاریخ سے اس قدر شغف تھا کہ انھوں نے جلد ہی ہندی ادب کو خیر باد کہہ دیا۔ چنانچہ ۱۹۴۳ء میں آگرہ یونیورسٹی سے پولیٹیکل سائنس میں ایم۔اے کیا اور پھر میرٹھ کالج میں بحیثیت معاون پروفیسر ملازمت کر لی۔ ۱۹۴۷ء میں ایم۔ بی۔ کالج۔ اودے پور میں شعبۂ تاریخ اور پولیٹیکل سائنس کے صدر ہو گئے۔ ۱۹۵۱ء میں سینیر ریسرچ فیلو کی حیثیت سے لندن سکول آف اکنامکس میں داخل ہوئے۔ ۱۹۵۳ء میں آگرہ یونیورسٹی نے ان کے ایک مقالہ A STUDY OF MARATHA DIPLOMACY پر ڈی لٹ کی ڈگری عطا کی۔ جب ۱۹۵۷ء میں جے پور میں ایک اعلیٰ درجہ کا کالج بنام راجستھان کالج قائم ہوا تو یہ یہاں منتقل ہو گئے۔ ۱۹۶۱ء میں راجستھان یونیورسٹی

میں شعبہ پولیٹکل سائنس قائم ہوا تو یہ اس کے صدر مقرر ہوئے۔

جب ۱۹۸۱ء میں جے پور میں ایک INSTITUTE OF DEVELOPMENT STUDIES (انسٹی ٹیوٹ آف ڈیولپمنٹ سٹیڈیز) قائم ہوا تو یہ تین سال تک اس کے اعزازی ڈائرکٹر رہے۔

پروفیسر ورما کی اہم تصانیف میں (۱) PROBLEMS OF DEMOCRACY IN INDIA (۲) ہماری راج نیتک سمسیائیں (ہندی، ۱۹۴۶ء) (۳) سوا دھنتا کی چنوتی (ہندی، ۱۹۴۹ء) MODERN POLITICAL THEORY اور STRUGGLE FOR THE HIMALYAS (1964)

شامل ہیں۔ ماڈرن پولیٹکل تھیوری کا ہندی میں بھی ترجمہ ہو چکا ہے اور اس کے متعدد ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ پروفیسر ورما اپنی خرابی صحت کے باوجود اس وقت اپنی دو تصانیف

FOREIGN POLICIES IN SOUTH ASIA

اور

INTERNATIONAL SYSTEM OF THE THIRD WORLD

کو آخری شکل دینے میں منہمک ہیں۔

مآخذ:

بصد شکریہ:

پروفیسر ایس۔ پی۔ ورما، ۵۔ جے۔ اے۔ ۱۳، جواہر نگر، جے پور، راجستھان۔

# آل احمد سرور (ولادت ۱۹۱۱ء)

آل احمد سرور بدایوں میں ۹ ستمبر ۱۹۱۱ء کو پیدا ہوئے۔ والد پوسٹ ماسٹر تھے۔ جس کی وجہ سے ہائی اسکول تک کی تعلیم مختلف مقامات پر مثلاً میرٹھ، پیلی بھیت، بجنور، سیتاپور، گونڈہ، غازی پور وغیرہ میں ہوئی۔ ۱۹۳۲ء میں سینٹ جانس کالج آگرہ سے بی۔ ایس۔ سی کیا۔ پھر علی گڑھ سے ۱۹۳۶ء میں انگریزی میں ایم۔ اے امتیاز کے ساتھ پاس کیا۔ اور شعبہ انگریزی میں لیکچرار مقرر ہوئے۔ مارچ ۱۹۴۵ء میں رضا انٹر کالج رام پور میں پرنسپل کے طور پر دو سال کام کیا۔

آل احمد سرور اگست ۱۹۴۶ء میں لکھنؤ یونیورسٹی کے شعبۂ اردو میں ریڈر ہو گئے اور تقریباً نو برس رہے۔ دسمبر ۱۹۵۵ء میں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے شعبۂ اردو میں ریسرچ پروفیسر کی حیثیت سے ان کا تقرر ہو گیا۔ رشید احمد صدیقی مرحوم کے ریٹائر ہونے پر اگست ۱۹۵۸ء میں وہ باقاعدہ پروفیسر اور صدر شعبۂ اردو ہو گئے۔ اور یہیں سے مارچ ۱۹۷۲ء میں ریٹائر ہوئے۔

علی گڑھ میں درس و تدریس کے فرائض انجام دینے کے علاوہ سرور صاحب انجمن ترقی اردو کے جنرل سکریٹری بھی رہے۔ اور مارچ ۱۹۷۴ء تک کام کرتے رہے۔ فروری ۱۹۵۶ء میں "ہماری زبان" کے ایڈیٹر ہوئے۔ بعد میں ترقی پسند تحریک سے بھی وابستہ رہے۔

سرور صاحب ۱۹۷۷ء میں جموں یونیورسٹی کے وائس چانسلر مقرر ہوئے لیکن شیخ عبداللہ کی خواہش پر اقبال انسٹی ٹیوٹ سری نگر کے ڈائرکٹر ہو گئے۔ وہاں سے ۱۹۸۷ء میں مستعفی ہو کر علی گڑھ واپس آ گئے۔

آل احمد سرور صاحب اردو کے ممتاز نقاد اور شاعر ہیں ان کی تنقیدی تصانیف

ہیں (۱) تنقیدی اشارے (۱۹۴۲ء) (۲) ادب اور نظریہ (۱۹۵۴ء) (۳) نئے اور پرانے چراغ (۱۹۵۵ء) (۴) تنقید کے بنیادی مسائل (۱۹۶۷ء) (۵) عکس غالب (۱۹۷۳ء) (۶) عرفانِ غالب (۱۹۷۳ء) (۷) اقبال — نظریہ اور شاعری (۱۹۷۹ء) (۸) اقبال اور ان کا فلسفہ (۱۹۷۷ء) (۹) اقبال اور مغرب (۱۹۸۳ء) اور (۱۰) پہچان اور پرکھ (۱۹۹۱ء) شامل ہیں۔

ان کے شعری مجموعے حسبِ ذیل ہیں:۔

(۱) سلسبیل (۱۹۳۵ء) (۲) ذوق جنوں (۱۹۵۵ء) اور (۳) خواب وخلش (۱۹۹۱ء)۔

ان کی خودنوشت سوانح حیات "خواب باقی ہیں" اردو میں اس صنف ادب میں ایک گرانقدر اضافہ ہے۔

سرور صاحب کو مختلف انعامات اور اعزازات سے نوازا گیا ہے جن میں ساہتیہ اکادمی (۱۹۷۴ء) کا انعام سرفہرست ہے۔

ماخذ:

۱ آل احمد سرور۔ خواب باقی ہیں، ایجوکیشنل بک ہاؤس علی گڑھ ۱۹۹۱ء
۲ پروفیسر آل احمد سرور، مرتبہ خلیق انجم، ماہنامہ کتاب نما، مکتبہ جامعہ، نئی دہلی، دسمبر ۱۹۹۲ء

# بیگم مولانا محمد علی (متوفی ۱۹۴۷ء)

بیگم مولانا محمد علی کا نام امجدی بانو تھا۔ وہ رام پور کے ایک معزز خاندان سے تعلق رکھتی تھیں۔ ان کے والد عظمت علی خاں بلند عہدے پر فائز تھے۔ امجدی بانو بچپن ہی میں ماں سے محروم ہوگئیں۔ گھر پر تعلیم و تربیت مذہبی انداز پر ہوئی۔ سترہ سال کی عمر میں ۱۹۰۲ء میں امجدی بانو کی شادی مولانا محمد علی سے ہوگئی جو اس زمانے میں آکسفورڈ میں زیر تعلیم تھے۔ امجدی بانو سے مولانا محمد علی کے ساتھ آرام و آسائش کی زندگی چند سال ہی بسر کی۔ مولانا رام پور اور بڑودہ میں بڑے سرکاری افسر رہے۔ جنوری ۱۹۱۱ء میں مولانا محمد علی نے کلکتہ سے "کامریڈ" نکالا اور قومی خدمت کی پرخار وادی میں قدم رکھا اور پھر عمر بھر اسی میں جادہ پیما رہے۔ امجدی بانو ان کی شریکِ سفر رہیں۔ انھوں نے صرف خاوند کی رفاقت ہی نہیں کی بلکہ سیاسیات میں بھی سرگرم حصہ لیا۔ بیگم محمد علی کا اور بڑا کارنامہ بی اماں (والدہ علی برادران) کے ساتھ مل کر ہندوستان کی خواتین میں سیاسی بیداری پیدا کرنا تھا۔ یہ دونوں علی برادران کی اولین نظر بندی (۱۹۱۴ سے ۱۹۱۸ء) کے دوران سرگرم عمل ہوگئی تھیں اور انھوں نے مختلف مقامات کا دورہ کیا۔ اور اپنی تقریروں سے جوش و خروش پیدا کیا۔ بعد ازاں مولانا محمد علی کو کراچی کے مقدمہ میں سزا ہوگئی۔ ان کے قید ہونے سے تحریک خلافت میں جو خلا پیدا ہوا۔ اسے بی۔ اماں اور بیگم محمد علی نے پُر کیا۔ انھوں نے دو برس تک ہندوستان بھر کا دورہ کیا اور نہ صرف خواتین بلکہ مردوں میں بھی بیداری پیدا کی۔

بیگم محمد علی کو ۱۹۲۰ء میں آل انڈیا خلافت خواتین کمیٹی کا سیکریٹری منتخب کیا گیا۔ اور ان فرائض کو انھوں نے حسن و خوبی سے ادا کیا۔ غرض کہ بیگم محمد علی نے ہندوستان

کی تحریک آزادی میں بڑی موثر خدمات سرانجام دیں۔

بیگم محمد علی اپنے شوہر کی سیاسی سرگرمیوں میں شریک رہیں۔ انھوں نے ہر مصیبت اور پریشانی کو حوصلہ مندی سے برداشت کیا۔

۱۹۲۶ء میں مولانا محمد علی نے موتمر عالم اسلامی کے اولین اجلاس میں شرکت کے لیے حجاز کا سفر کیا۔ تو بیگم ہمراہ تھیں۔ دونوں حج بیت اللہ کی سعادت سے بہرہ مند ہوئے۔ یہ اجتماع سلطان عبدالعزیز ابن سعود نے حضرت سید امین الحسینی مفتیِ اعظم فلسطین کی تحریک پر منعقد کیا تھا۔

مولانا محمد علی بیمار تھے مگر ۱۹۳۰ء میں پہلی گول میز کانفرنس میں شرکت کرنا ضروری تھا۔ بیگم محمد علی بھی ان کے ہمراہ لندن گئیں۔ وہیں ۳ر جنوری ۱۹۳۱ء کو مولانا نے انتقال کیا اور تدفین بیت المقدس میں ہوئی۔ بیگم محمد علی اس آخری سفر میں مولانا کے ہمراہ تھیں اور جب مولانا محمد علی کے تابوت کو بیت المقدس کی مقدس سرزمین میں سپردِ خاک کیا گیا تو بیگم محمد علی موقع پر موجود تھیں۔

بیگم محمد علی بیوگی کے باوجود سرگرم عمل رہیں۔ اور اپنے خاوند کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ قومی خدمت کے لیے وقف کردیا۔ انھوں نے مسلم لیگ اور تحریک پاکستان میں بڑا عہد آفریں کردار ادا کیا۔ وہ زندگی کے آخری لمحات تک مسلم لیگ کی مجلس عاملہ کی رکن رہیں۔ ۱۹۳۷ء میں مسلم لیگ کے اجلاس لکھنؤ میں انھوں نے خواتین کے جلسہ کی صدارت کی۔ ۱۹۳۸ء میں مسلم لیگ نے خواتین کی کمیٹی مقرر کی تو انھیں بہ اتفاق رائے اس کمیٹی کی صدر چنا گیا۔ ۱۹۳۹ء میں دہلی میں مسلم لیگ کی خواتین کمیٹی قائم کی گئی تو اس کی صدارت کے لیے بھی بیگم محمد علی کو منتخب کیا گیا۔ آل انڈیا مسلم لیگ کے تاریخی اجلاس کے موقع پر آل انڈیا خواتین مسلم لیگ کمیٹی کا سالانہ اجلاس ۲۲ر مارچ ۱۹۴۰ء کو لاہور میں ہوا۔ اس کی صدارت بھی بیگم محمد علی نے کی۔ چند سال بعد وہ خواتین مسلم لیگ کی صدارت سے دستبردار ہوگئیں

۱۹۴۶ء کے انتخابات میں بیگم محمد علی نے یو۔ پی سے انتخاب لڑا اور بلامقابلہ منتخب ہوئیں۔

بیگم محمد علی نے ۱۰ر مارچ ۱۹۴۷ء کو انتقال کیا۔

ماخذ:

حکیم آفتاب احمد قریشی۔ کاروانِ شوق
ادارہ تحفظات پاکستان، دانشگاہ پنجاب، لاہور
طبع اول۔ فروری، ۱۹۸۴ء، ص۔ ۱۹۶۔ ۲۱۷۔

# تفتہ (منشی ہر گوپال سکندر آبادی)

## (۱۷۹۹/ ۱۸۰۰- ۱۸۷۹ء)

دلّی سے ۴۰-۴۵ میل شمال کی طرف ایک قصبہ سکندر آباد (ضلع بلند شہر) ہے۔ جسے سکندر لودھی (۱۴۸۹-۱۵۱۷ء) نے بسایا تھا۔ اس کے زمانے میں بھٹناگر کائستھ خواجہ دیپ چند (خلف امردیو)، فیروز آباد (مضافات آگرہ) سے آکر یہاں بس گئے۔ چنانچہ ان کے خاندان والوں کی آل آج تک "فیروز آبادی" ہے۔

خواجہ دیپ چند کی اولاد میں ایک صاحب موتی لال ہوئے ہیں۔ ان کے آٹھ بیٹے تھے جن کی اولاد اٹھ گھرے کہلاتی تھی۔ منشی ہرگوپال انہی موتی لال کے بیٹے تھے۔ جو ۱۷۹۹/ ۱۸۰۰ء (۱۲۱۴ھ) میں قصبہ سکندر آباد میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم گھر پر ہوئی۔ فارسی کا شوق شروع ہی سے تھا۔ انگریزی محکمہ بندوبست میں مدتوں قانون گو رہے۔ لیکن شاعری کے شوق میں نوکری کو خیر باد کہہ دیا۔ ۱۸۵۰ء میں تھوڑے عرصہ کے لیے ریاست جے پور میں بھی ملازمت کا تعلق ہو گیا تھا۔ لیکن جلد ہی مستعفی ہو گئے۔ کبر سنی میں ۲ ستمبر ۱۸۷۹ء (۱۵ رمضان ۱۲۹۶ھ) کو سکندر آباد ہی میں وفات پائی۔

تفتہ ابتدا میں راؔمی تخلص کرتے تھے۔ حسین قلی خاں نے اپنے تذکرے 'نشترِ عشق' میں لکھا ہے کہ نورالعین واقف بٹالوی کے دیوان کے مطالعے نے ان کے دل میں شعرگوئی کا شوق پیدا کیا چونکہ ذکاوت اور استعداد سے بہرہ وافر ملا تھا اس لیے تھوڑی سی توجہ اور مشق سے بہت جلد ترقی کر گئے۔ 'نشترِ عشق' میں انتخابِ کلام دیا ہے۔ اس میں تخلص راؔمی ہی ہے۔

تفتہ نے جب مرزا غالب کی شاگردی اختیار کی تو انھوں نے تخلص بدل کر تفتہ اور مرزا کا خطاب دے کر مرزا تفتہ بنا دیا۔ تفتہ استاد کے محبوب شاگردوں میں سے تھے۔ اور انھوں نے ان کی تہذیب و تحسین میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔ تفتہ نے تمام عمر فارسی میں بسر کر دی۔ اردو میں ان کے صرف اس ایک قطعہ کا پتہ چلتا ہے جو انھوں نے استاد کے انتقال پر کہا تھا۔

غالب وہ شخص تھا ہمہ داں جس کے فیض سے
ہم سے ہزاروں ہیچمدان نامور ہوئے
فیض و کمال و صدق و صفا اور حسن و عشق
چھ لفظ اس کے مرنے سے بے پا و سر ہوئے

فارسی میں بہت بڑا ذخیرہ یادگار چھوڑا ہے۔ چار دیوان ہیں اور کسی میں بھی بارہ تیرہ ہزار شعر سے کم نہیں۔ شیخ سعدی کی 'گلستان' کی تضمینیں لکھیں۔ ایک مثنوی 'سنبلستان'، شیخ سعدی کی فارسی 'بوستان'، کے جواب میں لکھی۔ تمام مشہور اساتذہ فارسی کی غزلوں پر غزلیں لکھی ہیں اور خوب خوب دادِ سخن دی ہے۔ بلکہ تیسرا دیوان تمام تر کمال اسماعیل اصفہانی کی طرحوں میں ہے اور کسی جگہ فارسیت کو ہاتھ سے نہیں جانے دیا۔

مآخذ :

مالک رام : تلامذہ ٔ غالب، ص ۶۳ - ۶۶ -

# (ڈاکٹر) جمعیت سنگھ (متوفی ۱۹۴۷ء)

ڈاکٹر جمعیت سنگھ نے موضع کنجاہ ضلع گجرات، پنجاب (پاکستان) میں ایک معمولی گھرانے میں جنم لیا۔ ان کے باپ پٹواری تھے۔ لیکن ان کے آبا و اجداد اعلیٰ مقام پر فائز تھے۔ ان کے بزرگوں میں سے ایک صاحب ریاست جموں و کشمیر کے کسی راجہ کے دیوان تھے۔ ڈاکٹر جمعیت سنگھ نے کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج لاہور سے ایم۔ بی۔ بی۔ ایس کا امتحان پاس کیا۔ ان کو پہلی ملازمت ریلوے میں بحیثیت ڈاکٹر ملی۔ بعد میں میڈیکل کالج لاہور میں منتقل ہو گئے جہاں سے ایم۔ ڈی (MD) کی ڈگری حاصل کی۔ ۱۹۲۷ء، ۱۹۲۸ء میں اعلیٰ تعلیم کے لیے انگلستان گئے جہاں ایڈن برا سے ایم۔ آر۔ سی۔ پی۔ ((MRCP)) ہوئے۔ واپسی پر میڈیکل اسکول امرتسر میں محکمۂ پیتھولوجی (PATHOLOGY) میں صدر مقرر ہو گئے۔ سال بھر کے بعد ان کا تبادلہ پھر لاہور میڈیکل کالج میں ہو گیا جہاں سے محکمۂ پیتھولوجی کے اسسٹنٹ پروفیسر کی حیثیت سے ریٹائر ہوئے۔ ریٹائر ہونے سے قبل معمولاً رخصت کے دوران ان کا ۶ / مئی ۱۹۴۷ء کو انتقال ہو گیا۔ اس وقت ان کی عمر ۵۰ سال تھی۔

ڈاکٹر جمعیت سنگھ نے اپنی آنجہانی شریک حیات کی یاد میں ایک خیراتی شفا خانہ "شریمتی جانکی دیوی جمعیت سنگھ میٹرنٹی (MATERNTY) ہسپتال" کے نام سے لاہور میں ایبٹ روڈ پر قائم کیا تھا۔ بعد میں یہ شفا خانہ سر گنگا رام میڈیکل کالج لاہور سے زنانہ امراض کے معالجہ اور ڈگری کے طلبا و طالبات کی ٹریننگ کے لیے منسلک کر دیا گیا۔ تقسیم کے بعد یہ ہسپتال مغربی پنجاب (پاکستان) کی حکومت کے تحت آ گیا اور اب تک ڈگری کے طلباء کی ٹریننگ کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ سنا ہے کہ اس کا نام نہیں بدلا گیا ہے۔

ڈاکٹر جمعیت سنگھ کو برطانوی حکومت نے رائے بہادر کا خطاب دینے کی پیش کش کی تھی لیکن انھوں نے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ بعد میں حکومت نے ان کی خدمات کے صلہ میں ان کو ضلع منٹ گمری (اب فیصل آباد) میں مربعے (اراضی) عطا کیے۔

ڈاکٹر جمعیت سنگھ نے ایک کتاب "ماڈرن میڈیکل ٹریٹمنٹ (MODERN MEDICAL TREATMENT) کے نام سے لکھی تھی جو بہت مقبول ہوئی تھی۔

ڈاکٹر جمعیت سنگھ اقبال کے عزیز دوستوں میں تھے اور ان کی خدمت میں برابر حاضر ہوتے رہتے تھے۔ والدہ جاوید ان ہی کے زیر علاج تھیں اور بالآخر ان کی موت کا سرٹیفکیٹ انھوں نے ہی تیار کیا تھا۔

ماخذ:

۱ ڈاکٹر جمعیت سنگھ کے صاحبزادے کمانڈر کے۔ کے۔ ملہوترا (انڈین نیوی۔ ریٹائرڈ) این۔ ۴۵، پنچ شیل پارک، نئی دہلی ۱۷۔

COMMANDER K.K. MALHOTRA INDIAN NAVY (RETIRED)
N-45, PANCH SHEEL PARK NEW DELHI-110017

۲ مسز ڈورس احمد: اقبال ایز آئی نیو ہم (IQBAL AS I KNEW HIM) اقبال اکیڈمی پاکستان، لاہور، ص ۳۵-۳۶۔

# چنگیز خاں (۱۱۶۲ - ۱۲۲۷ء)

چنگیز خاں لقب تھا جس کے معنی شہنشاہ عالم کے ہیں۔ اس کا اصلی تیموجن (TEMUJIN) تھا۔ یہ دریائے آنان کے علاقہ میں ۱۱۶۲ء میں پیدا ہوا۔ ۱۱۷۵ء میں تیرہ برس کی عمر میں تخت پر متمکن ہوا۔

بارھویں صدی کے آخر میں اس نے اپنے حسن تدبیر سے تمام منگول قبیلوں کو یکجا کیا اور پہلی بار منگول قوم کی تشکیل کی۔ ۱۲۰۶ء منگولوں کی تاریخ اور دنیا کی تاریخ میں بھی ایک نیا موڑ تھا۔ جب منگول تسخیرِ عالم کرنے کے ارادے سے اپنے علاقہ سے نکل پڑے۔ اس سال منگولیا کی تمام حکومتوں کے سربراہ دریائے آنان کے منبع کے قریب جمع ہوئے اور انھوں نے اتفاق رائے سے چنگیز خاں کو خاقان کا خطاب دیا۔ اب وہ منگولوں کا مطلق العنان حاکم تسلیم کر لیا گیا۔

منگول فوجوں نے چنگیز خاں کی کمان میں ۱۲۱۱ - ۱۲۱۴ء تک معرکہ آرائی کر کے شمالی چین کی چن (CHIN) سلطنت پر شاندار فتح حاصل کی اور دشمن کی مملکت کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔ ۱۲۱۵ء میں اس نے بیکنگ پر قبضہ کر لیا۔

بعدازاں چنگیز خاں نے بخارا اور مرو کے علاقوں کو لوٹا اور ہرات پر قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد ترکی اور جنوب مشرقی یورپ کا رخ کیا اور مسلم خوارزم شاہی حکومت کو شکست فاش دی اور اس بربریت اور خونریزی کا مظاہرہ کیا جس کی وجہ سے پوری دنیا منگولوں کی ہیبت سے لرزہ براندام ہو گئی تھی۔ شہروں کو تاخت و تاراج کر دیا۔ عوام کا بیدردی سے قتل و خون کیا۔ کھیت اور کھلیان، باغ اور مرغزار تباہ و برباد کر ڈالے۔ اس کی فوجوں نے جنوبی روس تک یلغار کی۔ بالآخر ۱۲۲۳ء میں چنگیز خاں نے اپنے لشکر کو خوارزم سے واپسی کا حکم دیا۔ ۱۲۲۶ / ۱۲۲۷ء

میں اس نے آخری بار چین کی شمال مغربی سرحدی ریاست ہیا (HSIA) کے خلاف معرکہ آرائی کی۔ اس حملے کے دوران ۱۸ اگست ۱۲۲۷ء کو چنگیز خاں کا انتقال ہو گیا۔

چنگیز خاں ایک نابغۂ روزگار لیڈر تھا۔ وہ ایک جنگجو جنرل، باکمال منتظم اور آہنی حاکم تھا۔ اس نے فوج کی تنظیم کے جو اصول مقرر کیے تھے وہ صدیوں تک فوجی ماہروں کے لیے مشعلِ راہ کا کام دیتے رہے۔ اس نے ہمیشہ تنظیم، ڈسپلن، وفاداری اور سخت کوشی پر زور دیا اور ایک زبردست طاقتور اور محکم عسکری ریاست کی بنیاد رکھی۔ اس کی قیادت میں منگول فوجیں ایک طرف بحیرہ ایڈریاٹک (ADRIATIC) تک جا پہنچیں اور دوسری طرف چین کے بحرالکاہل کے کنارے تک پھیل گئیں۔ اس نے ایک عظیم اور وسیع منگول سلطنت کی بنیاد رکھی۔

ماخذ:

۱ دائرۃ المعارف برطانیکا میکرو پیڈیا، جدید ایڈیشن، ۱۹ ص ۷۴۶،۔ ۷۴۹۔

۲ اردو انسائیکلو پیڈیا ۔ ص ۷۰۴ ۔ ۴۱۰۔

# چراغ علی (نواب اعظم یار جنگ)

## (۱۸۴۴ء-۱۸۹۵ء)

مولوی چراغ علی اصلاً کشمیر کے رہنے والے تھے۔ ان کی ولادت ۱۸۴۴ء/ ۱۸۴۶ء میں سہارنپور میں ہوئی۔ ۱۸۵۶ء میں والد کی نا وقت وفات کے باعث چراغ علی نے بہت معمولی تعلیم حاصل کی لیکن کوئی امتحان پاس نہ کر سکے۔

اپنے خانگی حالات کی وجہ سے چراغ علی کو کم عمری ہی سے ملازمت کرنی پڑی۔ سب سے پہلی ملازمت ضلع بستی (یوپی) میں خزانے کی منشی گری کی ملی۔ ۱۸۷۲ء میں وہ عارضی ڈپٹی منصرم ہو کر لکھنؤ چلے گئے۔ اسی دوران وہ "تہذیب الاخلاق" کے قلمی معاون بن گئے اور سرسیّد سے خط وکتابت ہونے لگی۔ ان دونوں بزرگوں کی پہلی ملاقات لکھنؤ میں ہوئی۔ سرسیّد ان سے بے حد متاثر ہوئے۔ چنانچہ ۱۸۷۷ء میں سرسیّد کی سفارش پر چراغ علی ریاست حیدر آباد دکن چلے گئے۔ جہاں پہلے ان کا تقرر مددگار معتمد مال گزاری کے عہدہ پر ہوا۔ جب نواب محسن الملک کو پولیٹکل اور فنانس سکریٹری مقرر کیا گیا تو مولوی چراغ علی کو ترقی دے کر ان کی جگہ معتمد مال گزاری بنایا گیا۔ بعد ازاں ان کو دو صوبوں کی صوبیداری بھی یکے بعد دیگرے تفویض ہوئی۔ نواب محسن الملک کی ملازمت سے سبکدوشی کے بعد مولوی چراغ علی کو ان کی جگہ پر معتمد مال مقرر کیا گیا۔ ان کو نواب اعظم یار جنگ کا خطاب بھی ملا۔

ان کی وفات ۵۰ برس کی عمر میں ۲۱ ذی الحجہ ۱۳۱۲ ہجری مطابق ۱۵ جون ۱۸۹۵ء کو بمبئی میں ہوئی۔

مولوی چراغ علی نے اپنی ذاتی محنت اور کوشش سے اردو فارسی اور عربی

کا تو ذکر کیا انگریزی زبان میں اتنی مشق و مہارت بہم پہنچائی کہ اس زبان میں بلا تکلف تصنیف و تالیف کا کام کرنے لگے۔

ان کی اہم انگریزی کتابیں مندرجہ ذیل ہیں۔

(1) HYDERABAD UNDER SIR SALAR JUNG VOLUMES)

(2) PROPOSED POLITICAL LEGAL & SOCIAL REFORMS UNDER MUSLIM RULERS

(3) CRITICAL EXPOSITION OF THE POPULAR JEHAD

(4) MOHAMMAD THE PROPHET

آخر الذکر کتاب اب تک کامل نہیں ملی۔

اردو زبان میں مولوی چراغ علی نے جو علمی سرمایہ اپنی یادگار چھوڑا ہے وہ انگریزی کی طرح ضخیم تصنیفات پر مبنی نہیں ہے۔ مگر فکری لحاظ سے اہمیت کا حامل ہے۔ ان کی اردو تصانیف حسب ذیل ہیں۔

(۱) تعلیقات (۲) اسلام کی دنیوی برکتیں (۳) ایام النا س (۴) بی بی ہاجرہ (۵) ماریہ قبطیہ (۶) یورپ اور قرآن (۷) غلامی (۸) تعدادِ ازدواج (۹) ناسخ و منسوخ (۱۰) رد شہادت قرآنی برکت زبانی۔

اپنی زندگی کے آخری ایام میں وہ "العلوم الجدیدہ والا سلام" کے نام سے ایک کتاب لکھ رہے تھے جس کی قسطیں "تہذیب الاخلاق" میں شائع ہوتی تھیں۔ ان کی بے وقت موت نے اس کام کو مکمل نہ ہونے دیا۔ سرسید کو اس کتاب کے نامکمل رہ جانے کا بڑا غم تھا۔

مآخذ:

رسالہ "فکر و نظر" "ناموران علی گڑھ نمبر" پہلا کارواں، جنوری تا ستمبر ۱۹۸۵ء ص ۲۰۶ - ۲۱۰، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ۔

# سر چھوٹو رام (۱۸۸۱ - ۱۹۴۵ء)

سر چھوٹو رام کا اصل نام رام رچھپال تھا۔ لیکن اپنے بھائیوں میں سب سے چھوٹے ہونے کی وجہ سے چھوٹو رام کہلانے لگے۔ رہتک (ضلع پنجاب، اب ہریانہ) میں ایک غریب جاٹ گھرانے میں ۱۸۸۱ء (بعض لوگ سن ولادت ۱۸۸۲ء یا ۱۸۸۳ء بتاتے ہیں) میں پیدا ہوئے۔

۱۸۹۹ء میں میٹرک پاس کر کے سینٹ سٹیفن کالج دہلی سے ۱۹۰۵ء میں بی۔اے پاس کیا۔ کچھ دنوں کالا کنکر (یوپی) میں ملازمت کی اور مدرسی بھی کی۔ ۱۹۱۱ء میں لاکالج آگرہ سے ایل۔ایل۔بی کا امتحان پاس کر کے پہلے آگرہ اور بعد میں رہتک میں وکالت کرنے لگے۔

چھوٹو رام نے ۱۹۱۶ء میں انڈین نیشنل کانگریس میں شمولیت کی۔ تحریک عدم تعاون پر کانگریس کے رہنماؤں سے اختلاف کے باعث کانگریس پارٹی سے کنارہ کش ہو گئے اور جب ۱۹۲۳ء میں پنجاب میں یونینسٹ پارٹی قائم ہوئی تو وہ اس کے بانیوں میں سے تھے۔ وہ پنجاب مجلس قانون ساز کے قریباً چودہ سال تک رکن رہے اور ۱۹۲۶ء سے ۱۹۳۱ء تک مجلس قانون ساز میں یونینسٹ پارٹی لیڈر بھی رہے۔ ۱۹۳۶ء میں مجلس قانون ساز کے صدر ہوئے۔ اس سے قبل وہ وزیر زراعت، وزیر ترقیات اور وزیر مال کے عہدوں پر مامور ہوئے اور اپنی وفات تک وزیر مال رہے۔

سر چھوٹو رام ہندوستان کی تقسیم کے سخت مخالف تھے اور جناح۔سکندر میثاق کے کڑے ناقد تھے۔

سر چھوٹو رام کو سیاسی نظم و نسق درست رکھنے کا زبردست تجربہ تھا۔ انھوں نے سر سکندر حیات پر اپنی گرفت اتنی مضبوط کر رکھی تھی کہ وہ ان کی مرضی کے بغیر کوئی کام

نہیں کرپاتے تھے۔ جب سر سکندر حیات کا اچانک انتقال ہوگیا اور ان کی جگہ ملک خضر حیات خاں ٹوانہ وزیراعظم مقرر ہوئے تو یونینسٹ پارٹی اور مسلم لیگ کی پرانی چپقلش ایک بار پھر سامنے آئی۔ مسلم لیگ نے ملک خضر حیات خاں ٹوانہ کو اس بات پر آمادہ کرلیا کہ مسلم لیگ اور یونینسٹ پارٹی میں کوئی بہتر سمجھوتہ ہو جائے۔ لیکن سر چھوٹو رام نے اس کی مخالفت کی اور دونوں پارٹیوں کے درمیان سمجھوتہ نہیں ہوسکا۔ اس واقعے کے ایک سال بعد ۱۹۴۵ء میں سر چھوٹو رام انتقال کر گئے۔

سر چھوٹو رام کثرت سے لکھتے تھے۔ انھوں نے ہفتہ وار "ہندوستان" میں کثرت سے سیاسی مضامین لکھے اور بعد میں وہ اس اخبار کے مدیر بھی رہے۔ ۱۹۱۶ء میں ۱۹۲۴ء تک انھوں نے "جاٹ گزٹ" نکالا۔

انھوں نے جاٹ ہیروز میموریل اینگلو سنسکرت ہائی اسکول قائم کیا۔ ۱۹۰۶ء میں انھوں نے آل انڈیا جاٹ مہاسبھا کی بنیاد رکھی اور ۱۹۱۸ء میں آل انڈیا جاٹ سٹوڈنس ایسوسی ایشن قائم کی۔

حکومت برطانیہ نے چھوٹو رام کو ان کی قومی خدمات کے صلہ میں "سر" کا خطاب عطا کیا۔

مآخذ:

۱ ایس۔ پی۔ سین، ڈکشنری آف نیشنل بایوگرافی، جلد اول، ص ۳۰۹-۳۱۱
۲ عبدالروف عروج۔ رجال اقبال ص ۱۷۸-۱۸۱۔

# (ڈاکٹر) حبیب النسا بیگم (۱۹۱۱ - ۱۹۸۶ء)

ڈاکٹر حبیب النسا بیگم بنت محمد سالار، زوجہ محمد ولی اللہ ایڈوکیٹ اور ایم۔ پی، کا جنم شہر میسور میں ۱۹۱۱ء میں ہوا۔ میسور یونیورسٹی سے فارسی اور عثمانیہ یونیورسٹی، حیدرآباد سے اردو میں ایم اے کیا۔ دہلی یونیورسٹی سے خواجہ احمد فاروقی صاحب کی زیر نگرانی پی۔ ایچ۔ ڈی کیا۔ مقالے کا عنوان تھا "ریاست میسور میں اردو کی نشو نما"

ڈاکٹر حبیب النسا بیگم مہارانی کالج میسور میں اردو کی لکچرر رہیں۔ نومبر ۱۹۶۰ء میں محکمہ پوسٹ گریجویٹ اسٹڈیز میسور یونیورسٹی میں پروفیسر مقرر ہوئیں اور ۱۹۷۳ء میں وظیفہ یاب ہوئیں۔

وہ ۲۹ مارچ ۱۹۸۶ء کو وفات پاگئیں۔

ان کی تصانیف حسبِ ذیل ہیں:

۱۔ سرورِ کونین "نصابی"

۲۔ تصوفِ اقبال (۱۹۵۰ء)

۳۔ ریاست میسور میں اردو کی نشو و نما (۱۹۶۲ء)

۴۔ جواہرات میسور (جون ۱۹۶۷ء)

۵۔ غالب اور وحدت الوجود (۱۹۷۱ء)

۶ STUDIES IN RELIGI... & PHILOSOPHY

مآخذ:

بصد شکریہ

جناب سلیم تمنائی، میسور

# راجہ حسن اختر (متوفی ۱۹۶۴ء)

راجہ حسن اختر کھوٹہ کے رہنے والے تھے۔ انھوں نے اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے بعد پنجاب سول سروس سے وابستگی اختیار کی اور ۱۹۲۲ء کے لگ بھگ مجسٹریٹ مقرر ہوئے کچھ دنوں بعد ان کو ڈپٹی کمشنر بنا دیا گیا۔ اسی زمانے میں وہ زیادہ تر لاہور میں رہتے تھے اسی زمانے میں ان کی اقبال سے ملاقات ہوئی اور وہ ان کے زبردست مداحوں اور عقیدت مندوں میں شامل ہو گئے۔

راجہ صاحب کی ہر شام اقبال کی خدمت میں گزرتی تھی۔ وہ پہروں ان کی خدمت میں موجود رہتے اور ان کے خیالات سے استفادہ کرتے تھے۔ ۱۹۳۴ء میں جب کہ انجمن حمایت الاسلام کا سالانہ جلسہ اسلامیہ کالج لاہور کے احاطہ میں ہو رہا تھا۔ رات کے نو بجے کے قریب اقبال نے راجہ حسن اختر کی معیت میں شرکت کی۔ ان کے اسٹیج پر آتے ہی لوگوں نے مختلف نظموں کی فرمائش کا سلسلہ شروع کیا۔ اقبال کو فرمائش پر غزل سنانا پسند نہیں تھا۔ اس کے علاوہ لوگ جس غزل کی فرمائش کر رہے تھے وہ غزل ان کو یاد نہیں تھی۔ انھوں نے راجہ صاحب کو چپکے سے اپنے پاس بلا کر پوچھا "اختر! کیا تم کو کل والی غزل کے کچھ شعر یاد ہیں؟ موصوف نے کہا "جی ہاں، دو تین شعر یاد ہیں۔" پھر راجہ صاحب نے یکے بعد دیگرے تمام اشعار چپکے سے اقبال کو سنا دیئے اور اقبال نے اپنی آواز میں ان کو دوہرا کر لوگوں کو مطمئن کر دیا۔

اقبال کے مرض الموت میں راجہ صاحب نے ان کی بڑی خدمت کی۔ وہ رات رات بھر جاگ کر ان کی تیمارداری کرتے اور ان کا ہر ممکن خیال رکھتے تھے۔ ۲۱ اپریل کو انھوں نے پانچ بجے صبح راجہ کو یاد کیا اور کہا کہ وہ قریشی صاحب کو بلا لائیں۔ راجہ صاحب نے کہا کہ وہ رات بہت دیر سے گئے ہیں۔ اس وقت ان کو بیدار کرنا مناسب

نہیں ہوگا۔ اس پر انھوں نے اپنا یہ قطعہ ارشاد کیا۔

سرود رفتہ باز آید کہ ناید　　نسیمے از حجاز آید کہ ناید
سرآمد روزگارے این فقیرے　　دگر دانائے راز آید کہ ناید

راجہ صاحب نے اس قطعہ کو سنتے ہی سمجھ لیا کہ اقبال جلد ہی ہم سے رخصت ہونے والے ہیں اور عجلت میں بولے "میں ابھی حکیم صاحب کو لا رہا ہوں" ادھر راجہ صاحب گھر سے نکلے ہی تھے کہ ادھر پانچ بجکر چودہ منٹ پر اقبال نے اپنی جان جانِ آفریں کے سپرد کردی۔ چودھری محمد حسین اور راجہ صاحب اور دوسرے عقیدت مندوں نے تجہیز و تکفین کا انتظام کیا۔ راجہ صاحب نے مزار کے نقشے اور مجلس اقبال کی تشکیل پر زور دیا۔ چنانچہ ان کی خواہش پر کچھ دنوں بعد مجلسِ اقبال تشکیل دی گئی۔ اور اس کے صدر چودھری محمد حسین بنائے گئے[1]۔ ان کے انتقال کے بعد راجہ صاحب صدر بنائے گئے۔ چنانچہ انھوں نے ملازمت سے علیحدگی اختیار کرلی اور ۱۹۴۷ء سے دوبارہ وکالت کرنے لگے اور ۱۹۶۴ء میں وفات پائی۔

ماخذ:

عبدالرؤف عروج۔ رجال اقبال، ص۔ ۲۰۳۔ ۲۰۴۔

# حفیظ ہوشیار پوری (۱۹۱۲ - ۱۹۷۳ء)

شیخ عبدالحفیظ سلیم حفیظ ہوشیار پوری (تلمیذ راحل ہوشیار پوری)، ۵ جنوری ۱۹۱۲ء (۱۵ محرم ۱۳۳۰ھ) کو دیوان پور ضلع جھنگ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم کا بڑا حصہ اسلامیہ ہائی اسکول ہوشیار پور میں گزرا۔ ۱۹۳۱ء میں ہوشیار پور سے لاہور آکر گورنمنٹ کالج میں داخل ہوئے۔ اس زمانے میں اقبال سے ان کی پہلی ملاقات ہوئی۔ اس کے بعد اپنے دوستوں کے ساتھ اکثر و بیشتر اقبال کی قیام گاہ پر حاضر ہوتے۔ علمی اور فلسفیانہ موضوعات پر سوالات کرتے اور اقبال کے جوابات سے مستفیض ہوتے۔ استفادہ کا یہ سلسلہ برس ہا برس جاری رہا۔ حفیظ نے ان ملاقاتوں کی بعض نا تمام یادداشتوں کو ایک مضمون "عمرِ عزیز کے بہترین لمحے" (مطبوعہ ملفوظاتِ اقبال ص ۔ ۱۲۷ - ۱۳۸) کی صورت میں قلمبند کیا ہے۔

جب ۱۹۳۶ء میں وہ فلسفہ میں ایم ۔ اے کی تیاری کر رہے تھے۔ ان کو کالج کی مجلس فلسفہ کے لیے "بیسویں صدی میں فلسفہ اور سائنس" کے موضوع پر مقالہ لکھنے کی ضرورت پیش آئی۔ چند کتابیں پڑھنے کے بعد انھوں نے مزید استفادہ کے لیے اقبال سے رجوع کیا۔ حفیظ نے اس کے بعد ایک اور مقالہ "فلسفہ جدید میں قدر کا تصور" کے عنوان سے لکھا اس میں بھی اقبال سے مدد لی۔ حفیظ کو اقبال سے خاص ارادت تھی۔

حفیظ نے ہوشیار پور میں سکونت اختیار کر لی اور اپنے بڑے بھائی عبدالرشید مرادی کے ساتھ رہنے لگے۔ ایک دن وہ اقبال کی مثنوی "مسافر" کا مطالعہ کر رہے تھے کہ مرادی کی نگاہ ایک مصرعہ "صدق و اخلاص و صفا باقی نماند" پر رک گئی اور انھوں نے کہا کہ اس مصرعہ کے اعداد ۱۳۵۷ ہیں۔ دو سال بعد دیکھیں کہ کس کی

کی تاریخ وفات ثابت ہوگا۔ چنانچہ دوسال بعد اقبال کا انتقال ہوا اور حفیظ نے ان کی تاریخ وفات کا ارادہ کیا فوری طور پر ذہن میں اقبال کا یہی مصرعہ آگیا۔ اعداد گنے تو معلوم ہوا کہ اس الہامی مصرعہ کے اندر خود اس کے مصنف کی تاریخ وفات مضمر تھی۔

حفیظ نے تعلیم سے فراغت کے بعد کچھ دنوں انجمن ترقی اردو پنجاب کے نائب معتمد کی حیثیت سے کام کیا۔ پھر مختلف اخباروں اور رسالوں ''ادبی دنیا'' ''شیرازہ'' ''بھوپال'' ''تہذیبِ نسواں'' سے مختلف حیثیتوں میں وابستہ رہے۔ اس کے بعد آل انڈیا ریڈیو میں ملازم ہوگئے۔ تقسیم کے بعد پاکستان چلے گئے۔ ۱۹۶۷ء میں ڈپٹی ڈائرکٹر جنرل کے منصب سے ریٹائر ہوئے۔

۱۰ر جنوری ۱۹۷۳ء میں کراچی میں انتقال کیا۔

ان کا مجموعہ کلام ''شانِ غزل'' وفات کے بعد ۱۹۷۴ء میں شائع ہوا۔

ماخذ:

۱ عبدالرؤف عروج۔ رجال اقبال ص، ۲۰۷ - ۲۰۸ -
۲ رفیع الدین ہاشمی۔ خطوط اقبال، ص، ۲۶۹ - ۲۷۰ -

# خالدہ ادیب خانم (۱۸۸۱ - ۱۹۶۴ء)

خالدہ ادیب خانم استنبول کے ایک معزز گھرانے میں ۱۸۸۱ء میں پیدا ہوئیں۔ ان کے والد محمد ادیب شاہی دربار میں ایک اعلیٰ عہدہ دار تھے۔ خالدہ کو کم عمری ہی سے حصول علم کا شوق تھا۔ اس کو دیکھتے ہوئے ان کے والد نے انھیں ایک امریکی اسکول میں داخل کر دیا۔ اسکول سے فراغت کے بعد وہ ۱۸۹۳ - ۱۸۹۴ء میں امریکن کالج میں داخل ہوگئیں اور ۱۹۰۱ء میں اپنی تعلیم مکمل کرلی۔ اپنے سولھویں برس میں انھوں نے ایک امریکی مصنّف جیکب ایبٹ (JACOB ABBOT) کی کتاب (THE MOTHER IN HER HOME) کا ترکی زبان میں ترجمہ کیا۔ سلطان ترکی نے خوش ہوکر خالدہ کو ایک اعزازی نشان مرحمت کیا۔ زمانۂ طالب علمی میں (۱۹۰۱ء) ہی میں ریاضی کے استاد صالح زکی بے سے ان کی شادی ہوگئی۔ جو عمر میں ان کے والد کے برابر تھے۔ دو بچے ہوئے لیکن ناخوشگوار ازدواجی زندگی کے سبب ۱۹۱۰ء میں طلاق ہوگئی۔ ۱۹۱۷ء میں انھوں نے ترکی کے قوم پرور رہنما ڈاکٹر عدنان بے سے دوسری شادی کرلی۔ اس کے بعد وہ پوری تندہی اور مستعدی کے ساتھ ملک کی ادبی سماجی اور سیاسی سرگرمیوں میں حصہ لینے لگیں اور ترکی خواتین میں جدید تعلیم کے فروغ کے لیے کوشاں رہنے لگیں۔ اپنے ترقی پسند خیالات کی وجہ سے وہ سیاسی حلقوں میں معروف ہوگئیں اور ۱۹۰۸ء میں ترکی کے مشہور اور کثیر الاشاعت اخبار ”طنین“ کے ادار یہ میں شامل ہوگئیں۔ اسی دوران ۱۹۱۹ء میں جمہوریت پسند ترکی سیاست میں کمزور پڑ گئے تو خالدہ پوشیدہ طور پر مصر اور پھر بیروت چلی گئیں اور وہاں اپنی سرگرمیاں جاری رکھیں۔ بعد ازاں انگلستان چلی گئیں۔ اور واپسی پر استنبول کے نارمل اسکول میں پانچ برس تک معلّمہ رہیں۔

مصطفیٰ کمال پاشا نے خالدہ کی جادو بیانی سیاسی فہم و فراست سے متاثر ہو کر انھیں اپنی کابینہ میں شامل کر لیا اور تعلیم کا محکمہ ان کے سپرد کر دیا۔ لیکن جلد ہی دونوں میں اختلاف رائے پیدا ہو گیا۔ یہاں تک کہ وہ ۱۹۲۶ء میں --- ترکی چھوڑ کر چلی گئیں۔ اور تصنیف و تالیف کو اپنا ذریعہ معاش بنایا نیز یورپ اور امریکہ کے شہروں میں لیکچر دیئے۔

جنوری ۱۹۳۵ء میں وہ ڈاکٹر مختار احمد انصاری کی دعوت پر دہلی آئیں اور جامعہ ملیہ اسلامیہ میں توسیعی لیکچر دیئے۔ دہلی کے علاوہ انھوں نے برصغیر کے اور کئی شہروں کی سیاحت کی۔ اس سفر کے تاثرات انھوں نے اپنی تصنیف INSIDE INDIA ، میں رقم کیے ہیں۔

اتاترک کے انتقال پر ۱۹۳۹ء میں خالدہ ترکی واپس آئیں جہاں وہ استنبول یونیورسٹی میں انگریزی کی پروفیسر مقرر ہوئیں۔ اپنی زندگی کے آخری ایام میں انھوں نے سیاست سے کنارہ کشی اختیار کر لی تھی اور اپنی دیہی قیام گاہ میں رہنے لگیں تھیں۔ ان کا انتقال ۹ ر جنوری ۱۹۶۴ء کو ہوا۔

انگریزی میں انھوں نے متعدد تصنیفات یادگار چھوڑی ہیں۔

ترجمہ ڈاکٹر عابد حسین ۱۹۲۹ء

(1) THE MEMOIRS
(2) TURKISH ORDEAL
(3) TURKEY FACES WEST
(4) INSIDE INDIA
(5) THE CLOWN & HIS DAUGHTER

ان کے علاوہ خالدہ نے ترکی میں چھ ناول اور متعدد افسانے بھی لکھے جن میں سے بعض کا دنیا کی کئی زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے۔ ان میں

دو ناول "آتشدان گو ملک" اور "ینی توران" (سیاسی ناول) مشہور ہیں۔ سید سجاد حیدر یلدرم نے ان کے بعض مضامین کا اردو میں ترجمہ کیا تھا۔

مآخذ:

اردو دائرۃ المعارف اسلامیہ، جلد ۸، ص۔ ۸۳۵۔ ۸۳۸۔

## ۵ مسز ڈورس احمد (۱۹۰۵ - ۱۹۹۳ء)

ان کا اصل نام ڈوروتھیا لینڈ وہر (DOROTHEA LAND WHR) تھا۔ ان کے والد برلن کے کسی اسکول میں استاد تھے۔ ڈورس ۱۹۰۵ء میں برلن میں پیدا ہوئیں۔ ان کی بڑی بہن لیزا (LISA)، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے ایک پروفیسر اے۔اے حیدر کی بیوی تھیں۔ ڈورس نے بھی برلن میں ایک مسلم سے شادی کی جو حیدر آباد دکن سے تعلق رکھتے تھے لیکن یہ انھیں برلن چھوڑ کر واپس آ گئے اور حیدر آباد دکن میں کسی مسلمان خاتون سے شادی کر لی۔ ڈورس اس سے طلاق لینے کی خاطر ہندوستان آئیں۔ کیونکہ اس وقت کے جرمن قانون کے مطابق وہ یہیں سے طلاق حاصل کر سکتی تھیں۔ طلاق لینے کے بعد وہ اپنی بہن کے پاس علی گڑھ میں رہنے لگیں۔ یہ غالباً ۱۹۳۳ء میں ہوا۔ علی گڑھ میں ان کی دوستی پروفیسر رشید احمد صدیقی اور ان کی بیگم صاحبہ سے ہوگئی یہ سب لوگ انھیں آپا جان کہتے تھے۔ بیوی کی وفات کے بعد علامہ اقبال اپنے بچوں جاوید اور منیرہ کے لیے گورنس کی تلاش میں تھے۔ چنانچہ ۱۹۳۶ء میں پروفیسر رشید احمد صدیقی کی وساطت سے مسز ڈورس احمد لاہور آئیں اور علامہ اقبال کے بچوں کی نگہداشت کرنے لگیں۔ یہ انھیں آپا جان یا آنٹی ڈورس کہتے تھے۔ علامہ اقبال کی خواہش تھی کہ ان کی وفات کے بعد بھی یہ بچوں کی خبر گیری کرتی رہیں۔ چنانچہ یہ ۱۹۶۲ء تک جاوید منزل میں مقیم رہیں۔ ۱۹۶۲ء میں وہ واپس برلن جا کر آباد ہوئیں۔

مسز ڈورس احمد برلن جانے کے بعد تقریباً ہر سال سردیوں میں لاہور آجایا کرتی تھیں اور نومبر سے اپریل تک کچھ ماہ منیرہ بیگم اور کچھ ماہ جاوید اقبال صاحب کے ساتھ رہا کرتی تھیں۔ ۱۹۹۲ء کے وسط میں مسز ڈورس احمد زیادہ بیمار ہوگئیں۔ منیرہ بیگم

نے اپنے بیٹے کو جرمنی بھیجا جو انھیں ہاتھوں ہیں اٹھا کر لاہور لے آیا۔ جہاں اپنی زندگی کا آخری سال انھوں نے منیرہ بیگم کے پاس گزارا۔

۱۹۹۲ء کے اوایل ہیں وہ لاہور ہیں انتقال کر گئیں اور وہیں عیسائیوں کے قبرستان ہیں دفن ہوئیں۔ ان کے کوئی اولاد نہ تھی۔

مسز ڈورس احمد نے اقبال پر ایک چھوٹی سی کتاب بھی تحریر کی تھی جس کا نام ہے (IQBAL AS I KNOW HIM) یہ کتابچہ اقبال اکادمی پاکستان نے شائع کیا ہے۔

مآخذ :

بصد شکریہ : جناب ڈاکٹر جاوید اقبال صاحب، لاہور۔

# (والدہ) راس مسعود (متوفی ۱۹۴۵ء)

سرسید احمد خاں کے صاحبزادے سید محمود کی شادی مشرف جہاں بیگم سے ۱۸۸۶ء میں ہوئی۔ مشرف جہاں بیگم سرسید کے نانا خواجہ فریدالدین کے خاندان کی تھیں۔ یعنی خواجہ فریدالدین کے پوتے خواجہ شریف الدین کی بیٹی تھیں۔ ان کے بھائی خواجہ مصلح الدین دہلی کے قدیم رؤسا کی یادگار تھے۔
مشرف جہاں بیگم علی گڑھ میں بیگم محمود اور لیڈی محمود کے نام سے معروف تھیں سید محمود اور سر راس مسعود کا انتقال بیگم محمود کے سامنے ہوا۔ ان کا انتقال شوہر کے انتقال کے بیالیس برس بعد ۱۹۴۵ء میں ہوا۔ اور احاطہ کوٹھی سرسید احمد خاں واقع سرسید نگر، سول لائنس، علی گڑھ میں دفن ہوئیں۔

مآخذ:

فکر و نظر، ناموران علی گڑھ، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، پہلا کارواں، جنوری تا ستمبر ۱۸۹۵ء ص ۱۵۱۔

# راشد الخیری (۱۸۶۸ء-۱۹۳۶ء)

ان کا نام محمد عبدالراشد تھا۔ جنوری ۱۸۶۸ء میں دہلی میں پیدا ہوئے۔ یہ خاندان عرصہ دراز سے علم و مذہب کے لحاظ سے بڑی عزت کا مالک تھا۔ اس خاندان میں ایک مشہور بزرگ مولوی خیراللہ گزرے ہیں ان ہی کی مناسبت سے محمد عبدالراشد نے ۱۹۰۶ء سے اپنے نام کے ساتھ خیری لکھنا شروع کیا۔

راشد الخیری نے گھر پر اردو، عربی اور فارسی سیکھی۔ اینگلو عربک اسکول دہلی میں انگریزی کی معمولی تعلیم پائی۔ ۱۸۹۱ء میں حیدر آباد سیٹل مینٹ آفس میں ملازم ہوگئے لیکن ملازمت میں دیر تک جی نہ لگا۔ بعد ازاں محکمہ ڈاک کے آڈٹ آفس میں منتقل ہوگئے بالآخر ۱۹۱۰ء میں ملازمت سے استعفیٰ دے دیا اور ادبی مشاغل میں منہمک ہوگئے۔

ان کا انتقال ۱۳ر فروری ۱۹۳۶ء کو ہوا۔

راشد الخیری کثیر التصانیف ہیں اور اپنے ناولوں کی وجہ سے مشہور ہیں۔ ان میں عورتوں کی ذہنی اور معاشرتی زندگی کی عکاسی کی گئی ہے۔ نذیر احمد کی طرح راشد الخیری بھی عورتوں کی اصلاح و ترقی کے خواہاں تھے اور ان کے ناولوں کا مرکز عورتوں کی فلاح و بہبود ہے۔ وہ تعلیم نسواں کے لیے ہمیشہ کوشاں رہے۔ انھوں نے ۱۹۲۲ء میں لڑکیوں کے لیے ایک اسکول "تربیت گاہ بنات" قائم کیا۔ عورتوں کے لیے متعدد رسالے جاری کیے جن میں "عصمت" "تمدن"، "سہیلی" "بنات"، "جواہر نسواں" مشہور ہوئے۔

راشد الخیری کو انسانی زندگی کے المیہ پہلو کی لفظی تصویر کشی میں کمال حاصل تھا اسی لیے ۱۹۱۷ء میں ان کے مشہور ناول "شام زندگی" کی اشاعت کے بعد اُن کو

"مصورِ غم" کا خطاب دیا گیا۔

اسلوب نگارش کے لحاظ سے راشد الخیری نہایت بلند مقام پر نظر آتے ہیں۔ دہلی کی ٹکسالی زبان پر ان کو اتنا عبور ہے کہ ان کا ثانی نہیں ہوا۔ ان کے محاورات اور روزمرہ دلّی کے شریف گھرانوں کی زبان سے روشناس کرادیتے ہیں۔ دہلی کی پاکیزہ زبان ان کی عبارت کا امتیازی پہلو ہے۔

راشد الخیری کی تصانیف قریب اسی (۸۰) کے ہیں جن میں سے بعض اہم و مشہور حسب ذیل ہیں:

| | |
|---|---|
| ۱۔ سمرنا کا چاند | ۲۔ صبح زندگی |
| ۳۔ شام زندگی | ۴۔ نوحہ زندگی |
| ۵۔ زہرہ مغرب | ۶۔ بنات الوقت (۱۹۲۰ء) |
| ۷۔ ماہ عجم | ۸۔ منازل السائرہ |
| ۹۔ سات روحوں کے اعمال نامے | ۱۰۔ سیدہ کا لال |
| ۱۱۔ عروس کربلا | ۱۲۔ دلی کی آخری بہار |

اقبال اور راشد الخیری کے گہرے دوستانہ تعلقات تھے مزید تفصیل کے لیے اوراق گم گشتہ، مرتبہ رحیم بخش شاہین ملاحظہ ہو۔

مآخذ:


۱ ڈاکٹر سید اعجاز حسین۔ مختصر تاریخ ادب اردو ص، ۳۷۷ - ۳۸۲۔

۲ رام بابو سکسینہ۔ ہسٹری آف اردو لٹریچر ترجمہ مرزا محمد عسکری ص، ۱۳۶۔

۳ نریش کمار جین مسلمزان انڈیا جلد ص، ۱۴۴۔

# رابسن (لفٹیننٹ کرنل ہنری ولیم کیومن)

ROBSON (LT. COL. HENRY WILLION CUMINE)

لفٹیننٹ کرنل ہنری ولیم کیومن رابسن (LT. COL. HENRY WILLIAM CUMINE ROBSON) سی۔آئی۔ای (C.I.E.) او۔بی۔ای (O.B.E.) ۸ر دسمبر ۱۸۸۶ء کو پیدا ہوا۔ ۲۹ر اگست ۱۹۰۶ء میں فوجی ملازمت کی۔ ۱۱ر اکتوبر ۱۹۰۶ء کو ہندوستان آیا اور فوجی محکمہ (MILITARY DEPARTMENT) میں ملازمت شروع کی۔ ۲۵ر مارچ ۱۹۱۲ء کو اس کا تقرر بحیثیت ایڈجوٹننٹ (ADJUTANT) ماکران لیوی کور (MAKRAN LEVY CORPS) میں پنج گن (PANJGAN) کے مقام پر ہوا۔ ۴ر اپریل ۱۹۱۶ء میں فوجی محکمہ میں واپس آگیا۔

رابسن نے ۱۹۱۹ء سے ۱۹۲۴ء تک حکومت ہند کے خارجہ اور سیاسی محکمہ[۱] (FOREIGN AND POLITICAL DEPARTMENTS) میں خدمات انجام دیں۔

رابسن ۱۶ر جون ۱۹۱۹ء کو اس محکمہ میں تبادلہ ہو کر آیا۔ اور اسسٹنٹ پولیٹیکل آفیسر مقرر ہوا۔ ٹریننگ کے بعد اس نے چیف کمشنر بلوچستان (گورنر جنرل کے ایجنٹ) کے ماتحت اپریل ۱۹۲۱ء تک کام کیا۔ ۲۱ر اپریل ۱۹۲۱ء کو وہ پولیٹیکل ایجنٹ چگائی (CHAGAI) مقرر ہوا۔ دو سال کے بعد اپریل ۱۹۲۳ء میں اس کا تقرر ریاست کمشنر کے ریزیڈنٹ (RESIDENT) کے ماتحت ہوا۔ اور وہاں اس نے نومبر ۱۹۲۴ء تک کام کیا۔

---

[۱] یہ اہم محکمہ وائسرائے اور گورنر جنرل کے ماتحت تھا اور امور خارجہ کے علاوہ ہندوستانی ریاستوں کے نظم و نسق کے چارج میں تھا۔

۲ر مارچ ۱۹۲۵ء کو رالبن ریاست حیدر آباد کے ریزیڈنٹ کا سیکریٹری مقرر ہوا۔ ۲۵ر مارچ ۱۹۳۰ء کو وہ ریاست بھرت پور چلا گیا۔ اس کے بعد تھوڑی مدت کے لیے بلوچستان میں آفیسر اون اسپیشل ڈیوٹی رہا۔

۱۵ر نومبر ۱۹۳۲ء کو لفٹیننٹ کرنل رالبن ریاست بھوپال میں پولیٹیکل ایجنٹ مقرر ہوا۔ اور اپریل ۱۹۳۶ء تک اس عہدہ پر فائز رہا۔ اسی زمانہ میں سر راس مسعود کی وساطت سے علامہ اقبال اس سے ملنا چاہتے تھے۔

۳ر اپریل ۱۹۳۶ء کو رالبن کا تبادلہ لاہور کا ہوگیا جہاں وہ ریاست ہائے پنجاب کا معاون ایجنٹ رہا۔ اس دوران اس کی ترقی بھی ہوئی اور وہ کارگزار ریزیڈنٹ کلاس اول مقرر ہوا۔ سال بھر کے بعد ۳۰ر مارچ ۱۹۳۷ء کو اس کا تبادلہ رانچی کا ہوگیا جہاں وہ مشرقی ریاستوں کا معاون ایجنٹ مقرر ہوا۔ ۲ر جولائی ۱۹۳۷ء کو اس عہدہ پر اس کی منتقلی کلکتہ کی ہوگئی۔

۶ر جون ۱۹۳۹ء کو ریزیڈنٹ کلاس دوم کے عہدہ پر لفٹیننٹ کرنل رالبن کا مستقل تقرر ہوا۔ ۸ر مئی ۱۹۴۰ء کو وہ سرکاری ملازمت سے سبکدوش ہوا۔ ۳ر جون ۱۹۲۹ء کو اس کو او۔بی۔ای (O.B.E) کا خطاب ملا۔

ماخذ:

برٹش ہائی کمیشن، نئی دہلی کے شکریے کے ساتھ جنھوں نے ازراہ کرم ہسٹری آف سروسز آف آفیسرز ہولڈنگ گزٹیڈ اپوئنٹمنس ان دی پولیٹیکل اینڈ ایکسٹرنل افیرز ڈپارٹمنٹس

(HISTORY OF SERVICES OF OFFIERS HOLDING GAZATTED APPOINTMENTS

IN THE POLITICAL AND EXTERNAL AFFAIRS DEPARTMENT)

بھیجی جس کی مدد سے یہ نوٹ تیار کیا گیا۔

(مولّف)

# راغب مراد آبادی (ولادت ۱۹۱۸ء)

اصغر حسن نام راغب تخلص ۔ مراد آباد (یوپی) کے رہنے والے تھے ۔ یہ ۲۷ مارچ ۱۹۱۸ء کو دہلی میں پیدا ہوئے ۔ تعلیم بی ۔ اے تک حاصل کی ۔ ادیب فاضل (اردو اور منشی فاضل فارسی) کے امتحانات بھی کامیاب کیے ۔ طبیہ کالج سے حکمت کی سند حاصل کی ۔ حصول تعلیم کے بعد سرکاری ملازمت کرلی اور ۱۹۸۰ء میں محکمہ محنت، سندھ کراچی سے بحیثیت پی۔ آر ۔ او ریٹائر ہوئے ۔

راغب مراد آبادی نے سیاست میں بھی حصہ لیا ۔ وہ ۱۹۳۹ء میں شملہ ڈسٹرکٹ مسلم لیگ کی مجلس عاملہ کے رکن منتخب ہوئے ۔ ستمبر ۱۹۴۲ء میں نواب زادہ لیاقت علی خاں نے ان کو سینٹرل گورنمنٹ ایمپلائز ایوکیشن کمیٹی CENTRAL GOVERNMENT EMPLOYEES EVACUATION COMMITTEE کا سیکریٹری کا مقرر کردیا ۔

راغب مراد آبادی مختلف سماجی اور ادبی اداروں سے بھی متعلق رہے ۔ دو سال تک اقبال اکیڈمی کے رکن تھے ۔ وہ مجلس عاملہ حیات الاسلام کراچی اور مجلس مشاورت بقائی میڈیکل کالج کراچی کے بھی رکن ہیں ۔ وہ بزم ادب ڈربن (نٹال) جنوبی افریقہ کے رکن اعزازی دوامی ہیں ۔

راغب مراد آبادی میدان صحافت میں بھی سرگرم کار ہیں ۔ شروع میں مسلم لیگ کے آرگن روزنامہ " منشور " (مدیر حسن ریاض صاحب مرحوم) سے وابستہ رہے ۔ تقسیم کے آٹھ سال تک وہ ماہنامہ " سفینہ " سے متعلق رہے جو جوش ملیح آبادی کی سرپرستی میں نکلتا تھا ۔ وہ رسالہ " سات اکتوبر " ماہنامہ " زیر لب " کے ادبی و علمی مشیر رہے ۔ وہ ماہنامہ " ظرافت " کے بھی مشیر ادبی تھے ۔ اور ماہنامہ "نقاد صحت"

کے مدیر اعزازی ہیں۔ آج کل سہ ماہی رسالہ "افکار" کے مشیر ادبی ہیں۔

راغب مراد آبادی نے مختلف ممالک کا سفر بھی کیا ہے۔ وہ اچھے شاعر ہیں اور انھوں نے ہر صنف سخن میں طبع آزمائی کی ہے۔ خصوصاً رباعی کہنے میں ان کو ایک خاص ملکہ حاصل ہے۔ ان کی شعری اور نثری تصنیفات کثیر تعداد میں ہیں اور درج ذیل ہیں:

۱۔ ساغر صد رنگ (۱۹۴۴ء) غزلوں کا مجموعہ
۲۔ عزم و ایثار (۱۹۴۶ء) قومی و سیاسی نظموں کا مجموعہ
۳۔ ہمارا کشمیر (۱۹۴۹ء) اس میں کشمیر سے متعلق نظمیں ہیں
۴۔ نذر شہدائے کربلا (۱۹۵۵ء) مراثی و سلام
۵۔ ترغیب (۱۹۶۸ء) تحدید آبادی کے موضوع پر مضامین
۶۔ محنت کی ریت (۱۹۷۳ء) اس میں نظمیں ہیں
۷۔ تحریک (۱۹۶۸ء) یہ بھی مسئلہ آبادی پر ہے۔
۸۔ سو نعتیہ اشعار (۱۹۷۶ء)
۹۔ مدحتِ خیر البشر (۱۹۷۰ء)
۱۰۔ جادۂ رحمت: تین سو اسی (۳۸۰) رباعیات کا مجموعہ جو سفر حجاز سے متعلق ہیں۔ (سن ندارد)
۱۱۔ آزادی: (مارچ ۱۹۹۱ء) ایک سو بیس (۱۲۰) رباعیات۔ آزادی کی ردیف کے ساتھ۔
۱۲۔ بحضورِ خاتم الانبیا (۱۹۸۶ء): سلام و نعتیہ رباعیاں
۱۳ مدح رسول: (۱۹۸۳ء) صفت غیر منقوطہ میں نعتیں اور رباعیاں
۱۴۔ مکالماتِ جوش و راغب (۱۹۸۸ء): جوش لٹریری سوسائٹی کالگری (CALGURY) کینیڈا سے شائع ہوئی۔
۱۵۔ OVATION TO CHINA یہ ان کی رباعیات کا انگریزی ترجمہ ہے

جو رفیق خاور نے کیا ہے۔

۱۶۔ رگِ گفتار (۱۹۸۹ء): غزلیات اور رباعیات کا مجموعہ۔ چند رباعیات پنجابی میں بھی ہیں۔

معروف شاعر حبیب جالب ان کے شاگرد تھے۔

راغب مراد آبادی اب بھی برابر مشاعروں اور مکالموں میں شریک ہوتے ہیں اور کراچی میں قیام پذیر ہیں۔

مآخذ:

راغب مراد آبادی: آزادی، کراچی۔

## ساحر دہلوی پنڈت امرناتھ مدن (۱۸۶۳-۱۹۴۲ء)

پنڈت امرناتھ مدن ساحر دہلوی مہاراجہ رنجیت سنگھ کے مشہور دیوان راجہ دینا ناتھ کے خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ وہ ۲۹ رمارچ ۱۸۶۳ء کو بمقام بریلی پیدا ہوئے۔ اردو فارسی کی تعلیم حاصل کی اور بارہ سال کی عمر میں شعر کہنے لگے۔

مدتوں پنجاب میں تحصیل دار رہے۔ تقریباً ۷۹ برس کی عمر پاکر ۱۱رستمبر ۱۹۴۲ء کو وفات پائی۔

پنڈت ساحر دہلوی پہلے فارسی میں شعر کہتے تھے۔ بعد ازاں اردو میں بھی طبع آزمائی کرنے لگے۔ کلام عارفانہ تھا اور اندازِ سخن متین تھا۔

ساحر صاحب جب تحصیل داری سے وظیفہ پر سبکدوش ہوکر دہلی آئے تو انھوں نے اپنی لال حویلی میں مشاعرے کی طرح ڈالی۔ جس میں ہر مذہب و ملّت کے شاعر شریک ہوتے تھے۔

پنڈت امرناتھ ساحر دہلوی نے مندرجہ ذیل اہم تصانیف اپنی یادگار چھوڑی ہیں جو طبع ہو چکی ہیں۔

۱۔ فلسفۂ توحید۔ " وشنو پران " کے مکمل چھ حصوں کا ترجمہ۔
۲۔ اسرارِ حقیقت (رموز معرفت) سوامی شنکرا چاریہ کے " تتو بدھ " اور " اتم بدھ " کا ترجمہ۔
۳۔ جلوۂ جہاں نما۔ " بھگوت گیتا " کے گیارھویں ادھیائے کا منظوم ترجمہ۔
۴۔ کفرِ عشق۔ ساحر کے اردو کلام کا مجموعہ جو ۱۹۳۷ء میں شائع ہوا۔
۵۔ چراغ معرفت۔ ساحر کی فارسی غزلوں کا دیوان جو ۱۹۳۸ء میں شائع ہوا۔

ساحر کا دیوان "کفرِ عشق" جب پہلی مرتبہ جون ۱۹۳۷ء میں چھپ کر چودھری محمد حسین کی وساطت سے اقبال تک پہنچا تو انھوں نے ۲۶ ستمبر ۱۹۳۷ء کو اس کی داد دیتے ہوئے پنڈت ساحر کو وہ خط لکھا جو اس جلد میں شامل ہے۔

مآخذ :

۱ محمد عبداللہ قریشی ۔ معاصرینِ اقبال کی نظر میں ص ۳۱۲ ۔ ۳۲۲ ۔

۲۔ لالہ سری رام ۔ خمخانۂ جاوید ۔

# سارٹن جارج الفریڈ لیون

(GOERGE ALFRED LEON N SARTON)

(۱۸۸۴ - ۱۹۵۶ء)

سائنس کا ممتاز ترین مورخ جارج الفریڈ لیون سارٹن (GOERGE ALFRED LEON SARTON) بیلجیم کے ایسٹ فلینڈرز (EAST FLANDERS) کے مقام گینٹ (GHENT) میں ۳۱ اگست ۱۸۸۴ء کو پیدا ہوا۔ اتھینیم (ATHENAEUM) میں ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد وہ گینٹ یونیورسٹی میں داخل ہوا جہاں سے ۱۹۱۱ء میں ریاضیات میں ڈاکٹریٹ کیا۔ لیکن اس کو تاریخ سائنس اور فلسفۂ سائنس سے غیر معمولی دل چسپی تھی۔

جب پہلی جنگ عظیم کے دوران جرمن فوجوں نے اس کے مکان پر قبضہ کر لیا تو یہ ترک وطن کر کے اپریل ۱۹۱۵ء میں امریکہ چلا گیا۔ ۱۹۱۶ء میں ہارورڈ یونیورسٹی میں تاریخ سائنس میں لیکچرار مقرر ہوا۔ اسی دوران ۱۹۱۸ء میں کارنیگی انسٹی ٹیوشن (CARNEGI INSTITUTION) واشنگٹن میں بطور ریسرچ ایسوشیئٹ (RESEARCH ASSOCIATE) کام شروع کیا اور چالیس سال تک اس ادارہ سے وابستہ رہا۔ ۱۹۲۰ء میں ہارورڈ یونیورسٹی کی فیکلٹی کا ممبر ہو گیا اور ۱۹۴۰ء میں باقاعدہ پروفیسر مقرر ہوا۔ بعد ازاں وہ ایمریطس پروفیسر (PROFESSOR EMRITUS) بھی رہا۔ ۱۹۵۱ء میں وہ فیکلٹی سے ریٹائر ہوا۔ غرض ۱۹۱۶ء سے ۱۹۵۱ء تک وہ ہارورڈ یونیورسٹی میں تاریخ سائنس کے مضمون پر جو اس وقت تک کورس میں نہ تھا کسی نہ کسی عنوان پر برابر لیکچر دیتا رہا۔ اس نے عربی زبان سیکھنے کی خاطر بیروت، شام، مصر، تیونس، الجیریا اور مراکش کا دورہ کیا۔

وہ چودہ زبانیں جانتا تھا۔ لاطینی اور یونانی کے علاوہ جو طالب علمی میں سیکھی تھیں
وہ عربی سنسکرت، چینی، جاپانی اور متعدد ایشیائی زبانیں جانتا تھا۔
سارٹن کا بڑا کارنامہ یہ ہے کہ اس نے یونیورسٹی کے نظام تعلیم میں ایک
نئے مضمون کا اضافہ کیا اور وہ سائنسی علوم کی تاریخ ہے۔ اس کو بے شمار
انعامات اور اعزازات سے نوازا گیا۔
ڈاکٹر سارٹن نے اکہتر سال کی عمر میں ۲۲ مارچ ۱۹۵۶ء کو کیمبرج میسے
چوسیٹس ( CAMBRIDGE MASSACHUSETTS ) میں انتقال کیا۔
ڈاکٹر سارٹن کی شہرہ آفاق تصنیف ( مقدمہ تاریخ سائنس )
INTRODUCTION OF THE HISTOR. OF SCIL..E ہے۔ اس کی پہلی
جلد ہومر سے عمر خیام تک FROM HOMER TO OMAR KHAYYAM دوہزار سال
کے زمانہ کو محیط ہے۔ ۱۹۲۷ء میں شائع ہوئی۔ اس کی دوسری جلد
(FROM RABBI BEN E..RA TO IBN RUSHD ) ہے اس کی تیسری جلد
(سائنس اینڈ دی لرننگ ان دی فورٹینتھ سینچری ) دو حصوں میں ہے۔ پہلے
حصہ میں چودھویں صدی کے اولین نصف کا جائزہ ہے اور ۱۹۴۷ء میں شائع
ہوئی اور دوسرا حصہ میں اس صدی کے دوسرے نصف کو محیط ہے اور ۱۹۴۸ء
میں شائع ہوئی۔ ( FROM HOMER TO OMAR KHAYYAM )
سارٹن کا "مقدمہ سائنس" اپنی نوعیت، کینویس (CANVAS) کی
وسعت اور ہمہ گیری کے باعث ایک معرکتہ آلارا کتاب شمار ہوتی ہے۔ اس
میں علوم انسانی کی ترقی و نشو و نما کو تاریخی، فلسفیانہ اور ثقافتی پس منظر میں
پیش کیا گیا ہے۔ ان علوم میں سے ہر ایک کی ترقی پر علیحدہ علیحدہ مضامین
ہیں۔ ان علوم میں طبیعیات، کیمسٹری، فلکیات، جغرافیہ، طب، عمرانیات
اور لسانیات شامل ہیں۔ اس کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ صرف یورپ تک
محدود نہیں بلکہ اس میں ایشیا اور افریقہ میں بھی سائنس کی ترقی و نشو و نما

کا جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ سارٹن مشرق و مغرب میں امتیاز نہیں کرتا نہ وہ سائنس کی ترقی میں مغرب کی برتری ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس کے برعکس وہ یہ واضح کرتا ہے کہ مغرب نے کس حد تک مشرقِ وسطیٰ سے سائنسی علوم، ریاضیات، طبیعیات، کیمسٹری، فلکیات کے میدان میں استفادہ کیا ہے۔ سارٹن نے وحدتِ فطرت سائنس اور انسانیت کے تعلق اور سائنس کی ترقی میں مشرقی فکر و نظر کے اہم رول کی وضاحت کی ہے اور بنیادی طور پر وہ انسان دوست (HUMANIST) تھا۔

افسوس ہے کہ سارٹن تاریخ سائنس کو صرف چودھویں صدی تک پیش کر سکا اور اس میں بھی چالیس برس لگے۔ سائنس دانوں کا تخمینہ ہے کہ بقیہ صدیوں میں سائنس کی نشوونما کے جائزہ کو اسی اعلیٰ معیار اور وسعت و وضاحت کے ساتھ کیا جاتا تو سو سال اور لگتے۔ اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ سارٹن کا کارنامہ کس قدر حیرت انگیز اور عدیم المثال ہے۔

سارٹن نے اس کے علاوہ بھی متعدد تصنیفات یادگار چھوڑی ہیں جن کی تعداد پندرہ کے قریب ہے۔ ان میں (INTRODUCTION TO THE HISTORY OF THE SCIENCE AND THE NEW HUMANISM) (انٹروڈکشن ٹو دی ہسٹری آف سائنس اینڈ دی نیو ہومن ازم) اور (THE STUDY OF THE HISTORY OF MATHEMATICS) (دی سٹڈی آف دی ہسٹری آف میتھے میٹکس) مشہور ہیں۔

اس کے علاوہ اس نے بہت سے مضامین اور مقالات، ریاضیات، اینشائی اور عرب کلچر فنون لطیفہ اور مختلف علوم پر لکھے۔

مزید برآں سارٹن نے تاریخ سائنس اور فلسفہ سائنس سے متعلق دو بین الاقوامی جریدے نکالے۔ ایک سہ ماہی ریویو آئی سس (ISIS) کے نام سے ۱۹۲۱ء میں اور دوسرا ریویو موسوم بہ اوسی رس (OSIRIS) ۱۹۳۶ء میں جاری کیا۔ اول الذکر

چالیس سال تک نکلتا رہا۔

مآخذ :

۱ ڈکشنری آف سائنٹفک بایوگرافی، مرتبہ چارلس کولسٹن گلسپائی نیویارک (۱۹۸۰ء) ص ۱۰۷ - ۱۱۴ ۔
۲ کنیز۔ ٹوئنٹیتھ سینچری اوتھرز تکملہ اول (۱۹۵۵ء)
۳ ریڈرز انسائیکلوپیڈیا آف امریکن لٹریچر، مرتبہ میکس جے ہرزبرگ، ص ۹۹۷ ۔
۴ کرنٹ بایوگرافی ۱۹۴۲ء
۵ ایضاً ۱۹۵۶ء

1. DICTIONARY OF SCIENTIFIC BIOGRAPHY
EDITED BY CHARLES COULSTON GILLSPIE, NEW YORK, 1980 (PP. 107-114)

2. KUNIYZ: TWENTIETH CENTURY AUTHORS IST SUPPLEMENT (1955)

3. READERS' ENCYCLOPAEDIA OF AMERICAN LITERATURE
BY MAX J. HERZBERG, P. 997

4. CURRENT BIOGRAPHY, 1942

5. CURRENT BIOGRAPHY, 1956

# (خواجہ سجاد حسین (متوفی ۱۹۴۵ء)

خواجہ سجاد حسین مولانا حالی کے فرزند تھے۔ سر سید احمد خاں کی زندگی ہی میں انھوں نے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے بی۔ اے پاس کیا اور محکمہ تعلیم سے اپنی ملازمت کا آغاز کیا۔ اور انسپکٹر آف اسکولز کے عہدے تک ترقی پائی۔

خواجہ سجاد حسین نے پانی پت کے مسلمانوں کی سیاسی اور تعلیمی میدان میں بہت خدمات انجام دیں۔ مولانا حالی نے اپنی زندگی میں ایک پرائمری اسکول قائم کیا تھا۔ جس میں ان کی زندگی ہی میں نہم اور دہم جماعتوں کا اجرا ہو چکا تھا۔ ان کی وفات (۱۹۱۵ء) کے بعد خواجہ سجاد حسین نے بہت ذمہ داری کے ساتھ اسکول کی تعمیر و ترقی کے فرض کو انجام دیا۔ ۲۱ فروری ۱۹۱۵ء میں پانی پت میں ایک عظیم الشان جلسہ حکیم اجمل خاں کی صدارت میں ہوا جس میں ملک کے مشاہیر شریک ہوئے جن میں مولانا محمد علی، مولانا ابوالکلام آزاد، صاحب زادہ آفتاب احمد خاں، صدر یار جنگ بہادر مولوی حبیب الرحمٰن شیروانی شامل تھے۔ اس میں طے پایا کہ مولانا حالی کی قومی خدمات کے اعتراف میں ایک ایسی یادگار قائم کی جائے جس سے ان کے کارناموں کی یاد ہمیشہ تازہ اور زندہ رہے۔ چنانچہ فیصلہ ہوا کہ ان کے قائم کیے ہوئے اسکول کو اعلیٰ درجہ کا ہائی اسکول بنایا جائے۔ ۱۹۱۷ء میں اس درسگاہ کا نام حالی مسلم ہائی اسکول قرار پایا۔ ۱۹۲۷ء تک اس کی عمارت مکمل ہوئی۔ اس تمام کام کی ذمہ داری خواجہ سجاد حسین نے بحسن و خوبی نبھائی۔ اس مقصد کے حصول کے لیے حالی میموریل فنڈ ایسوسی ایشن قائم ہوئی جس کے سکریٹری خواجہ سجاد حسین مقرر ہوئے۔ ۱۹۳۳ء میں اس سوسائٹی کا باقاعدہ رجسٹریشن ہوا۔

اسکول میں دینیات کی تعلیم کے علاوہ قرآن مجید کی تعلیم کا خصوصی انتظام تھا۔

خواجہ سجاد حسین خود تفسیر کا درس دیا کرتے تھے۔ اسکول میں کالج بننے کے امکانات تھے۔ مگر تقسیم ملک کی وجہ سے ایسا نہ ہو سکا تقسیم کے بعد اس میں اب لاہور کا ڈی۔ اے۔ وی۔ کالج ہے۔

خواجہ سجاد حسین نے پانی پت میں مولانا حالی کی پیدائش کی صد سالہ تقریبات کا انعقاد اکتوبر ۱۹۳۶ء میں کرایا۔ جس کی صدارت نواب صاحب بھوپال نے کی۔ علامہ اقبال نے اس تقریب میں شرکت کی تھی۔

خواجہ سجاد حسین نے لالہ بہاری شوقؔ کے ساتھ مل کر اردو زبان کا پہلا قاعدہ تصنیف کیا جو پنجاب کے تمام اسکولوں میں ایک صدی تک رائج رہا۔

خواجہ سجاد حسین نے ۱۹۴۵ء میں بعمر نوے یا بیانوے سال وفات پائی۔

مآخذ :

خواجہ اظہر حسین۔ تذکرہ سہر مرحوم، چائینہ آرٹ پریس، لاہور، ۱۹۹۱ء ۱/۱۲۵، ماڈل لاہور۔

# سر شاہ سلیمان (۱۸۸۶-۱۹۴۱ء)

سر شاہ سلیمان ۳ر فروری ۱۸۸۶ء کو ضلع اعظم گڑھ کے موضع ولیدپور بھرا میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم وہیں حاصل کی۔ ۱۹۰۶ء میں بی۔اے پاس کیا۔ اول پوزیشن حاصل کرنے کی وجہ سے اعلیٰ تعلیم کے لیے وظیفہ پاکر انگلستان گئے۔ جہاں کیمبرج یونیورسٹی میں داخلہ لیا۔ انڈین سول سروس کے امتحان میں کامیاب ہوئے لیکن اس میں شمولیت نہ کی۔ ڈبلن یونیورسٹی جاکر ڈاکٹر آف لا کی ڈگری حاصل کی اور ۱۹۱۱ء میں ہندوستان واپس آئے۔ اپنے والد کے ساتھ جونپور میں وکالت شروع کی۔ اگلے سال الہ آباد ہائی کورٹ کا رخ کیا۔ وہاں پہلے الہ آباد ہائی کورٹ میں جج کے قائم مقام عہدہ پر تقرر ہوا۔ پھر ۱۹۲۳ء میں جج ہو گئے۔ ۱۵ر مارچ ۱۹۳۲ء کو الہ آباد ہائی کورٹ کے چیف جسٹس کے اعلیٰ عہدہ پر فائز ہوئے۔ ۱۹۳۷ء میں ان کو فیڈرل کورٹ کا جج مقرر کیا گیا۔

سر شاہ سلیمان کو تعلیمی مسائل سے غیر معمولی دلچسپی تھی۔ وہ یوپی تعلیمی کانفرنس کے نہ صرف صدر تھے بلکہ انھوں نے ۱۹۲۴ء میں بدایوں میں اس کانفرنس کو از سرِ نو زندہ کیا۔ وہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے وائس چانسلر (۱۹۳۸-۱۹۴۰ء) بھی رہے۔

۱۹۲۷ء میں حکومت یوپی کی جانب سے ہندوستانی اکیڈمی کی بنیاد رکھی گئی۔ اس کی کامیابی میں سر شاہ سلیمان نے بھی نمایاں حصہ لیا۔ ۱۹۳۱ء میں اکیڈمی کی سالانہ ادبی کانفرنس میں اردو اور ہندی رسم الخط کے پیچیدہ مسئلہ پر گہرائی اور گیرائی کے ساتھ اپنے خیالات کا اظہار کیا۔

سر شاہ سلیمان اپنے پیشہ میں مصروف رہنے کے باوجود علم طبیعیات اور علم ریاضی کے مسائل پر غور و فکر کرنے کے لیے وقت نکالتے تھے۔ علم نجوم سے بھی ان کو

دل چسپی تھی۔ انھوں نے آینسٹائن کے نظریہ اضافیت سے کلی اتفاق نہیں کیا اور اپنا الگ نظریہ پیش کیا۔ یہ نظریہ آینسٹائن کے نظریہ اصول کشش سے مختلف تھا۔ ہندوستان اور بیرون ہندوستان میں ان کے اس کام کی ستایش ہوئی۔

سائنس داں ہوتے ہوئے سر شاہ سلیمان ادب کے بھی دلدادہ تھے۔ خاص طور پر انھیں فارسی اور اردو ادب سے کافی لگاؤ تھا۔ وہ ایک اچھے شاعر بھی تھے۔ اور فدائی تخلص کرتے تھے۔ فارسی اور اردو دونوں زبانوں میں طبع آزمائی کرتے تھے۔ انھوں نے "قصایدِ ذوق" اور دیگر کلام ذوق اور "انتخابِ مثنویاتِ میر" منتخب و مرتب کر کے شائع کرایا۔

سر شاہ سلیمان کی عمر نے وفا نہ کی۔ پچپن (۵۵) برس کی عمر میں ۱۳ رمارچ ۱۹۴۱ء کو ان کا انتقال ہوگیا۔

ماٰخذ:

رسالہ فکر و نظر، ناموران علی گڑھ، دوسرا کارواں، جلد ۲۳، ۱۹۸۶ء

# سر سید احمد خاں (۱۸۱۷ء - ۱۸۹۸ء)

سر سید احمد خاں ۱۷ر اکتوبر ۱۸۱۷ء کو دہلی میں پیدا ہوئے۔ مروجہ تعلیم حاصل کی۔ ان کے خاندان کا گہرا تعلق قلعہ معلیٰ سے تھا۔ ۱۸۶۲ء میں والد کے انتقال کے بعد وہ بآسانی دربار سے متعلق ہو سکتے تھے لیکن انھوں نے زمانے کے رُخ کو پہچانا اور ۱۸۳۷ء میں انگریزی حکومت کے ماتحت سر رشتہ دار کی حیثیت سے ملازمت کر لی۔ ۱۸۴۱ء میں ان کو فتح پور سیکری کی منصفی مل گئی۔ ۱۸۴۹ء میں ان کا تبادلہ دہلی ہو گیا۔ ۱۸۵۷ء کے ہنگامہ میں وہ بجنور میں متعین تھے۔ وہاں انھوں نے چند انگریز افسروں اور ان کے اہل خاندان کی جان بچائی تھی جسے بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھا گیا اور ان کو مراد آباد میں صدر الصدور مقرر کیا گیا۔

۱۸۵۷ء کے واقعات نے سر سید کے فکر و ذہن پر بڑا گہرا اثر ڈالا تھا جس کے نتیجہ میں انھوں نے فیصلہ کیا وہ مسلمانوں کی پستی کو دور کر کے رہیں گے۔ چنانچہ ۱۸۵۹ء میں انھوں نے اپنے مقصد کی ابتدا ایک اسکول قائم کر کے کی۔

اس دوران ان کا تبادلہ غازی پور کا ہو گیا۔ یہاں ۱۸۶۴ء میں انھوں نے سائنٹفک سوسائٹی قائم کی جس کا مقصد سائنس کی کتابوں کو اردو میں منتقل کرنا تھا۔ بعد میں یہ سوسائٹی علی گڑھ منتقل کر دی گئی۔ یہ سوسائٹی ایک جریدہ "علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ" کے نام سے شائع کرتی تھی۔ ۱۸۶۶ء میں سر سید نے برٹش انڈین ایسوسی ایشن کی بنیاد علی گڑھ میں ڈالی جس کا مقصد ہندوستان کے مسائل کو پارلیمنٹ کے علم میں لانا تھا۔ ۱۸۶۹ء میں مغربی تعلیمی طریقوں کا مطالعہ کرنے کے لیے وہ لندن گئے۔

۱۸۷۶ء میں ریٹائر ہوکر سرسید علی گڑھ میں مقیم ہو گئے۔ ۱۸۷۷ء میں انھوں نے ایم۔ اے۔ او کالج کی بنیاد رکھی جو ترقی پاکر ۱۹۲۰ء میں یونیورسٹی بن گیا۔

۱۸۶۶ء میں انھوں نے محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کی بنیاد ڈالی۔ اس سے پہلے وہ ۱۸۸۲ء میں ایجوکیشنل کمیشن کے ممبر مقرر ہوئے تھے۔ ۱۸۸۶ء میں ہی سرسید پبلک سروس کمیشن کے بھی ممبر مقرر ہوئے۔ جس کی غرض مسلمانوں کی عام و آزاد قسم کی تعلیم کی ترویج تھی۔ انھوں نے اپنے خیالات کی اشاعت کے لیے "تہذیب الاخلاق" اور "محمڈن سوشل ریفارمر" بھی جاری کیا۔ وہ پرانے خیالات کی تقلید کے باعث مسلمانوں کی تنگ و محدود ذہنیت اور انداز نظر کی مخالف تھے۔ اور مشرق و مغرب کے امتزاج کی وکالت کرتے تھے۔

سرسید ایک بلند پایہ صحافی، مقرر، مضمون نگار اور انشا پرداز بھی تھے۔ اس کے علاوہ وہ ایک ممتاز مورخ بھی تھے۔ انھوں نے آئینِ اکبری، اور تاریخ فیروز شاہی، مرتب کی۔ ان کی دیگر تصانیف میں 'آثارالصنادید'، رسالہ "اسباب بغاوت ہند" اور "خطبات احمدیہ" مشہور ہیں۔ سرسید پہلے شخص ہیں جنھوں نے اردو نثر میں مضامین کو سادگی اور متانت کے ساتھ لکھنا شروع کیا۔ ان کے رسالہ تہذیب الاخلاق، نے اردو زبان و ادب پر گہرا اثر ڈالا۔ سرسید نے اردو میں ایک نئے اسلوب کی بنیاد ڈالی جس کی خصوصیت آسان اور سادہ زبان میں ادق سے ادق مضامین پر اظہار خیال ہے۔

سرسید نے ۲۷ مارچ ۱۸۹۸ء کو انتقال کیا۔

اقبال نے اپنے زمانہ طالب علمی میں اپنے استاد مولوی میر حسن کے حسب ارشاد سرسید کی وفات پر یہ تاریخ کہی تھی۔

انی متوفیک و رافعک الی و مطعرک

۱۳۱۵ھ

---

مولانا حالی نے "حیات جاوید" میں اس تاریخ کا ذکر کیا ہے لیکن یہ نہیں بتایا کہ یہ تاریخ کس نے نکالی ۔ شاید ان کے علم میں نہ ہو. منشی وجاہت حسین وجاہت جھنجھانوی نے "سرسید کا ماتم" کے عنوان سے اپنی کتاب میں واضح طور پر لکھا ہے کہ:

"یہ تاریخ منشی محمد اقبال صاحب طالب علم، گورنمنٹ کالج، لاہور تلمیذ حضرت داغ کی ہے چوں کہ جس تاریخ سے یہ مادۂ تاریخ اخذ کیا گیا ہے وہ حضرت عیسیٰ کی ذات سے تعلق رکھتی ہے اس لیے محض علما کے اعتراض کرنے پر اقبال نے دوسرا مادۂ تاریخ نکالا"

(کانّہٗ مسیح لکلّ امراض) ۱۳۱۵ء

کچھ دنوں بعد اقبال نے ایک طویل نظم "سرسید کی لوح تربت" کے عنوان سے لکھی جس میں ان کی سیاسی اور تعلیمی خدمات کو خراج تحسین پیش کیا گیا تھا۔

مسلمانان ہند کی گزشتہ سوا سو سال کی کتاب زندگی کا ایک ورق ایسا نہ ہوگا جس پر سرسید کے اثرات کی مہر ثبت نہ ہو۔

ماخذ:


۱ عبدالروف عروج ۔ رجال اقبال ص، ۴۶۔۴۷۔

۲ احمد ۔ جدید ہندوستان کے معمار ص، ۱۸۳۔

# (لالہ) سری رام (۱۸۷۵ - ۱۹۳۶ء)

لالہ سری رام رائے بہادر مدن گوپال ایم۔ اے بیرسٹرایٹ لا کے فرزند اور رائے بہادر ماسٹر پیارے لال آشوب کے بھتیجے تھے، یہ ایک مشہور خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ جس کا سلسلہ جاکر اکبر کے مشہور وزیر راجہ ٹوڈر مل سے مل جاتا ہے۔

لالہ سری رام ۴؍ دسمبر ۱۸۷۵ء کو دلّی میں پیدا ہوئے اور وہیں تعلیم سے فراغت حاصل کرکے بارہ برس کی عمر میں والد کے ہمراہ لاہور گئے۔ ۱۸۹۵ء میں بی۔ اے کی ڈگری حاصل کی اور ۱۸۹۸ء میں ایم۔ اے اور منصفی کا امتحان پاس کرکے منصف مقرر ہوئے اور لاہور، امرتسر، دلّی وغیرہ کی کرسی منصفی کو چند سال تک زینت دیتے رہے۔ مگر دمہ کے مرض میں مبتلا ہوجانے سے ۱۹۰۷ء میں سرکاری ملازمت ترک کرنا پڑی اور علمی مشاغل اور اپنی وسیع ریاست کے اہتمام و انتظام میں ہمہ تن مصروف ہوگئے۔ عمر کے آخری ایام خانگی تنازعوں کے باعث نہایت رنج و غم میں بسر ہوئے۔ ۲۵؍ مارچ ۱۹۳۶ء کو وفات پائی۔

لالہ سری رام کا عدیم المثال کارنامہ "تذکرہ ہزار داستان" المعروف بہ "خمخانۂ جاوید" ہے۔ یہ شعرائے اردو کے حالات کا خزانہ اور ان کے منتخب کلام کا مجموعہ ہے۔ اس کی چار جلدیں سنین ذیل میں شائع ہوئی ہیں۔

جلد اوّل ۱۹۰۶ء

جلد دوم ۱۹۱۰ء

جلد سوم ۱۹۱۵ء

جلد چہارم ۱۹۲۶ء

ان کے انتقال کے بعد پانچویں اور آخری جلد پنڈت برج موہن دتاتریہ کیفی نے مرتب و مدون کی۔

لالہ سری رام نے ۱۸۹۸ء میں 'دیوان انور'، اور ۱۹۰۲ء میں 'مہتاب داغ'، اور ضمیمہ یادگار داغ، بھی نہایت عمدگی سے شائع کیا تھا۔

مآخذ:


۱ رام بابو سکسینہ۔ تاریخ ادب اردو (ترجمہ مرزا محمد عسکری)، نول کشور لکھنؤ۔ ۱۹۲۹ء

۲ عبدالروف عروج۔ رجال اقبال ص۔ ۲۷

۳ مالک رام۔ تذکرۂ ماہ و سال ص ۱۹۴۔

## (ڈاکٹر ہنری) سٹب (DR. HENRY STUBBE)

## (۱۶۳۱ - ۱۶۷۶ء)

ہنری سٹب ۲۸ / فروری ۱۶۳۱ء کو بمقام پارٹنی (PARTNY) نزد سپلزبی (SPILSBY) لنکن شائر (Lincoln Shire) میں پیدا ہوا۔ اس کا باپ پادری تھا۔ بعد میں وہ آئرلینڈ چلا گیا۔ اسے ٹری ڈا (TREDAGH) کے مقام پر ملازمت مل گئی۔ جب آئرلینڈ میں بغاوت ہوئی تو سٹب کی ماں انگلستان بھاگ کر چلی آئی اور لندن میں سلائی کر کے اپنا اور اپنے دو بچوں کا پیٹ پالنے لگی۔ ہنری اسٹب نے ویسٹ منسٹر کے اسکول میں ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ سر ہینری وین (SIR HENRY VANE) نے اس ہونہار اور ذہین بچے کی نگہداشت میں کافی دلچسپی لی اور اس کے کھانے پینے اور تعلیم کے مصارف کا بندوبست کر دیا۔ اس مہربانی کی بدولت اسٹب وظیفہ لے کر کرائسٹ چرچ کالج آکسفورڈ میں بغرض اعلیٰ تعلیم داخل ہوا۔ یہاں سے اس نے ۱۹۵۳ء میں بی۔ اے کا امتحان پاس کیا اور پھر اسکاٹ لینڈ چلا گیا۔ خانہ جنگی میں پارلیمنٹ کی جانب سے ۱۹۵۳ء سے ۱۹۵۵ء تک شریک رہا۔ واپسی پر اس نے ایم۔ اے کی ڈگری حاصل کی اور باڈلین لائبریری میں اسسٹنٹ لائبریرین مقرر ہو گیا اور تین سال تک اس عہدہ پر کام کیا۔ سر ہینری وین کے تعلق کی بنا پر ۱۶۵۹ء میں اسے برطرف کر دیا گیا۔ اس نے اسی سال ایک رسالہ اپنے محسن کی حمایت میں بعنوان "A VINDICATION OF THAT PRUDENT AND HONOURABLE KNIGHT" لندن سے شائع کیا اور اسی سال اس نے پادریوں اور دانش گاہوں کے خلاف بھی ایک رسالہ "A LIGHT SHIRING OUT OF DARKNESS" کے نام سے لکھا۔

سٹب اب شیکسپئر کی زاد بوم سٹریٹ فورڈ آن ایون

یں سکونت پذیر ہوگیا اور ڈاکٹر کا پیشہ اختیار کیا۔ ۱۶۶۰ء میں سٹب سرکاری ڈاکٹر کی حیثیت سے جمیکا (JAMAICA) چلا گیا لیکن اسے وہاں کی آب و ہوا راس نہ آئی اور ۱۶۶۵ء میں بیمار پڑ گیا اور واپس انگلستان آنا پڑا۔ چند روز لندن اور سٹریٹ فورڈ میں قیام کے بعد اس نے بالآخر واروک (WARWICK) میں سکونت اختیار کر لی اور ڈاکٹری کی پریکٹس پھر سے شروع کر دی اور جلد ہی اپنے پیشہ میں شہرت حاصل کر لی۔ ۱۲ر جولائی ۱۶۷۶ء کو ایک مریض کو دیکھنے جارہا تھا کہ اس کے گھوڑے کا پاؤں ایک ندی میں پھسل گیا اور یہ ڈوب کر مر گیا۔

ہینری سٹب ایک غیر معمولی قابلیت کا آدمی تھا۔ اس کی تصنیفی کاوشیں حیرت انگیز ہیں۔ اس نے مختلف موضوعات پر لکھا ہے۔ وہ لاطینی اور یونانی زبان پر قادر منفرد ریاضی داں اور سیاسی تاریخی اور چرچ کے معاملات میں ماہر تھا۔ وہ غیر معمولی حافظہ کا مالک تھا۔ مزید برآں وہ اعلیٰ درجہ کا ڈاکٹر بھی تھا۔ بحث و مباحثہ میں کم لوگ اس سے نبرد آزما ہونے کی ہمت کرتے تھے۔ رائل سوسائٹی سے اس کا معرکہ اپنے زمانے میں بہت مشہور ہوا۔

ڈاکٹر سٹب نے متعدد کتابیں لکھیں۔ مذکورہ بالا دو رسالوں کے علاوہ اس نے ایک ولندیزی رسالہ کے جواب میں ایک رسالہ

A JUSTIFICATION OF THE PRESENT WAR AGAINST THE UNITED NETHRLAND.

۱۶۷۲ء میں لکھا۔ بعد میں اس کے دوسرے رسالہ A FURTHER VINDICATION کے لیے حکومتِ برطانیہ نے دو سو پاؤنڈ کی رقم منظور کی۔ ۱۶۷۳ء میں اس نے PARIS GAZETTE لکھا جس میں ڈیوک آف یارک (DUKE OF YOUK) اور ماڈینا کی شہزادی (PRINCESS OF MODENA) کی شادی کی مخالفت کی تھی۔ اس پر اسے گرفتار کر لیا گیا۔ معلوم نہیں کہ اس کی رہائی کب عمل میں آئی۔ اغلب ہے کہ اس زمانہ میں اس نے (طلوع و عروج اسلام) RISE AND PROGRESS OF MAHOMETANISM لکھی۔ جس کا ذکر علامہ اقبال کے

مکتوب محررہ ۱۷/اپریل ۱۹۳۸ء میں ہے۔
اس کتاب کا پورا نام ہے :

AN ACCOUNT OF THE RISE AND PROGRESS OF MAHOMETANISM WITH THE LIFE OF MAHOMET AND A VINDICATION OF HIM AND HIS RELIGION FROM THE CALUMNIES OF THE CHRITIANS

اس کتاب کی عرصہ دراز تک عدم اشاعت ایک راز سربستہ ہے۔ یہ کتاب اس وقت تک شائع نہیں ہوئی تھی اور نہ انگریزی پریس اسے شائع کرنے کے لیے تیار تھی کیونکہ اس کی اشاعت سے عوام پر برے اثرات مرتب ہونے کے خوف تھا۔ وہ برے اثرات یہ تھے کہ لوگوں کو اسلام کے محاسن معلوم ہو جاتے اور عیسائیت کے عیوب ظاہر ہو جاتے۔

یہ مخطوطہ حافظ محمود شیرانی نے اپنے قیام لندن (۱۹۰۴ - ۱۹۲۱ء) کے دوران دریافت کیا اور ایک سیر حاصل مقدمہ کے ساتھ شائع کیا۔ کتاب کی اشاعت کے لیے کافی روپیہ جمع کیا گیا۔ قسطنطنیہ میں خلیل خالد بے مصنف "THE CRESCENT VERSUS THE CROSS" کی مساعیٔ جمیلہ اور ترکی کے موقر اخبارات "صباح" اور "سیرت مستقیم" کے تعاون و امداد سے کافی روپیہ اکٹھا ہو گیا اور اس طرح اس کی اشاعت ہوئی۔

تعجب ہے کہ ہم اس کتاب کا ذکر "مقالات حافظ محمود شیرانی" (آٹھ جلدوں میں) مجلس ترقی ادب لاہور اور حافظ محمود شیرانی کی کتابیات میں نہیں ہے جسے پروفیسر مظہر محمود شیرانی نے "قومی زبان"، اسلام آباد کے لیے ۱۹۹۱ء میں ۵۸ صفحات پر شائع کیا ہے۔

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ یہ کتاب اقبال کے کتب خانے میں موجود تھی۔ ان کا ذخیرۂ کتب جوان کی وصیت کے مطابق اسلامیہ کالج لاہور منتقل کیا گیا اس میں یہ کتاب محفوظ ہے اور DESCRIPTIVE CATALOGUE OF ALLAMA IQBAL'S PERSONAL LIBRARY

مرتبہ محمد صدیق شائع کردہ اقبال اکیڈمی لاہور (۱۹۸۳ء) کے صفحہ ۵۵ پر اس کا اندراج ملتا ہے۔ کتاب کا نمبر ۱۹۱ ہے۔

پہلی بار یہ کتاب ۱۹۱۱ء میں لزک اینڈ کمپنی (LUZAC AND C.) لندن سے شائع ہوئی۔ بعدازاں اس کے تین اور ایڈیشن نکل چکے ہیں:

| | | | |
|---|---|---|---|
| (۱) | ORIENTAL | لاہور | ۱۹۵۹ء |
| (۲) | 〃 | لاہور | ۱۹۷۵ء |
| (۳) | البیرونی | لاہور | ۱۹۷۶ء |

اس کا مسودہ ۱۶۹ صفحات کو محیط ہے اور حسب ذیل دس ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے۔

(۱) یہودیت اور عیسائیت (۲) مصنف کی عرضداشت (۳) جزیرہ نمائے عرب اور سامی قوم (۴) ولادت محمد صلی اللہ علیہ وسلم (۵) مدینہ میں کردارِ رسول اکرم (۶) حضرت علی رضی اللہ عنہ اور غزواتِ محمدیہ (۷) آنحضرت کا آخری حج، وفات وتدفین (۸) آنحضرت کی سیرت اور عیسائیوں کی بے بنیاد افسانہ طرازی (۹) قرآن اور معجزاتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم (۱۰) غزواتِ محمدیہ اور تقاضائے انصاف۔

کتاب میں ایک ضمیمہ بھی شامل ہے۔ جس میں اسلام کے متعلق قدیم عیسائی قصے کہانیاں اور غلط فہمیاں بیان کی گئی ہیں۔ انگلستان میں اسلام کے متعلق معلومات لاطینی اور فرانسیسی مآخذوں سے حاصل ہوئیں جو بالعموم من گھڑت قصے کہانیوں پر مبنی تھے۔ سولہویں اور سترویں صدی میں ان کی خاص طور پر بہت نشر واشاعت ہوئی۔ جس کے نتیجہ میں عام طور پر لوگ اسلام اور اس کے نظام کی سخت تنقید و مذمت کرنے لگے۔ اس پروپیگنڈہ میں عوام کے ساتھ علما و فضلا بھی شامل تھے۔ اس عام ناواقفیت کے عالم میں چند ایسی ہستیاں بھی تھیں جنھوں نے اسلام اور اس کے نظام پر ٹھنڈے دل اور سنجیدہ ذہن سے غور و فکر کیا اور اپنے طور پر حقیقت کی تلاش و جستجو کی۔

ان میں ڈاکٹر سٹب کا نام ناقابل فراموش ہے۔ اس کا بے مثال کارنامہ یہ تھا کہ اس نے انگریزی زبان میں پہلی بار اسلام پر ایک ہمدردانہ کتاب لکھی۔

ڈاکٹر سٹب نے یہودیت اور عیسائیت کی تاریخ سے کتاب کا آغاز کیا ہے۔ اس باب میں وہ لکھتا ہے کہ قدیم عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا نہیں مانتے تھے اور نہ ان کی پرستش کرتے تھے۔ نہ ہی وہ تثلیث کے قایل تھے۔ سٹب نے قدیم یہودیت کے مبلغین کی بھی زبردست مدافعت کی ہے اور بعد کے زمانے میں ان کو مشرک گردانتے پر سخت نکتہ چینی کی ہے۔ تمام معلومات حاصل نہ ہونے کے باعث ڈاکٹر سٹب آنحضرت کی مکمل حیاتِ طیبہ پیش کرنے سے قاصر رہا۔

ڈاکٹر سٹب کے مطابق حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم رسول خدا بھی تھے اور حاکم وقت بھی تھے جس طرح حضرت داؤد علیہ السلام تھے۔ سیاست اور تبلیغ دین دونوں ان کی زندگی کے نمایاں پہلو تھے۔ مصنف موصوف عرب کے اس بے تاج بادشاہ کی آئینی فراست و ہوشمندی کے سامنے سر تسلیم خم کرتا ہے۔ مواد کی کمی کے باوجود مصنف نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے کردار کی تصویر کشی میں مسلمانوں کی سی عقیدت و محبت کا اظہار کیا ہے۔ حضرت علی کی تقاریر کے اقتباسات پیش کیے ہیں جو عربی زبان کی فصاحت و بلاغت کے لازوال نمونے ہیں۔ اس نے قبل اسلام روایات کے بیان میں بھی اپنے عمیق اور وسیع مطالعہ کا ثبوت دیا ہے۔

مصنف موصوف نے اس غلط بیانی کی بھی تردید کی ہے کہ اسلام تلوار سے پھیلا۔ وہ کہتا ہے کہ اسلام پر یہ ایک غلط، بے بنیاد، گمراہ کن الزام ہے جو عہد قدیم سے آج تک لگایا جاتا ہے اور یہ عیسائیوں کی سراسر افترا پردازی پر مبنی ہے۔ وہ اسے "ایک عامیانہ رائے" اور "ایک صریح غلط بیانی" سے تعبیر کرتا ہے۔

اس تصنیف کا سب سے زیادہ مفید اور سبق آموز حصہ وہ ہے جس میں اس نے پیغمبر اسلام کے متعلق عیسائیوں کے من گھڑت قصے کہانیاں کی تار و پود بکھیر کر رکھ دی ہے اور اسلام پر تمام مروجہ اعتراضات کا مدلل جواب دیا ہے۔ اس کے عہد تک

اٹلی اور فرانس میں تو اسلام کے حامی پیدا ہو گئے تھے لیکن انگلستان میں ہنری سٹب پہلا شخص تھا جس نے اسلام کی حمایت میں یہ کارنامہ سرانجام دیا ہے۔ یہ پہلا انگریزی مصنف تھا جس نے اسلام کے تعلق سے ان تمام مفروضوں، تعصبات اور معاندانہ خیالات وتصورات سے خالی الذہن ہو کر یہ کتاب لکھی ہے جن کے گورکھ دھندے میں اس موضوع پر لکھنے والے تمام انگریزی مصنفین پھنس گئے تھے۔ اس نے حقیقت بیانی میں بیدریغ بیباکی اور دلیری سے کام لیا ہے اور مذہبی یا سیاسی مصلحت اندیشی کے زیر اثر کہیں حقیقت پر پردہ ڈالنے کی کوشش نہیں کی ہے۔

کتاب کے بارہ میں درج بالا معلومات حافظ محمود شیرانی کے مقدمہ سے حاصل کی گئی ہیں۔

حافظ محمود شیرانی نے ڈاکٹر سٹب کی غلطیوں اور فروگذاشتوں کی بھی مختصراً نشاندہی کی ہے۔ مثلاً وہ لکھتے ہیں کہ رسول اکرم کا سفر ہسپانیہ سراسر من گھڑت افسانہ ہے۔ شیرانی نے اپنے مقدمہ میں لکھا ہے کہ ہمیں دور جدید کے معیار پر اس تصنیف کو نہیں جانچنا چاہیے بلکہ اس عہد کی عام دشواریوں اور مجبوریوں کو بھی پیش نظر رکھنا چاہیے۔ آخر میں شیرانی نے سٹب کی تصنیف کو نہایت اہم اور اپنے دور کے ادب میں صحت مند اضافہ بتایا ہے اور ڈاکٹر سٹب کو گبن (GIBBON) اور کارلایل (CARLYLE) کا ہم پلّہ قرار دیا ہے۔

سید منظور الحسن برکاتی لکھتے ہیں کہ "اس کتاب کے شائع ہوتے ہی نہ صرف انگلستان بلکہ تمام انگریزی داں دنیا میں ہنگامہ برپا ہو گیا۔ ہنگامہ بھی ایسا تھا کہ محمود شیرانی کو جھوٹا بنایا گیا۔ بعض اخباروں نے غیر ذمہ دارانہ طور پر یہ بھی لکھ دیا کہ ڈاکٹر ہنیری سٹب کوئی شخص ہی نہ تھا۔ یہ کتاب محمود شیرانی کی تالیف ہے اور انھوں نے یہ فرضی نام رکھ لیا ہے۔ مولانا اس سے پریشان نہ ہوئے بلکہ انگریزی پریس کی اس زہرافشانی کو اپنے لیے ایک فالِ نیک سمجھا اور اس کے بعد ایک مختصری کتاب اس کتاب کے تعارف کے طور پر لکھی جس سے دنیا کو یہ اندازہ ہو گیا کہ شیرانی دنیا

کی کسی طاقت سے ڈرنے والے نہیں۔ یہی مولانا کا اولین کارنامہ تھا۔ اور اس کی بدولت نہ صرف مسلمانوں نے بلکہ دنیا کے تمام لوگوں نے حافظ محمود شیرانی کو جانا۔" مظہر محمود شیرانی صاحب نے اس استفسار کے جواب میں کہ آیا حافظ محمود شیرانی نے ہنری سٹب کی مذکورہ بالا کتاب کے تعارف میں کوئی کتابچہ بھی شائع کیا تھا لکھا ہے کہ میں اس رسالہ سے ناواقف ہوں۔

مآخذ :

۱ حافظ محمود شیرانی۔ طلوع و عروج اسلام از ڈاکٹر ہنری سٹب، البیرونی، ۶۵، مال روڈ، لاہور، پاکستان، ۱۹۷۶ء

۲ اویس احمد ادیب۔ رسالہ "آج کل"، دہلی، فروری ۱۹۴۷ء

## سر سمیویل ہور (SIR SAMUEL HOARE)

## (۱۸۸۰ — 1959ء)

سر سمیول جان گرنی ہور (SIR SAMUEL GURNEY HOARE)
لندن میں ۲۴ فروری ۱۸۸۰ء کو پیدا ہوا۔ ہیرو (HARROW) پبلک سکول اور نیو کالج آکسفورڈ میں تعلیم پائی۔ ۱۹۱۰ء میں کنزرویٹیو پارٹی کے ٹکٹ پر پارلیمنٹ کا ممبر منتخب ہوا۔ اور ۱۹۴۴ء تک برابر منتخب ہوتا رہا۔

اکتوبر ۱۹۲۲ء میں وہ وزیر فضائیہ (سکریٹری آف اسٹیٹ فار ایر (SECRETARY OF STATE FOR AIR) مقرر ہوا۔ اپنی سیاسی زندگی میں وہ اس عہدہ پر چار بار فائز ہوا۔ اس نے رایل ایر فورس (ROYAL AIR FORCE) کی تشکیل کی۔

۱۹۳۱ء سے ۱۹۳۵ء تک وہ وزیر ہند (سیکریٹری آف اسٹیٹ فار انڈیا) (SECRETARY OF STATE FOR INDIA) رہا۔ اس کی کوشش و کاوش سے گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ ۱۹۳۵ء منظور ہوا۔

اس کو لارڈ کا خطاب ملا اور وہ وائی کاونٹ ٹیمپل ووڈ (VICOUNT TEMPLEWOOD) کے نام سے مشہور رہوا۔ بہت سی کتابیں لکھیں جن میں

NINE TROUBLED YEARS (1954)

اور EMPIRE OF THE AIR مشہور ہیں

مآخذ:

ڈکشنری آف نیشنل ہسٹری ۱۹۵۱-۱۹۶۰ء ص ۴۸۷ - ۴۸۹ -

DICTIONARY OF NATIONAL HISTORY, 1951-1960, P-487-489

# سید محمود (۱۸۵۰ - ۱۹۰۳ء)

سر سید احمد کے دو بیٹے تھے۔ بڑے بیٹے کا نام سید حامد اور چھوٹے بیٹے کا نام سید محمود تھا۔ سید محمود ۲۲ رمئی ۱۸۵۰ء کو دلی میں پیدا ہوئے۔ سید محمود کی تعلیم پر سر سید احمد نے غیر معمولی توجہ کی۔ انھوں نے بنارس کے کوئنس کالج (QUEEN'S COLLEGE) میں تعلیم پائی۔ ۱۸۵۹ء میں سید محمود اعلیٰ تعلیم کے لیے انگلستان گئے اور وہاں کرائسٹ چرچ کالج کیمبرج CHRIST CHURCH COLLEGEO میں داخل ہوئے۔ ۱۸۷۲ء میں قانون کی تعلیم مکمل کی۔

سید محمود نے پیشہ کے اعتبار سے قانون کو پسند کیا حالانکہ تعلیم ان کی نگاہ میں اہم تھی۔ جلد ہی انھوں نے قانون کے پیشہ میں مہارت حاصل کی۔ قانونی معاملات سے گہری دل چسپی کے باوجود انھوں نے تعلیم کے فکری اور علمی پہلو کو بہت اہمیت دی۔ ۱۸۷۲ء - ۱۸۷۳ء میں جب سید محمود بائیس برس کے تھے تو انھوں نے ایک نمونہ کی یونیورسٹی کا جامع اور وسیع منصوبہ تیار کیا تھا جوان کی ذہانت وذوق کا بے مثال کارنامہ ہے۔

۲۹ ربرس کی عمر میں وہ ڈسٹرکٹ جج ہو گئے اور ۳۲ برس کی عمر میں الہ آباد ہائی کورٹ کے پہلے ہندوستانی جج ہوئے۔ انھوں نے کئی معرکہ کے فیصلے صادر کیے۔ ۱۸۹۳ء میں سید محمود نے الہ آباد ہائی کورٹ کی ججی سے استعفیٰ دے دیا اور پینشن لے کر علی گڑھ چلے آئے۔ کچھ دنوں لکھنؤ میں بھی رہے۔

اسی زمانہ میں سید محمود کو ایک حادثہ سے دوچار ہونا پڑا۔ ان کے بھائی سید حامد جو سپرنٹنڈینٹ پولیس تھے ان کا انتقال ہو گیا۔

سر سید احمد کے انتقال کے بعد سید محمود کو کالج کی محبت میں بے گھر ہونا پڑا۔

سرسید نے اپنے بعد سید محمود کو ایم۔اے او کالج کا لائف آنریری سیکریٹری بنادیا تھا۔یو۔پی کے لیفٹنٹ گورنر انٹونی میگڈونل (ANTHONY MACDONNEL) نے ٹرسٹیوں کو ڈرایا دھمکایا کہ سید محمود سیکریٹری نہ رہیں اور گرانٹ بند کرنے کی دھمکی دی۔ چنانچہ انگریزوں کی سازش کامیاب ہوئی۔اس کشمکش کے سال بھر بعد سید محمود کو گورنمنٹ کے اشارہ پر سکریٹری کے عہدہ سے ہٹادیا گیا اور صرف کالج کمیٹی کا صدر بنایا گیا اور ایک برس بعد ۱۹۰۰ء میں صدر کے عہدہ سے بھی ہٹادیا گیا۔

مخالفت کے اس ماحول میں سید محمود سیتاپور سرسید کے بڑے بھائی کے بیٹے سید محمد احمد کے پاس چلے گئے۔ اگلے چار برس تک سید محمود کالج کی بہتری کے لیے یادداشتیں لکھتے رہے جو محفوظ ہیں۔

۸ رمئی ۱۹۰۳ء کو ان کا سیتاپور میں انتقال ہوا۔علی گڑھ میں دفن ہوئے۔

سید محمود کی قانونی قابلیت ان کی زندگی میں افسانوی حیثیت اختیار کرچکی تھی۔ ان کی قانونِ شہادت ہند پر معرکتہ الآرا کتاب ”شرح قانونِ شہادت ہند“ علی گڑھ سے شائع ہوئی۔ بعض فقہی کتابوں کے ترجمے بھی کیے جن کے نام حسبِ ذیل ہیں:

۱۔ کتاب الطلاق از شرح مجمع البحرین، مصلح المطابع دہلی ۱۸۹۷ء

۲۔ کتاب الشفعہ از مجمع البحرین، مصلح المطابع دہلی، ۱۸۹۷ء

مآخذ:

۱ ”فکر و نظر“، ناموران علی گڑھ، جلد ۲۲، شمارہ ۱، ۲ اور ۳۔ جنوری تا ستمبر ۱۹۸۵ء ص۔ ۱۴۷۔ ۱۴۰۔

۲ مالک رام: ”تذکرۂ ماہ و سال ص ۲۰۵

# سید محمد فاروق بانسپاری (۱۹۰۷ء - ۱۹۶۸ء)

سید محمد فاروق مشرقی یوپی کے ضلع بلیا کے موضع بانسپار کے ایک مذہبی گھرانے میں ماہ جون ۱۹۰۷ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اسلامیہ پرائمری اسکول دھنی پوروہ میں حاصل کی۔ وہیں کے مڈل اسکول اور پھر گورنمنٹ ہائی اسکول بہرائچ میں داخل ہوئے۔ بچپن ہی سے شعرو شاعری کا شوق تھا جو اس قدر بڑھتا گیا کہ تعلیم ترک کر دی۔

۱۹۲۶ء میں اپنے وطن میں واپس آکر سکونت پذیر ہوگئے اور مشغلہ شعرو سخن میں منہمک ہوگئے۔ ان کا کلام ہندو پاک کے موقر جرائد و رسائل میں شائع ہونے لگا۔

۳۸-۱۹۳۷ء میں ان کی ملاقات مولانا مسعود عالم ندوی سے ہوئی۔ اب ان کی شاعری کا دوسرا دور شروع ہوا۔ جس کی بنیاد اسلامی فکر پر تھی۔ مولانا کے فیضان توجہ سے فاروق صاحب کے افکار و نظریات میں جو تبدیلی واقع ہوئی اسے انھوں نے "انقلاب مسعود" سے تعبیر کیا ہے۔ مولانا نے جناب فاروق کی ابتدائی نظموں کا ایک مجموعہ علامہ اقبال کی خدمت میں بھیجا۔ علامہ نے مولانا مسعود عالم ندوی کو اپنے خط محررہ ۲۸ رمئی ۱۹۳۵ء میں فاروق صاحب کے متعلق لکھا تھا کہ "آئندہ ان سے بہت کچھ امید ہے۔"

سیّد محمد فاروق نے ملازمت کی طرف بہت کم توجہ کی۔ تاہم خانگی ضرورتوں کے پیش نظر ۱۹۴۰ء سے ۱۹۴۴ء تک وکٹری فارم (VICTORY FARM)، کونٹرا گھاٹ (گورکھپور)، میں خزانچی و فارم انسپکٹر رہے۔ ۱۹۴۵ سے ۱۹۴۷ء تک ہفتہ وار "ایمن" (گورکھپور) کے مدیر اعلیٰ کی حیثیت سے کام کیا۔ اسی زمانے میں

وہ سٹی لیگ (گورکھپور) کے سکریٹری منتخب ہوئے۔ آزادی کے بعد ۹ فروری ۱۹۴۸ء کو قید کر دیئے گئے۔ تین ماہ بعد رہا ہو کر اپنے وطن مالوف چلے آئے۔ جہاں گھر کی جائداد گزر اوقات کا ذریعہ تھی۔

سید محمد فاروق نے ۲۹ مئی ۱۹۶۸ء کو انتقال کیا۔

سید محمد فاروق علامہ اقبال سے بہت متاثر تھے۔

ان کے دو شعری مجموعے "حسن اقبال" اور "سوز و ساز" (۱۹۵۹ء۔ ۱۹۶۷ء)، ایک مثنوی "حقیقتِ منتظر (۱۹۶۲ء) ان کی زندگی میں شائع ہوئے اور چوتھی شعری تخلیق "آثار" ان کے صاحبزادے ڈاکٹر شمیم فاروق بانسپاری نے "کلیاتِ فاروق" میں شامل کر کے ۱۹۹۲ء میں شائع کی ہے۔

ماخذ:

ڈاکٹر شمیم فاروق بانسپاری، کلیات فاروق موضع بانسپار، بلتھرا روڈ بلیا، (یو پی)، ۱۹۹۲ء

# سیّد محمد مستحسن زیدی (۱۸۸۸ - ۱۹۳۶ء)

سید محمد مستحسن زیدی جون ۱۸۸۸ء میں بمقام سہارنپور (یو۔پی) پیدا ہوئے۔ والد خان بہادر سیّد محمد حسین شوق شاعر عالم اور معروف اور محترم شخصیت تھے۔ سرکاری ملازم تھے لیکن رفاہِ عام کے کاموں میں بھی بڑی دل چسپی لیتے تھے۔

سید محمد مستحسن زیدی نے علی گڑھ کالج سے ۱۹۰۶ء میں بی۔اے امتیاز کے ساتھ پاس کیا۔اور اٹاوہ ہائی اسکول میں ٹیچر ہو گئے جہاں ان کے شاگردوں میں ڈاکٹر ذاکر حسین (سابق صدر جمہوریہ ہند) اور ان کے بھائی ڈاکٹر یوسف حسین خاں تھے۔ ڈاکٹر ذاکر حسین بہت احترام اور محبت سے ان کا ذکر کرتے تھے۔

زیدی صاحب ۱۹۰۹ء میں کیمبرج یونیورسٹی کے سینٹ کیتھرائن کالج میں داخل ہوئے اور وہاں سے امتیاز کے ساتھ ریاضی میں بی۔اے آنرز کی ڈگری لی۔۱۹۱۳ء میں لندن سے بار ایٹ لا کا امتحان پاس کیا۔

وطن واپس آکر زیدی صاحب نے میرٹھ میں ۱۹۱۳ سے ۱۹۱۵ء تک خواجہ غلام الثقلین کی رہنمائی میں بیرسٹر کی حیثیت سے کام شروع کیا۔ ۱۹۱۵ء سے ۱۹۳۶ء تک آزادانہ طور پر اس پیشہ سے منسلک رہے۔ اور غیر معمولی کامیابی اور شہرت حاصل کی۔ ۱۹۳۱ء سے ۱۹۳۶ء تک لا کالج میرٹھ میں آنریری پروفیسر کی حیثیت سے کام کیا۔

زیدی صاحب وکالت کے علاوہ رفاہ عام کے کاموں میں بھی گہری دل چسپی لیتے رہے۔ وقف منصبیہ (میرٹھ) سے آخر وقت تک وابستہ رہے اور اس کے

آنریری متولی رہے۔ مزید براں علی گڑھ یونیورسٹی، حالی مسلم ہائی اسکول (پانی پت) آل انڈیا مسلم ایجوکیشن کانفرنس کے امور میں بھی دل چسپی لیتے رہے۔

۳ر مارچ ۱۹۳۶ء کو ہرنیا کا آپریشن بگڑنے سے غیر متوقع اور المناک حالات میں ان کا انتقال ہوگیا۔ اس وقت ان کی عمر ۴۸ سال تھی۔

ماخذ:

بصد شکریہ

محترمہ مسز شاہدہ کے۔ باسو، دختر سید محمد مستحسن زیدی مرحوم، ڈی۔ ۵۰، پریس اینکلیو، نئی دہلی۔ ۱۷۔

# سید نذیر نیازی (۱۹۰۰ء - ۱۹۸۱ء)

سید نذیر نیازی علامہ اقبال کے نہایت قریبی عقیدت مندوں میں تھے۔ ان کی ولادت ۱۹۰۰ء میں ہوئی اور ابتدائی تعلیم سیالکوٹ میں حاصل کی۔ بعد ازاں جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی میں زیرِ تعلیم رہے۔ ۱۹۲۲ء میں جامعہ ملیہ میں ہی منطق اور تاریخ اسلام کے لیکچرار مقرر ہوئے۔ ۱۹۳۵ء تک جامعہ سے منسلک رہے۔ انہی دنوں علامہ اقبال کے ایما پر رسالہ "طلوعِ اسلام" جاری کیا۔ پاکستان کے قیام کے بعد سول سروس اکاڈمی میں اسلامیات کی تعلیم دیتے رہے۔ بعد میں انجینئرنگ یونیورسٹی لاہور میں پاکستان کی تاریخ پڑھانے لگے۔ ان کا انتقال ۲۷ جنوری ۱۹۸۱ء کو لاہور میں ہوا۔

علامہ اقبال سے ان کے مراسم کا آغاز ۱۹۱۸ء میں ہوا۔ اور وہ ۱۹۳۸ء تک یعنی ان کی وفات تک ان کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے۔ وہ علامہ اقبال کے استاد شمس العلماء میر حسن کے بھتیجے تھے۔

سید نذیر نیازی ممتاز نثر نگار اور مترجم تھے۔ علامہ اقبال سے ان کی جو گفتگو ہوتی تھی وہ اس کے نوٹس تیار کر لیتے تھے۔ یہ ملفوظات "اقبال کے حضور میں" کے عنوان سے شائع ہوئے۔ سید نذیر نیازی نے علامہ اقبال کے انگریزی خطبات کا ترجمہ بھی کیا جو "تشکیلِ جدید الٰہیاتِ اسلامیہ" کے نام سے شائع ہوا۔ علامہ اقبال نے سید نذیر نیازی کو جو خط لکھے وہ بھی "مکتوباتِ اقبال" کے عنوان سے شائع ہو چکے ہیں۔

سید نذیر نیازی نے حکیم اجمل خاں کی طبی لغت کو عربی سے منتقل کیا۔ دو برطانوی سائنس دانوں کی کتابوں کا بھی اردو میں ترجمہ کیا۔ سید نذیر نیازی انسائیکلو

پیڈیا آف اسلام کے بھی مدیر رہے۔ اس میں قانون تاریخ، مذہب اور فلسفے پر ان کے متعدد مقالات شامل ہیں۔

مآخذ :

ڈاکٹر اخلاق اثر — اقبال نامے، طارق پبلیکیشنز، بھوپال، ۱۹۹۰ء ص ۱۰۲۔

# سید ضیاء الدین طباطبائی

سید ضیاء الدین طباطبائی ۱۹۲۱ء میں احمد شاہ قاچار کے عہد میں ایران کے وزیراعظم تھے۔ جب رضا خاں (بعد میں رضا شاہ پہلوی) وزیر جنگ ہوا تو رضا خاں سے اختلاف کے سبب انھوں نے وزارتِ عظمیٰ سے استعفیٰ دے دیا اور سوئزرلینڈ میں آن کر سکونت پذیر ہو گئے۔

جب اقبال دوسری گول میز کانفرنس کے سلسلہ میں لندن گئے تھے تو انھوں نے ۱۷، اکتوبر ۱۹۳۱ء کو اقبال کو دعوت دی۔ وہ لندن میں چند روز کے لیے آئے ہوئے تھے۔ اقبال نے اس موقع پر "جاوید نامہ" کے بعض حصے پڑھ کر سنائے جنھیں سن کر انھوں نے تعجب کا اظہار کیا کہ ایسے اشعار پہلے کبھی سنے نہ تھے۔

سید ضیاء الدین طباطبائی نو (۹) زبانیں بول سکتے تھے۔ سید جمال الدین افغانی کے حامی اور اتحاد عالم اسلامیہ کے پرجوش مبلغ تھے۔ وہ بھی بیت المقدس میں منعقد موتمر اسلامی میں شریک ہوئے تھے۔ جس میں دوسری گول میز کانفرنس کے اختتام پر اقبال نے شمولیت کی تھی۔ (۶ تا ۱۴، دسمبر ۱۹۳۱ء) ۱۵، دسمبر ۱۹۳۱ء کی صبح جب اقبال بیت المقدس سے روانہ ہوئے تو مفتی اعظم فلسطین امین الحسینی کے ساتھ منجملہ دیگر اصحاب کے سید ضیاء الدین طباطبائی بھی انھیں الوداع کہنے کے لیے اسٹیشن پر آئے۔

مآخذ:

ڈاکٹر جاوید اقبال۔ زندہ رود، جلد سوم، ص ۴۴۳، ۴۶۶۔ ۴۷۱۔

# (ڈاکٹر) سید عبدالرحمٰن

سید عبدالرحمٰن نام تھا بہار کے رہنے والے تھے۔ ولایت سے ڈاکٹری کی ڈگری حاصل کی تھی۔ ڈاکٹر انصاری کے ساتھ دہلی میں پریکٹس کرتے تھے۔ ان کے خاص معاون تھے۔ ڈاکٹر انصاری کے ساتھ ہندوستانی سیاست میں بھی حصّہ لیا۔ نواب حمید اللہ خاں نے بھوپال بلاکر ڈاکٹر رحمٰن کو سب سے بڑے ہسپتال جو اس وقت پرنس آف ویلز ہسپتال کے نام سے موسوم تھا (اب اس کا نام حمیدیہ ہسپتال ہے) انچارج مقرر کیا۔ بڑے نامی گرامی فزیشن ( ، تھے۔ لواب کے خاص معالج تھے۔

جب علامہ اقبال برقی علاج کے لیے بھوپال آئے تو ڈاکٹر رحمٰن ہی علامہ کے خاص معالج مقرر کیے گئے۔

ہندوستان کی آزادی سے ذرا پہلے ڈاکٹر رحمٰن کراچی چلے گئے تھے اور وہاں قائداعظم گورنر جنرل پاکستان کے خاص معالج مقرر کیے گئے۔ کراچی میں انتقال کیا۔

مآخذ :

بصد شکریہ :

جناب ممنون حسن خاں صاحب مرحوم، بھوپال۔

# فضل الرحمٰن انصاری (متوفی ۱۹۷۴ء)

حافظ سید فضل الرحمٰن انصاری دنیائے اسلام کے عظیم مبلغ تھے۔ وہ میرٹھ کے رہنے والے تھے۔ انھوں نے لو عمری میں ہی قرآن پاک حفظ کر لیا تھا، درس نظامی پر عبور حاصل کرنے کے بعد مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں داخل ہوئے اور وہاں ایک طویل عرصے تک قیام کیا۔ ۱۹۳۴ء میں بی۔ اے کی ڈگری حاصل کی اور کامیاب طلبا میں اوّل آئے۔

مسلم یونیورسٹی میں ان کا موضوع فلسفہ تھا۔ فلسفہ میں ان کے استاد ڈاکٹر ظفرالحسن تھے۔ جن دنوں مولانا انصاری مسلم یونیورسٹی میں زیر تعلیم تھے۔ ان کی افتاد طبیعت کیا تھی اس کا اندازہ خود ان کے الفاظ سے ہوتا ہے۔ "در جامعہ علی گڑھ سے سائنس فیکلٹی سے انٹر پاس کرنے کے بعد اسلامی عقاید کے بارے میں عجیب و غریب تشکوک و شبہات دل میں پیدا ہونے لگے تھے، بلکہ ایک وقت تو دماغ انکار پر بھی مائل ہو گیا۔"

جس زمانے میں وہ روحانی اور مادی کشمکش سے گزر رہے تھے ان کی ملاقات مولانا عبدالعلیم صدیقی سے ہوگئی جو اپنے دور کے جید عالم اور عظیم مبلّغ تھے۔ انھوں نے ان کی فکری رہنمائی کی اور ان کے خیالات کو صحیح سمت میں موڑا، مولانا عبدالعلیم صدیقی کے رشد و ہدایت نے ان میں ایک روحانی انقلاب برپا کر دیا اور وہ محبتِ رسول میں اس قدر سرشار اور مست ہو گئے کہ پھر ان کو کسی قسم کا کوئی فکری اندیشہ نہیں رہا۔ اس زمانے میں انھوں نے اسلامی موضوعات پر ریسرچ کا ارادہ کیا۔ وہ چاہتے تھے کہ فرانس جرمنی اور انگلستان جاکر وہاں کے مفکّروں اور اسکالروں سے ملاقات کریں اور ان کے خیالات سے آگاہ ہوں، انھوں نے

اقبال سے مشورہ کیا، چنانچہ اقبال نے ان کو مکتوب محررہ ۱۶ر جولائی ۱۹۳۷ء لکھا جو اس مجموعہ میں شامل ہے۔

مولانا انصاری نے قیام پاکستان کے بعد کراچی یونیورسٹی سے فلسفہ میں ڈاکٹریٹ کیا اور سرکاری ملازمت اختیار کرلی۔ لیکن ان کی تبلیغی مصروفیت ان کو اس بات کی اجازت نہیں دیتی تھی کہ وہ سرکاری ملازمت برقرار رکھ سکیں، چند دنوں تو انھوں نے اس ملازمت کو برداشت کیا لیکن بالآخر اس سے کنارہ کش ہوکر ہمہ تن تبلیغی کاموں میں مصروف ہو گئے۔ مولانا عبدالعلیم میرٹھی کے ہمراہ دنیا کے متعدد ملکوں کا دورہ کیا۔ اور اپنی سحر انگیز خطابت سے بے شمار ذہنوں کو متاثر کیا۔ ان کی خواہش تھی کہ غیر مسلم ممالک کے رہنے والے اسلام کے عقائد نظریات اور مقاصد سے آگاہ ہوں، چنانچہ انھوں نے کراچی میں ادارہ المرکز اسلامی کی بنیاد ڈالی اور اس سے متعلق اکتالیس سے زائد ذیلی ادارے دنیا کے مختلف شہروں میں قائم ہوئے۔

حافظ فضل الرحمٰن انصاری کو متعدد مرتبہ یورپ اور امریکہ کی یونیورسٹیوں میں توسیعی تقاریر کے لیے بلایا گیا تھا۔ وہاں انھوں نے مختلف موضوعات پر تقریریں کیں اور وہاں کے مستشرقین کے لیے اسلام کے بارے میں غور و فکر کا موقع فراہم کیا۔

وہ ۳ر جون ۱۹۷۴ء کو حرکت قلب بند ہو جانے کی وجہ سے انتقال کر گئے۔

ان کی تصانیف میں معاشرہ کی قرآنی بنیادیں نمایاں مقام رکھتی ہے یہ کتاب انگریزی زبان میں ہے اور دو جلدوں پر مشتمل ہے طالب علمی کے زمانہ میں انھوں نے انگریزی میں ایک رسالہ A NEW MUSLIM WORLD IN THE MAKING کے نام سے لکھا تھا۔

مولانا انصاری جمعیتہ الفلاح کراچی کی جانب سے وائس آف اسلام

VOICE OF ISLAM) نکالتے تھے، اس کے علاوہ ان کی ادارت میں ایک اور انگریزی ماہنامہ بھی شائع ہوتا تھا۔

مآخذ :

۱۔ عبدالروف عروج۔ رجال اقبال ص ۳۹۸۔ ۴۰۰۔

۲۔ جریدہ الضیا (عربی) ندوۃ العلما رلکھنؤ شعبان ۱۹۵۴ء

# سید ہاشمی فرید آبادی (۱۸۹۰-۱۹۶۴ء)

سید ہاشمی جنوری ۱۸۹۰ء میں دہلی کے قریب فرید آباد میں پیدا ہوئے، ۱۸۹۰ء میں میٹرک کیا۔ ۱۹۱۳ء میں علی گڑھ سے بی۔ اے کی ڈگری حاصل کی۔ مزید تعلیم حاصل نہ کرسکے کیوں کہ جنگ بلقان کے زمانے میں انگریزوں کے خلاف چند نظمیں لکھنے کی پاداش میں علی گڑھ سے نکال دئے گئے۔ حیدر آباد دکن پہنچے اور عثمانیہ یونیورسٹی کے دارالترجمہ میں ملازم ہوگئے۔ ۱۹۳۹ء میں ریاست کے اسسٹنٹ سکریٹری کے عہدے سے ریٹائر ہونے کے بعد انجمن ترقی اردو (ہند) کے جائنیٹ سکریٹری مقرر ہوئے اور ۱۹۵۴ء تک اپنے فرائض نہایت قابلیت سے انجام دئے۔ آخری عمر میں وہ "تہذیب الاخلاق ٹرسٹ"، لاہور اور اسی نام کے رسالے سے متعلق رہے اور کئی سال تک ڈاکٹر مولوی محمد شفیع مرحوم کے ایما پر انسائیکلوپیڈیا آف اسلام (اردو) کے ترجمے کی نظرِ ثانی کا کام بھی انجام دیتے رہے۔ ۲۴ رجولائی ۱۹۶۴ء کو بعمر ۷۴ سال لاہور میں انتقال کر گئے۔ انھوں نے تین درجن سے زائد تصانیف و تراجم یادگار چھوڑے۔

ماخذ:

۱ رفیع الدین ہاشمی۔ خطوط اقبال، ص۔ ۲۴۸

۲ مالک رام: تذکرۂ ماہ و سال ص۔ ۱۲۴۔

# شیخ محمد مصطفیٰ المراغی (۱۲۹۸ھ/۱۸۸۱ء-۱۹۴۵ء)

شیخ محمد مصطفیٰ صوبہ سوہاج میں مراغہ کے مقام پر ۱۲۹۸ھ/ ۱۸۸۱ء میں پیدا ہوئے قرآن شریف حفظ کرنے کے بعد جامعہ ازہر میں داخل ہوئے۔ شیخ محمد عبدہ اور ان کے ہم عصر علماء کرام سے اکتساب علم کیا۔

انھوں نے ۱۹۰۴ء میں جامعہ ازہر سے عالمیہ (شریعت) کی سند حاصل کی۔ اس کے بعد سوڈان چلے گئے جہاں عدالت شرعیہ میں منصب مقرر ہوئے۔ آخر ۱۹۲۲ء میں عدلیہ شریعت اعلیٰ (سپریم کورٹ) کے منصف اعلیٰ (چیف جسٹس) کے عہدے پر فائز ہوئے۔

۱۹۲۸ء میں شیخ محمد مصطفیٰ المراغی جامعہ ازہر کے شیخ الجامعہ مقرر ہوئے لیکن اگلے سال اس عہدہ سے استعفیٰ دے دیا۔ ۱۹۳۵ء میں ان کو پھر اس عہدہ جلیلہ پر مامور کیا گیا اور وہ ۱۹۴۵ء اپنی وفات تک اس پر فائز رہے۔

شیخ محمد عبدہ کے زیر اثر دینی اصلاح ان کی زندگی کا مشن بن گیا۔ ان کی تحریک پر ایک کمیٹی خود ان کی صدارت میں مسلم پرسنل لا پر مبنی آئین مرتب کرنے کی غرض سے تشکیل دی گئی۔ انھوں نے تحریک اجتہاد کی بھی قیادت کی تاکہ مختلف مسائل کا حل نکالیں جو معاشرہ میں تغیر و تبدیلی کے باعث پیدا ہو رہے تھے۔

انھوں نے فقہ کے مختلف مکاتیبِ فکر اور اسلامی فرقوں کو بھی متحد کرنے کی تحریک کا آغاز کیا۔ اس مقصد کو پیش نظر رکھ کر انھوں نے ۱۹۳۸ء میں ہز ہائی نس آغا خاں کے ساتھ مفصل مذاکرات کیے۔ انھوں نے ۱۹۴۵ء میں اسلامک ریسرچ اور کلچر کا شعبہ قائم کیا تاکہ اسلامی فقہ پر کتابوں کے ترجمے اور اشاعت کو ترقی و فروغ دیا جا سکے۔ اور محققین کو عالم اسلام میں بھیجا جائے۔

علامہ اقبال جب قاہرہ گئے (یکم دسمبر تا ۵ دسمبر ۱۹۳۱ء) تو انھوں نے شیخ مصطفیٰ المراغی سے بھی ملاقات کی۔ اور ان سے خط و کتابت بھی رہی۔

شیخ المراغی نے کثیر تعداد میں تصنیفات چھوڑی ہیں جن میں اہم کتابیں حسب ذیل ہیں۔

۱۔ الاولیا والمحجورون (علم فقہ پر وہ کتاب ہے جس کی بنا پر وہ ہیئۃ کبار العلماء کے رکن ہوئے)

۲۔ تفسیر جزء تبارک (انیسویں پارہ کی تفسیر)

۳۔ بحث فی وجوب ترجمۃ معانی القرآن الکریم (جس میں قرآن کریم کے مطالب و معانی کو دنیا کی دیگر زبانوں میں ترجمہ کرنے کی ضرورت اور اہمیت پر زور دیا گیا ہے)

۴۔ مباحث لغویہ و بلاغیہ

شیخ محمد مصطفیٰ المراغی کی وفات ۱۹۴۵ء میں ہوئی۔

مآخذ

بصد شکریہ

پریس بیورو، سفارت خانہ عرب جمہوریہ مصر، نئی دہلی۔

## (پنڈت) شیولال شوری (۱۸۸۲-۱۹۶۶ء)

پنڈت شیولال شوری معروف صحافی ارون شوری کے دادا تھے۔ یہ پٹیالہ ضلع گورداسپور میں ۱۸۸۲ء میں پیدا ہوئے۔ تعلیم حاصل کرنے کے بعد یہ ملٹری اکاؤنٹس آفس (MILITARY ACCOUNTS) میں بحیثیت کلرک ملزوم ہوگئے اور ترقی کرتے کرتے ڈپٹی کنٹرولر ملٹری اکاؤنٹس ہوگئے۔ ان کو ایک بڑا شکوہ یہ رہا کہ انھوں نے بصرہ کے سرکاری دورۂ معائنہ کے دوران ایک سنگین جعل سازی کا معاملہ بے نقاب کیا تو ان کو قبل از وقت ملازمت سے سبکدوش کر دیا گیا کہ ان کا پول کھولنا انگریز ملٹری اکاؤنٹینٹ جنرل کو ناگوار گزرا۔ اگرچہ پنڈت شوری نے اپنی شکایت وایسرائے کی کونسل تک بھیجی لیکن اس کا مداوا نہ ہوا۔

پنڈت شیولال شوری زندگی بھر انسانی حقوق کے لیے جدوجہد کرتے رہے۔ اس ضمن میں ان کی مشاہیر زمانہ سے خط و کتابت رہی۔ چنانچہ ان کے کاغذات میں سے مہاتما گاندھی کا ایک پوسٹ کارڈ برآمد ہوا۔ جس میں انھوں نے ان سے مخالفت کا اظہار کیا تھا اور لکھا تھا کہ "میں آپ سے متفق نہیں ہوں"، پنڈت شیولال شوری نے وایسرائے ہند، پنڈت جواہر لال نہرو، سردار پٹیل، علامہ اقبال اور دوسرے مشاہیر کو بھی خطوط لکھے۔

ملازمت سے ریٹائر ہونے کے بعد پنڈت شیولال شوری نے لاہور میں قلعہ گوجر سنگھ میں اپنا مکان تعمیر کرایا جس کے صدر دروازہ کے اوپر یہ الفاظ کندہ تھے۔ "FATHERHOOD OF GOD AND BROTHERHOOD OF MAN"

(بنی نوع انسان سب خدا کی اولاد ہیں اور آپس میں بھائی بھائی ہیں)، انھوں نے اس موقع پر ایک مختصر سا رسالہ بھی لکھا تھا جس کو تمام مشاہیر عصر کو بھیجا تھا جن

سے ان کی خط و کتابت تھی۔

پنڈت شیولال شوری نے دہلی میں چوراسی سال کی عمر میں ۱۹۶۶ء میں وفات پائی۔

مآخذ:

۱؎ مہاتما گاندھی نے لکھا تھا

I DO NOT SEE EYE TO EYE WITH YOU

جناب ایچ۔ڈی۔ شوری خلف پنڈت شیولال شوری "کامن کاز" اے ۳۱ ویسٹ اینڈ، نئی دہلی۔

H. D. SHOURIE (SON OF PANDIT SHIV LAL SHOURIE)

'COMMON CAUSE' A-31, WEST END, NEW DELHI

# صادق الخیری (۱۹۱۵ء-۱۹۸۹ء)

مولانا راشد الخیری کے بیٹے صادق الخیری ۱۱ر مئی ۱۹۱۵ء کو دہلی میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم مشرقی روایت کے مطابق گھر پر ہوئی۔ ۱۹۳۷ء میں سینٹ اسٹیفنز کالج دہلی سے فلسفے میں ایم۔اے کی ڈگری حاصل کی۔ تعلیم کے بعد ملازمت کا آغاز دہلی انتظامیہ میں راشننگ اور سول سپلائز آفیسر کی حیثیت سے کیا۔ ۱۹۴۷ء میں پاکستان جانے کے بعد برٹش ایڈورٹائزنگ کمپنی کے سربراہ رہے۔ چند سال بعد اپنا ادارہ خیری ایڈورٹائزنگ لمیٹڈ قائم کیا۔ ۱۹۷۲ء میں ریٹائر ہو گئے۔

انھیں بچپن ہی سے بہترین ادبی ماحول نصیب ہوا۔ اپنے والد ماجد کی رہنمائی اور ان کے اتباع میں ۱۹۳۲ء کے لگ بھگ ادبی سفر کی ابتدا ہوئی۔ پہلا مختصر افسانہ بعنوان "چھوٹی منی کہانی" لکھا۔ جو رسالہ "فانوس" لاہور میں شائع ہوا۔ پھر تو ان کے افسانے ملک کے متقدر جراید 'ساقی'، 'نگار'، 'ادبی دنیا'، 'ہمایوں' 'ادب لطیف'، 'نیرنگِ خیال'، 'زمانہ'، اور 'شہکار'، وغیرہ میں شائع ہو کر بے حد مقبول ہوئے۔

قیام پاکستان سے پہلے صادق الخیری کے افسانوں کے تقریبًا نصف درجن مجموعے دہلی سے شائع ہوئے تھے۔ ان میں 'بلقیس'، 'دھنک'، 'شمع انجمن'، شامل ہیں۔ دھنک کے عنوان سے ایک افسانہ 'بنت قمر' میں شامل ہے اور بلقیس اب 'منجدھار' کا حصہ ہے۔ پاکستان آنے کے بعد ان کی حسبِ ذیل متعدد کتابیں شائع ہو چکی ہیں:۔

(۱) نشیمن (ناولٹ) (۲) منجدھار (افسانے)
(۳) اے عشق کہیں لے چل (ناول۔ترجمہ) (۴) شمعِ فروزاں (ناولٹ)
(۵) بنت قمر (افسانے۔ڈائری کی تکنیک میں) (۶) یا حبیبی (آٹوگراف)

(۷) داستان سرائے (سفینے کا نیا قالب) (۸) آسماں کیسے کیسے
(عالمی افسانوں کے تراجم)
(۹) لب پہ آ سکتا نہیں (افسانے) (۱۰) میری زندگی فسانہ (آپ بیتی ناول)
(۱۱) نایاب ہیں ہم (شخصی مطالعے) (۱۲) سر بازار می رقصم (ناول)
(۱۳) گنجینۂ گوہر کھلا (صادق الخیری کے نام ادبا و شعرا کے خطوط) (۱۴) خوابِ سحر (افسانے)

صادق الخیری کا انتقال ۲۶ رجنوری ۱۹۸۹ء کو ہوا۔ (مالک رام: تذکرۂ ماہ وسال)

ماخذ :

۱ صہبا لکھنوی۔ ماہنامہ 'افکار' کراچی جون ۱۹۸۴ء ص ۳۱
۲ صادق الخیری: بہترین افسانے، انتخاب ڈاکٹر ابوالخیر کشفی، کراچی، اگست ۱۹۸۴ء

# (نواب) صدیق حسن خاں

## (۱۲۴۸ھ/۱۸۳۲ء/۱۳۰۷ھ/۱۸۹۰ء)

صدیق حسن خاں ۱۹ رجمادی الاوّل ۱۲۴۸ھ مطابق ۱۴ راکتوبر ۱۸۳۲ء کو بمقام بریلی (یوپی) میں پیدا ہوئے۔

ابتدائی تعلیم اپنے محلے کے مکتب میں حاصل کرنے کے بعد فرخ آباد اور کانپور چلے گئے۔ وہاں مختلف اساتذہ سے متداول درسی کتابیں پڑھیں۔ ۱۲۶۹ ہجری میں دہلی آن کر مفتی صدرالدین کی خدمت میں دو برس تک کتب منقول و معقول پڑھیں۔

اکیس برس کی عمر میں تحصیل علوم سے فارغ ہو کر بھوپال پہنچے۔ وہاں انھیں ملازمت مل گئی۔ ایک سال بعد ملازمت سے الگ ہونا پڑا۔ کچھ عرصے کے لیے ٹونک میں ملازمت کرلی۔ بالآخر ۱۲۷۶ ہجری میں ریاست بھوپال سے منسلک ہو گئے۔ اسی اثنا میں نواب شاہجہاں بیگم نے ریاست بھوپال کی زمام اختیار ہاتھ میں لی۔ موصوفہ بیوہ ہو چکی تھیں اور نواب صدیق حسن خاں کی قابلیت و دیانت سے بڑی متاثر تھیں۔ چنانچہ موصوفہ نے ان سے نکاح کر کے انھیں ریاست کے نظم و نسق میں شریک کرلیا۔

اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے نواب صدیق حسن خاں نے عربی اور اسلامی علوم کی ترویج و اشاعت میں بڑا کام کیا۔ ان کے عہد میں بھوپال اسلامی علوم و فنون کا سب سے بڑا مرکز بن گیا۔ صحاح ستہ کے اولین تراجم و شروح کا سہرا نواب صدیق حسن خاں کے سر ہے۔ جو ان کی سرپرستی میں دو بھائیوں وحیدالزماں اور بدیع الزماں نے کیا تھا۔

نواب صدیق حسن خاں تقریباً دو سو بائیس (۲۲۲) کتابوں کے مصنف تھے۔ ان کی

مضمون وار تعداد حسب ذیل ہے:

تفسیر و متعلقات تفسیر پر چھ (۶) کتابیں، حدیث اور متعلقات حدیث پر تینتیس (۳۳) عقائد و مسائل پر تیس (۳۰)، فقہ اور متعلقات فقہ پر تیئیس (۲۳) اتباع سنت پر گیارہ (۱۱) اصول سیاست و حکمرانی پر چھ (۶) تاریخ و سیر پر بائیس (۲۲) علوم و ادبیات پر بائیس (۲۲) اخلاقیات پر اڑتیس (۳۸) تصوف پر سترہ (۱۷) مناقب و فضائل پر تیرہ (۱۳)۔ ان میں سے عربی زبان میں تقریباً پچیس (۲۵) فارسی میں پچاس (۵۰) اور اردو میں ایک سو سے زائد کتابیں تصنیف کیں۔ علم کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جس پر ان کی کوئی غیر معمولی تصنیف موجود نہ ہو۔ ان کی اہم تصانیف درج ذیل ہیں۔

۱۔ فتح البیان فی مقاصد القرآن۔ عربی زبان میں قرآن کی تفسیر سات جلدوں میں ہے۔

۲۔ ترجمان القرآن۔ اردو زبان میں قرآن کی تفسیر (پندرہ (۱۵) جلدوں میں)۔

۳۔ عون الباری لحل ادلۃ البخاری (دو جلدوں میں) (عربی)

۴۔ السراج الوہاج فی شرح مختصر الصحیح مسلم بن الحجاج (دو جلدیں) (عربی)

۵۔ فتح العلام بشرح بلوغ المرام (عربی)

۶۔ اتحاف النبلاء المتقین باحیاء مآثر الفقہاء والمحدثین (فارسی میں)

۷۔ العلم الخفاق من علم الاشتقاق (لسانیات پر)

۸۔ ابجد العلوم (عربی)، دائرہ المعارف کے طرز پر لکھی گئی۔

۹۔ حجج الکرامہ فی آثار القیامہ

مختصر یہ کہ نواب صدیق حسن خاں نے علم و ادب کی بھرپور خدمت کی۔ اسلامی اور عربی علوم کے فروغ اور اشاعت میں نمایاں اور اہم کردار ادا کیا۔

نواب موصوف نے ایک عظیم الشان کتب خانہ بھی قائم کیا تھا۔

نواب صدیق حسن خاں کی وفات ۲۹ ر جمادی الثانی ۱۳۰۷ھ مطابق ۲۰ر فروری ۱۸۹۰ء کو بھوپال میں ہوئی۔

مآخذ :

۱۔ اردو دائرۂ المعارف اسلامیہ، جلد ۱۲، لاہور، ص۔ ۱۰۳۔ ۱۰۶۔

۲۔ مالک رام : تذکرہ ماہ و سال، ص۔ ۲۳۹۔

# سر ضیاء الدین احمد (۱۸۷۸ - ۱۹۴۷ء)

ڈاکٹر سر ضیاء الدین احمد ۱۸۷۸ء میں بمقام میرٹھ (یوپی) پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم ۱۸۸۹ء میں ایم۔ اے۔ او کالج علی گڑھ کے سکول سے انٹرنس کا امتحان پاس کیا۔ پھر ۱۸۹۵ء میں الہ آباد یونیورسٹی سے بی۔ اے پاس کرنے کے بعد ان کو ایم۔ اے۔ او کالج میں اسسٹنٹ پروفیسر ریاضی مقرر کیا گیا۔ کالج کے پرنسپل سر تھیوڈور ماریسن نے ان کے نام کی ڈپٹی کلکٹری کے لیے سفارش کی۔ لیکن وہ خود کو ملّی خدمت اور قومی تعلیم کے لیے وقف کر دینا چاہتے تھے۔ چنانچہ انھوں نے ڈپٹی کلکٹری کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ سر سید احمد خاں نے ان کو مستقل کالج کی ملازمت دے دی۔

ڈاکٹر ضیاء الدین نے اپنی تعلیم کا سلسلہ جاری رکھا۔ ۱۸۹۷ء میں کلکتہ یونیورسٹی سے اور ۱۸۹۸ء میں الہ آباد یونیورسٹی سے ریاضی میں ایم۔ اے کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۰۱ء میں ڈی۔ ایس۔ سی کے امتحان میں کامیاب ہونے کے بعد ٹرینٹی کالج کیمبرج میں داخل ہوئے اور ۱۹۰۳ء میں ریاضی میں آنرز کی ڈگری حاصل کی۔ وہ لندن کی انجمن ریاضی (MATHEMATICAL SOCIETY OF LONDON) کے ممبر بنائے گئے۔ بعد ازاں انھیں رایل اسٹرونومیکل سوسائٹی (ROYAL ASTRONOMICAL SOCIETY) کا فیلو بھی منتخب کر لیا گیا۔ آئندہ سال وہ جرمنی چلے گئے۔ جہاں انھوں نے گوتنجن یونیورسٹی (GOTTENGEN UNIVERSITY) میں کچھ عرصہ جیومیٹری کی تعلیم حاصل کی اور ۱۹۰۶ء میں علی گڑھ واپس آئے۔

۱۹۱۹ء میں اس وقت ڈاکٹر ضیاء الدین کا تقرر بحیثیت پرنسپل ام۔ اے۔ او کالج ہوا۔ ڈاکٹر ضیاء الدین اس کے پہلے پرو وائس چانسلر بنائے گئے۔

دسمبر ۱۹۲۳ء میں صاحبزادہ آفتاب احمد خاں کو وائس چانسلر منتخب کیا گیا۔ ان سے ڈاکٹر ضیا الدین کے تعلقات خوشگوار نہ رہے۔ چنانچہ اکتوبر ۱۹۲۳ء کو انھوں نے استعفیٰ دینے کی پیش کش کی لیکن صاحبزادہ نے ان کا استعفیٰ منظور نہیں کیا۔

۲۸ رفروری ۱۹۲۴ء کو ڈاکٹر صاحب دوبارہ پرو وائس چانسلر منتخب ہوئے لیکن یونیورسٹی کی اندرونی سیاست کے پیش نظر انھوں نے ۲۶ رمارچ ۱۹۲۸ء کو اپنا استعفیٰ دے دیا۔

یونیورسٹی سے مستعفیٰ ہونے کے بعد ڈاکٹر ضیا الدین ۲۶ رمئی ۱۹۲۸ء کو یورپ روانہ ہو گئے۔ اس سفر سے ان کا مقصد اپنی کتاب کے لیے جو تعلیم سے متعلق تھی مواد جمع کرنا تھا۔ یونیورسٹی سے ان کی علیحدگی عارضی ثابت ہوئی۔ ۱۹۳۵ء میں ان کا انتخاب بحیثیت وائس چانسلر ہوا۔ سہ سالہ میقات کے بعد ۱۹۳۸ء میں سر شاہ سلیمان ان کے جانشین مقرر ہوئے لیکن شاہ صاحب کی ۱۹۴۰ء میں غیر متوقع وفات پر وہ دوبارہ وائس چانسلر منتخب ہوئے۔ اپریل ۱۹۴۴ء میں بار سوم ان کا انتخاب ہوا۔ جنوری ۱۹۴۷ء میں وہ اس عہدہ سے مستعفیٰ ہو گئے لیکن ان کی دیرینہ خدمات کے پیش نظر ان کو ریکٹر کے اعزاز سے نوازا گیا۔

۱۹۲۴ سے ۱۹۲۶ء تک ڈاکٹر صاحب صوبائی قانون ساز کونسل کے ممبر رہے ۱۹۳۱ء میں وہ مرکزی مجلس قانون ساز کے ممبر منتخب ہوئے۔ اور ۱۹۳۵ء تک رہے۔ ۱۹۴۶ء میں دوبارہ منتخب ہوئے۔ وہ مرکزی مجلس قانون ساز میں مسلم لیگ پارٹی کے سیکریٹری بھی رہے۔

۱۹۴۷ء میں ڈاکٹر صاحب نے یورپ اور امریکہ کی موجودہ تعلیمی ترقیوں کا مطالعہ و مشاہدہ کی غرض سے یورپ کا سفر کیا۔ دسمبر ۱۹۴۷ء میں جب وہ ہوائی جہاز سے پیرس سے لندن آ رہے تھے اچانک فالج کا حملہ ہوا اور ۲۳ ردسمبر ۱۹۴۷ء کو انھوں نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔

مآخذ :

۱۔ رسالہ فکر و نظر : نامورانِ علی گڑھ ، دوسرا کارواں ، جلد ۲۲، ۱۹۸۴ء
مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

۲۔ مالک رام : تذکرہ ماہ و سال ص ۲۴۸

# ضیاءالاسلام (۱۸۹۷ - ۱۹۳۵ء)

سید ضیاءالاسلام میرٹھ کے ایک ہونہار شاعر اور قانون داں تھے۔ انھوں نے ۱۹۳۴ء میں A CRITICAL STYDY OF IQBAL کے عنوان سے ایک مقالہ فیض عام ہائی اسکول (اب فیض عام کالج)، میرٹھ کی ایک تقریب میں پڑھا۔ عبدالوحید خاں نے جو بعد میں جنرل ایوب کی کابینہ میں وزیر بھی رہے۔ یہ مقالہ اقبال کو بھیجا۔ جس کو انھوں نے بے حد پسند فرمایا۔ اور اپنے مکتوب مؤرخہ ۲۲/ جون ۱۹۳۶ء میں لکھا: "اس مضمون سے معلوم ہوتا ہے کہ محقق نہایت نکتہ رس آدمی تھے اور دین اسلام کے مخفی حقائق سے بھی آگاہ تھے۔ اگر زندہ رہتے تو یقیناً ہندوستان میں اپنی قسم کے پہلے ناقد ہوتے"۔ افسوس ہے کہ باوجود کوشش بسیار کے یہ مقالہ فیض عام کالج سے دستیاب نہ ہوسکا۔

سید ضیاءالاسلام کے والد کا نام سلطان الحق تھا (متوفی ۱۹۰۷ء)۔ ان کے دادا گوہر علی کے آٹھ بیٹے تھے جن میں ایک محمد مرتضیٰ بیان یزدانی میرٹھی تھے۔ گوہر علی کبھی کبھی شعر بھی کہتے تھے اور غالب کے ہم عصر سید احمد حسن فرقانی میرٹھی (۱۸۳۶ - ۱۴ ستمبر ۱۸۸۳ء) جو اردو میں شاکی اور مذہبی کلام میں باکی بھی تخلص کرتے تھے سے مشورہ سخن کرتے تھے۔ فرقان میرٹھی رشتے میں بیان یزدانی کے ماموں تھے۔ بیان یزدانی میرٹھی ضیاءالاسلام کے حقیقی چچا تھے۔

سید ضیاءالاسلام میرٹھ میں ۱۸۹۷ء میں پیدا ہوئے۔ یہ سخنوروں کے اس خاندان کے نامور شاعر تھے۔ عیاں تخلص کرتے تھے۔ ان کا مجموعۂ کلام "کلام عیاں" ۱۹۵۶ء میں سول اینڈ ملٹری پریس راولپنڈی سے شائع ہو چکا ہے۔ افسوس ہے کہ ضیاءالاسلام کی جواں عمری میں وفات ہو گئی۔ وہ اڑتیس سال کی عمر میں ۲۱ر جنوری ۱۹۳۵ء کو چل بسے

ع  خوش درخشید ولے شعلۂ مستعجل بود!

۱۹۴۸ء میں ضیاالاسلام کا خاندان پاکستان منتقل ہوگیا۔ اس خاندان کی صرف ایک نام لیوا رابعہ خاتون نہاں میرٹھی راولپنڈی میں مقیم ہیں۔ ان کے تایا بیاں یزدانی تھے اور ضیاالاسلام عیاں چچازاد بھائی۔ بیاں اور عیاں کے وزن پر اپنا تخلص بھی نہاں رکھ لیا۔

ماخذ : ڈاکٹر مختار الدین احمد صاحب، علی گڑھ

۱ رفیع الدین ہاشمی : خطوط اقبال ص ۲۵۲-۲۵۵

۲ شرف الدین ساحل : بیان میرٹھی۔ حیات و شاعری، ناگپور ۱۹۸۰ء

۳ شفیق بریلوی : تذکرہ شاعرات پاکستان۔ مکتبہ خاتون پاکستان، کراچی اگست ۱۹۶۱ء ص ۲۳۷

۴ علی جواد زیدی : فکر و ریاض، مکتبہ جامعہ نئی دہلی نومبر ۱۹۷۵ء

# (سید) ضرار کاظمی

(۱۹۱۰ — ۱۹۸۴ء)

سید ضرار کاظمی ۱۹۱۰ء میں موضع منگلور (ضلع سہارنپور اور اب ضلع ہردوار) میں پیدا ہوئے آبائی وطن بریلی تھا۔ علی گڑھ سے انٹرمیڈیٹ کا امتحان پاس کیا اور بدایوں میں ایجوکیشن سپرنٹنڈنٹ مقرر ہوئے۔ بعد میں ۱۹۲۸ سے ۱۹۴۲ء تک علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں کیوریٹر آرٹ گیلری مقرر ہوئے۔

بعدازاں ۱۹۵۲ء سے ۱۹۵۸ء تک انسپکٹر آف سکول کی حیثیت سے رہے

ضرار کاظمی اعلیٰ درجہ کے مصور اور فوٹوگرافر تھے انھوں نے اقبال کی متعدد نظموں پر تصاویر بنائی تھیں۔ افسوس ہے کہ ان کا یہ سرمایہ خاندان میں محفوظ نہیں کیا گیا۔ کہا جاتا ہے کہ انھوں نے ۱۹۵۰ء، ۱۹۵۶ء میں بہادر شاہ ظفر پر ایک مقالہ بھی تحریر کیا تھا۔

ان کے نام اقبال کے تین خطوط ہیں ایک خط تو اقبال نے مرنے سے تین دن پہلے لکھا تھا۔ (۱) مورخہ ۲۵ رجون ۱۹۳۵ء (۲) ۱۴ راپریل ۱۹۳۸ء (غیر مطبوعہ) (۳) ۱۸ راپریل ۱۹۳۸ء ایک پوسٹ کارڈ محررہ ۱۴ راپریل ۱۹۳۸ء ان کے بیٹے سید اختر کاظمی سے ڈاکٹر نذیر احمد صاحب (سابق پروفیسر شعبہ فارسی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ) کی وساطت سے دستیاب ہوا۔ جو اس جلد میں شامل کر لیا گیا ہے۔

ضرار کاظمی کا انتقال موضع منہولیا میں ہوا جہاں انھوں نے چالیس ایکڑ زمین میں فارم بنایا تھا۔

مآخذ : سید ضرار کاظمی موضع مھولیا۔ اتربیا پوسٹ آفس

# طالوت، عبدالرشید نسیم

## (۱۹۰۹-۱۹۷۲ء)

مولانا عبدالرشید نسیم جن کا قلمی نام طالوت تھا یکم فروری ۱۹۰۹ء کو ڈیرہ غازی خاں کے ایک نواحی قصبہ چوٹی زیریں جمال خاں میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد محمد بخش اپنے دور کے ممتاز عالم تھے۔ انھوں نے اپنے صاحبزادے طالوت کو ڈیرہ غازی خاں کے مذہبی مدارس میں تعلیم دلائی۔ پھر مزید تعلیم کے لیے دارالعلوم دیوبند بھیج دیا۔ جہاں انھوں نے مولانا انور شاہ کشمیری اور دوسرے بزرگوں سے دینی اور مذہبی علوم کی تحصیل کی اور اپنے وطن آکر گورنمنٹ نارمل سکول ملتان میں السنہ شرقیہ کے استاد ہو گئے۔

مولانا طالوت علم و ادب کے خاموش خدمت گزار تھے۔ ان کی تحریروں کا خاص موضوع قوم اور وطن تھا۔ وہ اسی موضوع کے تعلق سے لکھتے تھے۔ چونکہ مولانا انور شاہ کشمیری نے ان کے قلم کا رُخ ختم نبوت کے مسئلہ کی جانب موڑ دیا تھا اس لیے ختم نبوت اور احمدیت کے مسئلے بھی ان کا خصوصی موضوع تھے۔ اس سے مسلمانوں میں سیاسی اور ملی بیداری پیدا کرنا تھا انھوں نے غلام فرید کی شاعری کا بھی بغور مطالعہ کیا تھا اور ان کی بعض کافیوں کے ترجمے بھی کیے تھے۔ اس کے علاوہ دیوانِ فرید کو مرتب اور مدون کرنے کا سہرا بھی ان ہی کے سر ہے۔ انھوں نے نہ صرف اسے مرتب کیا بلکہ اس پر تفصیلی حواشی کے علاوہ ایک فاضلانہ مقدمہ بھی لکھا جس سے غور و فکر کی نئی راہیں کھلتی ہیں۔ ان کا اہم تاریخی کارنامہ "عربی ادب کی تاریخ" ہے۔ ان کو نام و نمود کی خواہش نہیں تھی۔ اس لیے ان کی تصانیف کا بہت بڑا ذخیرہ غیر مطبوعہ رہا۔

ان کا نام ہماری سیاسی اور قومی تاریخ میں اس لحاظ سے زندہ رہے گا کہ انھوں نے اپنی مراسلت کے ذریعہ مولانا حسین احمد مدنی اور علامہ اقبال کی باہم غلط فہمی دور کروادی تھی۔

انھوں نے ۳ / مارچ ۱۹۶۳ء کو ملتان میں وفات پائی۔

مآخذ :

عبدالروف عروج ۔ رجال اقبال، ص ۳۱۰ - ۳۱۷ ۔

# ظفر احمد صدیقی (۱۹۱۲ - ۱۹۹۲ء)

پروفیسر ڈاکٹر ظفر احمد صدیقی ۵ ردسمبر ۱۹۱۲ء کو بدایوں میں پیدا ہوئے انھوں نے ابتدائی تعلیم کے بعد علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں تعلیم پائی اور فلسفہ میں ایم اے ۱۹۳۵ء میں کیا۔ اور پھر اسی یونیورسٹی سے فلسفہ میں پی۔ ایچ ڈی کی سند حاصل کی۔ ان کے تحقیقی مقالہ کا موضوع "فلسفۂ ابن طفیل" تھا۔

ظفر احمد صدیقی نے ملازمت کا آغاز ۱۹۳۹ء میں مجیدیہ اسلامیہ کالج الٰہ آباد میں فلسفہ کے لیکچرار کی حیثیت سے کیا۔ ۱۹۴۵ء میں اسلامیہ کالج اٹاوہ کے پرنسپل مقرر ہوئے اور ۱۹۴۷ء تک اس منصب پر فائز رہے۔ ۱۹۴۷ء میں مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے شعبۂ فلسفہ میں لیکچرار کی حیثیت سے درس وتدریس کا آغاز کیا اور پھر ریڈر ہوئے پروفیسر بنے اور بالآخر شعبۂ فلسفہ کے صدر مقرر ہوئے اور فیکلٹی آف آرٹس کے ڈین کی حیثیت سے خدمات انجام دیتے رہے۔ ۱۹۷۳ء میں ملازمت سے سبکدوش ہوئے۔

علمی گھرانے سے تعلق کی بنا پر پروفیسر صاحب کو علم وادب سے لگاؤ ورثہ میں ملا تھا۔ وہ ۱۹۳۴ء سے ۱۹۳۵ء تک علی گڑھ میگزین کے مدیر رہے، ۱۹۳۸ء میں رسالہ "اقبال" جاری کیا جو ۱۹۴۰ء تک شائع ہوتا رہا۔

پروفیسر ظفر احمد صدیقی کا اصل میدان فلسفہ ہیں ان کی تصانیف میں "حی ابن یقظان" (ترجمہ) اور "فلسفۂ حی ابن یقظان" شامل ہیں۔ فلسفۂ ابن طفیل پر ان کی محققانہ انگریزی تصنیف کا نام ہے۔

پروفیسر ظفر احمد صدیقی کو علامہ اقبال سے بڑی گہری عقیدت تھی۔ علامہ کے مذہبی اور فلسفیانہ رجحانات نے ان کے جذبہ عقیدت کو مزید پختہ کر دیا۔ انھوں نے علامہ کے افکار کی ترجمانی کی کامیاب کوشش کی ہے۔ اس سلسلے میں ان کا ایک کارنامہ علامّہ کی فارسی مثنوی "پس چہ باید کرد اے اقوام شرق" کے منظوم اردو ترجمے کی صورت میں منظرِ عام پر آچکا ہے جو ۱۹۵۵ء میں "حکمتِ کلیمی" کے نام سے علی گڑھ سے شائع ہوا تھا، دہلی یونیورسٹی کے شعبہ اردو میں "نظام خطبات" کے سلسلے میں انھوں نے علامہ اقبال پر جو خطبات دیے تھے وہ بھی "اقبال، فلسفہ اور شاعری" کے نام سے ۱۹۷۵ء میں طبع ہو چکے ہیں۔ پروفیسر صدیقی کا ایک فکر انگیز مقالہ "اقبال کا فلسفۂ جہاد" علی گڑھ میگزین کے اقبال نمبر بابت اپریل ۱۹۳۸ء میں شائع ہوا تھا۔

علامہ اقبال نے ان کے نام ایک طویل خط (محررہ ۱۲ دسمبر ۱۹۳۶ء) لکھا تھا جو ان کے افکار کی تفہیم میں خاص اہمیت رکھتا ہے۔

پروفیسر ظفر احمد صدیقی کو شاعری سے بھی دلچسپی تھی۔ ان کے کلام کا مجموعہ "فکر و نظر" کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ اس کے علاوہ نفسیات اور فلسفہ کے مطالعہ نے انھیں عمدہ تنقیدی صلاحیت سے بھی بہرہ ور کیا تھا۔ اسی حوالے سے ان کے تنقیدی مضامین "ادب اور نفسیات" "فانی ایک مسلمان کی نظر میں" اور "ادب میں پروڈی" لائق ذکر ہیں۔

ان کا انتقال ۵ راگست ۱۹۹۲ء کو علی گڑھ میں ہوا۔

مآخذ:

۱ رحیم بخش شاہین: اوراق گم گشتہ، اسلامک پبلی کیشنز لمیٹڈ، شاہ عالم مارکیٹ لاہور اشاعت اول اپریل ۱۹۷۵ء، اشاعت دوم مارچ ۱۹۷۹ء۔

۲ بصد شکریہ:
پروفیسر ظہیر احمد صدیقی صاحب، دہلی یونیورسٹی، دہلی۔

# عاشق حسین بٹالوی (۱۹۰۶ - ۱۹۸۹ء)

عاشق حسین بٹالوی اپریل ۱۹۰۶ء میں پیدا ہوئے۔ پنجاب یونیورسٹی سے تعلیم مکمل کی، عملی زندگی کا آغاز بحیثیت صحافی کیا۔ ۱۹۳۶ء میں مسلم لیگ آرگنائزنگ کمیٹی کے رکن اور صوبائی مسلم لیگ کے جوائنٹ سکریٹری مقرر ہوئے۔ آل انڈیا مسلم لیگ کونسل کے رکن بھی رہے۔ علامہ اقبال سے خصوصی تعلق رہا۔ ۱۹۴۲ء میں انھوں نے صوبائی مسلم لیگ کے اندرونی خلفشار اور یونینسٹ پارٹی کے رہنماؤں کی دوہری سیاست کے خاتمہ کے لیے پنجاب مسلم لیگ میں ایک انقلابی گروپ قائم کیا۔ قیام پاکستان کے بعد انھوں نے ۱۹۵۳ء سے لندن میں مستقل سکونت اختیار کرلی۔ جہاں لکھنے لکھانے میں منہمک رہے۔

ڈاکٹر عاشق حسین بٹالوی نے لندن ہی میں ۱۷ر جولائی ۱۹۸۹ء کو وفات پائی۔

ان کی تصانیف مندرجہ ذیل ہیں!

۱۔ علامہ اقبال کے آخری دو سال
۲۔ ہماری قومی جدو جہد (۱۹۳۸ء تا ۱۹۴۲ء) تین حصے
۳ چند یادیں چند تاثرات
۴۔ THE LIQUIDATION OF THE EMPIRE

وہ رسالہ "ادبی دنیا" اور "رومان" کے معاون مدیر بھی رہے۔

مآخذ:

بصد شکریہ

ڈاکٹر وحید احمد، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد۔

# عبداللطیف (ڈاکٹر) سیّد (۱۸۹۱-۱۹۷۱ء)

ڈاکٹر سیّد عبداللطیف ۶ صفر ۱۳۰۹ھ (مطابق ۱۱ ستمبر ۱۸۹۱ء) کو کرنول (آندھرا پردیش) میں پیدا ہوئے۔ ان کی تعلیم اپنے والد بزرگوار کی نگرانی میں عربی اور فارسی سے شروع ہوئی۔ اس کے بعد مقامی ہائی اسکول میں بھیج دیے گئے۔ یہاں سے ۱۹۱۰ء میں دسویں درجے کی سند لی۔ مدراس کرسچین کالج سے ۱۹۱۵ء میں بی۔ اے کا امتحان پاس کیا۔ اور کامیاب طلبا میں سب سے اوّل آئے۔ تعلیم مکمل کرنے کے بعد وہ سیّد نواب علی چودھری کے ذاتی سیکریٹری مقرر ہو گئے۔ جو مرکزی مجلس قانون ساز کے رکن تھے۔ ان کے ہاں سر ابراہیم رحمت اللہ (بمبئی) سے ملاقات ہوئی۔ وہ ان کی قابلیت اور انگریزی میں مہارت سے خاص طور پر بہت متاثر ہوئے۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ چند برس بعد انھوں نے اپنے پبلک اسکول واقع پنچ گنی (مضافاتِ بمبئی) کی پرنسپلی کے لیے ڈاکٹر عبداللطیف کو دعوت دی۔ وہ وہاں دو برس تک رہے۔ ۱۹۱۹ء میں جب عثمانیہ یونیورسٹی، حیدر آباد کا قیام عمل میں آیا، تو وہ ۱۹۲۰ء میں یہاں انگریزی کے اسسٹنٹ پروفیسر مقرر ہو گئے۔ ۱۹۲۲ء میں مزید تعلیم کے لیے ان کو انگلستان بھیجا گیا۔

انگلستان میں وہ کنگز کالج (لندن یونیورسٹی) میں پی۔ ایچ ڈی کی تیاری کرنے لگے۔ مقالے کا موضوع قرار پایا: انگریزی ادب کے اثرات اردو ادب پر۔

۱۹۲۳ء کے وسط میں نیویارک کی کولمبیا یونیورسٹی نے انگلستان اور امریکہ کی یونیورسٹیوں کے انگریزی کے پروفیسروں کی پہلی کانفرنس منعقد کی تو اس کے مندوبین میں ڈاکٹر عبداللطیف بھی تھے۔ گو وہ ہنوز صرف ریسرچ اسکالر تھے اور پروفیسر نہیں بنے تھے۔ (۱۹۲۴ء) میں پی۔ ایچ۔ ڈی کے بعد حیدر آباد واپس

آ گئے۔

جب یہ انگلستان گئے ہیں، تو یونیورسٹی نے ان سے ایک معاہدے پر دستخط کرائے تھے کہ واپسی پر یہ کم از کم دس برس تک یونیورسٹی کی ملازمت کریں گے۔ جو نہی دس برس پورے ہوئے، انھوں نے درخواست دی کہ مجھے ملازمت سے سبکدوش کردیا جائے۔ کچھ عملی کام کرنا چاہتا ہوں۔ لیکن پنشن دوڈھائی سو ماہانہ سے متجاوز نہیں تھی۔ جب یہ حالات نظام میر عثمان علی خاں کے علم میں آئے، تو انھوں نے حکم دیا کہ چونکہ ڈاکٹر سیّد عبداللطیف کا ملازمت سے دست بردار ہونے سے مدّعا خدمت علم ہے، پس ان کے لیے پوری پانچ سو ماہانہ کی پنشن منظور کی جاتی ہے۔

ترکِ ملازمت کے بعد ۱۹۳۷ء ہی میں انھوں نے ایک انگریزی ہفتہ وار اخبار "نیوایرا" (NEW ERA) (عصرِ نو) جاری کیا اور اس زمانے میں کانگریس اور مسلم لیگ دونوں اپنی اپنی جگہ پر ملک کی آزادی کے لیے اصرار کررہے تھے، لیکن جس بات پر دونوں متفق نہیں تھے، وہ تھا یہ مسئلہ کہ انگریزوں سے گلوخلاصی کے بعد ملک کا دستور کیا ہو۔ ڈاکٹر سیّد عبداللطیف نے بھی اس مسئلے پر دو رسالے (انگریزی میں) قلمبند کیے تھے (۱) "مسلم کلچر ان انڈیا" (ہندوستان میں اسلامی کلچر) اور (۲) "ڈفرنٹ کلچرل زونز ان انڈیا" (ہندوستان میں مختلف کلچری خطّے) ان رسالوں میں جو نظریہ پیش کیا تھا اس کی رو سے ہندوستان کا دستور وفاقی قرار پاتا تھا۔ ہر ایک خطّے کے لیے پوری آزادی کی سفارش تھی، مرکز میں صرف دفاع، امور خارجہ، تجارت درآمد و برآمد اور مواصلات کے اہم ذرائع رکھے گئے تھے۔ اس سے وہ مسلم لیگ کے حلقوں میں خاصے معروف و مقبول ہوگئے۔ مسلم لیگ کی فارن کمیٹی کے رکن بھی رہے جس کا مقصد یہ تھا کہ مسلم لیگ کے نظریے کے مطابق پاکستان اسکیم کا ایک خاکہ وضع کیا جائے۔

اپنی وفاقی اسکیم سے متعلق ان کی فریقین کے زعما سے خط و کتابت رہی۔ بالآخر گاندھی جی نے اگست ۱۹۴۲ء میں مسز سروجنی نائیڈو کی وساطت سے انھیں بمبئی آنے

اور کانگریس ورکنگ کمیٹی کے اراکین سے ملنے کی دعوت دی۔ کانگریس کی مجلس عاملہ نے شب ۸ر اگست کے جس جلسے میں "ہندوستان چھوڑو" کی قرارداد منظور کی تھی. اس میں ڈاکٹر سید عبداللطیف بھی موجود تھے۔ بہر حال مسلم لیگ کے منفی رویہ کے باعث ڈاکٹر سید عبداللطیف اتنے دل گرفتہ ہوئے کہ انھوں نے سیاسیات سے کنارہ کشی اختیار کرلی۔ اب انھوں نے اپنی تمام توجہ حیدر آباد کے مسائل پر مرکوز کردی، اسی مقصد سے انھوں نے اپریل ۱۹۴۶ء میں ایک اور انگریزی ہفتہ وار 'کلیرین' (CLARION) نام کا نکالا۔ یہ پرچہ تین برس تک جاری رہا۔ اس کے آخری شمارے پر ۱۲ر مئی ۱۹۴۸ء تاریخ ثبت ہے۔ یہ وہ زمانہ ہے جب مجلس اتحادالمسلمین اور قاسم رضوی (ف جنوری ۱۹۷۰ء) کی عاقبت نااندیشی کے باعث حیدر آباد کی فضا بہت مکدر ہو رہی تھی۔ ڈاکٹر سید عبداللطیف نے پوری کوشش کی کہ کسی طرح حیدر آباد کے قائدوں کی سمجھ میں یہ بات آجائے کہ وہ جس رستے پر جارہے ہیں، وہ تباہی کی طرف جاتا ہے۔ یہی ہوا۔ ان کی پیشگوئی صحیح ثابت ہوئی۔

حیدر آباد کے انضمام کے بعد وہ اتنے دل برداشتہ تھے کہ ہجرت کرکے مدینہ منورہ چلے جانا چاہتے تھے۔ لیکن ایک لطیفۂ غیبی کے نتیجے میں انھوں نے یہ ارادہ ترک کردیا۔ ان کے وطن کرنول کے مقامی لوگوں کی درخواست پر انھوں نے وہاں عثمانیہ کالج کی پرنسپلی سنبھال لی۔ اس کالج کے قیام میں خود ان کی مساعی بھی کچھ کم قابل ذکر نہیں۔ وہ ۱۹۵۰ء سے ۱۹۵۲ء تک اس کالج کے پرنسپل رہے۔ جب ایک معقول جانشین کا انتظام ہوگیا، تو مستعفی ہوکر حیدر آباد چلے آئے۔ ۱۹۵۲ء میں کرنول سے واپسی کے بعد انھوں نے مولانا ابوالکلام آزاد کی فرمائش پر انسٹی ٹیوٹ آف انڈو مڈل ایسٹ کلچرل اسٹڈیز اور اکاڈیمی آف اسلامک اسٹڈیز کی بنا رکھی۔

مولانا آزاد نے ان سے فرمایش کی کہ وہ ان کے شاہکار "ترجمان القرآن" کا

ترجمہ انگریزی میں کر دیں۔ چنانچہ ۱۹۵۴ء سے مولانا آزاد کی وفات (۲۲ فروری ۱۹۵۸ء) تک ان کا بیشتر زمانہ مولانا آزاد کے ساتھ بسر ہوا۔ انھوں نے یہ ترجمہ ۱۹۶۱ء میں تین جلدوں میں مکمل کیا۔

انھوں نے بہت سی کتابیں لکھیں جن میں اہم کتابیں درج ذیل ہیں:

1. The Influence of English Literature on Urdu Literature(1924)
2. Ghalib-A Critical Appreciation of His Life & Urdu Poetry(1927)
3. The Muslim Culture in India(1932)
4. The Muslim Problem in India(1939)
5. The Pakistan Issue-Plan of Federal Constitution of India. Congress-League reaction and Press statements(1943)
6. The Concept of Society in Islam(1937)
7. Towards Reorientation of Islamic Thought-A fresh examination of the Hadith Literature(1934)
8. Basic Concept of the Quran(1958)
9. Bases of Islamic Culture(1959)
10. Tarjuman-al-Quran of Mawlana Abul Kalam Azad -a rendering into English in three volumes Vol. I(1962). Vol.II(1967). Vol.III under print)
11. Al-Quran rendered into English (1969)
12. The Mind Al-Quran Builds(1952) Revised edition(1971)

اردو داں حلقوں میں ان کا نام اس مختصر کتابچے کی وجہ سے زندہ رہے گا، جو انھوں نے غالب کے عنوان سے انگریزی میں لکھا تھا (حیدر آباد ۱۹۳۲ء) یہ صحیح معنی میں مطالعہ غالب کے سلسلے میں انقلابی مضمون ثابت ہوا۔ انھوں نے پہلی مرتبہ غالب پر کڑی نکتہ چینی کی۔ ان کی دوسری اہم کوشش غالب کے اردو کلام کو تاریخی ترتیب دینے کی تھی۔ اس کے لیے انھوں نے پورے کلام کو مرتب کر کے چھاپنا شروع کر دیا۔ اس کے ۱۲۶ صفحات تک چھپ چکے تھے کہ اس مطبع میں جہاں یہ چھپ رہا تھا، آگ لگ گئی اور مطبوعہ کاغذات اور ان کا تیار کردہ اصل مسودہ بھی جل کر راکھ ہو گئے۔ اس افسوسناک حادثے کے بعد دوبارہ اسے مرتب کرنے کی ان میں ہمت نہیں تھی، یوں یہ مفید کام ادھورا رہ گیا۔ خوش قسمتی سے مطبوعہ حصے کے فرمے کسی طرح تمکین کاظمی کے ہاتھ لگ گئے تھے، جو انھوں نے مولانا امتیاز علی خاں عرشی کو بھیج دیے اور انھوں نے دیوان کا نسخہ عرشی مرتب کرتے وقت ان سے استفادہ کیا۔ بہر حال ڈاکٹر عبد اللطیف ہمارے شکریے کے مستحق ہیں کہ دیوان کی تاریخی ترتیب کا خیال سب سے پہلے ان کے ذہن میں آیا۔

ان کی علمی خدمات کے اعتراف میں ۱۹۷۰ء میں حکومت ہند نے انھیں پدم بھوشن کا اعزاز عطا کیا۔

آخری ایّام میں انھوں نے "ڈاکٹر سیّد عبد اللطیف قرآنک اینڈ اور کلچرل اسٹڈیز ٹرسٹ" کے نام سے ایک ٹرسٹ قائم کیا۔

۴ر نومبر ۱۹۷۱ء (۱۴ر رمضان ۱۳۹۱ھ) کو ڈاکٹر سیّد عبد اللطیف کا انتقال ہو گیا۔

مآخذ :

مالک رام : "تذکرۂ معاصرین (جلد اوّل) مکتبہ جامعہ، نئی دہلی، ۱۹۷۲ء ص ۳۸۲ - ۳۹۶ -

ل ان پر نوٹ کلیاتِ مکاتیبِ اقبال (جلد دوم) کے صفحہ ۹۸۲ پر ملاحظہ کیجئے۔
(مولّف)

# عبدالوحید خاں (۱۹۱۴ - ۱۹۸۴ء)

عبدالوحید خاں ۷ جنوری ۱۹۱۴ء کو میرٹھ (یوپی) میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم میرٹھ میں پائی۔ اس کے بعد لکھنؤ یونیورسٹی میں زیر تعلیم رہے۔ بی۔ اے کرنے کے بعد ایل ایل۔ بی کی ڈگری لی۔

عبدالوحید خاں کو طالب علمی کے زمانے سے سیاست سے دل چسپی تھی۔ وہ ۱۹۲۸ء میں آل انڈیا مسلم لیگ کی کونسل کے رکن ہوئے اور اس حیثیت سے ۱۹۴۶ء تک کام کیا۔ وہ یوپی مسلم لیگ کی مجلس عاملہ کے بھی رکن رہے۔

۱۹۳۰ء میں اقبال نے مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس منعقدہ الہ آباد میں اپنا مشہور خطبہ پڑھا تو عبدالوحید خاں اقبال کے پرستاروں میں شامل ہو گئے۔ پھر اقبال سے ان کی عقیدت اتنی بڑھی کہ ان کی ساری جدوجہد اقبال کے پیغام کو عام کرنے اور مسلمانوں میں سیاسی اور سماجی بیداری پیدا کرنے اور متحد کرنے کے مسئلے پر مرکوز رہی۔ اس زمانے میں انھوں نے مسلم لیگ کے جائنٹ سکریٹری اور پبلسٹی سکریٹری کی حیثیت سے بھی کام کیا۔

آزادی ہند کے بعد وہ پاکستان چلے گئے اور لاہور میں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ ۱۹۴۸ء میں ان کو آل پاکستان مسلم لیگ کونسل کا رکن منتخب کیا گیا اور ۱۹۵۸ء تک ایوب خاں کی طرف سے مارشل لا کے نفاذ تک اس عہدہ پر برقرار رہے۔ ۱۹۴۸ء میں ہندوستان سے آنے والے مسلمان مہاجروں کے نمائندے کے طور پر ان کو دستور ساز اسمبلی کا رکن چنا گیا۔ وہ ۱۹۵۱ء میں پنجاب کی صوبائی اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے۔ جب ایوب خاں نے کنونشن لیگ قائم کی تو عبدالوحید خاں اس میں شامل ہو گئے۔ جولائی ۱۹۶۲ء میں ان کو مغربی پاکستان کی کابینہ میں شامل کیا گیا۔ صوبائی وزیر کی حیثیت سے وزارت ریلوے کا قلمدان ان کو سپرد کیا گیا کنونشن مسلم لیگ کی تنظیم میں

میں بھی انھوں نے سرگرمی سے حصہ لیا اور اس کے جنرل سکریٹری رہے۔ جنوری ۱۹۶۴ء میں ایوب خاں نے ان کو وزیر اطلاعات و نشریات مقرر کیا۔

ایوب خاں کی دورِ صدارت کے بعد عبدالوحید خاں نے سیاست میں حصہ لینا چھوڑ دیا تھا اور خاموشی کی زندگی گزار رہے تھے کہ ۲۷ اور ۲۸ مئی ۱۹۸۴ء کے درمیان ان کا انتقال ہو گیا۔

عبدالوحید خاں کا شمار تحریک پاکستان کے مورخوں میں ہوتا ہے۔ انھوں نے سیاست کے موضوع پر کئی کتابیں لکھیں۔ ان کی پہلی کتاب "آزادی کی جھڑپ" تھی جو انھوں نے ۱۹۳۷ء میں لکھنؤ میں منعقد ہونے والے آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس میں پیش کی تھی۔ اس کتاب کا ترجمہ بنگلہ اور گجراتی زبانوں میں ہوا تھا۔ گجراتی ایڈیشن کا پیش لفظ قائد اعظم نے تحریر کیا تھا۔ ان کی دوسری کتاب "تاریخ افکار سیاست اسلامی" ۱۹۴۲ء شائع ہوئی۔ انھوں نے مولانا ابوالکلام آزاد کی کتاب "آزادی ہند" کا جواب "آزادی ہند — دوسرا رخ" کے نام سے لکھی تھی۔

ماٰخذ:


۱ عبدالروف عروج ـ رجال اقبال ص، ۳۶۳، ۳۶۴

۲ رفیع الدین ہاشمی ـ خطوط اقبال ص، ۲۵۳ ـ ۲۵۵ ـ

# عبدالرحمن کاشغری (۱۹۱۲ - ۱۹۷۱ء)

عبدالرحمن کاشغری ہندوستان کے ایک ممتاز فاضل اور عربی زبان و ادب کے ماہر تھے۔ انھیں عربی نظم و نثر دونوں پر قدرت حاصل تھی۔ ان کی پیدائش چینی ترکستان کے دارالسلطنت کاشغر میں ۱۵ ستمبر ۱۹۱۲ء کو ہوئی۔ اپنے والد مولوی عبدالہادی سے انھوں نے ابتدائی کتابیں پڑھ کر بعض مقامی علما سے انھوں نے متوسطات کا درس لیا۔ ابھی ان کی عمر کا گیارھواں سال تھا کہ اپنے وطن سے کوچ کر کے ہندوستانی علما سے فیض یاب ہونے کے لیے ہندوستان روانہ ہو گئے۔ وہ چترال کے راستے پیدل چل کر بمقام درگئی پہنچے اور وہاں سے ریل کے ذریعے امرتسر۔ وہ وہاں کے مشہور عالم مولانا عبداللہ منہاس کی خدمت میں حاضر ہوئے جن کے نام نہتر چترال نے ایک سفارش خط لکھ دیا تھا۔ مولانا ممدوح نے انھیں مولانا عبدالحیؒ صاحب ناظم ندوۃ العلما لکھنؤ کی خدمت میں بھیج دیا۔ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی اور مولانا مسعود عالم ندوی سے ان کے تعلقات یہیں پیدا ہوئے۔ علامہ تقی الدین ہلالی مراکشی بھی ان کے اساتذہ میں تھے۔ عربی ادب کا صحیح ذوق انھیں ہلالی کی تعلیم اور ان کی صحبتوں سے پیدا ہوا۔

کاشغری، ۱۹۲۲ سے ۱۹۳۰ء تک ندوۃ العلما میں تعلیم حاصل کرتے رہے۔ وہ ۱۹۳۱ء میں فارغ التحصیل ہونے کے بعد ندوہ ہی میں درس و تدریس میں مشغول ہو گئے۔ بعد کو وہ اسی دارالعلوم میں عربی کے استاذ اعلیٰ مقرر ہو گئے۔ اس عرصے میں انھوں نے لکھنؤ یونیورسٹی سے فاضل ادب اور مدرسہ فرقانیہ سے قرأت شعبہ کی سندیں حاصل کیں۔ ۲۶/ اپریل ۱۹۳۸ء کو وہ مدرسہ عالیہ کلکتہ میں فقہ و اصول فقہ کے استاد مقرر ہوئے۔ قیام پاکستان کے بعد وہ ڈھاکہ چلے گئے جہاں وہ مدرسہ

عالیہ ڈھاکہ میں اسی عہدے پر فائز ہو گئے۔ ۱۹۵۶ء میں انھیں اڈیشنل مولوی کے عہدے پر ترقی ملی۔

مولانا کاشغری کو دینیات کے علاوہ، جیسا کہ اوپر گزرا، عربی ادب میں خاص مہارت حاصل تھی۔ ان کا عربی دیوان الزہرات کے نام سے ندوۃ العلما لکھنؤ کے قیام کے دوران ۱۳۵۴ھ میں شائع ہوا۔ اس پر مولانا مسعود عالم ندوی کا فاضلانہ مقدمہ قابل مطالعہ ہے۔ ان کی دوسری مطبوعہ تصنیف "کتاب المفید" ہے۔ یہ ایک معجم ہے جو طلبا کے استفادے کے لیے مرتب کی گئی تھی۔ یہ ۱۹۵۹ء شائع ہوئی۔

مولانا عبدالرحمن کاشغری کی غیر مطبوعہ تصانیف حسب ذیل ہیں۔

(۱) الشذرات

(۲) العبرات

"الزہرات" کے بعد کا کلام ان دو مجموعوں میں جمع کیا گیا ہے۔

(۳) محک النقد۔ یہ چوتھی صدی ہجری کے ممتاز مصنف و نقاد ابوالفرج قدامۃ بن جعفر الکاتب البغدادی کی فن شعر پر 'نقد الشعر' کی شرح ہے۔ یہ مدارس عربیہ اور بعض جامعات کے درس میں داخل رہی ہے۔ اس کے دو ایڈیشن لکھنؤ سے نکلے ہیں۔ اس کتاب کا ایک اردو ترجمہ بھی چھپا تھا۔

(۴) کتاب الاسد و کناہ۔ مصنفہ ابوالفضائل الحسن بن محمد الصاغانی (ولادت لاہور ۵۷۷ھ۔ وفات بغداد ۶۵۰)۔ لغت کے اس نادر رسالے کو کاشغری نے اپنے حواشی و مقدمے کے ساتھ مرتب کیا تھا۔

(۵) کتاب الذئب و کناہ۔ اس کے مصنف بھی امام صاغانی ہی ہیں۔ جرمن مستشرق بروکلمن نے اس کا نام "کتاب فی اُسامی الذئب" لکھا ہے۔

(۶) نظام اللبد فی اسماء الاسد مصنفہ علامہ جلال الدین السیوطی (۸۴۰ھ۔ ۹۱۱ھ) تحقیق متن مع حواشی۔ بروکلمن کی تاریخ آداب عربی اور دائرۂ معارف اسلامیہ میں سیوطی کی تصانیف کی ذیل میں اس کا ذکر نہیں۔

(۷) المجرقی المؤنث والمذکر۔ یہ کتاب کاشغری نے مذکر و مونث کے مباحث پر لکھی ہے۔ غالباً بعد کو یہی کتاب، لمجرات فی المؤنثات والمذکرات قرار پائی۔

(۸) ازالۃ الخفاعن خلافۃ الخلفا، مصنفہ شاہ ولی اللہ دہلوی (متوفی ۱۱۷۶ھ) کا عربی زبان میں ترجمہ۔

(۹) امثال اللغتین۔ اس میں عربی اور اردو کے ضرب الامثال کا تقابل و موازنہ کیا گیا ہے۔ اس کتاب کے کچھ حصے ندوۃ العلما لکھنو کے عربی رسالے "الضیا" میں ۱۳۵۳ھ میں شائع ہوئے۔

(۱۰) الالماع بمافی کلام العرب من الاتباع۔ فنِ لغت میں ایک مفید رسالہ۔

(۱۱) دیوان ابن مقبل العجلانی۔ تمیم بن اُبی من مقبل ایک ممتاز جاہلی شاعر تھا جس نے اسلام کا بھی زمانہ پایا اس کا دیوان مفقود تھا۔ مولانا کاشغری کو اس قدیم شاعر سے گہری دل چسپی تھی۔ اس بنا پر ندوۃ العلماء کے قیام کے دوران انھوں نے امہات کتب اور قدیم مصادر سے اس کے اشعار جمع کر کے انھیں مرتب کیا۔ افسوس ہے یہ مجموعہ شائع نہ ہو سکا۔ ایک عرصہ کے بعد دیوان ابن مقبل کا ایک نادر نسخہ ترکی میں مکشوف ہوا۔ اسے اگرچہ ڈاکٹر عزۃ حسن نے مرتب کر کے دمشق سے ۱۹۶۲ء میں شائع کر دیا ہے لیکن دیوان مرتبہ کاشغری کی اہمیت اب بھی باقی ہے۔

مولانا کاشغری نے برصغیر کے مشہور مصنف و محقق اور عربی کے جلیل القدر استاد علامہ عبدالعزیز المیمنی (متوفی ۱۹۷۸ء) سے بہت فیوض حاصل کیے۔ دونوں کے تعلقات کا اندازہ کاشغری کے اس عربی مکتوب (مورخہ ۲۷ فروری ۱۹۳۷ء) سے ہوتا ہے جو انھوں نے الاستاذ المیمنی کو لکھنؤ سے لکھا تھا اور جسے پروفیسر مختارالدین احمد صاحب نے مجلۃ المجمع العلمی الہندی، کے شمارہ ۱۰ (علی گڑھ، ۱۹۸۵ء) میں شائع کر دیا ہے۔

ان کے متعدد مضامین عربی رسالہ 'الضیاء' (لکھنؤ) میں شائع ہوئے۔ کچھ مضامین

مصر کے جرائد و رسائل الفتح، الرسالہ، الزہرا میں بھی شائع ہوئے ہوں تو عجب نہیں۔
مولانا عبدالرحمٰن کاشغری کی وفات ڈھاکہ (بنگلہ دیش) میں مارچ ۱۹۷۱ء کے اواخر میں ہوئی۔

ماخذ :

۱ بصد شکریہ جناب ڈاکٹر مختار الدین احمد صاحب، علی گڑھ
۲ عبدالستار لیکچرر، مدرسہ عالیہ ڈھاکہ:
تاریخ مدرسہ عالیہ
مدرسہ عالیہ ڈھاکہ، بنگلہ دیش
۱۹۵۹ء

# عبدالرحمٰن (صدیقی) (متوفی ۱۹۵۳ء)

عبدالرحمٰن صدیقی نے تعلیم علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں حاصل کی۔ وہ اسٹوڈنٹس یونین کے صدر بھی رہے۔

جنگ بلقان میں ترکوں کی امداد کے لیے جو صلیب احمر مشن قایم کیا گیا تھا وہ اس کے عمومی ناظم ۱۹۱۲ سے ۱۹۱۳ء تک رہے۔

۱۹۲۷ میں انھوں نے فلسطین کانفرنس کی صدارت کی۔

ملک کی تقسیم کے بعد عبدالرحمٰن صدیقی پاکستان چلے گئے۔ ۱۹۵۲ء میں وہ مشرقی پاکستان (اب بنگلہ دیش) کے گورنر مقرر ہوئے۔

ان کا انتقال ۲۶/ مئی ۱۹۵۳ء کو ہوا۔

ماخذ :

بصد شکریہ

ڈاکٹر معین الدین عقیل، شعبۂ اردو، جامعہ کراچی، کراچی۔

# میاں عبدالحیٔ (۱۸۸۹ء-۱۹۴۶ء)

میاں عبدالحی دسمبر ۱۸۸۹ء میں لدھیانہ کے ایک ممتاز اور متمول خاندان میں پیدا ہوئے۔ انھوں نے ۱۹۰۸ء میں فورمین کرسچین کالج لاہور سے بی۔ اے اور ۱۹۱۰ء میں ایل۔ ایل۔ بی کی ڈگری لا کالج لاہور سے حاصل کی۔

میاں عبدالحیٔ نے ۱۹۱۰ء میں لدھیانہ میں وکالت شروع کی۔ تھوڑے عرصہ کے بعد وہ لدھیانہ مونسپلٹی کے نائب صدر منتخب ہو گئے۔ اور ۱۹۲۳ء میں پہلے غیر سرکاری صدر بنے۔ وہ ۱۹۳۳ء تک مونسپلٹی سے وابستہ رہے۔ جب انھوں نے اپنی سکونت لاہور منتقل کر لی۔

۱۹۱۹ء سے ان کی سیاسی زندگی کا آغاز ہوا۔ جب انھوں نے رولٹ بل کے خلاف مظاہروں میں حصہ لیا۔ انھوں نے خلافت تحریک میں بھی شرکت کی اور ۱۹۲۱ء میں اپنا خطاب ایم۔ بی۔ ای ( (M. B. E.)[ہ] ) واپس کر دیا جو اُن کو پہلی جنگِ عظیم میں ان کی خدمات کے صلہ میں برطانوی حکومت نے دیا تھا۔

میاں عبدالحیٔ ۱۹۲۳ء میں مرکزی قانون ساز اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے۔ ۱۹۲۶ء میں اس حلقہ سے بلا کسی مخالفت کے دوبارہ چنے گئے۔ ان کا شمار اس عہد کے بڑے لیڈروں پنڈت موتی لال نہرو اور محمد علی جناح کے ساتھ ہوتا تھا۔ وہ ۱۹۳۳ء میں پنجاب کی یونینسٹ پارٹی میں شامل ہو گئے اور جلد ہی پنجاب کی سیاست میں اپنا ایک مقام پیدا کر لیا۔ ۱۹۳۷ء میں حکومتِ پنجاب کے وزیر تعلیم مقرر ہوئے اور ۱۹۴۶ء تک اس عہدے پر فائز رہے۔

ہ (MEMBER ONF BRITISH EMPIRE)

میاں عبدالحی ایک روشن خیال اور ترقی پسند لیڈر تھے وہ سماجی اصلاحات اور ہندو مسلم اتحاد کے حامی تھے۔ لیکن ان کا قابل ذکر کارنامہ تعلیم کے میدان میں تھا۔ انھوں نے تعلیمی اصلاح اور نشو و نما کے لیے بڑا کام کیا۔ وہ مفت اور لازمی تعلیم کے حق میں تھے اور نظام تعلیم کو قومی میلان دینا چاہتے تھے۔ وہ متعدد تعلیمی اداروں، اسلامیہ سکول، لدھیانہ، اسلامیہ کالج، لاہور۔ انجمن ترقی تعلیم، امرتسر سے وابستہ رہے۔

میاں عبدالحی شروع میں ہندو مسلم اتفاق و اتحاد کے مبلغ تھے لیکن ۴۲ ۱۹ء سے وہ تقسیم ملک کے مطالبہ کی بڑی شدو مد سے حمایت کرنے لگے تھے۔

ان کا انتقال ۲۰ ردسمبر ۱۹۴۶ء کو ہوا۔

مآخذ :

ایس۔ پی۔ سین۔ ڈکشنری آف نیشنل بایوگرافی، جلد اول کلکتہ ۷۲ ۱۹ء ص۔ ۳۔ ۴۔

(S. P. SEN : DICTIONARY OF NATIONAL BIOGRAPH, VOL. I, CALCUTTA, 1972 P. 3-4)

# خواجہ عبدالوحید (ولادت ۱۹۰۱ء)

خواجہ عبدالوحید ۳ر جنوری ۱۹۰۱ء کو لاہور میں پیدا ہوئے۔ یہ خواجہ عبدالمجید مولف "جامع اللغات" کے چھوٹے بھائی تھے۔ خواجہ عبدالوحید نے ۱۹۱۶ء میں انٹرنس کا امتحان پاس کیا اور علامہ اقبال کی سفارش سے گورنمنٹ کالج لاہور میں داخل ہوئے۔ ۱۹۲۴ء میں جب مولانا احمد علی لاہوری ہندوستان واپس آکر کالجوں کے طلبا کو قرآن کریم کا درس دینے لگے تو خواجہ عبدالوحید بھی اس جماعت میں شریک ہو گئے۔ بعد میں یہ علمی و ادبی مشاغل میں مصروف ہو گئے اور مختلف علمی اداروں سے وابستہ رہے۔ ان کے علامہ اقبال سے دیرینہ اور گہرے تعلقات تھے۔ بازار حکیماں کے قریب محلہ "ٹھٹریاں بھا بھڑیاں" میں ان کے والد خواجہ کریم بخش اور ان کے دو بھائیوں کا آبائی مکان "للی لاج" ( ) تھا
یہ مکان ۱۹۰۵ء سے ۱۹۱۸ء تک لاہور کا سب سے اہم تہذیبی اور ادبی و علمی مرکز رہا۔ ۱۹۰۸ء میں یورپ سے واپس آکر علامہ اقبال بھی ان محفلوں میں شرکت فرمانے لگے تھے۔ خواجہ عبدالوحید نے ہوش سنبھالتے ہی اپنے آپ کو اس علمی و ادبی ماحول میں دیکھا اور اس وقت سے علامہ ان پر شفقت اور مہربانی فرماتے تھے۔ علاوہ ازیں ۱۹۱۰ء میں خواجہ عبدالوحید کے چچا زاد بھائی خواجہ فیروزالدین کی شادی علامہ اقبال نے اپنی خواہر نسبتی (والدہ آفتاب اقبال کی بہن) سے کرائی تھی۔

۱۹۳۵ء میں جب علامہ اقبال میو روڈ پر جاوید منزل میں منتقل ہوئے تو خواجہ عبدالوحید کی ملاقاتوں کا سلسلہ بڑھ گیا کہ انھوں نے بھی ۱۹۳۴ء کے اواخر میں میو روڈ سے کچھ فاصلے پر محلہ محمد نگر میں مکان بنا لیا تھا۔

۱۹۲۸ء میں خواجہ عبدالوحید نے ڈاکٹر سید عبداللہ اور دوسرے دوستوں کے ساتھ مل کر اسلامک ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا۔ علامہ اقبال اس ادارے کی سرگرمیوں میں بہت دلچسپی لیتے تھے۔ ۱۷ر اکتوبر ۱۹۳۲ء کو علامہ اقبال نے علوم اسلامیہ کی ترویج و ترقی کے لیے ادارہ معارف اسلامیہ کی بنیاد رکھی تو اس کا جائنٹ سکریٹری خواجہ عبدالوحید کو مقرر کیا گیا۔

۶ر ستمبر ۱۹۳۲ء کو اسلامک ریسرچ انسٹی ٹیوٹ نے اقبال کی زندگی میں پہلی بار "یوم اقبال" کی تقریب منعقد کی جس میں خواجہ عبدالوحید نے کلیدی رول ادا کیا۔

۱۹۳۲ء میں جب مشہور ترکی رہنما غازی حسین روف بے جامعہ ملیہ اسلامیہ نئی دہلی میں توسیعی خطبات دینے کے لیے فرانس سے ہندوستان آئے تو خواجہ عبدالوحید نے اپنے دوستوں سے مشورہ کے بعد علامہ اقبال سے درخواست کی کہ وہ غازی صاحب موصوف کو ایک خط لکھ کر انھیں لاہور آنے کی دعوت دیں چنانچہ علامہ اقبال نے ان کو خط لکھا۔ اس ضمن میں علامہ کا مکتوب مورخہ ۲۷ر فروری ۱۹۳۳ء بنام خواجہ عبدالوحید مشمولہ کلیات مکاتیب اقبال جلد سوم ملاحظہ ہو۔ چنانچہ غازی روف بے لاہور آئے اور ۲۳ر مارچ ۱۹۳۳ء کو اسلامک ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کے زیر اہتمام ایک جلسہ عام میں تقریر کی جس کی صدارت علامہ اقبال نے فرمائی۔

۱۹۳۴ء میں جب انجمن خدام الدین لاہور نے پندرہ روزہ انگریزی اخبار "اسلام" جاری کیا تو خواجہ عبدالوحید اس کے مدیر مقرر ہوئے۔ اس اخبار میں علامہ اقبال کے بعض اہم بیانات خصوصاً قادیانی تحریک پر شائع ہوئے۔

۱۹۳۵ء میں لاہور میں "جمیعتہ شبان المسلمین" کے قیام میں بھی خواجہ عبدالوحید نے بہت سرگرم حصہ لیا تھا۔

خواجہ عبدالوحید علامہ اقبال کے بڑے قریبی اور دیرینہ عقیدت مندوں میں

تھے اور برابر ان کی خدمت میں حاضر ہوتے رہتے تھے۔ اس ضمن میں ان کے روزنامچے کے چند اندراجات رسالہ "نقوش" کے اقبال نمبر۔ ۲۔ص ۱۲۷۷ میں ملاحظہ ہوں۔

مآخذ:

رسالہ "نقوش" اقبال نمبر ۲، شمارہ ۱۲۳ دسمبر ۱۹۷۷ء

لہ ڈاکٹر جاوید اقبال نے (زندہ رود، جلد سوم ص ۴۷۸) اس تقریب کی تاریخ ۶ مارچ ۱۹۳۲ء لکھی ہے۔ (مؤلف)

# ڈاکٹر غلام دستگیر رشید (۱۹۰۸ - ۱۹۸۵ء)

ڈاکٹر غلام دستگیر رشید کی تاریخ پیدائش ۱۰ را کتوبر ۱۹۰۸ء ہے اور مقام پیدائش نلگنڈہ ۔ وہیں ابتدائی تعلیم حاصل کی ۔ حیدر آباد آنے کے بعد پہلے منشی کا امتحان پاس کیا پھر انگریزی کا امتحان دے کر میٹرک کی سند حاصل کی. انٹر میڈیٹ سے ایم. اے تک کے امتحانات جامعہ عثمانیہ سے پاس کیے. ناگپور یونیورسٹی سے اردو میں ایم ۔اے بھی کیا ۔

وہ طویل عرصہ تک نظام کالج میں فارسی کے استاد رہے ۔ ۱۹۶۴ء میں بحیثیت صدر شعبہ فارسی ریٹائر ہوئے ۔ پھر پروفیسر امیریطس رہے. صدر جمہوریہ ہند نے ان کی اعلیٰ خدمات پر اعزاز عطا کیا ۔

انھوں نے اقبال سے 'رموزِ بیخودی' کے ترجمہ کی اجازت چاہی تھی۔ جس کے جواب میں اقبال نے بھوپال سے اپنے مکتوب مورخہ ۲ رمارچ ۱۹۳۵ء میں انھیں لکھا:

> "رموزِ بیخودی کا ترجمہ انگریزی میں اگر آپ کرنا چاہیں تو مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے "۔

اقبال کے اس خط میں انگریزی ترجمہ کا ذکر ہے لیکن ڈاکٹر رشید نے اردو میں "رموزِ بیخودی" کا ترجمہ کیا تھا۔ جو شائع نہیں ہوا۔ اپریل ۱۹۸۵ء میں اقبال اکیڈمی حیدر آباد نے ان کو پہلا اقبال ایوارڈ پیش کیا ۔

۲۵ را پریل ۱۹۸۵ء کو ان کا حیدر آباد میں انتقال ہو گیا ۔

ترتیب، تالیف اور تصنیف کے میدان میں ڈاکٹر غلام دستگیر رشید کے علمی کارنامے اسلامیات، تصوف، اقبالیات ، فارسی، اردو ادبیات پر محیط ہیں. اسلامیات کے ضمن میں ان کی اولین تالیفات میں "تعلیم القرآن" شامل ہے ۔ اس تالیف میں جناب عبدالرحمن سعید ان کے شریک رہے ۔ اس میں صف اول کے علمار کے

بلند پایہ مضامین کو مرتب کر کے شائع کیا گیا ہے۔ مدراس یونیورسٹی میں انھوں نے جو توسیعی خطبات دئے تھے ان کا خلاصہ THE CONCEPT OF PERFECT MAN IN PERSIAN POETRY کے نام سے شائع کیا۔ تصوف میں ان کا اہم کارنامہ غزلیاتِ رومی پر تنقید اور تبصرہ پر مبنی "شمس معنوی" کی اشاعت ہے جو غالباً ۱۹۳۶ء میں شائع ہوئی۔ علامہ اقبال نے اس کتاب کی ستایش کرتے ہوئے لکھا "تحقیق و ترتیب مواد اور طرز استدلال و اظہار لائقِ داد ہے"۔ اس کے علاوہ امیر خسرو کے شاہکار دیوان "غرۃ الکمال" کو انھوں نے ضروری توضیحات اور تشریحات کے ساتھ ایڈٹ کیا۔

علامہ اقبال سے ڈاکٹر رشید بے حد متاثر تھے۔ انھوں نے اقبال کے فکر و فن پر مشتمل تین کتابیں "آثارِ اقبال"، "حکمتِ اقبال" اور "فکرِ اقبال" مرتب کیں۔ یہ اقبالیاتی ادب میں بیش بہا اضافہ ہیں۔

مآخذ :

۱ محمد ظہیر الدین ۔ ڈاکٹر غلام دستگیر رشید
روزنامہ "سیاست"، مورخہ ۳ رمئی ۱۹۹۲ء، حیدرآباد، دکن۔

# غلام رسول خاں (متوفی ۱۹۴۹ء)

بیرسٹر غلام رسول خاں لاہور کے رہنے والے تھے۔ انھوں نے یہیں سے تعلیم پائی اور انگلستان سے بیرسٹری کر کے آئے۔ مسلم لیگ میں شمولیت اختیار کی اور اپنی خدمات کی بنیاد پر پنجاب مسلم لیگ کے جائنٹ سیکرٹری مقرر ہو گئے پنجاب میں مسلم لیگ کو فعال بنانے کے لیے انھوں نے بڑا کام کیا۔

علامہ اقبال کے سچے خدمت گار اور دیرینہ نیاز مند تھے۔ ان کے ہاں اکثر حاضر رہتے۔ جب علامہ اقبال سر راس مسعود اور مولانا سید سلیمان ندوی نے حکومت افغانستان کی دعوت پر افغانستان کا سفر کیا (۲۳ر اکتوبر ــــ ۲ر نومبر ۱۹۳۳ء) تو غلام رسول خاں سیکرٹری کی حیثیت سے علامہ اقبال کے ہمراہ تھے۔ علامہ کی بیماری کے آخری ایام میں انھوں نے ان کی طرف سے قائداعظم کے نام خطوط بھی لکھے تھے۔

ان کی تحویل میں تحریک پاکستان سے متعلق اہم دستاویزات تھیں۔ ان کا کتب خانہ تو لاہور کے وکلاء نے خرید لیا لیکن ان کے اعزا نے باقی کاغذات بیکار سمجھ کر جلا دیے۔

بیرسٹر غلام رسول خاں بڑے غیور آدمی تھے۔ زبان کے کھرے، دل کے صاف اور صاحب کردار تھے۔

مارچ ۱۹۴۹ء میں ان کا انتقال ہوا۔

ماخذ:

"اقبال اور سر راس مسعود" مقالہ ایم۔ فل اقبالیات علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی۔ مقالہ نگار: فتح خاں نگراں: ڈاکٹر رحیم بخش شاہین۔

# فاطمہ بیگم (۱۸۹۰-۱۹۵۸ء)

فاطمہ بیگم مولوی محبوب عالم ایڈیٹر "پیسہ" اخبار کی صاحب زادی تھیں۔ فاطمہ بیگم نے ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی اور بعد میں پنجاب یونیورسٹی سے تعلیم مکمل کی۔ انھوں نے اپنی عملی زندگی کا آغاز لیڈی میک لاگن کالج لاہور سے بحیثیت ٹیچر کیا۔ ۱۹۳۰ء میں ان کا تقرر بمبئی میونسپل کارپوریشن میں بحیثیت انسپکٹرس اردو سکولز ہوگیا۔ وہ خواتین کی تعلیمی سماجی اور ثقافتی ترقی کی زبردست حامی تھیں جس کے لیے انھوں نے نہ صرف اپنی زندگی بلکہ بعد میں اپنی جائیداد بھی وقف کر دی تھی۔ انھوں نے ۱۹۳۷ء میں اسلامیہ کالج برائے خواتین اور ۱۹۴۴ء میں لاہور میں لڑکیوں کے لیے ایک ہائی اسکول قائم کیا۔ وہ انجمن خواتین اسلام کی بانی اور پہلی سیکرٹری تھیں۔

فاطمہ بیگم آل انڈیا مسلم وومنز کانفرنس سے وابستہ تھیں۔ ۱۹۳۵ء میں پنجاب پراونشل مسلم وومنز لیگ کے قیام کے بعد انھوں نے اس تنظیم کے لیے کام شروع کیا۔ ان کو مئی ۱۹۴۱ء میں پنجاب پراونشل مسلم لیگ کی ورکنگ کمیٹی کا رکن نامزد کیا گیا۔ ۱۹۴۳ء میں فاطمہ بیگم مرکزی کمیٹی کے لیے نامزد کی گئیں۔ انھوں نے تحریک آزادی کے دوران مسلم لیگ کے پلیٹ فارم سے نمایاں خدمات انجام دیں۔ جب پنجاب میں خضر حیات خاں ٹوانہ کی حکومت کے خلاف مظاہرہ ہوئے تو فاطمہ بیگم نے خواتین کے جلوس نکالے جس کے نتیجہ میں قید و بند کی صعوبت بھی برداشت کرنا پڑی۔

فاطمہ بیگم اور مسٹر محمد علی جناح کے مابین متعدد سیاسی امور پر خط و کتابت

بھی ہوئی ہے۔ جس سے ان کی سیاسی جدوجہد اور مسلم لیگ کے لیے ان کی خدمات پر روشنی پڑتی ہے۔

فاطمہ بیگم صحافی بھی تھیں۔ وہ رسالہ "خاتون" کی مدیر رہیں۔ انھوں نے متعدد رسائل کی ادارت بھی کی۔

مآخذ :

خواجہ رضی حیدر: "قایدا عظم خطوط کے آئینے میں" نفیس اکیڈمی۔ اسٹرنجن روڈ، کراچی ۱؎ دسمبر ۱۹۸۵ء ص۔۲۷۴-۲۷۵۔

# فضل شاہ گیلانی

پروفیسر فضل شاہ گیلانی (جنھیں علامہ اقبال نے اپنے مکتوب مورخہ ۱۳ر ستمبر ۱۹۳۶ء میں مسٹر ایف جیلانی لکھا ہے) لاہور کے باشندے تھے۔ ۱۹۲۲ء میں لاہور سے عربی میں ایم۔اے کیا۔ پہلے سورت کالج اور بعدازاں میرٹھ کالج میں فارسی کے پروفیسر رہے۔ انھوں نے بعض دردمند مسلمانوں کے ساتھ مل کر ۱۹۳۶ء میں شبّان المسلمین Muslim Young Men Association بنائی تھی۔ مخیر حضرات کی اعانت سے یہ انجمن اسلام و مشاہیر اسلام سے متعلق کتابچے شائع کرکے بعداز نماز جمعہ مساجد میں تقسیم کروائی تھی۔ انجمن نے ایک بار علامہ اقبال کا ایک معروف مضمون Islam and Ahmadism (شائع شدہ The Truth) کتابچے کی شکل میں چھاپا۔ گیلانی صاحب انجمن کے صدر تھے۔ انھوں نے کتابچے کو علامہ اقبال کی خدمت میں روانہ کیا۔ جواباً انھیں نے مذکورہ بالا مکتوب محررہ ۱۳ر ستمبر ۱۹۳۶ء لکھا۔

مآخذ :

رفیع الدین ہاشمی : خطوط اقبال ص ۲۶۸۔

# پرنس کیتانی (CAETANI)

(۱۸۶۹ - ۱۹۳۵)

لیونے کیتانی (LEONE CAETANI) اٹلی کا نامور مستشرق اور اسلامی تاریخ کا محقق اور مبصر تھا۔ یہ سیر مونیٹا کا ڈیوک (DUKE OF SERMONETA) تھا۔

کیتانی ۱۲ ستمبر ۱۸۶۹ء کو روم میں پیدا ہوا۔ اس نے روم کی یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کی اور ۱۸۹۱ء میں بی۔ اے پاس کیا۔ اس کو مشرق بالخصوص اسلامی علوم سے عشق سا ہوگیا اور اس نے عربی فارسی اور دیگر مشرقی زبانوں میں مہارت تامہ حاصل کی۔ مشرق کے متعلق واقفیت جزیرہ نمائے سینائی (SINAI) کے سفر کے دوران ہوئی۔

اس نے تاریخ اسلام کی تجزیاتی ترتیب وتدوین کا ایک بڑا منصوبہ بنایا اور اس مقصد کے لیے عربی اور دیگر یورپین زبانوں میں اسلام اور قبل از اسلام عرب کی تاریخ وتمدن کے متعلق جس قدر کتابیں دستیاب تھیں انھیں مشرق ومغرب سے مہیا کیا نیز اس موضوع پر عربی زبان میں مخطوطات کے فوٹو حاصل کیے یہ طریقہ اس وقت عام نہ تھا اور اس طرح ایک نادر اور بیش بہا موضوعاتی سرمایۂ کتب فراہم کیا۔ اور مغرب ومشرق کی ادبیات عرب کی تاریخ قبل از اسلام، حضرت رسالتمآبؐ کی حیات طیبہ اور ظہور اسلام کے بعد دس برس کے عرصہ میں آپ کے کارہائے زریں کا خصوصی مطالعہ کیا۔

۱۹۰۱ سے ۱۹۱۵ تک کیتانی کی زندگی کا زریں زمانہ تھا۔ اس میں تصنیف وتالیف کے علاوہ اس نے سیاست میں بھی حصہ لیا اور پادریوں کے خلاف اپنی سرگرمیوں کا آغاز کیا۔ لیکن ۱۹۱۳ء میں وہ الیکشن ہار گیا۔ اسی دوران پہلی جنگ عظیم چھڑ جانے پر وہ فوج میں رضاکارانہ طور پر بھرتی ہوگیا اور پہاڑی توپ خانہ کے انچارج افسر کی حیثیت سے دوسال تک جنگ میں لڑتا رہا۔

جنگ کے خاتمہ کے بعد اور خاص طور پر خرابیٔ صحت کی بنا پر وہ فوجی ملازمت سے سبکدوش ہوگیا۔ وہ شروع ہی سے فسطائیت کا سخت مخالف تھا۔ اب اس کی روز افزوں ترقی اور کامیابی دیکھ کر وہ اس تحریک سے قطعی بیزار ہوگیا بالآخر ۲۷-۱۹۲۶ء میں اس نے روم اور اٹلی کو خیر باد کہا اور کینیڈا کو ہجرت کی جہاں برٹش کولمبیا کے ایک مقام ورنون (VERNON) میں فارم (FRAM) خرید لیا اور وہاں اپنی زندگی کے آخری دس سال لکڑیاں کاٹ کاٹ کر گزارے۔ کینیڈا میں قیام کے آخری سال ۱۹۳۵ء وہ تھوڑی مدت کے لیے یورپ لوٹ کر آیا لیکن صرف فرانس اور انگلستان کا سفر کیا۔ اٹلی پھر کبھی واپس نہ گیا۔ اسی سال کرسمس کے دوران اس کا انتقال ہوگیا۔

فسطائیت کے زوال کے بعد کیتانی کو بیسویں صدی میں یورپ کے ایک عظیم مستشرق کی حیثیت سے پس از مرگ غیر معمولی عزت ملی ۱۹۶۹ء میں اس کے یوم ولادت کا صد سالہ جشن منایا گیا۔

کیتانی کی تصانیف و تالیفات کی داستان بھی حیرت انگیز ہے۔ اس کی شہرۂ آفاق تصنیف "تاریخ اسلام" (ANNALI DEL ISLAM) کی پہلی جلد جب ۱۹۰۵ء میں شائع ہوئی تو مشرقی علوم کی دنیا میں ایک کھلبلی مچ گئی کہ ایک فرد واحد نے محض اپنی محنت و جانفشانی سے اس میدان میں اتنا بڑا کام سرانجام دیا۔ اس کے بعد ۱۹۰۷ء سے ۱۹۲۶ء تک اس کتاب کی نو جلدیں دس حصوں میں شائع ہوئیں ان کے اوراق کی تعداد تقریباً سات ہزار ہے۔ یہ تاریخ اسلام ہجرت نبوی سے حضرت علی کی شہادت (۶۶۱ء) چالیس (۴۰) برس کو محیط ہے۔ گو اس کا ارادہ ایک سو تیس سال کے واقعات (ہجرت نبوی سے لے کر بنی امیہ کی حکومت کے اختتام تک) رقم کرتا ہے۔ اس بے نظیر "تاریخ اسلام" کے کچھ ابتدائی اوراق شیخ عنایت اللہ، پروفیسر گورنمنٹ کالج جھنگ (پاکستان) نے ترجمہ کرکے رسالہ "معارف" میں شائع کرائے تھے۔

کیتانی کو "تاریخ اسلام" کی تصنیف کے دوران اس بات کا بخوبی اندازہ ہوگیا تھا کہ اس پیمانے پر وہ اپنی ساری عمر میں بھی بہت مختصر زمانے کی تاریخ مرتب کر سکے گا۔

چنانچہ جو معلومات اور مواد اس نے جمع کر لیا تھا اس کو استعمال کرتے ہوئے اس نے ایک اور کتاب مرتب کی جس کا نام "سنینِ اسلام" (CHRONOGRAPHIA ISLAMICA) ہے۔ اس میں ۱ھ سے لے کر عہد اموی کے اختتام ۱۳۲ھ تک سنہ وار واقعات اور ان کے متعلق حوالہ جات اور ہر سنہ کے آخر میں مشاہیر کے اسماء اور دقیات معہ فہرست مصادر وماخذ دئے گئے ہیں۔ اس کی صرف جلد اول شائع ہوئی جو ڈیڑھ ہزار صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔ یہ کتاب پانچ ابواب میں ۱۹۱۲ء سے ۱۹۲۸ء تک منظر عام پر آئی۔

مزید برآں کتیانی نے بنو عباس کے عہد کے ابتدائی بارہ سال (۱۴۴ھ تک) کی تاریخ بطور جدید سلسلہ کے "تاریخ مام لک ملحقہ بحر الروم"

CHRONOGRAPHIA GENERALE
DEL BACINO MEDITERANNEO
DELL, ORIENTE MUS LMANI

۱۹۲۲ء میں شائع کی۔

اس سے قبل کتیانی نے ۱۹۱۵ء میں حضور اکرمؐ اور مشاہیر اسلام کے اسماء کی ایک ضخیم فہرست تیار کر کے شائع کر دی تھی۔ اس کا نام (ONOMASTICON ARABICUM) ہے۔ یہ کتاب اطالوی زبان کی معیاری لغت کی پیشرو شمار کی جاتی ہے۔

ان کے علاوہ کتیانی نے "مضامین متعلق تاریخ مشرق" (STUDI DI STORIA ORIENTAL) کی دو جلدیں پہلی اور تیسری ۱۹۱۱ - ۱۹۱۴ کے مابین شائع کیں۔ اس کتاب میں عرب کی تاریخ قبل از اسلام و عیسائیت اور اسلام کا ظہور، حضور رسول اکرمؐ کی حیات طیبہ، اسلامی ریاست اور عربوں کی فتوحات پر متعدد مضامین مسلسل ابواب کی شکل میں تحریر کیے گئے ہیں۔

تصانیف و تالیفات کے علاوہ کتیانی کا ایک اور عظیم الشان کارنامہ "موسسہ کتیانی برائے مطالعہ اسلام" (FONDAZIONE CAETANI GLI STUDI MUSULMANI) کا قیام ہے جو ۱۹۲۴ء میں وجود میں آیا اور قومی اکاڈمی" اکا دبیسۂ لینچائی (ACADEMIA / DEI / LNCEI) واقع روم سے اس کا الحاق کیا گیا۔

اپریل ۱۹۳۵ء میں کیتانی کی کینیڈا کو ہجرت کی بنا پر فسطائی حکومت نے اس الحاق کو منسوخ کردیا۔ آخر کار اس کی صد سالہ تقریبات کے دوران ۱۹۷۱ میں اس موسسہ میں مدت کے تعطل کے بعد نئی روح پھونکی گئی اور اس کا نام "موسسہ لیونے کیتانی (FONDAZIONE (LEONE CAETANI رکھا گیا۔ اس میں اس کا بیش قیمت کتب خانہ بھی متصل ہوگیا۔ اس موسسہ کا مقصد مباحث تاریخ و تمدن اسلامی کی تحقیقات کو فروغ دیتا ہے۔

مآخذ :

(۱) سید حسن برنی : "مقالاتِ برنی"، حصہ دوم انجمن ترقی اردو پاکستان بابائے اردو روڈ، کراچی ۷۴۲۰۰ ۔ ۱۹۹۱ء

(۲) اطالوی سفارت خانہ نئی دہلی کا فراہم کردہ نوٹ ۔

# کانٹ امنیول (IMMANUEL KANT)

## (۱۷۲۴ - ۱۸۰۴ء)

جرمنی کا عظیم فلسفی امنیول کانٹ (IMMANUEL KANT) ۲۲ اپریل ۱۷۲۴ء کو شہر کونس برگ (KOINISBERG) میں پیدا ہوا۔ ۱۷۴۰ء میں وہ دینیات کے طالب علم کے حیثیت سے یونیورسٹی میں داخل ہوا۔ لیکن اس کو زیادہ شغف ریاضیات اور طبعیات سے بالخصوص نیوٹن (NEWTON) کے نظریات سے ہوگیا۔ وہ گیارہ سال تک (۱۷۴۶ - ۱۷۵۵ء) کاؤنٹ کیسل رنگ (COUNT KESSELRING) کے خاندان میں اتالیق کے فرائض انجام دیتا رہا۔ پھر ڈگری حاصل کرنے کے بعد یونیورسٹی میں لیکچرار ہوگیا اور ۱۷۷۰ء میں منطق اور مابعد الطبعیات کا پروفیسر مقرر ہوا۔

اس کی ساری زندگی اپنے وطن میں گزری وہیں ۱۲ فروری ۱۸۰۴ء کو اس کی وفات ہوئی۔ اس کی زندگی اتنی بااصول تھی کہ اس کے ہم وطن اسے مشین سے تعبیر کرتے تھے۔ شام کو اس کے ٹہلنے کے وقت لوگ اپنی گھڑیاں درست کرتے تھے۔ اس نے ساری زندگی میں مشکل سے چالیس میل کی مسافت طے کی تھی۔

کانٹ نے اپنی مشہور عالم کتاب (CRITIQUE OF PURE REASON) (تنقید عقل محض) ۱۷۸۱ء میں شائع کی۔ عقل محض سے کانٹ کی مراد ایسی عقل ہے جو تجربہ سے آلودہ نہ ہوئی ہو۔ اس نے اس نظریہ کا انتقادی تجزیہ کیا کہ قوت مدرکہ ہی علوم کی بنیاد ہے۔ انسانی علم کی رسائی مطلق اور قائم بالذات حقیقت تک ممکن نہیں بلکہ وہ صرف مظاہر تک محدود ہے۔ شے بالذات خود کیا ہے ہم جان نہیں سکتے۔ کیونکہ زمان و مکان سے متعین ہوکر جو مواد حاصل ہوتا ہے وہ عقل کے مقولات

سے ترتیب پاتا ہے۔ عقل کے مقولات میں علت کی بھی کارفرمائی شامل ہے۔ علت ومعلول کیفیت وکمیت، امکان ووجوب وغیرہ کا اطلاق حقیقت پر نہیں ہوسکتا بلکہ وہ تعلقات ہیں فہم انسانی کے جن کا اطلاق صرف مظاہر پر ہو سکتا ہے۔ مظاہر سے ماورا نہیں۔ ہم کو عالم خارجی کا علم ضرور ہوتا ہے لیکن یہ عالم عالم مظاہر ہے۔ حقیقت نہیں۔ ہاں عالم خارجی فریب نہیں ہے بلکہ حقیقت کا مظہر ہے جس تک ہمارے علم کی رسائی ممکن نہیں۔ خدا بقائے روح اور اختیار انسانی عقل کے تصورات ہیں جن پر ایمان عقل عملی یا شعور اخلاقی کے مطالبات کی حیثیت سے لایا جا سکتا ہے لیکن علم کے راستے سے نہیں۔ وجود باری تعالیٰ سے متعلق دلائل ہوں یا بقائے روح سے متعلق وہ سب مغالطات پر مبنی ہیں۔ شعور اخلاقی کے ذریعہ ہی ہم ماورا کی طرف راہ نمائی حاصل کر سکتے ہیں۔ کانٹ کا مشہور مقولہ ہے " میں نے عمل کی تحدید اس لیے کی ہے تاکہ ایمان کے لیے جگہ نکل سکے۔"

کانٹ کی دوسری اہم تصنیف CRITIQUE OF PRACTICAL REASON) (تنقید عقل عمل) ہے۔ عمل سے مراد کانٹ صرف اخلاقی عمل لیتا ہے۔ اخلاقی قانون یا امر غیر مشروط اطلاقی (CATEGORICAL IMPERATIVE) ہوتا ہے۔ وہ کسی استثنا کو روا نہیں رکھتا۔ اخلاق کا مقصد حصول لذت نہیں بلکہ اخلاقی قانون کی بجا آوری ہے۔ کانٹ کی تیسری اہم کتاب (CRITIQUE OF JUDGEMENT) (تنقید تصدیق) ہے۔ اس میں اس نے جمالیاتی اصولوں کی نوعیت اور غایت اور مقصد کے تصور پر مبنی اصولوں کا تجزیہ کیا ہے۔ یہ کانٹ کے نظام فکر کا صرف سرسری خاکہ ہے۔

---

اقبال نے " پیام مشرق" میں کانٹ کے فلسفہ کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے

" فطرتش ذوق مئے آئینہ فامے آورد
از شبستانِ ازل کوکب جامے آورد

بقول یوسف سلیم چشتی ذوقِ مئے آئینہ فام کنایہ ہے جذبۂ حق یا جذبۂ خدا پرستی سے

اور کوکبِ جام کنایہ ہے ضمیر کی آواز یا حاسۂ اخلاقی سے۔

اقبال نے 'افکار الٰہیہ کی تشکیل جدید' میں لکھا ہے۔

"اس کی تصنیف "تنقیدِ عقلِ محض" نے پرواز دلیل کی محدودیت کو بخوبی واضح کیا ہے اور استدلال پسندوں کے سارے کام کو ملیا میٹ کر دیا ہے اسے (کانٹ کو) صحیح طور پر خدا کی طرف سے ملک کو بہترین تحفہ کہا گیا ہے۔"

ماخذ:


۱ نیو انسائیکلو پیڈیا برطانیکا، مائکرو پیڈیا جلد چہارم، ص۷۶۰۔

۲ سید وحیدالدین۔ فلسفۂ اقبال، ص ۱۴۰۔ ۱۴۱۔

۳ جگن ناتھ آزاد۔ اقبال اور مغربی مفکرین، ص ۴۲۔ ۴۵۔

# لائب نٹز، گوٹفریڈ ولہیم (GOTTFRIED WILLHELM LEIBNITZ)

## (۱۶۴۶ - ۱۷۱۶ء)

گوٹفریڈ ولہیم لائب نٹز ۲ رجون ۱۶۴۶ء کو لائپزگ ( ) میں پیدا ہوا۔ جہاں تک اس کی تعلیم کا تعلق ہے اس نے قانون میں ڈاکٹریٹ کی۔ اور مینز ( ) کے شہزادہ الیکٹر (PRINCE ELECTOR) کے ہاں ملازمت کرلی۔ بعد میں اس نے یورپ کے مختلف ممالک کی سیاحت کی۔ بالآخر پیرس گیا۔ جہاں اس نے "ڈیفرینشیل کلکس" (DEFFERENTIAL CALCULOUS) ایجاد کیا۔

۱۶۷۶ء کے آخر میں وہ ڈیوک آف ہینوور DUKE OF HANOVER کا مشیر بن گیا۔ وہ برلن میں جرمن سائنس اکادمی (GERMAN ACADEMY OF SCIENCES) قائم کرنے میں ممد و معاون ہوا۔ بعدازاں مشیر خاص عدلیہ ہوگیا۔ آخری زمانے میں اپنے سرپرست کی وفات کے بعد اس کی بے حرمتی ہونے لگی اور اس پر بے دینی کی تہمت لگائی گئی۔ آخر ۱۶ رنومبر ۱۷۱۶ء اس نے ہینوور میں وفات پائی۔

لائب نٹز اپنے نظریہ موناداتِ (MONADS) کی وجہ سے مشہور ہے۔ اس کی تشریح اس کی مندرجہ ذیل تصانیف میں ملتی ہے۔

1. DISCOURS DELA METAPHYSIQUE (1685)
2. SYSTEM (NOUVEAU) (1695)
3. MONADOLOGY

فرد مطلق کو لائب نٹز اصل حقیقت سمجھتا ہے اور اس کا اصطلاحی نام موناد رکھا ہے یہ ایک یونانی لفظ ہے جس کی معنی اکائی یا وحدت کے ہیں۔ خدا خود مناد اول

ہے اور دوسرے تمام منادات اس سے اپنا ظہور پاتے ہیں جو چیز ہم کو اپنی جسم کی شکل میں نظر آتی ہے وہ مجموعہ ہے انھیں روحی مراکز کا۔ ہر نفس ایک مناد ہے۔ جمادات و نباتات بھی اپنی حقیقت میں روحی منادات کے مظہر ہیں لیکن یہاں یہ خوابیدہ ہوتے ہیں۔ ان کے احساسات غیر شعوری رہتے ہیں۔ حیوانات احساسات اور حافظہ کے حامل ہوتے ہیں۔ جب کہ وہ ادراکات انسانی نفوس میں واضح اور شعوری ہوتے ہیں۔ ان وحدتوں کا کوئی دریچہ نہیں ہوتا۔ یعنی نہ کوئی چیز ان سے باہر جاتی ہے نہ ان میں باہر سے داخل ہوتی ہے۔ ان کے خارجی روابط ان کی وابستگی ان کی علیحدگی میکانکی قانون پر اپنا دارو مدار رکھتی ہے لیکن حقیقت میں تابع ہوتی ہے خدا کی حکمت کے نہ روح جسم پر اپنا عمل کرتی ہے نہ جسم روح کو متاثر کرتا ہے۔ خدا نے روح اور جسم کے مظاہر کو پہلے ہی سے ہم آہنگ کر دیا ہے۔ خدا نے عالم کی کچھ اس طرح تخلیق کی ہے کہ یہاں کی ہر چیز ایک دوسرے سے جڑی ہوئی اور ہم آہنگ ہے۔ ہر موجود شے اگر بالکل آزادانہ اپنے داخلی تقاضوں کو پورا کرتی ہے تو اس لمحہ وہ دوسروں کے تقاضوں کے ساتھ بھی ہم آہنگ ہو جاتی ہے۔ خدا محیط کل ہے اور اس کا شعور ایسا ہے جس میں کوئی خلل یا اختلال پیدا نہیں ہوتا۔

ماخذ:


۱ خلیفہ عبدالحکیم۔ تاریخ فلسفۂ جدید، جلد اول، مصنف ڈاکٹر ہیرلڈ ہوفڈنگ دارالطبع جامعہ عثمانیہ، سرکار عالیہ، حیدر آباد، دکن، ۱۹۳۱ء ص ۳۷۷-۳۷۹۔

۲ سید وحید الدین، فلسفۂ اقبال۔ ذاکر حسین انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اسٹیڈیز جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی، ص ۳۵۔

۳۔ انسائیکلوپیڈیا آف برطانیکا، میکروپیڈیا ریڈی ریفرنس اینڈ انڈیکس، جلد ششم ص ۱۲۷۰۔

## دوا یسرائے ہند) لارڈ ولنگڈن ( LORD WILLINGDON )

## (۱۸۶۶ - ۱۹۴۱ء)

ٹامس فری مین ( THOMAS FREEMAN ) پہلا مارکویس آف ولنگڈن MARQUESS OF WILLINGDON ) ۱۸۶۶ء میں پیدا ہوا۔ اس نے ایٹن (ETON)، پبلک سکول اور ٹرینٹی (TRINITY) کالج کیمبرج میں تعلیم حاصل کی۔ ۱۹۰۰ء سے ۱۹۰۶ء تک لبرل پارٹی کے ٹکٹ پر پارلیمنٹ کا ممبر رہا۔ ۱۹۱۳ء میں وہ بمبئی کا گورنر مقرر ہوا اور ۱۹۱۸ء تک اس عہدہ پر فائز رہا۔ پھر ۱۹۱۹ء سے ۱۹۲۴ء تک مدراس کا گورنر رہا۔ اس نے ۱۹۲۴ء میں حکومت ہند کے نمائندہ کی حیثیت سے جمعیتِ اقوام (LEAGUE OF NATIONS) کے اجلاس میں شرکت کی۔ بعد میں اس کا تقرر کنیڈا کے گورنر جنرل کی حیثیت سے ہوا۔ (۱۹۲۶ - ۱۹۳۰ء)۔

لارڈ ولنگڈن ۱۹۳۱ء سے ۱۹۳۶ء تک ہندوستان کا وابسرائے اور گورنر جنرل رہا۔

یہ جب لندن میں دوسری گول میز کانفرنس میں شرکت کے بعد ہندوستان میں بطور وابسرے آیا تو اس نے اپنے پیش رو لارڈ اروِن کی مصالحت کی حکمت عملی کو بیک قلم مسترد کر دیا۔ اور کانگریس کی ملک گیر تحریک سول نافرمانی کو سختی سے کچلنے کے لیے فوری سخت اقدامات کیے۔ اس نے گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ ۱۹۳۵ء کو زبردستی نافذ کرنے کی کوشش بھی کی لیکن یہ ناکام رہی۔

۱۹۳۶ء میں لارڈ ولنگڈن نے نیوزی لینڈ کے صد سالہ جشن میں برطانوی حکومت کی نمائندگی کی۔ ۱۹۴۰ء میں جو تجارتی مشن جنوبی امریکہ گیا تھا وہ اس

کا صدر تھا۔

۱۹۴۱ء میں اس کا انتقال ہو گیا۔

ماٰخذ:

ایس۔ بھٹہ چاریہ۔ اے ڈکشنری آف انڈین ہسٹری، نیو یارک ۱۹۶۷ء

S. BHATTACHARYA: A DICTIONARY OF INDIAN HISTORY,
NEW YORK, 1967

## لِوس جارج ہنری (GEORGE HENRY LEWES)

## (۱۸۱۷ — ۱۸۷۸ء)

جارج ہنری لِوس ۱۸ راپریل ۱۸۱۷ء کو لندن میں پیدا ہوا۔ اس کا دادا چارلس لی لِوس (CHARLES LEE LEWES)، اداکار تھا اور باپ لورپول کے رائل تھیٹر میں منیجر تھا۔ لوئیس بے نظم اور غیر مسلسل تعلیم حاصل کرنے کے بعد جرمنی چلا گیا جہاں دو سال بالترتیب کلرک اور طب اور فلسفہ کا طالبعلم رہا۔ ۱۸۴۰ء میں لندن لوٹ کر آیا۔ دس سال تک مختلف رسائل وجرائد میں مضامین لکھتا رہا۔ اور اسی زمانہ میں معروف فلسفی جان سٹورٹ مل سے خط وکتابت کی اور اس کی بدولت آگست کامت (AUGUST COMTE)، کا مطالعہ کیا جسے عام طور پر عمرانیات کا بانی سمجھا جاتا ہے۔ اس نے کامت کے فلسفہ ثبوتیت (POSITIVIST PHILOSOPHY)، کا بالخصوص مطالعہ کیا۔ ۱۸۵۰ء اس نے اپنے دوست تھارٹن لے ہنٹ (THORTON LEIGH HUNT) کے تعاون سے ایک انتہا پسند ہفتہ وار اخبار ' لیڈر ' کے نام سے جاری کیا۔ جو ۱۸۵۵ء تک نکلتا رہا۔ ۱۸۴۱ء میں لِوس نے شادی کرلی لیکن یہ کامیاب ثابت نہ ہوئی۔ ۱۸۵۴ء میں اس نے اپنے بیوی بچوں کو چھوڑ کر میری این ایونس (MARY ANN EVANS) جو مردانہ اور فرضی جارج ایلیٹ (GEORGE ELIOT) کے نام سے لکھتی تھی تعلقات قایم کرلیے۔ بیوی سے طلاق حاصل نہیں کرسکتا تھا اور انگلستان کے قانون کے مطابق بیوی کی موجودگی میں کسی اور عورت سے شادی بھی ممکن نہ تھی۔ چنانچہ مدت العمر یہ اسی خاتون کے ساتھ رہتا رہا ............. کلیسا اور معاشرے نے واویلا مچائی لیکن یہ مستقل مزاج رہا۔ اس شر میں خیر کا پہلو یہ نکلا کہ لوئیس کی ادبی وصحافی دفنی اور عملی زندگی پر میری سے وابستگی کا بہت خوشگوار

اثر پڑا اور بعض ناقدین تو کہتے ہیں کہ اگر اس کی زندگی میں میری نہ آتی تو لوس اتنے مختلف موضوعات پر لکھنے والا اتنا بڑا مصنف نہیں بنتا۔

جارج لوس کثیر التصانیف تھا۔ اس کی پہلی اہم کتاب BIOGRAPHICAL HISTORY OF PHILOSOPHY (1846) تھی جس کی بنا پر غالباً اقبال نے اس کو فلسفہ کا مورخ کہا ہے۔ اس کتاب کا دوسرا ایڈیشن معتدبہ اضافے کے ساتھ شائع ہوا۔ اس کتاب سے اس نے مفکر کی حیثیت سے شہرت پائی۔

۱۸۵۳ء میں اس نے کامت کے فلسفہ پر ایک کتاب لکھی (COMTE'S PHILOSOPHY OF SCIENCE) ۱۸۵۵ء میں لوس کی معروف تصنیف (LIFE AND WORK OF GOETHE) دو جلدوں میں شائع ہوئی جو آج تک اس عظیم المانوی شاعر پر انگریزی زبان میں بہترین تعارفی کتاب سمجھی جاتی ہے۔ اس کی بدولت اس نے یورپ میں بھی شہرت پائی۔

اس کے بعد لوس سائنس کی طرف متوجہ ہوا۔ اور اس موضوع پر متعدد کتابیں لکھیں جن میں PHILOSOPHY OF COMMON LIFE (1859-60) دو جلدوں میں اور STUDIES IN ANIMAL LIFE (1862) شامل ہیں۔

بعدازاں اس کی اہم تصنیف PHILOSOPHY OF LIFE AND MIND (1873-1879) پانچ جلدوں میں اشاعت پذیر ہوئی۔ جس میں اس نے اپنے فلسفیانہ نظریات کو باقاعدگی سے پیش کیا ہے۔

لوس نے ایک جریدہ فورٹ نائٹلی ریویو (THE FORTNIGHTLY REVIEW) کی بھی ادارت کی (۶۶-۱۸۶۵) اس میں اس کے سائنس، سیاست اور ادبی تنقید پر مضامین شائع ہوئے۔

مندرجہ بالا تصانیف کے علاوہ اس نے (THE SPANISH DARAMA LOPE DE VEGA AND CALDERON 1846-47) دو ناول (۱۸۴۸ - ۱۸۴۷ء) اور متعدد ڈرامے فرضی نام SLINGSBY LAURANCE سے لکھے۔

اس کا انتقال ۲۸ نومبر ۱۸۷۸ء کو لندن میں ہوا۔

ایک نقاد نے لکھا ہے۔" اس نے زندگی شروع کی بحیثیت ایک صحافی، نقاد، ناول نگار، ڈرامہ نویس، سوانح نگار اور انشا پرداز کے اور ختم کی بحیثیت ایک ریاضی داں، سائنسداں، ماہرِ کیمیات، ماہرِ حیاتیات، ماہر نفسیات اور فلسفی کے۔"

مآخذ :

۱ نیو انسائیکلو پیڈیا برٹنیکا ایڈیشن ۱۵ ص ۳۱۲۔

۲ انسائیکلو پیڈیا امریکن جلد ۱۷ ص ۳۲۴۔

## لارڈ لنلتھگو (LORD LINLITHGOW)

## (۱۸۸۷ - ۱۹۵۲ء)

وکٹر الگزینڈر جان ہوپ (VICTOR ALEXANDER JOHN HOPE) مارکویس آف لنلتھگو جو ۱۸۸۷ء میں پیدا ہوا۔ اور اس نے ایٹن اسکول میں تعلیم پائی۔ اسے زراعت سے خاص شغف تھا۔ وہ رایل کمیشن آن اگریکلچر ان انڈیا
(ROYAL COMMISSION ON AGRICULTURE IN INDIA)
کا چیرمین مقرر ہوا۔ جس نے ہندوستانی زراعت کا باکمال جائزہ لیا (۱۹۲۶-۱۹۲۸ء) ۱۹۳۴ء میں ہندوستانی آئینی اصلاحات پر برٹش پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں کی جائنٹ سیلکٹ کمیٹی (JOINT SELECT COMMITTEE)
کا چیرمین رہا۔ گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ ۱۹۳۵ء اسی کمیٹی کی رپورٹ پر مبنی تھا۔

لنلتھگو ۱۹۳۶ء سے ۱۹۴۳ء تک ہندوستان کا وایسرائے اور گورنر جنرل رہا۔ اسی کی ذمہ داری تھی کہ کیسے صوبہ جات میں نظام خود مختاری قایم کرے اور کس طرح ہندوستانی ریاستوں کی شمولیت کے بعد ہندوستان میں ایک نیا وفاقی نظام قایم کرے۔ اسی زمانے میں دوسری جنگِ عظیم چھڑ گئی جس سے اس کے مسائل دشوار ہو گئے۔ ادھر کانگریس اور مسلم لیگ کی مستقل مخالفت اور آپسی اختلافات کے باعث نئے نظام کو نافذ کرنا یوں بھی آسان نہ تھا۔

۱۹۴۱ء میں گورنر جنرل کی مجلس انتظامیہ میں اراکین کی تعداد ۷ سے بڑھا کر ۱۵ کر دی گئی۔ اس سے پیشتر آٹھ صوبہ جات میں کانگریس کو انتخابات میں اکثریت حاصل ہوئی تھی۔ اکتوبر ۱۹۳۹ء میں کانگریسی حکومتوں نے استعفیٰ

دے دیا اور دسمبر ۱۹۳۹ء کو مسلم لیگ نے "یوم نجات" بنایا۔ ۲۲ اور ۲۴ر مارچ ۱۹۴۰ء کو لیگ نے قیام پاکستان کے حق میں ریزولیشن پاس کیا۔ اسی دوران کانگریس نے ملک کی آزادی حاصل کرنے کے لیے تحریکیں چلائیں۔ غرض کہ لارڈ لنلتھگو کا زمانہ بڑا ہنگامی رہا۔

۱۹۵۲ء میں اس کا انتقال ہوا۔

ماخذ :

پرشوتم مہرا۔ اے ڈکشنری آف ماڈرن انڈین ہسٹری، نئی دہلی ۱۹۸۵ء۔

PARSHOTTAM MEHRA : A DICTIONARY OF MODERN INDIAN HISTORY, NEW DELHI, 1985

# (ایڈورڈ ولیم) لین (EDWARD WILLIOM LANE)

## (۱۸۰۱ــ ۱۸۷۶ء)

ایڈورڈ ولیم لین انیسویں صدی کا مشہور مستشرق ہے جس کی ولادت بمقام ہیر فورڈ (HEREFORD) ۱۷/ستمبر ۱۸۰۱ء کو ہوئی۔ ۱۸۱۴ء میں باتھ (BATH) کے گرامر اسکول اور بعد میں ہیر فورڈ میں اس نے ابتدائی تعلیم پائی۔ اس دوران وہ لندن چلا گیا اور ذاتی طور پر عربی زبان سیکھنے لگا اور اس میں مہارت حاصل کرلی اور ۱۸۲۲ء میں بول چال کی عربی زبان کی ایک گرامر مرتب کی۔ اس کا کیمبرج جانے کا منصوبہ پورا نہ ہوا۔ اُسے کلاسیکی ادب ولسانیات اور ریاضیات سے بے حد شغف تھا۔

ملازمت کے حصول کی امید میں ۱۸/جولائی ۱۸۲۵ء کو وہ مصر کے لیے روانہ ہوا اور ۱۸۲۸ء میں وطن واپس چلا آیا کہ اس کی کتاب DESCRIPTION OF EGYPT (بیانِ مصر) شائع نہ ہوسکی۔ جب اس کی اشاعت کی امید ہوئی تو اس پر نظرِ ثانی کی غرض سے اس نے مصر کا دوسرا سفر اکتوبر ۱۸۳۳ء میں کیا اور وہاں ۱۸۳۵ء تک رہا۔ ۱۸۴۲ء میں DUC OF NORTHUMBERLAND (ڈیوک آف نارد مبرلینڈ) نے لین کو عربی۔ انگریزی لغت مرتب کرنے کے لیے مالی امداد کی پیش کش کی۔ چنانچہ جولائی ۱۸۴۲ء میں وہ پھر عازمِ مصر ہوا۔ ۲۹/اکتوبر ۱۸۴۹ء کو انگلستان واپس آیا اور لغت کی ترتیب وتدوین میں مستغرق ہوگیا۔

اس نے ۱۰/اگست ۱۸۷۶ء کو انتقال کیا۔

لین کی شہرت MANNERS AND CUSTOMS OF THE MODERN EGYPTIONS
(عصر حاضر کے مصریوں کی رسوم واطوار) اشاعت ۱۸۳۶ء سے ہوئی جو گزشتہ صدی کی مصری معاشرت کا مکمل اور بہترین مرقع ہے۔ لین کا الف لیلہ کا انگریزی ترجمہ بھی بہت مقبول ہوا۔ جو تین جلدوں میں ۱۸۴۰ء میں شائع ہوا۔ اس کا اصل کارنامہ جس نے اسے شہرت دوام عطا کی وہ ضخیم اور مفصل عربی انگریزی لغت ہے جو "مدّالقاموس" کے نام سے ۸ جلدوں میں ۱۸۶۳۔۱۸۹۳ء میں شائع ہوئی۔ اس لغت کے لیے ضروری مواد جمع کرنے کے لیے سات سال تک وہ مصر میں منصور آفندی کے نام سے مقیم رہا اور وہاں کے کتب خانوں میں ۱۲ گھنٹے روزانہ کام کرتا رہا۔ امام صاغانی کی "العباب" اور ان کے دوسرے لغات اور دوسرے اہم مصنفین کی ان کتابوں سے اس نے معلومات جمع کیں جن میں سے بعض اب بھی غیر مطبوعہ ہیں۔ اس لغت کی تدوین میں اس نے ۲۵ سال صرف کیے۔ افسوس ہے کہ اس کی وفات کی وجہ سے "مدّالقاموس" کی آخری تین جلدیں ناقص رہ گئیں۔ بہرحال اس کے عزیز اسٹینلے لین پول STANLEY LANE POOL (۱۸۵۴۔۱۹۳۱ء مصنف MAHAMMADAN DYNASTIES (سلسلۂ سلاطینِ مسلمانان)، (لندن ۱۸۸۳ء) نے یہ لغت مکمل طور پر لین کی وفات کے بعد شائع کیا اور اب ان ۸ جلدوں کا عکسی اڈیشن بھی نکل آیا ہے۔

مآخذ:

۱ نجیب العقیقی۔ المستشرقون ۲: ۴۸
۲ شیخ عنایت اللہ اردو دائرۃ المعارف اسلامیہ ۱۸: ۲۰۱
۳ لین کی سوانح حیات اور اس کے کارناموں پر سب سے اچھا مضمون لین پول کا ہے جو "مدّالقاموس" کی جلد ششم کی ابتدا میں درج ہے۔

A.J. ARBERRY : ORIENTAL ESSAYS, PORTRAITS OF SEVEN SCHOLARS. GEORGE ALLEN AND UNWIN, LONDON, 1960

اے جے۔ آربری۔ اورینٹل ایسیز پورٹریٹس آف سیون سکولرز
جارج ایلن اینڈ انون، لندن ۱۹۶۰ء

بصد شکریہ: پروفیسر مختار الدین احمد صاحب علی گڑھ۔

# (میرزا) غلام احمد قادیانی (۱۸۳۵ء - ۱۹۰۸ء)

میرزا غلام مرتضیٰ کے گھر میں قادیان ضلع گورداسپور کے مقام پر میرزا غلام احمد قادیانی بانیٔ سلسلۂ احمدیہ کی ولادت ۱۴ ر شوال ۱۲۵۰ھ / مطابق ۱۳ ر فروری ۱۸۳۵ء کو ہوئی۔ مولوی فضل الٰہی سے قرآن مجید اور ابتدائی فارسی پڑھی۔ مولوی فضل احمد سے صرف و نحو کی تحصیل کی۔ مزید تعلیم شیعہ عالم مولوی گل علی شاہ سے حاصل کی۔ طب بھی انہی سے پڑھا۔

۱۸۶۴ء میں سیالکوٹ میں کچہری میں ملازمت کی۔ ۱۸۶۸ء میں مختاری کے امتحان میں ناکام ہوئے، ملازمت ترک کردی اور گھر یلو ذمہ داریوں کو سنبھالا۔ ۱۸۷۶ء سے اشاعتِ قرآن میں منہمک ہو گئے اور عیسائی مناظروں میں حصہ لینے لگے اور آریہ سماجی تحریک کے خلاف لکھتے رہے۔

۴ ر مارچ ۱۸۸۹ء کو اعلان کیا کہ انھیں وحی آئی ہے کہ وہ بیعت لیں۔ دو سال بعد انھوں نے دعویٰ کیا کہ ان کو الہام / وحی کے ذریعہ معجزہ دکھانے کا حکم ہوا ہے۔ ۱۸۸۲ء - ۱۸۹۰ء کے دوران خدائے تعالیٰ کا الہام یافتہ مجدد اور مسیح ہونے کا اعلان کیا۔ ۱۸۹۱ء - ۱۹۰۱ء میں کرشن کا اوتار، مسیح موعود اور مہدی معہود ہونے کا بھی دعویٰ کیا۔ ۱۹۰۱ء - ۱۹۰۸ء کے دوران نبی و رسول ہونے کا دعویٰ کیا۔ اس بات پر کہ انھوں نے نبوت کا دعویٰ کیا یا نہیں ان کے ماننے والوں کے دو گروہوں میں اختلاف ہے۔

ان کی اہم تصنیف 'براہین احمدیہ' (۱۸۸۰) ہے۔

انھوں نے ۸ ر مئی ۱۹۰۸ء کو لاہور میں وفات پائی۔

اور دفن قادیان میں ہوئے۔

ماخذ :


۱ صفی الرحمٰن اعظمی۔ قادیانیت اپنے آئینے میں، جامعہ اسلفیہ بنارس، ۱۹۸۱ء

۲ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام، جلد اول، ص ۳۰۱، لندن

۳ مالک رام : تذکرہ ماہ و سال ص ۲۸۷۔

# (مخدوم الملک پیر سید) میراں شاہ (۱۹۰۵ - ۱۹۸۶ء)

مخدوم الملک پیر سید میراں شاہ کے بزرگوں نے بغداد سے ہجرت کی تھی۔ ان کے دادا سید باقر علی شاہ نے ضلع رحیم یار خاں کے ایک قصبہ جمال دین والی کو اپنے قیام کے لیے پسند کیا۔ اور یہیں آباد ہو گئے۔ اس قصبہ میں ۱۵ اگست ۱۹۰۵ء کو مخدوم الملک پیدا ہوئے۔

مخدوم الملک کی تعلیم و تربیت خالص مذہبی ماحول میں ہوئی۔ اگرچہ ان کے خاندان میں دولت کی ریل پیل تھی اور سامان عشرت کی فراوانی تھی لیکن ان کو اس سے کوئی سروکار نہیں تھا۔ بے نیازانہ اور قلندرانہ شعار ان کی زندگی کا سب سے بڑا وصف تھا۔ ۱۹۳۰ء میں اقبال کو خطبہ الہ آباد کے سلسلے میں بڑی شہرت ملی اور ان کو عالمی مسلم اتحاد کا سب سے بڑا مفکر خیال کیا جانے لگا۔ مخدوم الملک اس زمانے میں اقبال کے افکارات و خیالات سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ انھوں نے اقبال سے ملاقات کی اور اپنی عقیدت کا اظہار کیا۔

جن دنوں اقبال بیمار رہنے لگے تھے مخدوم الملک نے ان کی اس طرح خدمت کرنا چاہی کہ ان کے لیے دریائے سندھ کے کنارے ایک چھوٹی سی مگر خوب صورت بستی میں ایک دلکش رہائش گاہ ”دل کشا“ کے نام سے تعمیر کرائی اور اس بستی کو ”اقبال نگر“ سے موسوم کیا اور اقبال کو دعوت دی کہ وہ اس ”اقبال نگر“ میں رہائش اختیار کریں۔ ہو سکتا ہے کہ آب و ہوا کی تبدیلی صحت کے لیے مفید ثابت ہو مگر اقبال اس کے لیے آمادہ نہیں ہو سکے۔ ان کا فقر غیور اسے اپنے لیے قابل قبول نہیں سمجھتا تھا۔

۱۹۳۷ء میں جب اقبال نے حج کا ارادہ کیا تھا۔ تو سر اکبر حیدری بھی ان کی معیت میں حج کرنا چاہتے تھے۔ مخدوم الملک کی بھی یہی خواہش تھی کہ اقبال ان کے ساتھ حج کے سفر کے لیے تیار رہوں۔ اقبال حج کے لیے رضامند تھے لیکن مخدوم الملک بغداد وغیرہ کے راستے مکّہ جانا چاہتے تھے۔ یہ راستہ انتہائی دشوار گزار تھا۔ اقبال اپنی پیرانہ سالی اور نقاہت کی وجہ سے ان کے ہم سفر نہیں ہو سکے۔

"اقبال نامہ" میں مخدوم الملک کے نام اقبال کے نو خط شامل ہیں۔ جن سے ان کے اور اقبال کے روابط اور مراسم کا اندازہ ہوتا ہے۔ ۱۹۳۰ء سے ۱۹۳۸ء تک ان کی اقبال سے کئی ملاقاتیں ہوئیں۔ ان ملاقاتوں میں ہمیشہ اس بات پر زور دیا جاتا تھا کہ اسلام کی ترویج و تبلیغ کس طرح کی جاسکتی ہے۔

ملک کی مقتدر شخصیتیں مخدوم الملک کے رفاہی اور فلاحی کاموں سے بہت متاثر تھیں۔ ۱۹۴۸ء میں پاکستان کے پہلے وزیر اعظم لیاقت علی خاں نے نواب بہاول پور سے اس امر کی خواہش کی کہ وہ بہاول پور میں مہاجروں کی آباد کاری کا کام مخدوم الملک کے سپرد کر دیں۔ مخدوم الملک بے نیاز اور بے غرض آدمی تھے۔ وہ غیر مشروط طور پر کوئی معاوضہ قبول کیے بغیر ڈیڑھ دو سال تک اس کام میں مصروف رہے۔ اس سلسلے میں ان کے ذاتی اخراجات کتنے ہوئے اس کا علم ان کے سوا کسی دوسرے کو نہیں ہو سکتا۔ انھوں نے بہاول پور میں نادار اور مستحق طالب علموں کے لیے ایک تعلیمی فنڈ بھی قائم کیا تھا۔ اس فنڈ سے سیکڑوں طالب علموں نے فائدہ اٹھایا اور اعلیٰ تعلیم حاصل کی۔

زندگی کے آخری ایام میں عزلت گزیں ہو گئے تھے۔ ۴ راگست ۱۹۸۶ء کو انتقال کر گئے۔ ان کے انتقال کے بائیس روز بعد ان کے صاحب زادے

مخدوم زادہ حسن محمود ۶۸ سال کی عمر میں دل کا دورہ پڑنے سے وفات پا گئے۔
یہ ریاست بہاول پور میں وزیر اور حکومت پاکستان میں وزیر بلدیات رہ چکے تھے۔

ماخذ :

۱ عبدالروف عروج۔ رجال اقبال ص، ۴۷۷۔ ۴۷۹۔
۲ نوٹ مرسلہ جناب سید انیس شاہ جیلانی، محمد آباد، تحصیل صادق آباد ضلع رحیم یار خاں، پاکستان۔

# محمد عبدالحامد قادری بدایونی (۱۸۹۸ - ۱۹۷۰ء)

محمد عبدالحامد قادری بدایونی (۱۸۹۸ - ۱۹۷۰ء) مولانا عبدالماجد بدایونی کے برادر خورد تھے۔ ان کا خاندان صدیوں سے علمی اور مذہبی خدمات کے بارے میں مشہور و ممتاز تھا۔ خود مولانا عبدالحامد بدایونی کی سیاسی اور مذہبی خدمات لائق تعریف ہیں۔ ان سے کئی کتب یادگار ہیں جن میں "اسلام و سائنس"، "فلسفہ عباداتِ اسلامی"، "تصحیح العقائد"، "الجواب المشکور" (عربی)، اور "نظام عمل" لائق ذکر ہیں۔ مولانا بدایونی تقسیم ملک کے بعد پاکستان چلے آئے تھے۔ وفات کراچی میں ہوئی۔

"نظام عمل" (کل ص ۲۲۴) ۱۹۳۶ء میں شائع ہوئی۔ اس کتاب میں توحید، رسالت، صلوٰۃ و متعلقاتِ صلوٰۃ، زکوٰۃ، حج، حکومت و سلطنت کا اسلامی نظام عمل، اسلام کا نظام تجارت، اسلام کا نظام وارثت، بحثِ ملائکہ و اجنہ وغیرہ کا قرآن، حدیث اور فقہ کی روشنی میں صاف، رواں اور عام فہم اسلوب میں جائزہ لیا گیا ہے۔ اس کتاب میں جن مشاہیر کی تقاریظ شامل ہیں ان میں مولانا حسین احمد مدنی، مولانا سید سلیمان ندوی، راغب بدایونی، سر راس مسعود، علامہ عبداللہ یوسف علی مولانا عبدالماجد دریا آبادی اور اقبال قابلِ ذکر ہیں۔ بدایونی صاحب کے نام اقبال کا خط کتاب میں تقریظ کے طور پر شامل کیا گیا تھا۔

ماخذ:

جریدہ "اقبالیات" لاہور شمارہ ۴ جلد ۲۸ - جنوری - مارچ ۱۹۸۸ء

# (مولوی) محمد علی لاہوری (۱۸۷۴ - ۱۹۵۱ء)

مولوی محمد علی لاہوری علوم اسلامیہ کے بہت بڑے فاضل، قرآن کریم کے انگریزی مترجم اور احادیث نبوی کے بے نظیر شارح تھے۔ اپنی ساری عمر علم کی تحصیل، دینی کتابوں کی تصنیف اور مذہبی امور کی تبلیغ میں گزار دی اور آخر وقت تک اسی شغل میں مشغول رہے۔ دسمبر ۱۸۷۴ء میں کپورتھلہ کے ایک گاؤں مرار میں پیدا ہوئے۔ ایم۔اے تک اپنی تمام تعلیم لاہور میں رہ کر پوری کی۔ پھر اسلامیہ کالج لاہور میں پروفیسر ہوئے۔ بعد ازاں اورینٹل کالج لاہور میں پروفیسر ہو گئے۔ ملازمت چھوڑ کر وکالت کرنے کا ارادہ کیا۔ مشورہ کے لیے قادیان گئے۔ (۱۸۹۷ء میں مرزا صاحب سے بیعت کر چکے تھے) تو مرزا صاحب نے ان کو سب دھندا چھوڑ کر اسلام کی خدمت کرنے کی ترغیب دی۔ چنانچہ وہ قادیان چلے گئے اور وہاں "ریویو آف ریلیجنز" (REVIEW OF RELIGION) کے ایڈیٹر کی حیثیت سے کام شروع کر دیا۔ پھر قرآن کا انگریزی ترجمہ اور تفسیر کرنے کے لیے انجمن کی طرف سے مقرر ہوئے۔ ۱۹۱۴ء میں ترجمہ اور تفسیر لے کر لاہور چلے آئے اور یہاں پہنچ کر اسے مکمل کیا۔ امیر جماعت احمدیہ لاہور رہے۔

طویل علالت کے بعد ۱۳ / اکتوبر ۱۹۵۱ء کو ان کا انتقال ہوا۔ ان کی بکثرت تصنیفات میں سے بعض یہ ہیں۔ تفسیر بیان القرآن (۳ جلدوں میں)، ترجمہ بخاری ۲ جلد، سیرت البشر، جمع القرآن، مقام حدیث، تاریخ خلافت راشدہ، احادیث العمل۔

ماخذ :

رسالہ "نقوش" لاہور نمبر، فروری ۱۹۶۲ء ص ۹۴۷

## مارگریٹ اسمتھ ( MARGARET SMITH )

## (۱۸۸۴-۱۹۷۰ء)

مارگریٹ اسمتھ ( MARGARET SMITH) کی پیدائش ساوتھ پورٹ SOUTH PORT انگلینڈ میں ۹ رنومبر ۱۸۸۴ء کو ہوئی۔ وہ ۱۹۲۶ء میں کیمبرج یونیورسٹی سے ایم۔اے کرنے کے بعد گرٹن کالج (GIRTON COLLEGE) سے وابستہ ہوگئیں۔ ۱۹۲۸ء میں انھوں نے لندن یونیورسٹی سے پی۔ایچ۔ڈی اور ۱۹۳۷ء میں ڈی لٹ کیا۔ ۲۳ر فروری ۱۹۷۰ء کو ان کا انتقال لندن میں ہوا۔

مارگریٹ اسمتھ علوم اسلامیہ کی مشہور عالمہ تھیں۔ جنھوں نے مختلف عرب ممالک میں تدریس کے فرائض انجام دیئے۔ بیروت، دمشق اور قاہرہ میں ان کا قیام رہا۔ دوسری جنگِ عظیم کے دوران انھوں نے عربی اور علوم اسلامیہ کی عالمہ کی حیثیت سے مختلف مناصب پر کام کیے۔ تاریخ تصوف میں ان کی خدمات نہایت وقیع ہیں۔ ان کی تصنیفات درج ذیل ہیں:

(1) AN EARLY MYSTIC OF BAGHDAD (HARITH al-MUHASIBI) LONDON, 1935

(علامہ کے خط محررہ ۱۳ر ستمبر ۱۹۳۵ء میں اس کا ذکر ہے۔)

(2) EDITION OF al-MUHASIBI'S KITAB al-RIAYA, 1940

(3) STUDIES IN EARLY MYSTICISM IN THE NEAR AND MIDDLE EAST (1935)

(4) READINGS FROM THE MYSTICS OF ISLAM, 1950 (ANTHOLOGY)

(5) THE SUFI PATH OF LOVE, 1954
(ANTHOLOGY)

ایک کتابچہ عطار پر سیریز میں لکھا۔

(6) WISDOM OF THE EAST

(7) AL- GHAZALI THE MYSTIC

(8) RABIA THE MYSTIC & HER FELLOW
SAINTS IN ISLAM,
CAMBRIDGE UNIVERSITY PRESS, 1984

اس پر انا میری شمل ( ANNAMARIE SCHIMMEL ) نے مقدمہ لکھا ہے۔

علامہ اقبال کے خط میں موصوفہ کی صرف ایک تصنیف کا ذکر ہے جو مندرجہ بالا کتب میں نمبر شمار ا پر دی گئی ہے۔ یہ چوتھی صدی ہجری کے مشہور صوفی حارث بن اسد المحاسبی کے بارہ میں ہے جن کے حالات زندگی علیحدہ درج کیے گئے ہیں۔

مآخذ:
شکریہ خاص
پروفیسر مختار الدین احمد صاحب، علی گڑھ۔

# محمد احمد اللہ خاں منصور

محمد احمد اللہ خاں منصور کی تصانیف کے مطالعہ سے ان کے سنہ ولادت، خاندانی حالات اور دیگر سرگرمیوں کے بارے میں کوئی تفصیل نہیں ملتی۔ وہ نقاشِ سیرت محمد احمد اللہ خاں منصور کے نام سے مشہور تھے اور انھیں منصور حیدر آبادی بھی پکارا جاتا تھا۔ ادبی حلقوں میں نیز علما وفن کی نظروں میں ایک باعزت مقام کے حامل رہے۔ ان کی کتاب 'برکاتِ عثمانی'، آصف صابع کے بے مثال کارناموں اور اس دور کے امرا، درؤسا و نیز دفاتر کے قیام ونظم ونسق پر ایک مستند دستاویزی حیثیت رکھتی ہے۔ ان کی ۲۲ تصانیف بتائی جاتی ہیں، جن میں چند درج ذیل ہیں:

جوہری توانائی (ایٹم بم)، ترکی خاتون کا احسان عظیم (با تصویر)، کالج کے ہیرے (با تصویر)، ہندو بیوہ کی اپیل، بیدر کا ظالم ہمایوں، انجام دور ہٹلری (منظوم)، مقام اعراف (ڈاکٹر سر اقبال)، موقع اصلاح حال سوانح عمری اکبر جنگ مرحوم کوتوال، حیدر آباد دکن (با تصویر) دکن کی ممتاز ہستی۔

مآخذ:

بصد شکریہ:

رونق صاحب عثمان پورہ حیدر آباد۔ دکن۔

# موسیٰ جار اللہ (۱۸۷۸-۱۹۴۹ء)

موسیٰ جار اللہ ابن فاطمہ الترکستانی القازانی التاتاری الروسی ۔ یہ روس میں ۱۸۷۸ء میں پیدا ہوئے ۔ عربی میں تفقہ حاصل کی اور علوم اسلامی میں تبحر پیدا کیا۔ جامعہ کبیر لینین گراڈ کے امام مقرر ہوئے ۔ حج کے لیے گئے اور مکہ مکرمہ میں تین سال مقیم رہے ۔ واپس آکر لینین گراڈ میں ایک مطبع قائم کیا اور اس کے ذریعہ اشاعت کتب کا سلسلہ شروع کیا ۔ چنانچہ اس زمانے میں انھوں نے عربی، فارسی تاتاری، ترکی اور روسی زبانوں کی بڑی خدمت کی ۔ وہ ان زبانوں سے اچھی طرح واقف تھے اور عربی تو عربوں کی طرح بولتے تھے ۔ انھوں نے ترکی زبان میں ایک کتاب لکھ کر اپنے مطبع سے شائع کردی جس میں انقلاب روس کے بعد وہاں کے مسلمانوں کے حالات پر روشنی ڈالی تھی ۔ چنانچہ اس پر حکومت ان سے برہم ہوگئی ۔ اور مطبع پر قبضہ کرلیا ۔ اور انھیں قید کرلیا ۔ ۱۹۳۰ء میں جب ان کا وہاں رہنا مشکل ہوگیا تو انھوں نے راہِ ہجرت اختیار کی ۔ وہ ترکستانِ عربی سے ترکستانِ شرقی آئے ۔ پھر افغانستان پہنچے ۔ اور وہاں سے بلاد اسلامیہ کی سیر و سیاحت پر نکل پڑے ۔ طالب علمی کے زمانے میں جب وہ کم عمر تھے وہ ہندوستان، جزیرہ عرب، مصر، ترکی وغیرہ کی سیر کر چکے تھے ۔ اب پھر انھیں موقع ملا تو وہ چھ سال تک سیر و سیاحت کرتے رہے ۔ وہ اس اثنا میں ایران و عراق بھی گئے ۔ دوسری جنگ عظیم میں وہ ہندوستان میں تھے کہ انگریزوں نے انھیں نظر بند کردیا ۔ بہت دنوں تک ان کا قیام علی گڑھ میں بھی رہا۔

بھوپال میں کچھ عرصہ مقیم رہے ۔ ان کی دو کتابیں وہیں سے شائع ہوئی ہیں۔

یہ معلوم نہ ہو سکا کہ ہندوستان میں وہ کب تک مقیم رہے۔

زندگی کے آخری دور میں ان کے معتقدات میں تبدیلی آگئی تھی۔ وہ مصر میں مقیم تھے کہ مرض الموت کا حملہ ہوا اور ۱۹۴۹ء میں قاہرہ میں ان کی وفات ہوئی۔

ان کی تصانیف میں "تاریخ القرآن والمصاحف" (پیٹرزبرگ ۱۳۲۲) "شرح فاطمہ الزہر"، "الشرح بلوغ المرام"، شرح عقیلۃ اتراب العقائد"، "ترتیب السور وتناسبھا فی النزول والمصاحف" (بھوپال ۱۳۶۳) "رسالہ فی تامین الحیاۃ وتامین الاموال (بھوپال ۱۳۶۳)، قابل ذکر ہیں۔ یہ سب کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔

موسیٰ جار اللہ نے اپنے تین رسالے "انام حیاۃ النبی الکریم"، "نظام التقویم فی الاسلام"، اور "نظام النسیٔ عند العرب"، ایک مجموعے میں شائع کیے تھے اور مصنف کا نام موسیٰ جار اللہ کی جگہ صرف ابن فاطمہ لکھا تھا۔

جس کتاب کا اقبال نے اپنے خط میں ذکر کیا ہے وہ غالباً "الوشیعہ فی نقض عقائد الشیعہ"، ہوگی جس کی اشاعت پر ہندوستان میں ملا جلا ردّعمل ہوا تھا۔ اور بعض شیعی علما نے اس کی رد میں کتابیں بھی لکھی تھیں۔ یہ کتاب مصنف نے ہندوستان کے دوران قیام میں لکھی۔ اس میں انھوں نے اپنے حالات بھی لکھے ہیں خاص طور پر اس فضا کا ذکر ہے جو اس زمانے میں انقلاب کے بعد روس میں پیدا ہوئی اور یہ کہ کن حالات میں وہ وہاں تھے اور کس طرح وہ ملک چھوڑنے پر مجبور ہوئے۔

مآخذ:

شکریہ خاص:

جناب پروفیسر مختار الدین احمد صاحب علی گڑھ۔

۱۔ جریدۃ الاہرام مورخہ ۲۹ اکتوبر ۱۹۴۹ء

۲۔ مذاکرات السید محب الدین الخطیب

۳۔ مذاکرات کرد علی

۴۔ مجلہ المجمع العلمی العربی دمشق

۵۔ الاعلام للزرکلی ۲۰/۷ ۳ (طبع پنجم، بیروت ۱۹۸۰ء)

# محمد لطفی جمعہ (۱۳۰۳ - ۱۳۷۱ھ)
# (۱۸۸۶ - ۱۹۵۲ء)

محمد لطفی جمعہ ابن شیخ جمعہ بن ابی النجیر سکندریہ میں ۱۳۰۳ھ/۱۸۸۶ء میں پیدا ہوئے اور وہیں تعلیم حاصل کی۔ یہ عرب النسل تھے اور پیشہ کے اعتبار سے وکیل تھے۔ ان کا شمار دور حاضر کے بڑے عرب مصنفین، مترجمین اور خطیبوں میں ہوتا ہے۔ ۱۹۱۰ء میں فرانس سے وکالت کی سند حاصل کی۔ پھر قاہرہ جاکر سکونت اختیار کی۔ وہاں صحافت سے وابستہ رہے۔ وکلا کی ٹریننگ کے لیے ایک ادارہ بھی قایم کیا۔

۱۳۷۱ھ/۱۹۵۳ء میں ان کا انتقال ہوا۔

محمد لطفی جمعہ کے مضامین مشہور روزناموں اور ہفتہ وار اخباروں "المؤید" "الظاہر" اور "البلاغ" میں ... لکھتے رہتے تھے۔ وہ انگریزی اور فرانسیسی زبانوں کے علاوہ اور کئی زبانوں کے ماہر تھے۔ اور مجمع العلمی العربی دمشق کے رکن رہے۔

محمد لطفی جمعہ متعدد کتابوں کے مصنف ہیں ان میں سے چند درج ذیل ہیں:

| | | | |
|---|---|---|---|
| فی بیوت الناس (قصص، | ۱۹۰۴ء | کتاب الامیر مکاویلی | ۱۹۱۲ء |
| فی وادی الہموم " | ۱۹۰۵ء | الحکمۃ المشرقیہ | " |
| تحریر مصر | ۱۹۰۶ء | قلب المراۃ (ڈراما) | ۱۹۱۶ء |
| محاضرات فی التاریخ المبادی الاقتصاد | ۱۹۱۱ء | نیرون " | ۱۹۱۹ء |
| حکم نابلیون | ۱۹۱۲ء | مقدمتر قانون العضوبات | ۱۹۱۷ء |

تاریخ علم الاجتماع ۱۹۱۹ء

مائدۃ افلاطون ۱۹۲۰ء

کتاب الشہاب الراصد ۱۹۲۶ء

تاریخ فلاسفۃ الاسلام فی المشرق والمغرب ۱۹۲۷ء

ثورۃ اسلام وبطل الانبیا ر ؟

حیاۃ الشرق

جب علامہ اقبال قاہرہ گئے (یکم دسمبر تا ۵ر دسمبر ۱۹۳۱ء) تو محمد لطفی جمعہ سے ان کی خوب ملاقات رہی اور وہ برابر علامہ کے ساتھ رہے۔

مآخذ

۱ خیرالدین الزرکلی۔ الاعلام، جلد ۷ ص ۱۵ – ۱۶ بیروت

۲ عمر رضا کحالہ: معجم المولفین جلد ۶۔ ص ۱۶۶۔ بیروت

۳۔ سرکیس محمود : معجم المطبوعات ص ۹۳-۹۲ ۱۶ مطبوعہ مصر

بصد شکریہ :

پروفیسر مختار الدین احمد صاحب، علی گڑھ

# محمد نعمان (۱۹۱۴۔ ۱۹۷۲ء)

محمد نعمان ۱۹۱۴ء میں بھوپال میں پیدا ہوئے۔ انھوں نے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں تعلیم پائی۔ ۱۹۳۷ء میں آل انڈیا مسلم اسٹوڈینٹ فیڈریشن قائم کی۔ ۱۹۳۸ء میں وہ اس تنظیم کے جنرل سکریٹری اور ۴۲ - ۱۹۴۴ء میں نائب صدر منتخب ہوئے۔ ۱۹۴۴ء میں ریاست حیدرآباد میں انفارمیشن بیورو میں ملازمت شروع کی ۱۹۴۹ء میں حیدرآباد کے انضمام کے بعد انھیں قید کردیا گیا اور اس شرط پر رہائی ہوئی کہ وہ فوراً ریاست حیدرآباد چھوڑ کر چلے جائیں گے۔ بعدازاں ۱۹۴۹ء میں وہ پاکستان ہجرت کرگئے۔

ان کی تصانیف میں MUSLIM INDIA - RISE AND GROWTH OF ALL INDIA MUSLIM LEAGUE مشہور رہے۔

۱۹۷۲ء میں ان کا انتقال ہوا۔

مآخذ:

قایداعظم محمد علی جناح: دی نیشنز وائس۔ ٹوَرڈز کنسولیڈیشن۔ سپیچز اینڈ سٹیٹمنٹس (مارچ ۱۹۳۵۔ مارچ ۱۹۴۰ء)، مرتبہ وحید احمد مطبوعہ قائداعظم اکادمی، کراچی ۱۹۹۲ ص ۹۲۵۔

(QUAID-I-AZAM MOHD. ALI JINNAH THE NATION'S VOICE TOWARDS CONSOLIDATION SPEECHES & STATEMENTS (MARCH 1935 - MARCH 1940) EDITED BY WAHEED AHMAD, PUBLISHEDD BY QUAID-I-AZAM ACADEMY, KARACHI 1992 P-925)

# محمد عبدالرشید خاں

## (۱۸۸۴ء - ۱۹۴۶ء)

محمد عبدالرشید خاں پٹیالہ (پنجاب) کے رہنے والے تھے۔ ان کے والد کرنل عبدالمجید خاں وہاں ملازم تھے۔ عبدالرشید، ہارون شیروانی اور راس مسعود قریبی دوست تھے۔ انھوں نے علی گڑھ اور انگلستان میں ساتھ تعلیم حاصل کی تھی۔ یہ ۱۹۳۵ء میں جج ہائی کورٹ ریاست اندور مقرر ہوئے۔ بعد میں وزیر داخلہ اور مالیات بھی رہے۔ جب یہ شملہ میں تعینات تھے تو سر راس مسعود کا وہاں اکثر آنا جانا رہتا تھا۔ وہیں سر راس مسعود کی ملاقات ان کی بیٹی امتہ الرشید سے ہوئی اور بعد میں ۱۹۳۴ء میں سر راس مسعود سے ان کی شادی ہو گئی اور دو بچے ہوئے۔ پہلا بیٹا اور دوسری بیٹی۔ امتہ الرشید کی جان بچانے میں بیٹا پیدائش کے وقت ہی فوت ہو گیا۔ امتہ الرشید کی والدہ کی خواہش کے مطابق عبدالرشید نے علامہ اقبال کو مکتوب ارسال کیا تھا جس کا جواب اس جلد میں شامل ہے۔

عبدالرشید خاں کا انتقال ۱۹۴۶ء میں ہوا۔

مآخذ : ڈاکٹر اخلاق اثر ــ اقبال نامے، ایڈیشن دوم، طارق پبلیکیشنز، بھوپال۔ ۱۹۹۰ء

# (میجر) محمد شمس الدین (متوفی ۱۹۶۸ء)

میجر محمد شمس الدین مولوی غلام حسین (متوفی ۱۹۴۹ء) کے فرزند تھے۔ جو نواب صادق محمد خاں پنجم حکمران ریاست بہاولپور کے اتالیق تھے۔ مولوی صاحب کھکوریکا کے رہنے والے تھے۔

میجر شمس الدین ریاست کے وزیر تعلیم رہے۔ وہ ولی عہد برگیڈر محمد عباس عباسی کے اتالیق بھی تھے۔ بعد میں ولی عہد بہادر نے ان کی بیٹی سے شادی بھی کرلی تھی۔

میجر شمس الدین کا مطالعہ بڑا وسیع تھا اور اسلامی تاریخ پر ان کی گہری نظر تھی۔ وہ مسلم ایجوکیشنل کانفرنس علی گڑھ کے رکن رہے تھے۔ چنانچہ جب سید الطاف علی بریلوی نے ۱۹۵۱ء میں یہ کانفرنس کراچی میں قائم کی تو میجر شمس الدین اس کے سرپرست منتخب ہوئے۔

میجر شمس الدین صاحب قلم بھی تھے۔ انھوں نے ذکرالاصفیا اور دی کانسپٹ آف ایجوکیشن ان اسلام

THE CONCEPT OF EDUCATION IN ISLAM (AL-FUTTAIM)

مآخذ :

بصد شکریہ

ڈاکٹر محمد سلیم احمد، ڈین۔ شعبۂ تاریخ و مطالعہ پاکستان، اسلامیہ یونیورسٹی، بہاولپور۔

# امام مسلم (۲۰۶/۲۰۴ھ۔۲۶۱ھ)

ابوالحسین مسلم بن الحجاج القشیری نیشاپور میں ۲۰۴ھ یا ۲۰۶ھ میں پیدا ہوئے۔ ان کی وفات ۵ یا ۶ رجب ۲۶۱ ہجری کو واقع ہوئی۔

احادیث جمع کرنے کی خاطر انھوں نے عرب، مصر، شام، اور عراق کا سفر کیا اور وہاں کے مشہور محدثین امام احمد بن حنبل حرملہ تلمیذ امام شافع اور اسحاق بن راھویہ وغیرہ سے حدیث کی سماعت کی۔

ان کی تصانیف میں "کتاب الافراد والوحدان" اور کتاب الکنی والاسما" قابل ذکر ہیں۔ لیکن امام مسلم کی اہمیت و شہرت ان کی "تالیف الجامعہ الصمیمہ کی وجہ سے ہے۔ جو صحاح ستہ میں شمار کی جاتی ہے اور صحیح بخاری کے بعد اسے دوسرا درجہ دیا جاتا ہے۔ اسے صحیح مسلم بھی کہا جاتا ہے۔ یہ کتاب انھوں نے تین لاکھ احادیث میں سے بارہ ہزار انتخاب کر کے مرتب کی ہے۔ صحیح مسلم کی متعدد شرحیں لکھی گئیں۔ ان میں النووی کی شرح بہت مشہور ہوئی۔ صحیح مسلم کے انگریزی اور اردو ترجمے بھی ہوئے۔ مولانا شبیر احمد عثمانی نے اس کا اردو ترجمہ کیا ہے۔

مآخذ:


۱۔ بروکلمن۔ تاریخ ادب عربی ۱/۱۶۰ ذیل ۱/ ۲۶۵

۲۔ ابن خلکان۔ وفیات الاعیان، ۵/۱۹۴ مرتبہ احسن عباس بیروت ۱۹۷۱ء

۳۔ انسائیکلوپیڈیا آف اسلاف مقالہ از

۴۔ اردو دائرۂ المعارف اسلامیہ، ۲۱/ ۴۹ لاہور ۱۹۸۷ء

۵۔ حبیب الرحمٰن مظاہری خیرآبادی۔ تذکرہ المصنفین، ص۔ ۳۴۲۔ ۳۴۵۔

# مسعود عالم ندوی (۱۹۱۰ - ۱۹۵۴ء)

مسعود عالم صوبہ بہار کے ایک موضع اوگانواں میں ۱۱ر فروری ۱۹۱۰ء کو پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم کے بعد مدرسہ عزیزیہ بہار شریف میں داخل ہوئے اور عالم کا امتحان کامیاب کیا۔ ۱۹۲۸ء میں ندوۃ العلماء چلے گئے۔

علامہ تقی الدین الہلالی اس زمانے میں ندوہ میں عربی ادب کا درس دے رہے تھے۔ مولانا ابوالحسن علی ندوی اور مولانا مسعود عالم ندوی دونوں نے عربی ادب کی تعلیم انہی سے حاصل کی اور عربی لکھنے میں مہارت حاصل کی۔ جب وہاں سے عربی رسالہ "الضیا" نکلا تو مولانا مسعود عالم ندوی اس کے مدیر مقرر ہوئے۔

۱۹۳۷ء میں مولانا مسعود عالم ندوی کتب خانہ خدا بخش میں کیٹلاگر CATALOGUER (فہرست ساز) مقرر ہوگئے جہاں فہرست عربی مخطوطات کی متعدد جلدیں انھوں نے انگریزی میں شائع کیں۔

مولانا مسعود عالم ندوی انقلابی فکر و خیال کے آدمی تھے۔ مسلمانوں کی اصلاح حال کا انھیں بڑا خیال تھا۔ وہ روز بروز جماعت اسلامی کی طرف مائل ہوتے گئے۔ سرکاری ملازم ہوکر وہ اصلاح و دعوت کا کام بڑے پیمانے پر انجام نہیں دے سکتے تھے۔ اس لیے پاکستان چلے گئے۔

مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کی جماعت اسلامی میں انھیں اپنے خواب کی تعبیر نظر آنے لگی۔ وہ مولانا کے فکری و دینی مزاج سے بہت حد تک ہم آہنگ ہوگئے۔ چنانچہ انھوں نے "دار العر " قائم کیا اور مولانا کی تصنیفات و تحریرات کو عربی میں منتقل کر کے شائع کرنے لگے کہ اس تحریک سے شرق اوسط کے اصحاب دین بھی واقف ہوجائیں۔ ان کی زندگی کا آخری زمانہ تحریک کی نشر و اشاعت میں گزرا۔

ان کی وفات کراچی میں ۱۶ مارچ ۱۹۵۴ء کو ہوئی۔

ان کی پہلی تصنیف محاسن سجاد، (مولانا سجاد نائب امیر، شریعت صوبہ بہار متوفی ۱۹۴۰ء) تھی۔ جو مکتبہ دین و دانش، پٹنہ سے ۱۹۴۱ء میں شائع ہوئی۔ ان کے اردو مضامین ،معارف، ،معاصر، (پٹنہ) ،ندیم، (گیا)، اور دوسرے رسائل میں چھپتے رہے۔ اخبار ،مدینہ، (بجنور) میں بھی ان کے متعدد مضامین شائع ہوئے ہیں۔ ان کا طویل مضمون "محمد بن عبدالوہاب۔ ایک مظلوم بدنام مصلح"، کتابی شکل میں مکتبہ نشاۃ الثانیہ، حیدرآباد سے ۱۹۴۷ء میں شائع ہوا۔ ہندوستان کی "پہلی اسلامی تحریک" اور "عالم اسلامی کی تحریکیں" ان کے دو رسالے پاکستان سے شائع ہوئے۔ اوّل الذکر کا ایک ایڈیشن مکتبہ اسلامی دہلی سے بھی ۱۹۸۱ء میں شائع ہوا۔

ان کی مشہور عربی کتاب "نظرۃ اجمالیۃ فی تاریخ الدعوۃ الاسلامیہ فی الہند والباکستان"، قاہرہ سے شائع ہوئی اور ان کی دوسری عربی کتاب "الترجمۃ العربیہ"، مکتبہ چراغ راہ، کراچی سے ۱۹۵۴ء میں شائع ہوئی۔

ان کا سفرنامہ "دیارِ عرب میں چند ماہ" اور "مکاتیبِ سلیمان" (مولانا سید سلیمان ندوی کے خطوط کا مجموعہ) اسی مکتبے نے کراچی سے علی الترتیب ۱۹۵۰ء اور ۱۹۵۴ء میں شائع کیے۔

مآخذ:

(۱) پروفیسر مختارالدین احمد صاحب۔ تذکرہ مردم دیدہ (غیر مطبوعہ)
(۲) ماہنامہ "رفیق"، "علماء بہار نمبر"، مرتبہ محمود عالم، جنوری۔ فروری ۱۹۸۴ء پٹنہ۔
(۳) مالک رام: تذکرہ ماہ و سال، ص ۳۵۴

# (لیڈی) مسعود (متوفی ۱۹۷۹ء)

امت الرشید بیگم سردار محمد عبدالرشید خاں کی بیٹی تھیں۔ جو ریاست اندور میں چیف جسٹس اور ہوم اور فنانس منسٹر تھے۔ وہ سر راس مسعود کے نہایت گہرے دوست تھے۔ اور علی گڑھ اور آکسفورڈ میں ان کے ہم جماعت رہ چکے تھے۔ ۱۹۲۹ء میں سر راس مسعود کی ملاقات امت الرشید سے شملہ میں ہوئی جہاں وہ وائس چانسلر علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کی حیثیت سے اکثر جایا کرتے تھے۔ وہ نہایت ذہین اور اعلیٰ تعلیم یافتہ خاتون تھیں۔ انگریزی کے علاوہ فرانسیسی زبان میں بے تکان گفتگو کرتی تھیں۔ ان کی تعلیم انگلستان اور فرانس میں ہوئی تھی۔

سر راس مسعود نے دوسری شادی امت الرشید سے ۱۹۳۴ء میں کی۔ ان کے بطن سے دو بچے پیدا ہوئے۔ پہلا لڑکا تھا جو چند ہفتے بعد ہی انتقال کر گیا۔ دوسری بچی نادرہ مسعود تھی جو یکم مارچ ۱۹۳۷ء کو تولد ہوئی۔ چند ماہ بعد سر راس مسعود علیل ہوئے اور ۳۰ جولائی ۱۹۳۷ء کو وفات پا گئے۔ لیڈی راس مسعود نادرہ کے ساتھ والدہ سر راس مسعود کے پاس علی گڑھ منتقل ہو گئیں۔ اگست ۱۹۴۵ء میں لیڈی امت المسعود کا عقد ثانی نواب زادہ کرنل راحت سعید چھتاری خلف اکبر نواب سر احمد سعید خاں چھتاری سے ہو گیا اور ۱۹۴۷ء میں تقسیم ملک کے بعد یہ سب کراچی منتقل ہو گئے۔

امت الرشید مغربی تعلیم کے باوجود اردو اور فارسی ادب کا پاکیزہ مذاق رکھتی تھیں اور اسلامی طرز معاشرت کی دلدادہ تھیں۔ ان کے ادب، تاریخ، فن تعمیر بالخصوص اسلامی طرز تعمیر کے شغف آرائش و زیبائش مکان کے شوق اعلیٰ مقاصد کے لیے جذبۂ ایثار کی وجہ سے ان کو ممتاز ہم عصروں اقبال اور ماریسن اور فارسٹر کی آنکھ کا تارا بنا دیا تھا۔

جہاں تک اقبال کا تعلق ہے وہ بھوپال میں دوران معالجہ ان کے قیام کا نہایت عمدہ انتظام کرتی تھیں اور ان کی ہر آسائش کا خیال رکھتی تھیں۔ اقبال کہا کرتے تھے کہ وہ مسعود کی بہ نسبت ان کی شاعری کی بہتر پرکھ تھیں۔

سر تھیوڈور مارینSIR THEODORE MORRISON نے ان کو اپنی بیٹی بنا لیا تھا۔ شادی کے بعد انھوں نے دونوں کو پیرس آنے اور ان کے ساتھ قیام کرنے کی دعوت دی اور سر راس کو لکھا:

"آپ نے شادی کر لی اور ایک ایسی خاتون کے ساتھ شادی کر لی جس کی میں پہلے سے عزت کرتا تھا۔"

ای۔ ایم فاسٹر(E.M.FORSTER) کے دل میں امت المسعود کے لیے جو احترام تھا اس کا اندازہ ان خطوط سے لگایا جا سکتا ہے جو انھوں نے سر راس مسعود کو لکھے۔

عقدِ ثانی کے بعد بیگم چھتاری نے سر راس مسعود اور ان کے کام میں دلچسپی لیتی رہیں اور ان کی یاد دل سے محو نہ کر سکیں۔ وہ راس مسعود ایجوکیشن اینڈ کلچر سوسائٹی آف پاکستان کی پرجوش رکن رہیں اور اس کی سرگرمیوں میں مرتے دم تک حصہ لیتی رہیں۔

بیگم کرنل سعید چھتاری ۱۱ مارچ ۱۹۷۹ء کو وفات پا گئیں۔

ماخذ:

بصد شکریہ: جناب جلیل احمد قدوائی صاحب بانی سر راس مسعود ایجوکیشن اینڈ کلچر سوسائٹی آف پاکستان، کراچی۔

[۱] ان پر نوٹ کلیات مکاتیب اقبال جلد اول (ص ۸۶۷ – ۸۶۸) میں ملاحظہ ہو۔

(مولف)

# م۔ش (میاں محمد شفیع) (۱۹۱۱ - ۱۹۹۳ء)

میاں محمد شفیع جو م۔ش کے نام سے مشہور ہیں موضع راہون ضلع جالندھر (پنجاب ہندوستان) میں ۲۷ر نومبر ۱۹۱۱ء کو پیدا ہوئے۔ انھوں نے ۱۹۱۹ء میں اسکول میں داخلہ لیا۔ ۱۹۲۹ء میں میٹرک پاس کیا اور اسلامیہ کالج لاہور میں داخل ہو گئے۔ لیکن ۱۹۳۳ء میں یہ کالج چھوڑ کر ڈی۔ اے۔ وی کالج جالندھر میں بی۔ اے میں داخلہ لیا۔ چند وجوہات کی بنا پر یہ کالج بھی چھوڑ کر بطور ٹیچر بی۔ اے کا امتحان پاس کیا اور فورمین کرسچین کالج لاہور سے انگریزی میں ایم۔ اے پاس کیا۔ اس زمانے میں کالج کے میگزین (FOLIO) میں 'بالِ جبریل' پر ایک مضمون لکھا جسے علامہ اقبال نے پسند فرمایا۔ اور اس طرح ۱۹۳۵ء سے علامہ اقبال کے عقیدت مندوں میں شامل ہو گئے۔ م۔ش نے پولیٹیکل سائنس میں بھی ایم۔ اے پاس کیا۔

م۔ش ۱۹۳۷ء سے ۱۹۳۸ء تک انٹر کالیجیٹ مسلم برادر ہڈ کے صدر بھی رہے۔ اسی سوسائٹی نے ہندوستان بھر میں ۹ر جنوری ۱۹۳۸ء کو "یومِ اقبال" منانے کا پروگرام مرتب کیا تھا۔

م۔ش نے تکمیل تعلیم کے بعد صحافت کا پیشہ اختیار کیا۔ ۱۹۳۹ء میں انھوں نے انگریزی روزنامہ "سول اینڈ ملٹری گزٹ" میں نامہ نگار کے حیثیت سے شمولیت کی اور ۱۹۴۲ء میں اس کے چیف رپورٹر مقرر ہوئے۔ پھر روزنامہ "ڈان" کے شمالی ہند کے نامہ نگار کی حیثیت سے لاہور میں کام کرنے لگے۔ ۱۹۴۹ء میں جب روزنامہ "پاکستان ٹائمز" جاری ہوا تو اس کے چیف رپورٹر مقرر ہوئے۔ انھوں نے تین سال تک یہ خدمات انجام دیں۔ اس سے قبل ۱۹۳۶ء میں مسلم لیگ کے ایک ہفتہ وار اخبار "نیو ٹائمز" (NEW TIMES) میں بطور اسسٹنٹ ایڈیٹر بھی کام کیا۔ انھوں نے

"نوائے وقت" اور "آفاق" میں بھی کام کیا۔ اپنا ہفتہ وار اخبار "اقدام" بھی نکالا۔

م۔ش مدتوں روز نامہ "نوائے وقت" کے باقاعدہ نامہ نگار رہے۔ انھوں نے اس اخبار کے جمعہ ایڈیشن "پدرم دہقان بود" کے عنوان سے ڈیڑھ سو کے قریب مضامین بالاقسام مختلف ہنگامی موضوعات پر لکھے ہیں۔ جو بہت مقبول ہوئے۔ وہ دوسرے اخبارات میں بھی تادم آخر برابر لکھتے رہے۔

م۔ش نے پاکستان کی سیاست میں بھی حصّہ لیا۔ وہ ۱۹۵۱ء میں پنجاب اسمبلی کے رکن چنے گئے۔ اور پنجاب اسمبلی میں مسلم لیگ پارٹی کے سیکرٹری جنرل منتخب ہوئے۔ لیکن چند مہینے بعد ان کو پارٹی سے نکال دیا گیا۔ بعدازاں جنرل ایوب خاں کے دورِ حکومت میں پھر ون یونٹ اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے۔

م۔ش ۱۹۲۵ء سے لے کر علامہ اقبال کی زندگی کی آخری رات تک ان کی خدمت میں حاضر رہے۔ ۲۱ اپریل ۱۹۳۸ء کی شب انھوں نے جاوید منزل میں گزاری۔ وہ علامہ کے وفادار، پرخلوص اور دیرینہ عقیدت مندوں میں سے ایک تھے۔ علامہ کی زندگی کے آخری برسوں میں وہ ان کی طرف سے خطوط کے جوابات لکھتے تھے۔

م۔ش کا انتقال لاہور میں یکم دسمبر ۱۹۹۳ء کو ہوا۔

مآخذ :

بصد شکریہ۔ م۔ش صاحب مرحوم لاہور۔

# (کرنل) مقبول حسین قریشی (متوفی ۱۹۸۷ء)

کرنل مقبول حسین کا خاندان یو۔پی (میرٹھ) کا رہنے والا تھا۔ ان کے خاندان کا کوئی فرد بہاولپور آیا تھا۔ اور ریاست کی ملازمت کرلی تھی۔

مقبول حسین نے تعلیم علی گڑھ میں پائی اور مسلم یونیورسٹی سے ایم۔اے۔ ایل۔ ایل۔ بی پاس کیا۔ تعلیم مکمل کرکے انھوں نے نواب صاحب بہاولپور کے پرائیویٹ سکریٹری کی حیثیت سے تقرری پائی۔ بعد میں ترقی کرتے کرتے وزیر کے عہدے پر فائز ہوئے ۱۹۴۲ء میں ان کے زیرِ اہتمام ایک کل ہند مشاعرہ منعقد ہوا جو تین روز تک چلتا رہا۔ ۱۹۵۳ء میں جب بہاولپور میں کل پاکستان اردو کانفرنس منعقد ہوئی تو وہ مجلس استقبالیہ کے صدر منتخب ہوئے۔

کرنل مقبول حسین نواب صاحب کے ساتھ قربِ خاص رکھتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ دونوں نے خانہ کعبہ میں ایک دوسرے کا وفادار رہنے کا حلف اٹھایا تھا۔

کرنل مقبول حسین کی وفات ۵/دسمبر ۱۹۸۷ء کو ہوئی۔

مآخذ:

بہ شکریہ بہ خاص

ڈاکٹر محمد سلیم احمد، ڈین، شعبۂ تاریخ و مطالعہ پاکستان، اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور۔

# ملا علی قاری (متوفی ۱۰۱۴ ہجری)

نورالدین علی بن سلطان محمد ہروی المکی الحنفی کی ولادت ہرات میں قارہ نام کے ایک گاؤں میں ہوئی۔ وہیں تعلیم حاصل کی۔ پھر وہ مکۂ مکرمہ چلے گئے۔ جہاں انھوں نے ابوالحسن البکری اور ابن حجر الہیثمی وغیرہ کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا ان کے تلامذہ و تصانیف کی وجہ سے ان کی شہرت دور دور تک پھیلتی گئی۔ مکۂ مکرمہ میں ہی ان کی وفات ۱۰۱۴ ہجری میں ہوئی۔

ملّا علی قاری بڑے زبردست حنفی تھے۔ امام شافعی اور امام مالک کے مسلک پر اعتراضات کرنے میں انھیں کوئی تکلف نہ ہوتا۔ تفسیر، حدیث، فقہ، کلام، منطق و فلسفہ غرض ہر فن میں مہارت رکھتے تھے۔ اور تحقیق میں بڑا اونچا مقام رکھتے تھے۔ وہ صاحب تصانیف کثیرہ تھے۔ پچیسوں کتابیں چھپ کر شائع ہو چکی ہیں۔ ان کو دسویں صدی ہجری کا مجدد کہا جاتا ہے ان کی خاص تصانیف یہ ہیں۔

شرح الشفاء للقاضی عیاض، شرح ملا علی القاری علی نبذۃ فی زیارۃ المصطفیٰ، مرقاۃ المفاتیح لمشکاۃ المصابیح، تذکرۃ الموضوعات، بہرۃ الشیخ عبدالقادر الجیلانی۔ ان کی تفسیر شرح مشکلات المدنی، شرح الحصن الحصین، تعلق علی آداب المریدین للسہروردی، الرد علی ابن العربی فی کتابۃ الفصوص اور بعض دوسری تالیفات اب تک شائع نہ ہو سکیں۔ ان کی دیگر تصنیفات میں سے شرح وقایہ فقہ میں نہایت مفید اور عمدہ کتاب ہے جو مدارس عربیہ میں عام طور پر پڑھائی جاتی ہے۔

ماخذ :


۱۔ خلاصۃ الآثر للمحبی (القاہرہ ۱۲۸۴ )

۲۔ البدر الطالع للشوکانی (القاہرہ ۱۳۴۸)

۳۔ الاعلام ۔ للزرکلی ۱۲۱۵

۴۔ مجمع المطبوعات یوسف الیان سرکیس محمود ۱۷۹۱ القاہرہ ۱۹۲۸ء۔

۵۔ تذکرۃ المصنفین ص ۲۷۵ ۔ ۲۷۶۔


بصد شکریہ ۔ پروفیسر مختار الدین احمد صاحب، علی گڑھ

# مہدی زمان خاں (۱۸۷۹ء - ۱۹۴۱ء)

خان بہادر مہدی زمان خاں ۱۸۷۹ء میں ضلع سرگودھا کی تحصیل بھلوال کے گاؤں بھرت شرقی کے ایک زمیندار خاندان میں پیدا ہوئے۔ کچھ عرصہ علی گڑھ یونیورسٹی میں زیر تعلیم رہے۔ ۱۸۹۹ء میں الہ آباد یونیورسٹی سے بی۔ اے پاس کیا۔ ۱۸۹۹ — ۱۹۰۰ء میں علی گڑھ کالج میں ہی تاریخ اور فلاسفی کے پروفیسر مقرر ہوئے۔ ۱۹۰۱ء میں پنجاب پروانشل سروس میں مقابلہ کا امتحان پاس کر کے ایکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر مقرر ہوئے۔ ملازمت کے سلسلے میں شیخوپورہ گوجرانوالہ، ملتان منٹگمری، میانوالی، روہتک اور کانگڑہ وغیرہ کے اضلاع میں بطور ڈپٹی کمشنر تعینات ہوئے۔ ۱۹۳۴ء میں گوجرانوالہ سے ریٹائر ہوئے۔

مہدی زمان خاں نے انجمن حمایت اسلام لاہور کی مالی اعانت کے ضمن میں مفید خدمات سرانجام دیں۔ ۱۹۳۴ء کے آخر میں ضلع شیخوپورہ کے ضمنی انتخاب میں لیجسلیٹیو کونسل کے بلا مقابلہ ممبر منتخب ہوئے اور سر فضل حسین سے تعلقات کی بنا پر یونینسٹ پارٹی میں شمولیت اختیار کی۔ جولائی ۱۹۳۵ء میں مسجد شہید گنج لاہور کے سلسلہ میں مسلمانوں پر فائرنگ اور تشدد کے واقعات کی جانچ کے لیے انکوائری کمیٹی کے ممبر بنائے گئے۔ اگست ۱۹۳۵ء میں حکومتِ پنجاب کی ایما پر ریاست مالیر کوٹلہ کے وزیر اعظم مقرر ہوئے۔ ۱۰ /اکتوبر ۱۹۳۵ء کو ریاست کی وزارت عظمیٰ سے مستعفی ہو گئے۔ ۲۸ /جولائی ۱۹۳۶ء کو یونینسٹ پارٹی سے بھی باقاعدہ استعفیٰ دے دیا اور علامہ اقبال سے گہرے مراسم کی بنا پر پنجاب مسلم لیگ میں شامل ہو گئے۔ مسلم لیگ کے ۲۹ /جنوری ۱۹۳۶ء کے اجلاس میں پارلیمنٹری بورڈ کے ڈپٹی پریذیڈنٹ مقرر ہوئے۔

انھوں نے ۱۹۳۹ء میں پنجاب لیجسلیٹیو کونسل کی ایک نشست پر مسلم لیگ کے امیدوار کی حیثیت سے انتخاب بھی لڑا لیکن یونینسٹ پارٹی کے امیدوار کے مقابلے میں چند ووٹوں سے ہار گئے۔

انھوں نے ۱۵؍ مارچ ۱۹۴۱ء کو اپنے آبائی گاؤں میں حرکت قلب بند ہو جانے سے انتقال کیا۔

مآخذ :

بصد شکریہ :

۱ ڈاکٹر صابر کلوروی، ایبٹ آباد

۲ ڈاکٹر وحید احمد، سابق ڈائرکٹر، قائداعظم اکیڈمی، کراچی۔

# مرتضیٰ احمد خاں درانی میکش (۱۸۹۹ء۔ ۱۹۵۹ء)

مرتضیٰ احمد خاں درانی میکش ۱۸۹۹ء کو جالندھر کے ایک پٹھان خاندان میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد گل محمد خان عالم و فاضل بزرگ تھے۔ میکش نے ابتدائی تعلیم ان ہی سے پائی۔ پھر جالندھر کے اسکول میں داخل ہوئے۔ بعد میں اعلیٰ تعلیم کے لیے گورنمنٹ کالج لاہور میں داخلہ لیا۔

۱۹۲۰ء میں عملی سیاست اختیار کی اور تحریکِ ترکِ موالات میں کالج چھوڑا۔ پھر بسلسلہ ہجرت کابل چلے گئے۔ وہاں ایک سال قیام کیا۔ پھر لاہور آ کر 'انقلاب'، 'زمیندار'، اور کئی دوسرے اخباروں میں کام کیا۔ جن میں روزنامہ 'احسان' بالخصوص قابلِ ذکر ہے۔ 'انصاف'، کے نام سے ایک روزنامہ بھی نکالا۔ ۱۹۲۸ء میں ایک فارسی ہفت روزہ 'الافغان'، بھی جاری کیا۔ تاکہ اس کے ذریعے غازی امان اللہ خان کی حمایت کی جائے۔ وہ نادر شاہ کے بے حد مخالف تھے۔ چنانچہ اس مخالفت کی بنا پر ان کو ایک سال کی قید بامشقت بھی برداشت کرنا پڑی۔ ۱۹۳۶ء میں جب اقبال نے قائداعظم کی حمایت کے لیے دس ارکان پر مشتمل پنجاب مسلم لیگ کا ایک بورڈ تشکیل دیا تو اس میں میکش بھی شامل تھے۔

میکش کا رجحان شروع ہی سے مسلم لیگ کی طرف مائل تھا۔ انھوں نے قیامِ پاکستان سے پہلے روزنامہ 'احسان'، میں ملازمت کی۔ اس خیال سے کہ مسلم لیگ کی توسیع و اشاعت میں کوئی کردار ادا کر سکیں گے۔ لیکن جب انھوں نے یہ دیکھا کہ یہ روزنامہ یونینسٹ پارٹی کا آلہ کار ہے اور ان کو اس کی ہم نوائی پر مجبور کر رہا ہے تو انھوں نے اِسے اپنی توہین سمجھا، اور اس سے علیحدگی اختیار کر لی اور روزنامہ "شہباز" جاری کیا۔ اس کے بعد 'نوائے پاکستان'، سے متعلق ہو گئے۔

اس زمانے میں انھوں نے کھل کر مسلم لیگ کی حمایت کی۔ جماعت احمدیہ کے خلاف بکثرت مضامین لکھے۔

قیامِ پاکستان کے وقت ان میں شدید اضمحلال پیدا ہوگیا تھا، وہ اس قابل نہیں رہے تھے کہ عملی صحافت سے وابستہ رہیں۔ چنانچہ انھوں نے خانہ نشینی کی زندگی اختیار کرلی۔ اور اپنا زیادہ تر وقت علمی اور ادبی سرگرمیوں میں گزارنے لگے۔ بالآخر ۲۷ جولائی ۱۹۵۹ء کو گمنامی کی حالت میں ان کا انتقال ہوگیا۔

"تاریخِ اقوامِ عالم، ان کی معروف تصنیف ہے۔ ان کی دیگر تصانیف میں "الہامی افسانے"، "خراجِ اسلامی از ہند"، "ابرِ زشکن گرز"، "تاریخِ اسلام" (چار جلدوں میں)، "اسلام اور معاشی حالات" کے ساتھ ایک شعری مجموعہ "دردِ دل" شامل ہے۔

مآخذ:

۱۔ عبدالروف عروج۔ رجالِ اقبال ص ۴۸۰۔ ۴۸۲۔
۲۔ رفیع الدین ہاشمی۔ خطوطِ اقبال ص ۲۹۶
۳۔ مالک رام: "تذکرۂ ماہ وسال ص ۳۷۴

لہ رفیع الدین ہاشمی نے خطوطِ اقبال (ص ۲۹۶) میں ان کا سن پیدائش ۱۹۰۴ درج کیا ہے جب کہ مالک رام نے "تذکرہ ماہ وسال میں ۱۸۹۹ء لکھا ہے۔ ہم نے موخرالذکر پر اعتبار کیا ہے۔ (مولف)

# (ڈاکٹر) محمود افشار (۱۳۱۱ ہجری قمری-۱۳۶۲ ہجری شمسی)

# (۱۸۹۵-۱۹۸۴ء)

ڈاکٹر محمود افشار ۱۸۹۵ء (۱۳۱۱ ہجری قمری) میں یزد میں پیدا ہوئے۔ بارہ برس کی عمر (۱۳۲۳ ہجری قمری/۱۹۰۷ء) میں انگریزی سکول سینٹ زے وِیر (SAINT XAVIER) بمبئی میں تعلیم پانے کے لیے ہندوستان آئے۔ پانچ سال ابتدائی تعلیم حاصل کر کے ۱۳۲۸ھ قمری/۱۹۱۲ء میں ایران واپس ہو کر سال بھر تہران کے مدرسہ علوم سیاسی میں زیر تعلیم رہے۔ پھر ۱۹۱۳ء میں اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کی غرض سے سوئزرلینڈ گئے اور وہاں آٹھ سال تک قیام کیا۔ ۱۹۱۵ء میں ایرانی طلبا کے تعاون سے ایک "انجمن دانشگستران" قائم کی۔ جس کے وہ خود صدر بنے۔ اسی سال جرمن زبان سیکھنے کی خاطر جرمنی گئے۔ انھوں نے ۱۹۱۹ء میں لوزان (LUZAN) یونیورسٹی سے پولیٹکل سائنس اور عمرانیات میں ڈاکٹریٹ کی۔ ۱۹۲۰ء میں انگلستان کا سفر کیا۔ اسی سال ان کا ڈاکٹریٹ کا مقالہ "سیاست اور پادر ایران" (سیاست یورپ ایران میں) کے عنوان سے فرانسی زبان میں شائع ہوا۔

۱۹۲۲ء (۱۳۰۰ ہجری شمسی) میں ڈاکٹر محمود افشار ایران واپس آئے اور تھوڑے عرصہ اپنے وطن میں قیام کیا۔ اسی زمانہ میں انھوں نے ڈاکٹر علی اکبر سیاسی، محسن رئیس،

[1] ایران میں آج کل یہی سنہ متداول ہے۔ ہجری شمسی وہ سال ہے جو ہجرت رسول اکرم سے شروع ہوتا ہے اور ہر سال ۳۶۵ دن کا ہوتا ہے۔ جیسے عیسوی سال ہے۔ ہجری قمری جو ہجرت سے شروع ہوتا ہے اور ہر سال ۳۵۶ دن کا ہوتا ہے۔ ہجری شمسی سال میں ۶۲۲ جوڑنے سے عیسوی سال نکل آتا ہے۔ واضح رہے کہ ہجری شمسی ۶۲۲ء میں شروع ہوا۔

(بقیہ اگلے صفحے پر)

ڈاکٹر حسن مشرف نفیسی وغیرہ کے ساتھ جوانانِ ایران کی ایک تنظیم قائم کی۔

۱۹۲۲ء سے ۱۹۲۶ء تک علوم سیاسی کے مختلف مدرسوں اور پولی ٹیکنیک (POLYTECNIC) میں پڑھاتے رہے۔ بعد میں ٹریڈ کونسل (TRADE COUNCIL) کے رکن بنے۔ ستمبر ۱۹۲۶ء میں "آئندہ" نامی ایک مجلہ جاری کیا۔ جس کے شمارے اب دو جلدوں میں کتابی صورت میں چھپ گئے ہیں۔ اسی سال کامرس کالج قائم کیا اور اس کے پرنسپل رہے۔ انھوں نے تہران ویزد کے انتخابات میں بھی حصّہ لیا۔

ڈاکٹر افشار ۱۹۲۷ء میں عدلیہ میں آ گئے اور اپیل کورٹ کے بھی ممبر رہے۔ ساتھ ساتھ وہ لا کالج میں بھی پڑھاتے رہے ۱۹۳۵ء میں وزارت خزانہ میں منتقل ہو گئے۔ ۱۹۳۵/۱۹۳۶ء میں وہ عازمِ سفر یورپ ہوئے۔ ۱۹۳۶ء میں ہندوستان آئے اور بمبئی اور آگرہ کی سیاحت کی۔ ارادہ تھا کہ اقبال سے ملاقات کریں بلکہ اقبال نے خط لکھ کر انھیں دعوت بھی دی تھی۔ اور "پیامِ مشرق" انھیں بھیجی تھی لیکن ملاقات نہ ہو سکی۔ دو سال بعد واپس آکر وزارت عدل و قانون میں منتقل ہو گئے۔ ۱۹۴۱ء میں مجلسِ نشریات کے رکن مقرر ہوئے۔

۱۹۴۴ء میں وزارتِ فرہنگ (کلچر) میں سکریٹری کے منصب پر فائز ہوئے۔ صدرالاشرف کی کابینہ کے زمانہ میں انھوں نے استعفیٰ دے دیا۔

۱۹۴۵ء میں انھوں نے رسالہ "آئندہ" پھر جاری کیا اور مختلف جریدوں "کیہاں"، "ستارہ"، "اطلاعات" وغیرہ میں سیاسی مضامین لکھتے رہے۔ اسی سال

---

(بقیہ حاشیہ)

اسی طرح سال عیسوی سے ۶۲۲ سال پیچھے ہے۔ چونکہ دونوں سال (ہجری شمسی اور عیسوی) ۳۶۵ دن کے ہوتے ہیں اس لیے ہجری شمسی میں ۶۲۲ جوڑنے سے عیسوی اور عیسوی سال میں سے ۶۲۲ گھٹانے سے ہجری شمسی نکل آتا ہے۔ ۱۹۲۲ء برابر ہے ۱۳۰۰ ہجری شمسی کے۔ (مؤلف)

یزد کے انتخابات میں حصہ لیا۔

۱۹۴۷ء سے سیاست سے کنارہ کش ہو گئے اور دنیا کے سفر پر روانہ ہو گئے اور بارہ سال تک سیر و سیاحت کی۔ ۱۹۶۰ء میں پھر رسالہ "آئندہ" چوتھی بار جاری کیا۔

۱۹۷۴ء میں انھوں نے اپنی تمام جائیداد تہران یونیورسٹی کے نام وقف کر دی۔ اور "ڈاکٹر افشار یزدی فاؤنڈیشن" قائم کی۔

۲۸ آذر ۱۳۶۲ھ۔ش / ۱۹ / دسمبر ۱۹۸۴ء کو ان کا انتقال ہو گیا۔

ڈاکٹر محمود افشار کی تصانیف میں "سیاست اور پادر ایران" (فرانسیسی زبان میں) (اس کا ترجمہ ضیاء الدین شبستری نے دو جلدوں میں کیا ہے۔) "گفتار ادبی" (دو جلدوں میں)، "افغان نامہ" (تین جلدوں میں) "مقالاتِ ڈاکٹر محمود افشار"، شامل ہیں۔ یہ شاعر بھی تھے۔ چنانچہ "عفت"، "باز ہم عفت"، "دو تاریخ"، "شیراز"، وغیرہ نظمیں مندرجہ ذیل تذکروں میں شامل ہیں۔

(۱) ۔ "تذکرہ شعرائے معاصر ایران"، جلد دوم تالیف سید عبد الحمید خلخانی، کتاب خانۂ ظہوری، ۱۳۳۶ھ شمسی تہران۔

(۲) "سخنواران ایران در تاریخ معاصر"، جلد اول، تالیف ڈاکٹر محمد اسحاق چاپ دوم ۱۳۶۳ ہجری شمسی

ڈاکٹر افشار کا مجموعہ کلام "دفترِ اشعار" کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔

مآخذ:

ڈاکٹر محمود افشار، گفتار ادبی، تہران، ایران۔

# (نواب) مہدی یار جنگ (۱۸۹۴-۱۹۷۶ء)

نواب مہدی یار جنگ کا اودھ کے ایک معزز خاندان سے تعلق تھا۔ ان کے جدامجد نصیرالدین حیدر کی جانب سے گورنر جنرل ہند کے دربار میں وکالت و سفارت کے فرائض انجام دیتے تھے۔ سر سالار جنگ نے ان کے والد عماد الملک کی قابلیت سے متاثر ہوکر انھیں حیدر آباد میں ملازمت کی پیش کش کی۔ معتمد خاص کی حیثیت سے تقرر عمل میں آیا۔ کچھ عرصہ بعد معتمد تعلیمات اور ناظم تعلیمات کی حیثیت سے فرائض انجام دئے۔ جب مولوی عبدالحق کے ہاتھوں انجمن ترقی اردو کی بنیاد رکھی گئی تو عماد الملک کو ہی اس کا صدر منتخب کیا گیا۔ ان کے علمی کارناموں میں ''دائرۃ المعارف'' اور ''کتب خانہ آصفیہ'' کا قیام بھی ہے۔ جن سے حیدر آباد آج بھی مستفید ہو رہا ہے۔ مہدی یار جنگ ان کے چھوٹے بیٹے تھے۔

نام سید مہدی حسن وطن بلگرام ۲۱ر مارچ ۱۸۹۴ء کو ولادت ہوئی۔ تعلیم اپنے والد کے زیر سایہ ہی پائی۔ بعدازاں بغرض تعلیم انگلستان کا سفر کیا۔ آکسفورڈ یونیورسٹی سے ایم۔ اے کی ڈگری اعزاز کے ساتھ حاصل کی۔ انگلستان سے واپسی پر یو پی میں صدر مہتمم مقرر ہوئے۔ یہ پہلے ہندوستانی ہیں جن کا انتخاب انڈین ایجوکیشنل سروس کے لیے عمل میں آیا۔ پانچ چھ سال تک برٹش گورنمنٹ کی ملازمت کی۔

اس دوران اعلیٰ حضرت آصف جاہ سابع کی نظر انتخاب ان پر پڑی اور حیدر آباد طلب کر کے مددگار پولیٹکل سیکریٹری مقرر کیا۔ بعدازاں نائب معتمد فینانس اور معتمد تعمیرات عامہ ہوئے۔ صدارت کلیہ جامعہ عثمانیہ پر ایک عرصہ تک منصرم کارگزار رہے۔ بعد میں ترقی کر کے معتمد سیاسیات اور معتمد عدالت کوتوالی

وامورِ عامہ ہوگئے۔ بالآخر میں صدر المہام سیاسیات کے اعلیٰ عہدہ پر فائز کیا گیا۔ اسی زمانے میں مہدی یار جنگ کا خطاب عطا ہوا۔

محکمہ سیاسیات کی ہمہ گیر مصروفیتوں کے باوجود نواب مہدی یار جنگ نے ملک کی ہمہ جہتی اور قومی تحریکات میں بھی بڑی دلچسپی لی اور خاص کر قومی تعلیم کا مسئلہ ان کے پیش نظر رہا۔ صدر المہام تعلیمات کی حیثیت سے سبکدوش ہوئے۔

نواب مہدی یار جنگ نے ۲۸ رجون ۱۹۶۷ء کو وفات پائی۔

مآخذ:

بصد شکریہ

ڈاکٹر حسن الدین احمد صاحب، حیدر آباد، دکن

# مولانا حسین احمد مدنی (۱۸۷۹-۱۹۵۷ء)

شیخ الاسلام مولانا سیّد حسین احمد مدنی کی ولادت ۱۹ / شوال ۱۲۹۶ھ مطابق ۵ / اکتوبر ۱۸۷۹ء کو موضع الہداد پور ٹانڈہ ضلع فیض آباد میں ہوئی۔ والد ماجد سیّد حبیب اللہ مشہور نقشبندی بزرگ حضرت فضل رحمٰن گنج مرادآبادی سے بیعت رکھتے تھے۔

مولانا حسین احمد ۱۸۹۱ء میں دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوئے۔ اور شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن کے حلقۂ درس میں شامل ہوئے۔

۱۳۱۶ھ / ۱۸۹۹ء میں مولانا مدنی حجاز مقدس کو ہجرت کر گئے اور وہاں کے حنفی و شافعی علماء سے بھی احادیث نبوی کی اسناد عالیہ حاصل کیں۔ مدینہ منورہ کے قیام کے زمانے (۱۳۱۶ھ / ۱۳۲۶ھ) میں مسجد نبوی میں درس حدیث دیتے رہے۔

مولانا مدنی کچھ زمانے کے لیے ہندوستان آئے تو شیخ الہند نے انھیں دارالعلوم دیوبند میں بطور مدرس رکھ لیا۔ پہلی جنگ عظیم کے زمانے میں شیخ الہند اور مولانا مدنی دونوں پھر حجاز تشریف لے گئے۔ شیخ الہند نے حجاز کے گورنر غالب پاشا اور دوسرے ترکی وزرا سے ملاقات کر کے یہ معاہدہ کر لیا تھا کہ جنگ عظیم میں ترکی اور اس کے حلیفوں کی فتح ہو جائے تو پھر امن کانفرنس میں ہندوستان کی آزادی کا مسئلہ اٹھایا جائے گا۔ برطانیہ کے محکمہ سراغ رسانی کو اس معاہدے کی خبر مل گئی۔ ادھر برطانیہ کی شہ پر شریف حسین نے حجاز میں ترکوں سے بغاوت کا اعلان کر دیا اور مکہ کے علماء سے ایسا فتویٰ لے لیا کہ عثمانی خلیفہ عبدالمجید کو منصب خلافت پر قائم رہنے کا کوئی شرعی حق نہیں ہے۔ اسے معزول کر دیا جائے۔ خلافت صرف اہل قریش

کے حق کا ہے۔ اس سے غرض یہ تھی کہ خود شریف حسین خلافت کا دعویدار بن جانا چاہتا تھا۔ یہ فتویٰ جب شیخ الہند کے سامنے تصدیق کے لیے پیش کیا گیا تو انھوں نے فرمایا کہ قرآن شریف میں کہیں یہ نہیں کہا گیا ہے کہ خلافت کسی خاص قبیلے یا خاندان کا حق ہے۔ انھوں نے اس فتوے پر دستخط کرنے سے انکار کر دیا تو شریف حسین نے شیخ الہند اور مولانا مدنی کو گرفتار کر کے انگریزوں کے حوالے کر دیا۔ انھوں نے دونوں کو جزیرہ مالٹا میں قید کر دیا۔ یہ دونوں ۱۹۱۷ سے ۱۹۲۰ء تک مالٹا میں اسیر رہے۔

مالٹا سے واپس آنے کے بعد مولانا مدنی مدرسہ عالیہ کلکتہ کے صدر مدرس ہو گئے۔

اسی دوران مولانا مدنی جہاد آزادی میں ایک جری سپاہی بن کر شریک ہو گئے۔ ۱۹۲۱ء میں انگریزوں کے خلاف فتویٰ دینے کی پاداش میں مولانا کو دیگر رہنماؤں کے ساتھ دو برس کی سزا ہوئی۔ اور ۱۹۲۳ء میں رہائی عمل میں آئی۔

مئی ۱۹۲۳ء میں مولانا مدنی کے ایما پر جمعیۃ العلماء ہند نے کانگریس کے ساتھ تعاون کی تجویز منظور کی۔ اس کے بعد ان کی قیادت میں جمعیۃ العلماء نے تحریکِ آزادی اور تحریکِ سول نافرمانی میں جوش و خروش سے حصہ لیا۔

۱۹۲۷ء سے اپنی وفات تک مولانا مدنی دارالعلوم دیوبند میں شیخ المحدث اور صدر مدرس رہے۔ وہ تحریکِ آزادی میں بھی ایک مجاہد کی طرح شریک رہے مگر درس و تدریس کا مشغلہ بھی جاری رکھا

مولانا حسین احمد مدنی نے ۱۹۳۰ء اور ۱۹۳۲ء میں مہاتما گاندھی کی تحریکِ سول نافرمانی میں گرفتاری دی۔ ۱۹۴۲ء میں "ہندوستان چھوڑو" تحریک میں پھر انھیں گرفتار کر لیا گیا۔ مولانا کی مجموعی مدت اسیری و نظر بندی تقریباً ۹ (نو) برس ہے۔

مولانا حسین احمد متحدہ قومیت کے علم بردار تھے۔ وہ جداگانہ انتخاب، مسلم لیگ کی علیحدگی پسندانہ سیاست، مطالبۂ پاکستان اور بعدازاں تقسیم ملک کے سخت مخالف

تھے۔ بسا اوقات کانگریس پارٹی سے بھی متعدد امور میں اختلاف کرتے تھے۔ مثلاً انہوں نے بنیادی تعلیم کے منصوبہ موسوم بہ "وردھا سکیم" کی مخالفت کی کہ اس میں بچوں کی دینی تعلیم پر دھیان نہیں رکھا گیا تھا۔

مولانا حسین احمد مدنی نہ صرف ایک جید عالم دین تھے بلکہ وہ ایک بلند پایہ ادیب بھی تھے۔ ان کی تصنیفات میں سب سے نمایاں ان کی خودنوشت سوانح عمری "نقشِ حیات" ہے۔ ان کی دوسری یادگار تصنیف "مکتوبات" ہے۔

مولانا حسین احمد مدنی نے ۵ دسمبر ۱۹۵۷ء کو دیوبند میں انتقال کیا۔

ماخذ :

بصد شکریہ: نثار احمد فاروقی صاحب، دہلی یونیورسٹی، نئی دہلی۔

ایس۔ پی۔ سین۔ ڈکشنری آف نیشنل بایوگرافی، جلد سوم، حصہ نہم، ص ۱-۲۰۱۔

رسالہ "آج کل"، جون ۱۹۹۲ء ص ۳۰-۳۳۔

# میر مقبول محمود (متوفی ۱۹۴۸ء)

میر مقبول محمود بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی کرکے اعلیٰ تعلیم کے لیے انگلستان چلے گئے جہاں آکسفورڈ یونیورسٹی سے ۱۹۲۲ء میں بی۔ لٹ کی ڈگری حاصل کی۔ واپس آکر ضلع امرتسر کی مقامی سیاست میں سرگرمی سے حصہ لینے لگے اور وہاں ڈسٹرکٹ بورڈ کے فعال رکن رہے۔ ۱۹۲۳ء میں پنجاب قانون ساز کونسل کے ممبر منتخب ہوئے اور ۱۹۳۰ء تک برابر منتخب ہوتے رہے۔ ۱۹۲۶ء سے ہندوستانی ریاستوں میں مختلف عہدوں پر فائز رہے۔ پٹیالہ ہائی کورٹ کے چیف جسٹس وزیر عدلیہ وخارجہ پٹیالہ وزیر ترقیات رام پور وزیر تعلیم الور اور وزیر اعلیٰ جھالاواڑ رہے بعد ازاں انھوں نے چیمبر آف پرنسز کے وفد کے سکریٹری کے طور پر کام کیا۔ برٹش کامن ویلتھ ریلیشن کانفرنس BRITISH COMMENWEALTH ...EATIONS CONFERENCE میں پہلی بار ۱۹۳۲ء میں اور دوسری بار ۱۹۴۵ء میں ہندوستانی ریاستوں کی نمائندگی کی۔ انھوں نے ہندوستانی ریاستوں کے صنعت وحرفت کے وفد کے ڈپٹی لیڈر کی حیثیت سے انگلستان، کینیڈا اور امریکہ کا دورہ کیا۔

میر مقبول محمود ۱۹۳۷ء سے ۱۹۴۵ء پنجاب مجلس قانون ساز کے رکن رہے۔ اور ۱۹۳۸ء سے ۱۹۴۴ء تک وزیر اعلیٰ پنجاب کے پارلیمنٹری سیکریٹری جنرل بھی رہے۔ وہ سر سکندر حیات خاں کے دستِ راست تھے۔ انھوں نے مسلم لیگ کے اکتوبر ۱۹۳۷ء کے اجلاس لکھنؤ کے موقعہ پر سکندر ــــ جناح میثاق میں یونینسٹ پارٹی کے نمائندہ کی حیثیت سے شرکت کی اور سر سکندر کی جانب سے علامہ اقبال سے

متعدد بار ملاقات کی۔

وہ ۲۶ر نومبر ۱۹۴۸ء کو ہوائی جہاز کے ایک حادثہ میں ہلاک ہو گئے۔

مآخذ:

۱ انڈین اینڈ پاکستان ایربک ۱۹۴۸ء ص ۱۲۳۶

INDIAN & PAKISTAN YEAR BOOK 1948

۲ نوٹ از ڈاکٹر وحید احمد صاحب، سابق ڈایریکٹر قاید اعظم اکادمی، کراچی۔

## (سر) ماریس گوایر (SIR MAURICE GWYER)

## (۱۸۷۸ - ۱۹۵۲ء)

سرماریس لنفورڈ گوایر (SIR MAURICE LINFORD GWYER) لندن میں ۲۵/اپریل ۱۸۷۸ء کو پیدا ہوا۔ ہائی گیٹ (HIGH GATE) اور ویسٹ منسٹر WESTMINSTER سکول میں پڑھنے کے بعد کرائسٹ چرچ کالج آکسفورڈ میں تعلیم پائی۔ ۱۹۰۲ء میں آل سولز (ALL SOULS) کالج کا فیلو مقرر ہوا۔ ۱۹۰۳ء میں بیرسٹری کا امتحان کامیاب کیا اور معروف وکیلوں کے ساتھ کام شروع کیا۔

۱۹۱۲ء میں نیشنل ہیلتھ انشورنس کمیشن کے قانونی عملہ میں شمولیت کی۔ ۱۹۱۲ سے ۱۹۱۵ء تک آکسفورڈ میں نجی بین الاقوامی قانون کا لیکچرار مقرر ہوا۔ ۱۹۱۷ء میں وزارت جہازرانی میں ملازمت کرلی۔

پہلی جنگ عظیم کے بعد اس نے سرکاری ملازمت چھوڑ کر وکالت کرلی کردی لیکن ۱۹۱۹ء میں پھر وزارتِ صحت میں قانونی مشیر کی حیثیت سے مقرر ہوگیا ۱۹۲۶ء میں وزارت خزانہ میں وکیل (SOLICITOR) ہوگیا اور ۱۹۲۹ء میں سرکاری وکیل کے عہدہ پر مامور ہوا۔

گوایر ۱۹۳۴ء میں محکمہ خزانہ کا پارلیمنٹری وکیل مقرر ہوا۔ اسی زمانہ میں اس نے گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ ۱۹۳۵ء کی تیاری میں حصہ لیا۔ اسی باعث ۱۹۳۷ء میں ہندوستان کے فیڈرل کورٹ کے چیف جسٹس کے عہدہ پر فائز ہوا اور اس عہدہ سے ۱۹۴۳ء میں سبکدوش ہوا۔

۱۹۳۸ء میں وائسرے ہند نے سر مارس گوایر کو دہلی یونیورسٹی کا وائس چانسلر

مقرر کیا اور اس نے یونیورسٹی نظام میں قابل قدر اصلاحات کیں۔ یہ اس عہدہ پر ۱۹۵۰ء تک رہا۔ اس کا گھر انگریز افسران اور ہندوستانی سیاسی رہنماؤں کا مرجع و مرکز بن گیا تھا۔

گوایر نے اپنی دل بستگی کے لیے لاطینی زبان کے شاعر کیٹلس (CATALLUS) کی شاعری کا انگریزی میں ترجمہ کیا۔ اس نے کوئی کتاب نہ لکھی گو اس نے سر ولیم انسین (SIR WILLIAM ANSON) کی تالیف لا آف دی کنٹریکٹ (LAW OF THE CONTRACT) کی ترتیب و تدوین کا کام ۱۹۱۰ء اپنے ہاتھ میں لیا اور ۱۹۱۴ء میں اس کی آخری جلدوں لا اینڈ کسٹم آف دی کانسٹی ٹیوشن (LAW OF CUSTOM OF THE CONSTITUTION) کے مدیر کی حیثیت سے ناموری پائی۔

گوایر کو بہت سے خطابات و اعزازات ملے جن میں قابل ذکر ۱۹۳۹ء میں آکسفورڈ یونیورسٹی کی ڈاکٹر آف کانسٹی ٹیوشنل لا (DOCTOR OFCONSTITUTIONAL LAW) اور ۱۹۵۰ء میں دہلی یونیورسٹی کی ڈی لٹ کی اعزازی ڈگریاں ہیں۔

گوایر نے ایسٹ بورن (EASTBOURNE) کے مقام پر ۱۲ راکتوبر ۱۹۵۲ء کو انتقال کیا۔

مآخذ:

ڈکشنری آف نیشنل بیوگرافی ۱۹۵۱ - ۱۹۶۰ء مرتبہ ای۔ ٹی۔ ولیمز لندن ۱۹۷۱ء

DICTIONARY OF NATIONAL BIOGRAPHY 1951-1960

EDITED BY E. T. WILLIAMS, LONDON 1971

# (امام) نووی (۶۳۱ - ۶۷۷ ہجری)

نام یحییٰ بن شرف بن حسین، کنیت ابو زکریا اور لقب محی الدین تھا۔ ان کی ولادت محرم ۶۳۱ ہجری میں بمقام نواۃ ہوئی۔ اس لیے یہ نواوی یا نووی کہے جاتے ہیں۔ ابتدا میں اپنے شہر میں قرآن حفظ کیا۔ پھر ۱۹ برس کی عمر میں اپنے والد کے ساتھ مدرسہ رواحیہ دمشق میں آ گئے اور وہاں کمال الدین بن اسحٰق بن احمد جعفری، رضی بن البرہان، زین الدین عبدالدایم، عماد الدین بن عبدالکریم وغیرہ سے حدیث کا علم حاصل کیا۔ غرض انھوں نے مختلف علوم وفنون میں غیر معمولی صلاحیت پیدا کی۔ فراغت کے بعد تعلیم وتدریس، تصنیف وتالیف اور نشر واشاعت علم حدیث میں مصروف ہو گئے۔ ان کا مسلک شافعی تھا۔

زندگی نہایت سادگی سے گزاری۔ موٹا جھوٹا پہننے اور روکھا سوکھا کھانے پر قناعت کی۔ دن رات میں محض ایک دفعہ سحری کے وقت کھاتے تھے اور اسی وقت پانی پیتے تھے۔ دارالحدیث دمشق میں شیخ الحدیث کے ممتاز عہدہ پر فائز تھے۔

امام نووی نے ۱۴ رجب ۶۷۷ ہجری کو وفات پائی۔

امام نووی کثیر التصانیف تھے۔ ان کی تصانیف میں شرح صحیح بخاری، شرح مسلم، ریاض الصالحین کو غیر معمولی مقبولیت حاصل ہوئی۔ ریاض الصالحین صحیح احادیث نبویہ کا بہترین ذخیرہ ہے۔

اس کے علاوہ تہذیب الاسماء واللغات ان کی بڑی معرکۃ الآرا تصنیف ہے۔ ان کی دیگر اہم کتابیں الاربعون، الارشاد فی اصول الحدیث، مناسک الحج

اور کتاب الاذکار ہیں۔

مآخذ:

۱۔ امام ابو عبداللہ شمس الدین محمد الذہبی۔ تذکرہ الحفاظ ترجمہ محمد اسحاق، اسلامک پبلشنگ ہاؤس، لاہور، جلد ۳۔۴ ص ۹۹۸۔ ۱۰۶۲۔
۲۔ حبیب الرحمن مظاہری خیرآبادی: تذکرۃ المصنفین، ادارہ معارف ملی، کانپور ۱۳۸۹ ہجری ص ۳۰۵۔ ۳۰۷۔

# نظامی (۵۳۵ھ۔۵۹۸ھ)

الیاس یوسف نام، ابو محمد کنیت، نظام الدین لقب اور نظامی تخلص تھا۔ وطن عام طور پر گنجہ (موجودہ الزبتھ پول ELIZABETH POLE مشہور ہے۔ جو لواح آذربائیجان میں ہے لیکن دراصل قم کے اضلاع میں تفرش -- ضلع کے رہنے والے تھے۔ البتہ گنجہ میں ۵۳۵ ہجری میں پیدا ہوئے۔

والدین بچپن ہی میں فوت ہو گئے۔ تعلیم و تربیت ماموں کے زیر سایہ ہوئی۔ نظامی شعر و شاعری سے فطری لگاؤ رکھتے تھے۔ انھوں نے زندگی کا بیشتر حصہ اپنے شہر گنجہ میں گزارا۔ صرف ایک بار آذربائیجان کے حکمران اتابک قزل ارسلان کے بلاوے پر گئے۔ نظامی کی زندگی ہی میں ان کی شاعری کی شہرت دور دراز تک پہنچ چکی تھی۔ تمام معاصر حکمران ان کی عزت کرتے تھے۔ لیکن یہ کسی دربار سے وابستہ نہیں ہوئے۔ نظامی بڑے متقی، پرہیزگار اور عبادت گزار شخص تھے۔ جوانی میں علم نجوم اور ہیئت سے بھی دلچسپی تھی۔ لیکن آخری عمر گوشہ نشینی میں گزری۔ ان کا انتقال گنجہ ہی میں ہوا۔ سال وفات کے بارے میں شدید اختلاف ہے۔ سعید نفیسی کے خیال میں نظامی کا انتقال ۵۹۸ ہجری میں ہوا۔ ڈاکٹر صفا ۶۱۴ ہجری کو اقرب قرار دیتے ہیں۔ قدیم تذکرہ نویسوں کے ہاں بھی اختلاف ہے۔ دولت شاہی میں ۵۹۶ ہجری ہے تقی کاشی نے ۶۰۶ ہجری اور جامی نے ۵۹۲ ہجری لکھا ہے۔

نظامی کی شاعرانہ عظمت ان کی پانچ مثنویوں پر مبنی ہے۔ جو خمسہ نظامی، یا پنج گنج، کے نام سے بھی مشہور ہیں۔ اور نظامی کے بعد آنے والے بہت سے شعرا نے ان کا جواب لکھا۔ ان میں امیر خسرو، جامی اور فیضی کے نام قابل ذکر ہیں۔ ان مثنویوں کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

۱۔ مخزن اسرار (۵۵۲ھ)
۲۔ خسرو شیریں (۵۷۶ھ)
۳۔ لیلیٰ مجنوں (۵۸۴ھ/۵۹۳)
۴۔ ہفت پیکر یا بہرام نامہ (۵۹۲ھ)
۵۔ اسکندر نامہ (۵۹۹ھ)

نظامی نے فن داستان سرائی کو کمال تک پہنچا دیا۔ نظامی پہلے ایرانی شاعر ہیں جنھوں نے بزمیہ داستان کو اپنی شاعری کا اصل موضوع قرار دیا۔ انھوں نے قصائد اور غزلیں بھی کہیں۔ ان کے نام سے چند قطعے اور رباعیاں بھی ملتی ہیں۔ قصائد میں سنائی کی پیروی کرتے ہوئے وعظ و نصیحت پر زیادہ زور دیا ہے۔ نظامی اپنے کلام کی جامعیت کے اعتبار سے فارسی کے منفرد شاعر ہیں۔ ان کی شاعری میں رزم، بزم، عشق، فلسفہ و اخلاق سبھی موجود ہیں۔

مآخذ:


۱ مولانا شبلی نعمانی۔ شعر العجم، جلد اوّل
۲ ڈاکٹر رضا زادہ شفق۔ تاریخ ادبیات ایران
۳۔ ڈاکٹر محمد صدیق شبلی اور ڈاکٹر محمد ریاض ــ فارسی ادب کی مختصر ترین تاریخ۔


لہ مولانا شبلی نے اس کا سالِ اتمام ۵۵۹ھ (شعر العجم حصہ اول) اور ڈاکٹر رضا زادہ شفق نے ۵۷۰ھ لکھا ہے (تاریخ ادبیات ایران)
ڈاکٹر رضا زادہ شفق کے مطابق تالیف کا سن ۵۹۷ ہجری ہے۔

# (چودھری) نیاز علی خان (متوفی ۱۹۷۶ء)

چودھری نیاز علی خاں پٹھان کوٹ کے رہنے والے تھے۔ وہاں سے چار میل دور جانبِ امرتسر قلعہ جمال پور میں ان کی زمینداری تھی۔ یہ محکمہ انہار میں اسسٹنٹ انجنیئر تھے۔ انھوں نے ۱۹۳۵ء میں ریٹائر ہونے کے بعد ایک دینی اور علمی ادارے کے قیام کا فیصلہ کیا۔ چونکہ ان کے ذہن میں اس مجوزہ ادارے کے خدوخال پوری طرح واضح نہیں تھے انھوں نے لاہور جاکر علامہ اقبال سے مشورہ کیا۔ علامہ کے ذہن میں مدّتوں سے یہ تجویز گردش کر رہی تھی کہ پنجاب کے کسی مقام پر ایک ایسا علمی مرکز قائم کیا جائے جہاں دینی و دنیاوی علوم کے ماہر خورد و نوش کی فکر سے بے نیاز ہو کر اسلام کے بارہ میں فکری انقلاب برپا کرنے والی کتابیں لکھیں۔

چودھری صاحب نے علامہ تے اقبال کے مشورے کے مطابق مارچ ۱۹۳۶ء میں پٹھان کوٹ میں ایک ادارہ قائم کیا۔ اس کے لیے اپنی ساٹھ ایکٹر زمین بھی وقف کردی۔ وہ وقتاً فوقتاً علامہ اقبال سے مزید رہنمائی حاصل کرتے رہے (ملاحظہ کیجیے علامہ کا مشمولہ مکتوب مورخہ ۳۰ر جولائی ۱۹۳۷ء)

علامہ اقبال چاہتے تھے کہ اس مجوزہ ادارے میں علوم جدیدہ کے فارغ التحصیل حضرات اور علوم دینیہ کے ماہرین جمع ہو جائیں۔ چنانچہ انھوں نے جامعہ ازہر کے شیخ الاسلام علامہ مصطفیٰ المراغی سے چند رفیق کار مہیا کرنے کی درخواست کی۔ چودھری صاحب نے بھی مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا سید سلیمان ندوی، مولانا عبیداللہ سندھی، علامہ عبداللہ یوسف علی اور غلام محمد اسد جیسے اکابر اور مشاہیر سے رابطہ قائم کیا۔ علامہ اقبال نے مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کو حیدرآباد دکن سے پٹھان کوٹ آنے کی دعوت دی جسے انھوں نے قبول کرلیا۔

اس مرحلے پر علامہ اقبال نے اس مجوزہ ادارہ کا نام 'دارالاسلام' تجویز کیا اور اس کے اغراض و مقاصد اپنے ہاتھ سے لکھے۔ اس کے بعد یہ ادارہ ایک وقف کی صورت میں دسمبر ۱۹۳۷ء میں باضابطہ طور پر رجسٹر ہوا۔ ادارہ کے رجسٹر ہونے کے بعد چودھری صاحب نے جمال پور میں ۱۱۶۰ ایکڑ اراضی پر اس کی عمارتیں اور رہائش گاہیں تعمیر کرائیں۔ ان کے چند ماہ بعد علامہ کا انتقال ہوگیا اور وہ اس ادارے کو پھلتا پھولتا نہیں دیکھ سکے۔

قیام پاکستان کے بعد اس ادارے پر تباہی اور افتاد آئی۔ چودھری صاحب بڑی کسمپرسی کی حالت میں ترک وطن پر مجبور ہوئے۔ انھوں نے پٹھان کوٹ سے لاہور پہنچنے کے بعد جوہر آباد (سرگودھا) میں قیام کیا۔ اور وہیں ۲۴ رفروری ۱۹۷۶ء کو انتقال کیا۔

ماخذ:

عبدالروف عروج۔ رجال اقبال، ص ۴۹۹۔ ۵۰۰۔

# وجد سکندر علی (۱۹۱۳ء - ۱۹۸۳ء)

نام سکندر علی اور وجدؔ تخلص ہے ۱۲ فروری ۱۹۱۳ء کو بیجا پور ضلع اورنگ آباد دکن میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اورنگ آباد میں ہوئی۔ ۱۹۳۵ء میں عثمانیہ یونیورسٹی سے بی۔ اے پاس کیا۔ ۱۹۳۷ء میں حیدر آباد سول سروس کا امتحان پاس کیا۔ سرکاری ملازمت کے مختلف مراحل طے کرتے ہوئے ڈسٹرکٹ سیشن جج کے عہدے تک پہنچے۔

علامہ اقبال اور ان کی شاعری سے وجد ابتدا ہی سے دل چسپی تھی۔ حیدر آباد میں ۹ جنوری ۱۹۳۸ء کو پہلا "یوم اقبال" منایا گیا۔ اس موقع پر منجملہ دوسرے چند حیدر آبادی شاعروں کے وجد نے بھی ایک نظم پڑھی۔ جس میں حضرت علامہ کو خراج تحسین پیش کیا۔

وجد نظم و غزل دونوں کہتے تھے۔ لیکن غزل سے زیادہ دل کش ان کی نظم ہوتی تھی۔ ان کے کلام کی خصوصیات دل کش طرز تخیل و ندرت بیان، شگفتگی و رعنائی ہیں۔ ان کی نظمیں متعدد و مختلف موضوعات پر ہیں۔ قدرتی مناظر، انسانی پیکر، سیاسی کشمکش، حسن و عشق کی روداد وغیرہ پر ہر ایک موضوع پر وجد نے داد سخن دی ہے۔ اجنتا اور ایلورا پر ان کی معرکتہ الآرا نظم بہت مشہور رہے۔

ان کے شعری مجموعے "لہو ترنگ" "آفتابِ تازہ" اور "اوراقِ مصور" شائع ہو چکے ہیں۔

وجدؔ کا انتقال ۱۶ مئی ۱۹۸۳ء کو ہوا۔

مآخذ:

ڈاکٹر اعجاز حسین۔ مختصر تاریخ ادب اردو۔

# ولی دکنی (۱۶۶۸ - ۱۷۰۷ء)

ولی دکنی کو اردو شاعری کے ساتھ وہی نسبت ہے جو چوسر کو انگریزی اور رودکی کو فارسی شاعری کے ساتھ ہے۔ ایک زمانہ میں خیال تھا کہ ولی اردو کا پہلے صاحب دیوان شاعر ہے۔ اب یہ غلط ثابت ہوگیا ہے۔ اس لیے کہ محمد قلی قطب شاہ کا کلیات چھپ گیا ہے۔ وہ ولی سے تقریباً سو سال پہلے گزرا ہے۔ اس لیے فی الحال اولیت کا سہرا اسی کے سر ہے۔

ولی کے نام میں اختلاف ہے لیکن یہ روایت قوی ہے کہ ان کا نام محمد ولی تھا۔ ان کی ولادت اورنگ آباد میں ۱۰۷۹ھ / ۱۶۶۸ء میں ہوئی۔ وہاں بیس برس تک تحصیل علوم کرتے رہے۔ بعد ازاں احمد آباد گئے۔ جو اس زمانہ میں علوم و فنون کا مرکز تھا۔ اور شاہ وجیہہ الدین علوی کے خاندان کے مرید ہوگئے۔ کچھ دنوں بعد اپنے وطن آکر شعر و شاعری شروع کی۔

تذکروں میں ہے کہ ولی دو بار دلی آئے۔ ایک مرتبہ شہنشاہ اورنگ زیب کے عہد یعنی ۱۷۰۰ء میں جب شاہ سعد اللہ گلشن سے ملاقات ہوئی اور دوسری بار محمد شاہ کے عہد سلطنت میں ۱۱۳۴ھ / ۱۷۲۲ء میں۔ اس سفر میں ولی اپنے ساتھ اپنا دیوانِ ریختہ بھی لائے تھے۔ جس کی نہایت درجہ قدردانی کی گئی اور یہ بہت مقبول اور ہر دل عزیز ہوا۔

ولی ۱۱۴۱ھ میں دتی سے اورنگ آباد واپس آئے۔ جہاں شہدائے کربلا کی شان میں ایک مثنوی موسوم بہ "دہ مجلس" تصنیف کی۔ اس مثنوی کو فضلی نے نثر کے قالب میں ڈھالا جو اصل کتاب سے بھی زیادہ مقبول ہے۔

ولی کچھ دنوں بعد پھر احمد آباد واپس چلے گئے۔ جہاں ۸ر شعبان ۱۱۱۹ھ

(۲۰ اکتوبر ۱۷۰۷ء) کو ان کا انتقال ہو گیا۔

ولی ایک صوفی منشی فقیر مشرب آدمی تھے۔ انھوں نے بہت سیرو سیاحت کی تھی۔ احمد آباد، ستارا اور سورت گئے تھے۔ البتہ بنگال جانا جیسا گارسین دتاسی (۱۷۹۴۔ ۱۸۷۸ء) کا خیال ہے پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچتا۔

ان کا کلام تقریباً سب اصناف سخن میں موجود ہے یعنی غزل، قصیدہ، مثنوی مستزاد، رباعیات، ترجیع بند وغیرہ۔ ان کے علاوہ اور بھی اصناف میں طبع آزمائی کی ہے۔ جس کے متعلق مولوی عبدالحق لکھتے ہیں کہ قدیم زمانے میں بعض اصناف سخن ایسی رائج تھیں جواب نہیں جیسے ثلاثی، چار در چار، بازگشت۔ قریب قریب ہر صنف شاعری کو ولی نے نہایت خوبی اور کامیابی سے نباہا ہے۔

غزلوں کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ولی کے یہاں تغزل کے علاوہ تصوف کے نکات اور اخلاقی مضامین وغیرہ بھی موجود ہیں۔ ولی کی غزلوں میں خارجی پہلو زیادہ ہے۔ لیکن برجستگی اور کیف کی وجہ سے بیان میں مزہ باقی ہے۔ ولی کی زبان عموماً سادہ و شیریں ہے۔ بعض اشعار پر تو دھوکہ ہوتا ہے کہ شاید آج کے کہے ہوئے ہیں۔

ماخذ:

۱ رام بابو سکسینہ۔ ہسٹری آف اردو لٹریچر، ترجمہ مرزا محمد عسکری، مطبع منشی تیج کمار پرائیویٹ لمیٹیڈ، طبع پنجم، ۱۹۸۶ء ص ۷۱۔ ۷۵۔

۲ پروفیسر ڈاکٹر سید اعجاز حسین، مختصر تاریخ ادب اردو، ص ۴۲۔ ۴۴۔

## (سر ہیری گراہم ہیگ (SIR HARRY GRAHAM HAIG)

## (۱۸۸۱ء - ۱۹۵۶ء)

ہیری گراہم ھیگ ۱۳ر اپریل ۱۸۸۱ء کو پیدا ہوا۔ اس نے وِن چیسٹر (WINCHASTER) ، میں ابتدائی تعلیم پائی اور اعلیٰ تعلیم نیو کالج آکسفورڈ میں حاصل کی۔ جہاں اس نے لٹریچر کا امتحان اول درجہ میں کامیاب کیا۔ ۱۹۰۵ء میں وہ انڈین سول سروس میں شامل ہوا۔ ملازمت کے دوران وہ یوپی گورنمنٹ میں انڈر سیکرٹری رہا (۱۹۱۰ - ۱۲ ۱۹ء) پہلی جنگ عظیم میں ۱۹۱۵ء سے ۱۹۱۹ء تک ریزریو آفیسرز میں رہا۔ جنگ کے خاتمہ پر وہ ۱۹۲۰ء میں گورنمنٹ آف انڈیا کے فنانس ڈیپارٹمنٹ میں ڈپٹی سیکریٹری مقرر ہوا۔ پھر ۱۹۲۱ء سے ۱۹۲۲ء تک انڈین فسکل کمیشن، (INDIAN FISCAL COMMISSION) ، کا سیکریٹری رہا۔ بعدازاں وہ رایل کمیشن اون سپریر سول سروسز (ROYAL COMMISSION ON SUPERIAR CIVIL SERVICES سے وابستہ رہا۔ (۱۹۲۳ سے ۱۹۲۴ء تک، ہیگ ۱۹۲۵ء میں وایسرائے ہند کے پرائیویٹ سیکریٹری کے عہدہ پر فائز رہا۔ ۳۲ ۱۹ء سے ۱۹۳۴ء تک گورنر جنرل کی مجلس عاملہ میں ہوم ممبر رہا۔

سر ہیری ہیگ ۱۹۳۴ء میں صوبہ یوپی کا گورنر مقرر ہوا۔ اور ۱۹۳۹ء تک اس عہدہ پر فائز رہا۔ بعدازاں اس کا تقرر نارتھ ویسٹ ریجن میں بحیثیت ریجنل کمشنر فار سول ڈیفنس (REGINAL COMMISSION FOR CIVIL DEFENCE) ہوگیا۔ (۱۹۴۲ء - ۱۹۴۵ء)۔

اس کا انتقال ۱۴ر جون ۱۹۵۶ء کو ہوا۔

ماخذ :

ہو واز ہو ۔ ۱۹۵۱ ۔۔ ۱۹۶۰ء
شکریہ خاص ۔ برٹش ہائی کمیشن ، نئی دہلی ۔

# ہلاکو خاں (۱۲۱۷ - ۱۲۶۵ء)

ہلاکو خاں مغلوں کے حکمراں چنگیز خاں کا پوتا تھا اور قبلائی خاں (Kullai Khan) کا بھائی تھا۔ یہ سلسلہ ایلخانی کا پہلا حکمراں تھا۔ اس نے ایران میں مغلوں کی سلطنت کی بنیاد رکھی۔ ۱۲۵۶ میں ہلاکو خاں نے لشکر آرائی کی اس نے دریائے جیحوں پار کیا اور ایران کے شمال مرکزی علاقہ میں حشیشیوں (اسمٰعیلیوں کا ایک عسکری فرقہ) کے قلعہ الموت کو تاخت و تاراج کر دیا۔ اس کے بعد اس نے بغداد کی طرف کوچ کیا اور ۱۲۵۸ء میں شہر پر قبضہ کرلیا اور اس کی اینٹ سے اینٹ بجادی اور قتل عام کیا۔ آخری عباسی خلیفہ المعتصم (۱۲۴۲ - ۱۲۵۸) اور اس کے اہل خاندان کو بیدردی سے قتل کر ڈالا۔ سلطنت عباسی کا سیاسی مرکز عراق تھا اس کو اس قدر تباہ و برباد کر ڈالا کہ یہ صدیوں تک نہ پنپ سکا۔

بعدازاں ۱۲۵۹ء میں ہلاکو خاں نے ملک شام پر قبضہ کیا لیکن ستمبر ۱۲۶۰ء میں مصر کے مملوکی خاندان کے بانی بیبارس اول (Baybarval) نے عین جالوت کے مقام پر ایک فیصلہ کن جنگ میں اس کو شکست فاش دی۔ ہلاکو خاں ایران لوٹ آیا اور آذربائیجان میں سکونت اختیار کی۔

ہلاکو خاں بدھ مت کا پیرو تھا۔ اس کی اولاد میں محمود غازان (۱۲۹۵-۱۳۰۴ء) پہلا مغل سلطان تھا جس نے دین اسلام اختیار کیا۔

مشہور مورخ عطا ملک جوینی (متوفی ۶۸۱ھ ۱۲۸۲ء) ہلاکو خاں کے دربار سے وابستہ تھا۔ اس کی "تاریخ جہاں کشا" اس دور کی اہم ترین تاریخوں میں شمار کی جاتی ہے۔ ہلاکو خاں کے ندیم و مشیر خواجہ نصیرالدین طوسی (۵۹۷-۶۷۲ھ) تھے جو ایران کے چوٹی کے حکیموں اور عالموں میں شامل ہیں۔

خواجہ نصیرالدین طوسی کے رسوخ واثر نے ایران کے علم وادب کو بڑا فائدہ پہنچایا کیونکہ اس سے بے شمار عالموں اور ان کی کتابوں کو تباہی اور بربادی سے بچالیا۔

ماخذ:

۱ دائرۃ المعارف برطانیکا مائیکرو پیڈیا جلد ۹ ص ۹۳۳۔
۲ ڈاکٹر رضا زادہ شفق۔ تاریخ ادبیات ایران، ص۔ ۳۲۳، ۴۱۴ اور ۴۷۷۔

## سر (جان ڈگلس ینگ SIR JOHN DOUGLAS YOUNG

## (۱۸۸۳ء۔ ۱۹۷۳ء)

جان ڈگلس ینگ بمقام ہیلنز برو (HELLENSBURGH) ، ۷/ اپریل ۱۸۸۳ء کو پیدا ہوا۔ ابتدائی تعلیم مرچسٹن کاسل سکول ایڈن برا (MARCHISTON CASTLE SCHOOL, EDINBURGH) میں حاصل کی۔ پھر پیمبروک کالج (PEMBROKE COLLEGE) کیمبرج سے بی۔اے پاس کیا۔ اور ۱۹۰۷ء میں بیرسٹری کا امتحان بھی کامیاب کیا۔

ینگ تعلیم سے فراغت پاکرارل ہیگز آفیسرز ایسوسی ایشن (EARL HAIG'S OFFICERS ASSOCIATION) کا اعزازی وکیل ہوگیا۔اس نے ۱۹۱۵ء سے ۱۹۱۹ء تک پہلی جنگ عظیم میں خدمات انجام دیں۔بعد ازاں اس نے ۱۹۲۲ء سے ۲۴۔۱۹۲۳ء اور پھر ۱۹۲۸ء میں ممبر پارلیمنٹ کا الکشن بھی لڑا۔

۱۹۲۹ء میں سرڈگلس ینگ الہ آباد ہائی کورٹ کا جج مقرر ہوا۔ ۱۹۳۴ء میں اس کا تقرر بحیثیت چیف جسٹس آف پنجاب ہائی کورٹ ہوا۔ اور وہ اس عہدہ پر ۱۹۴۳ء تک فائز رہا۔ اپنے دوران ملازمت میں سرڈگلس ینگ نے لاہور میں کالج آف فزیکل ایجوکیشن اینڈ اسکاوٹنگ قایم کیا۔

اس کی وفات ۱۳/ اپریل ۱۹۷۳ء کو ہوئی۔

مآخذ :

ہو واز ہو۔ ۱۹۷۱۔۔ ۱۹۸۰ء

شکریہ : برٹش ہائی کمیشن، نئی دہلی۔

# تعلیقات

# علامہ اقبال اور مولانا حسین احمد مدنی

# کے درمیان قوم و وطن کے تصورات پر

# اختلافات

ان اشعار کا شائع ہونا تھا کہ بحث و تمحیص کے دروازے کھل گئے۔ معترضین نے ان اشعار کا اشعار میں جواب دیا، کتابچے شائع کیے، مضامین لکھے، مولانا طالوت کو اقبال سے عقیدت تھی، چونکہ انھوں نے دارالعلوم دیوبند میں مولانا حسین احمد مدنی سے استفادہ کیا تھا اور ایک طرح سے ان کے طرفدار بھی تھے۔ اقبال کے ان اشعار سے ان کو صدمہ پہنچا۔ انھوں نے اقبال کو ایک طویل خط لکھا۔ وہ خط یہ ہے:

مطاع و مخدوم اسلامیان

السلام علیکم

اگرچہ میرا یہ درجہ نہیں ہے کہ آپ سے شرف مخاطبت حاصل کرسکوں مگر الضرورات تبیح المحذورات کی بنا پر باوجود اس علم کے کہ آپ کی طبیعت ناساز رہتی ہے تکلیف دینے کی معافی چاہتا ہوں اُمید ہے کہ آپ اخلاقِ کریمہ کی بنا پر اپنے اوقاتِ ثمینہ میں سے دو چار منٹ نکال کر میرے عریضے کو پڑھنے اور اس کے جواب کی زحمت برداشت کریں گے۔

مولانا حسین احمد صاحب قبلہ کے متعلق آپ کی نظم عجم ہنوز نداند ۔۔۔ الخ

"احسان" میں چھپی اور اس سے پہلے "احسان" "زمیندار" "انقلاب" میں ان کے خلاف متواتر پروپیگنڈہ بھی کیا جاتا رہا۔ میں نے مولانا کو ایک نیاز نامہ میں اس نظم اور اس پروپیگنڈہ کی طرف توجہ دلائی۔ اس کے جواب میں انھوں نے ازراہ شفقت ایک مفصل تحریر بھیجی جس کے اہم اقتباسات درج ذیل ہیں:

"میں نے بعض ضروری مضامین کے بعد ملک کی حالت بیرونی ممالک اور غیر اقوام نیز

اندرونِ ملک میں آزادی کی ضرورت کا تمہیدی مضمون شروع کیا تو کہا کہ "موجودہ زمانے میں قومیں اوطان سے بنتی ہیں نسل یا مذہب سے نہیں بنتیں۔ دیکھو انگلستان کے بسنے والے سب ایک قوم شمار کیے جاتے ہیں حالانکہ ان میں یہودی بھی ہیں، نصرانی بھی پروٹسٹنٹ بھی ہیں، کیتھولک بھی، یہی حال امریکہ، فرانس، جاپان وغیرہ کا ہے" الخ جو کہ جلسہ درہم برہم کرنے کے لیے آئے تھے اور موقع چاہ رہے تھے، انھوں نے شور مچانا شروع کیا۔ میں اس وقت یہ نہیں سمجھ سکا کہ وجہ شور کی کیا ہے۔ جلسہ جاری رکھنے والے لوگ اور وہ چند آدمی جو کہ شور و غوغا چاہتے تھے سوال و جواب دیتے رہے اور چپ رہو وغیرہ کے الفاظ سُنائی دیتے، اگلے روز "الامان" وغیرہ میں چھپا کہ حسین احمد نے تقریر میں کہا ہے کہ قومیت وطن سے ہوتی ہے، مذہب سے نہیں ہوتی۔ اور اس پر شور و غوغا ہوا۔ اس کے بعد اس میں اور دیگر اخباروں میں سب و شتم چھا پا گیا۔ کلام کے ابتدا اور انتہا کو حذف کر دیا گیا۔ اور کوشش کی گئی تھی کہ عام مسلمانوں کو ورغلایا جائے۔ میں اس تحریف اور اتہام کو دیکھ کر چُپکا ہو گیا۔ تقریر کا بڑا حصہ 'انصاری' اور 'تیج' میں چھپا۔ مگر اس کو کسی نے نہیں لیا۔ "الامان" اور "وحدت" سے "انقلاب" اور "زمیندار" نے لے لیا۔ اور اپنے دلوں کی بھڑاس نکالی ۸ یا ۹ جنوری کے 'انصاری' اور 'تیج' کو ملاحظہ فرمائیے۔ میں نے یہ ہرگز نہیں کہا کہ مذہب و ملت کا دار و مدار وطنیت پر ہے' یہ بالکل ہی افترا اور دجل ہے "احسان" مورخہ ۱۳ جنوری کے صفحہ ۳ پر بھی میرا قول یہ نہیں بنایا گیا بلکہ یہ کہا گیا ہے کہ مذہب و ملت کا مدار طینت پر ہونا' میں نے نہیں کہا، شملہ کی چوٹیوں اور نئی دہلی سے تعلق رکھنے والے ایسا افترا اور اتہام کرتے ہی رہتے ہیں اس قسم کی تحریفیں اور سب و شتم ان کے فرائضِ منصبیہ میں سے ہیں، مگر سر اقبال جیسے مہذب اور متین شخص کا اُن کی صف میں آجانا ضرور تعجب خیز امر ہے' ان سے میری خط و کتابت نہیں، مجھ جیسے ادنیٰ ترین ہندوستانی کا ان کی عالی بارگاہ تک پہنچنا اگر محال نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ اگر غیر مناسب نہ ہو تو ان کی عالی بارگاہ میں یہ شعر ضرور پہنچا دیجئے۔

هنیئا مریئاً غیر داءٍ مخامرٍ
لعزۃ من اعراضنا ما استحلتِ

افسوس کہ سمجھ دار اشخاص اور آپ جیسے عالی خیال تو جانتے ہیں کہ مخالفت کی بنا پر اخبار ہر قسم کی ناجائز اور ناسزا کارروائیاں کرتے رہتے ہیں، ان پر ہرگز اعتماد ایسے امور میں نہ کرنا چاہیے اور سر اقبال موصوف جیسے عالی خیال اور حوصلہ مند، مذہب میں ڈوبے ہوئے تجربہ کار شخص کو یہ خیال نہ آیا۔ نہ تحقیق کرنے کی طرف توجہ فرمائی آیت: اِن جاکم فاسق نبأٌ فتبینوا الاٰیۃ گویا ان کی نظر سے نہیں گزری۔ اگر میری تقریر کے سیاق و سباق کو حذف بھی کر دیا جائے اور عبارت میں تحریف کر کے حسبِ اعلان جریدہ "احسان" "قوم یا قومیت کی اساس وطن پر ہوتی ہے"۔ تب بھی میں نے کب کہا کہ ملت یا دین کی اساس وطن پر ہے۔ اس کے علاوہ تقریر میں تو اسلامی تعلیم اور نظریے کا ذکر بھی نہیں تھا۔"

یہ مولانا کی تقریر کے وہ اقتباس ہیں جو میرے نزدیک ضروری تھے کہ آپ کی نظر سے گزر جائیں۔ جہاں تک میرا خیال ہے مولانا کی پوزیشن صاف ہے اور آپ کی نظم کا اساس غلط پروپیگنڈے پر ہے آپ کے نزدیک بھی اگر مولانا بے قصور ہوں تو مہربانی فرما کر اپنی عالی ظرفی کی بنا پر اخبارات میں ان کی پوزیشن صاف فرمائیے بصورتِ دیگر مجھے اپنے خیالات سے مطلع فرمائیے تاکہ مولانا سے مزید تشفی کر لی جائے ہمارے جیسے نیاز مند جو دونوں حضرات کے عقیدت کیش ہیں، دوگونہ رنج و عذاب میں مبتلا ہیں امید کہ باوجود عدیم الفرصتی کے ہمیں اس ورطۂ حیرانی سے نکالنے میں آیۂ رحمت ثابت ہوں گے۔

طالوت

---

لہ یہ شعر رجال اقبال، میں صحیح طور پر نقل نہیں ہوا تھا یہ شعر اموی دور کے مشہور شاعر کثیر بن عبدالرحمٰن الخزاعی (متوفی ۱۰۵ھ) کا ہے یہ اس قصیدے کا ہے جو اس نے اپنی محبوبہ عزّہ کی مدح میں لکھا ہے اس کا دیوان دو جلدوں میں مرتب تھا لیکن عرصے سے مفقود ہے۔ (جناب ڈاکٹر مختار الدین احمد صاحب)

یہ خط اقبال کو ۱۵؍فروری ۳۸ء کو موصول ہوا نذیر نیازی اقبآل کے حاضر باشوں میں تھے، اقبال چونکہ شدید علیل تھے اور بصارت میں بھی کمی آگئی تھی۔ اس لیے وہ اپنے خط نذیر نیازی سے انشا کرواتے تھے، چنانچہ ۱۶؍فروری کو دوپہر کو اقبال نے نذیر نیازی سے کہا "حضرت مولانا طالوت سے دریافت کریں کہ ان کے ارشاد کی حیثیت مشورے کی ہے یا امرِ واقعی کے اظہار کی۔ پھر کیا مولانا کے خیالات کے متعلق ایک پورا مضمون میرے ذہن میں ہے اس کا قلم بند ہونا ضروری ہے۔ چنانچہ اقبال کی جانب سے مولانا طالوت کو لکھا گیا۔

۱۶؍فروری ۱۹۳۸ء

جنابِ من!

مولانا حسین احمد کے معتقدین اور احباب کے بہت سے خطوط میرے پاس آئے ان میں سے بعض میں تو اصل معاملہ کو بالکل نظرانداز کر دیا گیا ہے مگر بعض نے معاملہ پر ٹھنڈے دل سے غور کیا ہے اور مولوی صاحب کو بھی اس ضمن میں خط لکھے ہیں چنانچہ آپ کے خط میں مولوی صاحب کے خط کے اقتباسات درج ہیں، اس واسطے میں نے آپ ہی کے خط کو جواب کے لیے انتخاب کیا ہے، جواب انشاء اللہ اخبار "احسان" میں شائع ہوگا میں فرداً فرداً علالت کی وجہ سے خط لکھنے سے قاصر ہوں۔

مخلص

محمد اقبال

اس خط کے دوسرے روز ۱۸؍فروری ۳۸ء کو اقبال نے طالوت کے نام ایک اور خط لکھوایا۔

۱۸؍فروری ۳۸ء

جنابِ من سلام مسنون!

میں حسبِ وعدہ آپ کے خط کا جواب "احسان" میں لکھوانے کو تھا کہ میرے ذہن میں ایک بات آئی جس کا گوش گزار کرنا ضروری ہے۔ امید ہے کہ آپ مولوی صاحب کو خط لکھ کر اس بات کو صاف کر دیں گے جو اقتباسات آپ نے خط سے درج کیے ہیں ان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مولوی صاحب نے یہ فرمایا کہ "آج کل قومیں اوطان سے

بنتی ہیں۔ اگر ان کا مقصود ان الفاظ سے صرف ایک امرِ واقعہ کا بیان کرنا ہے تو اس پر کسی کسی کو اعتراض نہیں ہو سکتا کیونکہ فرنگی سیاست کا یہ نظریہ ایشیا میں بھی مقبول ہو رہا ہے البتہ اگر ان کا مقصد یہ تھا کہ ہندی مسلمان بھی اس نظریے کو قبول کر لیں تو پھر بحث کی گنجائش باقی رہ جاتی ہے۔ کیونکہ کسی نظریے کو قبول کرنے سے پہلے یہ دیکھ لینا ضروری ہے کہ وہ اسلام کے مطابق ہے یا منافی ہے؟ اس خیال سے کہ بحث تلخ اور طویل نہ ہونے پائے اس بات کا صاف ہو جانا بہت ضروری ہے کہ مولانا کا مقصود ان الفاظ سے کیا تھا۔؟ مولوی صاحب کو میری طرف سے یقین دلائیے کہ میں ان کے احترام میں کسی مسلمان سے پیچھے نہیں ہوں۔

مخلص

محمد اقبال

اس خط کے فوری بعد اقبال کا ایک مراسلہ روزنامہ احسان، لاہور میں شائع ہوا جس کے نتیجے میں مولانا حسین احمد مدنی اور اقبال میں پیدا ہونے والی غلط فہمی دور ہو گئی، مولانا طالوت کا یہ کارنامہ ایسا ہے جس نے مولانا حسین احمد مدنی اور اقبال کو لوگوں کے طنز و تعریض سے بچا لیا۔ اقبال کا مراسلہ یہ ہے۔

# اے نیو مسلم ورلڈ ان میکنگ

A NEW MUSLIM WORLD IN MAKING

یہ رسالہ حافظ سید فضل الرحمٰن انصاری نے اپنے طالب علمی کے زمانہ میں لکھا تھا۔ یہ ۱۵۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کتابچہ کا پہلا ایڈیشن دسمبر ۱۹۳۴ء میں شائع ہوا جب کہ دوسرا ایڈیشن مئی ۱۹۳۵ء میں شائع ہوا تھا۔ مولانا مسعود عالم ندوی نے اس پر ندوۃ العلما، لکھنؤ کے عربی جریدہ ''الضیا''، شعبان ۱۳۵۴ ہجری مطابق نومبر ۱۹۳۵ء کے جلد ۸ مجلہ ۴ میں ایک سیر حاصل تبصرہ لکھا جس کا ذکر علامہ کے مکتوب محررہ دسمبر ۱۹۳۵ء بنام مولوی مسعود عالم ندوی میں کیا گیا ہے۔

اس کتابچہ میں احمدیوں کے اس پروپیگنڈہ کو بے نقاب کیا گیا ہے کہ انھوں نے یورپ میں دعوت اسلامی کی نشر و اشاعت کے لیے عظیم الشان کام کیے تھے۔ حقیقت حال یہ ہے کہ وہ اسلامی داعیوں کے بھیس میں اپنے مذہب کا پروپیگنڈہ کرتے ہیں۔ مصنف موصوف نے استدلال کیا ہے کہ احمدیہ فرقہ کا دین ایک ایسا دین ہے جو اسلام سے اسی طرح مختلف ہے جس طرح مجوسیوں یہودیوں اور نصرانیوں کا دین مختلف ہے۔ مصنف نے اس بحث کی ابتدا میں علامہ کا احمدیت کے خلاف وہ مشہور مقالہ بھی شائع کیا ہے جو چھ ماہ قبل تمام ہندوستانی اخبارات میں شائع ہوا تھا۔

مآخذ : جریدہ 'الضیا'، شعبان ۱۳۵۴ھ مطابق نومبر ۱۹۳۵ء
جلد ۸ مجلہ ۴ — ندوۃ العلماء لکھنؤ۔

ترک عالموں اور شاعروں کی قلمی کاوشوں اور ادبی نگارشات سے ترک شناسی سے دلچسپی پیدا ہوئی۔ روس میں ۱۹۰۵ء کے انقلابی واقعات کے جلو میں جن میں روسی، چینی جنگ (۱۹۰۴-۵ء) میں روسی شہنشاہیت کی ہزیمت و شکست کو بھی خاصا دخل تھا۔ ترک تاتاری مسلمانوں میں ان کے "روشن خیال" طبقے نے "ترکیت" کی تحریک کا آغاز کیا۔ اس سلسلے میں اسمٰعیل کاس پرنسکی جین زادہ علی اور یوسف آقچورہ وغیرہ نے روسی علاقوں سے ترکِ وطن کر کے استنبول اور انقرہ جیسے شہروں میں تورانی کے مراکز قایم کیے۔ لیکن ہم ضیا گو کلپ (۱۹۲۲ء) کو تحریک اتحاد تورانی کا سب سے بڑا ترجمان کہہ سکتے ہیں۔ جس نے اس کے نظریاتی پہلو کو اپنی نثری و شعری کاوشوں کے ذریعہ واضح کرنے کی کوشش کی اور توران کی پراسرار سرزمین کے گیت گا کر ترکوں کے دل میں اتحاد ترکی کے جذبے کی آبیاری کی۔ ضیا گو کلپ کے نزدیک کسی قوم کے افراد وہی ہو سکتے ہیں جو زبان، مذہب اخلاقیات اور جمالیات کے ایک مضبوط رشتہ میں بندھے ہوں۔ وہ اپنی زندگی کے آخری ایام میں یہ بات صاف کہتا تھا کہ توران ایک نام ہے جس میں صرف ترک قبائل شامل ہیں۔

پین تورانی تحریک کا اصل مقصد یہ تھا کہ ترکستان یعنی وسط ایشیا سے لے کر ایشیائے کوچک اور بحیرہ روم کے مشرقی ساحلی علاقوں اور جزیروں اور بحیرہ اسود کے ساحل کے قریب کے علاقوں میں آباد تمام آغوز ترکوں کو متحد کیا جائے۔ یہ جو پہلی جنگِ عظیم کے دوران ترک فوج کے بعض دستوں نے مشرق کی طرف رخ کیا تھا اور انور پاشا نے ایک خالص ترک سلطنت کے خواب کی تعبیر کی تلاش میں جان دی تھی یہ سب اسی تحریکِ اتحاد تورانی (PAN - TURANISM) کا شاخسانہ تھا۔

---

[۱] ضیا گو کلپ کے متعلق کلیات مکاتیب اقبال جلد دوم ص ۹۱۶ ملاحظہ کیجیے۔

مآخذ :

بصد شکریہ :

پروفیسر ضیاالحسن فاروقی صاحب، جامعہ نگر، نئی دہلی۔

# الدرّ منثور

اس عربی کتاب کا پورا نام "الدرّ منثور فی التفسیر الماثور"، ہے۔ اس کتاب کے مصنف علامہ جلال الدین عبدالرحمٰن ابن ابی بکر السیوطی (۸۴۹ ھ-۹۱۱ ھ) تھے۔ علامہ سیوطی نے وہ تمام احادیث جن کا تعلق قرآن پاک کی تفسیر سے ہے "ترجمان القرآن فی التفسیر المسند" میں جمع کی تھیں (یہ کتاب قاہرہ سے ۱۳۱۴ ہجری میں شائع ہو چکی ہے) پھر خود ہی اس کتاب کا خلاصہ "الدرّ منثور فی التفسیر الماثور" کے نام سے کیا۔ جس میں انھوں نے صرف ادبی مآخذ کا ذکر کیا ہے مگر اسناد کو حذف کر دیا ہے۔ یہ کتاب قاہرہ سے ۶ جلدوں میں ۱۳۱۴ ہجری میں شائع ہوئی ہے۔ اس میں احادیث و آثار صحابہ کو بنیاد بنا کر قرآنی آیات کی تفسیر لکھی گئی ہے۔ 'در منثور' میں عام تفاسیر کی طرح تسلسل نہیں ہے کیونکہ انھی آیات کو لیا گیا ہے جن کے متعلق مصنف کو مواد مل سکا۔ بقیہ آیات کو چھوڑ دیا گیا ہے۔ کہیں کہیں حسبِ ضرورت واقعات کی تشریح میں بطور استناد قدیم عربی شعراء کے کلام کا سہارا لیا گیا ہے جو عربی لغات و الفاظ کی تحقیق کا موثر ترین طریقہ سمجھا جاتا ہے۔

جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر سیوطی عہد ممالیک کے مشہور عالم اور کثیر التصانیف مصنف تھے۔ وہ قاہرہ میں ۸۴۹ ھ میں پیدا ہوئے۔ انھوں نے وہاں کے مشہور اساتذہ سے تفسیر، حدیث، فقہ، نحو و معانی و بیان اور طب وغیرہ کی کتابیں پڑھیں۔ وہ البلقینی کے مشہور شاگردوں میں ہیں۔ ۸۶۹ ھ میں سارے علوم کی تکمیل کے بعد وہ شیخونیہ کی درسگاہ میں اپنے والد کی جگہ تدریس پر مامور ہوئے۔ ۸۹۱ ھ میں وہ مدرسۂ البیبرسیہ میں منتقل ہو گئے لیکن ۹۰۶ ھ میں وہ اس منصب سے سبکدوش ہو کر اپنا سارا وقت تالیفات

وتصنیفات میں صرف کرنے لگے۔ سیوطی کے علمی وادبی مشاغل کی، جن کا آغاز ان کی عمر کے سترھویں سال ہی میں ہوگیا تھا، ایک نمایاں خصوصیت ان کی غیر معمولی ہمہ گیری ہے۔ وہ بڑے جامع العلوم عالم اور وسیع النظر مصنف تھے۔ براکلمان نے ان کے کتب ورسائل کی تعداد ۴۱۵ بتائی ہے جو اس کی تاریخ ادب عربی کے تکملے میں بیس صفحات پر پھیلی ہوئی ہیں۔ فلوگل نے تعداد تصانیف ۵۶۱ لکھی ہے اور ایک متاخر مصنف نے ۵۰۶۔ لیکن اصل تعداد اس سے بھی زائد ہو تو عجب نہیں۔ سیوطی نے علوم کے تمام شعبوں میں طبع آزمائی کی ہے ان کی بعض تصانیف فی الواقع بہت قیمتی ہیں۔ دائرۂ معارف اسلامیہ میں ان کی مطبوعہ کتابوں کی فہرست درج ہے۔ ان کی مشہور مطبوعہ کتابوں میں تفسیر جلالین (باشتراک جلال الدین المحلی متوفی ۸۶۴ھ) تفسیر الاتقان، الجامع الصغیر، المزہر، شرح شواھد المغنی، حسن المحاضرۃ فی اخبار مصر والقاہرۃ، تاریخ الخلفاء، لغبیۃ الوعاۃ، طبقات المفسرین اور مذکورہ بالا تفسیر قرآن اور اس کا خلاصہ قابل ذکر ہیں۔ سیوطی نے قاہرہ میں ۹۱۱ھ میں وفات پائی۔

ماخذ :


۱ اردو دائرۂ معارف اسلامیہ ۱۱/ ۵۳۷۔۵۴۱)۔

۲ درمنثور۔ جلد پنجم دارالمیمنہ، قاہرہ، مصر، ۱۳۱۳ھ ص۔ ۳۶۸

۳ شکریۂ خاص:

پروفیسر مختار الدین احمد صاحب، علی گڑھ۔


نوٹ: اس کتاب کے مصنف علامہ سیوطی پر حاشیہ ملاحظہ ہو

# السیف المسلول علی شاتم الرسول

"السیف المسلول علی شاتم الرسول" نام کی کوئی کتاب نہیں ہے۔ علامہ سید سلیمان ندوی کی مراد بظنّ غالب، "الصارم المسلول علی شاتم الرسول" سے ہے۔ جو امام ابن تیمیہ کی تصنیف ہے۔ یہ کتاب دائرۃ المعارف حیدر آباد سے ۱۳۲۲ ہجری میں شائع ہوئی۔ یہ کتاب چار مسایل پر مرتب ہے جس میں پہلا مسئلہ ہے "انّ السّاب یُقتل سوار کان مسلماً اُو کافراً" (پیغمبرِ خدا کا شاتم مسلمان ہو یا کافر واجب القتل ہے)، الصارم اور السیف، دونوں لفظ ہم معنی ہیں۔ قیاس ہے کہ سید صاحب کو سہو ہوا "الصارم المسلول" کی جگہ "السیف المسلول" لکھ گئے۔

مآخذ: بہ شکریہ خاص۔ پروفیسر مختار الدین احمد صاحب، علی گڑھ

امام ابن تیمیہ پر نوٹ کلیاتِ مکاتیبِ اقبال جلد دوم ص ۷۳۲ پر ملاحظہ ہو۔

(مولّف)

(نظریۂ) بروز

## مرزا غلام احمد قادیانی کے دعویٰ نبوت کے ضمن میں

بروز لفظ برز سے مشتق ہے جس کے معنی ظاہر ہونے کے ہیں۔ مسئلہ بروز مرزا غلام احمد قادیانی کے اس دعویٰ سے متعلق ہے کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کامل بروز ہوں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین تھے۔ مرزا غلام احمد قادیانی اس کے معنی اس حدیث کے تعلق سے نہیں متعین کرتے کہ 'لا نبی بعدی' بلکہ یہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلعم کی نبوت پر قیامت تک مُہر لگ گئی ہے (اس لفظ کا مفہوم ان کے ذہن میں ہو گا)۔ پھر وہ کچھ اس طرح کی بات کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے روزِ ازل یہ ارادہ کر لیا تھا کہ وہ حضور کے گوناگوں کمالات کے اظہار و اثبات کے لیے ایک ایسے شخص کو جو آنحضرت صلعم کا صحیح معنوں میں تتبع اور پیرو ہو، الہامات والہی مخاطبات سے اس طرح نوازے گا کہ اس کا وجود ظلّی طور پر نبوتِ محمدیہ کے نور سے منور ہو جائے گا۔ ان کے اسی مزعومہ پر ان کا یہ دعویٰ مبنی تھا کہ وہ ظلّی طور پر نبی ہیں یعنی نبوتِ محمدیہ ان کے آئینۂ نفس میں منعکس ہو گئی ہے، گویا وہ اپنے آپ کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا بروزی وجود سمجھتے تھے۔ غالباً وہ یہ دعویٰ اس لیے کرتے تھے کہ وہ یہ بتائیں کہ انبیاء کی طرح وہ بھی خدا سے علمِ غیب پانے کے اہل ہیں۔ ان کو یہ یقین تھا یا وہ دوسروں کو یقین دلانا چاہتے تھے کہ وہ بروز محمدی جو موعود تھا وہ میں ہوں۔ ایک بروزِ محمدی جمیع کمالات محمدیہ کے ساتھ آخری زمانے کے لیے مقدّر تھا، سو

وہ ظاہر ہو گیا۔

مزید تفصیلات کے لیے "قادیانی مذہب" از پروفیسر الیاس برنی ملاحظہ ہو۔

مآخذ :

بصد شکریہ :

پروفیسر ضیا الحسن فاروقی صاحب، جامعہ نگر، نئی دہلی۔

# (علاقہ) برار اور نظام دکن

نظام دکن اور انگریزوں کے درمیان ۵ر جون ۱۸۵۳ء کو ایک معاہدہ ہوا تھا. جس کی رو سے نظام نے وادی برار، بالا گھاٹ اور رائچور کے علاقے انگریزوں کے حوالے کر دئے. برار کا علاقہ نہایت زرخیز ہے اور وہاں کپاس کی کاشت ہوتی ہے. دراصل نظام نے انگریزوں سے قرض لیا تھا جس کی ادائیگی کی صورت یہ مقرر ہوئی تھی کہ انگریزوں نے اپنی ایک رجمینٹ تعینات کر دی جس کے تمام اخراجات نظام کو برداشت کرنا تھا. بعدازاں نظام نے برار کے علاقے کی واپسی کا مطالبہ کیا کہ یہ علاقہ ریاست حیدر آباد کا ایک حصّہ خیال کیا جاتا تھا. اس دعویٰ کو برقرار رکھنے کے لیے نظام کے سب سے بڑے بیٹے کو "پرنس آف برار" کہا جاتا تھا. جس طرح شہنشاہ انگلستان کے بڑے بیٹے کو "پرنس آف ویلز" کہا جاتا ہے. بہر کیف انگریزوں کو برار کا علاقہ نظام کو نہ واپس کرنا تھا نہ انھوں نے کیا. بعد میں بالا گھاٹ اور رائچور کے اضلاع مدراس پریسیڈنسی میں شامل ہو گئے اور اب ریاست کیرلہ میں ہیں اور برار ریاست مہاراشٹر میں ہے.

مآخذ :

سروجنی راگنی. نظام. برٹش ریلیشنز ۱۷۲۴ - ۱۸۵۷. بک لورز پرائیویٹ لمیٹیڈ، حیدر آباد ۱۹۶۳ء ص. ۲۵۹-۲۹۹.

SAROJINI RAGANI NEZAM - BRITISH RELATIONS BOOK LOVERS RRIVATE LTD

HYDERABAD - 1963

# پین تورانی تحریک PAN - TURANISM

پین تورانی تحریک ( PAN - TURANISM ، یعنی اتحاد تورانی نیم ثقافتی، نیم سیاسی تحریک تھی۔ انیسویں صدی کے آخری دھائی میں جب نیشنلزم کے نظریہ کو فروغ ملنا شروع ہوا اور مغربی یورپ کے مختلف ملکوں میں ابھرتے ہوئے سرمایہ داری نظام نے اس نظریہ کا سہارا لے کر علاقائی توسیع پسندی کے خیالات کی اشاعت کی تو ترکوں میں بھی "ترکیت" یا ترک قومیت کے رجحان کو تقویت ملنی شروع ہوئی۔ یہی وہ دور ہے جب "پین جرمن ازم" "پین ہیلن ازم" اور "پین سلاوزم" PAN - GERMANISM PAN - HELLENISM AND PAN SLAVISM کی صدائیں یورپ کی سیاسی فضا میں گونجیں۔

اس کا اثر ترکوں کی جدید نسل پر پڑا اور ترک نیشنلزم کا تصور ابھرا۔ پھر جب خاص طور پر "پین سلاوزم" اور "پین ہیلنزم" کو پہلے روس اور برطانیہ دونوں سے تائید ملی اور کھلم کھلا ترکوں کو یورپ سے نکال دیئے جانے کی بات کی جانے لگی تو ترکوں پر اس کا شدید ردعمل ہوا۔

عرب دنیا بھی نیشنلزم کے تصور سے کہاں بچ سکتی تھی۔ ان کی "عربیت" بمعنی PAN - ARABISM ، بھی جاگ اٹھی۔ خاص طور پر مصر اور شام کے علاقوں میں "عربیت" کے حامیوں کی ایک جماعت ابھری۔ اسی دور میں مغربی یورپ کی طاقتوں خاص طور پر برطانیہ نے "پین اسلامزم" کا ہوا کھڑا کیا جسے سلطان عبدالحمید ثانی نے اپنے سیاسی مصالح کے لیے اپنے خاص رنگ میں استعمال کیا۔ سلطان کا خیال تھا کہ وہ اس کے سہارے خلافت اسلامیہ اور نظریۂ "عثمانیت" ( OTHMANISM ) کو مستحکم کر سکیں گے۔ اس زمانہ میں

---

لہ اتحادِ المانی ، اتحادِ یونانی اور اتحادِ اقوام سلاو ۔

# تکملۃ مجمع بحار الانوار

مجمع بحار الانوار، شیخ محمد طاہر الفتنی (۹۱۰ھ - ۹۸۶ھ) کی اہم تصانیف میں ہے۔ مصنف نے بعد کو اس کتاب کا ضمیمہ لکھا جس کا نام تکملۃ مجمع البحار ہے۔ یہ کتاب اللہ اور احادیث رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مشکل الفاظ کی بہت مفید مختصر لغوی تشریح ہے۔ علمائے محدثین اس کی اہمیت کے معترف ہیں اور اسے صحاح ستہ کی طرح اسلامی ہند کا مایۂ ناز کارنامہ سمجھتے ہیں۔ الفاظ کی ترتیب حروف تہجی پر ہے۔ مصنف کے پیش نظر اور کتابیں بھی رہی ہیں لیکن جیسا کہ انھوں نے مقدمۂ کتاب میں لکھا ہے اس کی تالیف کے سلسلے میں ابن الاثیر الجزری (۵۴۴ - ۶۰۵ھ) کی تصنیف "النہایۃ فی غریب الحدیث" کو اپنی تصنیف کی بنیاد بنایا ہے اس لیے کہ ابن الاثیر غریب الحدیث کے فن میں دوسرے علما پر فائق ہیں۔ ان کے مصادر میں شرح حصن الحصین، شرح ابن ماجہ، شرح السنۃ مصنفہ علامہ بغوی، حاشیۂ ازہری، حاشیۂ ترمذی، جناح النجاح، شرح مسلم، شرح شفا، وغیرہا قابل ذکر ہیں۔ کہیں کہیں مصنف نے اپنی طرف سے معلومات میں اضافے کیے ہیں۔ یہ کتاب مطبع نول کشور سے ۱۸۶ صفحات پر شائع ہوئی ہے۔ سال طبع موجود نہیں۔

اس کتاب کے مصنف شیخ محمد طاہر الفتنی (پٹنی) (۹۱۰ھ ۹۸۶ھ) کا پورا نام جمال الدین محمد بن طاہر الصدیقی الفتنی ملک الحدیث ہے جو گجرات کے شہر پٹن (نہر والہ) کے رہنے والے تھے ہندوستان کے ممتاز محدثین میں گزرے ہیں۔ وہ بوہروں کے ایک متمول خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ بہت کم عمری میں حافظِ قرآن ہوئے۔ انھوں نے ہندوستانی علما سے علوم و فنون میں براعت حاصل کی۔ پھر ۹۴۴ھ میں حدیث

کی تکمیل کے لیے وہ حرمین شریف گئے۔ شیخ ابو عبداللہ الزبیدی، شیخ عبداللہ العدنی، شیخ ابوالحسن بکری المکی، شیخ عبداللہ العیدروس، شیخ عبداللہ المکی سے انھوں نے علمی فیوض حاصل کیے اور ابن حجر الہیثمی اور شیخ علی متقی ہندی مصنف 'کنز العمال' جیسے بلند پایہ اور مشہور عالم محدثین کے سامنے انھوں نے زانوے تلمذ تہ کیا۔ وہاں سے ۹۵۰ھ میں واپس آکر وہ حدیث شریف کی تدریس اور تالیف و تصنیف میں مشغول ہوگئے۔ یہ حدیث و رجالِ حدیث کے بڑے متبحر عالم تھے۔ بوہروں اور مہدویوں کی بعض بدعتوں اور رسوم کے خلاف انھوں نے مہم چلائی اور ان کے عقائد باطلہ کی تردید میں زندگی بھر مشغول رہے۔ مہدویوں نے جب وہ شہنشاہ اکبر سے استمداد کے لیے اکبرآباد جا رہے تھے، انھیں اجین اور مالوہ کے درمیان سارنگ پور میں جب وہ نماز تہجد ادا کر رہے تھے شہید کر دیا۔ تاریخ وفات ۶ شوال ۹۸۶ھ ہے۔ ان کی تصانیف حسب ذیل ہیں :

مجمع بحار الانوار فی غرائب التنزیل و لطائف الاخبار۔ مطبوعہ لکھنؤ ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۳۱۴ھ۔ المغنی فی اسماء رجال الحدیث۔ مطبوعہ دہلی ۱۳۰۲ھ۔ ابن حجر العسقلانی کی 'تقریب التہذیب' کے حاشیے پر یہ کتاب چھپی ہے۔ دہلی ۱۲۹۰ھ ۱۳۰۲ھ۔

تذکرۃ الموضوعات : اس میں موضوع احادیث کا ذکر ہے۔ شرف الدین الکتبی نے بمبئی سے ۱۳۴۲ھ میں شائع کی ہے۔

قانون الموضوعات : اس کتاب میں ان راویوں کے نام حروف تہجی کے اعتبار سے جمع کر دیے ہیں جو موضوع حدیثیں روایت کرتے تھے۔ یہ قاہرہ سے شائع ہو چکی ہے۔

مصادر :

صدیق حسن خاں : ابجد العلوم ص ۸۹۵ مطبوعہ بھوپال ۱۲۹۶ھ

خیرالدین الزرکلی : الاعلام ۶/ ۱۷۲ مطبوعہ قاہرہ ۱۹۶۶ء
یوسف سرکیس : معجم المطبوعات العربیہ ص ۱۶۷۰ - ۱۹۷۱، مطبوعہ مصر ۱۹۲۸ء
اردو دائرہ معارف اسلامیہ ۱۹/ ۳۹ مطبوعہ لاہور ۱۹۸۶ء

بصد شکریہ : پروفیسر مختارالدین احمد صاحب، علی گڑھ

# تصور وطن وملت پر مولانا حسین احمد مدنی سے اختلاف

۸ر جنوری ۱۹۳۸ء کو مولانا حسین احمد مدنی نے دہلی کے ایک جلسہ میں تقریر کی. جس کا اختصار ۹ر جنوری کو روزنامہ "انصاری" میں شائع ہوا. بعد میں "الامان" اور "وحدت" نے بھی یہی تقریر کسی قدر ترمیم کے ساتھ شائع کی. بعد میں اسے "انقلاب" اور "زمیندار" نے نقل کرتے ہوئے یہ بھی لکھ دیا کہ مولانا حسین احمد مدنی دیوبندی نے مسلمانوں کو یہ مشورہ دیا کہ چونکہ زمانے میں قومیں وطن سے بنتی ہیں مذہب سے نہیں بنتی ہیں۔ اس لیے مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اپنی قومیت کی بنیاد وطن کو بنائیں۔ جب یہ "انقلاب" اور "زمیندار" علامہ اقبال کی نظر سے گزرے تو انھوں نے کسی تحقیق کے بغیر یہ تین اشعار سپردِ قلم کردئے.

عجم ہنوز نہ داند رموز دیں ورنہ
ز دیو بند حسین احمد ایں چہ بوالعجبی است
سرود بر سر منبر کہ ملت از وطن است
چہ بے خبر ز مقام محمدؐ عربی است
بہ مصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ او نہ رسیدی تمام بولہبی است

ترجمہ:

(ایسا معلوم ہوتا ہے کہ) عجمی لوگ ابھی دین اسلام کی حقیقت سے آگاہ نہیں ہوئے ورنہ یہ بڑی عجیب بات ہے کہ (دارالعلوم) دیوبند کے شیخ الحدیث حسین احمد مدنی ہوں

(جو مسلمانوں کو ایسی بات کی تلقین کرتے ہیں جو سراسر اسلامی روح کے خلاف ہے۔)

۲۔ وہ منبر سے (اپنے خطبہ میں)، فرماتے ہیں کہ قوم وطن سے بنتی ہے۔ (افسوس) وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے موقف سے کتنے بے خبر ہیں!

۳۔ خود کو حضرت محمد مصطفیٰ ؐ تک پہنچا دو (ان کی تعلیمات کو حرزِ جاں بناؤ) کہ تمام دین انہی کی ذات مبارک ہے۔ اگر ان تک نہ پہنچے (اگر ان کی تعلیمات سے استفادہ نہ کیا)، تو باقی جو کچھ ہے وہ سب بولہبی (بے دینی اور اسلام دشمنی) ہے۔

ان اشعار کا شائع ہونا تھا کہ بحث و تمحیص کے دروازے کھل گئے معترضین نے ان اشعار کا اشعار میں جواب دیا۔ کتابچے شائع کر دیئے، مضامین لکھے۔ ایک صاحب مولانا عبدالرشید نسیم تھے جن کا قلمی نام طالوت تھا اور علامہ اقبال سے گہری عقیدت رکھتے تھے۔ چونکہ انھوں نے دارالعلوم دیوبند میں مولانا حسین احمد مدنی سے بھی استفادہ کیا تھا اس لیے ایک طرح سے ان کے طرفدار بھی تھے۔ علامہ اقبال کے ان اشعار سے ان کو صدمہ پہنچا۔ انھوں نے علامہ اقبال کی خدمت میں ایک طویل عریضہ ارسال کیا جو درج ذیل ہے:

مطاع و محتشن اسلامیان

السلام علیکم

اگرچہ میرا یہ درجہ نہیں ہے کہ آپ سے شرف مخاطبت حاصل کرسکوں مگر الضرورات مبیح المحذورات کی بنا پر باوجود اس علم کے کہ آپ کی طبیعت ناز ساز رہتی ہے تکلیف دینے کی معافی چاہتا ہوں۔ امید ہے کہ آپ اخلاق کریمہ کی بنا پر اپنے اوقات ثمینہ میں سے دو چار منٹ نکال کر میرے عریضے کو پڑھنے اور اس کے جواب کی زحمت برداشت کریں گے۔

مولانا حسین احمد صاحب قبلہ کے متعلق آپ کی نظم عجم ہنوز نداند ...... الخ، "احسان" میں چھپی اور اس سے پہلے "احسان"، "زمیندار"، "انقلاب" میں ان کے خلاف متواتر پروپیگنڈہ بھی کیا جاتا رہا۔ میں نے مولانا کو ایک نیاز نامہ میں اس نظم

اور اس پروپیگنڈہ کی طرف توجہ دلائی۔ اس کے جواب میں انھوں نے از راہِ شفقت ایک مفصل تحریر بھیجی جس کے اہم اقتباسات درج ذیل ہیں:

"میں نے بعض ضروری مضامین کے بعد ملک کی حالت بیرونی ممالک اور غیر اقوام نیز اندرون ملک میں آزادی کی ضرورت کا تمہیدی مضمون شروع کیا تو کہا کہ "موجودہ زمانے میں قومیں اوطان سے بنتی ہیں نسل یا مذہب سے نہیں بنتیں۔ دیکھو انگلستان کے بسنے والے سب ایک قوم شمار کیے جاتے ہیں حالانکہ ان میں یہودی بھی ہیں، نصرانی بھی، پروٹسٹنٹ بھی ہیں، کیتھولک بھی، یہی حال امریکہ، فرانس، جاپان وغیرہ کا ہے، الخ جو کہ جلسہ درہم برہم کرنے کے لیے آئے تھے اور موقع چاہ رہتے تھے، انھوں نے شور مچانا شروع کیا۔ میں اس وقت یہ نہیں سمجھ سکا کہ وجہ شور کی کیا ہے۔ جلسہ جاری رکھنے والے لوگ اور وہ چند آدمی جو کہ شور و غوغا چاہتے تھے سوال و جواب دیتے رہے۔ اور چپ رہو وغیرہ کے الفاظ سنائی دیتے، اگلے روز "الامان" وغیرہ میں چھپا کہ حسین احمد نے تقریر میں کہا ہے کہ قومیت وطن سے ہوتی ہے، مذہب سے نہیں ہوتی اس پُرشور و غوغا ہوا۔ اس کے بعد اس میں اور دیگر اخباروں میں سب و شتم چھا پا گیا۔ کلام کے ابتدا اور انتہا کو حذف کر دیا گیا اور کوشش کی گئی تھی کہ عام مسلمانوں کو ورغلایا جائے۔ میں اس تحریف اور اتہام کو دیکھ کر چپکا ہو گیا۔ تقریر کا بڑا حصہ 'انصاری' اور 'تیج' میں چھپا۔ مگر اس کو کسی نے نہیں لیا۔ "الامان" اور "وحدت" سے "انقلاب" اور "زمیندار" نے لیا۔ اور اپنے دلوں کی بھڑاس نکالی ۸؍ جنوری کے "انصاری" اور 'تیج' کو ملاحظہ فرمائیے۔ میں نے یہ ہرگز نہیں کہا کہ مذہب و ملت کا دار و مدار وطنیت پر ہے، یہ بالکل ہی افترا اور دجل ہے "احسان" مورخہ ۱۲؍ جنوری کے صفحہ ۳ پر بھی میرا قول یہ نہیں بتایا گیا بلکہ یہ کہا گیا کہ "قوم یا قومیت کی اساس وطن پر ہوتی ہے اگرچہ یہ بھی غلط ہے مگر یہ ضرور تسلیم کیا گیا ہے کہ مذہب و ملت کا مدار وطنیت پر ہونا، میں نے نہیں کہا، شملہ کی چوٹیوں اور نئی دہلی سے تعلق رکھنے والے ایسا افترا اور اتہام کرتے ہی رہتے ہیں اس قسم کی تحریفیں اور سب و شتم ان کے فرائض منصبہ میں سے ہیں، مگر سر اقبال جیسے مہذب اور

متین شخص کا ان کی صف آجانا ضرور تعجب خیز امر ہے۔ ان سے میری خط وکتابت نہیں، مجھ جیسے ادنیٰ ترین ہندوستانی کا ان کی عالی بارگاہ تک پہنچنا اگر محال نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ اگر غیر مناسب نہ ہو تو ان کی عالی بارگاہ میں یہ شعر ضرور پہنچا دیجئے۔

ہنیأً مریئاً غیر داء مخامر
لعزۃ من اعراضنا ما استحلت

افسوس کہ سمجھ دار اشخاص اور آپ جیسے عالی خیال تو جانتے ہیں کہ مخالفت کی بنا پر اخبار ہر قسم کی ناجائز اور ناسزا کارروائیاں کرتے رہتے ہیں، ان پر ہرگز اعتماد ایسے امور میں نہ کرنا چاہیے اور سر اقبال موصوف جیسے عالی خیال اور حوصلہ مند مذہب میں ڈوبے ہوئے تجربہ کار شخص کو یہ خیال نہ آیا۔ نہ تحقیق کرنے کی طرف توجہ فرمائی آیت۔ "اِن جاءک م فاسق بنبأٍ فتبیّنوا الایۃ" گویا ان کی نظر سے نہیں گزری۔ اگر میری تقریر کے سیاق و سباق کو حذف بھی کر دیا جائے اور عبارت میں تحریف کر کے حسب اعلان جریدہ "احسان" قوم یا قومیت کی اساس وطن پر ہوتی ہے۔" تب بھی میں نے کب کہا کہ ملّت یا دین کی اساس وطن پر ہے۔ اس کے علاوہ تقریر میں تو اسلامی تعلیم اور نظریے کا ذکر بھی نہیں تھا۔"

یہ مولانا کی تقریر کے وہ اقتباس ہیں جو میرے نزدیک ضروری تھے کہ آپ کی نظر سے گزر جائیں۔ جہاں تک میرا خیال ہے مولانا کی پوزیشن صاف ہے اور آپ کی نظم کی اساس غلط پروپیگنڈے پر ہے آپ کے نزدیک بھی اگر مولانا بے قصور ہوں تو مہربانی فرما کر اپنی عالی ظرفی کی بنا پر اخبارات میں ان کی پوزیشن صاف فرمائیے بصورتِ دیگر مجھے اپنے خیالات سے مطلع فرمائیے تاکہ مولانا سے مزید تشفی کر لی جائے۔ ہمارے جیسے نیاز مند جو دونوں حضرات کے عقیدت کیش ہیں، دوگونہ رنج و عذاب میں مبتلا ہیں امید کہ باوجود عدیم الفرصتی کے ہمیں اس ورطۂ حیرانی سے نکالنے میں آیہ رحمت ثابت ہوں گے۔

طالوت

یہ خط علامہ اقبال کو ۱۵ / فروری ۱۹۳۸ء کو موصول ہوا۔ نذیر نیازی علامہ کے حاضر باشوں میں تھے۔ علامہ اقبال چونکہ شدید علیل تھے اور بصارت میں بھی کمی آ گئی تھی۔ اس لیے وہ اپنے بیشتر خط نذیر نیازی سے انشا کرواتے تھے۔ چنانچہ ۱۶ / فروری کی دوپہر کو علامہ اقبال نے نذیر نیازی سے کہا "حضرت طالوت مولانا سے دریافت کریں کہ ان کے ارشاد کی حیثیت مشورے کی ہے یا امر واقعی کے اظہار کی۔ پھر کہا مولانا کے خیالات کے متعلق ایک پورا مضمون میرے ذہن میں ہے اس کا قلم بند ہونا ضروری ہے۔ چنانچہ علامہ اقبال کی جانب سے مولانا طالوت کو ۱۶ / فروری ۱۹۳۸ء کو یہ اطلاع دینے کے لیے خط لکھا گیا (جو اس جلد میں شامل ہے) اس خط کے دوسرے روز ۱۸ / فروری ۱۹۳۸ء کو علامہ اقبال نے طالوت کے نام ایک اور خط لکھوایا۔ (اس مجموعہ میں شامل ہے) جس میں واضح کیا گیا کہ جو اقتباسات انھوں نے مولانا حسین احمد مدنی کے خط کے درج کیے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ مولوی صاحب نے فرمایا کہ "آج کل قومیں اوطان سے بنتی ہیں" ان کا مقصود ان الفاظ سے صرف ایک امر واقعہ کا بیان کرنا ہے تو تو اس پر کسی کو اعتراض نہیں ہو سکتا کیونکہ فرنگی سیاست کا یہ نظریہ ایشیا میں بھی مقبول رہا ہے۔ البتہ اگر ان کا مقصد یہ تھا کہ "ہندی مسلمان بھی اس نظریے کو قبول کر لیں تو پھر بحث کی گنجائش باقی رہ جاتی ہے۔"

اس خط کے فوری بعد علامہ اقبال کا ایک مراسلہ روزنامہ "احسان" لاہور میں شائع ہوا۔ جس کے نتیجے میں مولانا حسین احمد مدنی اور علامہ اقبال میں پیدا ہونے والی غلط فہمی دور ہو گئی۔ (علامہ اقبال کا یہ مراسلہ بھی شامل مجموعہ ہے۔)

مآخذ :

عبدالروف عروج ۔ رجال اقبال ص ۳۱۱ ۔ ۳۱۷ ۔

# سیاحت نامہ ابراہیم بیگ

یہ زین العابدین مراغہ کی تصنیف ہے۔ایک ایسے ایرانی کی داستانِ سفر ہے جو ایران سے باہر پرورش پاتا ہے اور وطن کی کشش میں لوٹتا ہے تو اپنے وطن کی پسماندگی اور زوال پذیر معاشرہ کو دیکھ کر تڑپ اٹھتا ہے۔اس میں قاچاری بادشاہوں کے مظالم اور عوام کے رنج و غم و برداشت کی داستان ہے۔ بیسویں صدی کے آغاز میں مشروطیت سے قبل مظفرالدین شاہ قاچاری کے عہد کی ستم رانیوں کے قصّے قلم بند کیے گئے ہیں۔ جن کو سفرنامہ کی شکل میں "ابراہیم بیگ" کے فرضی نام سے بیان کیا ہے۔

اس کی زبان سادہ اور رواں ہے۔ مصر اور ترکی میں مقیم ایرانیوں میں متداول اصطلاحات کو بہت ہی عمدہ طریقہ سے استعمال کیا گیا ہے۔

اس کا سال اشاعت ۱۳۲۱ ہجری ہے اور مقصد ظلم و ستم کے خلاف آواز بلند کرنا تھا۔

مآخذ :

سید مظفر حسین برنی۔ علامہ اقبال کے ایک نئے مکتوب الیہ، سالنامہ "نقوش" ۱۹۹۱ء، شمارہ نمبر ۱۳۹، لاہور، ص۔ ۶۳۱۔

# شیخ عطاء اللہ کی کتاب

شیخ عطاء اللہ (مرتب 'اقبال نامہ، حصہ اول و حصہ دوم) کی کتاب کا نام
THE CO-OPERATIVE MOVEMENT IN THE PUNJAB
"پنجاب میں تحریک امداد باہمی تھا" جسے
GEORGE ALLEN AND UNWIN (جارج ایلن اینڈ الون) لندن نے ۱۹۳۷ء میں
شائع کیا۔ کتاب H. CALVERT (ایچ کالورٹ) کے نام معنون ہے۔ اس پر
سی۔ اے نے (C A FAY) ریڈر اکیونک ہسٹری کیمبرج یونیورسٹی کا لکھا ہوا مقدمہ
درج ہے۔ شیخ عطاء اللہ کی تمہید بھی شریک اشاعت ہے۔ جس کی تاریخ تحریر ۱۸ دسمبر
۱۹۳۶ء ہے۔

شکریہ خاص۔ پروفیسر مختار الدین احمد صاحب، علی گڑھ۔

# عول

عول کے لفظی معنی زیادتی کے ذریعے انحراف یہ علم فرائض کی اصطلاح ہیں کسی ورثے کی تقسیم ہیں مکسور حصوں کی تقسیم کے وقت وارثوں کے مجموعے حصے کے ایک اکائی سے بڑھ جانے کی صورت ہیں مشترک مقسوم علیہ کو بڑھا دینا۔ اس طریقۂ عمل سے قدرتی طور پر انفرادی حصوں پر یہ اثر پڑتا ہے کہ ان کی رقم گھٹ جاتی ہے۔ اہلِ السنۃ والجماعۃ کی فقہ میں عول کے مسئلے کو تسلیم کیا جاتا ہے۔ ریاضی بھی اسے تسلیم کرتے ہیں، لیکن وہ اس کی ابتدا حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے منسوب کرتے ہیں۔ اس کے برعکس اثنا عشری شیعیوں نے اس اصولِ تقسیم کو مسترد کردیا ہے اور وہ اس کے بدلے بیٹی (یا بیٹیوں) یا ایک جدی رشتہ داروں کا حصہ تو کم کردیتے ہیں لیکن سگی بہن (یا بہنوں) کا حصہ کم نہیں کرتے۔

مآخذ :

اردو دائرۂ معارف اسلامیہ لاہور جلد ۱۴/ ۲ (لاہور ۱۹۸۴ء)

# مکتوب بنام محمود افشار محررہ ۲۴ ؍ جنوری ۱۹۳۶ء

ڈاکٹر محمود افشار اپنی کتاب "گفتار ادبی" حصہ دوم میں رقم طراز ہیں:

"سنہ ۱۳۱۴ء شمسی (۱۹۳۶ء) میں جب میں بمبئی اور آگرہ گیا تھا میرا ارادہ لاہور بھی جانے کا تھا تاکہ ہندوستان کے فارسی زبان کے شاعر ڈاکٹر محمد اقبال سے جو وہیں رہتے تھے ملاقات کروں۔ لیکن اس ارادے میں کامیابی نہ ہو سکی۔ ڈاکٹر محمد اسحاق جو کلکتہ یونیورسٹی میں فارسی کے استاد تھے ان کے توسط سے موصوف (ڈاکٹر اقبال)، سے خط و کتابت کے ذریعہ شناسائی ہو چکی تھی۔ انھوں نے ایک خط انگریزی میں لکھ کر مجھے لاہور آنے کی دعوت دی تھی۔ اور ساتھ ہی اپنی کتاب "پیام مشرق" جو ان کے فارسی اشعار پر مشتمل تھی میرے لیے بھیجی۔ اس کے شکریہ میں، میں نے درج ذیل اشعار کہہ کر ان کے پاس بھیجے۔ ان کے مکتوب کا عکس جو خود ان کے اپنے خط میں تھا ان کی اہم ادبی، سماجی اور سیاسی شخصیت کی بنا پر شامل کیا جا رہا ہے۔ تعجب نہ کریں کہ باوجود اس کے کہ وہ فارسی میں شعر کہتے تھے انھوں نے خط انگریزی میں لکھا۔ پروفیسر اسحاق کا بھی خط انگریزی ہی میں تھا۔ البتہ یہ بات زیادہ تعجب خیز ہے کہ انگلستان کے پروفیسر براؤن مجھ سے فارسی میں خط و کتابت کرتے تھے۔ ان کے ایک مکتوب کا عکس ان کی شان خط اور فارسی انشا کے جاننے کے لیے شامل کیا جا رہا ہے۔ اسحاق و اقبال، ایک ہندوستانی دوسرے پاکستانی، دونوں مشرق کے دو غلام ملک کے باشندے تھے اور براؤن ایک آزاد کشور کے رہنے والے۔ یہ ہے آزادی و غلامی کی نشانی۔ براؤن چونکہ آزاد ملک سے تعلق رکھتے تھے انھوں نے ایسا کیا د فارسی

میں خط لکھا) اور اقبال باوجود ایک زبردست محب وطن اور ایران دوست کے چونکہ غلام ملک کے تھے (ویسا کیا یعنی انگریزی میں خط لکھا۔)"

اشعار

اندیشہ داشتم چہ زہندوستاں برم — سوغاتے از سفر بہ بر دوستاں برم
اقبال روئے کرد و فراز آمدم زدر — گل ہائے نو ظہور کہ زی گلستاں برم
نغمہ سرا شوند ہمہ بلبلانِ فارس — زیں نغز چامہ ہا کہ زہندوستاں برم

ترجمہ

۱۔ میں اس فکر میں تھا کہ ہندوستان سے واپس جا رہا ہوں تو دوستوں کے لیے اس سفر کا کون سا تحفہ لے جاؤں۔

۲۔ اقبال متوجہ ہوئے اور میرے گھر میں داخل ہوئے تو شگفتہ پھولوں کے ساتھ کہ انھیں بوستاں (وطن) کی طرف لے جاؤں۔

۳۔ اس دلکش نظم سے جو ہندوستان سے وطن سوغات لیے جا رہا ہوں، سارے ایرانی بلبل نغمہ سرا ہو جائیں گے۔

مآخذ :

ڈاکٹر محمود افشار : 'گفتار ادبی' حصہ دوم
تہران
ایران

# مسجد شہید گنج

۱۹۳۵ء کے وسط میں مسجد شہید گنج کا مسئلہ اٹھا۔ اس کا پس منظر یہ تھا کہ لاہور کے لنڈا بازار کے قریب شاہ جہاں کے عہد میں ایک مسجد بنی۔ جس کا نام مسجد عبداللہ خاں تھا۔ جب سکھوں کا راج آیا تو انھوں نے اس سے قریب ہی ایک گوردوارہ بنایا اور مسجد پر قبضہ کر لیا۔ مدتوں اس سارے رقبے پر سکھ متولی قابض رہے لیکن مارچ ۱۹۳۵ء میں حکومت نے یہ رقبہ گوردوارہ پربندھک کمیٹی کے سپرد کر دیا جو ۱۹۲۴ء کے گوردوارہ ایکٹ کی رو سے سکھوں کے تمام اوقاف کی قانونی جانشین تھی۔ اس کمیٹی نے عمارت کی شکست و ریخت کا سلسلہ شروع کیا تو یہ خطرہ پیدا ہوا کہ مسجد کو بھی مسمار کیا جائے گا۔ سکھوں کا دعویٰ تھا کہ مسجد پر ان کا قانونی حق ہے۔ مسلمان کہتے تھے کہ مسجد کو منہدم نہیں ہونے دیا جائے گا۔ مسلمانوں کی طرف سے مظاہروں کا خطرہ پیدا ہوا تو سکھوں نے جوابی مظاہروں کے لیے باہر سے جتھے منگوا لیے۔ جب کھنچاؤ بڑھا تو پنجاب کا گورنر سر ہربرٹ ایمرسن ۶؍ جولائی کو لاہور پہنچا۔ اس سے مسلمانوں کا ایک وفد ملا۔ جس نے مطالبہ کیا کہ اگر مسجد پر سکھوں کا قانونی حق فائق ہے تو حکومت کم از کم اتنا تو کر سکتی ہے کہ انھیں مسجد کا معاوضہ دے کر اسے محکمۂ آثارِ قدیمہ کے حوالے کر دے۔ گورنر نے غور کرنے کا وعدہ کیا لیکن سکھوں نے ۸؍ جولائی کی رات کو مسجد گرانی شروع کر دی اور صبح تک ملبے کا ڈھیر کر دیا اور یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ یہ سب کچھ فوج اور پولیس کے پہرے میں ہوا۔ گویا ایک لحاظ سے اس سنگ دلی اور دھاندلی کے پیچھے حکومت کا ہاتھ کام کر رہا تھا۔

۱۴؍ جولائی ۱۹۳۵ء کو باغ بیرون موچی دروازہ لاہور میں مسلمانوں کا ایک زبردست جلسہ ہوا جس سے مولانا ظفر علی خاں اور دوسرے رہنماؤں نے خطاب کیا

اور سول نافرمانی کے لیے تیاری کا اعلان کر دیا۔

فروری ۱۹۳۶ء کے آخری عشرے میں مسٹر محمد علی جناح کو کچھ لوگوں نے لاہور بلایا تاکہ وہ کوئی مفاہمت کرا دیں۔ انھوں نے لیڈروں اور گورنر سے ملاقات کی۔ انھوں نے سکھوں کو بھی سمجھایا کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ کوئی معقول سمجھوتہ کر لیں اور اس سلسلے میں ایک شہید گنج مصالحتی بورڈ نامزد کر دیا۔ جس کے ارکان میں علامہ اقبال، مولوی عبد القادر قصوری، سردار بوٹا سنگھ، ایڈووکیٹ، سردار اجل سنگھ، سردار سمپورن سنگھ اور میاں احمد یار خاں دولتانہ (کنوینر) تھے۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ علامہ اقبال کو ان کی غیر حاضری میں نامزد کیا گیا کیونکہ وہ اس دوران برقی علاج کے سلسلے میں بھوپال گئے ہوئے تھے۔

اس دوران میں مسلمانوں نے ڈسٹرکٹ جج کی عدالت میں ایک مقدمہ دائر کر رکھا تھا۔ بنائے دعویٰ یہ تھا کہ شریعت کی رو سے مسجد ہمیشہ مسجد رہتی ہے اور کوئی شخص اس پر قابض ہو کر مسلمانوں کو ادائے نماز سے نہیں روک سکتا۔ ۲۵ر مئی ۱۹۳۶ء کو یہ دعویٰ اس بنا پر خارج ہو گیا کہ عام جائداد غیر منقولہ کی طرح مسجد بھی فریقِ ثانی کے قبضۂ مخالفانہ میں جا کر اپنی اصل حیثیت کھو بیٹھتی ہے۔ چونکہ مصالحتی بورڈ اپنے مقصد میں ناکام رہا تھا اس لیے علامہ اقبال کے مشورہ سے ڈسٹرکٹ جج کے فیصلے کے خلاف ہائی کورٹ میں اپیل دائر کر دی گئی۔

۲۶ر جنوری ۱۹۳۸ء کو پنجاب ہائی کورٹ نے مسلمانوں کی اپیل خارج کر دی۔ فل بینچ میں چیف جسٹس سر ڈگلس ینگ، مسٹر جسٹس بھڈے اور مسٹر جسٹس دین محمد شامل تھے۔ اول الذکر دو ججوں نے فیصلہ دیا کہ جہاں تک قبضۂ مخالفانہ کا تعلق ہے مسجد کو عام جائداد غیر منقولہ سے الگ قرار نہیں دیا جا سکتا۔ اس لیے مسجد شہید گنج میں مسلمانوں کا نماز ادا کرنے کا حق مدتوں پہلے ساقط ہو چکا ہے۔ مسٹر جسٹس دین محمد نے اس رائے سے اختلاف کیا اور اپنا فیصلہ الگ دیا۔

جس دن اپیل خارج ہونے کی خبر مسلمانوں کو ملی وہ بہت مضطرب ہو گئے۔ لاہور

کے مختلف حصوں سے جلوس نکلے۔ علامہ اقبال جسٹس دین محمد کے فیصلہ کو صحیح سمجھتے تھے۔ کیونکہ اسلامی فقہ کی رو سے جائداد میں خواہ اس کی نوعیت کچھ بھی ہو وقت ہو یا غیرِ وقت منقولہ اور غیر منقولہ کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا نہ اس پر کوئی حقِ ملکیت قائم ہو سکتا ہے نہ قانونِ تحدید املاک کا اطلاق ممکن ہے۔ علامہ اقبال نے یہ بھی کہا کہ حکومت مسلمانوں کے مقابلے میں سکھوں کو مضبوط کرنا چاہتی ہے۔

اربابِ حکومت چاہتے تھے کہ مسلمان پریوی کونسل میں اپیل کریں تاکہ اس دوران ان کے جذبات ٹھنڈے پڑ جائیں۔ سر سکندر حیات خاں کی وزارت کا زمانہ تھا۔ موصوف نے بعض یونینسٹ رہنماؤں کو علامہ کے پاس بھیجا تاکہ ان سے ایک بیان دلائیں کہ ابھی پریوی کونسل میں اپیل کا مرحلہ باقی ہے۔ علامہ نے ایسا بیان دینے سے انکار کر دیا اور جب اخباروں میں یہ خبر چھپی کہ علامہ کے ہاں رہنماؤں کے اجتماع میں اپیل کا فیصلہ ہوا ہے تو انھیں اس پر بہت غصہ آیا اور انھوں نے تردیدی بیان جاری کیا۔

اسی دوران علامہ اقبال نے ملک برکت علی سے کہہ کر پنجاب اسمبلی میں تحفظِ مساجد کا بل پیش کرا دیا۔ جس کا مقصد یہ تھا کہ مساجد کو رائج الوقت قانون سے مستثنیٰ کیا جائے۔ اور اس کا اطلاق ماضی پر بھی ہو۔ اگر یہ قانون منظور ہو جاتا تو مسجد شہید گنج کے بارے میں ہائی کورٹ کا فیصلہ خود بخود کالعدم ہو جاتا۔

سنا ہے کہ تقسیم کے بعد بھی آج تک وہاں مسجد تعمیر نہیں کی گئی ہے۔

ماخذ :

ڈاکٹر عبدالسلام خورشید: سرگزشتِ اقبال۔ اقبال اکادمی پاکستان، لاہور، ۱۹۷۷ء صفحات ۵۰۳ - ۵۱۱ -

## ملنڈ پنھو[1] (THE QUESTION OF MELINDA)

"ملنڈ پنھو" پالی زبان کی قدیم ترین کتاب ہے جو سری لنکا میں محفوظ رہی۔ نہ اس کے مصنف کا نام آج تک پتہ چلا اور نہ اس کی تاریخ تصنیف کا۔ جو راجہ ملنڈ اور ایک عارف تھیبر ناگ سین کے درمیان مکالمات پر مبنی ہے۔ یہ پیچیدہ سوالات مذہبی مسائل پر کیے تھے۔ ان میں اہم ترین سوال یہ تھا کہ آیا روح کا کوئی وجود ہے یا نہیں؟ بظاہر ناگ سین نے شاہ ملنڈ کو باور کروایا کہ بدھ مت کا راسخ عقیدہ ہے کہ روح کا وجود نہیں۔ ملنڈ ہی کا نام مینندر (MENANDER) تھا جو باختر کا راجہ تھا۔ اس نے غالباً دوسری صدی ق۔م کے آخری حصہ میں ایک طویل عرصہ تک قریباً ۱۴۰ ق۔م سے ۱۱۵ ق۔م تک یا ۱۱۰ ق۔م تک حکومت کی۔ قیاس ہے کہ اس نے دریائے سندھ کے ایک جزیرہ بنام الاساندا یا سکندریہ میں ایک مقام کلاسی میں جنم لیا۔ اسی کی بدولت یونانیوں کی حکومت ہندوستان کے مشرق میں دور دراز تک پھیل گئی۔ اس نے دریائے ستلج کو پار کر کے دریائے جمنا تک کا علاقہ فتح کر کے اپنی سلطنت میں شامل کر لیا۔ وہ سلطنت جس کی بنیاد سکندر اعظم نے ڈالی تھی وہ اس کا ممتاز ترین حکمراں گزرا ہے۔ بلکہ ایک مورخ کہتا ہے کہ سکندر اعظم سے زیادہ فتوحات حاصل کیں۔ اس کے دعوے کی تائید بلاشبہ سکوں کی اس بڑی تعداد سے ہوتی ہے جو کابل سے لے کر متھرا تک

---

[1] پالی میں پنھو کے معنی سوالات کے ہیں۔ (مولف)

اوراس سے بھی آگے مشرق کی طرف بندیلکھنڈ تک پائے جاتے ہیں۔ وہ اپنے عدل و انصاف کے لیے مشہور تھا۔ وہ باختر کا واحد راجہ ہے جس کا نام ہندوستانی روایات کی بدولت آج تک زندہ ہے۔ وہ بدھ مت کا پیرو تھا اور مملکت کے تمام باشندوں اور راجاؤں نے بدھ مت اختیار کرلیا تھا۔ یہ بھی روایت ہے کہ اس نے بدھ مت اختیار کرنے کے بعد عنان حکومت اپنے بیٹے کو سونپ دی تھی ۔ پلوٹارک کے مطابق راجہ ملنڈ کا وادی گنگا کے میدان جنگ میں انتقال ہوا تو اس کی رعایا میں اس بات پر جھگڑا ہوا کہ اس کی چتا کی راکھ کون لے جس پر وہ سب کے سب اسنوپ بنانا چاہتے تھے۔

ناگ سین کے بارہ میں بھی کوئی بات بلا شک وشبہ نہیں کہی جاسکتی ہے البتہ یہ درست ہے کہ بدھ مت کے جید عالم ناگرجن کے نام کی ہی ایک صورت ہے۔ جو بدھ مت کے مہایان دبستان کے بانی کی حیثیت سے رکھتا ہے۔ ناگ سین کا اس سے زیادہ قدیمی روایات سے تعلق ہے۔ دونوں کا زمانہ مشتبہ ہے۔ ایک دبستان فکر کے مطابق یہ مہاتما بدھ کی وفات کے ۱۳۷ برس بعد گزرا ہے۔

ظاہر ہے کہ زیر بحث مکالمات حقیقی نہیں ہیں۔ اب جو کچھ ہمارے پیش نظر ہے وہ ایک تاریخی رومان سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا۔ اشوک کے ایک چٹانی فرمان میں جو بدھ مت کے پیروؤں کے نام ہے۔ بدھ مت کے صحایف میں سے سات حصوں کا انتخاب کیا گیا ہے جن کو زبانی یاد کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔ ان سات میں سے ایک "ملنڈ پنھو" بھی ہے۔

یہ مکالمات بلاشبہ پالی کی نثر نگاری کا شاہکار ہیں اور ادبی اعتبار سے ایک بہترین تصنیف شمار کیے جاتے ہیں۔ جو ہندوستانی نثر کا ایک قابل تقلید نمونہ ہیں۔ ہندوستان کے قدیمی ادب میں صرف دو تین تصانیف ایسی ہیں جن کا مقابلہ اس کتاب سے کیا جا سکتا ہے۔ یہ بھی بدھ مت کے بارہ میں پالی زبان میں ہیں۔

ماخذ :

T.W. RHYS DAVIDS THE QUESTION OF MELINDA
OXFORD PRESS, 1990 REPRINT, MOTILAL BANARSI DASS, BANARAS
AND PATNA, 1965 & 1969

۱ (ٹی۔ ڈبلو۔ ریس ڈیوڈز۔ دی کیوسچنسر آف ملنڈا، پہلی بار آکسفورڈ یونیورسٹی پریس سے ۱۸۹۰ء میں شائع ہوئی اور بعد ازاں موتی لال بنارسی داس نے بنارس اور پٹنہ سے بالترتیب ۱۹۶۵ء اور ۱۹۶۹ء میں شائع کی)

۲ رما شنکر ترپاٹھی۔ قدیم ہندوستان کی تاریخ۔ بیورو فار پروموشن آف اردو، حکومت ہند، نئی دہلی ۱۹۸۱ء ص ۲۳۸- ۲۳۹-

# ضمیمہ

| | | | |
|---|---|---|---|
| ۱۸۔ (چودھری) محمد حسین . . . | ۷ر ستمبر ۱۹۲۲ء | غیر مدون | ۹۶۶ |
| ۱۹۔ (چودھری) محمد حسین | ۲۳ر ستمبر ۱۹۲۲ء | غیر مدون | ۹۶۷ |
| ۲۰۔ (چودھری) محمد حسین | ۲۵ر ستمبر ۱۹۲۲ء | غیر مدون | ۹۶۹ |
| ۲۱۔ (چودھری) محمد حسین | ۲ر اکتوبر | غیر مدون | ۹۷۱ |
| ۲۲۔ حفیظ اللہ پھلواری بہار | . . . . . . | . . . . . | ۹۷۴ |
| ۲۳۔ (چودھری) محمد حسین | ۲۴ر جولائی ۱۹۲۳ء | غیر مدون | ۹۷۵ |
| ۲۴۔ (چودھری) محمد حسین | ۶ر اگست ۱۹۲۳ء | غیر مدون | ۹۷۷ |
| ۲۵۔ (چودھری) محمد حسین | . . . . . . | غیر مدون، عکس | ۹۷۹ |
| ۲۶۔ (چودھری) محمد حسین | ۲۱ر اگست ۱۹۲۲ء | غیر مدون | ۹۸۲ |
| ۲۷۔ (چودھری) محمد حسین | ۲۶ر اگست ۱۹۲۳ء | غیر مدون عکس | ۹۸۴ |
| ۲۸۔ (چودھری) محمد حسین | ۳۰ر اگست ۱۹۲۳ء | غیر مدون عکس | ۹۸۶ |
| ۲۹۔ (چودھری) محمد حسین | . . . . . . | غیر مدون، عکس | ۹۸۸ |
| ۳۰۔ (چودھری) محمد حسین | ۸ر ستمبر ۱۹۲۳ء | غیر مدون، عکس | ۹۹۳ |
| ۳۱۔ (چودھری) محمد حسین | ۸ر مئی ۱۹۲۴ء | عکس، غیر مدون | ۹۹۶ |
| ۳۲۔ (چودھری) محمد حسین | ۱۶ر جولائی ۱۹۲۴ء | غیر مدون | ۹۹۸ |
| ۳۳۔ (چودھری) محمد حسین | . . . . . | غیر مدون، عکس | ۱۰۰۲ |
| ۳۴۔ (چودھری) محمد حسین | . . . . . | غیر مدون، عکس | ۱۰۰۵ |
| ۳۵۔ (چودھری) محمد حسین | ۲۵ر جولائی ۱۹۲۴ء | غیر مدون | ۱۰۰۷ |
| ۳۶۔ (چودھری) محمد حسین | ۵ر اگست ۱۹۲۴ء | غیر مدون | ۱۰۱۰ |
| ۳۷۔ (چودھری) محمد حسین | ۱۵ر اگست ۱۹۲۴ء | غیر مدون | ۱۰۱۱ |
| ۳۸۔ (چودھری) محمد حسین | ۱۸ر اگست ۱۹۲۴ء | غیر مدون | ۱۰۱۳ |
| ۳۹۔ (چودھری) محمد حسین | ۲۵ر اگست ۱۹۲۴ء | غیر مدون | ۱۰۱۵ |
| ۴۰۔ ایس ممتاز علی اینڈ سنز لاہور | ۲۵ر اگست ۱۹۲۴ء | غیر مطبوعہ، عکس | ۱۰۱۸ |

| | | | |
|---|---|---|---|
| ۴۱۔ چودھری حسین .... | ۳۰ر اگست ۱۹۲۴ء | غیر مدون | ۱۰۲۱ |
| ۴۲۔ چودھری حسین .... | ۲۲ر ستمبر ۱۹۲۴ء | غیر مدون | ۱۰۲۳ |
| ۴۳۔ چودھری حسین .... | ۱۰ر اکتوبر ۱۹۲۴ء | غیر مدون | ۱۰۲۵ |
| ۴۴۔ محمد سجاد مرزا بیگ | ۱۹۲۷ء | ..... | ۱۰۲۷ |
| ۴۵۔ (شیخ) یوسف علی | ....... | عکس، غیر مدون | ۱۰۲۸ |
| ۴۶۔ (صدر یار جنگ) حبیب الرحمن خاں شروانی | ۶ر ستمبر ۱۹۲۴ء | عکس، غیر مدون | ۱۰۳۱ |
| ۴۷۔ غلام رسول مہر ..... | ....... | ..... | ۱۰۳۴ |
| ۴۸۔ مولانا ظفر علی خاں ... | ۲۶ر جون ۱۹۳۲ء | غیر مدون | ۱۰۳۵ |
| ۴۹۔ چودھری محمد حسین | ۲۴ر دسمبر ۱۹۳۲ء | غیر مدون، عکس | ۱۰۳۶ |
| ۵۰۔ مختار جمیل ....... | ۹ر مارچ ۱۹۲۳ء | غیر مدون، عکس | ۱۰۳۹ |
| ۵۱۔ راغب احسن .... | ۱۶۔ ۱۵ر مارچ ۱۹۳۲ء | عکس | ۱۰۴۱ |
| ۵۲۔ مولانا ظفر علی خاں .... | ۱۰ر جولائی ۱۹۳۳ء | غیر مدون | ۱۰۵۰ |
| ۵۳۔ تاج کمپنی ..... | ۱۸ر اکتوبر ۱۹۳۴ء | انگریزی سے غیر مطبوعہ | ۱۰۵۱ |

# سینئر ٹیوٹر ٹری نیٹی کالج کیمبرج کے نام

بخدمت[1]

جناب سینئر ٹیوٹر

ٹری نیٹی کالج کیمبرج

جناب عالی

میں کیمبرج یونیورسٹی میں ریسرچ سٹوڈنٹ کی حیثیت سے داخلہ لینا چاہتا ہوں میں نے پنجاب یونیورسٹی سے فلسفہ میں ایم اے ۱۸۹۹ء میں پاس کیا۔ اس سے اگلے سال مجھے اس یونیورسٹی کی طرف سے میکلوڈ عربک ریڈر مقرر کیا گیا اور لاہور اور ینٹل کالج کے سٹاف کے ساتھ منسلک کیا گیا اور ۱۹۰۳ء میں میرا تقرر لاہور گورنمنٹ کالج میں بطور اسسٹنٹ پروفیسر فلسفہ ہوا۔ اپنے سابقہ مطالعے اور تحصیلات کے اظہار کے لیے میں نے "نظریہ توحید مطلق ــــ عبدالکریم الجیلانی انڈی کیوری کی انتیسویں جلد سال ۱۹۰۰ء صفحہ ۲۳۰ تا آخر میں شائع ہوا۔ جس کا ایک نسخہ ایک دو دن میں آپ کو ارسال کیا جائے گا۔

---

[1] درج بالا درخواست اقبال کے ہاتھ سے لکھی ہوئی ہے۔ اور کیمبرج یونیورسٹی کے ریکارڈز آفس میں موجود ہے۔

زیر نظر درخواست سے اقبال کے بارے میں بعض نئی لیکن مفید معلومات حاصل ہوئی ہیں جو حسب ذیل ہیں:

(الف، ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار کی تحقیق کے مطابق (اقبال ـ ایک مطالعہ: لاہور ۱۹۸۰ء ص ۱۴)
(بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر)

فارسی و عربی میں اپنے علم اور یورپی فلسفہ (جس کا مطالعہ میں نے اب سے بارہ برس قبل شروع کیا تھا) سے اپنی شناسائی کے پیشِ نظر میرا خیال ہے کہ میں اسلامی فلسفہ کے کسی شعبے میں مغرب کے علم میں شاید کوئی اضافہ کر سکوں۔ اس لیے میں "ایران میں مابعد الطبیعاتی تصورات کا آغاز و ارتقا" کو اپنے موضوع تحقیق کے طور پر تجویز کرتا ہوں یا پھر عربی فلسفے سے متعلق کوئی علمی کام جس کی یونیورسٹی صلاح دے۔

---

(بقیہ حاشیہ)

اقبال کا تقرر بطور میکلوڈ عربک ریڈر ۱۳ رمئی ۱۸۹۹ء کو ہوا۔ گویا وہ اسی سال میکلوڈ عربک ریڈر بنے جس سال انھوں نے فلسفے میں ایم۔اے کا امتحان پاس کیا۔ درج بالا تحریر میں اقبال نے صاف لکھا ہے کہ میں نے ایم۔اے فلسفہ ۱۸۹۹ء میں پاس کیا اور اس سے اگلے سال میکلوڈ عربک ریڈر بنا اور اورنٹیل کالج سے منسلک ہوا۔

(ب) اس درخواست میں پہلی بار اقبال نے اپنے موضوع تحقیق کا ذکر کیا ہے۔ انھوں نے جو مقالہ کیمبرج یونیورسٹی کے لیے لکھا اور جس پر بعد میں انھیں جرمنی کی میونخ یونیورسٹی سے ڈاکٹریٹ کی ڈگری ملی اس کا عنوان The Development of Metaphisics in Persia (ایران میں مابعد الطبیعات کا ارتقا) ہے۔ لیکن اس درخواست میں انھوں نے اپنے موضوع کو ان لفظوں میں لکھا ہے: The genesis of metaphisical concepts in Persia (ایران میں مابعد الطبیعات کا آغاز و ارتقا)۔ بعد میں شاید اپنے اساتذہ کے مشورے پر اس عنوان کو کرلیا۔ اس درخواست کی بدولت اپنے مقالے کے بارے میں ان کی سوچ کے نقش اولین کا پتا چلا۔ کسی اور جگہ اس کا ذکر نہیں ملتا۔

(ج) بقول ڈاکٹر جاوید اقبال (زندہ رود (حیات اقبال کا تشکیلی دور) لاہور ۱۹۸۵ء ص ۱۱۲) اقبال ۲۴ر ستمبر ۱۹۰۵ء کو لندن پہنچے اور ایک رات شیخ عبدالقادر کے ساتھ گزارنے کے بعد ۲۵ر ستمبر کو کیمبرج روانہ ہو گئے۔

(بقیہ اگلے صفحے پر)

مزید استدعا کرتا ہوں کہ میری عمر اکیس سال ہو چکی ہے مطلوبہ سرٹی فکیٹ درخواست کے ساتھ منسلک ہیں۔ مجھے امید ہے کہ آپ براہِ کرم میری درخواست متعلقہ حکام کی خدمت میں پیش کردیں گے۔

آپ کا فرمانبردار خادم
محمدؐ اقبال ایم اے
۶۹ شیفرڈز بُش روڈ، لندن[^1]

مورخہ ۲۹ ستمبر ۱۹۰۵ء

(جریدہ 'اقبال' جنوری۔اپریل ۱۹۹۰ء
بزمِ اقبال، لاہور ص ۷۷۔۸۸)

(انگریزی سے)
(غیر مدون)

---

(بقیہ حاشیہ)
اس کے برعکس ملاحظہ ہو کہ ٹری نٹی کالج میں داخلہ کے لیے یہ درخواست اقبال نے ۲۹ ستمبر ۱۹۰۵ء کو تحریر کی اور اس پر پتا لندن ہی کا لکھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ۲۹ ستمبر تک لندن ہی میں مقیم رہے۔

(د) مزید برآں اس درخواست میں لندن کا جو پتا دیا گیا ہے اس کی نشان دہی اب تک کسی نے نہیں کی تھی۔

(پروفیسر ڈاکٹر صدیق شبلی شعبۂ اردو علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی
اسلام اسلام
رسالہ 'اقبال' جنوری۔اپریل ۱۹۹۰ء
لاہور)

---

[^1]: Shepherd Buch Road London

# (پروفیسر طامس) آرنلڈ کے نام

(کیمبرج
۱۶ر اکتوبر ۱۹۰۶)

براہ کرم اپنے (یعنی اپنی خیریت کے) بارے میں ایک سطر مجھے لکھ دیجئے۔

اقبال

(نوادرِ اقبال یورپ میں)

(انگریزی سے)
(غیر مدون)

---

ﻠﮧ یہ خط اور آرنلڈ کے نام دو اور غیر مدون خطوط مورخہ ۳۱ر اکتوبر ۱۹۰۷ء اور ۳ر نومبر ۱۹۰۷ء ڈاکٹر سعید اختر درانی کی کتاب "نوادر اقبال یورپ میں" اقبال اکادمی پاکستان لاہور ۱۹۹۵ میں ص ۱۹۷ اور ۱۹۸ پر شائع ہوئے ہیں نیز صفحات ۱۲۸ - ۱۳۰ بھی ملاحظہ ہوں۔ یہ تینوں پوسٹ کارڈ مُصَوّر ہیں
۲۔ آرنلڈ اس وقت انڈیا آفس لائبریری میں کام کرتے تھے۔

(مولّف)

# محمد سجاد مرزا بیگؒ دہلوی کے نام

میں نے آپ کی تصنیف "حکمتِ عملی" کو شروع سے آخر تک پڑھا۔ نہایت عمدہ اور دل چسپ کتاب ہے۔ خصوصاً عورتوں کی تعلیم کے متعلق جو کچھ آپ نے لکھا، نہایت مناسب اور اسلامی اصولِ تمدن کے عین مطابق ہے۔ میں خیال کرتا ہوں کہ شاید اردو زبان میں اس قسم کی ایسی عمدہ اور حکمت آموز کتاب شاید کوئی نہ ہوگی۔

(اقبال ریویو اپریل ۱۹۹۳ء
حیدر آباد دکن)

(غیر مدون)

---

ؔ اقبال کے دو غیر مدون خطوط ڈاکٹر معین الدین عقیل، شعبۂ اردو، جامعہ کراچی نے اقبال اکیڈمی، حیدر آباد دکن کے جریدہ "اقبال ریویو" اپریل ۱۹۹۳ء میں شائع کیے ہیں۔ ان میں سے ایک خط درج بالا ہے جو ۱۹۰۶ء میں لکھا گیا ہو گا کہ کتاب مذکورہ اسی سال شائع ہوئی تھی۔ دوسرا خط ۱۹۱۱ء میں لکھا گیا ہوگا۔ یہ خط مکمل تو دستیاب نہیں لیکن ڈاکٹر معین الدین عقیل کے مطابق ان خطوط کا یہی دستیاب غیر مطبوعہ متن اقبال کے گمشدہ آثار کی بازیافت کے طور پر پیش کیا جا رہا ہے۔

اقبال کے خطوط کے اقتباسات مکتوب الیہ کے بیٹے صفوۃ اللہ بیگ صوفی کی "فہرستِ تصانیف پروفیسر سجاد مرزا بیگ" مطبوعہ سجاد منزل، دہلی (سنہ اشاعت موجود نہیں) میں درج تھے۔ یہ خطوط اسی سے نقل کیے گئے ہیں۔

(مولف)

# (سر) طامس آرنلڈ کے نام

میونک

۳۱ اکتوبر ۱۹۰۷ء

مقالہ منظور ہو چکا ہے۔ زبانی امتحان عنقریب ہی ہوگا۔ میں ۱۰ نومبر سے پیشتر لندن پہنچنے کی توقع رکھتا ہوں۔ چنانچہ اس معاملہ میں تشویش نہ کیجیے۔

اقبال

(انگریزی سے)

(غیر مدون)

(رسالہ "سیارہ" اقبال نمبر۔ جون ۱۹۹۲ء لاہور)

---

۱؎ یہ مصور پوسٹ کارڈ پروفیسر آرنلڈ کے نواسے آرنلڈ بار فیلڈ سے ڈاکٹر اختر سعید درانی کو حاصل ہوا۔ (ملاحظہ ہو ان کا مضمون "علامہ اقبال کی پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری کے مراحل" شائع شدہ مذکورہ بالا رسالہ سیارہ) (مولف)

۲؎ اقبال کو پروفیسر آرنلڈ کی نیابت میں یونیورسٹی کالج لندن میں چند ماہ کے لیے لیکچر دینے تھے۔ (ملاحظہ ہو اقبال کا خط بنام مس ایما ویگے ناسٹ مورخہ ۲ دسمبر ۱۹۰۷ء جس میں وہ لکھتے ہیں "میرے لیے یہ قطعی لازم ہے کہ میں ۵ نومبر کو لندن میں ہوں۔ پروفیسر آرنلڈ مصر گئے ہیں اور میں عربی کا پروفیسر مقرر ہوا ہوں۔") اقبال کی نیابت اوایل نومبر ۱۹۰۷ء سے اواخر جنوری یا آغاز فروری ۱۹۰۸ء تک صرف تین ماہ جاری رہی۔ (ڈاکٹر اختر سعید درانی)

۳؎ ڈاکٹر درانی نے ترجمہ کیا تھا، "تشویش مت کیجیے"۔

(مولف)

# (سر) طامس (آرنلڈ) کے نام

میونٹ

۳ نومبر ۱۹۰۷ء

خط کے لیے شکریہ۔ میں ۷ نومبر کی صبح کو لندن پہنچ رہا ہوں۔ اور امید کرتا ہوں کہ اسی روز آپ سے دفتر میں ملاقات کروں گا۔ (آپ کو) تشویش کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ میں نے یونیورسٹی سے (اپنے نتیجہ کی) خبر ملنے سے پہلے ہی چل پڑنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

اقبال

(انگریزی سے)
(غیر مدون)

(رسالہ "سیارہ" اقبال نمبر ۱،
جون ۱۹۹۲ء لاہور)

---

ؔ ۱ بہ مصور پوسٹ کارڈ ڈاکٹر درّانی کو پروفیسر آرنلڈ کے نواسے آرنلڈ بارفیلڈ سے حاصل ہوا۔ ملاحظہ ہو ان کا مضمون "علامہ اقبال کی پی۔ایچ۔ڈی کی ڈگری کے مراحل" شائع شدہ مذکورہ بالا رسالہ "سیارہ"

(مولف)

## (۳۸۷)  آرنلڈ کے نام انتساب

بنام پروفیسر ٹی۔ ڈبلیو آرنلڈ ایم۔ اے
مشفق من جناب آرنلڈ صاحب

یہ چھوٹی سی کتاب اس ادبی اور فلسفیانہ تربیت کا پہلا پھل ہے جو میں گزشتہ دس برس سے آپ سے حاصل کر رہا ہوں اور بطور اظہار تشکر میں یہ کتاب آپ کے نام سے منسوب کرنے کی اجازت چاہتا ہوں۔ آپ نے ہمیشہ میری ناچیز کوششوں کو بکمالِ فراخ دلی سراہا ہے۔ مجھے امید ہے کہ ان صفحات کو بھی آپ اسی نظر شفقت سے ملاحظہ فرمائیں گے۔

آپ کا نیازمند شاگرد
اقبال

(انگریزی سے)  (اقبال یورپ میں)

---

نوٹ:

یورپ میں چھپنے والی اپنی پہلی کتاب THE DEVELOPMENT OF METAPHISICS IN PERSIA ("ایران میں علم مابعد الطبیعات کا ارتقا") (مطبوعہ لندن ۱۹۰۸ء) کا انتساب بشکل مکتوب اقبال نے اپنے استاد پروفیسر ٹی۔ ڈبلیو۔ آرنلڈ کے نام کیا ہے۔ یہ ان کے پی۔ ایچ۔ ڈی کے مقالہ پر مبنی ہے جس پر انھوں نے کیمبرج اور میونخ میں ۱۹۰۵ء سے ۱۹۰۷ء تک کام کیا تھا۔ یہ انتساب کتاب کے صفحہ اوّل پر درج ہے اس کی انگریزی عبارت بھی شائع کی جا رہی ہے۔

(مولف)

## DEDICATION

TO

Professor T. W. ARNOLD M. A.

My dear MR. ARNOLD,

This little book is the first-fruit of that literary and philosophical training which I have been receiving from you for the last ten years, and as an expression of gratitude I beg to dedicate it to your name. You have always judged me liberally; I hope you will judge these pages in the same spirit.

Your affectionate pupil

IQBAL.

"ایران میں علم مابعد الطبیعات کا ارتقا" میں پروفیسر آرنلڈ کے نام اقبال کا انتساب
(از نسخہ برمنگھم)

# (کرنل) ہالرائیڈ کے نام

جناب والا،

مودبانہ گزارش ہے کہ میں گورنمنٹ کالج لاہور کی اسسٹنٹ پروفیسر فلسفہ کی آسامی سے استعفیٰ پیش کرنے کی اجازت چاہتا ہوں۔ میں اس آسامی سے یکم اکتوبر ۱۹۰۵ء سے تین سال کی رخصت پر ہوں۔ ذاتی حالات کی بنا پر معلمی کا پیشہ اپنائے رکھنا میرے لیے چنداں سودمند نہیں۔ اور میں کوئی اور پیشہ اختیار کرنے پر مجبور ہوں۔ اس کے ساتھ ہی میں اس اعزاز پر اظہار تشکر ادا کرنا چاہتا ہوں اسسٹنٹ پروفیسر فلسفہ کے اس منصب پر فائز کر کے مجھے بخشا گیا ہے۔ پھر یہ کہ یورپ میں میرے عرصۂ زیر تعلیم میں اس آسامی پر مجھے استحقاق پر قرار رکھنے کی اجازت بھی مرحمت کی گئی ہے۔

فدوی

شیخ محمد اقبال ایم اے، اسسٹنٹ پروفیسر فلسفہ

(انگریزی سے) (رجال اقبال)

(غیر مدون)

---

لہ یہ خط غالباً ۲۲ جنوری ۱۹۰۸ء کو تحریر کیا گیا۔ کہ انھوں نے اُس تاریخ کو یہ خط میسرز تھامس کُک اینڈ سنز لڈگیٹ سیرکس، لندن کی معرفت بھجوایا تھا۔ ملاحظہ ہو رجال اقبال ص ۵۰۹۔ (مولّف)

# محمد سجاد مرزا بیگ دہلوی کے نام

میں نے آپ کی کتاب "الانسان" کا بغور مطالعہ کیا ہے۔ میں اس کتاب کو اردو زبان کے علمی لٹریچر میں ایک نہایت قابل قدر اضافہ سمجھتا ہوں۔ اس سے پہلے "حکمتِ عملی" لکھ کر آپ نے اردو خواں لوگوں پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔ "الانسان" علمی اعتبار سے بہت زیادہ وقعت رکھتی ہے اور میں امید کرتا ہوں کہ علمی حلقوں میں اس کتاب کا خیر مقدم کیا جائے گا۔ اردو زبان میں اس مضمون پر شاید کوئی کتاب موجود نہیں۔ اس اعتبار سے آپ مبارکباد کے مستحق ہیں کہ آپ نے اس میدان میں سب سے پہلے قدم رکھا۔ اصطلاحات جو آپ نے وضع کی ہیں نہایت عمدہ ہیں۔ طرزِ تحریر دلکش ہے اور دقیق مسائل کو سلیس اور عام فہم زبان میں بیان کرنے کی جو قوت قدرت نے آپ کو عطا کی ہے قابل داد ہے۔ کاش اردو خواں لوگوں میں علمی مذاق پیدا ہو اور بہت سے ایسے مصنفین پیدا ہوں جن کے دماغی مسائل (مساعی؟) سے اردو زبان کا علمی لٹریچر ایسا ہی وسیع ہو جائے جیسے دنیا کی دیگر مہذب زبانوں کا ہے۔

(اقبال ریویو۔ اپریل ۱۹۹۳ء
حیدر آباد دکن)

(غیر مدون)

---

لہ یہ خط غالباً ۱۹۱۱ء میں تحریر کیا گیا جب کتاب مذکور "الانسان" شائع ہوئی۔ اس ضمن میں اقبال کا مکتوب بنام محمد سجاد مرزا بیگ دہلوی محررہ ۰۷۔ ۱۹ء ملاحظہ ہو۔

(مولف)

# مولانا ظفر علی خاں کے نام

مکرمی جناب ایڈیٹر صاحب ''زمیندار''

عدن کے عنوان سے جناب آنریبل مولوی جسٹس شاہ دین صاحب جج عدالت عالیہ پنجاب کی ایک نظم جو نہایت معنی خیز ہے، اتفاق سے میرے ہاتھ آگئی ہے۔ یہ نظم جس کو اشاعت کے لیے آپ کی خدمت میں ارسال کرتا ہوں، مولوی صاحب موصوف نے ۱۵؍ اگست ۱۹۱۲ء کے روز لکھی تھی جب کہ وہ ولایت تشریف لے جا رہے تھے۔ عدن دیکھ کر ان کے قلب میں ان تمام روایات کی یاد تازہ ہو گئی جو اس سرزمین کے ساتھ وابستہ ہیں اور ان اشعار میں ایک نہایت دلفریب طریق میں انھوں نے ان تاثرات کا اظہار کیا ہے جو ہر مسلمان کے دل میں خوابیدہ یا بیدار ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ یہ نظم نہایت دلچسپی کے ساتھ پڑھی جائے گی۔

محمدؐ اقبال

## عدن

نہیں گو لائق توصیف منظر اے عدن تیرا
مگر تو ہے عرب میں اور یہی ہے بانکپن تیرا
مسلماں کی نظر میں پھول ہے خار چمن تیرا
زباں شیریں تری، مرغوب انداز سخن تیرا

پہاڑوں میں ترے غار حرا کا راز پنہاں ہے
کہاں وہ باب عالی ہے کہ تو اک جس کا درباں ہے

وہ دن ہیں یاد تجھ کو جب عجب دنیا کی حالت تھی
ہر اک قوم اور ملت غرق دریائے جہالت تھی
مشائخ میں حسد تھا اور قبیلوں میں عداوت تھی
عرب کی سرزمین سب تشنۂ آب اخوت تھی
یکایک جانب بطحا سے اٹھا ابر رحمت کا
ہر اکشتِ جہاں کو کر گیا دریا رسالت کا

صداقت ہوگئی عریاں کہ دنیا اس کو پہچانے
نہ بت خانے رہے باقی نہ بت خانوں کے افسانے
مہذب بن گئے علم و عمل سے تھے جو بیگانے
ہوئے ہم رشتہ پھر بکھری ہوئی تسبیح کے دانے
بنی آدم بنا انساں جہاں میں انقلاب آیا
سوال اولیں کا عرش اعظم سے جواب آیا

مگر افسوس فصل گل کا انجام آگیا جلدی
مہ اسلام پر ابر تنزل چھا گیا جلدی
وہ مذہب قوم یخ بستہ کو جو گرما گیا جلدی
برنگ نور آیا بن کے پھر سایا۔ گیا جلدی
چمک کر چھپ گئی بجلی جہاں کی آنکھ حیراں ہے
جو تھا باغ ارم وہ آج اک اجڑا بیاباں ہے

عدن پھر تجھ میں آبادی کے آثار اب نمایاں ہیں
پھرے دن ان کے بھی اسلام کے جو خانہ ویراں ہیں
پڑے ہر سو نظر آتے جو کچھ تنکے پریشاں ہیں
عجب کیا خوش نما سے اک نشیمن کے یہ ساماں ہیں

ہمایوں اس چمن میں پھر بہار آئے عجب کیا ہے
نکل کر گرد سے اک شہسوار آئے عجب کیا ہے

(زمیندار۔ ۲۹ر نومبر ۱۹۱۲ء)

(غیر مدون)

(اقبال اور ظفر علی خاں مرتبہ جعفر بلوچ
اقبال اکادمی پاکستان، لاہور ۱۹۹۵ء)

# غلام قادر فصیح کے نام

میرے نزدیک یہ رسالہ نہایت مفید ہے اور ہر مسلمان کو اس کا پڑھنا ضروری ہے۔ عام مسلمانوں میں اخلاقِ حسنہ پیدا کرنے کے لیے اس سے اچھا ذریعہ اور کوئی نہیں کہ اس قسم کے تاریخی رسالے شائع کیے جائیں۔ جن سے ان کو اسلاف کے حالات معلوم ہوں اور ان کے طرزِ عمل کا ان پر اثر پڑے۔ قوموں کی بیداری کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ ان کو اپنی تاریخ سے کہاں تک دل چسپی ہے آپ کے رسالے کی اشاعت سے یہ معلوم ہو گا کہ مسلمان کہاں تک اپنے اسلاف کے حالات سے دلچسپی رکھتے ہیں۔

---

نوٹ : مجموعہ ہذا میں اس خط کی تاریخ ندارد ہے۔ مکتوب الیہ کی وفات ۱۹۱۲ء میں ہوئی۔

(صابر کلوروی۔ اشاریۂ مکاتیب اقبال)

حالاتِ موجودہ کے مشاہدے سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں میں عام طور پر ایک قسم کی قومی بیداری پیدا ہوگئی ہے اور تاریخی مضامین کو نہایت توجہ سے سُنا جاتا ہے۔ اس واسطے میں سمجھتا ہوں کہ آپ کا رسالہ برمحل نکلا ہے اور ہماری ضروریات موجودہ کا کفیل ہوگا۔

خود مجھ پر جو اثر اس کے مطالعے سے ہوتا ہے اس کا اظہار میں اس سے بہتر الفاظ میں نہیں کر سکتا کہ بسا اوقات دورانِ مطالعہ میں چشم پُر آب ہو جاتا ہوں۔ اس کا اثر میرے دل پر کئی کئی دن رہتا ہے۔ خدا کرے کہ کوئی مسلمان گھر اس رسالے سے خالی نہ رہے۔

محمد اقبال

(اقبال نامہ)

# (حاجی) بدرالدین احمد کے نام

آپ کی کتاب ''فتح قسطنطنیہ'' کو میں نے سرسری نظر سے دیکھا ہے۔ نہایت دل چسپ ہے اور مفید معلومات کا خزینہ۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے کہ آپ نے یہ کتاب لکھ کر اردو لٹریچر میں ایک مفید اضافہ کیا۔ مجھے یقین ہے کہ مسلمان اس رسالے کو شوق سے پڑھیں گے۔

(انوار اقبال)

---

نوٹ: یہ کتاب مطبع ستارۂ ہند کلکتہ سے پہلی بار ۱۹۱۴ء میں شائع ہوئی۔ کتاب کے آخر میں یہ خط درج ہے۔

(مؤلف)

# (مولوی) انیس[1] احمد کے نام

جو راہ آپ نے رسالہ کلید قرآن میں دکھائی ہے وہی راہ خدا اور اس کے رسول کی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔ خدا کرے کہ کوئی مسلمان اس رسالے کے مطالعے سے محروم نہ رہے۔

(غیر مدون)

---

[1] مولوی انیس احمد بی۔ اے (علیگ) محمڈن کالج علی گڑھ کے فیلو تھے۔ انھوں نے کلید قرآن مرتب کی تھی اور اس کا ایک نسخہ اقبال اور دوسرے مشاہیر کو بھیجا تھا۔ اخبار مشرق۔ گورکھپور میں (۷ نومبر ۱۶ ۱۹ء) اس کتاب پر رائے چھپی تھی۔ مدیر معارف نے بھی جلد ۱ نمبر ۲ میں اس پر تبصرہ شائع کیا ہے اس سے اقبال کے درج بالا خط کا سن تحریر ۱۶ ۱۹ء متعین ہوتا ہے۔

اس خط میں اقبال نے اس رسالہ پر اپنی رائے کا اظہار کیا تھا۔

ماخذ

(۱) مقتدی خاں شروانی نے پریس انسٹی ٹیوٹ علی گڑھ سے ۹ صفحات کا ایک کتابچہ مشاہیر کی آراء پر چھاپا ہے۔ اس میں اقبال کا بھی خط ہے۔

(۲) بصد شکریہ

ڈاکٹر مختار الدین احمد صاحب علی گڑھ۔

# نواب محمد اسحاق خاں کے نام[1]

لاہور ۱۶ ستمبر ۱۹۱۷ء

مخدوم مکرم جناب قبلہ نواب صاحب، السلام علیکم

کلیاتِ شیفتہ مرحوم و مغفور کا جو نسخہ آپ نے بکمال عنایت مرحمت فرمایا ہے اس کے لیے سراپا سپاس ہوں۔ دہلی کے آخری دور کے اہلِ کمال کی تصانیف کا شائع ہونا موجودہ لٹریری تحریکوں کے لیے ازبس ضروری ہے۔ افسوس کہ نظامی صاحب سے مقدمہ کا پورا حق ادا نہ ہو سکا۔ تاہم جو کچھ لکھا ہے خوب ہے۔ امید کہ جناب کا مزاج بخیر ہو گا۔

مخلص

محمد اقبال

(غیر مدون) (عکس) (رسالہ 'نیا دور'، مئی ۱۹۷۵ء لکھنؤ)

---

[1] ان پر نوٹ 'کلیاتِ مکاتیب اقبال'، کی جلد اوّل ص ۸۲۵ پر ملاحظہ کیجیے۔

[2] نواب محمد اسحاق خاں نے نواب مصطفیٰ خاں شیفتہ کا فارسی اور اردو کلام "کلیاتِ شیفتہ و حسرتی" کے نام سے مرتب کیا۔ اس میں فارسی رقعات بھی شامل کیے اور یہ کلیات ۱۹۱۶ء میں نظامی پریس بدایوں سے شائع ہوئی مالک مطبع مولوی نظام الدین نظامی بدایونی نے کلامِ شیفتہ پر ایک مکمل و مفصل مقدمہ بھی لکھا۔

نواب محمد اسحاق خاں نے اس کتاب کی ایک جلد علامہ اقبال کی خدمت میں ارسال فرمائی۔ کلیات ملنے پر علامہ نے نواب صاحب کو درج بالا خط لکھا۔ اس کی نقل مولانا نظامی کے اخبار "ذوالقرنین" سے حاصل کر کے محمد اسمٰعیل بدایونی صاحب نے اپنے ایک مضمون "نظامی بدایونی کی ادبی خدمات" کے عنوان سے رسالہ "نیا دور"، جلد ۳۱، نمبر ۲، مئی ۱۹۷۵ء لکھنؤ سے شائع کیا۔ (مولف)

# محمد دین فوق کے نام

ڈیر فوق ۔ السلام علیکم

خط دستی[1] ابھی موصول ہوا۔ کل گورکھپور سے حکیم برہم کا خط آیا تھا۔ انھوں نے مجھے ۸ رکا ریاض الاخبار ارسال کرنے کا وعدہ کیا ہے مگر ابھی پہنچا نہیں۔ اس پرچہ سے حضرت ریاض کی رائے معلوم ہو گی۔ حکیم برہم کہتے ہیں کہ ہم لوگ آپ کے بہت مشکور ہیں۔ والسلام

آپ کا اقبال

(انوار اقبال)

اس انگریزی مضمون کا ترجمہ بھی انشاء اللہ ضرور شائع ہو گا۔ غالباً شیخ عبدالقادر صاحب کریں گے کیونکہ انھوں نے یہ کام اپنے ذمہ لیا ہوا ہے ـــــ ایڈیٹر سول اینڈ ملٹری نیوز کا میری طرف سے شکریہ ادا کر دیں۔

آپ کا محمد اقبال

---

نوٹ : اس خط پر اگرچہ تاریخ درج نہیں لیکن مضمون سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ ۱۹۱۷ء یا ۱۹۱۸ء میں تحریر کیا گیا ہے کیونکہ بعد میں شیخ عبدالقادر صاحب کو سر کا خطاب دیا گیا تھا۔ (انوار اقبال)

محمد عبداللہ قریشی نے بھی اس کو 'روح مکاتیب اقبال' میں ۱۹۱۸ء کے مکاتیب میں شامل کیا ہے۔ (مولف)

[1] فوق صاحب اس دستی خط کے ذریعے انگریزی اخبار "سول اینڈ ملٹری نیوز" کا ایک تراشہ بھیجا تھا جس میں اقبال کی شاعری کے بارہ میں ایک انگریزی مضمون درج تھا۔

(روح مکاتیب اقبال)

میں ایڈیٹر صاحب سول اینڈ ملٹری نیوز کا دل سے ممنون ہوں ۔ جو رائے انھوں نے میرے ٹوٹے پھوٹے اشعار کی نسبت اپنے قیمتی اخبار میں ظاہر فرمائی ہے حقیقت میں میں اس کے قابل نہیں۔

"حق تو یوں ہے کہ وہ ہیں سب شعراسے بدتر
"آپ اچھے ہیں جو کہتے ہیں جلالؔ اچھا ہے"

میں ایڈیٹر صاحب کو اطمینان دلاتا ہوں کہ انشاءاللہ اس انگریزی مضمون کا ترجمہ شیخ عبدالقادر صاحب ایڈیٹر "مخزن" کریں گے۔[1]

اقبالؔ

لفافہ پر نوٹ :

علی گڑھ منتھلی کا آخری نمبر ضرور دیکھیے، اس میں حسرت موہانی نے ایک نہایت بزدلانہ حملہ آپ پر کیا ہے ۔

اقبالؔ

[1] جلال لکھنوی کا شعر ہے

# میر ولی اللہ (ایبٹ آباد) کے نام

(کلام حافظ کے متعلق اپنی اس رائے کی تائید کرتے ہوئے جس کا اظہار انھوں نے مثنوی "اسرار خودی" میں کیا ہے فرماتے ہیں)

[۲] تاہم آپ کا کام ایک ادبی حیثیت رکھتا ہے۔ علاوہ اس کے جو اثر خواجہ حافظ کے کلام صوفیہ اور اس کے اثر سے جمہور مسلمین نے لیا ہے وہ ایک ایسا ویو ہے جس کے حق میں بہت کچھ کہا جا سکتا ہے۔ پھر یہ کہنے میں مجھے کیونکر تامل ہو سکتا ہے کہ آپ نے "لسان الغیب" نہایت جانفشانی اور عرق ریزی سے لکھی ہے اور آپ کی تلاش ہر ادبیات سے دل چسپی رکھنے والے کے نزدیک قابل داد ہے۔ آپ کا اسلوب بیان سلیس اور دل کش ہے اور بوجہ اس عبور کے جو آپ کو فارسی اور عام لٹریچر پر حاصل ہے اور جو اشعار اساتذہ کے آپ نے جا بجا درج کیے ہیں ان سے کتاب کی دل چسپی اور اس کی ادبی قدر و قیمت بہت بڑھ گئی ہے۔

(انوار اقبال)

---

[۱] مندرجہ بالا رائے اقبال نے میر ولی اللہ وکیل، ایبٹ آباد (پاکستان) کی اردو شرح دیوان حافظ (۱۹۱۸ء) بعنوان "لسان الغیب" پر دی تھی۔ چوتھی جلد میں دیگر اکابر کی آراء کے ساتھ اقبال کی رائے اسی طرح دی گئی ہے۔

(انوار اقبال)

[۲] : رائے۔

# مولانا ظفر علی خاں کے نام

مخدومی جناب ایڈیٹر صاحب زمیندار، السلام علیکم!

آج کے "زمیندار" میں جنرل کونسل انجمن حمایت اسلام لاہور کے جلسہ منعقدہ ۱۴ نومبر ۲۰ء کی کارروائی پر آپ نے جو کچھ لکھا ہے، اس میں ایک آدھ فروگزاشت ہو گئی ہے۔ جس کا ازالہ عام مسلمانوں کی آگاہی کے لیے ضروری ہے لہٰذا یہ چند سطور لکھتا ہوں مہربانی کرکے اپنے اخبار میں درج فرما کر مجھے ممنون کیجیے۔

اراکین کونسل کے سامنے تین تجویزیں تھیں۔

(۱) اسلامیہ کالج لاہور کا الحاق یونیورسٹی پنجاب سے جاری رکھا جائے۔ محرک میاں فضل حسین صاحب سکریٹری کالج۔ موید مولوی فضل الدین صاحب وائس پریذیڈنٹ انجمن۔

(۲) انجمن حمایت اسلام لاہور اپنے طور پر علماء پنجاب و ہندوستان کی ایک کانفرنس کرے جس میں حالات حاضرہ سے واقف کار لوگ بطور مشیر کام کریں تاکہ حضرات علماء مسائل متنازعہ فیہ کے ہر پہلو پر پوری بحث و تمحیص کے بعد نتائج پر پہنچیں۔ علماء کی اس بحث میں مشیروں کو رائے دینے کا کوئی حق نہ ہوگا اور فیصلہ کثرت آراء سے ہوگا۔ اختتام کانفرنس تک اسلامیہ کالج کا الحاق یونیورسٹی سے قائم رہے۔ محرک مولوی ابراہیم سیالکوٹی۔

(۳) جمعیت علماء کا اجلاس دہلی میں عنقریب ہونے والا ہے، ان کے فتوے کا انتظار کیا جائے اور چند حضرات انجمن کی طرف سے بطور وفد اس جلسے کی بحث و مباحثے میں شریک ہوں۔
محرک ڈاکٹر کچلو۔

پہلی تجویز میں قطعاً کوئی مباحثہ نہیں ہوا۔ نہ مذہبی نقطہ خیال سے نہ تعلیمی نقطہ، نگاہ سے۔ اس کے متعلق میں نے عرض کیا کہ اگر ارکان کونسل مذہبی نقطہ، نگاہ سے اس تجویز پر بحث مباحثہ نہیں کر سکتے، تو تعلیمی نقطہ، نگاہ سے اس پر معقول و مدلل بحث ہو سکتی ہے۔ عدم تعاون یا ترک موالات سے قطع نظر کر کے بھی تعلیم کو "نیشنلائز" کرنے کے دلائل دیئے جا سکتے ہیں۔ مولوی غلام محی الدین صاحب نے بھی صدر جلسہ سے اجازت بحث کی چاہی مگر افسوس ہے کہ انھوں نے اجازت نہ دی۔ اصل بات یہ ہے کہ میاں صاحب کی تجویز کے فوراً بعد دوسری اور تیسری تجاویز پیش کر دی گئیں اور بحث انھیں تجاویز پر ہوتی رہی۔ بہر حال تجویز اول پر ووٹ لیے گئے جن کا نتیجہ یہ ہے کہ کثرت آرا، میاں فضل حسین کی تجویز کے حق میں تھی۔ ۱۸ ممبروں نے جن میں مولوی عبدالقادر صاحب قصوری، حاجی شمس الدین صاحب اور خاکسار شامل تھے ووٹ دینے سے اس بنا پر انکار کیا کہ ان ممبروں کی رائے میں معاملہ زیر بحث کا ایک نہایت اہم مذہبی پہلو ہے جس کا فیصلہ علماء سے استفتا کیے بغیر ایک ایسی انجمن کے لیے ناممکن ہے جو انجمن حمایت اسلام کے نام سے موسوم ہو۔ پہلی تجویز کے فیصلہ ہو جانے پر باقی دو تجاویز پر ووٹ لینا ضروری نہ سمجھا گیا۔ مذکورہ بالا ۲۱ ممبروں میں سے بعض ڈاکٹر کچلو صاحب کی تجویز کے موید تھے اور بعض مولوی ابراہیم صاحب کی تجویز کے موید تھے۔ میری رائے یہ تھی کہ مولوی ابراہیم صاحب کی تجویز کے مطابق انجمن خود علماء کی ایک کانفرنس مدعو کرے تاکہ اس نازک مسئلے کے ہر پہلو پر پوری بحث ہو سکے۔ جو فتوے دفتر انجمن میں موصول ہوئے ہیں ان کو حضرات علماء سے فرداً فرداً حاصل کیا گیا ہے اور نیز بعض نہایت ضروری سوالات ان سے پوچھے ہی نہیں گئے مثلاً حضرت مولانا محمود الحسن کے فتوئی میں الحاق کے متعلق کوئی سوال نہیں کیا گیا۔ اسی طرح مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کی خانقاہ کا فتوئی یا مضمون ترک موالات کے مسئلے پر ایک عام بحث ہے جس میں استفتا بھی درج نہیں۔ علیٰ ہذا القیاس علمائے سندھ کے فتوے

میں زر امداد یا الحاق کے متعلق کوئی سوال علما سے نہیں کیا گیا۔ کفار سے ترک موالات مسلمانوں کے لیے کوئی نیا حکم نہیں اور اس سے کسی مسلمان کو انکار نہیں ہو سکتا۔ ہاں اس کے مدارج اور جزویات مختلف ہیں۔ کفار محارب ہوں تو ان کے لیے اور احکام ہیں، غیر محارب ہوں تو ان کے لیے اور احکام ہیں۔ اس فرق کو کسی فتوے میں نمایاں نہیں کیا گیا جس سے میرے خیال میں سخت غلط فہمی پیدا ہو رہی ہے۔

مثلاً آج شام ہی میں نے ایک دوست سے سنا کہ پروفیسر حاکم علی صاحب اسلامیہ کالج نے اپنے فتوے کی تصدیق میں مولوی احمد رضا صاحب بریلوی سے ایک فتویٰ حاصل کیا ہے۔ پروفیسر صاحب خود بریلی تشریف لے گئے تھے۔ لاہور واپس آنے پر انھوں نے مولوی اصغر علی صاحب روحی سے استدعا کی کہ وہ بھی مولوی احمد رضا صاحب کے فتویٰ پر دستخط کریں لیکن چونکہ حضرات دیوبند و مولوی اشرف علی تھانوی پر اس فتوے میں سب دشتم کیا گیا تھا اس واسطے مولوی فضل حسین سے ایک دستی خط لے کر پھر مولوی احمد رضا صاحب کی خدمت میں پہنچے اور ان سے التماس کی کہ میاں صاحب فرماتے ہیں کہ علمائے دیوبند وغیرہ پر جو لے دے آپ نے اپنے فتوے میں کی ہے، اسے فتوے سے نکال ڈالیے، لیکن مولوی صاحب نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا اور میاں صاحب کے خط کے جواب میں کہا کہ وہ سب لوگ مرتد ہیں۔ میرے دوست نے یہ فتویٰ خود پڑھا ہے اور مولوی احمد رضا صاحب کا وہ خط بھی دیکھا ہے جو مولوی موصوف نے میاں صاحب کے جواب میں لکھا ہے۔ خیر یہ تو جزوی امور تھے۔ میں نے اپنے دوست سے پوچھا کہ آیا اس فتوے میں محارب وغیر محارب کفار کا امتیاز کیا گیا تھا تو انھوں نے جواب دیا کہ نہیں۔ اس سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ جب ضروری سوالات ہی نہ کیے جائیں تو مفتی کا کیا قصور ہے۔ اس امتیاز کے علاوہ بعض نہایت اہم اقتصادی سوالات پیدا ہوتے ہیں جن کا پوچھنا مفتی سے ضروری ہے تاکہ مسلمانوں کے لیے ایک پورا نظام عمل مرتب ہو اور ہر خیال کے مسلمان پر اتمام حجت ہو سکے۔ غرض یہ کہ جس طرح مفتی کے لیے علم و تقویٰ کے ضروری شرائط ہیں اسی طرح مفتی کے علم سے مستفیض ہونے کے لیے ضروری ہے کہ سائل نکتہ رس، معاملہ فہم اور زیرک ہو۔ بالخصوص ایک ایسے معاملے میں جس کا اثر مسلمانوں

کی اجتماعی زندگی کے ہر پہلو پر پڑتا ہو، پوری چھان بین اور تحقیق و تدقیق ضروری ہے اور اس تحقیق و تدقیق کے لیے بھی وہی راہ اختیار کرنی چاہیے جو شریعت حقہ نے بتائی ہے۔ فرداً فرداً فتویٰ لینے سے کبھی کام نہ نکلے گا۔ اس وقت مسلمانوں کی بدنصیبی سے اس ملک میں یا اور اسلامی ممالک میں کوئی واجب الطاعتہ امام موجود نہیں۔ مولانا ابوالکلام آزاد صاحب نے فرمایا تھا کہ واجب الطاعتہ امام نہ ہونے کی صورت میں خلافت کمیٹی کا فتویٰ واجب الطاعتہ ہے میں نے ان کے دلائل نہیں سنے۔ اس وقت تک مجھے ان کی اس رائے سے اتفاق نہیں۔ ممکن ہے ان کے دلائل سننے کے بعد میری رائے بدل جائے۔ فی الحال تو میرے نزدیک یہی راہ کھلی ہے اور یہی راہ شریعت کی رو سے بھی انسب و اولیٰ ہے کہ حضرات علما ایک جگہ جمع ہو کر ہر قسم کا اعتراض سننے اور پورے بحث و مباحثے کے بعد مسلمانوں کے لیے ترک موالات کا ایک پروگرام مرتب کریں۔ اس جمعیت میں حضرات مشائخ، بڑے بڑے حنفی علمار اور اگر ضروری ہو تو شیعہ اور اہل حدیث علما بھی جن کے علم و تقویٰ پر قوم کو اعتماد ہو، طلب کیے جائیں۔ میرے خیال میں ایسے حضرات کا انتخاب کوئی مشکل امر نہیں۔ مسلمان وکلاء بھی اس بحث میں شریک ہو کر کم از کم سائل کی حیثیت سے مدد دیں۔ حضرات علماء کے لیے بھی یہ ایک نادر موقع ہے کہ وہ آپس کے اختلافات کو رفع کر کے امت مرحومہ پر اپنا کھویا ہوا اقتدار پھر حاصل کریں۔ خدا تعالیٰ نے ایسے اسباب پیدا کر دیئے ہیں کہ یہ بھٹکا ہوا آہو پھر خود بخود حرم کی طرف آ رہا ہے۔

قوم آوارہ عناں تاب ہے پھر سوئے حجاز

ایسے حالات قوموں کی زندگی میں شاذ ہی پیدا ہوا کرتے ہیں اور اگر ان حالات سے حضرات مشائخ و علماء نے فائدہ نہ اٹھایا اور مسلمانوں کی رہنمائی کر کے ان کو اپنے بچھڑے ہوئے محبوب یعنی شریعت حقہ اسلامیہ سے نہ ملا دیا تو اس ملک میں مسلمانوں کا بحیثیت ایک مذہبی جماعت کے خاتمہ تصور کرنا چاہیے اور وہ مسلمانان ہند کی اس ہلاکت کے لیے قیامت کے دن نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے سامنے جواب دہ ہوں گے اگر اس کانفرنس میں علماء کے انتخاب اور اس کے مجموعی عمل میں دیانت و امانت سے کام لیا گیا تو مسلمانان ہند

کی زندگی میں وہ عظیم اخلاقی اور روحانی انقلاب پیدا ہوگا، جس کے لیے شاہ ولی اللہ رحمتہ اللہ علیہ کی روح تڑپتی تھی۔

میں جانتا ہوں کہ اس تجویز کو عمل میں لانے کے لیے وقت اور روپیہ کی ضرورت ہے لیکن ایسے اہم مسئلے کے تصفیہ کے لیے وقت اور روپے کا سوال خارج از بحث ہے اراکین جنرل کونسل نے تو یہ سلامتی کی راہ اختیار نہیں کی اور حمایت اسلام کہلا کر بے دردی سے اسلام کو نظر انداز کر دیا ہے لیکن مسلمانان پنجاب سے میری التماس ہے کہ وہ اس کام کو توکل بخدا اپنے ذمہ لیں اور لاہور یا باہر کے مسلمانوں میں سے کوئی اللہ کا بندہ اور نبی امی کا عاشق ایسا نکلے کہ اس کانفرنس کا تمام خرچ اپنے ذمہ لے۔ اس کا یہ خرچ بیکار نہ جائے گا۔ مجھے پورا یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ اس دنیا میں اس پر فلاح و برکت کے دروازے کھول دے گا اور آخرت میں وہ اس کی بارگاہ میں باریاب ہوگا جس کی آستان بوسی کی دنیا کے عظیم ترین شہنشاہوں نے اپنا طغرائے امتیاز تصور کیا ہے۔

شاید آپ کے بعض ناظرین کے دل میں یہ خیال گزرے کہ جب جمعیت علماء کا جلسہ دہلی میں عنقریب ہونے والا ہے تو ایسی کانفرنس قائم کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ڈاکٹر کچلو صاحب کی تجویز میں سردست کسی خرچ اور وقت کی ضرورت نہیں لیکن جب جنرل کونسل میں ان تجاویز پر بحث ہو رہی تھی تو بعض صاحبان کی گفتگو سے یہ مترشح ہوتا تھا کہ وہ دہلی کی کانفرنس کو شک کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اس بنا پر کہ یہ کانفرنس ایک خاص خیال کے علماء کا مجموعہ ہوگی۔ میرا یہ عقیدہ ہے کہ اس خیال کے اور بھی مسلمان ہیں اور میں مولوی ابراہیم صاحب کی تجویز کی اس بنا پر تائید کرتا ہوں کہ کوئی شائبہ بھی کسی قسم کے شک وظن کا نہ رہے اور ایک ایسی کانفرنس قائم کی جائے جس کا فتویٰ ہر خیال کے مسلمانوں کے لیے حجت ہو اور کسی کو بھی کسی قسم کے اعتراض کی گنجائش نہ رہے جو لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ حالات حاضرہ محض ایک سیاسی مفہوم رکھتے ہیں اور پختہ کاران سیاست ہی اس کے فیصلہ کے اہل ہیں اور مسند نشینان پیغمبر کو ان حالات سے کچھ سروکار نہیں، وہ میری رائے ناقص میں ایک خطرناک غلطی میں مبتلا ہیں جو حقائق و تاریخ اسلامیہ اور شریعت حقہ کے

مقاصد کے نہ سمجھنے سے پیدا ہوئی ہے۔ قومی زندگی کی کوئی حالت ایسی نہیں جس پر فقہائے اسلام نے حیرت انگیز چھان بین نہ کی ہو اگر مسلمان اس خدا کے دیے ہوئے قانون سے فائدہ نہ اٹھائیں تو ان کی بدنصیبی ہے۔ شارع امیؐ (بابی انت وامی) نے تو وہ اصول بتائے ہیں کہ ان کی ہمہ گیری کے سامنے حال کے مغربی فقہا کا متفقہ جس پر ہمارے وکیلوں اور بیرسٹروں کو ناز ہے ایک طفل مکتب کی ابجد خوانی نظر آتا ہے۔

رسالت محمدیہ کا مقصد صرف یہی نہیں کہ بندوں کو اپنے رب سے ملائے بلکہ اس کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ بندوں کو اس چار عناصر کی دنیا میں رہنے اور انفرادی و ملی زندگی بسر کرنے کے لیے ایک مکمل آئین بھی عطا فرمائے اور یہ آئین خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس وقت تک مسلمانوں کے پاس محفوظ ہے۔ اس سے مستفید ہونے کے لیے قوت استدلال اور پاکیزگی عمل کی ضرورت ہے اور ان اوصاف کی متاع گراں مایہ ابھی تک بالکل مفقود نہیں ہوئی۔ مسلمانوں کے لیے نہ مسٹر گاندھی کی زندگی اسوۂ حسنہ ہے نہ کسی انسان کا بنایا ہوا ہدایت نامہ ان کے لیے دلیل راہ ہو سکتا ہے۔ ان کو اپنے ہر فعل کے لیے خواہ انفرادی ہو خواہ اجتماعی کتاب اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل میں نظام کار تلاش کرنا چاہیے اور اس بات کا خیال تک بھی نہ کرنا چاہیے کہ ان کا نظام عمل مسٹر گاندھی کے پروگرام کے مطابق ہے یا اس سے مختلف ہے۔

جن لوگوں کا یہ خیال ہے کہ اس وقت جو معاملات زیر بحث ہیں محض سیاسی ہیں وہ جمعیت اسلامیہ کی ہیئت اور اس کے مقاصد سے بالکل بے خبر ہیں۔ اسلام کے نزدیک مسلمان کا کوئی فعل انفرادی ہو یا اجتماعی مذہب کی ہمہ گیری سے آزاد نہیں اور برخلاف دیگر مذاہب کے اسلام نے زندگی کے ہر پہلو کے لیے احکام وضع کیے ہیں۔ ہم مسلمانوں کے عقیدے کی رو سے انفرادی، ملی اور بین الملی قانون کا اصل الاصول الہام الٰہی پر مبنی ہے اور اسلام کا ہر فعل اگر اس کا محرک اللہ اور رسول کی رضا جوئی ہے تو وہی فعل قرب الٰہی کا

---

لے رسول امیؐ نے جن پر ہمارے ماں باپ قربان ہوں اصول شریعت بتائے۔

باعث ہے۔ خواہ اس کا اثر فاعل کی اپنی ذات پر پڑتا ہو خواہ دیگر اقوام پر۔ وہ سیاست جو مذہب سے معرا ہو ضلالت و گمراہی ہے اور وہ مذہب جو اپنے احکام میں تمام ضروریات انسانی کو ملحوظ نہیں رکھتا ایک قسم کی ناقص رہبانیت ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ بعض مغربی خیالات ایک نا محسوس زہر کی طرح ہمارے دماغوں میں سرایت کر گئے ہیں جن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ مذہب کو سیاست سے کوئی واسطہ نہیں۔ اکثر تعلیم یافتہ نوجوان بے تحاشا اس خیال کا اظہار کرتے ہیں اور قوم کو بھی اسی پر عمل پیرا ہونے کی دعوت دیتے ہیں۔ ان کو اس بات کا احساس تک نہیں کہ یہ خیال کم از کم اسلام کے لیے زہر قاتل ہے۔ لطف یہ ہے کہ خود یورپ کے حکمار جو اس خیال کے بانی ہیں اور جن سے ہمارے نوجوانوں نے یہ سبق سیکھا ہے اب اس ہیبت ناک جنگ کے بعد جو اسی شیطانی اصول کا نتیجہ تھی اس خیال کی صحت میں متامل نظر آتے ہیں۔

افسوس ہے کہ اراکین انجمن حمایت اسلام نے بھی معاملات زیر بحث کے فیصلہ میں اسی اصول پر عمل کیا ہے مجھے ان سے یہ شکایت نہیں کہ انھوں نے کیوں الحاق کی تجویز پاس کی بلکہ یہ شکایت ہے کہ انھوں نے کیوں فیصلہ کرنے سے بیشتر فقہائے اسلام سے استصواب نہیں کیا اگر تمام حالات کو سننے کے بعد فقہائے اسلام کی یہی رائے ہو کہ الحاق قائم رکھا جائے تو میں بھی نہایت خوشی کے ساتھ اراکین انجمن کا ہم نوا ہوں قطع نظر اس کے کہ انھوں نے اپنا ایک اہم مذہبی فرض ادا نہیں کیا۔ میری رائے ناقص میں اس سوال کے

---

نوٹ: لے روزنامہ زمیندار ۱۸ر نومبر ۱۹۲۰ء صفحہ نمبر ۲-۱ نیز ' اقبال اور انجمن حمایت اسلام '، مرتبہ محمد حنیف شاہد صاحب کی مرتبہ کتاب میں اس خط کا متن متعدد اغلاط کی وجہ سے خاصہ مجروح ہو گیا ہے۔ (جعفر بلوچ)

لے ''کلیات مکاتیب اقبال'' جلد دوم صفحہ ۲۱۵ پر اس خط کا ایک اقتباس ''روح مکاتیب اقبال'' سے نقل کیا گیا تھا۔ اب اس خط کا پورا متن دستیاب ہوا ہے۔

(مولف)

مذہبی پہلو کو نظر انداز کر دینے سے اراکین کونسل نے خود انجمن کے لیے ایک زندگی وموت کا سوال پیدا کر دیا ہے۔

میں نے آپ کے اخبار کی بہت سی جگہ لے لی ہے لیکن مجھے یقین ہے کہ آپ فراخدلی سے مجھے معاف فرمائیں گے۔ اب میں اس طویل خط کو اس دعا پر ختم کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کا حامی و ناصر ہو اور اپنے حبیب پاک کے صدقے میں ان کی تمام مشکلات کا خاتمہ کرے۔

۱۵ر نومبر ۱۹۲۰ء

آپ کا مخلص

محمد اقبال

(اقبال اور ظفر علی خاں)

(غیر مدون)

# پیرزادہ ابراہیم حنیف کے نام

لاہور یکم ستمبر ۱۹۲۲ء

مخدومی۔ آپ کی کتاب دل چسپ معلوم ہوتی ہے لیکن افسوس ہے کہ اس کی تکمیل میں آپ کی مدد کرنے سے قاصر ہوں۔ میرے فرصت کے اوقات پرائیویٹ لٹریری کام کے نذر ہو جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ ایسے معاملے میں مطالعہ کتب کے بغیر مشورہ دینا ممکن نہیں۔ میں ایک عرصے سے فلسفے کا مطالعہ چھوڑ بیٹھا ہوں۔ صرف ایک آدھ مسئلہ سے دل چسپی باقی ہے جس کا تعلق آپ کے مضمون سے نہیں۔

اگر آپ کا مدعا یہ ہے کہ آپ کی کتاب یونیورسٹی کے کسی امتحان میں کورس مقرر ہو جائے تو یہ بات کتاب کی اشاعت سے پہلے ممکن نہیں۔ کورس کا معاملہ یونیورسٹی بورڈ کے سامنے پیش ہوتا ہے جس کا میں بھی ایک ممبر ہوں۔ اشاعتِ کتاب کے بعد آپ ایک کاپی بھیج دیں۔ میں اسے بورڈ کے سامنے پیش کر دوں گا۔ اگر بورڈ کی رائے میں وہ کتاب کورس بننے کے قابل ہوئی تو یقیناً نصاب میں داخل ہو جائے گی۔ والسلام

محمد اقبال لاہور

(انوارِ اقبال)

# (چودھری) محمد حسین کے نام

لاہور ۷ ستمبر ۲۲ء

ڈیر ماسٹر صاحب السلام علیکم
آپ کا خط مل گیا ہے الحمد للہ کہ خیریت ہے۔

آپ کو جو اشعار میں نے لکھے تھے ان میں اس وقت تک ترمیم کا امکان ہے جب تک اُن سے طبیعت ہٹ کر کسی دوسری طرف متوجہ نہ ہو جائے۔ چنانچہ ان میں سے ایک تو آپ کا خط پہنچنے سے پہلے اس مطلع کی صورت میں منتقل ہو چکا تھا:

باینؑ بہانہ دریں بزم محرمے جویم
غزل سرایم و پیغامِ آشنا گویم

ایک اور شعر ہو گیا ہے:

چو موجؑ ساز وجودم ز سیل بے پرواست
گماں مبر کہ دریں بحر ساحلے جویم

دوسری غزل میں دو اشعار اور ہو گئے ہیں:

---

ترجمہ:

ؑ غزل گاتا ہوں اور اپنے دوست کا پیغام پہنچاتا ہوں، اسی بہانے اس بزم میں کسی محرم کی تلاش کرتا ہوں!

(پیامِ مشرق میں غزل ۵)

ؑ موج کی طرح میرا سامانِ وجود سیلاب سے بے پرواہ ہے، اس گمان میں نہ رہ کہ میں اس سمندر میں ساحل کی تلاش کر رہا ہوں!

(یہ بھی غزل ۵ کا شعر ہے)

بہ نوریاں ز منِ پا بگِل پیامے گوے[1]
حذر ز مشتِ غبارے کہ خویشتن نگراست
نوا زنیم و بہ بزم بہار می سوزیم
شرر بہ مشت پرِ[2] ز نالہ سحراست

بیگم صاحبہ محترمہ کی خدمت میں عرض کر دیجئے گا کہ میں تلاش میں ہوں کوئی موقع حسبِ دلخواہ ملا تو عرض کروں گا۔ والسلام

محمد اقبال

(غیر مدون)

(رسالہ تحقیق نامہ، لاہور
شمارہ ۲-۱ ۱۹۹۲-۱۹۹۳ء)

## (چودھری) محمد حسین کے نام

لاہور ۲۳ ستمبر ۲۲ء

ڈیر ماسٹر صاحب السلام علیکم

آپ کا خط ابھی ملا ہے۔ حکیم صاحب اجمل خاں آج صبح لاہور آئے تھے انھوں نے صبح ہی آدمی بھیج کر مجھے بلا لیا وہاں سے اب قریب شام واپس آیا تو آپ کا خط ملا الحمدللہ کہ خیریت ہے افسوس ہے کہ اب شملہ آنا مشکل ہے۔ نئے مکان کی مرمت ہو رہی ہے تیار ہو جانے پر وہاں جاؤں گا۔ مرمت میں شاید دس پندرہ روز یا زیادہ صرف ہوں۔

---

[1] فرشتوں کو میری جانب سے جو زمین کی مٹی سے جڑا ہوا ہے یہ پیام دے دو کہ وہ اس مشتِ غبار سے ڈریں جو خودی کا عرفان رکھتا ہے، ہم گا رہے ہیں اور بزم بہار میں جل رہے ہیں صبح کے نالے اس مشت پر کے لیے شرر کا کام کر رہے ہیں۔ (غزل ۴ پیام مشرق)

[2] پیام مشرق میں صحیح مصرعہ یوں ہے ؎ شرر بہ مشتِ پرِ ما ز نالہ سحراست (مولف)

نظیری پر جو غزل لکھی تھی اس کے اشعار سردار صاحب کو بھیج دیے تھے۔ اس مصرع میں "بجا است" ہے نہ بجائش۔ بجائش کے نہ معلوم کیا معنی ہیں۔ مصطفیٰ کمال پاشا کو مخاطب کرکے جو اشعار لکھے[1] تھے وہ بھی آپ کو سنائے تھے آپ بھول گئے۔ یہ شعر میں نے جولائی میں لکھے تھے نظیری کے ایک شعر کی تضمین ہے، یعنی:

ہر کجا راہ دہد اسپ براں تازکہ ما[2]

بارہا مات دریں عرصہ بتدبیر شدیم

مصطفیٰ کی فتوحات کا چرچا ہر جگہ ہو رہا ہے مگر قسم ہے خدا کی یہ کچھ بھی نہیں اُس کے مقابلے میں جو ہونے والا ہے۔ ممکن ہے قسطنطنیہ کے لیے جنگ نہ ہو کیونکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انگریز طرح دے جائیں گے۔ بعد میں اس کے عراق کی باری ہے مگر میرا خیال ہے کہ یہاں بھی جنگ نہ ہوگی۔ انگریز اس ملک کو خالی کر دیں گے البتہ فلسطین و مقاماتِ مقدسہ کا معاملہ بعد میں ذرا دیر بعد طے ہوگا اور وہی موقع اسلام کی حقیقی عظمت کا ہے۔ حال کے واقعات اس کا پیش خیمہ ہیں مصطفیٰ کمال کی سوانح عمری مختصر سی ایک ترک نے لکھی ہے جس کی ایک کاپی مرسل ہے اس کے پہلے دو تین صفحے غور سے پڑھیے میں آپ سے کئی دفعہ اسی امر پر گفتگو کر چکا ہوں جو اس کتاب کے پہلے صفحوں پر درج ہیں اسلامی ضمیر مشترک ہے میں نے جو کچھ کہا تھا وہ کشف و الہام نہیں بلکہ اشتراک ضمیر کا نتیجہ ہیں۔ اسلامی دنیا کے حالات عجیب و غریب ہو رہے ہیں اس وقت[3] یُخرِجُ الحَیَّ مِنَ المَیِّتِ کا نظارہ پیش

---

[1] نظم بعنوان "خطاب بہ مصطفیٰ کمال پاشا (ایدہ اللہ)" پیام مشرق میں شامل ہے۔ اس خط سے یہ بھی پتا چلتا ہے کہ یہ نظم کس زمانہ میں کہی گئی۔

(مؤلف)

[2] جدھر بھی راستہ ملے گھوڑا اُدھر ڈال دو کہ ہم نے بارہا اس میدان میں تدبیر سے مات کھائی ہے!

[3] قرآن: سورہ روم ۳۰: ۱۹ ترجمہ نکالتا ہے زندہ کو مردے سے۔ (مؤلف)

پیش نظر ہے۔ باقی خدا کا فضل ہے نواب صاحب کی خدمت میں میری طرف سے بہت بہت سلام کہیے۔ کتاب مرسلہ ان کو بھی دکھائیے۔ والسلام

محمد اقبال لاہور

رسالہ تحقیق نامہ، لاہور

(غیر مدون) شمارہ ۲-۱ ۱۹۹۲-۱۹۹۳ء)

## (چودھری) محمد حسین کے نام

لاہور ۲۵ ستمبر ۲۲ء

ڈیر ماسٹر صاحب السلام علیکم

میں نے آپ کے خط کا انتظار کیا۔ آپ نے لکھا تھا کہ کل ملے گا یا پرسوں سو وہ نہ کل ملا نہ پرسوں۔ چونکہ تردد تھا کہ کوئی ضروری خط نہ ہوا اس واسطے یہ خط لکھنے پر مجبور ہوا ہوں۔

لنڈن کی خبر جو آج کے اخبار میں شائع ہوئی ہے، آپ کی نظر سے اس خط کے پہنچنے تک گزر جائے گی، یعنی یہ کہ قسطنطنیہ میں اس بات کا اعلان کیا گیا ہے کہ روس نے ترکستان کی آزادی تسلیم کر لی ہے اور غازی انور پاشا اس جمہوریہ کے صدر مقرر ہوئے ہیں، مگر اس سے زیادہ حیرت انگیز خبر یہ ہے جو ایک عربی اخبار (فتی العرب) سے نقل کی گئی ہے اور آج کے اخبار میں شائع ہوئی ہے یعنی صدر جمہوریہ روس لینن نے ایک طویل رخصت بوجہ علالت لے لی ہے اور اس کی جگہ ایک مسلمان محمد سٹالن نام جمہوریہ روس کا صدر مقرر کیا گیا ہے۔ اللہ میاں نے تو معلوم ہوتا ہے کہ ایک ہی دفعہ کفن پھاڑنا شروع کر دیا ہے

---

لہ یہی بات اقبال نے ایک اور مکتوب محررہ ۲۸ ستمبر ۱۹۲۲ء بنام شیخ عطا محمد (کلیات جلد دوم: ص ۲۹۱-۲۹۲) میں کہی ہے۔ (موئف)

(یعنی اگر یہ خبر سچی ہے تو) گویا ایسا ہو جانا بعید از امکان نہیں ہے۔

مگر آپ تو مولوی صاحب ہیں ایک امر پر فتویٰ دیجئے' مصطفیٰ کمال (۱) نبی کریم کے ہم نام ہیں (۲) بچپن میں یتیم ہو گئے تھے (۳) معاہدۂ سورز[1] کے بعد وطن سے ہجرت کر گئے تھے اور ہجرت اُن کی فی سبیل اللہ تھی نہ تجارت و ملازمت کے سلسلے میں (۴) ہجرت کے بعد ان کو عظیم الشان فتح حاصل ہوئی (۵) داماد[2] فرید پاشا نے اُن کی تحریک کے خلاف وہی کام کیا جو اسلامی تحریک کے خلاف ابو جہل نے کیا تھا۔ استفسار یہ ہے کہ آیا مہدی موعود یہی شخص ہے یا کوئی اور؟ چند اشعار بھی حاضر ہیں جو کل خیال میں آئے تھے۔

دلیل[3] راہ حیاتم بدامنم آویز
شرر ز آتش نابم بخاک خویش آمیز

عروس لالہ بروں آمد از سراچہ ناز
بیا کہ جان تو سوزم ز حرف شوق انگیز

بہر زمانہ باسلوب تازہ می گویند
حکایتِ غم فرہاد و عشرتِ پرویز

اگرچہ زادۂ ہندم فروغ چشم من است
ز خاک پاکِ بخارا و کابل و تبریز

---

[1] ترکی کا اتحادی حکومتوں کے ساتھ معاہدہ فرانس کے مقام پر ہوا تھا۔ (مولف)

[2] داماد فرید پاشا (DAMAD FRIED PASHA) کو (DAMAD, IDAMA) بھی لکھا جاتا ہے) ترکی کے وزیر اعظم تھے۔ جو مصطفیٰ کمال پاشا سے اختلاف کی بدولت وزارت عظمیٰ سے ہٹا دیے گئے تھے۔ (مولف)

[3] (۱) ترجمہ: اے میری راہِ زندگی کے دکھانے والے! میرے دامن سے وابستہ ہو اور میری آگ کی چنگاری کو اپنے (وجود کی) مٹی سے ملالے۔ (۲) ناز کے سراپردہ سے گل لالہ کی دلہن باہر نکلی ہے آکہ میں محبت بھری باتوں سے تیری روح میں تپش پیدا کروں۔ (۳) ہر زمانے میں فرہاد کے غم اور پرویز کے عشق کی حکایت نئے اسلوب میں بیان کی جاتی ہے! (۴) اگرچہ ہندوستان میں پیدا ہوا ہوں مگر میری آنکھوں کی چمک بخارا اور کابل و تبریز کی خاک پاک سے ہے! (پیام مشرق غزل ۲۸)

غالباً اور اشعار بھی اس غزل میں ہوں گے یہ بھی خواجہ حافظ کی غزل پر ہے۔ نواب صاحب قبلہ کی خدمت میں آداب کہیے۔ وہ بہت مصروف معلوم ہوتے ہیں میری طرف سے عرض کر دیجئے کہ ترکی معاملات کے متعلق کسی قسم کا ڈیپوٹیشن یا کانفرنس جس کا نتیجہ ڈیپوٹیشن ہو اس وقت مسلمانوں کے لیے سخت مضر ہے میرا فرض صرف ابلاغ ہے گو رسول نہیں ہوں۔

محمد اقبال

(غیر مدون)

در رسالۂ تحقیق نامہ، لاہور
شمارہ ۲، ۱۹۹۲-۱۹۹۳ء)

## (چودھری) محمد حسین کے نام

لاہور ۲ اکتوبر ۲۲ء

ڈیر ماسٹر صاحب السلام علیکم
ایک خط لکھ چکا ہوں اُمید ہے پہنچا ہوگا۔

"مسلم سٹینڈرڈ" (لنڈن اشاعت ۷ ستمبر) آج بڑے عرصہ کے بعد آیا ہے اس میں نواب صاحب کا[1] Voice of the East پر ریویو بھی ہے جو بہت اچھا ہے اس پرچے سے غازی انور پاشا کی حیات[2] کی تصدیق بھی ہو گئی اس نے ایک معتبر فارن کارسپانڈنٹ کے بیان پر لکھا ہے کہ انور اس وقت بخارا میں ہیں اور وسط ایشیا کے ترکوں کی آزادی

---

[1] عکس دستیاب نہیں۔ غالباً "کا" کی جگہ "کی" لکھا ہوگا کہ یہ نواب سر ذوالفقار علی خاں صاحب کی کتاب کا نام ہے جس پر ریویو کا ذکر ہے۔ (موَلف)

[2] یہ خبر غلط تھی کہ وسط ایشیا کے ترکوں کی آزادی کی جنگ میں غازی انور پاشا نے ۴ اگست ۱۹۲۲ء کو شہادت پائی (کلیات جلد دوم ص ۸۹)

اسی کی کوششوں کا نتیجہ ہے۔ خیر بات یہ ہے کہ ترکستان ایشیا کا دل ہے دل آزاد ہوگیا تو باقی اعضا و جوارح بھی اپنی اپنی زنجیریں آہستہ آہستہ اُتار پھینکیں گے۔ اس پرچے سے یہ بھی معلوم ہوا کہ غازی انور پاشا کے بھائی نوری بے ان سے ملنے کے لیے براہ بمبئی بخارا گئے ہیں۔ غالباً بھیس بدل کر گئے ہوں گے کیونکہ یہاں کسی کو یہ بات معلوم نہیں ہوئی ورنہ یہ ممکن نہ تھا کہ انور کا بھائی ہندوستان کی زمین پر قدم رکھے اور اس کا عظیم الشان استقبال نہ ہو بعض لوگوں کا یہ بھی خیال ہے (جیسا کہ فارن کارسپانڈنٹ مذکورہ بالا کے بیان میں ہے) کہ چونکہ انور بالشویکوں کے مخالف ہے اور ان سے جنگ کر رہا ہے اس واسطے انگریزوں کو اس سے ہمدردی ہے۔ یہ خیال بھی ٹھیک ہو اور انگریزی گورنمنٹ نے نوری پاشا کو بمبئی کے رستے گزرنے کی اجازت دے دی ہو مگر یہ سب امور اب گزشتہ تاریخ ہے۔ انور اور بالشویک کے درمیان صلح ہوگئی ہے اور ماسکو گورنمنٹ نے ترکستان کی آزادی کو تسلیم کر لیا ہے میرے خیال میں کاشغر (چینی تاتار) کے ترکوں کی آزادی بھی اب دور نہیں اس کے نتائج بڑے دور رس ہوں گے جن کا یہاں قلم بند کرنا ضروری ہے نہ مناسب۔ جمال[1] پاشا مرحوم نے اپنی سرگزشت خود لکھی ہے جو عنقریب انگلستان سے بزبانِ انگریزی شائع ہوگی رِفؔ[2] میں جمہوریت مستحکم ہوگئی ہے۔ اسلام خلفا کے زمانے کی طرف آ رہا ہے خدا نے چاہا تو خلافتِ اسلامیہ اپنے اصلی رنگ میں عنقریب نظر آئے گی۔

---

[1] پہلی جنگ عظیم سے پہلے ترکی میں جو مجلس اتحاد و ترقی قائم ہوئی تھی اس کے اہم رُکن غازی انور پاشا طلعت پاشا اور جمال پاشا تھے۔ جمال پاشا فوج میں بھرتی ہوگئے اور ۱۹۱۳ سے ۱۹۱۸ تک استنبول کے کمانڈر رہے۔ جنگ عظیم کے خاتمہ پر ۱۹۱۸ میں برلن چلے گئے۔ کچھ دنوں امان اللہ خاں امیر افغانستان کی ملازمت میں بھی رہے۔ روس اور ترکی کی مفاہمت کے دوران آرمینیوں نے ان کو ۲۱ جولائی ۱۹۲۲ء کو گولی مار کر شہید کر دیا۔ (مولف)

[2] ریف مراکش کا ایک علاقہ ہے جہاں ۱۹۲۳ میں جمہوری حکومت قائم ہوئی۔ (مولف)

باقی خدا کے فضل و کرم سے خیریت ہے نواب صاحب قبلہ کو بھی یہ خط سنا دیں۔
"مسلم سٹینڈرڈ" اگر نواب صاحب کے پاس نہ آیا ہو تو لکھیے ڈاک میں بھیج دوں گا۔ دو تین
مادہ ہائے تاریخ دوسرے صفحے پر ملاحظہ کیجیے:

شاخِ ابراہیم دانم مصطفیٰؐ
سالِ فتحش اسمِ اعظم مصطفیٰؐ
۱۳۴۱

تاریخ شکستِ یونان
خاتمۂ خسروی
۱۹۲۲

تاریخ آزادیٔ ترکستان
غیب بینیٔ انور
۱۳۴۱

محمد اقبال

(رسالہ تحقیق نامہ، لاہور، شمارہ ۲، ۱۹۹۲-۱۹۹۳ء)

(غیر مدون)

# حفیظ اللہ پھلواری (بہار) کے نام

آپ کا رسالہ "اسلامی مساوات"، بہت معنی خیز ہے۔ اس قسم کا لٹریچر کثرت سے ملک میں شائع ہونا چاہیئے اور بالخصوص ہندوستان کی غیر مسلم اقوام میں۔ کیونکہ ان اقوام کو اسلام کے اس پہلو سے مطلق آگہی نہیں۔ اس کتاب کا انگریزی[1] ترجمہ ہو جائے تو بہتر ہو۔

(روح مکاتیب اقبال)

---

[1] اس کتاب کا انگریزی ترجمہ اسلامک برادرہڈ کے نام سے شائع ہوا۔

(محمد عبداللہ قریشی)

# (چودھری) محمد حسین کے نام

لاہور ۲۴ جولائی ۲۳ء

ڈیر چودھری صاحب السلام علیکم

مجھے افسوس ہے کہ ڈاکٹر سیبوز صاحب کو کتاب نہیں پہنچی۔ کتاب ان کو بھیج دی گئی تھی مگر معلوم ہوتا ہے کھوئی گئی، بہر حال مبارک علی صاحب سے دریافت کروں گا میری طرف سے ڈاکٹر صاحب موصوف کی خدمت میں معذرت کریں اور ان سے کہہ دیں کہ پبلشر کو

---

لے مصطفیٰ کمال پاشا کی فتوحات کی یہی مادۂ تاریخ اقبال نے اپنے مکتوب محررہ ۴ اکتوبر ۱۹۲۲ء بنام مولانا گرامی میں لکھی ہے۔ (کلیات جلد دوم ص ۳۹۵) (موّلف)

کتاب بھیجنے کے واسطے کہہ دیا تھا اور اس نے بھیج بھی دی تھی مگر معلوم ہوتا ہے کتاب رستے میں کھو ئی گئی۔ آج یا کل علی بخش سے کہہ دوں گا کہ کتاب بھجوا دے البتہ اس پر نام لکھنے کی دقت ہو گی اگر ایسا نہ ہو سکے تو آپ ان سے کہہ دیجیے کہ میں شملہ آکر اپنا نام اس پر لکھ دوں گا۔ ڈاکٹر سپونر ترجمہ اچھا کرتے ہیں اگر وہ "پیام مشرق" کا ترجمہ کریں تو مجھے کیا عذر ہو سکتا ہے۔ اس کے ساتھ آپ کو کوفت کرنی پڑے گی۔ یہ کام مدت لے گا اور آپ کا اور اُن کا ایک جگہ کچھ مدت کے لیے رہنا ضروری ہے کیونکہ آپ کو۔۔۔[1] ترجمے کی تشریح کرنی بھی ضروری ہوگی (کم از کم بعض بعض جگہ)، بالخصوص رباعیات کے۔ ترجمے میں اگر ڈاکٹر سپونر مغربی افکار و خیالات فلسفیانہ سے واقف ہیں تو ان رباعیوں کی تلمیحات سمجھ جائیں گے گو یہ امر شعر کے لطف اٹھانے کے لیے ضروری نہیں تاہم ترجمہ کرنے والوں کو ان باتوں کا جاننا ضروری ہے۔ غالب، بیدل اور ظہوری کو صرف محض ان کی تراکیب کے لیے ہے۔ ظہوری میں تراکیب کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ بیدل کا فلسفہ غالب، غالبًا نہ سمجھا ہوگا۔ محض ترکیب کے لیے سب مدح و ثنا ہے اور بس۔ غالب نے ترکیب ان سے سیکھی ہے۔ میں نے خود مرزا بیدل سے اس بارے میں استفادہ کیا ہے۔ باقی خیریت ہے شاید اگست کے شروع میں آئیں۔

نواب صاحب قبلہ کی خدمت میں آداب چھوٹے میاں نواب اچھے ہوں گے۔

والسلام

مخلص

محمدؐ اقبال

در رسالہ تحقیق نامہ، لاہور

شمارہ ۱تا۲ ۱۹۹۲-۱۹۹۳ء)

(غیر مدون)

---

[1] ایک لفظ پڑھا نہیں گیا۔

# (چودھری) محمد حسین کے نام

لاہور ۶ر اگست ۲۳ء

ڈیر ماسٹر صاحب السلام علیکم

آپ کا خط ابھی ملا ہے الحمد للہ کہ خیریت ہے۔ میں ۸ر اگست کی شام یہاں سے روانہ ہونے کو تھا اور اس امر کا بھی قطعی فیصلہ ہو چکا تھا مگر اب افسوس ہے کہ کم از کم اگست میں حاضر نہ ہو سکوں گا۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ ۲ر اگست کے روز جس روز میں سیالکوٹ سے لاہور واپس آیا میری بیوی کو بخار آگیا خیال تھا کہ معمولی بخار ہے ایک دو روز میں اُتر جائے گا مگر آج معلوم ہوا کہ میعادی بخار ہے جس کو ٹائی فائیڈ کے خوفناک نام سے موسوم کیا جاتا ہے جو چودہ روز یا اکیس روز رہتا ہے ایسی حالت میں شملہ کی سیر کو جانا مروت اور دیانت دونوں کے خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو صحت عطا کرے مجھے فکر و تردد ہو رہا ہے آپ بھی دعا کریں کہ ان افکار کا جلد خاتمہ ہو جائے۔ اس کی صحت کے بعد انشاء اللہ ستمبر میں یہ سفر ممکن ہوگا۔ حیدر آباد دکن سے بھی مسٹر حیدری کا تار آیا تھا کہ عثمانیہ یونیورسٹی کے فلسفہ کے کورسوں میں مشورہ دینے کے لیے ایک ہفتہ کے لیے آؤ اخراجات کی کفیل عثمانیہ یونیورسٹی ہو گی مگر اس مجبوری کی وجہ سے وہاں بھی نہ جا سکا ان کو ابھی تار کا جواب دیا ہے اور خط میں مفصل حالات لکھ دیے ہیں۔

محاورہ کمر در کمر ہے نہ کمر بر کمر، کمر بر کمر کے معنی بلندی پر بلندی یعنی بلندیوں کے سلسلے ہیں مگر لالہ کمر در کمر کے معنی لالہ صف در صف کے ہیں یعنی قطار در قطار[۱]۔ مطلب شعر کا یہ ہے کہ

---

[۱] 'تحقیقی نامہ' میں یہ جملہ "مطلب شعر کا ..... در قطار در قطار" "کل ایک شعر خیال" کے بعد چھپ گیا تھا جس سے عبارت بے معنی ہو کر رہ گئی تھی۔ (مولف)

لالے کے پھول آتشی وردیاں پہنے قطار در قطار کھڑے ہیں جیسے لال کرتی سپاہی یا زمانہ حال کی اصطلاح میں          کی طرح مزید تشریح کے لیے بہار عجم ملاحظہ ہو۔ بہت دنوں کے بعد کل ایک شعر خیال میں آیا آپ کی ضیافت طبع کے لیے ذیل میں درج ہے :

غنچہ[1] با محرمِ گیسوئے تو کارے دارد
با نسیمِ سحری راہِ سخن وامی کرد

کل مہارانی گیکوارڈ (بڑودہ) کے پرائیویٹ سیکرٹری صاحب کا خط آیا تھا وہ مجھ سے میری زندگی کے حالات طلب کرتے ہیں انھوں نے کوئی کتاب اُردو لٹریچر کی تاریخ پر لکھی ہے۔ میں نے اُن کو نواب صاحب کی کتاب کا پتہ دیا ہے وہ لکھیں گے تو ایک کاپی ان کو بھجوا دیجیے گا۔ ان کے خط سے یہ بھی معلوم ہوا کہ (مدراس نے میرے حالات وغیرہ پر کوئی کتاب چھاپی ہے مگر وہ لکھتے کہ کتاب طلب کرنے پر معلوم ہوا کہ اس کی ایڈیشن ختم ہوگئی ہے اور اب دستیاب نہیں ہوسکتی۔ نواب صاحب قبلہ کی خدمت میں آداب۔

محمدؐ اقبال

میں نے مرزا جلال الدین صاحب سے کہا تھا کہ میری معذوری کا خط نواب صاحب کی خدمت میں لکھ دیں انھوں نے نواب صاحب یا آپ کی خدمت میں لکھا ہوگا۔

محمدؐ اقبال

در رسالہ تحقیق نامہ، لاہور
شمارہ ۲ (۱۹۹۲-۱۹۹۳ء)          (غیر مدون)

---

[1] ترجمہ : غنچہ کو تیرے گیسوؤں کے محرم سے کچھ کام ہے اس لیے وہ نسیم سحری سے بات کر رہا تھا۔          (یہ شعر بالآخر پیام مشرق میں شامل نہ ہوسکا)

(مولف)

## (چودھری) محمد حسین کے نام

ڈیر ماسٹر صاحب! السلام علیکم

آپؐ کا خط مل گیا ہے تعجب ہے کہ شیطان کو اگر ہستی سمجھا جائے۔ آپ اس کو مخلوق مانتے ہیں اور جب اس کو ہستی نہ تصور کیا جائے بلکہ ایک محض حقیقت سمجھا جائے تو اس کے ازلی و ابدی ہونے کی بحث اٹھاتے ہیں. اگر شیطان مخلوق ہے تو مادہ بھی ہے اگر شیطان شیطان ازلی و ابدی ہے تو مادہ بھی ازلی و ابدی ہے۔ لیکن حق بات یہ ہے کہ قرآنی روایت کا مقصد علم انسانی کی حقیقت کو واضح کرنا ہے کسی فلسفیانہ بحث کا فیصلہ کرنا مقصد نہیں ہے، مادہ کے ازلی و ابدی ہونے کی بحث ایک علیحدہ بحث ہے اس روایت کا اس سے کوئی تعلق نہیں، یہ بھی نہ سمجھنا چاہیے کہ آدم و شیطان کی روایت ایک تاریخی واقعہ ہے. حقائق کو بیان کرنے کا ایک طریق یہ بھی ہے کہ عام فہم قصے کے پیرائے میں اسے بیان کر دیا جائے یہاں یعنی اس مقصد میں مذہب اور لٹریچر متحد ہیں اور ایک ہی طریق اختیار کرتے ہیں باقی رہا مادہ سو اس کے ازلی و ابدی یا قدیم و حادث ہونے کی بحث میرے نزدیک ایک لایعنی بحث ہے۔ قدیم فلسفی اس بحث میں پڑتے تھے محض اس وجہ سے کہ وہ مادہ کی حقیقت سے بے خبر تھے۔ ملاقات ہوگی تو مفصل کہوں گا۔ مریضہ کو اب بالکل صحت ہے الحمدللہ ستمبر میں شملہ آنا ہو سکے گا۔ نواب صاحب کی خدمت میں آداب عرض ہو۔

میاں رشید کو دعا

محمد اقبال

(مجلہ تحقیق نامہ، شمارہ ۵

۹۶ - ۹۵ ۱۹ (گورنمنٹ کالج لاہور)

(غیر مدون)

(عکس)

---

لہ پوسٹ کارڈ ڈاکخانے کی مہر کے مطابق تاریخ ۱۸ اگست ۱۹۲۳ء ہے۔

INDIA
Simla

# (چودھری) محمد حسین کے نام

لاہور ۱۲؍ اگست ۲۳ء
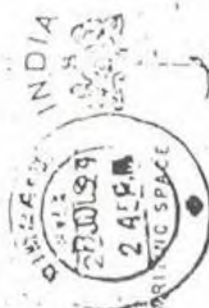
ڈیر ماسٹر صاحب السلام علیکم

آپ کا خط ابھی ملا ہے الحمد للہ کہ مریضہ کی حالت اب بالکل اچھی ہے اور اب وہ رفتہ رفتہ اپنی اصلی حالت کی طرف عود کر رہی ہے۔ میں نے شیطان کے متعلق جو پوسٹ کارڈ آپ کو لکھا تھا اس میں شیطان کی جگہ ابلیس کا لفظ پڑھنا چاہیے میں غلطی سے شیطان لکھ گیا۔ قرآن کریم کے رو سے شیطان اور ابلیس دو مختلف ہستیوں کے نام ہیں اس پر مفصل پھر گفتگو ہوگی۔

رباعیات کی ترتیب کے متعلق آپ نے جو کچھ لکھا ہے بجا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ شعر لکھ چکنے کے بعد مجھے اس میں مطلق دل چسپی نہیں رہتی، نفسیات کی رو سے شیعوں کے اس مسئلے میں صداقت معلوم ہوتی ہے کہ صاحب الہام کے ساتھ ایک امام بھی ضروری ہے جو الہامات کو مرتب کرے اور عقلی اعتبار سے ان کی ضروری تشریح بھی کرے۔ آپ سردار صاحب سے مشورہ کر کے ان کی ترتیب کر ڈالیں دوسری ایڈیشن میں وہی ترتیب رکھی جائے گی مجھ سے یہ بار اُٹھنا محال ہے۔ عام طور پر ان کی موجودہ ترتیب وہی ہے جس میں وہ لکھی گئی تھیں۔

حیدر آباد کی عثمانیہ یونیورسٹی نے ستم ظریفی کی۔ پرسوں مولوی عبدالباری صاحب پروفیسر فلسفہ، لاہور آموجود ہوئے، اور کہا کہ میرے ساتھ حیدر آباد چلیں۔ کل تمام دن اُن کو فلسفے کے نصاب کے متعلق مشورہ دینے میں گزرا۔ آئندہ سال ممکن ہوا تو جاؤں گا۔ امسال نہیں جا سکتا۔ اگر ستمبر میں عطائے تمغہ جات کا جلسہ ہوا تو شملہ آنا ضروری ہے اور اگر یہ جلسہ نہ ہوا تو یقینی نہیں کیونکہ ستمبر کام کا مہینہ ہے بہر حال ابھی شملہ آنے کی تاریخ معین نہیں ہو سکتی۔ آپ اپنے دوست خورشید احمد صاحب سے معلوم کریں کہ آیا

جلسہ مذکورہ بالا ستمبر میں ہوگا یا فروری میں ۔ پہلے سُنا تھا کہ فروری میں بمقام دہلی ہوگا ۔ دین کی نصرت کے لیے آسمانوں پر شور ہے مگر زمین والے خاموش ہیں اور آسمانی آوازوں کو نہیں سمجھتے ۔ خدا ان پر رحم کرے اسلام کو علما و مشائخ نے محض ایک قدیم ایشیائی مذہب کی صورت میں منتقل کر دیا ۔ اگر کسی کو یہ معلوم نہ ہو کہ اسلام کی عمر صرف تیرہ سو سال ہے تو وہ مسلمانوں کے لٹریچر کا مطالعہ کرنے سے کبھی اس نتیجہ پر نہیں پہنچ سکتا کہ یہ اس قدر جدید مذہب ہے بلکہ مجھے یقین ہے کہ وہ عام خیالات کے اعتبار سے اسلام اور ایشیا کے دیگر قدیم مذاہب میں کوئی فرق نہ پائے گا ۔ حالانکہ حق بات یہ ہے کہ جب ہم ویدا[1] انجیل وغیرہ کتب کا مطالعہ کرنے کے بعد قرآن کا مطالعہ کریں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا خیالات کی ایک نئی فضا میں داخل ہو گئے ہیں ۔ افسوس کہ مسلمانوں کو قرآن کی جدّت کا کبھی احساس نہ ہوا بلکہ انھوں نے اس جدید کتاب کے مطالب و حقائق کو قدیم اقوام کے خیالات کی روشنی میں تفسیر کر کے اس کے اصل مطلب و مفہوم کو مسخ کر دیا ۔ اب اقوام اسلامیہ کی نشاۃ ثانیہ کے ساتھ خود اسلام کی نشاۃ ثانیہ کی ضرورت ہے ۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کے صدقے میں مسلمانوں میں اس قسم کا مفسّر پیدا کر دے جو اس گمشدہ حکمت کو پھر پا کر قوم کی نذر کرے ۔ وصال کا زمانہ ابھی نہیں آیا قرآن قائم ہے ۔ صرف ایک غزل کا مطلع لکھ سکا :

دلم[2] کہ بیم و ہراسش ز پادشاہے نیست
حریفِ گردشِ چشمِ نمد کلاہے نیست

---

[1] لفظ پڑھا نہیں گیا ۔

[2] ترجمہ : میرا دل جسے کسی بادشاہ سے نہ کوئی امید ہے نہ خوف (لیکن)، وہ کسی پوستین یا نمدہ کی ٹوپی پہننے والے (درویش) کی (ایک) نظر کی تاب نہیں لا سکتا ۔

(مؤلف)

(پیام مشرق غزل ۴۳ میں یہ شعر شامل نہ کیا)

باقی خدا کے فضل و کرم سے خیریت ہے۔

مخلص

محمدؐ اقبال

در رسالہ تحقیق نامہ، لاہور

(غیر مدون) شمارہ ۲-۱ ۱۹۹۲-۱۹۹۳ء)

## (چودھری) محمد حسین کے نام

لاہور ۲۶ اگست ۲۳ء

جناب ماسٹر صاحب السلام علیکم

آپ کا خط مل گیا الحمدللہ کہ خیریت ہے۔

بہت بہتر ہے سردار صاحب کے مشورے سے رباعیات کی ترتیب ہو جائے تو خوب ہے۔ مگر ان میں جو تین تین اشعار کے قطعات ہیں ان کو شمار میں نہ لائیے کیونکہ دوسری ایڈیشن میں میرا ارادہ ان کو افکار میں رکھنے کا ہے شبنم پر دو بند لکھے تھے جو پیامِ مشرق میں چھپ گئے تھے کل اس کے باقی چھ سات بند بھی لکھے گئے الحمدللہ کہ یہ نظم بھی ختم ہوئی اسی رنگ کی، دو چار نظمیں اور بھی لکھی گئیں تو خوب ہو گا۔

مرزا صاحب تو شملہ چلے گئے۔ میں عطائے تمغہ جات کی تاریخ کا منتظر ہوں میں روز بروز اس بات کا قائل ہوتا جاتا ہوں کہ تفسیر قرآن از بس ضروری ہے افسوس ہے مسلمان امرا کو جو اس کام میں مدد دے سکتے ہیں قطعاً توجہ نہیں، باقی خیریت ہے نواب صاحب کی خدمت میں آداب عرض ہو اور ان کے سب بچوں کو میری طرف سے فرداً فرداً دعا کہیے سردار صاحب کی خدمت میں عرض کیجیے کہ اُن کے دونوں خطوط مجھے مل گئے تھے انشاء اللہ حاضر ہونے کی سعی کروں گا۔ ڈاکٹر سپونر

کے ترجمے کا آپ نے پھر کچھ نہ لکھا۔

محمد اقبال

در رسالہ ’تحقیق نامہ‘، لاہور

(غیر مدون) شمارہ ۲، ۱۹۹۲ - ۱۹۹۳ء)

(عکس، تحقیق نامہ شمارہ ۱، ۱۹۹۱-۱۹۹۲ء)

## (چودھری) محمد حسین کے نام

لاہور ۳۰ر اگست ۲۳ء

ڈیر ماسٹر صاحب السلام علیکم

آپ کا خط مل گیا ہے، جو خدا تعالیٰ کو منظور ہے ہو جائے گا تفسیر قرآن کے لیے ایک[1] واقف کار اسسٹنٹ کی ضرورت ہے لیکن خدا کو اگر یہ کام منظور ہے تو ایسا آدمی بھی پیدا ہو جائے گا اور میری فراغت کا سامان بھی نکل آئے گا اور کچھ نہیں تو انشا ءاللہ جو کتاب بزبان انگریزی میرے زیرِ نظر ہے اس میں کم از کم مکمّل تفسیر کا خاکہ تو کھینچ کر رکھ دیا جائے گا۔ نواب صاحب کا مضمون "مسلم آوٹ لک" میں دیکھا ہے حق بات یہ ہے کہ جب سے "مسلم آوٹ لک" نکلا ہے اس کے کالموں میں ایسی شُستہ اور لطیف انگریزی نثر نہیں دیکھی گئی مطالب کے اعتبار سے بھی بہت خوب ہے۔ میری طرف سے اُن کا بہت شکریہ ادا کیجیے کہ اُنھوں نے میرے دل کی بات کہی البتہ پچھلے حصہ میں رئیسوں سے سفارش کی ضرورت نہ تھی۔ میرا یہ عریضہ اُن کو دکھا دیجیے۔

ستمبر کی آٹھ سات تک شملہ آنے کا قصد ہے۔ پانی پت کے مسلمانوں کا ایک

---

[1] عکس سے موازنہ کے بعد یہ لفظ بڑھایا گیا۔

(مولف)

ڈیپوٹیشن بھی گورنر صاحب کی خدمت میں جا رہا ہے ۔ حاضر ہوا تو اس میں بھی[1] شریک ہو جاؤں گا گو میں ایسی تجویزوں کا قطعاً قائل نہیں ہوں ۔ اتحادِ اسلام کی تجاویز ملک کے ..... مختلف حصوں میں ہو رہی ہیں قدرت کی قوتیں اس وقت تمام تر مسلمانوں کی بیداری میں مصروف ہیں ۔ میری رائے ہے کہ ہندو سنگٹھن اور شدھی کا نتیجہ خود ہندوؤں کے حق میں بہت بُرا نکلے گا ۔ بہر حال ان کو اپنی قوم کو مضبوط اور منظوم کرنے کا پورا حق حاصل ہے بلکہ اگر وہ طاقت اور دولت کے نشے میں مسلمانوں پر دراز دستی بھی کریں تو میں شکایت نہ کروں گا نہ حکام کے پاس فریاد لے جاؤں گا ۔ باقی خدا کے فضل و کرم سے خیریت ہے ۔ ایک دو روز بارش رہی آج قدرے گرمی ہے ۔ نواب صاحب کے بچوں کو دعا ۔ سردار امراؤ سنگھ صاحب کی خدمت میں آداب عرض کر دیجیے گا اور سردارنی صاحبہ کی خدمت میں بھی ۔ والسلام

مخلص

محمد اقبال

در رسالہ، تحقیق نامہ، لاہور

(غیر مدون) شمارہ ۲ ۱۹۹۲-۱۹۹۳ء)

(عکس، تحقیق نامہ شمارہ ۱، ۱۹۹۱ - ۱۹۹۲ء

## (چودھری) محمد حسین کے نام

ڈیر ماسٹر صاحب ۔ السلام علیکم ۔ معاف کیجیے گا اس وقت کاغذ نہیں، آپ کے خط کی پشت پر ہی جواب لکھتا ہوں[2] افسوس ہے میرے گھر کے لوگ ابھی لدھیانے

---

[1] عکس سے موازنہ کے بعد 'ضرور' کی جگہ 'بھی' درج کیا گیا ہے ۔

(مؤلف)

[2] چودھری صاحب کا خط مورخہ ۵ ستمبر ۱۹۲۳ء جس کے جواب میں علامہ نے یہ خط لکھا ۔

سے نہیں آئے ہیں۔ ہر ممکن کوشش کروں گا کہ جمعہ کے روز یہاں سے چلوں اور آپ کو تار بھی دے دوں گا مگر یہ امر یقینی نہیں بہر حال میں اپنا مشورہ عرض کر دیتا ہوں اس خیال سے کہ مولوی صاحب تشریف نہ لے جائیں۔ (۱) یہ امر ضروری ہے کہ تمام تبلیغی انجمنوں کو ایک مرکز پر لایا جائے۔ اختلاف اور "لامرکزیت" کی وجہ سے پنجاب میں عام طور پر لوگ علما سے بدظن ہو رہے ہیں۔ ان حالات میں ملک میں دورہ کر کے چندہ وصول کرنا بھی مشکل ہے اور مسلمان پہلے ہی مفلس و نادار ہیں۔ یہاں تک کہ میرا عقیدہ ہے کہ جو ہنگامے اس وقت ہندوؤں اور مسلمانوں میں ہو رہے ہیں ان کے اصل وجوہ اقتصادی ہیں نہ مذہبی (۲) اگر تمام ہندوستان میں صرف پنجاب کے مسلمانوں کا ہی نظام مرتب ہو جائے تو کافی ہے۔ مستقبل قریب میں پنجاب کا علاقہ خصوصاً اس کی مسلمان آبادی کی وجہ سے نہایت وقیع اور سیاسیاتِ ایشیا میں ایک بھاری عنصر ہو جانے والا ہے (۳) روس کے مسلمانوں نے حال میں مقام روفا میں ایک بہت بڑی کانفرنس قائم کی ہے۔ اس کا اجلاس ا۱ٹھ روز تک رہا اور کانفرنس کے اعلان پر دستخط کرنے والے ۲۸۰ علماء تھے جن میں تمام اسلامی روسی جمہوریتوں کے علماء اور فضلاء شریک تھے۔ انھوں نے ان تمام امور پر غور کیا ہے جن میں سے اکثر اس وقت ہمارے پیشِ نظر ہیں۔ سب سے بڑی بات تنظیم اسلام ہے۔ ہندوستان کے مسلمانوں کو بہت جلد ہندی قومیت متحدہ کے خیال کو ترک کر کے تنظیم اسلامی کی طرف رجوع کرنا پڑے گا۔ روسی کانفرنس کی تقلید میں بہت جلد ایک کانفرنس ہندوستان کے مسلمانوں کی ہونی چاہیے یہ کانفرنس لاہور میں ہو اور کوشش کی جائے کہ تمام صوبوں کے نمائندے اس میں شریک ہوں، علما کثرت سے آئیں۔ اس کانفرنس سے خود بخود ایک نظام پیدا ہو گا۔ تمام روپیہ جو مسلمان تبلیغ کے لیے دیں اس کانفرنس کی کارکن کمیٹی کے سپرد ہو اور وہ مختلف انجمنوں میں اس رقم کو تقسیم کریں جمعیت علماء بھی اسی میں جذب ہو جائے اور اگر ضروری ہو تو خلافت

---

لہ یہ عکس کے مطابق ہے۔ (مولف)

کمیٹی بھی۔ البتہ لیگ علیحدہ رہے اور اندرونی سیاسیات کی نگراں رہے۔ اسلامی تبلیغی انجمنیں اشاعت کا کام کریں اور اس سلسلے میں اسلامی عام فہم لٹریچر کی اشاعت ہو جس طرح عیسائی کرتے ہیں یعنی ٹریکٹ وغیرہ جو ہندوستان کی مختلف زبانوں میں شائع ہوں جب یہ کانفرنس مالی اعتبار سے اچھی طرح قوی ہو جائے تو اشاعت کے سلسلے کو وسیع کیا جائے اور اسلامی واعظ جرمنی، چین اور روس میں بھیجے جائیں۔ یہ تینوں ملک میری رائے میں اشاعت کے لیے بہت اچھا میدان پیش کرتے ہیں باقی باتیں زبانی عرض کروں گا۔

"اے مسلمان[1] دگر اعجازِ سلیمان آموز　　　دیدہ بر خاتم تو رہرمنے نیست کہ نیست"

پیام بدانایان فرنگ کی تکمیل شروع ہے اس کے چند اشعار "پیام مشرق" میں چھپے تھے باقی اب لکھ رہا ہوں طویل نظم ہوگی خدا تعالیٰ اپنے حبیب کے طفیل سے اس کے ختم کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ والسلام ـــ نواب صاحب اور قبلہ[2] مولوی صاحب کی خدمت میں آداب عرض کیجیے اور ان کو یہ عریضہ دکھلا دیجیے۔

محمد اقبال

(رسالہ تحقیق نامہ، لاہور شمارہ ۲ ۱۹۹۲ء-۱۹۹۳ء)

(غیر مدون)

(عکس)　　(تحقیق نامہ، شمارہ ۱۔ ۱۹۹۱ء-۱۹۹۲ء)

---

[1] ترجمہ: اے مسلمان! حضرت سلیمان کا معجزہ پھر سے سیکھ لے۔ کہ تیری انگوٹھی پر ہر شیطان کی نظر ہے۔
(اس میں حضرت سلیمان علیہ السلام اور ان کی انگوٹھی کی چوری کی طرف تلمیح ہے۔ اس انگوٹھی کی بدولت ان کی حکومت دیگر مخلوقات خاص طور پر شیاطین اجنہ، پر تھی۔ وہ اس تاک میں رہتے تھے کہ کسی طرح یہ انگوٹھی گم یا چوری ہو جائے تو ہم آزاد ہو جائیں۔ چنانچہ آخر کار ایک شیطان نے یہ حرکت کی)
(پیام مشرق غزل ۴۲)

[2] مولوی حاجی سر رحیم بخش۔

## (چودھری) محمد حسین کے نام

لاہور ۸ ستمبر ۲۳ء

ڈیر ماسٹر صاحب السلام علیکم

مہاراجہ رنجیت سنگھ کی سیرت کا یہ ایک نمایاں پہلو تھا کہ وہ عام آدمیوں سے بے تکلف ہنسی مذاق کی باتیں کیا کرتا تھا اور اس امر کو اپنی شاہانہ رعب داب کے منافی نہ جانتا تھا چنانچہ کئی لطیفے اس بات کی گواہی میں پیش کیے جا سکتے ہیں منجملہ ان کے ایک لطیفہ یہ ہے کہ ایک دفعہ ایک دراز قد میراثی سے اس نے مزاجاً کہا کہ تم اونٹ کی طرح لمبے ہو خدا جانے تمہاری ماں نے تم کو کتنے دنوں میں جنا ہو گا۔ میراثی نے جواب دیا کہ حضور نے تو اتنی جلدی کی، کہ خدا کو دوسری آنکھ پیدا کرنے کی بھی فرصت نہ دی۔ میں نے یہ لطیفہ کئی سال ہوئے فارسی میں نظم کیا تھا اور اسی خیال سے کہ ایک ہندوستانی رولر کی سیرت کا یہ دلکش پہلو نمایاں ہو مگر اس خیال سے کہ شہزادی دلیپ سنگھ اس کو بُرا نہ منائیں اور عام سکھ اس کا کچھ اور مطلب نہ سمجھ لیں، میں نے اسے "پیامِ مشرق" میں شائع نہ کیا۔ آپ سردار امراؤ سنگھ اور جوگندر صاحب سے اس کا تذکرہ کر کے ان کی رائے معلوم کریں کیونکہ اب دوسری ایڈیشن کا وقت آ رہا ہے اُن کی رائے سے مجھے مطلع کریں۔

گھر کے لوگ ابھی تک لدھیانے سے واپس نہیں آئے شاید آج رات کی گاڑی میں آئیں۔ میں مفصل خط آپ کی خدمت میں لکھ چکا ہوں۔ جناب قبلہ نواب صاحب اور سردار صاحبان کی خدمت میں آداب عرض ہے۔ چھوٹے میاں کو دعا۔ پیام بدانایانِ فرنگ قریب الاختتام ہے۔ کُل پچاس شعر شاید ہوں گے، مگر نظم لاجواب ہو گی انشاءاللہ باقی خدا کے فضل و کرم سے خیریت ہے نوبل پرائز کا یہاں بہت چرچا ہو رہا ہے قریبًا ہر روز کوئی نہ

کوئی گروہ آدمیوں (کا) آکر پوچھتا ہے۔

مخلص

محمد اقبال

(رسالہ 'تحقیق نامہ'، لاہور

(غیر مدون، شمارہ ۲، ۱۹۹۲-۱۹۹۳ء)

(عکس، (تحقیق نامہ، شمارہ ۱، ۱۹۹۱-۱۹۹۲ء)

## (چودھری) محمد حسین کے نام

لاہور ۸ رمئی ۲۴ء

جناب ماسٹر آپ کا خط مل گیا ہے۔ الحمد للہ کہ آپ کے ہاں بالکل خیریت ہے۔ میں لدھیانے سے مع عیال واپس آیا تھا۔ اب لاہور میں خدا کا فضل ہے۔ بیماری قریبًا معدوم ہوگئی ہے اور دو چار روز تک بالکل نہ رہے گی۔

عبدالمجید بدستور سابق ہے۔ ابھی اس کے پاس ۱۰ یا ۱۲ کا پیاں لکھنے کو ہیں شیخ عبدالقادر صاحب سے میں نے کہہ دیا ہے وہ دیباچہ لکھ دیں گے۔ میں نے مسئلہ اجتہاد فی الاسلام پر ایک مضمون لکھنا شروع کیا تھا (انگریزی) جس کا ایک تہائی حصہ لکھا بھی گیا تھا مگر اب خوف آتا ہے کہ ہندوستان کے قدامت پرست علماء کہیں کفر کا فتویٰ نہ تیار کردیں۔

اخباروں میں کوئی نئی بات نہیں پائی جاتی۔ حالات وہی ہیں جو پہلے تھے گو ہر جگہ ہر ملک میں انقلاب کے آثار پائے جاتے ہیں اور دنیا قدیم روش سے بیزاری ظاہر کر رہی ہے۔ لاہور میں لیگ کا سالانہ جلسہ (آل انڈیا) مئی کے آخر میں ہوگا جس کے لیے تیاریاں ہو رہی ہیں اور صدارت استقبالیہ کمیٹی کے امیدوار باہم آدیزی کے لیے مستعد ہیں۔ نواب صاحب کا کوئی خط ایک عرصہ سے نہیں آیا۔ خیال تھا کہ وہ ۷ رمئی کو

لاہور آئیں گے مگر نہیں آئے مالیر کوٹلے سے سیدھے شملہ جائیں گے سردار امراؤ سنگھ صاحب ۱۱ مئی کو شملہ جائیں گے مرزا صاحب تندرست ہیں پرسوں اُن کی نواسی کی شادی ہے اس میں مصروف ہیں باقی خدا کے فضل و کرم سے خیریت ہے علی بخش سلام کہتا ہے۔

پروفیسر نکلسن کا خط آیا تھا وہ عنقریب "پیامِ مشرق" پر مضمون لکھیں گے۔ آپ کب تک لاہور آنے کا قصد کرتے ہیں؟

مخلص

محمد اقبال، لاہور

(رسالہ 'تحقیق نامہ'، لاہور

شمارہ ۲،۱، ۱۹۹۲ - ۱۹۹۳ء)

(عکس)

(غیر مدون)

# (چودھری) محمد حسین کے نام

لاہور ۱۶ جولائی ۲۴ء

ڈیر ماسٹر صاحب السلام علیکم

آپ کا خط مل گیا ہے بہتر ہے اگر نواب صاحب نے طلب فرمایا تو میں حاضر ہو جاؤں گا اور اس کام کے لیے طلب نہ بھی کیا گیا تو چند روز کے لیے حاضر ہوں گا۔ دیباچہ[1] شیخ صاحب آج دیں گے، یا کل ملے گا۔ طویل نظموں کے متعلق اعلان کرنے کی ضرورت نہیں جو چند نظمیں شائع ہوئی ہیں وہ اس مجموعے میں شامل ہیں اس کے علاوہ اس مجموعے میں تمام نظموں کا کاپی رائٹ ہے۔ البتہ یہ اعلان ہو جائے کہ

---

[1] 'بانگ درا' کا دیباچہ شیخ عبدالقادر نے لکھا۔

کتاب چھپ گئی ہے دیباچہ شیخ عبدالقادر نے لکھا ہے تاجروں کو معقول کمیشن دی جائے گی جس کا فیصلہ طاہر دین، بازار انار کلی سے کرنا چاہیے۔ چودھری غلام[1] رسول صاحب شملہ ہی میں ہیں وہ وہاں سے لکھ کے "زمیندار" میں بھیج دیں گے وہ تو کہتے تھے کہ اعلان زمیندار نمبر میں ہو جائے گا جس کی اشاعت بیس ہزار ہو گی مگر تعجب ہے اس میں کچھ نہ تھا معلوم ہوتا ہے کہ غلطی سے رہ گیا ہے علی گڑھ بک ڈپو سے خود بخود خط کتابت کرنے کی کیا ضرورت ہے اشتہار دیکھ کر شاید وہ خود ہی دریافت کریں تاہم اگر آپ مناسب تصور کرتے ہوں تو خط کتابت کیجیے۔

جنرل[2] نادر خاں صاحب نے لاہور میں ایک روز قیام کیا وہ اردو بہت اچھی بولتے ہیں اور نہایت بے تکلف اور سادہ آدمی ہیں کل شام میں، نیڈو ہوٹل میں ان سے ملا وہ خود ہی میرے مکان پر آنے والے تھے۔ چٹھی میرے نام کی لکھ کر بھیجنے والے تھے کہ میں خود وہاں جا پہنچا ان کی دعوت چائے کی تھی اور مجھے بھی میزبان نے مدعو کیا تھا نہایت اخلاص اور محبت سے ملے اور جب میں نے اُن کی عسکری قابلیت کی تعریف کی تو کہا آپ نے جو کچھ لکھا ہے دنیا کی کوئی توپ اور بندوق اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی ایک ایک لفظ ایک ایک بیٹری کا حکم رکھتا ہے وہ پیرس میں سال یا دو سال رہیں گے اپنے چھوٹے بچے کو بھی ساتھ لے جا رہے ہیں جس کی عمر تقریباً دس سال کی ہو گی سنا ہے وزیر خاں کی مسجد میں انھوں نے کوئی تقریر بھی کی ہے۔ عصر کی نماز انھوں نے وہاں ادا کی تھی کل شام ساڑھے سات بجے وہ گاڑی سے بمبئی تشریف لے گئے۔

اُن کا خیال ہے کہ تمام ممالک کے مسلمانوں کو ایک خاص جگہ جمع ہو کر اپنے لیے ایک مشترک پروگرام تجویز کرنا چاہیے جس پر تمام ممالکِ اسلامیہ عمل کریں، باقی

---

[1] چودھری غلام رسول مہر۔

[2] بعد میں یہی نادر شاہ کے نام سے امیر افغانستان ہوئے۔

مقامی اور خاص حالات کے لیے ہر ملک اپنا اپنا پروگرام تجویز کرے جو ان کے مناسب حال ہو غرض کہ چند منٹ ان سے خوب صحبت رہی۔ ان کو وزیر خاں کی مسجد میں جانے اور لوگوں سے ملنے کے لیے جو اُن کا دیر سے انتظار کر رہے تھے جلدی تھی اس واسطے وہ ہم سے بادلِ ناخواستہ رخصت ہو گئے۔

"زبورِ جدید"[1] کا سلسلہ جاری ہے:

من اگرچہ تیرہ خاکم دلکے است برگ و سازم
بہ[2] نظارۂ جمالے چو ستارہ دیدہ بازم

بہوائے زخمہ تو ہمہ نالۂ خموشم
تو بایں گماں کہ شاید زنوا فتادہ[3] سازم

بضمیرم آں چناں کن کہ ز شعلۂ[4] نوائے
دلِ خاکیاں فروزم دل نوریاں گدازم

---

[1] 'زبورِ عجم'

[2] لفظ 'بہ' چھپنے میں رہ گیا۔

[3] تحقیق نامہ، میں زنوا افتادہ' چھپا تھا۔

[4] تحقیق نامہ میں سہواً "بشعلۂ نوائے" چھپ گیا تھا۔

ترجمہ:

(۱) اگرچہ میں مٹی کا پتلا ہوں لیکن میرا ننھا سا دل میرا سارا سرمایہ میری نگاہیں ستارہ کی طرح جلوۂ حسن کی طرف لگی رہتی ہیں۔

(۲) تیرے مضراب کی آرزو میں، میں ایک خاموش نالہ بن کر رہ گیا ہوں اور تجھے یہ گمان ہے کہ شاید میرے ساز میں صدا نہ رہی۔

(۳) میرے ضمیر میں ایسا ہیجان پیدا کر کہ میں اپنے نغمہ کی آگ سے انسانوں کے دل روشن کردوں اور فرشتوں کے دلوں میں نرمی وگداز پیدا کردوں!

زخطائے من چہ پرسی زصواب من چہ گوئی
نروم بآں بہشتے کہ بدستِ خود نہ سازم

محمدؐ اقبال

(مجلہ تحقیق نامہ، شمارہ ۲۰، لاہور)

(غیر مدون)

## (چودھری) محمد حسین کے نام

ڈیر ماسٹر صاحب! السلام علیکم

کل آپ کا خط مل گیا تھا الحمد للہ کہ خیریت ہے [۱]

یہ مراد آباد سے ایک پادری صاحب کا خط ہے۔ مجھے اس کا جواب دینے کی فرصت نہیں تھی مگر میں نے ان کو اپنے مضمون اجتہاد کی ایک نقل بھیج دی ہے امید ہے کہ ان کو اس سے بہت مدد ملے گی آپ اس سے اندازہ کریں کہ یورپ کو کس قدر اسلام کی فکر ہے انھوں نے اسرار خودی اور پیام مشرق کے متعلق بھی دریافت کیا ہے۔ وہ سطور پڑھیے جن پر میں نے نشان کر دیا ہے اور ان سطور کا جواب لکھ کر ان کو بھیج دیجیے۔ میں نے ان کو لکھ کر دیا ہے کہ اس کا جواب آپ لکھیں گے۔ یہ بات نوٹ کر لیجیے کہ اسرار خودی' ۱۹۱۴ء میں اور پیام مشرق' ۱۹۲۲ء میں شائع ہوا تھا اس خط میں پروفیسر فشر[۲] کے خیالات کا ترجمہ ملفوف کرتا ہوں وہ بھی اپنے مضمون میں شامل کر لیجیے۔ اس کے علاوہ شیخ عبدالعزیز صاحب کی رائے بھی پیام مشرق' کے متعلق ہے وہ بھی شامل کر لیجیے۔ ان کا نام لکھنے کی ضرورت نہیں اس قدر کافی ہے کہ ہندی مسلمان یہ کہتا ہے۔ اس کے علاوہ سردار رضا خاں [۳] کا بھی ذکر کر دیجیے جو اس میں ہے جو میں نے آپ کو بھیجا تھا صرف وہ فقرہ درج کر دینا کافی ہو گا اس کے علاوہ اور جو آپ مناسب خیال کریں۔ ہندوستان ایران وغیرہ میں کتاب کو غور سے پڑھا جا رہا ہے اور بعض لوگ تو قرآن

---

۱۔ اس خط پر تاریخ درج نہیں، پیام مشرق، کی اشاعت ۱۹۲۲ء میں ہوئی لہٰذا یہ خط اس کے بعد ۱۹۲۳ء تا ۱۹۲۴ء میں لکھا گیا ہو گا۔ (مولف)

۲۔ فشر (FISHER) پر نوٹ 'کلیاتِ مکاتیب اقبال، جلد دوم (ص ۹۶۴۔ ۹۶۳) میں ملاحظہ ہو۔ (مولف)

۳۔ پورا نام پڑھا نہیں گیا۔ (ثاقب نفیس)

کو بھی اس نقطہ نگاہ سے پڑھنے لگے ہیں جو اسرار و پیام میں اختیار کیا گیا ہے۔ آپ کے مضمون کا حجم دو چار صفحہ سے زیادہ نہ ہو اگر اس وقت آپ کوئی اور کام کر رہے ہیں تو اسے چھوڑ کر پہلے اس کام کو کر دیجیے اور پادری صاحب کو جواب ٹائپ کرا کر بھیج دیجیے ایسا لکھیے کہ اس کی آنکھیں کھل جائیں۔ یہ امریکن پادری ہے۔ باقی خیریت ہے۔ والسلام

مخلص، محمدؐ اقبال

(مجلہ "تحقیق نامہ" شمارہ ۵

۹۶-۱۹۹۵ (گورنمنٹ کالج لاہور)

(غیر مدون)

(عکس)

# چودھری محمد حسین کے نام

ڈیر ماسٹر صاحب! السلام علیکم

کل ایک خط لکھ چکا ہوں[1]۔ مگر اس میں رشید علی خاں کے متعلق لکھنا بھول گیا۔ میں اس کے خط کا ضرور جواب دوں گا اور تعجب ہے کہ اس کو ایسا سوال کرنے کی ضرورت ہے مجھے اس کے ساتھ ایسی ہی محبت ہے جیسی[2] اس کے باپ کے ساتھ۔ میری طرف سے اسے کہیے کہ فارسی کا مذاق پیدا کرے تمام عمر اس کی لذت اٹھائے گا اور یہ لذت ایسی ہے کہ دنیا کے بڑے بڑے امرا کو بھی نصیب نہیں[3]۔ قسم ہے خدا کی دنیا کی اعلیٰ سے اعلیٰ چیزیں بھی اس لذت کے سامنے ہیچ ہیں اور میرے نزدیک ایک غریب نادار آدمی جو اس لذت سے بہرہ یاب ہو اس دولت مند سے بدرجہا بہتر ہے جو لٹریچر کی لذت سے بے نصیب ہو۔ زیادہ کیا لکھوں امید ہے شملہ میں سب بخیریت ہوں گے۔ چھوٹے میاں کو دعا کہیے۔ کل یہاں کچھ بارش تھی آج بھی مطلع ابر آلود ہے۔ کچہری ۲۲ جولائی کو بند ہو گی مگر مجھ کو کل سے چھٹی ہے کیونکہ آج آخری مقدمہ ہے۔

والسلام۔ قبلہ نواب صاحب کی خدمت میں آداب عرض ہو۔

محمد اقبال، لاہور

(مجلہ "تحقیق نامہ" شمارہ ۵

۹۶-۱۹۹۵ء گورنمنٹ کالج لاہور)

(غیر مدون)

(عکس)

---

[1] یہ پوسٹ کارڈ ہے: تاریخ درج نہیں۔ ڈاک خانے کی مہر کے مطابق ۲۱ جولائی ۱۹۲۴ء (از ثاقب نفیس)

[2] علامہ سے سہو ہوا۔

[3] ثاقب نفیس صاحب سے عبارت کا یہ ٹکڑا نقل کرنے میں چھوٹ گیا تھا۔ (مولف)

# (چودھری) محمد حسین کے نام

لاہور ۲۵ جولائی ۲۴ء

ڈیر ماسٹر صاحب، السلام علیکم

آپ کا خط ابھی ملا ہے الحمدللہ کہ خیریت ہے۔ خدا تعالیٰ آپ کو فکرِ معاش کی خلش سے جلد آزاد کرے اور اطمینانِ قلب عطا کرے۔

اجتہاد کا مضمون[ع] نواب صاحب کی کتاب سے کوئی تعلق نہیں رکھتا۔ وہ اگر اپنی کتاب میں اسے درج کریں گے تو میرے خیال میں غلطی کریں گے۔ باقی رہا میرا مضمون سو اس کا مقصد محض اجتہاد پر ایک تاریخی نظر ہے اس میں جو مثالیں اجتہاد کی ہیں وہ محض مثال کے طور پر ہیں۔ سود کے متعلق میں نے بھی بحث دیکھی ہے، مگر یہ مضمون سخت مشکل ہے اور اس پر لکھنے کے لیے فقہ کی کتابوں پر پورا عبور ہونا چاہیے

---

لہ یہ شعر زبورِ عجم، کی اس غزل ۱۲ (طبع سوم ستمبر ۱۹۴۴ء) میں موجود نہیں۔

(۱) ترجمہ: میری خطاؤں کو تو کیا پوچھتا ہے؟ میرے نیک اعمال کے بارہ میں تو کیا کہتا ہے؟ میں اس جنت میں بھی جانا نہ چاہوں گا کہ جسے میں نے خود اپنے ہاتھوں سے تعمیر نہ کیا ہو! (موتف)

ع اقبال کے اس مجوزہ مضمون کے بارہ میں مکتوب بنام سید محمد سعید الدین جعفری اور اس کا حاشیہ کلیات کی جلد دوم میں ص ۳۰۵ پر ملاحظہ ہو۔ (موتف)

تاہم اس مضمون میں شاید یہ مسئلہ بھی آجائے. ہر ملک کے حالات مختلف ہیں اور اب اس قسم کے مسائل کا فیصلہ اسلامی ممالک کی مجلسوں میں ہوا کرے گا جو قانون وضع کرنے والی ہیں. کسی فرد واحد کا اجتہاد کسی مسئلے میں ناکافی سمجھا جائے گا بالفاظِ دیگر یہ کہیئے کہ مختلف اسلامی ممالک کے لوگوں کا اسلامی ضمیر، بحیثیتِ مجموعی ان مسائل کا فیصلہ کرے گا اور یہی ہونا بھی چاہیے اس طرح کی جمہوریت کا تجربہ اسلام کے لیے نیا ہے دیکھیں کیا کیا نتائج نکلتے ہیں ممکن ہے مسئلہ سود عنقریب ترکی کی اسمبلی میں ایک بل کی صورت میں پیش ہو۔

اسلامی ممالک اور انگریزوں کے ساتھ اتحاد، یہ مسئلہ بھی بہت سی مشکلات اپنے اندر رکھتا ہے مگر ایک ہندوستانی مسلمان اس مسئلہ پر میرے خیال میں سوائے خیالی دلائل دینے کے اور کچھ نہیں کر سکتا۔ کیونکہ اسے تمام واقعات کا علم نہیں ہے اس کے علاوہ انگریزی مقاصد سے بھی اسے پوری آگاہی نہیں ہو سکتی دو قوموں کے اتحاد میں ایک بڑا عنصروہ تجربہ بھی ہوا کرتا ہے جو ایک دوسری کو، ایک دوسرے کی سیرت و کیریکٹر کا حامل ہو۔ جہاں تک میں نے اخبارات سے اندازہ کیا ہے جنگ سے پہلے جو اعتماد مسلمانوں کو انگریزوں کے کیریکٹر پر من حیث القوم تھا اب مطلقاً نہیں رہا۔ حال میں ایران میں امریکن قونصل کا قتل زیادہ تر انٹی برٹش فیلنگ کا نتیجہ تھا باقی اسلامی ممالک کی کیفیت بھی ایسی ہی معلوم ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ خلافت کی منسوخی سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ امپیریل آئیڈیل سے مسلمان دست بردار ہیں۔ یہ بات بجائے خود اسلام کے اتحاد کے ناموافق ہے۔ غرض یہ کہ جہاں تک مجھے اندازہ ہو سکا ہے یہ اتحاد غیر اغلب معلوم ہوتا ہے۔ آئندہ کا علم خدا کو ہے لیکن انگریزی نقطۂ خیال سے گارٹ صاحب کا مشورہ ٹھیک معلوم ہوتا ہے اور نواب صاحب کو اس پر عمل کرنا چاہیے۔ میرے خیال میں بہت بڑی دلیل جو ایک ہندوستانی مسلمان، اس اتحاد کے حق میں دے سکتا ہے وہ حقیقت میں خود غرضی پر مبنی ہے، خواہ دلیل والے کو اس کا احساس ہو یا نہ ہو۔ یعنی یہ کہ آزاد مسلمانانِ ایشیا و افریقہ کے کسی اور بڑی مغربی قوم کے ساتھ اتحاد کر لینے کی صورت میں ہندوستان میں غیر اسلامی اقوام ایشیا مثلاً ہندو اور بدھ کے

ساتھ رشتۂ اتحاد مستحکم کرلیں گے جس کا نتیجہ ہندوستانی مسلمانوں کے لیے اچھا نہ ہوگا اور مجھے تو اس کے آثار اب بھی نظر آتے ہیں۔ بدھوں کے ساتھ ان کا اتحاد مشتبہ ہے مگر ہندوؤں کے ساتھ یقینی ہے (اگر مسلمانوں نے کوئی اور راہ اختیار کرلی تو)۔

کتاب کا دیباچہ مختصر ہے اور محض تاریخی آج اس کے پروف دیکھ کر میں نے بھیج دیے ہیں علی بخش ابھی لے کر گیا ہے امید ہے کہ دو چار روز تک کتاب مارکیٹ میں آجائے گی۔ لاہور کے کتب فروش مل کر اسے خریدنا چاہتے ہیں مگر پچاس فی صد کمیشن مانگتے ہیں میں نے انکار کردیا ہے۔

چودھری غلام رسول شاید ابھی اپنے گاؤں میں ہی ہیں۔ شملہ آنے کا قصد تھا مگر شیخ اصغر علی صاحب ڈلہوزی کھینچتے ہیں۔ پچھلے سال بھی انھوں نے اصرار کیا تھا۔ میرے نہ جانے سے کبیدہ خاطر ہوئے تھے۔ اب کے سال انھوں نے پھر لکھا ہے۔ میں نے نواب صاحب کی خدمت میں خط لکھا ہے اور دریافت کیا ہے کہ آیا کرنال کے مقدمات کا تصفیہ اگست میں ہوگا یا نہ۔ اگر نہ ہوا تو میں خیال کرتا ہوں کہ شیخ صاحب کو خوش کرنا ضروری ہے۔ ان کی خوشی کی خاطر چند روز کے لیے میں اور مرزا[1] صاحب ڈلہوزی چلے جائیں گے بعد میں ممکن ہوا تو شملہ کا سفر بھی ہو جائے گا۔ آپ بھی نواب صاحب سے دریافت کرکے مجھے مطلع کریں۔ آج سے کچہری بند ہے۔ مطلع ابر آلود ہے اور خوب ہوا چل رہی ہے باقی خدا کے فضل و کرم سے خیریت ہے۔

یہ خط پرائیویٹ ہے اسے پڑھ کر پھاڑ دینا چاہیے۔

محمدؐ اقبال

(رسالہ تحقیق نامہ، شمارہ ۲، لاہور)

(غیر مدون)

---

[1] اقبال کے دوست مرزا جلال الدین۔

# چودھری محمد حسین کے نام

لاہور ۵ راگست ۲۴ء

ڈیر ماسٹر صاحب السلام علیکم

آپ کا خط ابھی ملا ہے الحمد للہ آپ اچھے ہیں کئی دن ہوئے میں نے ایک خط آپ کو لکھا تھا جس میں نواب صاحب کی کتاب کے متعلق ذکر تھا جواب زیر تصنیف ہے معلوم نہیں وہ خط آپ تک پہنچا یا نہیں پرائیویٹ خط تھا۔

تذکرہ[1] کے چند صفحات میں نے دیکھے ہیں اور وہ بھی غالباً ابتدائی تھے اس سے زیادہ کچھ دیکھ نہیں سکا، ممکن ہے آپ کی رائے صحیح ہو۔

یہاں لاہور میں ایک آدھ آدمی سے یہ سنا گیا ہے کہ کتاب گورنمنٹ کے خرچ پر شائع ہو رہی ہے کیونکہ اس میں بہترین مسلمان یورپ والوں کو ثابت کیا ہے واللہ اعلم یہ بات کہاں تک درست ہے۔ جمہوریت کے زمانے کے یہ ضروری نتائج جو آپ دیکھ رہے ہیں ادب، مذہب، فلسفہ وغیرہ سب کچھ اس کی نذر ہو جاتا ہے اور ہر آدمی اپنے آپ کو ہر کام کا اہل تصور کر لیتا ہے نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ تمام مطالبِ عالیہ "ولگر" ہو جاتے ہیں۔ قرآن میں اس نکتے کو مدنظر رکھ کر صحیح معنوں میں ایک قائم کی ہے "اِنَّ اَکرَمَکُم عِندَ اللہِ اَتقٰکُم"[2]، تقویٰ میں تمام قوتوں کا کمال داخل ہے۔ اسلامی ارسٹوکریسی خون اور رنگ پر مبنی نہیں بلکہ تقویٰ اور

---

[1] "تذکرہ" عنایت اللہ مشرقی کی کتاب ہے ملاحظہ ہو مکتوب اقبال بنام مولانا سید سلیمان ندوی محررہ ۵ ستمبر ۱۹۲۴ء (کلیات کی جلد دوم ص ۵۴۶)

[2] ترجمہ: قرآن پاک، سورۃ الحجرات ۴۹: ۱۳۔ اللہ کے نزدیک سب سے بزرگ وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔ (مؤلف)

پاکیزگی پر ہے۔ یہی ارسٹیو کریسی مطالبِ عالیہ کی اہل ہے باقی خدا کے فضل سے خیریت ہے امید ہے آپ کا مزاج بخیر ہوگا۔ کتاب سلائی جا رہی ہے۔ مبارک علی سب کا پیاں خرید کرنا چاہتا ہے۔ کل اس بات کا بھی فیصلہ ہو جائے گا۔ نواب صاحب کی خدمت میں آداب۔

والسّلام

محمد اقبال

(رسالہ تحقیق نامہ لاہور شمارہ ۳ء)

(غیر مدون)

## (چودھری) محمد حسین کے نام

لاہور ۱۵/ اگست ۲۴ء

ڈیر ماسٹر صاحب السلام علیکم

آپ کا خط ابھی ملا ہے کتاب کی فروخت کا معاملہ ابھی تک طے نہیں ہوا، دو چار روز تک اِدھر اُدھر ہو جائے گا۔ ابھی اس کی سلائی بھی ختم نہیں ہوئی شاید آج پانچ سو کتاب تیار ہو گئی ہوگی۔ ایک کتاب نمونے کے طور پر آئی تھی جو میں نے سردار جوگندر سنگھ صاحب کو دے دی تھی معلوم نہیں وہ شملہ واپس گئے یا اپنے علاقے میں ہیں۔ کہہ گئے تھے کہ بدھ کو پھر آؤں گا اور تم سے نواب صاحب کی زمین مربعے کے متعلق گفتگو کروں گا کہ اس کا فیصلہ کیا کرنا چاہیے مگر ابھی تک نہیں آئے۔

افغانستان کے متعلق اخباروں میں بھی کوئی ایسی خبر نہیں لیکن کچھ نہ کچھ ہے ضرور سوڈان میں بھی اضطراب ہے شاید گولی بھی چل گئی۔ مصر میں بھی کہتے ہیں کسی ترکی سازش کا انکشاف ہوا ہے، جس کا مقصد یہ ہے کہ خدیو سابق کو مصری تخت پر بیٹھایا جائے امیر نجد بھی عراق پر حملے کی تیاریوں میں ہیں۔ کل کی اخبار میں تھا کہ ان

کے فوجی روانہ بھی ہو گئے ترک موصل کے لیے لڑنے کو تیار ہیں۔ شاہ حجاز نے انگریزی عہد نامے پر دستخط کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ امیر عبدالکریم رفؔ میں خوب لڑ رہا ہے اور ابھی تند معرکے ہوں گے۔ غرض کہ دنیا اسلام کو ابھی راحت کی گھڑی نصیب نہیں ہوئی باقی کی دنیا یعنی یورپ کی دنیا میں نظامِ سرمایہ داری کے خلاف تگ و دو ہو رہی ہے۔ سلطنت پرستی جب تک دور نہ ہو گی دنیا میں امن نہ ہو گا:

اے فلک چشم تو بے باک و بلا جوستؔ ہنوز
می شناسم کہ تماشائے دگر می خواہی

مصنف تذکرہ نے اپنے فارسی اشعار بھی شائع کیے ہیں۔ دیباچے میں شاعری پر بڑی جرح قدح کی ہے۔ اور اس کو فضولِ محض قرار دیا ہے ان کے ادارہ اشاعت نے دیباچے کے متعلق مجھ سے رائے طلب کی تھی جو میں نے لکھ کر بھیج دی ہے۔ کل غلام رسول اور سالک صاحبان آئے تھے وہ کہتے تھے کہ تذکرہ پر لکھے گئے لفظ "نارون" (واو کے ساتھ) ہے نہ دال کے ساتھ، نارون، ناروان ناروند تینوں طرح سے آتا ہے نارون واو کے ضم کے ساتھ بھی مولانا جامیؒ نے لکھا ہے بالعموم واو کے فتح کے ساتھ آتا ہے۔ یہ ایک صنوبر کی قسم کا درخت ہے کہ فارسی شعرا معشوق کے قد و قامت کو اس سے تشبیہ دیتے ہیں۔ باقی خدا کے فضل و کرم سے خیریت

---

لہ ان کا پورا نام محمد بن عبدالکریم الخطابی تھا۔ یہ مراکش کے رہنے والے تھے اور وہاں کے علاقہ 'ریف' کے قاضی تھے۔ اور قبایل کے رہنما بھی تھے۔ مراکش پر ہسپانیہ کا قبضہ تھا اور ان کے خلاف جنگ آزادی ہو رہی تھی۔ (موئلف)

ٹہ یہ لفظ "بلا جوست" ہو گا "تحقیق نامہ" میں سہواً 'بلا جوت' چھپ گیا ہے۔ یہ شعر زبورِ عجم میں موجود نہیں۔

ترجمہ: اے فلک! تیری آنکھ ابھی تک بیباک ہے اور بلاؤں کو تلاش کرتی ہے میں خوب سمجھتا ہوں کہ تو کوئی اور تماشا دیکھنا چاہتا ہے۔ (موئلف)

ہے جناب نواب صاحب قبلہ کی خدمت میں آداب عرض ہو۔ مضمون انگریزی قریب الاختتام ہے صرف اجماع اور قیاس پر لکھنا باقی ہے۔ اس کا ابتدائی حصہ تمام لکھا گیا۔ والسلام

محمدؐ اقبال

(رسالہ تحقیق نامہ، شمارہ ۲۰۰۳ء لاہور)

(غیر مدون)

# (چودھری) محمد حسین کے نام

لاہور ۱۸ / اگست ۲۴ء

ڈیر ماسٹر صاحب السلام علیکم

آپ کا خط ابھی پہنچا ہے الحمدللہ کہ خیریت ہے۔

میں ابھی سیالکوٹ نہیں گیا اور نہ شاید اب جا سکوں۔ اکتوبر میں مقدمات کرنال کا تصفیہ ہوگا نواب صاحب تو یہی لکھتے ہیں مگر امید نہیں کہ ایسا ہو۔ بہر حال جب اکتوبر آئے گا دیکھا جائے گا۔

مضمون اجتہاد آج ٹائپ ہو کر تیار ہو گیا ہے ۳۲ ٹائپ شدہ صفحات ہیں غزل افسوس کہ نہ ہو سکی صرف ایک ہی شعر ہوا امید ہے کہ دوسرے موسم میں ہو، جو ہوا وہ شعر یہ ہے:-

خار و خس از سبک اندامیٔ خود ہیچ نگفت[1]

گلہ بے ہودہ ز بیباکیٔ دریا می کرد

---

[1] ترجمہ: خار وخس نے اپنے ہلکے پن کے بارے میں تو کبھی کچھ نہ کہا (لیکن) دریا کی بیباکی اور تندی کی (جس میں وہ خار وخس بہا کرلے جاتا ہے) فضول شکایت کرتا تھا۔ (مؤلف)

' بانگ درا ' پر ' زمیندار ' کا مضمون میں نے دیکھا ہے ہر ایک آدمی اپنے رنگ میں لکھتا ہے۔ میری رائے میں بہتر ہوگا آپ اس پر ایک ریویو لکھ دیں اور ان تمام ضروری باتوں کو اس میں درج کر دیں جس کی طرف توجہ دلانا ضروری ہے۔ باقی مضمون طویل نہ ہو، باقی خدا کے فضل و کرم سے خیریت ہے۔

کوہاٹ کے فسادات کی خبریں میں نے بھی پڑھی ہیں (بریے) صاحب کی تقریر بھی اخباروں میں شائع ہوئی ہے اس میں وہ فقرہ درج ہے جو آپ نے لکھا ہے اس قسم کی جنگوں کا نتیجہ مجھے یقین ہے اچھا ہوگا اور ہندوؤں کو جلد معلوم ہو جائے گا کہ مسلمان سے بگاڑ کرنا اچھا نہیں۔ اس رپورٹ کے مطابق جو (بریے) صاحب نے اسمبلی کے سامنے پڑھی ہے۔ پچاس لاکھ کا نقصان ہوا ہے ہندوؤں کے تمام محلات اور مندر جلا دیے گئے ہیں اور وہ شہر چھوڑ کر راولپنڈی آگئے ہیں یہ بھی افواہ ہے کہ اس کے بعد خود مسلمانوں کے شیعہ اور سنی میں تنازعہ ہوا اور سخت جنگ ہوئی جس میں ڈیڑھ ہزار مسلمان مارے گئے ہیں معلوم نہیں اللہ کو کیا منظور ہے۔ مسلمان کا لہو بہت سستا ہو گیا ہے کیا حیرت انگیز امر نہیں کہ معمولی فساد پر ڈیڑھ ہزار مسلمان کٹ مریں۔ خیر جو کچھ بھی ہوا انشاء اللہ اس کا نتیجہ ضرور جلد نکلنے والا ہے مگر ہر طرف حکمتِ عملی کا زور شور بھی ہے حجاز میں جنگ شروع ہو گئی ہے "رف"[1] پر سخت جنگ کی تیاریاں ہو رہی ہیں عرب قوم کے ضمیر میں ہنگامہ پیدا ہو رہا ہے اس قوم کی بیداری سے دنیا کی تاریخ کا ورق الٹ جائے گا۔ انگریز اب مسلمانوں سے تعلقات پیدا کرنے کی فکر میں ہیں زیادہ کیا لکھوں۔

نواب صاحب کی خدمت میں آداب عرض ہو۔

محمد اقبال

(غیر مدون) (رسالہ تحقیق، جلد ۳، لاہور)

---

[1] ریف مراکش میں واقع ہے اور وہاں کے مسلمانوں اور ہسپانوی افواج میں جنگ کا ذکر ہے۔ (مولف)

# (چودھری) محمد حسین کے نام

لاہور ۲۵ر اگست ۲۴ء

ڈیر ماسٹر صاحب السلام علیکم

آپ کا خط ابھی ملا ہے؛ اور اس سے پہلے بھی ایک خط ملا تھا جس کا جواب میرے ذمہ ہے میں نے تو کئی روز ہوئے نواب صاحب کی خدمت میں لکھ دیا تھا کہ اگر نوابؐ فقیر محمد خاں صاحب نہیں آ سکتے تو ان کو لکھ دیا جائے کہ وہ بذریعہ تار سینئر سب جج کرنال کی خدمت میں اپنا استعفیٰ بھیج دیں۔ اب بھی ان کو یہی کرنا چاہیے اور تیسرے ثالث کی تقرری اگست کے اختتام سے پہلے ہو جانی چاہیے ورنہ پھر ستمبر میں عدالت دیوانی بند ہو جائے گی اور فیصلہ مقدمہ نہ ہو سکے گا چونکہ ثالث تین ہیں اس واسطے ثالث کا فیصلہ قانوناً قابل تسلیم نہ ہوگا اگر سردار جوگندر صاحب کو تیسرا ثالث کر دیا جائے تو نہایت سہولت ہوگی کیونکہ وہ بھی شملہ میں ہیں۔

کیا نواب سرفراز علی خاں اور سجاد علی خاں صاحبان شملہ میں نہیں ہیں؟ اگر وہ بھی وہاں موجود ہوں تو بہت اچھا ہوگا کیونکہ ایسی صورت میں ممکن ہے فریقین میں راضی نامہ ہو جائے۔ کام آسان نہیں ہے اور بہت دن لے گا ممکن ہے کوئی اکاؤنٹنٹ حساب کتاب کی پڑتال کے لیے مقرر کرنا پڑے یہ بھی وقت لے گا ہاں فریقین راضی نامہ کر لیں تو بہت سہولت ہو جائے گی اور ان باتوں کی ضرورت نہ رہے گی۔ مگر آپ نواب صاحب کی خدمت میں میری طرف سے عرض کر دیں کہ وہ اس کام میں تساہل نہ کریں۔ وقت بہت تھوڑا ہے صرف پانچ چھ روز ہیں اس کے بعد عدالتِ دیوانی بند ہو جائے گی

---

[1] مقدمات کرنال کا ذکر مکتوب اقبال بنام شیخ نور محمد مورخہ ۱۰ر اگست ۱۹۲۴ء میں بھی ہے۔ (کلیات: جلد دوم: ص ۵۲۹ - ۵۳۰)

اور ستمبر کا سارا مہینہ آپ کچھ نہ کر سکیں گے اور آپ کچھ نہیں کر سکتے تو عدالت کو ابھی سے جواب دیدینا چاہیے۔

چودھری غلام رسول آپؐ کے مضمون کا ذکر کرتے تھے میں نے ابھی تک وہ کتاب نہیں دیکھی ناظم ادارہ اشاعت تذکرہ نے مجھے لکھا ہے کہ اس پر تبصرہ اخبارات میں شائع کروں مگر میں نے عذر کر دیا ہے۔ مشرقی صاحب نے اپنی نظموں کو بھی شائع کیا ہے چند فارسیؐ نظموں کا مجموعہ ہے جس کا دیباچہ اردو میں ہے اس دیباچے میں انھوں نے شعر و شاعری کی خوب خبر لی ہے۔ میرے پاس بھی ایک کاپی آئی تھی جو میں نے چودھری غلام رسول کو دیدی تھی۔

افغانستان کے متعلق پرسوں کے اخبار میں جو خبر شائع ہوئی تھی اس سے معلوم ہوا کہ کوئی دعویدار سلطنت کا پیدا ہوا ہے۔ غالباً وہاں انقلاب پیدا کرنے کی کوشش کی جارہی ہے جس کا منشا شاید یہ ہے کہ موجودہ نظام کو درہم برہم کرکے ملک کو اپنی پرانی حالت پر لوٹا دیا جائے لیکن یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ افغانستان اور سرحدی اقوام ایشیا کا بلقان ہے۔ لطف یہ ہے کہ روسی اخبار برطانیہ کو ملزم قرار دیتے ہیں اور برطانوی اخبار روس پر الزام قائم کرتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ سلطنت کا وہ مفہوم جس کو یورپ کی خوفناک لڑائی بھی عملی طور پر غلط نہیں ثابت کر سکی؛ زمانۂ حال کے تمام امراض کا ذمہ دار ہے جب تک یہ سلسلہ فنا نہ ہوگا دنیا میں کبھی امن قائم نہ ہوگا زمانۂ حال میں اسلام نے سب سے پہلے اس کے خلاف پروٹسٹؐ کیا مگر اسلام کا

---

[۱] تذکرہ، پر چودھری محمد حسین کے سیر حاصل تبصرہ کی جانب اشارہ ہے (ملاحظہ ہو کلیات کی جلد دوم کا تصحیح نامہ جو اس جلد میں مشمولہ ہے)

[۲] ۱۹۲۴ء میں مشرقی صاحب کی فارسی شاعری کا مختصر سا دیوان خریطہ کے نام سے شائع ہوا تھا۔ اس کے فوری بعد ان کی کتاب تذکرہ منظر عام پر آئی (کلیات جلد دوم ص ۱۰۵۶) (مولف)

پروٹسٹ بھی محض ذہن پر رہا بلکہ خود مسلمان جو اس پروٹسٹ کے حامل تھے اس مرض میں گرفتار ہو گئے۔

آپ "بانگ درا" کے لیے آرڈر نہ کریں نواب صاحب سردار امراؤ سنگھ اور آپ کے لیے تین کاپیاں محفوظ رہیں گی۔ آپ کے دوست احباب بھی فی الحال آرڈر نہ کریں کل تک میں آپ کو لکھ سکوں گا کہ کس کو آرڈر پہنچنے چاہئیں۔

والسلام نواب صاحب قبلہ کی خدمت میں آداب عرض ہو۔

محمد اقبال

(رسالہ تحقیق نامہ، شمارہ ۳، لاہور)

(غیر مدون)

# ایس ممتاز علی اینڈ سنز لاہور کے نام

مجھ کو تمام مذکورہ بالا شرائط منظور ہیں۔
محمد اقبال بیرسٹر لاہور ۲۵ر اگست ۲۴ء

(غیر مطبوعہ)
(عکس)

---

لہ ۱۹۲۴ء میں علامہ اقبال کا مجموعۂ کلام "بانگ درا" شائع ہوا تو ممتاز علی اینڈ سنز، لاہور نے "بانگِ درا" کے تمام نسخے چند شرائط کے ساتھ یک مشت خریدنے کی پیش کش کرتے ہوئے علامہ اقبال کی خدمت میں ۲۵ر اگست ۱۹۲۴ء کو خط تحریر کیا۔ علامہ نے اس خط پر درج بالا سطور تحریر فرما کر واپس کر دیا۔ ممتاز علی اینڈ سنز کا خط ذیل میں پیش کیا جا رہا ہے۔

(مولف)

۱۹۵ ریلوے روڈ
لاہور
۲۵ر اگست ۱۹۲۴ء

بخدمت جناب ڈاکٹر سر محمد اقبال صاحب ایم۔ اے۔ پی ایچ ڈی بیرسٹر ایٹ لا لاہور۔
جناب مکرمی تسلیم۔ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ آپ نے "بانگِ درا" کے نام سے اپنے اردو کلام کا مجموعہ کی تین ہزار جلدیں کریمی پریس لاہور میں طبع کرائی ہیں۔ اور اور جلد کی قیمت چار روپے مقرر کی ہے۔ ہم ان تین ہزار جلدوں کو یک مشت خریدنا چاہتے ہیں اگر مندرجہ ذیل شرائط آپ کو منظور ہوں تو (بقیہ اگلے صفحہ پر)

(بقیہ حاشیہ پچھلے صفحہ کا) ہمارے ساتھ معاملہ کر لیجیے۔

(۱) تین ہزار جلدوں کی قیمت بحساب چار روپے فی جلد بارہ ہزار روپے ہوتی ہے اس میں سے چار ہزار روپے بطور کمیشن وضع کر کے ہم آپ کو مبلغ آٹھ ہزار روپے دیں گے۔

(۲) ان آٹھ ہزار روپے میں سے ہم پانچ ہزار روپے بذریعہ چیک نمبر ۴۲۳۶۷ مورخہ ۲۳ر اگست ۱۹۲۴ء بنام الہ آباد بینک لمیٹیڈ آپ کو دیتے ہیں۔

(۳) ہمارا وعدہ ہے کہ ہم یکم جنوری ۱۹۲۵ء سے پہلے پہلے باقی تین ہزار روپیہ بھی آپ کو ادا کر دیں گے اور اس کے بعد آپ "بانگ درا" کے اس ایڈیشن کی فروخت میں سے کسی مزید رقم کے وصول کرنے کے حق دار نہ ہوں گے۔

(۴) جس وقت تک ہم یہ تین ہزار روپیے کی رقم آپ کو ادا نہ کریں۔ "بانگ درا" کی سات سو پچاس جلدیں آپ کے پاس اس رقم کی ضمانت کے طور پر محفوظ رہیں گی اور آپ کو ان میں سے ایک جلد بھی فروخت کرنے یا کسی کو دینے کا حق حاصل نہ ہوگا۔

(۵) ہم تین ہزار جلدوں کو انفرادی طور پر فروخت کریں یا کسی تاجر کو چند جلدیں کمیشن پر دیں یا اس طرح تاجرانہ طور پر فروخت کرنے سے انکار کر دیں ان تمام معاملات میں آپ کو کسی مداخلت کا حق حاصل نہ ہوگا۔

(۶) ہم "بانگ درا" کو کسی بھی حالت میں چار روپے سے زیادہ قیمت پر فروخت نہ کریں گے۔

(۷) آپ کو یکم ستمبر ۱۹۲۴ء سے لے کر ۲۸ر فروری ۱۹۲۶ء تک یعنی اٹھارہ ماہ منتہی ہو جانے سے پہلے اس کتاب کو کلیتہً یا جزواً دوسری دفعہ چھاپنے اور شائع کرنے کا حق نہ ہوگا۔

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

(بقیہ پچھلے صفحہ کا)

اگر آپ کو مندرجہ بالا شرائط منظور ہوں تو (الف) براہ کرم تحریر ہذا پر اپنی منظوری کا اقرار مع دستخط ثبت فرما دیجیے۔ (ب) پانچ ہزار روپے کا چیک متذکرہ بالا کی رسید لکھ دیجیے۔ (ج) مطبع کریمی لاہور کے مہتمم کے نام اس مضمون کا ایک خط لکھ دیجیے کہ "بانگ درا" کے پہلے ایڈیشن کی دو ہزار دو سو پچاس جلدیں مکمل اور تیار فی الفور ہمارے حوالے کر دے۔ فقط۔

منجانب سید ممتاز علی اینڈ سنز، سنٹرل ہوٹل
۱۹۵ ریلوے روڈ لاہور

# چودھری حسین کے نام

لاہور ۳۰ راگست ۲۴ء

ڈیر ماسٹر صاحب السلام علیکم

آپ کا خط ابھی ملا ہے نواب صاحب کا خط بھی ابھی آیا ہے ان کی خدمت میں بھی جواب لکھ دیا ہے۔ اگرچہ میں نے نواب صاحب کو تو نہیں لکھا تاہم اب ارادہ شملہ آنے کا نہیں رہا مرزا صاحب کل شام کہتے تھے کہ چند روز کے لیے چلنا چاہیے، سو اگر ان کا ارادہ قوی ہو گیا تو ممکن ہے ستمبر میں دو چار روز کے لیے آجاؤں۔ اب میں والد مکرم سے ملنے کے لیے سیالکوٹ جاؤں گا۔

خط کے آخری فقرے کا مطلب میری سمجھ میں بھی نہیں آیا معلوم نہیں لکھنے والے کے ذہن میں کیا تھا۔

مجھے اس پوسٹ کا حال معلوم ہے جس کا ذکر آپ نے کیا ہے۔ میاں فضل حسین صاحب اس کے لیے کسی انگلینڈ ریٹرنڈ آدمی کی تلاش میں ہیں۔ ان کا خیال

ا

ہے کہ اگر کوئی مسلمان بیرسٹر مل جائے تو بہتر ہوگا۔ بہر حال آپ مزید کوائف سے آگاہی پیدا کریں اگر آپ نے عرضی کی تو میں میاں صاحب کو لکھ دوں گا اگرچہ سیاسی آدمی پر اعتبار کرنا لا حاصل ہے "بانگ درا" کی قیمت چار روپے سے نہ بڑھے گی، یہ شرط معاہدہ میں درج کر دی گئی ہے۔

آپ کے مضمون کی پہلی قسط آج "زمیندار" میں ملاحظہ سے گزری جسے پڑھ کر تعجب ہوا۔ صاحب تذکرہ کے خیالات سے حیرت ہے۔ وہ قرآن کو محض مادہ پرستی کی طرف لے جانے والی کتاب تصور کرتے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ قرآن تجربے اور مشاہدہ کی طرف بار بار اپیل کرتا ہے اور نظامِ عالم کی قوائے کی تسخیر پر مومن کو آمادہ کرتا ہے مگر اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ کتاب سراسر جر ثقیل و جغرافیہ وغیرہ کی تلقین ہے کسی طرح بھی صحیح نہیں ہے۔ اس عمل اور فعلی کوشش کا مقصود حکومت و سلطنت کا حصول نہیں (یہ ضمنی نتیجہ ہے۔ یورپ نے اسی کو مقصود اصلی تصور کر لیا ہے) بلکہ انکشاف حقائق ہے یٰٓاَیُّھَا الْاِنْسَانُ اِنَّکَ کَادِحٌ اِلٰی رَبِّکَ کَدْحًا فَمُلٰقِیْہِ[1] پس ہر شدید سعی کا نتیجہ مومن کے نزدیک نظامِ عالم کی حقیقت اصلی کا انکشاف ہے جس کو قرآن مذہبی اصطلاح میں "لقائے الٰہی" سے تعبیر کرتا ہے۔ یعنی یہ انکشاف کہ نظامِ الٰہی کی بنا روحانیت پر ہے، مضمونِ اجتہاد میں میں نے اس پر مفصل لکھا ہے۔ والسلام

محمد اقبال

(تحقیقی نامہ، شمارہ ۳، لاہور)

(غیر مدون)

---

[1] سورہ انشقاق ۸۴ : ۶

ترجمہ: اے آدمی! تجھ کو تکلیف اٹھانی ہے اپنے رب تک پہنچنے میں سہہ سہہ کر پھر اس سے ملنا ہے۔

(شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ)

# (چودھری) محمد حسین کے نام

لاہور ۲۳، ستمبر ۱۹۲۴ء
(۲۴، ستمبر کو موصول ہوا
محمد حسین)

ڈیر ماسٹر صاحب السلام علیکم

آپ کا خط ابھی پہنچا ہے الحمدللہ کہ خیریت ہے۔

مقبولؔ محمود صاحب کے خیالات معلوم کر کے مجھے کچھ تعجب نہیں ہوا میں اُن کے خیالات سے کسی قدر آگاہ ہوں وہ جو کہتے ہیں کہ قرآن سے صرف توحید مانتا ہوں وہ بھی انھوں نے آپ کے یا نواب صاحب کے لحاظ کی وجہ سے کہا ہوگا ورنہ جہاں تک میں ان کے خیالات کا اندازہ کر سکا ہوں وہ قرآنی توحید کے بھی قائل نہیں۔ میری ان سے ایک دفعہ مرزا صاحب کے مکان پر گفتگو ہو چکی ہے جو ہندوستانی نیشنلزم کا ایک نتیجہ ہے۔ ہندوستان میں آزادیٔ افکار کی وجہ سے عجب عجب خیالات پرورش پا رہے ہیں میں تو خدا کے انکار کو بھی اتنا خطرناک نہیں جانتا جس قدر (انکار خودی کو) اس قسم کے لوگ پہلے اپنے آپ سے انکار کرنے والے ہیں اور یہ انتہائی پستی ہے:

شاخِؔ نہالِ سدرۂ خار و خس چمن مشو
منکرِ حق اگر شدی منکرِ خویشتن مشو

---

لہ میر مقبول محمود پر نوٹ اسی جلد میں حواشی میں ملاحظہ ہو۔ (مولف)

ٔ ترجمہ: تم تو سدرۃ المنتہیٰ کے درخت کی شاخ ہو چمن کا خار و خس مت بنو اگر خدا کے منکر ہو گئے تو اپنے منکر تو مت بنو! (مولف)

میرا خیال ہے کہ امرتسر میں ایک گروہ اس خیال کے آدمیوں کا ہے اور یہ گروہ اسلام میں نیا نہیں ہے۔ اسلامی حکومت کے زمانے میں پوشیدہ طور پر موجود تھا آج کل گورنمنٹ کی خیر یا رومناؤ" کا زمانہ ہے اس واسطے اعلانیہ اپنے خیالات کا اظہار کر دیتا ہے. لیکن دنیوی مناصب حاصل کرنے کی خاطر اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتا ہے اور مسلمانوں میں شمار ہونے سے فائدہ اٹھاتا ہے. کاش کوئی طریقہ ایسا ہو جس سے یہ لوگ ممتاز ہو جائیں تاکہ عوام ان کے عقائد سے محفوظ رہیں۔

یہ تو کوئی مسلمان نہیں کہتا کہ موجودہ زمانے کے مطابق ترقی نہ کرو، ہاں اگر ان لوگوں کے خیال میں قرآن، ترقی کے رستے میں حائل ہے تو ثابت کر کے دکھائیں کہ وہ کون سے اصولِ قرآنی ہیں جن کو ترک کر دینا ترقی کے لیے ضروری ہے. ترقی کے معنی بھی بتائیں کہ کس جانور کا نام ہے کیا یورپ کی ترقی ترقی ہے؟ وہاں کے بہترین آدمی اس ترقی سے متنفر ہیں ان کا یہ کہنا کہ "اس قانون اور فلسفے کا زمانہ گیا جب قوم کا دارومدار محض قرآن پر ہی تھا" ان کی جہالت کی بے اندازہ وسعت کو ظاہر کرتا ہے وہ تو زمانۂ حال کے اساسی اصول سے بھی جاہل معلوم ہوتے ہیں چہ جائیکہ اسلامی تہذیب کے اساسی اصول۔

باقی خدا کے فضل و کرم سے خیریت ہے. نواب صاحب کی خدمت میں میری طرف سے آداب عرض کریں. گرمی کم ہوگئی ہے لاہور کی صحت اس وقت تک بہت اچھی ہے اجتہاد والے مضمون میں بہت سی باتیں آگئی ہیں خصوصاً وہ حصہ جو قرآن پر ہے اسے پڑھ کر مجھے امید ہے آپ بہت خوش ہوں گے۔

امریکہ کے مبصر نے خوب لکھا ہے۔ سردار جوگندر سنگھ صاحب سے دریافت کیجیے کہ ان کا مضمون ختم ہوا یا نہیں؟

والسلام

محمد اقبال

(رسالہ تحقیق نامہ، شمارہ ۳، لاہور)

(غیر مدون)

# (۱) چودھری محمد حسین کے نام

لاہور - ۱۰ اکتوبر ۱۹۲۴ء

ڈیر ماسٹر صاحب السلام علیکم

آپ کا خط ابھی ملا ہے کل آپ کو ایک کارڈ لکھ چکا ہوں مجھے آپ کے استدلال سے اتفاق نہیں بلکہ مجھے اس میں بھی شک ہے کہ اُن[1] کی تصانیف کسی خارجی اثر کا نتیجہ ہیں. آج ہی صبح مجھے کسی نے کہا کہ مصنف نے تمام اچھی باتیں 'اسرار و رموز'[2] سے لے کر نثر میں لکھ دی ہیں اور تمام بُری باتیں اپنی طرف سے اضافہ کر دی ہیں عجمی شاعری پر مجھ سے پہلے مولانا حالی حملہ کر چکے ہیں البتہ میں نے جو حملہ کیا اس میں گہرائی زیادہ ہے اور یہ حملہ تصوف کے بعض سکولوں[3] کی، شاعری پر خاص طور پر کیا گیا تھا اس میں بھی انھوں نے میری ہی تقلید کی ہے مگر چونکہ لٹریچر کے نفسیاتی احساس اداً[4] جس کے اثرات سے وہ پورے طور پر آگاہ نہیں اس واسطے وہ اغلاط میں مبتلا ہو گئے اور لٹریچر کو کلیتہً فضول سمجھنے لگے۔ یہاں تک کہ حضرت[5] حسان پر بھی اعتراض کرنے سے نہ چوکے میری رائے میں اپنے خیالات کے متعلق خود ان کا ذہن صاف نہیں ہے اور اس کی بھی یہی وجہ ہے کہ یہ خیالات مستعار ہیں بہر حال آپ اپنے خیالات میں پورے طور پر آزاد ہیں آپ چاہیں تو

---

[1] عنایت اللہ مشرقی سے مراد ہے۔

[2] اقبال کی تصانیف "اسرار خودی" اور "رموز بیخودی"

[3] لفظ 'کی' سہواً چھوٹ گیا۔ (مؤلف)

[4] یہ جملہ نامکمل سا معلوم ہوتا ہے۔

[5] حضرت حسان (ولادت ۵۶۳ھ) عرب کے مشہور شاعر گزرے ہیں۔ انھوں نے حضور رسالتمآب کی مدح میں مشہور نعتیں کہیں۔ کہا جاتا ہے کہ انھوں نے ۱۲۰ سال کی عمر پائی۔ (مؤلف)

ان کا اظہار کریں، مجھے آپ سے اس بارے میں اتفاق نہیں ہے۔

میں خود علمِ نبوت کو شعر پر ترجیح دیتا ہوں اور شعر کو محض اس کا خادم جانتا ہوں ان کے نزدیک یہ خدمت کے بھی قابل نہیں اور یہی بات غلط ہے۔ نفسیاتِ انسانی کی رو سے بھی اور انسانی تجربے کی رو سے بھی میری رائے میں اگر وہ اپنے طرزِ بیان میں محتاط رہتے تو شاید کوئی شخص ان پر اعتراض نہ کرتا لیکن ان کا محتاط نہ رہنا بھی اسی وجہ سے ہے کہ ان کا ذہن پورے طور اپنے خیالات کے اندرون و بیرون کے متعلق صاف نہیں ہے۔ تکالیفِ شرعیہ کے متعلق جو کچھ انھوں نے لکھا ہے وہ اسی عدم غور کا نتیجہ ہے، بہرحال میں نے اپنی رائے مختصراً ظاہر کر دی ہے۔ آپ اپنے خیالات کے اظہار میں پورے طور پر آزاد ہیں۔

آج اخبار "سیاست" میں ترکی اخبار "وقت" کے حوالے سے لکھا ہے کہ غازی انور پاشا زندہ ہیں اور بولشویکوں کے خلاف گرجستان[1] میں مصروفِ جہاد ہیں۔ یہ اخبار شاید ۲۲ صفر ۱۳۴۳ھ کا ہے اس کے علاوہ سردار محمود طرزی کے ہمراہ ایک ترک سردار تھے انھوں نے بھی انور پاشا کے زندہ ہونے کی تصدیق کی ہے یہ بھی اخبار میں شائع ہو گیا ہے۔ معلوم نہیں انور کی زندگی و موت کا معمہ کب کھلے گا۔ باقی خدا کے فضل و کرم سے خیریت ہے۔

نواب صاحب کی خدمت میں آداب عرض ہو یہ خط تلف کر دیجیے گا۔

مخلص، محمد اقبال

(مجلہ تحقیق نامہ، شمارہ ۲،
لاہور)

(غیر مدون)

---

[1] روس میں جارجیا (GEORGIA) کا علاقہ اب ایک خود مختار ریاست ہے۔

(مولف)

# محمد سجاد مرزا بیگ دہلوی کے نام

جہاں تک میں اندازہ کر سکا ہوں آپ کا قاعدہ صحیح اصول پر مبنی ہے اور مجھے یقین ہے کہ آپ کا مجوزہ طریق بچوں کے لیے مفید ثابت ہوگا۔ میں بھی انشاء اللہ اپنے بچے پر اس کا تجربہ کروں گا۔

(انوارِ اقبال)

---

نوٹ: حیدر آباد کے مدرسۂ تعلیم المعلمین کی جانب سے ایک رسالہ "المعلم" نکلتا تھا جس میں فن تدریس کے علاوہ علمی اور ادبی مضامین بھی شائع ہوتے تھے۔ اس کے ایک شمارہ میں مشہور ماہر تعلیم سجاد مرزا صاحب نے بچوں کے لیے علمی اصول پر ایک اردو قاعدہ شائع کرایا تھا دسمبر ۱۹۱۷ء کے شمارے میں اس قاعدے پر متعدد مشاہیر کی آراء درج کی گئی ہیں۔ اقبال کی رائے درج بالا ہے۔

۲۔ ڈاکٹر صابر کلوروی نے اس خط کے سن تحریر کے ضمن میں شک کا اظہار کیا ہے اور ۱۹۲۷ء قیاس کیا ہے۔ اس شک کی وجہ بچوں کے لیے لکھے گئے "قاعدہ (مصنف مرزا سجاد) کے متعلق اقبال کا یہ جملہ ہے۔

"میں بھی انشاء اللہ اپنے بچوں پر اس کا تجربہ کروں گا"

ڈاکٹر صابر کلوروی لکھتے ہیں:

"۱۹۱۷ء میں اقبال کے ہاں کوئی بچہ موجود نہیں تھا پہلی بیوی سے اقبال کا جو لڑکا (آفتاب اقبال) تولد ہوا اس کی عمر اس وقت اٹھارہ برس تھی (پیدائش ۱۸۹۹ء) یقیناً بچے کا اشارہ جاوید اقبال کی طرف ہے جن کی پیدائش ۵ راکتوبر ۱۹۲۴ء ہے لہذا قرین قیاس یہی ہے کہ یہ خط ۱۹۲۷ء میں لکھا گیا تھا۔

## (شیخ) یوسفؔ علی کے نام

. . . چونکہ آپ کی جماعت منظم ہے اور نیز آپ کے مستعد آدمی اس جماعت میں موجود ہیں اس واسطے آپ بہت مفید کام مسلمانوں کے لیے انجام دے سکیں گے۔ باقی رہا بورڈ کا معاملہ سو یہ خیال بھی نہایت عمدہ ہے۔ میں اس کی ممبری کے لیے حاضر ہوں صدارت کے لیے کوئی زیادہ مستعد اور مجھ سے کم عمر کا آدمی ہو تو زیادہ موزوں ہوگا لیکن اس بورڈ کا مقصد حکام کے پاس وفود لے جانا ہو تو مجھے اس سے معاف فرمایا جائے۔ وفود بے نتیجہ ثابت ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ مجھ میں اس قدر چستی اور مستعدی باقی نہیں رہی۔ بہر حال اگر آپ ممبروں میں میرا نام درج کریں تو اس سے پہلے باقی ممبروں کی فہرست ارسال فرمائیں۔

مخلص محمد اقبال

(شاہد محمد دوست: تاریخ احمدیت جلد ششم ص ۴۶۵)

(عکس)

(غیر مدون)

---

نوٹ: ۱۔ متذکرہ بالا کتاب میں شائع شدہ عکس میں خط کی تاریخ تحریر ۵ ستمبر ۱۹۳۰ء دی ہوئی ہے۔ میں درج ہے۔

۲۔ درج بالا مکتوب کا علم ڈاکٹر جاوید اقبال کی کتاب زندہ رود جلد سوم ص ۵۰۶ سے ہوا۔ پھر برادرم ڈاکٹر عابد رضا بیدار ڈائریکٹر، خدا بخش لائبریری، پٹنہ (بہار) نے ازراہ کرم اس کی نقل فراہم فرمائی۔

۳۔ مذکورہ بالا خط آل انڈیا کشمیر کمیٹی کی تشکیل کے سلسلہ میں لکھا گیا تھا۔ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

؎ مرزا بشیر الدین محمود کے پرائیویٹ سیکریٹری تھے۔

(بقیہ پچھلے صفحہ کا) بعدازاں ۲۵ رجولائی ۱۹۳۱ء کو نواب سر ذوالفقار علی خاں کی کوٹھی واقع شملہ میں ایک اجلاس منعقد ہوا جس میں اقبال مرزا بشیرالدین محمود اور دیگر مسلم رہنما جمع ہوئے اور یہ کمیٹی قائم کی گئی۔ اجلاس میں موجود سب اکابرین نے کمیٹی کا رکن بننا منظور کیا مرزا بشیرالدین محمود کی تجویز پر اقبال کو کمیٹی کی صدارت کی پیش کش کی گئی۔ (زندہ رود جلد سوم ص ۵۷۶۔ شیخ اعجاز احمد کا بیان)

۴۔ اس کے برعکس ڈاکٹر جاوید اقبال اسی کتاب میں رقم طراز ہیں:

کشمیر کمیٹی کے صدر مرزا بشیرالدین محمود مقرر کیے گئے۔ جب کشمیر کمیٹی کے بعض ارکان نے جن میں اقبال بھی شامل تھے تجویز پیش کی کہ کمیٹی کا دستور اور قواعد و ضوابط وضع کرنے چاہئیں تو احمدی ارکان کو یہ تجویز منظور نہ تھی کیونکہ ان کی دانست میں اس کا مقصد ان کے امیر کے لامحدود اختیارات کو محدود کرنا تھا۔ پس اس مرحلہ پر مرزا بشیرالدین محمود کمیٹی کی صدارت سے مستعفی ہو گئے اور ان کی جگہ اقبال کو قائم مقام صدر منتخب کیا گیا۔ جب اقبال نے کمیٹی کے دستور کا مسودہ تیار کر کے اجلاس میں پیش کیا تو پھر احمدی ارکان نے ان کی مخالفت کی۔ اس لیے اقبال نے کشمیر کمیٹی سے استعفا دے دیا۔ یہاں اس بات کا ذکر بے محل نہ ہوگا کہ بعد میں جب احمدیوں نے "تحریک کشمیر" کے نام سے ایک نئی جماعت قائم کی اور اقبال کو اس کی صدارت پیش کی تو اقبال نے اس پیش کش کو ٹھکرا دیا اور ایک بیان ۲ر اکتوبر ۱۹۳۳ء کو دیا۔

(زندہ رود، جلد سوم، ص ۵۸۵۔ ۵۵۶)

# (صدر یار جنگ) حبیب الرحمٰن خاں شروانی کے نام

لاہور

۶ ستمبر ۲۹ء

مخدومی

السلام علیکم

آپ کا تار موصول ہوا جس کے لیے سراپا سپاس ہوں۔

افسوس کہ ڈھاکہ ریسپشن کمیٹی کے ارشاد کی تعمیل سے قاصر ہوں میں ان دنوں مذہب اسلام پر لیکچروں کا ایک سلسلہ لکھ رہا ہوں اور میری کوشش یہ ہے کہ اس سال کے آخر تک یہ سلسلہ

---

[1] نواب صاحب موصوف ۱۹۲۰ء سے ۱۹۴۹ء تک آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کے آنریری سیکرٹری تھے۔

[2] RECEPTION

[3] ۱۹۲۸ء میں مدراس میں اقبال کا چھ خطبات پیش کرنے کا ارادہ تھا۔ لیکن صرف تین خطبات تیار ہوئے جو انھوں نے مدراس میں ۵/ ۶/ اور ۷/ جنوری ۱۹۲۹ء کو پڑھے (یہی خطبات بعد میں بنگلور میسور اور حیدر آباد دکن کے اجتماعات میں پیش کیے گئے) بقیہ تین خطبات کی تکمیل نومبر ۱۹۲۹ء میں ہوئی جب وہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں پڑھے گئے۔ مذکورہ بالا خط میں اقبال نے ان ہی تین خطبات کی تیاری کا ذکر کیا ہے۔ بعد میں ان خطبات کا اردو ترجمہ ساتویں خطبہ کے اضافہ کے ساتھ کتابی صورت میں "تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ" کے نام سے شائع ہوا۔

(مولف)

ختم ہو جائے۔ اگر اس وقت ان لیکچروں کو چھوڑ کر کسی موثر اور مفید پریزیڈنشل ایڈریس کے لکھنے کی طرف توجہ کروں تو تمام افکار پریشان ہو جائیں گے۔ اس کے علاوہ دسمبر میں بہت سردی ہو گی۔ گردوں کی خرابی کی وجہ سے یہ طویل سفر مشکل نظر آتا ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ اس سے پہلے متعدد دفعہ خدمت کے اس موقع سے محروم رہا۔ بہر حال ڈھاکہ کمیٹی کے ارکان کی خدمت میں میرا شکریہ پہنچائیے۔

امید کہ جناب والا کا مزاج بخیر و عافیت ہو گا۔

مخلص محمدؐ اقبال لاہور

(ریاض الرحمٰن خاں شروانی: آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کے سو سال، الہ آباد۔ ۱۹۹۵ء)

(عکس)
(غیر مدون)

---

لہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اقبال کو اس اجلاس کی صدارت کے لیے مدعو کیا گیا تھا کہ کانفرنس کے سالانہ اجلاس کے صدر ۱۹۲۸ء میں سر شاہ سلیمان ہوئے اور ۱۹۳۰ء کے سر راس مسعود۔ ۱۹۲۹ میں غالباً اقبال کے عذر کے باعث کوئی جلسہ نہ ہو سکا۔

۱۹۲۰ء سے ۱۹۲۹ء تک کانفرنس کے صدر نواب مزمل اللہ خاں شروانی تھے اور ۱۹۲۹ء سے ۱۹۳۴ء تک سر راس مسعود۔

(مولف)

# غلام رسول مہر کے نام

ڈیر مہر صاحب۔ السلام علیکم

خلیفہ[1] صاحب وہ شجرہ مانگتے ہیں۔ مہربانی کرکے واپس فرمایئے۔ وہ اس کا کوئی اور انتظام کرنا چاہتے ہیں۔

محمد اقبال

(انوارِ اقبال)

---

[1] خلیفہ شجاع الدین ۔ نوٹ: اس مکتوب پر تاریخ درج نہیں۔ بشیر احمد ڈار نے 'انوارِ اقبال' میں اس کو علامہ کے مکتوب محررہ ۲۲ر نومبر ۱۹۳۰ء کے بعد ترتیب دیا ہے۔ محمد عبداللہ قریشی نے بھی 'روحِ مکاتیب اقبال' میں اسے دسمبر ۱۹۳۰ء کے مکتوب کے بعد درج کیا ہے۔ غالباً یہ اسی زمانہ میں لکھا گیا۔ (مولف)

# مولانا ظفر علی خاں کے نام

لاہور ۲۶ رجون ۱۹۳۲ء

ڈیر مولانا ظفر علی خاں۔ السلام علیکم "زمیندار" کے تین نمبر جو آپ نے بہ کمال عنایت ارسال فرمائے تھے، مجھے مل گئے ہیں۔ اس عنایت کے لیے بہت شکر گزار ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ زمیندار کے اجرائے مکرر سے ملک کے ادب، صحافت اور سیاسیات میں مزید اضافہ ہوگا۔ جو تجویز آپ نے اس کے بنیاد کو زیادہ مضبوط کرانے کے لیے اختیار کی ہے، میں اس کی کامیابی کے لیے دست بدعا ہوں۔

امید کہ آپ کا مزاج بخیر ہوگا۔

مخلص محمد اقبال

(زمیندار، ۲۹ رجون ۱۹۳۲ء)

(اقبال اور ظفر علی خاں)

(غیر مدون)

---

نوٹ لہ روزنامہ 'زمیندار' ۱۸ رنومبر ۱۹۲۲ء صفحہ ۲۰۱ نیز اقبال اور انجمن حمایت اسلام مرتبہ محمد حنیف شاہد۔ شاہد صاحب کی مرتبہ کتاب میں اس خط کا متن متعدد اغلاط کی وجہ سے خاصا مجروح ہوگیا ہے۔

۲ہ اس خط کا ایک اقتباس 'کلیات مکاتیب اقبال' کی جلد دوم ص ۲۱۵ پر روح مکاتیب اقبال سے نقل کیا گیا تھا۔ اب اس کا پورا متن دستیاب ہوا ہے اور پیش کیا جا رہا ہے۔

(مؤلف)

## چودھری محمد حسین کے نام

۲۴ر دسمبر سنہ ۳۲ء

ڈیر چودھری صاحب۔ آج کانفرنس ختم ہوئی مجمل نتائج تو آپ کو معلوم ہو ہی جائیں گے باقی میں خود آن کر مفصل بیان کردوں گا۔ میں نے ہوائی ڈاک میں طاہر دین کے نام کل ایک خط بھیجا تھا یہ خط اس کے بعد پہنچے گا اسی کے مطابق عمل کرنا چاہیے۔ ۳۰ر دسمبر کو لندن سے چل کے سیدھا ہسپانیہ جاؤں گا وہاں سے واپس پیرس آکر ہائیڈل برگ برلن بوڈاپیسٹ سے ہوتا جنوا (اٹلی) سے جہاز وکٹوریہ پر سوار ہوں گا یہ جہاز ۲۶ر جنوری سنہ ۳۳ء کو جنوا سے چلے گا اور ۶ر فروری سنہ ۳۳ کو بمبئی پہنچے گا۔ علی بخش سے کہہ دیجیے کہ وہ بمبئی آجائے۔ اور مولوی غلام رسول مہر سے کہہ دیجیے کہ وہ مولوی محمد عرفان صاحب کے نام اس کے لیے خط لکھ دیں۔ وہ خلافت ہاؤسؔ میں ٹھہر جائے گا میں ایک آدھ روز کے لیے خلافت ہاؤس میں ٹھہروں گا یا افغانستان

ؔ اصل خط میں 'ہوس' ہے۔

Telegrams: Queensiana Park, London
Telephone: Victoria

QUEEN ANNE'S MANSIONS,
ST JAMES'S PARK,
LONDON, S.W.1.

قونصل خانہ ہیں۔ طاہر دین کے نام جو خط میں نے کل لکھا ہے اس میں یہ تمام کوائف اس تفصیل کے ساتھ درج نہ تھے اس واسطے کہ کل تک جہاز کی روانگی وغیرہ کا علم نہ تھا۔ غرضکہ ۲۵ روز یورپ کی سیر کے لیے ہیں۔ افسوس ہے کہ ہسپانیہ کی سیر آپ کے بغیر ہوگی مگر مشکل یہ ہے کہ جہاں سے روپیہ آنے والا تھا وہاں سے صرف نصف آیا اور وہ بھی مجھے قریبًا ایک ماہ لندن میں آپ کا انتظار کرنا پڑے گا۔ اس خط کا مضمون تمام احباب کو سنا دیجئے گھر میں بھی اطلاع دے دیجئے زیادہ کیا عرض کروں خدا کے فضل و کرم سے خیریت ہے سفر میں اکیلا نہ ہونگا۔

طاہر دین مختار علی بخش اور رحمان کو سلام۔ جاوید اور منیرہ کو دعا۔

محمد اقبال

مختلف مقامات سے خط لکھتا رہوں گا مگر آپ کا خط لندن سے نکلنے کے بعد شاید مجھے نہ مل سکے گا ہاں اگر آپ اس کے جواب میں فورًا لکھ دیں اور ہوائی ڈاک میں لکھیں تو مجھے مل جائے گا بشرطیکہ مندرجہ ذیل پتہ پر ہو:

مختار سے بھی کہہ دیجیے اس پتہ پر خط لکھے اور سب احباب سے کہیں کہ دعا فرمائیں کہ خدا تعالیٰ مع الخیر واپس لائے۔

محمد اقبال

(مجلہ "تحقیق نامہ" شمارہ ۵
۹۶-۱۹۹۵، گورنمنٹ کالج لاہور)

(غیر مدون)
(عکس)

# مختار جمیل کے نام

جنابِ من

آپ کا پوسٹ کارڈ ابھی ملا۔ آپ کے سوال کا جواب اس مختصر خط میں کیوں کر سما سکتا ہے۔ میں نے اپنے خیالات کا اظہار لاہور کانفرنس کے خطبۂ صدارت میں کر دیا تھا۔ اس کو بغور پڑھنا چاہیے۔ اس (سے) پہلے الٰہ آباد میں لیگ کے جلسے کی صدارت کرتے ہوئے بھی میں نے اپنے خیالات کا اظہار کیا تھا۔ اس خطبے کو بھی پڑھنا چاہیے۔ افسوس کہ میرے پاس اس وقت ان خطبوں کی کاپیاں موجود نہیں ورنہ میں آپ کو بھیج دیتا۔

والسلام

محمد اقبال

لاہور ۹ر مارچ ۳۴ء

(غیر مدون)

(عکس) (ہماری 'زبان' ۵ر اکتوبر ۹۴ء)

---

عکس کی روشنی میں متن کی صحت کر دی گئی ہے۔

(مؤلف)

# راغب احسن کے نام

ڈیر راغب احسن صاحب

السلام علیکم

آپ کا خط ابھی ملا ہے۔ نظام شرعی کے متعلق آپ کی تجویز نہایت عمدہ ہے۔ اس کے لیے پوری کوشش کرنی چاہیئے۔ مسلم کانفرنس کی ورکنگ کمیٹی ۲۵ر مارچ کو ہونے والی ہے۔ اس کے سامنے بھی یہ تجویز پیش ہو تو بہت بہتر ہے۔ آپ مولوی مظہرالدین صاحب ایڈیٹر الامان دہلی کو توجہ دلائیں۔ ان کو پہلے بھی اس کا خیال ہے۔

مشترکہ اجلاس کے میں خلاف تھا مگر اور لوگ چاہتے ہیں کہ اجلاس ہو۔ مولوی شفیع صاحب بھی موافق نہیں۔ بہر حال دیکھئے ۲۵ر اور ۲۶ر مارچ کو کیا ہوتا ہے۔

کانفرنس کا سالانہ اجلاس کہاں ہوگا اس کا فیصلہ تا حال نہیں ہوا۔

مجھے کانفرنس میں بھی اختلاف کے آثار معلوم ہوتے ہیں۔ خدا خیر کرے آپ اپنے اوقاتِ خاص میں دعا کریں کہ خدا تعالیٰ مسلمانوں کو ایسے اختلافات سے محفوظ رکھے جس کی بنا محض شخصیت پرستی پر ہو۔ سلیکٹ کمیٹی کے متعلق مجھے کچھ معلوم نہیں نہ میں کبھی اس بات کی کوشش کرتا ہوں کہ مجھے بھیجا جائے؛ ایسے معاملات میں میری جو روش پہلے رہی ہے وہی اب بھی ہے۔

عرب نوجوان کا مضمون بہت سطحی ہے۔ یہ محض ہندوؤں کے پروپیگنڈا کا اثر ہے۔ آپ اس کا جواب ضرور لکھیں۔ عربی میں ترجمہ کرا کر اسی اخبار کو بھیجنا چاہیئے۔ عربی ترجمہ اس کا علی گڑھ کے مولوی حقی بغدادی کر دیں گے۔ میں خود ان کو اس بارے میں لکھوں گا۔

Dr. Sir Mohd Iqbal Kt.
M.A. Ph.D.
Barrister at Law.
Lahore

[illegible]

افسوس علماء اسلام میں رجال سیاسی سے بھی زیادہ اختلاف ہے۔

میں جانتا ہوں انجام اس کا

جس معرکے میں ملّا ہوں غازی!

زیادہ کیا عرض کروں۔ میں ۲۴ر کی شام کو دہلی جاؤں گا اور وہاں دو تین روز قیام کروں گا امید ہے کہ آپ کا مزاج بخیر ہوگا۔ اگر کلکتہ کے سوداگر جن کا آپ نے ذکر کیا ہے آپ کو تکمیل تعلیم کے لیے مصر اور یورپ بھیج دیں تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ بہت بڑا کار خیر ہوگا۔ مجھے آپ سے خدمت اسلام کی توقع ہے۔

اپنے دوست سے میرا سلام کہیئے۔

مخلص محمدؐ اقبال

(عکس) (اقبال — جہان دیگر)

---

نوٹ:

مذکورہ بالا خط میں تین اشارے اصل تاریخ کی طرف ہماری رہنمائی کرتے ہیں۔

(ا) مسلم کانفرنس (کانگرس نہیں) کی ورکنگ کمیٹی کا اجلاس ۲۵ر مارچ کو ہونے والا۔

(ب) "مشترکہ اجلاس کے میں خلاف تھا مگر اور لوگ چاہتے ہیں کہ اجلاس ہو"

(ج) "میں ۲۴ر کی شام کو دہلی جاؤں گا اور وہاں دو تین روز قیام کروں گا" [1]

مسلم کانفرس کا یہ اجلاس ۲۵۔۲۶ر مارچ ۱۹۳۳ء کو ہوا۔ اس اجلاس میں حکومت انگلستان کے جاری کردہ وائٹ پیپر پر بھی غور ہوا۔ اور اس کا جواب تیار کرنے کے لیے کمیٹی بنائی گئی۔ اس کمیٹی میں اقبال بحیثیت صدر کانفرنس شریک ہوئے۔ ۲۶ر مارچ کو کانفرنس کے ایگزیکٹو بورڈ کا اجلاس علامہ اقبال کی صدارت میں ویسٹرن ہوٹل دہلی میں ہوا جس میں

[1] اقبال۔ جہان دیگر ص ۱۰۵

[2] اقبال کا سیاسی سفر از محمد حمزہ فاروقی ص ۸۲-۴۸۳-۴۔

وائٹ پیپر کے متعلق قرارداد منظور ہوئی. مشترکہ اجلاس کا اشارہ مسلم کانفرنس اور آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس کی طرف ہے۔ دونوں تنظیموں کے اجلاس ۵ ر مارچ ۱۹۳۳ء کو دہلی میں ہونا طے پائے تھے۔ مسلم لیڈروں کا خیال تھا کہ دونوں تنظیموں کو ایک تنظیم میں ضم کردیا جائے ۔ اس مقصد کے لیے ۵ ر مارچ ۱۹۳۳ء کو ویسٹرن ہوٹل دہلی میں مسلم کانفرنس کے ایگزیکٹو بورڈ کا اجلاس منعقد ہوا ۔ جس میں مولوی شفیع داؤدی سمیت ۵۰ ارکان نے شرکت کی۔ اس اجلاس میں سر محمد یعقوب اور مولوی شفیع داؤدی نے الحاق کی تحریک کو منظور کرلیا۔[1] لیکن جب ۱۲ ر مارچ ۱۹۳۳ء کو آل انڈیا مسلم لیگ کا اجلاس بیرسٹر میاں عبدالعزیز (پشاور) کی صدارت میں ہوا تو الحاق کی قرارداد یہ کہہ کر واپس لے لی گئی کہ مسلم لیگ کونسل اس قرارداد پر غور کرنے کا اختیار نہیں رکھتی[2] ان اجلاسوں میں شرکت کے لیے اقبال ۲ ر مارچ کی صبح کو فرنیٹر میل سے دہلی پہنچے ۔ اقبال ۱۶ ر مارچ ۱۹۳۳ء کو بہر حال دہلی سے لاہور پہنچ گئے تھے[3] ۶ ر مارچ اور ۱۲ ر مارچ ۱۹۳۳ء کے درمیان اقبال دہلی میں تھے یا لاہور میں اس کا کوئی واضح ثبوت ابھی تک نہیں مل سکا۔

اس خط کا مہینہ اور سال تو متعین ہوگیا۔ صحیح تاریخ متعین کرنے سے پہلے ایک الجھن کو رفع کرنا ضروری ہے۔ ہم نے اس خط کی ابتدا میں جو تیسری دلیل قائم کی تھی اس کے مطابق اقبال کو ۲۴ ر مارچ کی صبح کو دہلی پہنچنا تھا جب کہ مس فارک ہرسن کے نام خط سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ۱۶ ر مارچ کی صبح کو لاہور پہنچ گئے تھے ۔ اس سے بظاہر ۱۶ ر مارچ کی تاریخ بھی مشکوک ہو جاتی ہے۔ ممکن ہے یہ تاریخ ۲۶ ر مارچ ہو۔

اس الجھن کے ضمن میں کسی حتمی نتیجے تک پہنچنے کے لیے وہ خط بھی ہماری رہنمائی کرتا ہے جو اقبال نے شیخ محمد اکرام صاحب کو ۲۷ ر مارچ ۱۹۳۳ء کو لکھا۔ اس خط سے

---

[1] انقلاب ۲۸ ر مارچ ۱۹۳۳ء بحوالہ اقبال کا سیاسی سفر صفحہ ۴۸۰

[2] ایضاً ۱۵ ر مارچ ۱۹۳۳ء 〃 صفحہ ۴۸۰

[3] ملاحظہ کیجیے اقبال کا خط بنام مس فارک ہرسن محررہ ۱۶ ر مارچ ۱۹۳۳، اقبالنامہ دوم ص ۲۸۸

معلوم ہوتا ہے کہ اقبال ۲۷ مارچ کی صبح کو دہلی سے لاہور پہنچے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ لاہور پہنچنے کی تاریخ ۱۶ مارچ درست ہے یا ۲۷ مارچ۔ ہمارے خیال میں یہ دونوں تاریخیں درست ہیں۔ اقبال نے اس ماہ کم ازکم دو دفعہ دہلی کا سفر کیا تھا پہلی دفعہ ۳ مارچ ۱۹۳۳ء کو اور دوسری دفعہ ۱۸ مارچ ۱۹۳۳ء تا ۲۶ مارچ ۱۹۳۳ء دہلی میں قیام کیا۔

مارچ کے مہینے کے دوسرے سفر کے بارے میں تفصیلات سید نذیر نیازی نے اپنی کتاب " مکتوبات اقبال" ص ۹۵ تا ۹۷ میں دی ہیں۔ ان کے مطابق نذیر نیازی جامعہ ملیہ دہلی میں رؤف بے کے خطبات کے ضمن میں اقبال کو صدارت کے لیے آمادہ کرنے کے لیے ۱۷ مارچ ۱۹۳۳ء کو لاہور پہنچے اور اسی روز شام کو حضرت علامہ کے ہمراہ دہلی روانہ ہوئے اور رؤف بے کے خطبات کے ضمن میں حضرت علامہ نے دو جلسوں کی صدارت کی۔ گویا علامہ اقبال ان دو سفروں کے درمیان صرف ۱۶ اور ۱۷ مارچ کو لاہور میں مقیم رہے۔

زیر بحث خط کے ضمن میں مہینہ اور سال تو طے کر لیا گیا ہے یعنی مارچ ۱۹۳۳ء اب ہم خط کی تاریخ محررہ پر کچھ روشنی ڈالتے ہیں۔

اس خط کے بارے میں یہ طے شدہ امر ہے کہ صحیح تاریخ کے بارے میں پورے یقین سے کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ ہاں اگر خط کا لفافہ کہیں سے دستیاب ہو جائے تو ممکن ہے اصل تاریخ پر کوئی روشنی ڈالی جا سکے۔ اس خط کی تاریخ کے ضمن میں ہماری تحقیق یہ ہے۔ یہ خط چونکہ مارچ ۱۹۳۳ء میں لکھا گیا ہے اور خط کے آخری اقتباس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اقبال لاہور سے یہ خط لکھ رہے ہیں لیکن اقبال ۳ مارچ تا ۶ مارچ تک لاہور میں موجود نہیں تھے بلکہ وہ دہلی میں تھے۔ لاہور میں ان کی موجودگی کا دوسرا ثبوت ۱۶ اور ۱۷ مارچ ۱۹۳۳ء کو ملتا ہے۔ لہٰذا ہمارا قیاس یہ ہے کہ یہ خط ۱۶ یا ۱۷ مارچ ۱۹۳۳ء کو لاہور سے لکھا گیا۔ اس قیاس کو مزید تقویت خط میں مندرجہ ذیل اس فقرے سے بھی ہوتی ہے۔

"مشترکہ اجلاس کے میں بھی خلاف تھا مگر اور لوگ چاہتے ہیں کہ اجلاس ہو۔" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ خط اُس اجلاس کے بعد لکھا گیا جو دونوں پارٹیوں کو ایک دوسرے میں ضم کرنے کے ضمن میں ۵ مارچ ۱۹۳۳ء کو ہونا تھا۔

اب ہم ۱۶ رمارچ یا ۱۷ رمارچ ۱۹۳۳ء کی تاریخوں پر ایک نظر ڈالتے ہیں۔ اس خط میں اقبال دہلی جانے کی ممکنہ تاریخ ۲۴ رمارچ ۱۹۳۳ء بتاتے ہیں۔ یہ خط جب لکھا گیا اس وقت تک اقبال کو معلوم نہ تھا کہ انھیں رؤف بے کے خطبات کی صدارت کے لیے ۱۷ رمارچ کی شام کو دوبارہ دہلی کے لیے عازم سفر ہونا پڑے گا۔ اقبال کو توقع تھی کہ وہ جامعہ ملیہ کو اس امر پر قائل کرلیں گے کہ ان کی صدارت ۲۴ ریا ۲۵ کو رکھی جائے تاکہ وہ ایک طرف روف بے کے خطبات کی صدارت کرسکیں تو دوسری طرف مسلم کانفرنس کی مجلس عاملہ کے اجلاس میں بھی شریک ہو سکیں۔

لیکن چونکہ رؤف بے کے لیکچرز کے ضمن میں تاریخ کا تعیّن پہلے ہوچکا تھا اور کارڈ بھی تقسیم ہوچکے تھے اس لیے سید نذیر نیازی کو لاہور بھیجا گیا تاکہ وہ اقبال کو اس تاریخ کے لیے قائل کرسکیں۔ سید نذیر نیازی ۱۷ رمارچ کی صبح کو لاہور پہنچ گئے تھے اور اقبال شام کو دہلی چلنے پر آمادہ ہو چکے تھے۔ اس دلیل کی بنا پر ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ یہ خط ۱۷ رمارچ کو کم ازکم نہیں لکھا گیا ہوگا۔ ورنہ اقبال خط میں اپنے نئے پروگرام کا ضرور ذکر کرتے۔ اب ہمارے لیے یہ یقین کیے بغیر کوئی چارہ نہیں کہ اقبال نے یہ خط ۱۶ رمارچ ۱۹۳۳ء کو دہلی سے واپس آنے کے بعد لکھا۔ ہمارے اس قیاس کو تقویت اقبال کے اس خط سے بھی ہوتی ہے جو اقبال نے ۱۶ رمارچ کو ہی مس فارک ہرسن کے نام لکھا۔ اس خط میں اقبال نے سلیکٹ کمیٹی کے روبرو پیش ہونے کے امکان کا ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ میں اس کمیٹی کا ممبر بننے کے لیے "خواہ مخواہ دوسروں کے پیچھے بھاگے پھرنے کا عادی نہیں"۔[۱]

---

[۱] اقبال نامہ حصہ دوم ص

اب ان الفاظ کا زیرِ بحث خط میں اس فقرے سے موازنہ کیا جائے۔

"سلیکٹ کمیٹی کے متعلق مجھے کچھ معلوم نہیں۔ نہ میں کبھی اس بات کی کوشش کرتا ہوں کہ مجھے بھیجا جائے۔ ایسے معاملات میں میری جو روش پہلے رہی ہے وہی اب بھی ہے"۔[1]

تو دونوں خطوط کی مماثلت واضح طور پر اس امر کی نشان دہی کرتی ہے کہ یہ دونوں خطوط ایک ہی تاریخ کو لکھے گئے تھے۔

اس کوشش میں ایک نئی الجھن پیدا ہوگئی ہے۔ ہمارا اشارہ سید نذیر نیازی کے نام علامہ کے ۸ رمارچ ۱۹۳۳ء کے خط کی طرف ہے جو لاہور سے لکھا گیا۔ یا تو یہ تاریخ غلط ہے اور یا ماننا پڑے گا کہ علامہ ۵ رمارچ ۱۹۳۳ء والے اجلاس میں شرکت کے بعد لاہور واپس آگئے تھے اور دوبارہ ۱۲ رمارچ کو لاہور سے دہلی کے لیے روانہ ہوئے۔

۶ رمارچ اور ۱۲ رمارچ ۱۹۳۳ء کے دوران علامہ کی دہلی میں مصروفیات کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ اگر وہ دہلی میں فارغ تھے تو پھر سید نذیر نیازی سے ان کی ملاقات ضرور ہونی چاہیئے۔ اگر اس عرصہ میں نیازی صاحب سے علامہ کی ملاقات ہوئی ہوتی تو نیازی صاحب علامہ کو قائل کرنے کے لیے لاہور نہ آتے۔

اس دلیل کی روشنی میں کہا جا سکتا ہے کہ علامہ ۶ رمارچ اور ۱۲ رمارچ ۱۹۳۳ء کے درمیان لاہور ہی میں رہے۔ اسی دوران انھوں نے ۸ رمارچ ۱۹۳۳ء کو نذیر نیازی کو خط لکھا۔ لہٰذا خط کی یہ تاریخ درست ہے۔ اس بحث سے یہ نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ علامہ نے مارچ کے مہینے میں تین دفعہ دہلی کا سفر اختیار کیا۔

(صابر کلوروی — مکاتیب اقبال کی سات تاریخوں کا مسئلہ)

---

[1] اقبال — جہانِ دیگر ص ۱۰۵۔

اس تاریخ تحریر کے تعین میں صرف ایک قباحت یہ ہے کہ جب یہ خط لکھا گیا تو مولوی حقی بغدادی کے انتقال کو قریبًا نو (۹) سال ہو چکے تھے (ان کی تاریخ وفات ۲۱، ۲۳ جولائی ۱۹۲۴ء کہی جاتی ہے) پھر اقبال راغب احسن کو کیسے لکھ رہے ہیں کہ عرب نوجوان کے مضمون کے جواب کا "عربی ترجمہ" علی گڑھ کے مولوی حقی بغدادی کر دیں گے۔

مزید برآں خط میں مذکورہ واقعات مولوی صاحب موصوف کی حیات میں رونما نہیں ہو سکتے تھے کہ خود مسلم کانفرنس ۱۹۲۹ء میں معرض وجود میں آئی۔ ان حالات میں اس امر کو تسلیم کرنے کے سوا کوئی اور چارہ نہیں رہ جاتا کہ اقبال بوقت تحریر مولوی صاحب موصوف کی وفات سے قطعًا بے خبر تھے۔ شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ موصوف نے مکہ معظمہ میں وفات پائی اور بمبئی میں دفن ہوئے۔ اور علی گڑھ سے اقبال کو اس کی کوئی اطلاع کسی ذریعہ سے نہ ملی ہو۔

(مولف)

# مولانا ظفر علی خاں کے نام

ڈیر مولانا ظفر علی خاں

السلام علیکم۔ "زمیندار" کی حیات ثانیہ مبارک ہو۔ امید ہے کہ گزشتہ تجربہ نے آپ کو موجودہ حالت اور اس کے مقتضیات کا صحیح اندازہ کرنے میں مدد دی ہوگی۔ میں آپ کے لیے دست بدعا ہوں۔

محمد اقبال

(زمیندار: ۱۰ر جولائی ۱۹۳۳ء)

(اقبال اور ظفر علی خاں)

(غیر مدون)

نوٹ:

۱۹۳۳ء میں روزنامہ "زمیندار" تحفظ ختم نبوت کی پاداش میں عارضی طور پر بند رہنے کے بعد پھر جاری ہوا تو حضرت علامہ نے ۸ر جولائی ۱۹۳۳ء کو مولانا ظفر علی خاں کو یہ خط لکھا۔

# تاج کمپنی کے نام

لاہور | میسرز تاج کمپنی لمیٹیڈ | ڈاکٹر سر محمد اقبال
بتاریخ ۱۸ راکتوبر ۱۹۳۴ء | برنڈرتھ روڈ، لاہور | ایم-اے پی-ایچ-ڈی
ایل ایل ڈی، بیرسٹرایٹ لا

جنابِ من،

ایک تصفیہ نامہ کی رو سے جو ۴ راگست ۱۹۳۴ء کو تحریر ہوا اور جس کی رجسٹری ۸ راگست ۱۹۳۴ء کو ہوئی میں نے آپ کی طبع شدہ " شکوہ" اور "جوابِ شکوہ" کی رائیلٹی اپنے بیٹے جاوید اقبال کو ہبہ کر دی ہے جو نا بالغ ہے اور گیارہ سال کا ہے۔ براہِ کرم تاکیداً نوٹ فرمالیں کہ آئندہ آپ رائیلٹی کی رقم جو واجب الادا ہو مجھ کو بحیثیت نا بالغ جاوید اقبال کے سرپرست ادا کریں گے اور میری موت کی صورت میں یہ رقم براہِ راست جاوید اقبال کو اور اگر وہ ہنوز نا بالغ ہو تو اس کے سرپرست کو ادا کرتے رہیں گے۔

آپ کا مخلص
محمدؐ اقبال
سرپرست جاوید اقبال نابالغ

میں نے یہ دستاویز بذات خود تاج کمپنی کے سپرد کی ہے۔
محمدؐ اقبال

(انگریزی سے)
(غیر مطبوعہ)

# حواشی

## (حکیم) برہم گورکھپوری

حکیم برہم گورکھپوری کا نام عبدالکریم خاں خیرآبادی تھا۔ فتح پور ضلع بارہ بنکی (یوپی)، میں ۱۸۶۳ء میں پیدا ہوئے ۲۲/۲۴ جنوری 1929ء کو گورکھپور میں انتقال کیا۔
(تذکرہ ماہ و سال از مالک رام ص ۸۰)

حکیم برہم نے گورکھپور سے ایک ہفتہ وار اخبار بنام "مشرق" مئی ۱۹۰۷ء میں نکالنا شروع کیا۔ وہ خود اس کے ایڈیٹر تھے۔ رسالہ "آزاد" لاہور نے دسمبر ۱۹۰۷ء کے شمارے میں اخبار پر تبصرہ کیا ہے (تاریخ صحافت اردو جلد چہارم از امداد صابری ص ۶۵۶)۔

حکیم برہم گورکھپوری کا اپنے زمانے کے باکمال ادیبوں، صحافیوں اور نقادوں میں شمار ہوتا تھا۔ اخبار "مشرق" نہایت سنجیدہ، باوقار اور مہذب پرچہ تھا۔ حالات زمانہ سے متعلق ان کی سمجھ بوجھ اور بے لاگ ادبی تنقیدوں سے متاثر ہو کر مولانا ظفر علی خاں نے ایک مرتبہ کہا تھا ع

سلجھا ہوا کوئی نہیں برہم سے زیادہ

حکیم برہم نے "تنقید ہمدرد" کے فرضی نام سے ایک مضمون بعنوان "اردو زبان پنجاب میں" مولانا حسرت موہانی کے رسالہ "اردوئے معلیٰ" کے دوسرے شمارہ بابت یکم اگست ۱۹۰۳ء (ص ۲۰ تا ۲۵ جلد ۱ نمبر ۲) شائع کیا۔ موصوف نے اس میں اقبال اور خوشی محمد ناظر کی خامیاں بیان کی تھیں۔

حکیم برہم کے مضمون کے جواب میں میر غلام بھیک نیرنگ نے ایک مضمون لکھا جو رسالہ "مخزن"، جلد ۵ نمبر ۶ بابت ستمبر ۱۹۰۳ء میں "پنجابی از انبالہ" بعنوان "اردو زبان پنجاب میں" شائع ہوا۔ نیرنگ کے مضمون میں کچھ تشنگی دیکھ کر اقبال نے اسی

عنوان یعنی "اردو زبان پنجاب میں" سے ایک مبسوط مضمون لکھا جو مخزن، جلد ۶ نمبرا بابت اکتوبر ۱۹۰۳ء ص ۲۵ تا ۴۸ میں شائع ہوا۔

اس ضمن میں یہ بیان کرنا مناسب ہوگا کہ حکیم برہم نے اقبال کی پہلی تصنیف "الاقتصاد" پر اپنے پرچہ "ریاض الاخبار" جلد ۲۰ نمبر ۱۸ ص ۳ مطبوعہ ۲۰ مارچ ۱۹۰۵ء میں شاندار الفاظ میں اپنی رائے کا اظہار کیا تھا۔

(اکبر حیدری کاشمیری: ہماری زبان، نئی دہلی ۱۵ مارچ ۱۹۹۵ء)

مہاراجہ کشن پرشاد شاد کے رسالے "دیدبہ آصفی" میں مختلف موضوعات پر شائع ہونے والے بہترین مضمون پر ایک اشرفی انعام میں دی جاتی تھی۔ چنانچہ حکیم برہم کے مضمون "اردو ہندوستان کی عام زبان" پر ایک اشرفی انعام میں دی گئی تھی۔

(محمد عبداللہ قریشی: اقبال بنام شاد ص ۲۳)

حکیم برہم کی تصانیف میں سیاحت ابر حبیب اللہ کے علاوہ ایک ناول "کنور سین" ملتے ہیں۔ ("نقوش" مکاتیب نمبر حصہ دوم، ۱۹۵۷ء ص ۹۳۰)

مآخذ:

بصد شکریہ جناب ڈاکٹر عابد رضا بیدار ڈایریکٹر ز خدابخش لائبریری پٹنہ (بہار)

# جلال لکھنوی (۱۸۳۴ء۔ ۱۹۰۹ء)

سید ضامن علی نام تھا۔ اور جلالؔ تخلص۔ ۱۸۳۴ء میں لکھنؤ میں پیدا ہوئے۔ حکیم اصغر علی کے بیٹے تھے۔ فارسی و عربی تعلیم حاصل کی۔ آبائی پیشہ کے مدنظر طباعت کی بھی قابلیت بہم پہنچائی۔ مگر شعر و شاعری میں زیادہ دلچسپی رہی۔ جلالؔ ناسخؔ کے مشہور شاگرد رشکؔ سے اصلاح لینے لگے۔ کچھ دنوں برقؔ کو بھی اپنا کلام دکھایا۔ اس زمانہ میں لکھنؤ میں شعر و شاعری کی بڑی ہنگامہ آرائی تھی۔ جلالؔ بھی اس بزم سخن میں شریک ہونے اور بڑے بڑے صاحبان سخن کی صحبت سے مستفیض ہونے لگے۔

لکھنؤ کی یہ بزم نشاط زیادہ دنوں تک قایم نہ رہ سکی۔ ۱۸۵۷ء کے ہنگامہ کے بعد یہ محفل درہم برہم ہوگئی۔ جس کو جدھر راہ ملی بھاگ نکلا۔ جلالؔ نے حکمت کے دامن میں پناہ لی۔ لکھنؤ میں بخشی آنند رائے وقارؔ کے مکان میں مطب قایم کیا۔ کچھ دنوں بعد نواب یوسف علی خاں والیٔ رامپور نے ان کو اپنے یہاں بلالیا۔ جلالؔ کوئی بیس برس تک رامپور میں رہے۔ نواب کلب علی خاں نے اپنے دربار کو دہلی و لکھنؤ کا خاکہ بنانا چاہا۔ جلالؔ نے یہاں خوب داد سخن دی۔ مگر کلب علی خاں کے مرنے کے بعد یہ صحبت بھی منتشر ہوگئی۔ کوئی حیدر آباد گیا کوئی کہیں گیا۔ جلالؔ کو حسین میاں نواب صاحب ریاست منگرول نے اپنے یہاں بلالیا۔ مگر انھوں نے یہاں زیادہ دنوں قیام نہ کیا۔ واپس چلے آئے اور ۱۹۰۹ء میں انتقال کیا۔

جلالؔ نے زبان و شاعری میں ناسخؔ کی پوری تقلید کرنے کی کوشش کی۔ اپنے عہد میں اردو کے باکمال استاد سمجھے جانے لگے۔ ایک حصہ جلالؔ کے کلام کا ایسا بھی ہے جس

یں انھوں نے میرؔ کی تقلید کی ہے ۔ جلاؔل نے قصاید پر بھی کافی توجہ کی ۔ ان کی تصنیفات حسبِ ذیل ہیں :

۱۔ دیوان اوّل — شاہدِ شوخ طبع
۲۔ دیوان دوم — کرشمہ جاتِ سخن
۳۔ دیوان سوم — مضمون ہائے دلکش
۴۔ دیوان چہارم — نظم رنگیں

ان کے علاوہ لغت و قواعد وغیرہ پر حسب ذیل کتابیں ان سے یادگار ہیں :

۵۔ سرمایۂ زبانِ اردو — محاورات کا لغت
۶۔ افادۂ تاریخ — تاریخ گوئی کے متعلق ہے
۷۔ منتخب القواعد
۸۔ تنقیح اللغات
۹۔ گلشنِ فیض ( لغت )
۱۰۔ مفید الفصحا ۔

مآخذ :

ڈاکٹر سید اعجاز حسین : مختصر تاریخ ادب اردو
اردو کتاب گھر، دہلی، ص ۱۴۳ - ۱۴۷ ۔

## حفیظ اللہ پھلواری (بہار)

## (۱۸۹۶ - ۱۹۷۶ء)

مولوی حفیظ اللہ پھلواری کے والد کا نام حاجی امین اللہ تھا۔ وہ حضرت شاہ سلیمان پھلواری کے مرید تھے۔ اور اس گھر کو خانقاہ سلیمانیہ سے اسی وجہ سے بہت عقیدت تھی۔

پھلواری شریف پٹنہ (بہار) کا ایک ذیل ہے۔ مولوی حفیظ اللہ کا آبائی مکان پھلواری شریف کے محلہ لال میاں کی درگاہ میں تھا۔

مولوی حفیظ اللہ ۴ فروری ۱۸۹۶ء کو پٹنہ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم مشرقی انداز کے مطابق پٹنہ میں حاصل کی۔ ۱۹۱۶ء میں کلکتہ سے میٹرک کا امتحان پاس کیا اور صوبۂ بہار کے محکمہ پی ڈبلیو ڈی میں ملازمت اختیار کرلی۔ ۱۹۶۱ء میں ملازمت سے سبکدوش ہوئے۔ اگلے سال فریضۂ حج ادا کیا اور ۱۹۶۳ء میں کراچی آگئے۔ یہیں ۴ جنوری ۱۹۷۶ء کو وفات پائی۔

مولوی حفیظ اللہ دفتری مصروفیات کے ساتھ ساتھ تصنیف و تالیف کا شوق پورا کرتے رہے۔ ۱۹۲۲ء میں انھوں نے ایک رسالہ "مساوات" کے عنوان سے شائع کیا۔ جس پر اقبال نے ان کو اپنی لکھ کر بھیجی۔ اس رسالہ کا انگریزی ترجمہ ۱۹۳۰ء میں اسلامک برادر ہڈ کے نام سے چھپا۔ اردو رسالہ کا پہلا ایڈیشن ۱۹۲۲ء میں شائع ہوا اور دوسرا ایڈیشن ۱۹۲۸ء میں چھپا۔

مولوی حفیظ اللہ کے قلم سے اسلامیات، اسلامی تاریخ، تہذیب و تمدن، تعلیم اور علمی اور ادبی اداروں پر تیرہ کتابیں اور بیسیوں مضامین شائع ہوئے۔ ان کی دیگر معروف تصانیف درج ذیل ہیں:

۱۔ اسلام اور غیر مسلم

۲۔ اسلام اور غلامی

۳۔ اسلامی کارنامے

انصاری برادری (نورباف) کے لیے لفظ "مومن" کو عمومی طور پر انھوں نے ہی روشناس کرایا اور پھلواری شریف میں سب سے پہلے مومن کانفرنس کی بنیاد رکھ کر ایک کل ہند مومن کانفرنس کا اجلاس کرایا۔ گویا مولوی حفیظ اللہ مومن کانفرنس کے بانی تھے۔ موصوف مسلم ایسوسیئیشن پھلواری شریف کے آنریری سیکریٹری بھی تھے۔

مآخذ:

۱ ڈاکٹر عابد رضا بیدار، خدا بخش لائبریری، پٹنہ

۲ ڈاکٹر معین الدین عقیل، شعبۂ اردو، جامعہ کراچی۔

# حسرت موہانی (۱۸۷۵-۱۹۵۱)

نام سید فضل الحسن اور تخلص حسرت تھا۔ لیکن تخلص اتنا مشہور ہو گیا کہ بہت کم لوگ نام سے واقف ہیں۔ چنانچہ ایک جگہ خود فرماتے ہیں:

جب سے کہا عشق نے حسرت مجھے ۔۔۔ کوئی بھی کہتا نہیں فضل الحسن

حسرت قصبہ موہان ضلع اناؤ (یو۔پی) کے رہنے والے تھے جہاں ۱۸۷۵ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم گھر پر ہوئی۔ ۱۸۸۹ء میں انٹرنس کا امتحان ہائی اسکول فتح پور سے پاس کیا۔ پھر اعلیٰ تعلیم کے لیے علی گڑھ چلے گئے۔ ۱۹۰۳ء میں ایم۔اے۔او کالج علی گڑھ سے بی۔اے کیا۔ ایل۔ایل۔بی میں داخلہ لے لیا تھا لیکن وظیفہ نہ ملنے کی وجہ سے تعلیمی زندگی کو خیرباد کہا۔ صحافت اور سیاست کے خارزار میں نکل چلے۔ یکم جولائی ۱۹۰۳ء کو اپنا رسالہ "اردوئے معلیٰ" نکالا۔ یہ رسالہ تین بار نکلا اور بند ہوا۔ پہلی بار مئی ۱۹۰۸ء تک جاری رہا۔ دوسری بار اکتوبر ۱۹۰۹ء سے اپریل ۱۹۱۲ء تک اور آخری بار کانپور سے جنوری ۱۹۳۵ء سے مارچ ۱۹۴۲ء تک نکلتا رہا۔ جب یہ حکومت کے جبر و استبداد کی زد میں آگیا تو حسرت نے ایک سہ ماہی رسالہ "تذکرۃ الشعراء" کی شکل میں جاری کیا۔ مگر یہ بھی ۱۹۲۰ء میں بند ہو گیا۔ اس کے علاوہ "مستقل" نام کا ایک اخبار بھی نکالا تھا جو بہت جلد بند کرنا پڑا۔ اس طرح حسرت نے اپنی زندگی میں تین پرچے نکالے۔ ۔۔۔۔ ان میں "اردوئے معلیٰ" نے اردو ادب و شاعری کے قدیم سرمائے کو نئی آب و تاب کے ساتھ پیش کیا۔ اس کے ذریعہ انھوں نے ہندوستان میں سیاسی شعور کو بھی بیدار کیا۔

حسرت موہانی جنگ آزادی کے صفِ اوّل کے مجاہد تھے۔ انھوں نے بار ہا قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ وہ انڈین نیشنل کانگریس کے سرگرم رکن رہے۔ یہ پہلے شخص تھے جنھوں نے ۱۹۲۱ء میں کانگریس سبجیکٹ کمیٹی کے اجلاس منعقدہ احمد آباد میں پہلی بار مکمل آزادی کی تجویز پیش کی تھی لیکن اس وقت گاندھی جی بھی اس کے لیے تیار نہ تھے۔

حسرت بعد میں مسلم لیگ میں شامل ہو گئے تھے لیکن ملک کی تقسیم کے بعد انھوں نے ہندوستان میں رہنا پسند کیا۔ وہ ہندوستانی پارلیمنٹ اور دستور ساز اسمبلی کے رکن بھی رہے۔

"چکّی کی مشقت" کے ساتھ حسرت نے "مشقِ سخن" بھی جاری رکھی۔ وہ شروع میں لکھنؤ کے مشہور استاد تسلیمؔ سے اپنے کلام پر اصلاح لیتے تھے جنھیں نسیمؔ دہلوی سے تلمذ تھا اور وہ مومنؔ کے خاص شاگرد تھے۔ اس طرح حسرت نے لکھنؤ اور دلی دونوں دبستانِ ادب سے فیض حاصل کیا۔ جب حسرت نے شاعری شروع کی تو یہ اردو غزل کے انحطاط کا زمانہ تھا۔ حسرت کا کارنامہ یہ ہے کہ انھوں نے غزل کو نکھارنے اور سنوارنے میں بڑا کام کیا۔ رشید احمد صدّیقی نے صحیح کہا ہے کہ "انھوں نے غزل کی آبرو اس زمانے میں رکھ لی جب غزل بہت بدنام اور ہر طرف سے نرغے میں تھی" اور پھر یہ تو کمال پیدا کیا کہ بقول رشید احمد صدّیقی "غزل گوئی کوئی کرے غزلوں کا معیار حسرت ہی رہیں گے"۔ ڈاکٹر راج بہادر گوڑ کے مطابق حسرت کی غزلوں کی تعداد ۷۱۱ ہے جس میں ۲۸۳ غزلیں قید یا نظربندی کے عالم میں کہی گئی ہیں۔

حسرت کی شاعری بنیادی طور پر نشاطِ عشق کی شاعری ہے لیکن ان کے ہاں اظہارِ عشق میں رکھ رکھاؤ متانت و شرافت اور تہذیب و نفاست پائی جاتی ہے اس کے ساتھ ساتھ وہ ان چند مخصوص شعرا میں ہیں جو غزل میں تغزل کا بہت خیال کرتے تھے۔

حسرت کی قید و بند کی کہانی خود ان کی زبانی "قیدِ فرہنگ" کے نام سے کراچی

سے ۱۹۵۸ء میں شائع ہوئی۔

۱۳ رمئی ۱۹۵۱ء کو اس ممتاز صحافی، سیاسی رہنما، سماجی مصلح اور اردو کے صفِ اوّل کے شاعر اور تنقید نگار نے کانپور میں انتقال کیا۔

مآخذ :

۱۔ سید اعجاز حسین : مختصر تاریخ ادب اردو
۲۔ رسالہ "ہماری زبان" حسرت نمبر، انجمن ترقی اردو (ہند) نئی دہلی۔
شمارہ نمبر ۱۱، ۱۲ جلد نمبر ۵۳
۱۵ — ۲۲ر مارچ ۱۹۹۴ء

# ریاض خیرآبادی (۱۸۵۳ء-۱۹۲۴ء)

سید ریاض احمد نام تھا۔ ان کی ولادت خیرآباد ضلع سیتاپور (یو۔پی) میں ۱۲۷۰ھ مطابق ۱۸۵۳ء میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد سید طفیل احمد سے حاصل کی۔ جو اپنے عہد کے مشہور عالم تھے۔ بعد میں ریاض نے گورکھپور کو وطن بنالیا تھا۔ اور زندگی کا زیادہ حصہ یہیں گزرا۔

ریاض ابتدائے زندگی سے ہی ادب سے دل چسپی رکھتے تھے۔ پہلے شعر و شاعری کرنے لگے اور امیر مینائی کے شاگرد ہو گئے۔ بعد میں ایک اخبار "ریاض الاخبار" کے نام سے خیرآباد سے جاری کیا۔ پھر جب گورکھپور آ گئے تو یہ اخبار وہاں سے نکالنے لگے۔ ساتھ ہی ساتھ اور اخبارات "فتنہ"، "عطر فتنہ" بھی جاری کیے۔ جن میں ان کا کلام شائع ہوتا رہا۔ جو ان کی شہرت کا خاص باعث بنا۔

ریاض کا انتقال ۱۹۲۴ء میں ہوا۔

ریاض کا کلام شباب کی رنگینیوں اور حسن و عشق کی عملی زندگی کی داستان ہے۔ شراب اور اس کے متعلقات کے موضوع پر انھوں نے اس خوبی سے طبع آزمائی کی ہے کہ یہ موضوع ان ہی کا حصہ ہو کر رہ گیا ہے۔ ان کے مرنے کے بعد ان کا مجموعہ کلام "ریاضِ رضواں" کے نام سے شائع ہوا۔

ماخذ :

ڈاکٹر سید اعجاز حسین : مختصر تاریخ ادب اردو
اردو کتاب گھر، دہلی۔ ص ۲۲۲-۲۲۵۔

# محمد سجاد مرزا بیگ دہلوی (۱۸۷۶-۱۹۲۷ء)

محمد سجاد مرزا بیگ ۱۸۷۶ء میں دہلی میں پیدا ہوئے۔ انقلاب ۱۸۵۷ء کے بعد ان کے والد محمد مرزا بیگ نے انگریزی ملازمت اختیار کر لی تھی۔ والد کے انتقال کے بعد سجاد مرزا بیگ تلاش روزگار میں دہلی سے حیدر آباد منتقل ہو گئے۔ جہاں ۱۹۱۵ء میں نظام کالج میں اردو کے استاد کی حیثیت میں ان کا تقرر ہو گیا۔

علی برادران نے جب حرمت و حفاظتِ حرمین شریفین کے لیے "انجمن خدّام کعبہ" قائم کی تو سجاد مرزا بیگ حیدر آباد میں اس کے قیام و فروغ کے لیے کوشاں ہوئے۔ ان کی تصنیف "شمعِ راہ" میں جو ان کے خطبات کا مجموعہ ہے ان کے اسی تعلق و جذبہ کا مظہر ہے۔ اداروں میں وہ نظام کالج کے علاوہ جامعہ عثمانیہ اور انجمن ترقی اردو کے رکن رہے۔

ان کی علمی و تصنیفی خدمات کے صلہ میں نظام دکن نے ۱۹۱۸ء میں ان کے نام دوسو روپے ماہوار وظیفہ منظور کیا۔ پھر تصانیف "تسہیل البلاغت"، "استدلال" اور "الفہرست" انھوں نے نظام کے نام معنون کی تھیں اس لیے نظام نے ۱۳۲۷ھ/ ۱۹۰۹ء میں انتساب کی اجازت دیتے ہوئے ان کتابوں کی اشاعت کی مد میں ڈھائی ہزار روپے انھیں عنایت کیے اور مزید پانچ سال تک دوسو روپے ماہانہ وظیفہ ان کے نام جاری کر دیا۔ ۱۳۴۰ھ/ ۱۹۲۱ء میں اس وظیفہ کو اضافہ کے ساتھ تاحیات کر دیا گیا۔

ان کی کئی تصانیف نصاب میں شامل کی گئیں۔ مثلاً "حکمتِ عملی"۔ ان کی تصانیف میں "الفہرست"، "تسہیل البلاغت"، "استدلال"، "شمع راہ"

اور "حکمتِ عملی" کے علاوہ "تمنائے دید"، "الانسان" اور "شمعِ ہدایت" کے نام بھی ملتے ہیں۔ ان کی تصانیف کی صراحت موضوعات کے لحاظ سے درج ذیل ہے۔

(۱) "تمنائے دید" اس میں قصیدہ کے پیرایہ میں زندگی کے نشیب و فراز اور اخلاق و معاشرت کے مسائل پیش کیے گئے ہیں۔

(۲) "حکمتِ عملی" پہلی مرتبہ قاسم پریس حیدرآباد دکن سے ۱۹۰۶ء میں شائع ہوئی۔

(۳) "الانسان" یہ علم اخلاق پر ہے اور ۱۹۱۱ء میں مکتبہ اختر دکن حیدرآباد سے شائع ہوئی۔

(۴) "الاستدلال" علم منطق پر کتاب ہے۔ (۱۹۱۹ء)

(۵) "الفہرست (۱۹۲۳ء)" مولوی عبدالحق کی فرمائش پر انجمن ترقی اردو کے ایک منصوبہ کے تحت یہ ایک ضخیم کتابیات مرتب کی گئی تھی۔ جو مختلف موضوعات اور علوم و فنون پر اردو میں شائع ہونے والی مطبوعات کی فہرست ہے۔

(۶) "تسہیل البلاغت" ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء میں شائع ہوئی۔

(۷) "شمعِ راہ" خطبات کا مجموعہ ہے جو ۱۹۳۶ء میں شائع ہوا۔

محمد سجاد مرزا بیگ نے ۲ر فروری ۱۹۲۷ء کو حیدرآباد میں انتقال کیا۔

مآخذ :

ڈاکٹر معین الدین عقیل : اقبال ریویو، اپریل ۱۹۹۳ء، اقبال اکیڈمی، حیدرآباد (دکن)۔

## شیفتہ (نواب) مصطفیٰ خاں (۱۲۲۱ھ/۱۸۰۶ء - ۱۲۸۶ھ)

نواب مصطفیٰ خاں شیفتہ نواب مرتضیٰ خاں کے بیٹے تھے۔ جنھوں نے لارڈ لیک کے ساتھ رہ کر بڑے بڑے کام کیے تھے اور اس کے صلے میں ہوڈل پلول (واقع صوبہ ہریانہ) کا علاقہ جاگیر میں پایا تھا۔ بعد میں نواب مصطفیٰ خاں نے علاقہ جہانگیرآباد واقع ضلع بلند شہر خرید کیا۔

نواب صاحب موصوف کی ولادت ۱۲۲۱ھ مطابق ۱۸۰۶ء میں دہلی میں ہوئی۔ اور ۱۸۵۷ء کے ہنگامہ تک وہیں قیام رہا۔ اس کے بعد اپنے علاقہ جہانگیر آباد میں قیام گزیں ہوئے۔

نواب صاحب کو شعر و سخن سے ازلی مناسبت تھی۔ پُرگو شاعر تھے۔ فارسی میں حسرتی اور اردو میں شیفتہ تخلص کرتے تھے۔ مشہور ہے کہ فارسی میں غالب سے اور اردو میں مومن سے مشورۂ سخن کرتے تھے۔ ممکن ہے کہ پہلے اپنا کلام مومن کو دکھاتے ہوں اور اس کے بعد غالب سے جو ان کے بہت بڑے دوست تھے۔ رجوع کیا ہو۔ اس وقت دہلی میں محفل سخن گرم تھی۔ مفتی صدرالدین خاں آزردہ اور نواب شیفتہ کے یہاں ہفتہ ہفتہ باری باری سے مشاعرہ ہوتا تھا۔ اہل کمال اس میں جمع ہوکر داد سخن دیتے تھے۔ نواب صاحب کی سخن فہمی کی اتنی شہرت تھی کہ غالب ایسا صاحب کمال بھی اپنے اشعار کی اچھائی اور برائی کی کسوٹی نواب صاحب کی پسندیدگی کو قرار دیتا ہے اور کہتا ہے:

غالب ز حسرتی چہ سرایم کہ در غزل     چوں او تلاش معنی و مضموں نہ کردہ کس[1]

[1] ترجمہ۔ غالب: حسرتی کی کیا تعریف کروں کہ غزل میں اس کی مانند شاذ ہی کسی نے مضمون و معانی کی ایسی تلاش کی ہو۔

نواب صاحب کو سفرِ حج کے بعد سے شعر گوئی سے ایک بے توجہی سے ہو گئی تھی۔ اپنا زیادہ وقت طاعت اور عبادت اور وظائف میں صرف کرتے تھے۔

نواب صاحب نے ۱۲۸۶ ہجری میں انتقال کیا۔

تصانیف میں ایک اردو دیوان، ایک مجموعہ انشائے فارسی، ایک سفرنامہ موسوم بہ " ترغیب السالک فی احسن المسالک " جس کا فارسی نام " رہ آوردہ " ہے۔ اور ایک تذکرہ شعرائے اردو کا زبان فارسی میں مشہور بہ " گلشن بیخارؔان کی یادگار ہیں۔ ان کے صاحب زادے نواب محمد اسحاق خاں نے ان کا اردو فارسی کلام مع ایک دیباچہ اور حالات کے ۱۹۱۵ء میں نظامی پریس بدایوں سے چھپوا کر شائع کیا۔

شیفتہ بہ نسبت شاعر کے ناقد کی حیثیت سے زیادہ مشہور ہیں۔ اپنے زمانے میں بھی ان کو یہی شہرت حاصل تھی اور اردو اور فارسی شاعری کے اعلیٰ درجہ کے نقاد اور سخن فہم سمجھے جاتے تھے۔ ان کا تذکرہ " گلشن بیخار " وہ پہلا تذکرہ ہے جس میں بقول ڈاکٹر رام بابو سکسینہ انصاف اور آزادی کے ساتھ اشعار کی تنقید کی گئی ہے۔

مآخذ :

ڈاکٹر رام بابو سکسینہ۔ ہسٹری آف اردو لٹریچر یعنی تاریخ ادب اردو، ترجمہ مرزا محمد عسکری ۱۹۸۶ء ص، ۳۰۹ - ۳۱۱ -

# شیخ عبدالحق حقّی بغدادی (ولادت ۱۸۷۳ء)

شیخ عبدالحق حقّی آفندی بغدادی، بغداد کے مضافات میں اعظمیہ کے ایک قصبے میں ۱۲۹۰ھ/ ۱۸۷۳ء میں پیدا ہوئے۔ ان کی زندگی کے حالات بہت کم معلوم ہیں۔ ۱۹۰۶ء میں حکومت نے محمڈن اینگلو اورینٹل کالج علی گڑھ کو عربی زبان وادب کی تعلیم و ترویج کے لیے ایک گراں قدر رقم دی لیکن یہ شرط رکھی کہ عربی کا پروفیسر کوئی نامور مستشرق ہو۔ چنانچہ مشہور جرمن مستشرق ڈاکٹر جوزف ہورووٹس ( ) علی گڑھ میں عربی کے پہلے پروفیسر مقرر ہوئے۔
اسی سال مولانا حمیدالدین فراہی (۱۸۶۲ - ۱۹۳۰ء) کا تقرر اسسٹینٹ پروفیسر کی حیثیت سے ہوا۔ مولانا حمیدالدین ۱۹۰۸ء میں پروفیسر ہو کر علی گڑھ سے الٰہ آباد چلے گئے۔ علی گڑھ میں ان کی جگہ پر شیخ عبدالحق حقّی بغدادی کا تقرر اسسٹینٹ پروفیسر کی حیثیت سے ہوا۔

یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ مولانا حقّی بغدادی کا علی گڑھ میں کب تک قیام رہا اور وہ کس زمانے تک مسلم یونیورسٹی سے متعلق رہے۔ اس قدر یقینی ہے کہ مولانا عبدالعزیز میمن کا تقرر شعبۂ عربی میں مولانا حقّی کی جگہ پر ۱۹۲۵ء میں ہوا تھا۔ گویا دوسرے لفظوں میں وہ ۱۹۲۵ء میں یا اس سے کچھ پہلے یونیورسٹی سے سبکدوش ہو چکے تھے۔

شیخ حج و زیارت کے ارادے سے وسط فروری ۱۹۲۴ء کو علی گڑھ سے روانہ ہوئے۔ بغداد شریف، بیت المقدس ہوتے ہوئے وہ مدینہ منورہ پہنچے اور وہاں سے حج کے موسم میں مکہ مکرمہ حاضر ہوئے وہیں ۱۹ ذوالحجہ ۱۳۴۲ھ (مطابق ۲۱ - ۲۳ جولائی ۱۹۲۴ء) کو ان کی وفات ہوئی۔ ان کی نعش بمبئی لائی گئی

اور وہ وہیں دفن ہیں ۔

شیخ کی وفات کے کوئی ایک ماہ بعد مسلم یونیورسٹی گزٹ (۲۷ راگست ۱۹۲۴ء)
میں ان کی وفات پر ایک مختصر نوٹ چھپا ہے ۔ اس میں صرف تاریخ وفات ۱۹ ذوالحجہ
درج ہے ۔ سال کا اندراج نہیں ۔

مولانا کی تین تصانیف کا اب تک پتا چلا ہے :

۱۔ کتاب ایضاح و بیان عن اکبر مدرسہ اسلامیہ عصریہ :

نواب وقار الملک کی فرمائش پر مدرستہ العلوم علی گڑھ کی تاریخ، اس کے
مقاصد، نصاب تعلیم، قواعد داخلہ، اخراجات وغیرہ پر مشتمل عربی زبان کا یہ مفید
اور پر معلومات کتابچہ ہے یہ کتابچہ پہلے مضمون کی شکل میں جریدۂ "ریاض" بغداد
میں شائع ہوا، پھر وقار الملک کے حکم سے کتابی شکل میں ۸۰ صفحات پر مطبع شاہ
بندر بغداد سے ۱۳۲۹ھ/ ۱۹۱۱ء میں شائع کیا گیا ۔

۲۔ العرب والعربیۃ :

اس عربی رسالے میں اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ عرب اور عربیت ہی میں
امت اسلامیہ بلکہ جمیع امم بشریہ کی فلاح ہے ۔ یہ رسالہ ان کے علی گڑھ کے قیام کے
دوران ۱۳۳۱ھ/ ۱۹۱۲ء میں شائع ہوا ۔

۳۔ اعجب العجب من احوال العرب :

یہ عربی کا ایک طویل شعری قصیدہ ہے جس کے اشعار کی تعداد ۲۱۶ ہے ۔
اس کے پڑھنے سے جاہل شعرا کی تصنیف کیے ہوئے قصائد و معلقات کی یاد تازہ ہو جاتی ہے ۔
ابتداً اور درمیان میں نثر کی بھی کچھ عبارتیں ہیں ۔ قیاس یہ کہتا ہے کہ یہ قصیدہ
علی گڑھ کے طلبا کے نصاب میں داخل ہو ۔

اس قصیدے پر مصطفےٰ صادق الرافعی جیسے مشہور اور مستند اہل قلم کا مقدمہ
ثبت ہے جس میں انھوں نے اس قصیدے کے محاسن کا بہت اچھے لفظوں میں ذکر کیا ہے ۔

یہ قصیدہ علی گڑھ سے غالباً ۱۹۱۱ء میں چھپا تھا۔ اس کا دوسرا اڈیشن مکتبہ عروبیہ دیرالزور، سوریہ سے ۱۴۰۳ھ/۱۹۸۳ء میں شائع ہوا ہے۔

مآخذ : بصد شکریہ : ڈاکٹر مختارالدین احمد صاحب۔ علی گڑھ

لہ ان پر نوٹ کلیات مکاتیب اقبال (دوم) صفحات ۱۰۸۸ - ۱۰۸۹ پر ملاحظہ کیجیے۔
(مولف)

# مختار جمیل

مختار جمیل صاحب بدایوں کے رہنے والے تھے۔ وہیں ۱۹۰۸ء میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام مولوی آل احمد تھا۔ ان کی اسکول کی تعلیم بدایوں میں ہوئی۔

بعد ازاں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے جغرافیہ میں ایم۔ اے کیا اور بی۔ ٹی کا امتحان بھی پاس کیا۔ مدرسی کا پیشہ اختیار کیا۔ بدایوں پیلی بھیت۔ نصیر آباد (راجستھان)، کانپور وغیرہ میں ٹیچر رہے۔ آخری زمانہ ملازمت میں ملیح آباد میں پرنسپل ہو گئے تھے۔ یہ کچھ عرصہ قندھار (افغانستان) میں بھی رہے۔

پروفیسر ظفر احمد صدیقی جن کے نام اقبال کا ایک اہم مکتوب مورخہ ۱۲ر دسمبر ۱۹۳۶ء ہے اور پروفیسر ضیا احمد بدایونی، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی ان کے قریبی عزیز تھے۔

مختار جمیل صاحب کا انتقال ۲۷ر جنوری ۱۹۸۵ء کو ہوا۔

مآخذ :

(بصد شکریہ
پروفیسر ظہیر احمد صاحب صدیقی سابق صدر شعبہ اردو
دہلی یونیورسٹی)

# نظام الدین نظامی بدایونی (متوفی ۱۹۴۷ء)

مولانا نظام الدین حسین نظامی بدایونی مردم خیز شہر بدایوں کے مشاہیر میں آخری آدمی تھے۔ ان کا تاریخی نام نظام الدین حسین محبوب صمدی تھا۔ مولانا کو بچپن سے صحافت سے لگاؤ تھا۔ چنانچہ ۱۸۹۰ء میں اپنے زمانہ طالب علمی میں اخبار "عالم تصویر" کی نامہ نگاری کرتے تھے جس کے معروف مدیر و ناشر منشی رحمت اللہ مالک نامی پریس کانپور تھے۔ مولانا نظامی کو ان کی شاگردی کا فخر حاصل ہوا تھا۔ ملازمت سے مستعفی ہوکر انھوں نے ۱۹۰۳ء میں اپنا اخبار "ذوالقرنین" نکالا جو منشی آغا جان لکھنوی کے وکٹوریہ پریس میں چھپتا تھا۔ ۱۹۰۵ء میں مولانا نظامی نے خود اپنا مطبع نظامی پریس کے نام سے قائم کیا۔

مطبع نظامی سے سب سے پہلی کتاب "کنزالتاریخ" مصنفہ مولوی رضی الدین بدایونی شائع ہوکر منظر عام پر آئی۔ سر راس مسعود کے ایما پر ۱۹۱۵ء میں مولانا نظامی نے "دیوانِ غالب" نہایت صحت و نفاست کے ساتھ شائع کیا۔ علامہ اقبال نے ان کے سائز کو اتنا پسند فرمایا کہ اپنی تمام کتب اسی سائز پر طبع کرائیں۔ اس دیوان کی اشاعت کے بعد نظامی پریس کی شہرت دور دور پھیل گئی۔ سر راس مسعود نے مولوی نظامی کی تحریک پر اردو شعرا کے کلام کا انتخاب مرتب کیا جو "انتخاب زریں" کے نام سے ۱۹۲۱ء میں نظامی پریس میں چھپا۔ انجمن ترقی اردو ہند (اورنگ آباد) نے اپنی کتب کی طباعت کے لیے نظامی پریس سے رجوع کیا اور اپنی اکثر کتابیں یہاں چھپوائیں۔ مہاراجہ سرکشن پرشاد شاد کی مشہور کتب "روزنامچہ گلبرگہ" ۱۹۲۴ء "رباعیاتِ شاد" (۱۹۲۶ء) اور "بیاضِ شاد" (۱۹۲۶ء) نظامی پریس میں طبع ہوئیں۔ سر شاہ سلیمان نے "قصایدِ ذوق" اور دیگر کلام اور انتخاب شعریاتِ ذوق مرتب کرکے نظامی پریس میں مانند "دیوان غالب"

اعلیٰ معیار پر چھپوایا۔ اردو کتب کی طباعت و اشاعت کے لیے مولانا نظامی نے ناقابل تقلید نمونہ چھوڑا ہے۔

مولانا نظامی نہ صرف ایک کہنہ مشق صحافی تھے بلکہ ایک بلند پایہ ادیب اور شاعر بھی تھے۔ ان کو مولانا حالی اور استاد بیخود موہانی سے شرف تلمذ حاصل تھا۔ ان کی مشہور تصنیف "قاموس المشاہیر" ہے۔ اس کی پہلی جلد ۱۹۲۳ء میں اور دوسری جلد ۱۹۲۶ء میں زیور طبع سے آراستہ ہوئی۔ اردو میں اس نوعیت کی پہلی کتاب ہے۔

مولانا نظامی نے سیاست میں بھی حصّہ لیا۔ وہ ہندو مسلم اتحاد اور مخلوط انتخابات کے زبردست حامی اور مسلم لیگ کے مطالبۂ پاکستان کے سخت مخالف تھے۔ ۱۹۲۸ء میں مولانا کی ہمدردیاں کانگریس سے منسلک ہوگئیں۔ ۱۴ر جولائی ۴۲ء کو آل انڈیا کانگریس کی ورکنگ کمیٹی نے کامل آزادی ریزولیشن پاس کیا جو "ذوالقرنین" میں شائع ہوا۔ اس پر حکام نے نظامی پریس کو بند کر دیا۔ ۱۴ر اکتوبر ۱۹۴۲ء کو پریس اور اخبار ان کے صاحبزادے مولوی وحیدالدین کے نام سے چلنے لگے اور مولانا کی ایڈیٹری ختم ہوگئی۔

مسلمانوں کی تعلیم کے مسائل سے مولانا نظامی کو بڑی دل چسپی تھی۔ یو پی میں اسلامیہ مکتب، اسکول اور کتب خانے قائم کرانے میں مولانا کا بڑا ہاتھ تھا۔ میسٹن ہائی اسکول بدایوں جو آج حافظ صدیق میسٹن اسلامیہ انٹر کالج ہے۔ ان ہی کی تحریک اور جد و جہد سے ۱۹۱۶ء میں کھلا تھا۔ وہ صوبہ کی تعلیمی مجلس کے بھی بانی تھے۔ مسلم یونیورسٹی کے قیام میں بھی انھوں نے بیش بہا خدمات انجام دیں۔

مولانا نظامی نے ۸ر جون ۱۹۴۷ء کو انتقال کیا۔ (بحوالہ تذکرہ ماہ و سال)

ماخذ :

محمد اسماعیل بدایونی۔ رسالہ "نیا دور" جلد ۳۱ نمبر ۲ر مئی ۱۹۷۵ء
محکمہ اطلاعات، اتر پردیش، لکھنؤ۔

# (میر) ولی اللہ ایبٹ آبادی

## (۱۸۸۷ - ۱۹۶۴ء)

میر ولی اللہ ۱۰ر جون ۱۸۸۷ء کریالہ جہلم میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد کا نام سلطان میر تھا۔ جو فارسی کے اچھے شاعر تھے اور گورنمنٹ ہائی اسکول نمبر ۲ ایبٹ آباد جو اس زمانے میں انجمن اسلامیہ ایبٹ آباد کے تحت چلتا تھا۔ فارسی کے مدرس تھے ان کا کلام "مخزن" میں شائع ہوتا تھا۔

علامہ اقبال نے انجمن اسلامیہ ایبٹ آباد کی خواہش پر ہی مذکورہ اسکول میں "قومی زندگی" کے موضوع پر لیکچر دیا تھا جو بعد میں "مخزن" میں شائع ہوا اور اب (مقالات اقبال) میں شامل ہے۔

میر ولی اللہ کی کتاب "لسان الغیب" چار جلدوں میں، ۱۹۱۶ء میں شائع ہوئی: اس پر اقبال نے رائے دی وہ چوتھی جلد ۱۹۱۸ء میں شائع ہوئی سرکشن پرشاد کی رائے فروری ۱۹۱۷ء کی ہے۔ اس کے علاوہ جسٹس شاہ دین، ایڈیٹر رسالہ "اسوۂ حسنہ" ایڈیٹر "البرید" کان پور، مولوی ابوالحسن صدیقی بدایوں اور مولوی عبدالحکیم کلکتہ نے آراء پہلی جلد پر درج ہیں۔ بشیر احمد ڈار کا یہ کہنا کہ اقبال نے چوتھی جلد مطبوعہ ۱۹۱۸ء پر اپنی رائے دی تھی درست نہیں معلوم ہوتا۔

میر ولی اللہ کی دیگر کتابیں یہ ہیں:

کلاس الکرام: (شرح عمر خیام)، رومی (دو جلدیں) بندگی (ابن تیمیہ کی کتاب العبودیت کا ترجمہ)، خلق عظیم (اخلاقی مضامین)، نمکدان فصاحت، بادۂ ناب (فارسی رباعیات) گلبانگ (اردو مجموعہ کلام)، ماہ و پروین، (مزاح) اس کے علاوہ ایک کتاب انگریزی میں ہے۔

غیر مطبوعہ مسودات جن میں فارسی شعرا کے کلام کا انتخاب ہے موجود ہے۔ اقبال کی تلمیحات پر ایک مسودہ بھی سرحد اردو اکیڈمی قلندر آباد ایبٹ آباد میں محفوظ ہے۔

موصوف ایبٹ آباد میں وکیل رہے۔ ایبٹ آباد بار ایسوسی ایشن کے طویل عرصہ تک پریذیڈینٹ بھی رہے۔ پھر وکالت چھوڑ کر اکتوبر ۱۹۵۰ء میں لا کالج پشاور کے پہلے پرنسپل مقرر ہوئے۔ جہاں سے نومبر ۱۹۵۶ء کو ریٹائر ہوئے۔

اقبال کے خلاف 'اسرار خودی' کی اشاعت پر جو طوفان اٹھا اس میں انھوں نے اقبال کا ساتھ دیا۔ ان کا ایک مضمون "نیرنگِ خیال" کے ۱۹۳۲ء والے "اقبال نمبر" میں موجود ہے۔ اقبال کی نودریافت تصنیف "تاریخ تصوف" سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے "لسان الغیب" سے کافی استفادہ کیا تھا۔

جس زمانے میں وہ پنجاب یونیورسٹی کی وکالت کرتے تھے علامہ اقبال سے ملاقاتیں ہوتی رہتی تھیں۔ میر صاحب کی عظیم لائبریری اب پشاور یونیورسٹی کی لائبریری میں محفوظ ہے۔

ان کی وفات ۱۳ دسمبر ۱۹۶۴ء کو ہوئی۔

ماخذ :

صابر کلوروی، ناظم عمومی، سرحد اردو اکیڈمی، ایبٹ آباد پاکستان۔

# کرنل ہالرائیڈ ولیم رائس مورلینڈ

کرنل ولیم رائس مورلینڈ ہالرائیڈ (Co. WILLIAM RICE MORLAND HOLYROYD)
انگریز مستشرقین میں نمایاں حیثیت رکھتا ہے۔ اس نے اردو فارسی اور
عربی کا مطالعہ کیا تھا۔ ان زبانوں پر اس کو پوری دسترس تھی۔ حکومت ہند نے اس
کا ۱۰ار جنوری ۱۸۵۲ء کو فوج میں درجہ اول کے افسر کی حیثیت سے تقرر کیا تھا۔ وہ
اگست ۱۸۵۸ء میں انسپکٹر آف پبلک انسٹرکشن کے عہدہ پر فائز ہوا۔ اکتوبر ۱۸۸۴ء
میں محکمہ تعلیم میں انڈر سیکریٹری کی حیثیت سے تقرری ہوئی۔ اکتوبر ۱۸۹۰ء میں فوج
میں واپس آگیا۔ اکتوبر ۱۸۹۲ء اس کو زاید افسران کی فہرست Unemployed Supernumerary List میں منتقل کردیا گیا۔
کرنل ہالرائیڈ نے ایک کتاب انگریزی میں بعنوان Hindustani For Every Day
(تسہیل الکلام) انتہائی آسان زبان میں لکھی تھی۔ اس کا پہلا ایڈیشن
۱۹۶۱ء میں بنارس سے شائع ہوا تھا۔ اس کے بعد ۱۸۷۳ء اور ۱۸۸۹ء میں اس کا
ایک اور ایڈیشن ہندوستان اور لندن سے شائع ہوا۔ اس کے دوسرے اور تیسرے
حصے میں کرنل ہالرائیڈ نے اردو کی ماہیت، اس کے ارتقا اور اس کی وسعت پذیری
پر تفصیل سے بحث کی تھی۔ صاحب رجال اقبال نے لکھا ہے:

"عربی زبان کے صحیح استعمال کے متعلق بھی اس کی ایک کتاب
"مسلم الادب" مشہور ہے۔ اس کے علاوہ اس نے کہانیوں کا ایک
ایسا مجموعہ بھی مرتب کیا تھا جس میں نظم و نثر کے نمونے یکجا کیے تھے۔
اس کی کتابوں میں سے بعض کا ذکر کارساں دتاسی نے اپنی تصانیف میں لکھا ہے"

ان کے علاوہ ایک اور کتاب "رسوم ہند" مطبوعہ ۱۸۶۹ اس کے نام سے منسوب ہے۔

حکومتِ پنجاب نے جنوری ۱۸۷۲ء میں ایک اردو اخبار "پنجاب گزٹ" اس کی نگرانی میں جاری کیا تھا۔ اس میں مختلف النوع مضامین شائع ہوتے تھے۔ اس کے دو سال بعد اس نے مولانا حالی اور مولانا محمد حسین آزاد کو اس امر کی جانب توجہ دلائی کہ وہ اردو مشاعرہ کی نئی طرح ڈالیں۔ جس میں ایسی نظمیں پڑھی جائیں جن سے قوم اور ملک کے احساسات کی ترجمانی اور فلاح و بہبود کی کوئی راہ نکل سکتی ہو۔ چنانچہ مولانا حالی، مولانا محمد حسین آزاد اور ان کے ساتھ بہت سے شعراء نے مختلف اصلاحی اور معاشرتی موضوعات پر بے شمار نظمیں لکھیں۔ یہ تمام نظمیں "انجمن پنجاب" کے پلیٹ فارم سے سنائی جاتی تھیں۔

کرنل ہالرائیڈ نے پنجاب میں اردو کی توسیع و ترقی کے لیے جو خدمات انجام دیں ان سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔

اقبال اس ہی کی سفارش پر گورنمنٹ کالج لاہور میں اسسٹنٹ پروفیسر شعبۂ فلسفہ کی آسامی پر مقرر ہوئے تھے۔ اس کے کچھ دنوں بعد ان کو اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے لندن جانا پڑا۔ انھوں نے اس کے لیے یکم اکتوبر ۱۹۰۵ء سے تین سال کی رخصت بلا تنخواہ لے لی۔

لندن کے قیام کے زمانے میں اقبال اسسٹنٹ پروفیسر فلسفہ کی آسامی کو اپنے لیے مناسب نہیں سمجھتے تھے۔ وہ وکالت کا پیشہ اختیار کرنا چاہتے تھے۔ چنانچہ انھوں نے ۲۲ جنوری ۱۹۰۸ء کو میسرز تھامس اینڈ سنز لڈگیٹ سرکس لندن بی سی کی معرفت کرنل ہالرائیڈ کو اپنا استعفیٰ بھجوایا۔ جو ضمیمہ میں شامل ہے کرنل ہالرائیڈ نہیں چاہتا تھا کہ اقبال اپنے تدریسی منصب سے علیحدگی اختیار کر لیں لیکن صورت حال ایسی تھی کہ اس کو یہ استعفیٰ منظور کرنا پڑا۔

ماٰخذ :

۱ عبدالرؤف عروج - رجالِ اقبال، ص، ۵۰۸ - ۵۰۹ -
۲ برٹش ہائی کمیشن، نئی دہلی -
۳ ڈاکٹر معین الدین عقیل شعبۂ اردو جامعہ کراچی

لہ

# تعلیقات

# مسلم کانفرنس

۱۹۲۹ء میں سر فضل حسین، سر محمد شفیع اور ہز ہائی نس آغا خاں کی کوشش سے ایک نئی سیاسی تنظیم آل انڈیا مسلم کانفرنس معرض وجود میں آئی۔ اس کا آغاز آل پارٹیز مسلم کانفرنس کے بعد ہوا۔ علامہ اقبال، مولانا شوکت علی، ڈاکٹر شفاعت احمد خاں، سر محمد یعقوب سیٹھ عبداللہ ہارون، نواب اسمٰعیل خاں، سر عبدالرحیم وغیرہ کانفرنس کی نمایاں شخصیات تھیں۔ سر فضل حسین نے حکومت ہند کے کارکن کی حیثیت سے وائسرے اور حکومت ہند کے ارکان کو یقین دلا دیا تھا کہ مسلم کانفرنس ہندوستانی مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت ہے۔

۱۹۳۲ء میں علامہ اقبال مسلم کانفرنس کے صدر مقرر ہوئے۔ اسی زمانہ میں اس جماعت کے اندر بحران پیدا ہوا لیکن علامہ نے بہت جلد اس پر قابو پا لیا۔

۱۹۳۵ء میں مسلم کانفرنس اپنا ہنگامی رول ادا کرکے روپوش ہوگئی۔

ماخذ :

عاشق حسین بٹالوی : اقبال کے آخری دو سال۔

# تاروں اور پیغامات کی فہرست

# سر آغا خاں کے نام تار

تازہ خبریں اضطراب انگیز آرہی ہیں۔ مسلمانان پنجاب کی رائے عامہ دہلی مسلم کانفرنس کی منظور کردہ قرار دادوں پر قائم ہے۔ اور ان میں ردو بدل کو ناقابل برداشت خیال کرتی ہے۔ اگر کوئی ردو بدل کیا گیا تو مسلم مندوبین پر اعتماد نہیں رہے گا۔ اگر ہندو مسلم مطالبات کو نہیں مانتے تو مسلمان کانفرنس کو چھوڑ کر چلے آئیں۔

(گفتارِ اقبال)

(انگریزی سے)

(غیر مدون)

---

نوٹ لہ ۱۰ نومبر ۱۹۳۰ء کو اقبال نے درج بالا برقی پیغام سر آغا خان کے نام لندن ارسال کیا۔

〃 ٹہ لندن میں پہلی گول میز کانفرنس کی اقلیتوں کی سب کمیٹی میں فرقہ وارانہ مسئلے کو حل کرنے کے لیے مختلف تجاویز زیر غور آئیں۔ ان میں سے ایک تجویز میں جو سر محمد شفیع نے کانفرنس کے سامنے پیش کی مسلمان مندوبین کانفرنس جداگانہ طریق انتخاب کو بھی چھوڑنے پر راضی ہو گئے لیکن ہندو رہنماؤں نے ان تجاویز کو بھی قبول نہ کیا۔ ان حالات کی خبریں جب ہندوستان پہنچیں تو مسلمانانِ ہند بہت مضطرب ہوئے۔ مندرجہ بالا تار کا یہ پس منظر تھا۔

(مولف — ماخذ : گفتارِ اقبال)

# گورنر پنجاب کے نام تار

مری سے تار موصول ہوا ہے کہ یومِ کشمیر کے جلوس کو مقامی حکام نے روک دیا ہے۔ مسلمانانِ مری آپ سے مداخلت کا مطالبہ کرتے ہیں۔

(گفتارِ اقبال)

(انگریزی سے)

(غیر مدون)

---

نوٹ ۱؎ ۱۳ راگست ۱۹۳۱ء کو علامہ اقبال کی خدمت میں امیر شیخ نے مری سے تار بھیجا کہ وہاں یوم کشمیر کے پروپیگنڈے کے لیے ایک جلوس کو مقامی حکام نے حکماً بند کردیا ہے۔ آپ نے اسی وقت گورنر پنجاب کے نام درج بالا برقی پیغام بھیجا!

نوٹ ۲؎ ۱۹۳۱ء میں ریاست کشمیر میں نظم ونسق میں خرابی مسلمانوں پر مظالم اور ان کی زبوں حالی کی وجہ سے تحریکِ آزادی شروع ہوئی۔ اقبال آل انڈیا کشمیر کمیٹی کے سرگرم رکن اور بعد میں صدر رہے۔ جون ۱۹۳۳ء میں کمیٹی میں اختلاف کے باعث انھوں نے صدارت سے استعفیٰ دے دیا اور ایک نئی کمیٹی تشکیل کی جس کے بھی وہ صدر منتخب ہوئے۔

(مولف)

# جاوید اقبال کے نام تار

میں بخیریت لندن پہنچ گیا ہوں۔ جاوید نامہ چھپوانے میں عجلت سے کام لیا جائے۔

(سفر نامہ اقبال، مرتبہ حمزہ فاروقی طبع دوم ص ۴۱ - ۴۲)

(انگریزی سے)

غیر مدون

# (مولانا) شوکت علی اور شیخ عبدالمجید سندھی کے نام تار

باہمی سمجھوتے کی کوشش قابل ستائش ہے۔ لیکن ہندوؤں کی طرف سے قطعی تجاویز پیش ہوئے بغیر مسلمان رہنماؤں کی کانفرنس منعقد کرنا نقصان رساں

---

نوٹ ۱: دوسری گول میز کانفرنس میں شرکت کی غرض سے علامہ اقبال ۲۷ ستمبر ۱۹۳۱ء کو لندن پہنچے۔ اپنی آمد کی اطلاع جاوید اقبال کے نام مندرجہ بالا تار کے ذریعے دی تھی۔ غالباً یہ تار اسی روز یا پھر اگلے روز ۲۸ ستمبر ۱۹۳۱ء کو بھیجا ہوگا۔ یہ تار روزنامہ "انقلاب" لاہور بابت ۲۹ ستمبر ۱۹۳۱ء میں شائع ہوا۔ (مولف)

نوٹ ۲: اکتوبر ۱۹۳۲ء کے شروع میں ہندو رہنماؤں نیشنلسٹ مسلمانوں اور خلافتی رہنماؤں کے درمیان ہندو مسلم مفاہمت پر گفت و شنید ہوئی۔ ۶ اکتوبر ۱۹۳۲ء کو علامہ اقبال نے مولانا شفیع داؤدی، ڈاکٹر شفاعت احمد خاں، سر ذوالفقار علی،

(اس نوٹ کا بقیہ اگلے صفحہ پر)

ہے۔ افسوس کہ ان حالات میں میں شریک نہیں ہو سکتا۔ میری درخواست ہے کہ آپ کانفرنس کی تجویز پر نظر ثانی فرمائیں۔

(گفتار اقبال)

(انگریزی سے)

(غیر مدون)

## صدر خلافت کے نام تار

شملہ سے ایک مشترکہ بیان شائع ہو چکا ہے۔ جب تک ہندوؤں کی طرف سے (مفاہمت کی) قطعی تجاویز موصول نہ ہو جائیں۔ لیڈروں کا اجتماع منعقد کرنا غیر مناسب ہوگا۔ قوم کے فیصلے پر جمے رہیے۔

(انگریزی سے) (گفتار اقبال)

(غیر مدون)

---

(بقیہ نوٹ پچھلے صفحہ کا) ڈاکٹر ضیاء الدین احمد، سر محمد یعقوب کی معیت میں اس مسئلہ کے متعلق شملہ سے ایک بیان دیا جس کا لب لباب یہ تھا کہ مفاہمت کی واضح تجاویز اکثریت کے طبقہ کی طرف سے ہونی ضروری ہیں۔

بمبئی میں گفت وشنید ابھی جاری تھی کہ مولانا شوکت علی اور شیخ عبدالمجید سندھی نے اعلان کیا کہ مسلمان رہنماؤں کی ایک کانفرنس ۱۰ اکتوبر کو لکھنؤ میں ہوگی۔ علامہ اقبال کو لکھنؤ میں مسلم رہنماؤں کی ہونے والی کانفرنس میں شرکت کے لیے دعوت نامہ ملا۔ اس کے جواب میں اقبال نے درج بالا مضمون کا تار ۸ اکتوبر ۱۹۳۲ء کو بھیجا۔ (گفتار اقبال)

نوٹ ۱: لکھنؤ کانفرنس کے ضمن میں درج بالا تار صدر خلافت کے تار کے جواب میں بھیجا گیا۔

۲: یہ تار روزنامہ "انقلاب" ۱۲ اکتوبر ۱۹۳۲ء میں شائع ہوا۔ اس لیے اغلب ہے کہ ۹ یا ۱۰ اکتوبر ۱۹۳۲ء کو بھیجا گیا ہوگا۔

(مؤلف)

# سرسیموئیل ہور کے نام تار

سرسیموئیل ہور انڈیا آفس لندن

پنجاب مسلم لیگ اور (مسلم) کانفرنس کے مشترکہ اجلاس کی منظور کردہ قرار دادیں ارسال ہیں۔

قرار داد اول

گو یہ اجلاس کسی بھی ایسی اسکیم پر غور وخوض کرنے کے لیے پوری طرح آمادگی کا اظہار کرتا ہے۔ جس میں تمام فرقوں کے جائز اور مناسب حقوق کا مکمل تحفظ ہو۔ تاہم مخلوط انتخاب کے مجوزہ فارمولے پر جس کا اعلان حال ہی میں ہوا ہے غور وخوض کے بعد اس اجلاس کی قطعاً یہ رائے ہے کہ یہ فارمولا پنجاب کے مسلمانوں کو سراسر ناقابل قبول ہوگا کیونکہ اس فارمولے کے تحت منجملہ دیگر امور کے پنجاب کے مشرقی اضلاع کے مسلمان حلقہ ہائے رائے دھندگان کی جانب سے حق امیدواری تک سے قانوناً محروم کردئے جائیں گے۔ جب کہ مرکزی اضلاع کو واجبی نمائندگی حاصل نہ ہوگی اور صوبجاتی پالیسی وضع کرنے میں ان کی کوئی موثر آواز نہ ہوگی۔ مذکورہ بالا انتظام جس کے تحت مختلف فرقوں کی نمائندگی ناگزیر طور پر صوبہ کے چند خاص علاقوں میں مرکوز ہو کر رہ جاتی ہے۔ جمہوریت کے منافی ہے۔ اندریں حالات پنجاب کے مسلمان فرقہ وارانہ تصفیہ میں کسی قسم کے ردو بدل کے لیے تیار نہیں ہو سکتے۔ جس کا مقصد ان کو طریقہ جداگانہ انتخاب سے محروم کرنا ہو۔

## قرارداد دوم

یہ اجلاس ان کوششوں کی شدومد سے مذمت کرتا ہے جو مسلم فرقہ اور اس کی سیاسی تنظیموں کے پس پشت ایسے سمجھوتہ پر گفت وشنید کرنے اور طے کرنے کے لیے کی گئیں جن کا لازمی نتیجہ یہ ہو گا کہ وہ مسائل از سرِ نو چھیڑے جائیں گے جو پہلے ہی طے پا چکے ہیں۔ یہ کوششیں یقیناً مسلم فرقہ میں انتشار وافتراق پیدا کریں گی۔

## قرارداد سوم

یہ اجلاس اعلان کرتا ہے کہ جائینٹ سلیکٹ کمیٹی کے کسی مندوب کو یہ اختیار نہیں دیا گیا ہے کہ وہ مسلمانوں کو کسی ایسے سمجھوتہ کا پابند کردے جو جداگانہ حلقہ ہائے رائے دہندگان کے معاملہ میں " فرقہ وارانہ تصفیہ " کے عدم مطابق ہو۔

محمد اقبال پریزیڈینٹ (مسلم) کانفرنس لیگ

(انگریزی سے)

(غیر مطبوعہ)

---

نوٹ ۱: ڈاک خانہ کی مہر سے پتہ چلتا ہے کہ علامہ اقبال کا یہ تار ( ۸ مئی ) ۱۹۳۳ء کو لندن پہنچا۔

نوٹ ۲: یہ تار غیر مطبوعہ ہے۔ اس کی ایک نقل انڈیا آفس لائبریری لندن سے جناب سلیم الدین قریشی صاحب کی وساطت سے حاصل ہوئی۔ موتف ان کا بے حد شکر گزار ہے۔ (موتف)

نوٹ ۳: اس برقی پیغام کا جو سر سیمویل ہور وزیر ہند کے نام ہے پس منظر یہ ہے کہ ۱۶ راگست ۱۹۳۲ء کو وزیر اعظم برطانیہ نے فرقہ وارانہ تصفیہ (

کا اعلان کیا جس کی اساس مسلمانوں اور اچھوتوں کے لیے جداگانہ انتخاب پر مبنی ہے
مارچ ۱۹۳۳ء میں ملک معظم کی حکومت نے جدید دستور کا خاکہ قرطاس ابیض
(WHITE PAPER) کے نام سے شائع کیا۔ اس پر تقریباً تمام سیاسی حلقوں
میں کڑی نکتہ چینی ہوئی۔ وزیر اعظم کے اعلان کے بموجب، فرقہ وارانہ تصفیہ میں
باہمی مفاہمت سے رد و بدل کی جا سکتی تھی۔ چنانچہ اس کے بعد فرقہ وارانہ مفاہمت
کی کوشش برابر جاری رہیں۔ ان ہی کی کوششوں کی ایک کڑی پنجاب کا
فرقہ وارانہ فارمولا تھا جس پر مئی ۱۹۳۳ء میں سر فضل حسین (مسلم)، راجہ نریندر
ناتھ (ہندو) اور سر جوگیندر سنگھ (سکھ) نے اتفاق کیا تھا۔ فارمولا یہ
تھا:

(۱) تینوں فرقوں (ہندو مسلم سکھ) کے شرائط حق رائے دہی میں ایسی ترمیمات
کی جائیں جن سے تینوں فرقوں کی آبادی کی پوری پوری نمائندگی رجسٹر رائے
دہندگان میں ہو۔

(۲) طریق انتخاب مخلوط ہو اور پورے صوبہ کو ایک رکنی حلقہ ہائے انتخاب میں
تقسیم کیا جائے اور یہ تقسیم علاقہ واری اور آبادی کی بنیاد پر ہو۔

(۳) ہر فرقہ کو ایسے حلقہ ہائے انتخاب دئے جائیں جہاں اس کے رائے دہندگان
کی فیصد سب سے زیادہ ہو۔

(۴) نشستوں کا تعین صرف عام حلقہ ہائے انتخاب تک محدود ہو جیسا کہ فرقہ وارانہ
تصفیہ میں اعلان کیا گیا ہے نہ کہ خاص حلقہ ہائے انتخاب۔ بس جہاں مخلوط انتخاب
کا طریقہ مقرر کیا گیا ہے۔

(۵) نشستوں کا تعین کسی خاص مدت تک کے لیے نہیں ہو گا۔

یہ فارمولا سر فضل حسین کا تجویز کردہ تھا اور راجہ نریندر ناتھ اور سر جوگیندر سنگھ
نے اس سے اتفاق کیا تھا لیکن یہ دونوں لیڈر اپنے ہم مذہبوں سے اس فارمولے

کو منوانے میں ناکام رہے۔ ماسٹر تارا سنگھ نے اس کی سخت مخالفت کی۔ ہندوؤں نے بھی اس کی سخت مذمت کی۔

سر فضل حسین کے سوانح نگار عظیم حسین کا بیان ہے کہ علامہ اقبال نے اس فارمولے کے خلاف آواز بلند کی۔ انھوں نے پنجاب صوبائی مسلم لیگ اور پنجاب صوبائی مسلم کانفرنس کا ایک مشترکہ اجلاس منعقد کیا جس میں اس فیصلہ کی مذمت کی گئی۔ اس کانفرنس کی تین قراردادیں انھوں نے اپنے درج بالا تار کے ذریعہ سر سیموئیل ہور وزیر ہند کے نام ارسال کیں۔

علامہ اقبال نے اس پر اکتفا نہ کیا بلکہ انھوں نے لندن میں سر آغا خاں اور مسلم وفد کے دیگر اراکین کے نام بھی اس کی مخالفت میں تار بھیجے۔ غالباً یہ اسی کا اثر تھا کہ سر آغا خاں نے سر فضل حسین کے نام اپنے ایک خط محررہ ۱۰ر مئی ۱۹۳۲ء میں اس فارمولے پر کڑی تنقید کی۔ سر فضل حسین نے علامہ اقبال کو اس فارمولے کی تائید میں خط بھی لکھا لیکن وہ ان کے دلائل سے قائل نہ ہوئے۔ اور ۱۴ر جولائی ۱۹۳۲ء کو بھی اپنے ایک اخباری بیان میں اس فارمولے کی سخت مخالفت کی۔ حقیقت یہ ہے کہ انھوں نے ہر موقع پر مخلوط انتخاب کی ہمیشہ مخالفت کی اور جداگانہ انتخاب کی حمایت کی۔ محمد احمد خاں مولف "اقبال کا سیاسی کارنامہ" نے لکھا ہے کہ علامہ کے نزدیک یہ محض نمائندگی کا ایک طریقۂ کار نہ تھا بلکہ مسلمانوں کے "جداگانہ" "قومی وجود" کو برقرار رکھنے کا واحد وسیلہ تھا۔

(محمد احمد خاں: اقبال کا سیاسی کارنامہ ص ۳۶۰ - ۴۰۵)

## وائسرائے ہند کے نام تار[1]

اہل لاہور کا ایک پبلک جلسہ کل شام سرحدی قبائل پر بمباری کے خلاف احتجاج کرنے کے لیے منعقد ہونے والا تھا لیکن ملتوی کر دیا گیا۔ مسلمان پرزور مطالبہ کرتے ہیں کہ بمباری فوراً بند کر دی جائے اور امور متنازعہ کے تصفیے کے لیے پرامن طریقہ برتا جائے۔

(گفتارِ اقبال)

(انگریزی سے)

(غیر مدون)

## وائسرائے ہند کے نام تار[2]

فلسطین کی صورت حالات نے مسلمانان ہند میں زبردست ہیجان و اضطراب پیدا کر دیا ہے۔ نائب وزیر نوآبادیات کی تقریر نے مسلمانوں کے شبہات کو زیادہ عمیق بنا دیا ہے کہ برطانیہ کی یہ پالیسی ہے کہ عربوں کے مفاد کے خلاف عمل پیرا ہو کر فلسطین میں یہودیوں کی قومی حکومت قائم کر دی جائے۔ نائب وزیر نوآبادیات

---

نوٹ ۱: علامہ اقبال نے ۱۱ر اگست ۱۹۳۲ء کو وائسرائے ہند کو سرحد پر بمباری بند کرنے کے بارے میں درجِ بالا تار بھیجا۔ (گفتار اقبال)

۲ نوٹ: فلسطین کی صورت حالات کے متعلق مندرجہ بالا برقیہ علامہ اقبال نے ۶ر نومبر ۱۹۳۲ء کو وائسرائے ہند کے نام ارسال کیا۔

(گفتارِ اقبال)

نے برطانیہ کی جو پالیسی بیان کی ہے وہ صریحاً مخالفانہ ہے۔ فلسطین میں حال ہی میں جو واقعات رونما ہوئے ہیں وہ اس امر کے مقتضی ہیں کہ فوراً تحقیقات کی جائے اور فلسطین میں یہودیوں کا داخلہ جلد از جلد روک دیا جائے۔ برطانیہ کے بہترین مفاد کا اقتضا یہ ہے کہ "اعلان بالفور" کو واپس لے لیا جائے۔

مسلمانوں کو توقع ہے کہ وایسرائے اس نازک صورت حالات کی طرف ملک معظم کی حکومت کی توجہ دلائیں گے اور برطانیہ اور مسلمانوں کے تعلقات کو کشیدہ ہونے سے بچا لیں گے۔

(گفتارِ اقبال)

(انگریزی سے)
(غیر مدون)

## اعلیٰ حضرت محمد ظاہر شاہ کے نام

اعلیٰ حضرت محمد نادر شاہ کے قتل کی خبر سے مجھے ذاتی حیثیت سے بے حد صدمہ پہنچا ہے۔ اعلیٰ حضرت شہید کی خدمت میں گزشتہ کئی سال سے مجھے نیاز حاصل تھا اور میں ان کی شفقت اور محبت کو کبھی فراموش نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ شہید کی روح کو اعلیٰ علیین میں جگہ دے اور آپ کے لیے اس جلیل القدر شہید کی یاد ہمیشہ موجب رہنمائی ہو اور اللہ تعالیٰ آپ کو افغانستان کی خدمت کے لیے مدت دراز تک زندہ رکھے۔

---

نوٹ : محمد نادر شاہ غازی امیرِ افغانستان کے قتل ہونے پر علامہ اقبال نے ۱۰ر نومبر ۱۹۳۳ء کو اعلیٰ حضرت محمد ظاہر شاہ کے نام مندرجہ بالا پیغام ارسال فرمایا۔

(گفتارِ اقبال)

ملت افغانی نے اتفاق آراسے آپ کے حضور ہیں اطاعت کر کے جس دانش مندی اور جذبات وتشکر کا ثبوت دیا ہے اس کی تحسین ہیں ساری دنیا ہم زبان وہم آہنگ رہے گی۔

(گفتار اقبال)

(غیر مدون)

# وزیراعظم افغانستان کے نام

ہیں نے اعلیٰ حضرت محمد نادر شاہ کے غدارانہ قتل کی خبر سے نہایت شدید رنج واندوہ محسوس کیا۔ اللہ تعالیٰ اعلیٰ حضرت شہید کی روح کو خلعت مغفرت عطا فرمائے۔ آپ نجات دہندہ افغانستان اور زمانہ حاضر کے جلیل ترین حکمرانوں میں سے تھے اور آپ کے انتقال کا نقصان تمام دنیائے اسلام ہیں محسوس کیا جائے گا۔ اعلیٰ حضرت شہید کی ذاتی شجاعت، ذاتی تقویٰ اور اسلام اور افغانستان سے محبت آئندہ نسلوں کے لیے بہت بڑی ہمت افزائی اور تحریک عمل کا باعث ہو گی۔ ازراہ نوازش میری طرف سے دلی ہمدردی کا اظہار اعلیٰ حضرت محمد ظاہر شاہ، سردار شاہ محمود خاں اور دیگر افراد خاندان شاہی کی خدمت ہیں پہنچا دیجیے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ آپ کو اس صدمے ہیں صبر و ثبات کی توفیق عطا فرمائے۔

(محمد اقبال) انگریزی سے

(گفتار اقبال) (غیر مدون)

---

نوٹ ۱: محمد نادر شاہ غازی۔ امیرِ افغانستان کے قتل ہونے پر علامہ اقبال نے ۱۰ر نومبر ۱۹۳۳ء کو وزیراعظم افغانستان کے نام مندرجہ بالا پیغام ارسال فرمایا۔

(گفتار اقبال)

لہ اغلب ہے کہ یہ تار انگریزی ہیں بھیجا گیا ہو گا۔

## صدر نیشنل لیگ لندن کے نام تار

مسلمانوں کے درمیان مسئلہ فلسطین پر بہت جوش پایا جاتا ہے اور ناخوشگوار نتائج رونما ہونے کا خطرہ ہے۔ امید کی جاتی ہے کہ آپ مزید نقل وطن کو روکنے میں کامیاب ہوں گے اور مسلمانوں اور انگلستان کے درمیان کشیدگی پیدا نہ ہونے دیں گے۔ آپ کی بروقت کارروائی کی تعریف کی جاتی ہے

(انگریزی سے) (گفتار اقبال)

(غیر مدون)

## وایسرائے ہند کے نام تار

کشمیر سے نہایت خوفناک اطلاعات موصول ہو رہی ہیں۔ بلا امتیاز بید زدنی کی جا رہی ہے اور گولی چلائی جاتی ہے۔ صورت حال کا اقتضا یہ ہے کہ ہز ایکسیلینسی فوری طور پر توجہ فرمائیں ورنہ انتہائی افسوسناک نتائج کا اندیشہ ہے۔

(گفتارِ اقبال)

(انگریزی سے)

(غیر مدون)

---

نوٹ ۱: علامہ اقبال نے ۲۲ نومبر ۱۹۳۳ء کو مندرجہ بالا پیغام نیشنل لیگ لندن کے صدر کو ارسال فرمایا۔

نوٹ ۲: مس فارک، ہرسن اس ادارہ کی صدر تھیں۔ ان کے نام علامہ اقبال کے خطوط شایع ہو چکے ہیں۔ جو کلیات میں شامل ہیں۔ (مولف)

نوٹ ۱: ۲۲ فروری ۱۹۳۴ء کو علامہ اقبال نے حالات کشمیر کے متعلق وائسرائے ہند کے نام درج بالا تار بھیجا: (گفتار اقبال)

# اخبار "لندن ٹائمز" کو تار

حکومت کشمیر سیاسی ایجی ٹیٹروں کو وحشیانہ سزائے بید زنی دے رہی ہے۔
میں اپیل کرتا ہوں کہ اس انسانیت سوز سزا کے خلاف آواز اٹھائیے۔

(گفتارِ اقبال)

(انگریزی سے)

(غیر مدون)

---

نوٹ: ۳ مارچ ۱۹۳۴ء علامہ اقبال نے "لندن ٹائمز" کو درج بالا برقی پیغام ارسال فرمایا۔
(گفتارِ اقبال)

# اشاریہ

## اشخاص

## ب

## پ

## چ

## د



## ذ



## ڈ



## ر

ز

## س

## ص



## ض



## ط

## ظ



## ع

# ف



# ق

## ن

# ی

# مقامات

## ب

## پ

## ت

## خ



## د

## ش



## ص



## ط



## ع

## غ



## ف



## ق



## ک

## گ



## ل

## ی

# کتابیں، رسائل اور اخبارات

## ث



## ٹ

## پ



## ج



## چ

## ذ



## ر



## ز

## س

## ن

## ی

# انگریزی کتابوں کے نام

AL-GHAZALI THE MYSTIC
AL- QURAN RENDERED INTO ENGLISH
AN EARLY MYSTIC OF BAGHDAD
(HATITH AL-MUHASIBI) LONDON, 1935
BASES OF ISLAMIC CULTURE (1959)
BASIC CONCEPT OF THE QURAN (1958)
DEVELOPMENT OF METAPHYSICS IN PERSIA
DISCOURS DE LA METAPHYSIQUE (1685)
DIVINE COMEDY
EDITION OF AL-MAHASIBI'S KITAB AL-RIAYA, 1940
EMPIRE OF THE AIR
GHALIB A CRITICAL APPRECIATION OF HIS LIFE AND URDU POETRY (1924)
MAJOR OCCULTATION
METHOD
MONADOLOGY
NINE TROUBLED YEARS
OSIRIS
OVATION TO CHINA
QUAID-I-AZAM MOHD. ALI JINNAH THE NATION'S VOICE TOWARDS CONSOLI-
DATION SPEACHES AND STATEMENTS (MARCH 1935-1940)
RABIA THE MYSTIC AND HER FELLOW SAINTS IN ISLAM
READINGS FROM THE MYSTIC OF ISLAM, (1950 (ANTHOLOGY)
STUDIES IN EARLY MYSTICISM IN THE NEAR AND MIDDLE EAST (1935)
SYSTEM NOUVEAU (1695)
TARJUMAN-AL-QURAN OF MAULANA ABUL KALAM AZAD, A RENDERING INTO
ENGLISH IN THREE VOLUMES
THE CONCEPT OF SOCIETY IN ISLAM (1937)
THE INFLUENCE OF ENGLISH LITERATURE ON URDU LITERATURE (1924)
THE MIND AL-QURAN BUILDS (1952)
THE MUSLIM CULTURE IN INDIA (1932)
THE MUSLIM PROBLEM IN INDIA (1939)
THE PAKISTAN ISSUE PLAN OF FEDERAL CONSTITUTION OF INDIA, CON-
GRESS - LEAGUE REACTION AND PRESS STATMENTS (1943)
THE SUFI PATH OF LOVE, (1954) (ANTHOLOGY)
TOWARDS REORIENTATION OF ISLAMIC THOUGHT - A FRESH EXAMINATION
OF THE HEDITH LITERATURE (1954)
WISDOM OF THE EAST

# تصحیح نامہ، جلد اول

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|---|---|---|---|
| ۱۰ | ۲۳ | عبدالواحد بنگلوری ۲۱ ر اکتوبر ۱۹۱۱ء عکس ۲۲۹۔ | یہ خط اس جلد سے حذف کردیا جائے اس کا سنِ تحریر ۱۹۲۲ء ہے لہذا یہ جلد دوم میں شامل کیا جائے۔ |
| ۲۱ | آخری سطر کے بعد | ——— | ضمیمہ (اشاعتِ دوم) |

## مکاتیب

۱۔ سر ولیم روتھین سٹائین ۱۲۱۰۔ ۱۸ر دسمبر ۱۹۰۲ء (انگریزی) غیر مدون۔

۲۔ خواجہ غلام الحسنین ۱۲۱۱۔ ۱۹۰۴ء (انگریزی)

۳۔ شعیب قریشی ۱۲۱۳۔ ۸ر نومبر ۱۹۱۸ء غیر مدون

۴۔ محمد عبداللہ العمادی ۱۲۱۶۔ ۱۰ر اکتوبر ۱۹۱۸ء غیر مطبوعہ

## حواشی

۱۔ سر ولیم روتھین سٹائین ۱۲۱۹

۲۔ خلیفہ عبدالحکیم ۱۲۲۱

۳۔ گولڈزی اِگناز ۱۲۲۳

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|---|---|---|---|
| ۲۸ | آخری سطر | شرف الدین یحییٰ منیری (مکتوبات سہ صدی) | شرف الدین یحییٰ منیری (مکتوبات یک صدی و دو صدی) |

## مقدمہ اشاعت دوم

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|---|---|---|---|
| ۴۲ | ۲۰۱ | تین سو انیس (۳۱۹) | تین سو اکیس (۳۲۱) |
| | ۲ | … ایک غیر مطبوعہ خط ہے | … دو (۲) غیر مطبوعہ خطوط ہیں۔ |
| | ۲ | … ایک سو تینتیس (۱۳۳) | … ایک سو چونتیس (۱۳۴) |

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|---|---|---|---|
| مقدمہ ۵۷ | ۸ | محمد حسین قتیل | محمد حسن قتیل |
| ۶۰ " | ۴ | محمد حسین آزاد (۱۸۲۸-۱۹۱۰) | محمد حسین آزاد (۱۸۳۲-۱۹۱۰ء) |
| ۶۲ | ۱ | مکرم بندہ | مکرم معظم بندہ |

لہ "تاریخ نثر اردو" میں مندرج خط میں یہی القاب ہے۔

اس خط پر جو نوٹ دیا گیا ہے اس کی جگہ مندرجۂ ذیل نوٹ درج کیا جائے۔

اقبال نامہ حصہ اول میں یہ خط "تاریخ نثر اردو" کے حوالہ سے نقل ہوا ہے اور کہا گیا ہے کہ یہ "سب سے پرانا خط ہے جو دستیاب ہوا ہے" اس کتاب کا تاریخی نام "نمونہ منثورات" ہے جو ۱۳۴۸ھ میں مرتب ہوئی۔ اس کے مرتب مولانا احسن مارہروی تھے۔ یہ کتاب علی گڑھ میں ۱۹۳۰ء میں چھپی۔ مذکورہ بالا خط اس کتاب کے صفحہ ۸۰ پر درج ہے۔

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|---|---|---|---|
| ۷۵ | ۷ | زور عادت۔ | روزمرہ عادت۔ |
| ۷۸ | آخری سطر | امیرؔ کہاں ہے | ۲ امیر کہاں ہے |
| ۷۸ | | فورٹ سنڈیمن ؍ | لہ فورٹ سنڈیمن، اب یہ مقام "ژوب" کہلاتا ہے (اکبر علی خاں عرشی زادہ) |
| ۷۸ | نوٹ ؏ | عجب شے | نوٹ لہ عجیب شے |
| " | " آخری سطر | رفیع الدین ہاشمی۔ خطوط اقبال | x |
| ۷۹ لہ | ۸ | مجھے یہاں ملا | مجھ کو یہاں ملا۔ |
| " | ۹ | مبتلا اس وقت | مبتلا ہو کر اس وقت |
| " | ۱۲ | اس قسم کا خط | اس قسم کا ایک خط |
| " | ۱۴ | ہوں گا | ہوں گا والسلام |
| " | ۱۶ | فورٹ سنڈیمن | x |

لہ اس خط میں یہ سب تصیحات ڈاکٹر صابر کلوروی کے ریویو کی روشنی میں کی گئی ہیں۔

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|---|---|---|---|
| ۸۳ | نوٹ لہ | | |

آخری سطر کے بعد واوین میں 'انوارِ اقبال' درج کیا جائے اور مندرجہ ذیل نئے پیراگراف کا اضافہ کیا جائے۔

اقبال کی رائے ہے مترجم کی نہیں بلکہ خواجہ غلام السیدین نے اپنی خود نوشت سوانح عمری "مجھے کہنا ہے کچھ اپنی زباں میں" (۱۹۷۴) میں درج کی ہے۔ 'انوار اقبال' میں صرف ایک اقتباس چھپا تھا۔ اب پورا خط کلیات جلد اوّل کی اشاعت دوم فروری ۱۹۹۱ء میں صفحہ ۱۲۱۱-۱۲۱۲ پر شائع ہوا ہے۔

(مولف)

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|---|---|---|---|
| ۸۴ | آخری سطر کے بعد | دوسرا صفحہ ملاحظہ ہو | (غیر مدون) دوسرا صفحہ ملاحظہ ہو |

لہ دوسرے صفحہ پر اقبال کی مشہور نظم "ترانۂ ہندی" لکھی تھی۔

(مجلہ 'شاعر' اقبال نمبر ۱۹۸۸ بمبئی ص ۴۶۵-۴۶۶)

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|---|---|---|---|
| ۸۴ | آخری سطر کے بعد | (عکس) | (نا مکمل عکس)، (غیر مطبوعہ) |
| ۸۶ | | | |

فٹ نوٹ میں اس پیراگراف کا اضافہ کیا جائے۔

ابوالاعجاز منشی عبدالمجید ازل لاہوری داغ کے شاگرد تھے۔ ۱۹۵۷ء میں لاہور میں وفات پائی۔ (تذکرہ ماہ و سال ص ۳۱)

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|---|---|---|---|
| ۸۷ | ۱ | شیخ عبدالعزیز کے نام | میاں لہ عبدالعزیز کے نام |
| ۸۸ | ۱۳ | نوادر | نوادرات لہ |

لہ، لہ مندرجہ ذیل صفحات پر خطوط میں "شیخ عبدالعزیز" کی بجائے "میاں عبدالعزیز" اور آخر میں نوادر کی بجائے "نوادرات" درج کر لیا جائے۔

۸۷، ۸۸، ۱۴۹، ۱۶۷، ۲۰۸، ۲۱۸، ۲۱۹، ۳۷۷، ۴۲۰، ۵۳۷، ۵۳۸۔

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
| --- | --- | --- | --- |
| ۱۰۷ | ۱۱ | ۱۸ر اکتوبر ۱۹۰۵ء | ۸ر اکتوبر[۱] ۱۹۰۵ء |
| | | | [۱] اقبال نامہ حصہ دوم ص ۳۵۳ میں یہی تاریخ درج ہے جو صحیح معلوم ہوتی ہے۔ یہ خط ۱۶ر اکتوبر ۱۹۰۵ء کے اخبار "وطن" میں شائع ہوا تھا۔ اس لیے اتالیقِ خطوط نویسی میں درج شدہ تاریخ ۱۸ر اکتوبر ۱۹۰۵ء کسی طور درست نہیں۔ |
| ۱۲۶ | ۲ | مائر ڈیر | مائی ڈیر |
| ۱۳۰ | ۱۳ | ۷ر اکتوبر ۱۹۰۴ء | ۷ر اکتوبر ۱۹۰۴ء (نوٹ حذف کر دیا جائے) |
| ۱۳۱ | ۶ | فرائیلائن۔ | فراولین |
| ۱۳۱ | نوٹ[۱] | فرائیلائن | فراولین (یہ ترمیم جہاں کہیں یہ لفظ آیا ہے کر لی جائے۔) |
| ۱۴۲۔ | | | نوٹ [۱] حذف کرکے یہ درج کیا جائے: اس سے اقبال کی مراد غالباً خواجہ صاحب کی کتاب "کرشن بانسری" سے ہے۔ |
| ۱۵۲۔ | ۷ | کے رستے کشمیر جائیں | کے رستے جائیں۔ |
| ۱۶۳ | ۲ | سونے کا ہار | سنہرا ہار |
| ۱۶۴ | نوٹ | [۱] میں بڑھایا جائے | یہ دونوں مختلف شخصیتیں معلوم ہوتی ہیں۔ |
| ۱۶۵ | ۶ | ذاتی طور پر تعزیت کے لیے | ذاتی طور پر تعزیت[۱] کے لیے۔ |
| | | | [۱] یہ عطیہ فیضی کی والدہ کی رحلت کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے۔ |
| ۱۶۷ | ۱ | نظموں (غنائی) کا مجموعہ جلد شائع کرنے کا آرزومند ہوں۔ | نظموں (غنائی) کا مجموعہ[۱] جلد شائع کرنے کا آرزومند ہوں۔ |
| | | | [۱] نظموں کا یہ مجموعہ غالباً نہ مرتب ہوا اور نہ ہی شائع |

بقیہ اگلے صفحہ پر

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|---|---|---|---|
| بقیہ | | | ہو سکا۔ "بانگ درا" توکہیں ۱۹۲۴ء میں جاکر شائع ہوئی۔ کچھ باتیں جو اقبال عطیہ سے کہہ نہ پاتے ہوں یا خطوط میں لکھ نہ سکتے ہوں ان کے اظہار کے لیے انھوں نے شاعری کو وسیلہ بنایا ہو تو عجب نہیں۔ اس کا بھی خفیف سا امکان ہے کہ وہ ایسی نظموں کا مختصر سا مجموعہ دلکش انداز میں شائع کر کے عطیہ کو بھیجنا چاہتے ہوں۔ |
| ۱۶۷ | ۳ | ایک "ہندوستانی خاتون" | ایک "ہندوستانی[1] خاتون" |
| | | | [1] ظاہر ہے یہ "ہندوستانی خاتون" عطیہ فیضی کے سوا کوئی اور نہیں ہو سکتیں۔ |
| ۲۲۶ | ۱ | مجھے ان اشعار | مجھے ان[1] اشعار۔ |
| | | | [1] یہ نظم "پھول کا تحفہ عطا ہونے پر" کے عنوان سے بانگ درا میں چھپ چکی ہے۔ |
| " | ۲ | مس گوٹس بین | مس گوٹس[2] بین |
| | | | [2] ان کی شادی اقبال کے دوست سردار امراؤ سنگھ سے ہوئی۔ ان خاتون کی ایک دیدہ زیب آٹوگراف بک میں یہ نظم اقبال نے بدستِ خود لکھی ہے۔ (مولف) |
| ۲۲۹ | ۱۱ | ۲۱ر اکتوبر ۱۱ ۱۹ء | ۲۱ر اکتوبر ۱۱[3] ۱۹ء |
| | | | [3] خط کا سن تحریر درست نہیں معلوم ہوتا ۱۹۱۱ء میں تو مثنوی کا آغاز ہوا تھا۔ ڈیڑھ سال تک یہ کام معرض التوا میں پڑا رہا۔ مثنوی کا بیشتر حصہ ۱۹۱۳ء میں لکھا گیا اور یہ ۱۹۱۴ء میں مکمل ہوئی اور ۱۲ر ستمبر ۱۹۱۵ء کو شائع |

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
| --- | --- | --- | --- |
| بقیہ | | | ہوئی. چنانچہ ۱۹۱۱ء میں یہ لکھنا کہ" اسرارِ خودی کے لیے کہہ دیا ہے۔ امید ہے آپ کو جلد مل جائے گی" مذکورہ خط کے اس سنِ تحریر کو شبہ میں ڈالتا ہے. عکس کے بموجب اس کا سنِ تحریر ۱۹۲۲ء ہے. سلیم تمنائی صاحب نے عکس فراہم کیا ہے یہ خط اس جلد سے حذف کیا جاتا ہے اب جلد دوم میں شامل کیا جائے ۔ |
| ۲۴۱ | | | درجِ ذیل نوٹ ته کا اضافہ کیا جائے : یہ خط سید نذیر نیازی کے والد مکرم کے نام لکھا گیا، جنھوں نے انجمن نصرة الاسلام دینا نگر کی طرف سے دعوت دی تھی. دینا نگر ضلع گورداسپور میں ایک چھوٹا سا قصبہ ہے ۔ بدنام زمانہ ادینہ بیگ صوبہ پنجاب کی یادگار اور سکھ دور میں اعیانِ حکومت کا عشرت گاہ. یہاں مسلمانوں نے آریہ سماجی تحریک کی روک تھام کے لیے ایک انجمن قائم کر رکھی تھی اور جس کے سالانہ جلسوں میں اطراف واکناف ہند (قبل تقسیم) سے بڑے بڑے مشہور علما شریک ہوتے تھے ۔ اقبال ۱۹۰۸ء میں یورپ سے واپس آئے ۔ لہذا یہ امر بڑا معنی خیز ہے کہ چار برس |

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
| --- | --- | --- | --- |
| | | | کے اندر ہی وہ بوجوہ پبلک لائف سے برگشتہ خاطر ہو گئے' (مکتوبات اقبال) |
| ۲۴۳ | ۵ | ہے کہ | ہے۔ |
| ۲۵۵ | ۷ | خواجہ حسن نظامی صاحب۔ | خواجہ نظامی۔ |
| // | ۱۴ | عرض کر رہا ہوں۔ | عرض کرتا ہوں۔ |
| ۲۵۶ | ۲ | سرکار والا مہاراجہ۔ | سرکار والا۔ |
| ۲۶۰ | ۵ | ایک وجہ۔ | وجہ ایک۔ |
| ۲۶۷ | ۱۳ | ہیں اس وقت۔ | اس وقت ہیں۔ |
| ۲۷۸ | ۴ | یعنی زمانہ ابتدا و انتہا کی۔ | یعنی زمانہ جو ابتدا و انتہا کے۔ |
| ۲۷۹ | ۸ | پنجاب میں آپ کی یاد۔ | پنجاب میں اب آپ کی یاد |
| ۲۷۹ | ۱۱ | لکھے یا نہ لکھے۔ | لکھے نہ لکھے۔ |
| ۲۸۷ | ۳ | گیا ہے۔ | گیا۔ |
| ۲۹۴ | ۱۱ | آپ کا خادم محمد اقبال | آپ کا خادم محمدؐ اقبال لاہور |
| ۲۹۸ | ۱۶ | محمد اقبال | محمدؐ اقبال |
| ۳۰۱ | ۴ | الحمد اللہ آپ کا | الحمد للہ کہ آپ کا |
| // | ۴ | فارغ ہو | فارغ |
| // | ۹ | گوالیار جاؤں گا | گوالیار جاؤں |
| ۳۰۶ | ۸ | سرکار والا تبار | سرکار والا |
| // | آخری سطر | سعدی فرما گئے ہیں | سعدی فرما گئے |
| ۳۱۸ | ۳ | بخیر ہوں | بخیر ہو۔ |
| // | ۶ | فرمایئے | فرمائے |
| ۳۴۹ | ۸ | محمد اقبال | محمدؐ اقبال |

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
| --- | --- | --- | --- |
| ۳۴۹ | ۱۵ | دورہ رخصت ہوگیا۔ | دورہ رخصت ہوگیا میں باقی ہوں۔ |
| ۳۴۹ | ۱۶ | میں باقی ہوں۔ | |
| ۳۵۲ | ۸ | ۱۹۱۵ء | ۱۵ء |
| ؍؍ | ۱۱ | ہردوار کا سفر مبارک ہو۔ | ہردوار کے سفر کی مبارک ہو۔ |
| ۳۶۰ | | | خط بنام کشن پرشاد محررہ ۵ رمئی ۱۹۱۵ء کا عکس ص ۳۷۳ - ۳۷۴ پر ملاحظہ ہو کہ اقبال نے جان بوجھ کر کسی لفظ پر نقطہ نہیں لگایا۔ گویا خط کو غیر منقوط بنانے کی کوشش کی۔ |
| ۳۶۸ | ۱۵ | حالی کے ہم سبق۔ | غالب کے ہم سبق۔ |
| ۳۶۸ | ۱۶ | شاد عالی ہے۔ | شاد غالب ہے۔ |
| ۳۷۵ | ۳ | پنجاب یونیورسٹی۔ | مگر پنجاب یونیورسٹی۔ |
| ۳۸۳ | ۸ | کے ساتھ | کے ساتھ ہو۔ |
| ۳۸۹ | ۳ | الحمدللہ سرکار۔ | الحمدللہ کہ سرکار۔ |
| ۳۸۹ | ۵ | افسوس ہے کہ۔ | افسوس کہ۔ |
| ۳۹۰ | ۲ | پڑھتا ہوں۔ | پڑھ رہا ہوں۔ |
| ۳۹۷ | ۵ | کبھی اجلاس میں۔ | کبھی کسی اجلاس میں۔ |
| ۳۹۷ | ۷ | مفید آدمی۔ | مفید تر آدمی۔ |
| ؍؍ | ۸ | آپ کا خادم | آپ کا نیازمند۔ |
| ۴۰۱ | ۸ | — | (عکس) |
| ۴۰۱ | ۹ | میں اِسی۔ | میں بھی اِسی۔ |
| ۴۰۵ | ۴ | تحریر کیا ہے۔ | تحریر کیا۔ |
| ۴۰۵ | ۵ | کیے ہیں۔ | کیے۔ |

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|---|---|---|---|
| ۴۰۵ | ۶ | وہ سینہ بہ سینہ۔ | وہ رسالہ سینہ بہ سینہ۔ |
| ۴۰۵ | ۱۲ | گرمی سخت۔ | گرمی رخصت۔ |
| ۴۰۶ | ۹ | رکھ کر۔ | رکھ کے۔ |
| ۴۱۲ | ۶ | چشمۂ تقدیر۔ | شیمۂ تقدیر۔ |
| ۴۲۵ | ۷ | موسیقت۔ | موسیقیت۔ |
| ۴۲۵ | آخری سطر | خبر خیریت۔ | خیر خیریت۔ |
| ۴۳۲ | ۷ | ارادۂ سفر۔ | مژدۂ سفر۔ |
| ۴۳۸ | ۱۵ | جھاڑیاں چمن کی۔ | وہ جھاڑیاں چمن کی۔ |
| ۴۴۰ | ۳ | کتاب میرے۔ | کتاب پہلے سے مرے۔ |
| ۴۴۲ | ۸ | معصومہؑ۔ | مطربہ۔ |
| ۴۴۳ | | نوٹ | نوٹ ؎ حذف کیا جائے:<br>اس کی جگہ مندرجہ ذیل نیا نوٹ درج کیا جائے:<br>؎ اقبال کے ایک مصرع میں آیا ہے۔<br>عجیب شے ہے صنم خانۂ امیر اقبال<br>اس کا ذکر اقبال کے مکتوب محررہ ۱۹۰۲ء کے تحت ملتا ہے (کلیات ص ۸۷) لیکن قیاس ہے کہ امیر اور "مطربہ" علیحدہ علیحدہ ہستیاں ہیں کہ موخرالذکر کے بارے میں اقبال لکھتے ہیں "میں نے اسے کبھی دیکھا نہیں"۔ |
| ۴۴۹ | ۲ | آبادی رجحانات | آبائی رجحانات |
| ۴۶۲ | ۵ | علامہ ابن جوزی | علامہ ابن جوزیؒ |

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
| --- | --- | --- | --- |
| | | | ؎ ان کی کتاب "تلبیس ابلیس" مراد ہے۔ |
| ۴۶۲ | ۱۲ | عبدالماجد صاحب۔ | عبدالماجد؎ صاحب۔ |
| | | | ؎ مولانا عبدالماجد دریا بادی۔ |
| ۴۶۳ | ۸ | یعنی اقبال پنجاب کی— | یعنی اہلِ پنجاب کی۔ |
| ۴۶۳ | ۱۰ | میں تو ایک عرصے سے۔ | میں تو عرصے سے۔ |
| ۴۶۶ | ۱ | ۴ر فروری | ۴ر فروری ۱۶ء |
| ۴۸۲ | آخری سطر کے بعد | — | (عکس) |
| ۴۸۵ | ۴ | حلد۔ | جلد۔ |
| ۴۸۵ | ۱۰ | افسوس ہے سرکار تک۔ | افسوس ہے کہ سرکار تک۔ |
| ۴۸۵ | ۱۲ | پہلے سے معلوم۔ | پہلے سے یہ معلوم۔ |
| ۴۸۶ | ۱۴ | اس کو اسی وقت۔ | اسی کو اس وقت۔ |
| ۴۸۷ | ۱۳ | خدائے واحد۔ | اس خدائے واحد۔ |
| ۴۹۶ | ۴ | بیشتر اور مشرق۔ | بیشتر اقوامِ مشرق |
| ۵۰۰ | ۴ | خبر خیریت۔ | خیر خیریت۔ |
| ۵۰۰ | ۱۵ | سرکار کی خبر خیریت۔ | سرکار کی خیر خبریت۔ |
| ۵۰۵ | ۲ | کشن۔ | کرشن |
| ۵۰۵ | ۷ | "گستن" پر ہے تو۔ | "گستن" پر ہے۔ |
| ۵۱۵ | ۸-۹ | تاریخ اور آثار۔ | تاریخ و آثار۔ |
| ۵۱۸ | ۱ | جواب ہے۔ | جواب ہیں۔ |
| ۵۱۸ | ۱۳ | اٹھانا۔ | اٹھانی۔ |
| ۵۱۸ | ۲۰ | افسوس کہ۔ | افسوس ہے کہ۔ |
| ۵۲۲ | ۱۲-۱۳ | خَلَقَ الارضَ والسّمٰوت فی ستّۃ ایّام | خَلَقَ السّمٰوٰتِ والارض فی ستّۃ ایّام" |

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
| --- | --- | --- | --- |
| | | نوٹ لہ اس نے زمین وآسمان کو چھ دنوں میں بنایا (قرآن) | یہ نوٹ لہ اس نے آسمان وزمین کو چھ دنوں میں بنایا (قرآن) یہ آیت قرآن میں کئی جگہ آئی ہے۔ ۷: ۵۴/ ۱۰: ۳/ ۱۱: ۷/ ۵۷: ۴/ یہ 'اقبال نامہ'، حصہ اول (ص ۵۲) پر غلط نقل ہوئی تھی۔ |
| ۵۲۳ | ۱۳ | یہ کتاب بھی جرمن میں ہے۔ | یہ کتاب بھی جرمن[۲] میں ہے۔ ۲ یہاں اقبال سے تسامح ہوا ہے۔ براؤن کی کتاب انگریزی میں ہے۔ |
| ۵۲۳ | | علامہ مجلسی[۲] | علامہ مجلسی[۳] نوٹ ۲ کو ۳ کر دیا جائے۔ |
| ۵۲۳ | ۱۹ | شاہ جہانگیر اشرف[۳] | شاہ جہانگیر اشرف[۴] نوٹ ۳ کو ۴ کر دیا جائے۔ |
| ۵۲۵ | ۱۲ | سید سلیمان ندوی کے نام | سید سلیمان[۱] ندوی کے نام لہ یہ سید صاحب کے نام اقبال کا پہلا دستیاب خط ہے۔ اقبال سے خط وکتابت جیساکہ سید صاحب نے معارف کے ایک شذرے میں لکھا ۱۹۱۴ء سے شروع ہوگئی تھی۔ یہ بات بھی غور طلب ہے کہ اگر ان سے تعلقات پہلے سے ہوتے تو اقبال اورینٹل کالج کی پیش کش نہ کرتے۔ ظاہرا ان دو تین برسوں |

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|---|---|---|---|
| | | | کے درمیان اقبال نے جو خطوط انھیں لکھے وہ محفوظ نہ رہ سکے۔ |
| ۵۳۸ | ۳ | میری کوشش بار آور نہ ہوئی۔ | میری کوششیں بار آور نہ ہوئیں۔ |
| ۵۳۸ | ۳-۴ | برکت دے آپ کا وجود۔ | برکت دے اور آپ کا وجود۔ |
| ۵۴۰ | ۱ | نزدیک دور۔ | نزدیک و دور۔ |
| ۵۵۷ | ۶ | مولوی اشرف علی۔ | مولوی اشرف[1] علی |
| | | | [1] مولوی اشرف علی تھانوی مراد ہیں۔ |
| ۵۶۴ | ۹ | خط و کتابت۔ | خط کتابت۔ |
| ۵۷۱ | ۷ | لائبل۔ | لائبل[1] |
| | | | [1] LIBEL ازالہ حیثیت عرفی۔ |
| ۵۷۶ | ۸ | دستی خط۔ | خط دستی۔ |
| ۵۹۰ | ۱۸ | امام نسفی کی مبسوط۔ | امام نسفی کی مبسوط[2] |
| | | | [2] فقہ کی مشہور کتاب المبسوط سرخسی کی ہے نسفی کی نہیں۔ اقبال سے تسامح ہوا ہے۔ |
| ۵۷۷ | ۱۱ | امید ہے کہ۔ | امید کہ۔ |
| ۵۹۳ | ۶ | سفرجٹ۔ | سفرجٹ[1] |
| | | | [1] حق رائے کی خواستگار عورت (یہ نام مزاحاً رکھا گیا تھا) |
| ۵۹۶ | ۴ | خبر خیریت۔ | خیر خیریت۔ |
| ۶۰۵ | ۱ | — | ڈیر گرامی |

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|---|---|---|---|
| ۶۰۵ | ۶ | کب قصد ہے۔ | کب تک قصد ہے۔ |
| ۶۰۷ | ۳ | السلام علیکم۔ | — |
| 〃 | ۹ | افسوس ہے کہ۔ | افسوس ہے۔ |
| ۶۰۷ | ۱۶ | محمد اقبال۔ | محمدؐ اقبال لاہور۔ |
| ۶۱۷ | ۱۵ | میرے پاس۔ | میرے ہاں۔ |
| 〃 | ۱۶ | خدمت میں رہا۔ | خدمت میں حاضر رہا۔ |
| ۶۲۰ | آخری سطر کے بعد | تاجدار ھل اتیٰ کی قرآنی تلمیح کی تفصیل یہ ہے:۔ | |

تاجدار ھل اتیٰ سے مراد حضرت علی مرتضیٰ ہیں جن کے ایثار اور فیاضی کی (بقول بعض مفسرین) حق تعالیٰ نے سورۂ دہر میں مدح فرمائی ہے۔

وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا ٥

(۷۶ : ۸)

اور باوجودیکہ انھیں خود کھانے کی حاجت و خواہش ہو وہ فقیر، یتیم اور قیدی کو اللہ کی محبت میں کھانا کھلا دیتے ہیں۔

اس سورۃ کی ابتدا ان آیات سے ہے:

ھل اتیٰ علی الانسان حینٌ من الدھر لم یکن شیئاً مذکوراً ٥

بے شک آدمی پر ایک وقت وہ گزرا کہ کہیں اس کا نام بھی نہ تھا۔

(ترجمہ مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی)

پہلی آیت کی شان نزول یہ ہے کہ یہ آیت حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور ان کی کنیز فِضّہ کے حق میں نازل ہوئی۔ حسنین کریمین رضی اللہ عنہما بیمار ہوئے۔ ان حضرات نے ان کی صحت پر تین روزوں کی نذر مانی۔ اللہ نے صحت دی۔ نذر کی وفا کا وقت آیا۔ سب

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|---|---|---|---|
| | | | صاحبوں نے روزے رکھے ۔ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ ایک یہودی سے تین صاع (صاع ایک پیمانہ ہے) جو لائے ۔ حضرت خاتون جنت نے ایک ایک صاع تینوں دن پکایا لیکن جب افطار کا وقت آیا اور روٹیاں سامنے رکھیں تو ایک روز ایک مسکین، دوسرے روز ایک یتیم تیسرے روز ایک قیدی دروازے پر آیا ان حضرات نے تینوں روز یہ سب روٹیاں ان حاجت مندوں کو دے دیں اور صرف پانی سے افطار کرکے اگلا روزہ رکھ لیا۔ (تفسیر نعیمی، ص ۹۲۶ شائع کردہ رضا اکیڈمی، بمبئی) |
| ۶۲۴ | ۱ | آپ نے مثنوی کی تقریظ ۔ | کیا آپ نے مثنوی کی تقریظ ۔ |
| ۶۲۸ | ۱ | دل گزار ۔ | دل گداز ۔ |
| ؍؍ | ۳ | صید بر موج نسیمے ۔ | صید ہر موجِ نسیمے ۔ |
| ۶۳۳ | ۷ | مگر ۔ | لیکن ۔ |
| ۶۳۵ | ۹ | ۱۲ر جولائی ۱۹۱۷ء ۔ | ۲۶ر جولائی ۱۷ء ۔ |
| ۶۳۵ | ۱۱ | مناسب ۔ | صائب ۔ |
| ۶۳۷ | ۱ | سے فایدہ ۔ | سے یہ فایدہ ۔ |
| ۶۴۰ | ۷ | خط ملا ۔ | خط آج ملا |
| ۶۴۲ | ۲ | کتاب "مشاہیرِ کشمیر" | کتاب "مشاہیرِ کشمیر"[1] |

[1] انوارِ اقبال میں یہ خط ۲۶ر جولائی ۱۹۱۶ء کے تحت درج ہے ۔ لیکن عکس کے بموجب خط کا صحیح سن تحریر ۱۹۱۷ء ہے ۔ (مؤلف)

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|---|---|---|---|
| ۶۴۴ | ۸ | لطفُ اللّٰہ | لطفُ اللّٰہ[1] |
| | | | [1] مشہور فارسی تذکرے کے مولف کا نام لُطف اللّٰہ نہیں لُطف علی آزر ہے۔ |
| " | ۲۰ | قیمت کے لیے | قیمت کے متعلق |
| ۶۵۲ | ۵ | آپ کا | آپ (کا) |
| " | ۱۲ | اس کے کہ | اس کے |
| " | ۱۳ | مری معلومات | میری معلومات |
| ۶۵۳ | ۱ | کیا دکھلاتا ہے | کیا دکھاتا ہے |
| " | ۶ | کے کیفیات | کی کیفیات |
| ۶۵۴ | ۷ | ۳ر ستمبر ۱۷ء | ۳ر دسمبر ۱۷ء[1] |
| | | | [1] اس خط کی صحیح تاریخ ۳ر دسمبر ہے۔ ملاحظہ کیجیے زیرِ بحث خط کا عکس، اس تاریخ کے ضمن میں ایک اور مضبوط دلیل درج ذیل ہے: گرامی نے مکان چھوڑ دیا۔ اقبال کے پاس ان کا پتہ موجود نہ تھا۔ چنانچہ ۲۷ر نومبر ۱۹۱۷ء کو خان نیاز الدین خاں کے نام خط میں اقبال نے لکھا کہ انھیں گرامی کا نیا پتہ مہیا کیا جائے اور یہ ہدایت بھی کی کہ گرامی صاحب کو تقریظ والے اشعار ارسال کرنے کی ترغیب دی جائے۔ یہ خط خان نیاز الدین خاں نے یقیناً گرامی کو دکھایا ہوگا۔ چنانچہ زیرِ بحث خط میں |

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
| --- | --- | --- | --- |
| | | | تقریظ کے اشعار کا حوالہ موجود ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ خط یقیناً ۲۷ر نومبر ۱۹۱۷ء کے خط کے بعد لکھا گیا ہوگا۔ یہ دلیل بھی ۳ر دسمبر والی تاریخ کو تقویت پہنچاتی ہے۔ (صابر کلوروی) |
| ۶۷۳ | ۱۴۔۱۵ | تصوف کا وجودی | تصوفِ وجودی |
| ۶۷۴ | ۳ | "سمن" | "شُمَن"<br>ؔ "تصوف وجودیہ" پر اپنے مضمون میں اقبال نے لفظ "سمن" کی تشریح یوں کی ہے: "حدیث نبوی میں جو لفظ "سمن" وارد ہوا ہے۔ فارسی میں اس کے معنی بت پرست کے ہیں ...... غالباً اس واسطے کہ بدھ مت کے زہّاد و عبّاد گوتم بدھ کے بت کے سامنے کھڑے ہوکر دعائیں مانگا کرتے تھے ..... حرکات کا اختلاف اور س ش کا بدل زبانوں میں عام ہے۔ اس سے قطع نظر کر لیجئے تو فارسی کا شمن اور حدیث کا لفظ سمن حقیقت میں ایک ہیں۔" (تحسین فراقی) |
| ۶۷۴ | ۹ | سرہند | سرہندی |
| ۶۷۶ | ۵ | — | (عکس) |
| ۶۷۷ | | درج کتاب نوٹ حذف کرکے یہ نوٹ رقم کیا جائے: | |

مکتوب بالا میں پنڈت کیول کرشن کو خط لکھنے کا ذکر ہے۔ ۸ر دسمبر ۱۹۱۷ء

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|---|---|---|---|
| | | | کے خط بنام گرامی (ص ۶۸۰) میں کیول کرشن کے خط کے جواب کا تذکرہ ہے اس سے یہ قیاس کیا جا سکتا ہے کہ یہ خط نومبر ۱۷ ۱۹ء میں نہیں بلکہ ۱۴ اور ۲۰ دسمبر ۱۹۱۷ء کے درمیانی عرصہ میں لکھا گیا۔ |
| ۶۸۰ | ۱۷ | (مکاتیب اقبال بنام گرامی) | (خطوط اقبال بنام بیگم گرامی) |
| ۶۸۱ | ۲ | ڈیر مولانا گرامی السلام علیکم | ڈیر مولانا گرامی |
| ″ | ۷ | مہربانی کرکے لکھیں | مہربانی کرکے (لکھیں) |
| ″ | ۱۱ | شدید | شاید |
| ۶۸۲ | ۱۸ | لائے ہیں | لاتے ہیں |
| ۶۹۴ | ۱۲ | — | ؎ لہٰذا اولاً یہ ہماری فکر ہے جس کی مدد سے ہم مشاہدات و تجربات کے شعری مفہوم کی گہرائی تک پہنچتے ہیں اور صحیح نظریۂ حیات قائم کرتے ہیں۔ شاعر حقیقتاً ایک ساحر ہوتا ہے جس کا فن ہمیں یا تو زندگی کی طرف بیجاتا ہے یا موت کی طرف۔ اللہ نے اس کو یہ ملکہ عطا فرمایا ہے کہ وہ اشیاء کو اصل سے زیادہ خوب صورت بنا کر پیش کر سکتا ہے۔ لیکن اب یہ اس کا فرض ہے کہ وہ اپنی اس قوت و صلاحیت کو جو بہر صورت خطرناک تو ہے ہی مناسب طریقے سے استعمال کرے۔ اگر وہ بدصورت کو خوب صورت اور بھیانک کو شاندار بنا کر پیش کرتا ہے تو وہ یقیناً اپنی قوم کو بے عملی اور موت کی وادی میں ڈھکیل رہا ہے۔ ہم میں ایسے شاعر |

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
| --- | --- | --- | --- |
| | | | بھی ہوئے ہیں جنھوں نے شومئ قسمت سے یہی سب کچھ کیا ہے اور اس ضمن میں آپ کو میری تمام تر ہدایت بس یہ ہوگی: ان کی صحبت سے گریز کیجیے۔ امید کہ آپ بعافیت ہوں گے اور آپ کے نوازش نامہ کے لیے شکریہ کے ساتھ۔ ؎ یہ سطور اقبال نامہ حصہ دوم (ص ۱۵۴ - ۱۵۵) میں موجود نہ تھیں۔ غالباً خط کا پورا انگریزی متن مولف کے سامنے موجود نہ تھا۔ اب پروفیسر اکبر نیر کی کتاب "نقشِ اقبال تیغ ہلال" سے پورا متن ڈاکٹر تحسین عراقی کی بدولت (ماہنامہ "سیارہ" لاہور جنوری ۱۹۹۴ء) حاصل ہوا ہے اور اس کا ترجمہ پیش کیا جاتا ہے۔ (مولف) |
| ۶۹۵ | ۴ | رسایل | رسل رسایل |
| ۶۹۷ | ۱۱ | بحث و مباحثے | بحث مباحثے |
| 〃 | ۱۵ | خواص کو بھی کوئی دل چسپی | خواص کو بھی اس سے کوئی دل چسپی |
| 〃 | ۱۶ | مگر | کہ |
| ۷۰۵ | ۴ | رموز بیخودی | مثنوی رموز بیخودی |
| 〃 | ۸ | دوسرا ایڈیشن | دوسری ایڈیشن |
| 〃 | ۱۳ | تھا اور میں | تھا افسوس |
| ۷۱۷ | ۵ | کیا ہوگی | کیا ہوگا۔ |

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
| --- | --- | --- | --- |
| ۶۱۷ | ۱۵ | کے یہاں | کے ہاں |
| ۶۳۲ | ۳ | درخیالش..... | در رضایش ..... |
| 〃 | ۱۲ | کے خیال میں | کی رضا میں |
| ۶۳۸ | | فٹ نوٹ حذف کر دیا جائے | فٹ نوٹ اب یوں ہوگا<br>لہ ڈاکٹر عبدالرحمٰن بجنوری جنھوں نے محاسن کلام غالب (۱۹۲۱) لکھ کر شہرت دوام حاصل کی۔ |
| ۶۴۲ | ۱۳ | پوری کوشش | کوشش |
| ۶۴۳ | ۸ | ضروری | ضرور |
| ۶۴۷ | ۹ | ڈاکٹر عبدالرحمٰن بھوپالی | ڈاکٹر عبدالرحمٰن بھوپالی لہ<br>لہ ڈاکٹر عبدالرحمٰن بھوپالی ثم بجنوری |
| ۶۵۱ | ۵ | سے زیادہ۔ | سے بھی زیادہ۔ |
| ۶۶۰ | ۱۳ | دشت در | دشت و در |
| 〃 | ۱۴ | زمانے | ، زمانہ ، |
| ۶۶۱ | | نوٹ لہ میں مندرجہ ذیل اضافہ کیا جائے۔ | لہ یہ شعر فتح چند برہان پوری کا ہے۔ یہ کایستھ تھے اور غالباً ان کا تخلص منشی تھا۔<br>(معارف ستمبر ۱۹۱۸ ص ۱۲۴) |
| ۶۶۲ | ۱۴ | از گلِ غربت زماں گم کردہ | از گلِ غربت زباں گم کردہ |
| 〃 | ۱۹ | محفلے رنگیں ... | محفلِ رنگیں .... |
| ۶۶۳ | ۱۱ | ز آسمان آبگوں ... | ز آسمانِ آبگوں .. لہ<br>لہ اقبال نے یہاں دو شعروں کے پہلے مصرعے یکجا کر دیے ہیں پورے شعر یوں ہیں۔ |

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|---|---|---|---|
| | | | زآسماں آبگوں یم می چکد ؛ بردل گرمم دمادم می چکد<br>من ز جو باریک تری سازمش ؛ تا بہ محل نشست اندازمش |
| ۷۶۴ | ۱۶ | (معز فطرت ، | ( معز فطرت[۵] ) |
| | | | ۵ میر معزالدین مولوی خاں فطرت (ولادت ۱۰۵۰ھ) اورنگ زیب کے دربار میں آن کر بڑی قدر و منزلت ہوئی اور مولوی خاں کا خطاب پایا۔ میر نے ذیل کا شعر معز سے موسوم کیا ہے:<br>از زلف سیاہ تو بدل دھوم پڑی ہے<br>در خانۂ آئینہ گھٹا جھوم پڑی ہے<br>(تحسین فراقی۔ سیارہ، لاہور اقبال نمبر ۱۹۹۲ء) |
| ۷۶۵ | ۱۷ | بقیہ | بعینہٖ |
| " | ۲۴ | متوازی | متواری |
| " | ۲۵ | جواہرالترکیب | جوہرالترکیب[۱] |
| | | | ۱ سیورا رام متخلص بہ جوہر شاہجہانپوری کے ۲۸ صفحات پر مشتمل رسالہ (۱۲۷۳ھ) کی طرف اشارہ ہے۔ اس میں کلمہ بہ سکون لام کی چار نہیں تین مثالیں ہیں۔ ایک مثال تحریک کی ہے۔<br>(تحسین فراقی) |
| ۷۶۶ | ۶ | بائے بسم اللہ | بائے بسم[۱] اللہ |
| | | | ۱ اقبال نے قاآنی سے متاثر ہو کر لکھا تھا ؎<br>اللہ اللہ بائے بسم اللہ پدر ؛ معنی ذبح عظیم آمد پسر |

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
| --- | --- | --- | --- |
| ۷۶۶ | ۶ | اور میم مروت | اور میم مروّت[۶] |
| | | | ۶ "میم مروت" نامی ترکیب شعر میں نہیں بلکہ کتاب کے مقالہ سیزدہم کی ایک حکایت کے سرعنوان آئی ہے " حکایت عمر بن عبدالعزیز کہ درہمہ عمراز افسرِ عینِ عدالت سربلند واز حلقہ میم مروت کمر بند "۔ اصل میں یہ فارسی شاعری کا معروف اسلوب رہا ہے۔ رومی نے "کاف کفرت" خسرو نے "عین عنایت" اورانوری نے "تائے تشریف" باندھا ہے۔ (تحسین فراقی) |
| ۷۷۳ | ۲۰ | خدمت عالی میں یہ لکھا تھا | خدمت عالی میں لکھا تھا[۱] |
| | | | ۱ عکس میں یہ جملہ سہواً یوں لکھا ہے: " خدمت میں عالی لکھا تھا " |
| ۷۷۴ | ۷ | بصیری رح | بوصیری رح[۲] |
| | | | ۲ اقبال سے نام لکھنے میں شاید سہو ہوا ہے یہ امام شرف الدین بوصیری رح ہیں۔ |
| ۷۷۶ | ۲ | آپ کا | اس کا |
| | ۶ | اب لاہور ہیں | اب تو لاہور ہیں۔ |
| ۷۷۷ | ۱۱ | کشایش کی دل | کشایش کی کہ دل |
| | ۱۴ | ایک استا کا شعر | ایک[۳] استاد کا شعر |
| | | | ۳ استاد ملا محمد سعید اعجاز کا شعر ہے۔ |
| | ۱۸ | " بلکہ عالم یا وہ گرددا ندرو" | " بلکہ عالم یا وہ کرددا ندرو[۴] |

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|---|---|---|---|
| | | | ٹہ مصرعہ کا مطلب یہ ہے:<br>بلکہ دنیا اس کے اندر بے معنی ہو جاتی ہے۔ |
| | ۲۰ | لہ نہ انھیں خوف ہے نہ وہ غم زدہ ہوتے ہیں (قرآن) | لہ نہ انھیں خوف ہے نہ وہ غم زدہ ہوتے ہیں (قرآن: سورہ بقرہ۲: ۶۴) |
| ۷۸۶ | ۱ | اس اشعار | اس کے اشعار |
| 〃 | ۲ | فغان فطرت | فیضانِ فطرت |
| ۷۸۹ | ۷ | حد درجہ ہمدردی | حد درجہ کی ہمدردی |
| ۷۹۲ | ۳ | خط مل گیا | خط مل گیا ہے |
| 〃 | ۵ | کوئی خط نہیں آیا | کوئی خط نہیں پہنچا |
| 〃 | ۶ | وہ کم بخت | وہ کم بخت[ٹہ]<br>ٹہ آفتاب اقبال |
| ۷۹۳ | ۱ | عقلمند آدمی ایک سوراخ سے... | عقلمند آدمی ایک سوراخ سے[لہ]<br>لہ لایلدغ المومن من جحر مرتین<br>(بخاری۔ باب ادب، مسلم۔ باب زہد) |
| 〃 | ۶ | اس کم بخت | اس کم بخت ٹہ<br>ٹہ آفتاب اقبال |
| 〃 | ۷ | باتیں کہیں | باتیں لکھیں |
| ۷۹۶ | آخری سطر | کہیں باہر نہیں گیا | کہیں بھی باہر نہیں گیا |
| ۷۹۷ | ۱ | نظم زیرتنقید | نظم زیرتنقید لہ<br>لہ "اودھ پنچ" لکھنؤ کے ۱۹ رجنوری ۲۶ رجنوری اور ۱۶ رفروری ۱۹۱۷ء کے شماروں میں۔<br>"نیچرل شاعری: نوا را تلخ ترمی زن چو ذوق |

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|---|---|---|---|
| | | | "نغمہ کم یابی" کے عنوان سے اقبال کی نظم۔ "جگنو" پر تنقید کی گئی تھی۔ (ڈاکٹر عابد رضا بیدار) |
| ۸۰۸ | ۸ | ہائنے ہاین رک | ہائنے ہنرخ |
| ۸۰۹ | ۱ | آرنلڈ (تھامس ولیم) ARNOLD, THOMAS WILLIAM | آرنلڈ (تھامس واکر) ARNOLD, THOMAS WALKER |
| " | ۲۰ | سوأ السبیل الی معرفۃ المغرب والدخیل | "سوأ السبیل الی معرفۃ المعرب والدخیل" |
| ۸۲۵ | ۱ | (نواب حاجی) اسحاق خاں (۱۹۱۷-۱۹۶۰) | (نواب محمد) اسحاق خاں (۱۸۶۰-۱۹۱۸) |
| " | ۱۵ | ۱۹۱۷ء میں انتقال کیا | ۱۸ اکتوبر ۱۹۱۸ء کو انتقال کیا۔ |
| ۸۲۶ | ۱ | (مولانا) اسلم جیراجپوری (۱۸۸۲-۱۹۵۷) | (مولانا) اسلم جیراج پوری (۱۸۸۲-۱۹۵۵) |
| " | ۲ | ۱۸۸۲ میں پیدا ہوئے | ۲۷ جنوری ۱۸۸۲ء کو پیدا ہوئے۔ |
| ۸۷۱ | ۱ | (ولادت ۱۸۲۸) | (۱۸۲۸ — ۱۹۱۰) |
| ۸۷۴ | ۹ | مستند لغت ہے | مستند لغت ہے۔ بلوخمین کی رائے ہے کہ "بہار عجم" ایک آدمی کے قلم سے نکلی ہوئی سب سے بڑی لغت ہے۔ |
| " | ۱۰ | ... اور ابطال ضرورت ہیں | ... اور "ابطال ضرورت ہیں موخر الذکر ۷۰ صفحات پر مشتمل نہایت اہم کتاب ہے اس میں اساتذہ اور بلغائے فن کی جانب سے کلمات میں کیے جانے والے تصرفات کی اسناد پیش کی گئی ہیں۔ |

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|---|---|---|---|
| ۸۷۶ | ۱۰ | "نفحات اللنس" | "نفحات الانس" |
| " | ۱۱ | "لوائع" | "لوائح" |
| " | ۱۵ | سلسلۂ الذہب وغیرہ مثنویاں ہیں | "سلسلۃ الذہب" "سلامان والسبال" "سبحۃ الابرار" مثنویاں ہیں۔ |
| ۸۸۱ | ۷ | فلاسفہ اور معلمین | فلاسفہ اور متکلمین |
| " | ۱۰ | روشنی میں ضبط کیا ہے | روشنی میں پیش کیا ہے |
| ۸۸۴ | ۳ | ایک صاحب جاہ و ثروت بزرگوار تھے | ایک صاحب جاہ و ثروت بزرگ تھے۔ |
| ۹۰۱ | ۴ | دارا شکوہ اور اس کا لڑکا گرفتار ہوئے۔ | دارا شکوہ گرفتار ہوا۔ |
| " | ۵ | مقید رہے | مقید رہا |
| " | ۸ | مدفون ہوئے | مدفون ہوا |
| ۹۰۸ | ۱۲ | ... اہلیہ ہیں۔ | ... اہلیہ تھیں۔ (وفات ۲۲ راپریل ۱۹۷۴ء) |
| | ۱۰-۱۱ | اور نومبر ۱۹۲۴ء میں وزیر صحت و تعلیم | اور یکم نومبر ۱۹۲۴ کو بحیثیت مشیر المہام صیغہ ہائے تعلیمات دایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ و پبلک ورکس ڈیپارٹمنٹ) |
| ۹۱۵ | ۱ | زلال خوانساری (متوفی ۱۰۳۱ھ ۱۶۱۵ء) | زلال خوانساری (۱۰۲۴ھ/ ۱۶۱۵ء) |
| " | ۵ | "آواز و سندر" | "آذر و سمندر" |
| | | "زرہ و خورشید" | "ذرّہ و خورشید" |
| آخری سطر کے بعد | | — | تاریخ ادبیات ایران د ریکا) |
| ۹۵۱ | ۹ | ابن حکمان: وفیاض الاعیان | ابن خلکان: وفیات الاعیان |

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|---|---|---|---|
| ۹۵۲ | ۱ | (حبیب الرحمٰن خاں) شیبروانی (۱۸۸۶ — ۱۹۲۲ء) | (حبیب الرحمٰن خاں) شیروانی (۱۸۸۷ — ۱۹۵۰ء) |
| " | ۳ | مشہور عالم اور ادیب تھے | مشہور عالم اور ادیب تھے۔ ۵ جنوری ۱۸۸۷ء کو پیدا ہوئے۔ اور ۱۱ اگست ۱۹۵۰ء کو انتقال کیا۔ |
| ۹۵۶ | | شوپن ہار آرتھر | (یہ نوٹ کلیات کی جلد چہارم کے مکتوب یکم نومبر ۱۹۳۶ء بنام حفیظ ہوشیارپوری کے سلسلہ میں ملاحظہ کیجیے) |
| ۹۶۶ | ۱ | صائب (متوفی ۱۰۸۰ھ) | صائب (۱۰۱۰ھ — ۱۰۸۰ھ) |
| ۹۷۰ | ۶ | ... نیز آپ کے رسالے مطبع نول کشور سے چھپ چکے ہیں | ... "رسایل طغرا" بہت مشہور ہیں اور مطبع نول کشور سے چھپ چکے ہیں۔ |
| ۹۷۱ | ۱ | ظفر علی خاں (۱۸۷۰ - ۱۹۵۶) | ظفر علی خاں (۱۸۷۳ - ۱۹۵۶) |
| " | ۲ | ۱۸۷۰ء میں پیدا ہوئے | ۱۸۷۳ء میں پیدا ہوئے |
| ۹۷۱ | ۱۹ | ۱۹۵۶ء میں انتقال ہوا | ۲۷ نومبر ۱۹۵۶ء کو انتقال ہوا۔ |
| ۹۷۲ | ۱۱ | ۱۹۰۸ء ۱۹۰۹ء میں | ۱۹۰۸ء میں |
| ۹۷۷ | ۱۲ | ۱۱ شول ۱۳۶۶ھ / ستمبر ۱۹۴۷ء | ۱۱ شوال ۱۳۶۶ھ / ۲۸ اگست ۱۹۴۷ء |
| ۹۸۰ | ۱ | ۱۸۸۸ء میں پیدا ہوئے | ۱۰ جون ۱۸۸۵ء کو پیدا ہوئے۔ |
| " | ۱۰ | ۱۹۱۸ء میں انفلوئنزا کی وبا کی نذر ہو گئے | ۷ نومبر ۱۹۱۸ء کو انفلوئنزا کی وبا میں انتقال کیا۔ |
| ۹۸۱ | ۱ | میاں عبدالعزیز ... | میاں عبدالعزیز مالواڑہ ... |
| " | آخری سطر | ۔ ذوالفقار احمد، نوادر | ذوالفقار احمد: نوادرات |
| ۹۸۷ | ۸ | جو امام احمد بن حنبل کے پیروکار تھے۔ | جو امام احمد بن حنبل کے پیرو تھے۔ |

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
| --- | --- | --- | --- |
| ۹۹۰ | ۱ | عبدالماجد دریا بادی (۱۹۷۷ء - ۱۸۹۲ء) | عبدالماجد دریا بادی (۱۸۹۲ - ۱۹۷۷ء) |
| ۹۹۵ | ۱۰-۱۱ | علامہ کو ان کا کلام پسند تھا (انوار اقبال ص ۵-۷) | علامہ کو ان کا کلام پسند تھا (انوار اقبال ۵-۷)۔ وہ اپنی مثنوی "اسرار خودی" ان کو دکھانا چاہتے تھے (مکاتیب اقبال بنام گرامی ص ۱۰۵) مگر لکھنؤ نہ جا سکے۔ |
| ۱۰۰۹ | ۶-۷ | دو برس بعد وہ مسلم یونیورسٹی کے شعبہ فلسفہ اور نفسیات کے فیلو منتخب ہو کر علی گڑھ واپس آئے اور پھر ۱۹۴۸ء میں پرفیسر اور صدر شعبہ فلسفہ و نفسیات مقرر ہو کر تا حیات اسی عہدے پر فائز رہے۔ | دو برس بعد وہ مسلم یونیورسٹی کے شعبہ فلسفہ میں واپس آئے اور صدر شعبہ فلسفہ کی حیثیت سے ریٹائر ہوئے۔ |
| ۱۰۱۱ | ۹ | فارسی دیوان میخانہ آرزو و سرانجام ۱۸۴۵ اور | فارسی دیوان ۱۸۴۵ اور ...۔ |
| ۱۰۱۵ | ۱ | (ریاست ہریانہ، بھارت) | (ریاست ہریانہ) |
| " | آخری سطر | خواجہ غلام الحسنین: مجھے کہنا ہے کچھ اپنی زباں میں۔ | خواجہ غلام السیدین: مجھے کہنا ہے کچھ اپنی زباں میں۔ سیدین میموریل ٹرسٹ سیدین منزل (۱۹۷۴ء) جامعہ نگر نئی دہلی، ۲۵۔ |
| ۱۰۲۱ | ۱۰-۱۱ | ... جناب ظل احمد نظامی ان کے پوتے ہیں۔ | .... جناب ظل احمد نظامی اور پروفیسر خلیق احمد نظامی ان کے پوتے ہیں۔ |
| ۱۰۶۵ | ۱ | محمد علی مراد آباد میں پیدا ہوئے | محمد علی رام پور میں پیدا ہوئے۔ |

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|---|---|---|---|
| ۱۰۷۵ | ۱ | ممنون حسن خاں (ولادت ۳۱ مئی ۱۹۱۰ء) | ممنون حسن خاں (۱۹۱۰-۱۹۹۵ء) |
| 〃 | ۶ | مسعود ثامی کے داماد | مسعود ثامی کے داماد (ممنون حسن خاں ۳۱ مئی ۱۹۱۰ء کو پیدا ہوئے۔ تعلیم حاصل کرکے |
| ۱۰۷۶ | پہلی سطر کے بعد | — | ۲۲ فروری ۱۹۹۵ء کو ان کا انتقال بھوپال میں ہوا۔ |
| ۱۰۸۷ | ۱ | ناصر علی سرہندی (متوفی ۱۶۹۷ء) | ناصر علی سرہندی (۱۱۰۸ھ/۱۶۹۷ء) |
| ۱۱۱۶ | ۱ | (مس ایما) ویگے ناسٹ (MISS) EMMA WEGENAST | (مس ایما ایملی) ویگے ناسٹ MISS EMMA EMILIE WEGENAST |
| | ۲ | مس ایما ویگے ناسٹ ۔ ۔ ۔ تھیں جو ہائیڈل برگ (HAIDELBERG) میں ۔ ۔ ۔ | مس ایما ایملی ویگے ناسٹ بمقام ہائیل بروں ۲۶ اگست ۱۸۷۹ء کو پیدا ہوئیں۔ یہ ہائیڈل برگ (HAIDELBERG) میں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ |
| ۱۱۱۸ | ۱ | ہائنے ہابن رک | ہائنے ہنرخ |
| ۱۱۲۷ | | — | ایک اور پیراگراف درج کیا جائے: اقبال کی مراد ابوتمام شاعر کے مرتب کردہ مجموعۂ شعری کتاب الحماسہ سے ہے جو صدیوں سے ہندوستان کے عربی مدارس/جامعات میں پڑھائی جاتی ہے۔ |
| ۱۱۲۷ | | مآخذ | ماخذ |
| 〃 | | شوقی ضعیف۔ فصول فی الشعر | شوقی ضیف۔ فصول فی الشعر |

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
| --- | --- | --- | --- |
| ۱۱۴۷ | ۱۱ | مرفع سخن | مرقع سخن |
| ″ | ۱۷ | خلیل احمد نظامی | خلیق احمد نظامی |
| ۱۱۵۱ | (بائیں) | ابوبکر محمد بن العباس النخوازری ۵۶ | ابوبکر محمد بن العباس الخوارزمی ۵۶ |
| | | | براؤن پروفیسر ۲۷۔ ۵۸۱، ۱۰۰۷ |
| ۱۱۵۶ | | جوگیندر سنگھ سردار | جوگندر سنگھ سردار |
| | | جی علانہ | جی الانہ |
| ۱۱۵۸ | | رحیم بخش | (ڈاکٹر) رحیم بخش شاہین |
| | | راغب حسن | راغب احسن |
| ۱۱۵۹ | ۱۱ اندراج ۲ | سجابی نجفی ۹۱۸ | سجابی نجفی ۱۰۶، ۹۱۸ |
| ۱۱۶۰، ۱۱۶۲ | ۱۱ | عبدالعزیز شیخ ← اندراج ۲ سودی ۹۲۸ | عبدالعزیز میاں ← سودی ۵۲۲، ۵۲۸ |
| ۱۱۶۷ | | محمد حسین قتیل | محمد حسن قتیل |
| ۱۱۶۹ | | محمد مبین عباس چڑیاکوئی | محمد مبین عباس چریاکوٹی |
| ۱۱۷۰ | | ممون حسن خاں | ممنون حسن خاں |
| ۱۱۷۲، ۱۱۷۳ | ۱۱ اندراج ۲ | یحیٰی منیر ← نوروجی دادا بھائی ۱۰۰۴ | یحیٰی منیری ← نوروجی دادابھائی ۱۰۰۱، ۱۱۰۴ |
| ۱۱۸۹ | | الکیندی کی حمایت میں ۱۱۱۴ | الکندی کی حمایت میں ۱۱۱۴ |
| (اشاعت دوم ۱۲۱۲) | | آخری سطر کے بعد — | (غیر مطبوعہ) |
| ۱۲۲۳ | ۱ | گولنزیر اگناکس | گولڈزی اگناز (IGNAZ GOLDZIHER) |
| (اشاعت دوم) | | | |
| ″ | ۳ | گولنزیر اگنالس (GOLDZIHER IGNAZ) | گولڈزی (IGNAZ GOLDZIHER) |
| ۱۲۲۴ | ۹ | گولنزیر | گولڈزی |

مندرجہ ذیل صفحات پر درج خطوط کے اخیر میں (غیر مدون) لکھ دیا جائے اور فہرست مکاتیب میں بھی تصیح کر لی جائے :

اشاعت اول

صفحہ

(۱) ۶۹

(۲) ۸۳

(۳) ۸۴

(۴) ۹۰

(۵) ۱۲۶

(۶) ۱۸۲

(۷) ۲۰۹

(۸) ۲۱۳

(۹) ۲۱۶

اشاعت دوم

صفحہ

(۱۰) ۱۲۱۰

(۱۱) ۱۲۱۳

مندرجہ ذیل صفحات پر درج خطوط کے اخیر میں (غیر مطبوعہ) لکھ دیا جائے اور فہرست مکاتیب میں بھی تصیح کر لی جائے۔

اشاعت اول

(۱) ۳۹۷

اشاعت دوم

(۲) ۱۲۱۶

# تصحیح نامہ، جلد دوم

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
| --- | --- | --- | --- |
| | | فہرست مکاتیب | |
| ۱۲ (اندراج ۱۲) | ۱۵ | مدیر زمیندار ۱۵ر نومبر ۱۹۲۰ء | مدیر و زمیندار، ۱۵ر نومبر ۱۹۲۰ء اس خط کا پورا متن کلیات کی جلد چہارم کے ضمیمہ میں ملاحظہ ہو۔ |
| ۱۷ | ۹ (اندراج ۲۲۷) | بمولانا گرامی ۱۱ر اکتوبر ۱۹۲۶ء ۲۹۵ | ۲۲۷ (الف) مولانا گرامی ۱۱ر اکتوبر ۱۹۲۶ء ۲۹۵ |
| " | " | | ۲۲۷ (ب) عبدالواحد بنگلوری ۲۱ر اکتوبر ۱۹۲۶ء عکس (یہ خط جلد اول ص ۲۲۹ سے حذف کرکے اب اس جلد میں شامل کیا جائے۔) |
| ۱۷ | | نیا اندراج ۲۳۷ (ب) عبدالواحد بنگلوری ۲۱ر اکتوبر ۱۹۲۲ء یہ جلد اول ص ۲۲۹ سے منتقل ہوا ہے۔ | |
| ۲۴ (اندراج ۳۹۵) | ۱۸ | ایڈیٹر انقلاب ۱۳ر مئی ۱۹۳۷ء | ایڈیٹر، زمیندار، ۱۳ر مئی ۱۹۲۷ء |
| ۲۴ (اندراج ۳۹۶) | ۱۹ | ایڈیٹر انقلاب ۳۰ر مئی ۱۹۲۷ء | ایڈیٹر، زمیندار، ۳۰ر مئی ۱۹۲۷ء |
| ۲۵ | ۲ | ۴۰۱ مولانا راغب احسن ۲۵ر جولائی ۱۹۲۷ء ۶۷۷ | (یہ خط خارج کیا جائے کہ اب یہ جلد چہارم میں شامل ہے اس کا سن تحریر ۱۹۳۷ء ہے نہ کہ ۱۹۲۷ء |
| " | ۷ | محمد علی، انگریزی، غیر مدون ۲۱ر اکتوبر ۱۹۲۷ء | مولانا محمد علی انگریزی غیر مطبوعہ ۲۱ر اکتوبر ۱۹۲۷ء |
| ۲۶ | ۱۱ | (۶) ضمیمہ ۱۱۱۸ | (۶) ضمیمہ — کیپٹن منظور حسن ۲۰ر اپریل ۱۹۲۵ء ۱۱۱۸ |
| ۲۶ | آخری سطر کے بعد | درج ذیل اضافہ کیا جائے: | |

اب اس جلد میں کل خطوط کی تعداد ۴۳۰ ہو جاتی ہے کہ ایک خط بنام عبدالواحد بنگلوری جلد اول سے اس جلد میں منتقل ہوا۔

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
| --- | --- | --- | --- |
| ۳۰ | ۴،۵ | ... چارسواکتیس (۴۳۱) | ... چارسوتیس (۴۳۰) |
| ″ | ۸ | ان میں ایک خط غیر مطبوعہ بھی ہے | ان میں چھ (۶) خط غیر مطبوعہ بھی ہیں۔ |
| ″ | ۹ | اور چھ (۶) خطوط وہ بھی ہیں جو ابھی تک کسی مجموعے میں شامل نہیں ہوئے۔ | اور پندرہ (۱۵) خطوط وہ بھی ہیں جو ابھی تک کسی مجموعے میں شامل نہیں ہوئے۔ |
| ″ | ۹ | ... ایک سو بارہ (۱۱۲) ... | ... ایک سوگیارہ (۱۱۱) ... |
| ″ | ۱۰ | ... تینتیس (۳۳) | ... انتیس (۲۹) ... |
| ۵۰ | ۱۰ | اَلَیسَ اللہ ... | اَلَیسَ اللّٰہُ[1]<br>[1] قرآن مجید: سُورَۃ الزُّمَر ۳۹ : ۳۶ |
| ۵۱ | ۸ | آں گروہے صادقاں ... | آں گروہِ صادقاں |
| ۷۷ | ۱ | سید سلیمان ندوی | مولانا سید سلیمان ندوی (جہاں جہاں ان کا نام آیا ہے وہاں "مولانا" درج کیا جائے)۔ |
| ۷۸ | ۷ | مضمون خیالم پیچیدہ | مضمون خیالم من پیچیدہ |
| ۸۲ | ۸ | الحمدللہ کہ | الحمدللہ |
|  | ۱۶ | ضد پر قایم۔ | ضد پر قایم ہیں۔ |
| ۸۶ | ۹ | مگر سرکار | اگر سرکار |
| ۹۰ | ۵ | کے متعلق لکھ چکا ہوں | کے متعلق پہلے لکھ چکا ہوں |
| ۹۴ | ۷ | کتاب الطواسین | کتاب[1] الطواسین<br>[1] یہاں اقبال کا اشارہ لوئی ماسینوں (LOUIS MASSIGNON) کی الکتاب الطواسین کی طرف ہے۔ (مولف) |

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|---|---|---|---|
| ۹۴ | ۷ | ابن حزم | ابن ندیم (۳۲۵ھ – ۴۳۸ھ)۔ اس نے اپنی مشہور کتاب "الفہرست" ۳۷۷ھ میں مرتب کی۔ |
| ۹۷ | ۷ | قصد رکھتے ہیں یا نہ ؟ | قصد رکھتے ہیں یا نہیں ؟ |
| ۹۸ | ۳ | امتحان میں کامیاب | اعجاز امتحان میں کامیاب۔ |
| ۹۹ | ۳ | ظفر | ظفر[۱]<br>[۱] یہ اقبال کی ہمشیرہ کریم بی۔بی کا سب سے بڑا بیٹا ظفر الحق تھا جس نے اس سال انٹرنس کا امتحان پاس کیا تھا۔ اس کے والد کوئٹہ میں ملازم تھے۔<br>(مظلوم اقبال) |
| ۹۹ | ۱۵ | جون کے آخیر | جون کے آخر (میں) |
| ۹۹ | ۱۸ | نت | نت[۲]<br>[۱] موضع نت ضلع گجرانوالہ میں ظفر الحق کا ددھیال تھا۔ (مظلوم اقبال) |
| ۱۰۰ | ۱۰ | ملازمت کی فکر | ملازمت کی فکر[۱]<br>[۱] شیخ اعجاز احمد چاہتے تھے کہ ایم۔اے میں تعلیم حاصل کرنے کے ساتھ کہیں ملازمت بھی کرلیں۔ یہ تجویز اقبال کو پسند نہ آئی۔ چنانچہ انگریزی میں خط لکھا۔<br>(مظلوم اقبال) |
| ۱۰۱ | ۱۷ | بھائی کرم الٰہی | بھائی کرم الٰہی[۱]<br>[۱] یہ اقبال کے سب سے بڑے بہنوئی تھے۔ |

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
| --- | --- | --- | --- |
| | | | ان کا کاروبار موٹروں کی مرمت، موٹروں کے پرزوں اور موٹروں کی خرید و فروخت کا تھا۔ سیالکوٹ چھاؤنی میں بھی ایک برانچ کھولی تھی دو تین موٹریں کرایہ پر دی جاتی تھیں۔ (مظلوم اقبال) |
| ۱۰۲ | ۲ | مختار | مختار[ا] ۔ اقبال کی بیوی مختار بیگم جن کا میکہ لدھیانہ میں تھا۔ |
| ۱۰۳ | ۱۲ | سفر کی حالت بدستور رہی | سفر کی حالت بدستور[ا] رہی۔ ۔ فوجی نقل و حرکت کی وجہ سے گاڑیوں کے نظام اوقات غیر یقینی تھے۔ پرمٹ ہو تو ٹکٹ تو مل جاتا تھا لیکن گاڑی میں جگہ ملنا یقینی نہیں تھا۔ (مظلوم اقبال) |
| ۱۰۴ | ۲ | انشاالله سردیوں میں شاید میں اپنا موٹر خرید لونگا | انشاالله سر[ا]دیوں میں شاید میں اپنا موٹر خرید لوں گا۔ ۔ یہ ارادہ کہیں ۵ سال بعد ۱۹۲۴ء میں پورا ہوا جب اقبال نے ایک سیکنڈ ہینڈ موٹر خریدی۔ (مظلوم اقبال) |
| ۱۰۵ | ۱۲ | اس لیے اس پر غور کرتے کے بعد | اس پر غور کرنے کے بعد |
| ۱۰۹ | ۲۰ | بیٹی | بلٹی |
| ۱۱۲ | ۷ | تمہاری چچی | تمہاری چچی[ا] ۔ اقبال کی بیوی سردار بیگم والدہ جاوید اقبال۔ |

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
| --- | --- | --- | --- |
| ۱۱۷ | ۸ | | (عکس) |
| ۱۱۹ | ۸ | جوری پروڈنس | چورس پروڈنس |
| | ۱۳،۱۴ | تین سوزاید | تین سو سے زاید |
| ۱۲۱ | | نوٹ میں ترجمہ کے نیچے درج کیا جائے: | یہ طالب آملی کا شعر ہے |
| ۱۲۳ | ۱۷ | کبوتروں کے رنگ | کبوتروں کے رنگوں |
| ۱۲۵ | | نوٹ[۱] دوسرے شعر کا وہی ترجمہ درج کیا جائے جو اس شعر کا مطلب ص ۶۷ پر ہے: | یہ برق کو جگر پر لیتا ہے اور وہ اسے رام کرتی ہے عشق عقل فسوں پیشہ سے زیادہ بہادر ہے |
| ۱۲۸ | ۵ | پیروان . . . | بہ نیروان . . . . |
| ۱۳۱ | آخری سطر کے بعد | — | (عکس) |
| ۱۳۴ | ۵ | خماری شاد | خماری شاہ |
| ۱۳۵ | ۳ | کیا عجب کہ | کیا عجب ہے کہ |
| " | ۴ | شاد | شاہ |
| | آخری سطر کے بعد | یہ پیراگراف پس نوشت کے طور پر لکھا جائے۔ | کرایہ زیادہ نہ دینا پڑے گا۔ جس قدر ٹکٹ ہوں گے انھیں کا کرایہ دینا ہوگا۔ دو ٹکٹ تمہاری بھتیجیوں کے ہوں گے۔ تم بھی ان کے پاس بیٹھ جانا اور اگر کوئی لیڈی آگئی تو تم کو مردوں کے کمرے میں بیٹھنا ہوگا۔ دادی کا ٹکٹ تیسرے درجہ کا ہوگا۔ بورڈ گاڑی پر لگوا لینا۔ |
| ۱۳۶ | ۲ | غلام محمد | غلام محمد[۱] |
| | | | [۱] اقبال کی منجھلی بہن کریم بی۔بی ان سے |

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|---|---|---|---|
| | | | بیاہی تھیں، یہ اپنے چھوٹے بیٹے کو میڈیکل سکول امرتسر میں داخل کرانا چاہتے تھے۔ لیکن اس وقت تک داخلہ بند ہو چکا تھا اقبال نے اپنے والد کے کہنے پر سکول کے پرنسپل ڈاکٹر میر ہدایت اللہ کو لکھا تھا۔ (مظلوم اقبال) |
| ۱۴۲ | ۵ | ان کا نام عزیز جنگ | ان کا نام نواب عزیز جنگ |
| ۱۴۳ | ۴،۵ | یہی ہے کمال شاعری | یہی ہے وہ کمال شاعری |
| ۱۴۵ | ۴ | نہایت موزوں | نہایت ہی موزوں |
| ۱۵۱ | ۱ | ایسا مترشح | ایسا خیال مترشح |
| ″ | ۵ | سنی سنائی باتوں | سنی سنائی بات |
| ۱۵۷ | آخری سطر | دینی علوم | دینی علوم ہی |
| ۱۵۸ | ۸ | ڈاکٹر علی نقی کہتے تھے کہ پھوڑوں پر جونک نہ لگوانی چاہیے | ڈاکٹر[1] علی نقی کہتے تھے کہ پھوڑوں پر جونک[2] نہ لگوانی چاہیے۔ [1] یہ شمس العلما، مولانا میر حسن کے بڑے بیٹے تھے گورنر ہاؤس لاہور کے عملہ کے ڈاکٹر تھے۔ [2] اقبال کو بچپن میں کسی مرض کے علاج کے طور پر جونکیں لگوائی گئی تھیں جس کی وجہ سے ان کی داہنی آنکھ کی بینائی قریباً جاتی رہی۔ (مظلوم اقبال) |
| ۱۶۱ | ۱۶ | امید کہ مزاج بخیر | امید کہ آپ کا مزاج بخیر |

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
| --- | --- | --- | --- |
| ۱۶۲ | ۳ | فقیر صاحب | فقیر صاحبؒ<br>ؒ "روزگار فقیر" کے مصنف کرنل فقیر وحید الدین کے والد فقیر نجم الدین کے کسی ایک بیٹے کی شادی تھی۔ فقیر نجم الدین سے اقبال کے دوستانہ مراسم تھے۔ (مظلوم اقبال) |
| ۱۶۳ | ۷ | ڈاکٹر محمد حسین صاحب سے علاج کرائیے۔ | ڈاکٹر محمد حسینؒ صاحب سے علاج کرائیں۔<br>ؒ ڈاکٹر محمد حسین (متوفی ۱۶ اپریل ۱۹۳۹ء) لاہور کے مشہور معالج اور اقبال کے دوست تھے۔ (سید عبداللہ قریشی) |
| 〃 | ۹ | مشکل نہیں | مشکل حال |
| 〃 | ۱۲ | پرہیز کرتا ہوں | پرہیز رکھتا ہوں |
| ۱۶۴ | ۲ | یہ معلوم ہوا | یہ نہ معلوم ہوا |
| | ۳ | طور پر | طرز پر |
| ۱۶۵ | ۱۵ | ۵ ر تاریخ | ۵ ر مارچ |
| ۱۶۶ | ۵ | آفتاب | آفتابؒ<br>ؒ اقبال کے بڑے صاحبزادے تھے جو پہلی بیوی کے بطن سے تھے۔ |
| 〃 | | حافظ صاحب | حافظ صاحبؒ<br>ؒ اقبال کی پہلی بیوی کے والد حافظ عطا محمد (حواشی ص ۹۵۶) |
| 〃 | ۱۰ | جس قدر وہ اپنے والدین کے ہاں | جس قدر عرصہ وہ اپنے والدین کے ہاں |

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|---|---|---|---|
| ۱۶۶ | ۱۱ | باوجود ہمارے روکنے کے سیالکوٹ میں نہ رہی | باوجود ہمارے روکنے کے وہ سیالکوٹ میں نہ رہی۔ |
| ۱۶۹ | ۱۶ | ایوان عوام | ایوان عام |
| ۱۷۱ | ۱۳ | احموں | احموں[1] |

[1] اقبال کے بچپن کا ہم جلیس تھا۔ اس کا نام احمد دین تھا۔ کشمیری تھا۔ دونوں میں قدر مشترک کبوتر تھے۔ (مظلوم اقبال)

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|---|---|---|---|
| ۱۷۴ | ۳ | لوازش نامہ ملا ہے | لوازش نامہ ابھی ملا ہے |
| 〃 | ۵ | عنقریب | عنقریب لاہور |
| 〃 | ۶ | ارسال | روانہ |
| ۱۷۶ | ۲ | وہ گمنام تھا | وہ خط گمنام تھا |
| 〃 | ۵ | اس کی عمر قریب | اس کی عمر قریباً |
| ۱۷۹ | ۴ | ایک قصیدہ | ایک فارسی قصیدہ |
| ۱۸۰ | ۱۵ | اس سے بھی قیاس | اس سے بھی یہی قیاس |
| ۱۸۱ | ۶ | مشہور حکیم | مشہور ایک حکیم |
| ۱۷۵ | | نوٹ[1] میں یہ اور درج کردیا جائے: | ان چار کتابوں کے نام حسب ذیل ہیں: |

1- ROGERS, PROBLEME[illegible] OF PHILOSOPHY

2- FULLERTON, INTRODUCTION TO PHILOSOPHY

3- WINDELBAND, HISTORY OF PHILOSOPHY

4- WEBER, HISTORY OF PHILOSOPHY

(تحسین فراقی: ماہنامہ "سیارہ"، لاہور، جنوری ۱۹۹۴ء)

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|---|---|---|---|
| ۱۸۱ | ۱۶ | ڈاکٹر عبداللطیف | ڈاکٹر عبداللطیف[۱] ۱؎ اقبال کے معتقدین میں سے تھے۔ ان کی دندان سازی کی دکان انار کلی بازار میں اقبال کے مکان کے قریب ہی تھی۔ (مظلوم اقبال) |
| ۱۸۲ | ۱۰ | اس دنیا | اس بدنصیب دنیا |
| | ۱۱ | غلام رسول | غلام رسول[۱] ۱؎ اقبال کی سب سے چھوٹی بہن زینب کے شوہر تھے۔ محکمہ ریلوے میں ملازم تھے۔ اقبال کے بڑے معتمد علیہ تھے۔ (مظلوم اقبال) |
| ۱۸۴ | ۲ | اس سفر سے آتے ہوئے | اس سفر سے واپس آتے ہوئے۔ |
| ۱۸۵ | ۲ | ابر تو آج | ابر تو آج صبح |
| " | ۱۱ | بھلا یہ شعر | بھلا یہ شعر تو |
| " | ۱۳ | خزانہ ملت | خزانہ مدت |
| " | ۱۵ | وقت کا لازوال | وقت کا ایک لازوال |
| ۱۸۵ | ۱ | فٹ نوٹ ۱؎ حذف کر دیا جائے | |
| ۱۸۹ | ۶ | گفتگو ہوگی | گفتگو ہوگی والسلام |
| ۱۹۳ | ۴ | اس لیے | اس واسطے |
| " | ۱۲ | برہنے غزنوی | برہنے بہ غزنوی |
| " | ۱۸ | ہمائے کم ہند | بہائے کم ہند |
| " | ۱۹ | نہ تختِ جم | بہ تختِ جم |

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|---|---|---|---|
| ۱۹۵ | ۲ | اس امر کی | اس کی |
| نوٹ کی پانچویں سطر | | حضرت اجمل الہ آبادی | حضرت شاہ محمد اجمل الہ آبادی |
| ۲۰۱ | ۵ | GREK | GREEK |
| ۲۰۹ | ۶ | دی گئی | دی گئی ہے |
| 〃 | ۷ | بارے میں | بارے میں بھی |
| ۲۱۰ | ۳ | بالکل غلط ہے | بالکل غلط ہے۔ میرے ساتھ ان کی کوئی گفتگو اس بارے میں نہیں ہوئی۔ واقعات کی رُو سے یہ بات بالکل غلط ہے۔<br>لہ مکاتیب اقبال بنام خان محمد نیاز الدین خاں کی طبع دوم سے موازنہ کے بعد یہ تصحیح کی گئی ہے۔ |
| 〃 | ۱۱ | حاجی شمس الدین | حاجیؒ شمس الدین<br>لہ یہ کشمیری برادری سے تھے اور انجمن حمایتِ اسلام کے سکریٹری تھے۔ |
| 〃 | ۱۷ | خط لکھے یہ بھی نہ ہوا | خط لکھے اگر یہ بھی نہ ہوا |
| ۲۱۱ | ۴ | بیگم گرامی تک | بیگم گرامی صاحبہ تک |
| 〃 | ۶ | شیخ نصیرالدینؒ | شیخ نصیرالدینؒ مرحوم |
| 〃 | ۷ | نعمت اللہ کرمانی | نعمت اللہ ولی کرمانی |
| 〃 | ۱۰ | آئی ہے | آئی ہے شائع ہوا ہے |
| 〃 | ۱۲ | بہت صحیح | نہایت صحیح |
| ۲۱۵ | ۲۱ | مندرجہ بالا خط کا پورا متن دستیاب نہ ہوسکا چنانچہ یہ اقتباس 'روح مکاتیب اقبال'، مرتبہ محمد عبداللہ قریشی سے لیا | اس خط کا مندرجہ بالا ایک اقتباس 'روح مکاتیب اقبال' سے نقل کیا گیا تھا۔ اب اس کا پورا متن دستیاب ہوا ہے (اقبال اور ظفر علی خاں، مرتبہ جعفر بلوچ |

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|---|---|---|---|
| | | گیا ہے۔<br>(مولف) | اقبال اکادمی پاکستان لاہور (۱۹۹۵ء) جو کلیات کی چوتھی جلد کے ضمیمہ میں شامل کردیا گیا ہے۔<br>درجِ بالا نامکمل خط کو یہاں سے محذوف سمجھا جائے۔ (مولف) |
| ۲۱۸ | ۲۱ | رونق | رونق[1]<br>[1] دسمبر ۱۹۱۹ء کے آخیر میں کانگریس اور مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس امرتسر میں ہوئے خلافت کانفرنس کا اجلاس بھی انہی دنوں امرتسر میں ہوا۔ ملک کے چوٹی کے رہنما ان میں شرکت کی خاطر جمع ہوئے۔ ان دنوں ہندوستان کی آزادی کی تحریک زوروں پر تھی۔ اقبال نواب ذوالفقار علی خاں اور مرزا جلال الدین کے ساتھ "رونق" دیکھنے صبح موٹر سے امرتسر جاتے اور شام کو واپس آجاتے۔ (مظلوم اقبال) |
| ۲۱۹ | ۲ | مرزا صاحب | مرزا صاحب[2]<br>[2] مجھے یاد نہیں آرہا کہ یہ کون صاحب تھے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے شرح مثنوی مولانا روم لکھی تھی۔ (اعجاز احمد) |
| ۲۱۹ | ۶ | محمدؐ اقبال۔ یکم دسمبر ۲۰ء | محمدؐ اقبال۔ یکم جنوری[3] ۲۰ء<br>[3] یہ خط دراصل یکم جنوری ۲۰ء کو لکھا گیا اقبال جنوری کی بجائے دسمبر بے دھیانی میں لکھ گئے۔ (مظلوم اقبال) |

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|---|---|---|---|
| ۲۲۱ | ۲ | حمیرا | حمیؓرا |
| ۲۲۱ | ۳ | کمال کا شعر | کمال خجندی کا شعر |
| ۲۲۱ | ۴ | ایں تصرف ہا . . . | ایںؔ تصرف ہا |

نوٹ میں ترجمہ کے بعد درج کیا جائے ؎ مطبوعہ دیوان میں "تصرف ہا" کی جگہ "تکلف ہا" ملتا ہے۔ (ڈاکٹر ریاض احمد: اقبال اور فارسی شعرا)

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|---|---|---|---|
| ۲۲۱ | ۵ | کلمینی | کَلِّمِینی ؎ |

؎ جن روایتوں میں یہ آیا ہے کہ حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کبھی حضرت عایشہ رضی اللہ عنہا کو "یا حمیرا" (گوری چِٹّی عورت) کہا کرتے تھے۔ وہ محدثین کے نزدیک سنداً ثابت نہیں۔ بلکہ ابن قیم نے لکھا ہے کہ یہ حدیث جھوٹی اور گڑھی ہوئی ہے۔ یہ حدیث احادیث کے مستند مجموعوں مثلاً صحاح ستہ مُسند دارمی، موطا ابن مالک اور مسند امام حنبل میں موجود نہیں۔ محدثین نے اسے موضوعات میں شمار کیا ہے۔

(مولانا سید سلیمان ندوی: سیرت عایشہ طبع چہارم، اعظم گڑھ ۱۹۶۸ء ص ۶۰، ۷۷)

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|---|---|---|---|
| | ۷ | — | (عکس) |
| ۲۲۲ | ۶ | انجمن کے | انجمن کی |
| ۲۲۲ | ۷ | خواہ کچھ بھی | خواہ کچھ بھی ہو |
| ۲۲۵ | ۱۰ | (انگریزی سے، | (انگریزی ؎ سے) |

نوٹ ؎ کے اخیر میں یہ جملہ یوں درج کیا جائے:
(یہ صاحب بحوالہ مظلوم اقبال، میرٹھ سے آئے تھے)

سے جواب انگریزی زبان میں لکھنا ایک طرح سے
سرزنش تھی۔ (شیخ اعجاز احمد)

۲۲۷ ۱۰ اسرار خودی کا ترجمہ — اسرارؔ خودی کا ترجمہ

اقبال کا اشارہ ای۔ایم۔ فوسٹر
E.M FORSTER کے مضمون کی جانب ہے۔
جو مذکورہ بالا رسالہ کے ۱۰ دسمبر ۱۹۲۰ کے شمارے میں شائع ہوا تھا۔
فوسٹر کا خیال ہے کہ اقبال نے فوق البشر کے تصور میں انسان کے لیے
ایک رہنما ڈھونڈا ہے.... اقبال اور نیٹشے میں فرق یہ ہے کہ اقبال
فوق البشر کا تعلق قرآن سے جوڑتا ہے۔
(تحسین فراقی: 'سیارہ' لاہور اقبال نمبر ۱۹۹۲ء)

۲۲۸ ۹ باب لکھا ہے — باب لکھا ہے (باب اول کتاب چہارم
ص ۱۴۱ ۳ جلد دوم)

۱۶ ہم خدا — ہم خدا جیسے

فٹ نوٹ سے میں درج ذیل اضافہ کیا جائے:
اقبال کا اشارہ اس مضمون کی طرف ہے جو
THE DOCTRINE OF ABSOLUTE UNITY AS EXPOUNDED
BY ABDUL KARIM AL JILANI
کے عنوان سے اس رسالہ کے ستمبر ۱۹۰۰ کے شمارے میں شائع ہوا تھا
اس کا پورا متن شروانی کی کتاب SPEACHES AND STATEMENTS
OF IQBAL میں شامل ہے۔

۲۲۹ ۱۲ امال — آمال

فٹ نوٹ سے میں یہ بڑھا لیا جائے:
اس کے جس تبصرے کی طرف اقبال نے اشارہ کیا ہے وہ THE NATION

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|---|---|---|---|
| | | | لندن کے ۲۴ر دسمبر ۱۹۲۰ء کے شمارے میں شائع ہوا تھا۔ اب ڈاکٹر رفعت حسین کی کتاب THE SWARD OF ELECTIC میں شامل ہے۔ ڈکنسن نے اپنے تبصرے میں اقبال کے فلسفہ کو زیادہ تر برگساں اور نیٹشے جیسے فلسفیوں کے افکار پر مبنی قرار دیا ہے اور اسے ( ECLECTIC ) کے نام سے تعبیر کیا ہے۔ (تحسین فراقی) |
| ۲۳۰ | ۱ | پیش از بیش | بیش از بیش |
| ؍؍ | ۶ | انٹروڈکشن ٹوسوشیالوجی | انٹروڈکشن ٹوسوشل فلاسفی |
| ؍؍ | ۱۵ | نئے مسیح | نئے مسیحا |
| ؍؍ | ؍؍ | قول صحیح | قول کتنا صحیح |
| ؍؍ | ۱۶ | بیابان کی صدا | صدا بہ صحرا |
| | | | فٹ نوٹ [۱] میں حسب ذیل ترمیم کی جائے : |

INTRODUCTION TO SOCIAL PHILOSOPHY

INTRODUCTION TO SOCIALOGY

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|---|---|---|---|
| ۲۳۱ | ۳ | عہد ماضی کے شاعروں | عہد جدید کی نسلوں کے شاعروں |
| ؍؍ | ۵ | ایک شاعر | ایک ایسے شاعر |
| ؍؍ | ۵ | وضاحت | صراحت |
| ۲۳۲ | ۱۶ | جزولا یتجزیٰ | سالمے[۱] |

[۱] ایٹم کے فشن ( FISSION ) کے بعد اسے "جزولا یتجزیٰ" کہنا مناسب نہیں صحیح متبادل اصطلاح 'سالمہ' ہے۔
(تحسین فراقی)

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
| --- | --- | --- | --- |
| ۲۳۳ | ۱۱ | پہلو کو نظر انداز | پہلو کو یکسر نظر انداز |
| ۲۳۴ | ۲ | اس اختراع | اس خوفناک اختراع |
| ״ | ۱۰ | سخت مخالف | شدید ترین مخالف |
| ۲۳۴ | آخری سطر | لہ ترجمہ: اس کلمہ کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک ہے | لہ ترجمہ: اس کلمہ کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک ہے۔ (سورہ آل عمران ۳: ۶۴) |
| ۲۳۵ | ۱۱ | بے حد مضر تھی | خاصی مضر ثابت ہوئی |
| ״ | ״ | اس طرح | کیونکہ اس صورت میں |
| ۲۳۷ | ۲ | مذہبی تجربات | مذہبی واردات |
| ۲۳۹ | ۱۶ | الحمد اللہ خیریت ہے | الحمدللہ کہ خیریت ہے |
|  | ۱۷ | اس مردود | اس مردود[1]<br>لہ آفتاب اقبال سے مراد ہے۔ |
| ۲۴۰ | ۱۳ | معاملہ معلومہ | معاملہ معلومہ[2]<br>لہ ان دنوں مسلمانوں کی تالیف قلوب کے لیے تجویز تھی کہ اقبال کو ریاست کی چیف ججی کا عہدہ پیش کیا جائے (مظلوم اقبال) |
| ۲۴۲ | ۱۰ | حوالہ کردیا جاتا ہے | حوالہ کر دیا جائے۔ |
| ״ | ۱۳ | پیغام بھی بھیجا تھا کہ گرامی صاحب | پیغام بھی بھیجا تھا میں نے جواباً لکھ بھیجا تھا کہ گرامی صاحب کہ گرامی صاحب |
| ۲۴۵ | ۴ | ہمہ ذرہ ہا .... | ہمہ[1] ذرہ ہا ....<br>لہ حکما نے بڑی تحقیق و تدقیق کے بعد معلوم کیا ہے کہ ذراتِ عالم اپنے محور پر حرکت کر رہے ہیں۔ |
| ״ | ۴ | بیگم صاحبہ | بیگم صاحب |
| ۲۴۸ | ۱۶ | سنا ہے کہ آپ کو | سنا ہے آپ کو |

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|---|---|---|---|
| ۲۴۸ | ۱۶-۱۷ | بدظنی ہوئی ہے | بدظنی ہوئی |
| ۲۴۹ | ۷ | یوں لکھئے | یوں لکھیں |
| ۲۵۵ | ۱۰ | خدمت میں روپیہ | خدمت میں روپیہ[1] |
| | | | [1] ان دنوں اقبال ایک سو روپیہ ماہوار سیالکوٹ بھیجا کرتے تھے۔ (مظلوم اقبال) |
| ″ | ۱۱ | ہمشیرہ | ہمشیرہ[2] |
| | | | [2] کریم بی۔بی |
| ۲۵۸ | ۶ | تو بابری | توتزک بابری |
| ۲۶۰ | ۱۲ | تو میرا ان سے سلام ضرور کہیے | تو میرا سلام ان سے ضرور کہیے۔ |
| ۲۶۱ | ۸ | افسوس ہے کہ | افسوس ہے |
| ″ | ۱۴ | ۱۲ر جولائی ۱۹۲۱ء | ۱۴ر جولائی ۱۹۲۱ء |
| | | نوٹ [1] حذف کیا جائے۔ | |
| ۲۶۳ | ۵ | قبلہ شاہ صاحب | قبلہ شاہ[1] صاحب |
| | | | [1] مولانا میر حسن ان دنوں علیل تھے |
| ″ | ۶ | ذکی شاہ صاحب | ذکی شاہ[2] صاحب |
| | | | [2] ذکی شاہ مولانا میر حسن کے سب سے چھوٹے بیٹے تھے۔ڈاکخانہ میں ملازم تھے۔ (مظلوم اقبال) |
| ۲۶۴ | ۲ | شاعری کی سوجھی ہے | شاعری کی سوجھتی ہے |
| ۲۶۶ | ۲ | زندگی رفیقِ اعلیٰ | زندگی رہیں، رفیق اعلیٰ |
| ″ | ۸ | بہر حال وجہ کچھ ہو | بہر حال وجہ خواہ کچھ بھی ہو۔ |

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|---|---|---|---|
| ۲۷۹ | آخری سطر | (اقبالنامہ) | x |
| ۲۸۱ | | نوٹ اب یوں درج کیا جائے: | مولوی عبدالماجد دریابادی ان دنوں 'معارف' کے شریک ایڈیٹر تھے۔ (مظلوم اقبال) |
| ۲۸۶ | ۸ | خواجہ حسن نظامی | خواجہ سید حسن نظامی |
| ۲۹۰ | ۱ | مقصود یہ ہے | مقصود یہ ہے [1] |
| | | | [1] اقبال نے اپنا یہ فارسی شعر مولانا گرامی کو اپنے مکتوب محررہ ۲۴ مارچ ۲۱ء (ص ۲۴۲۔۲۴۵) میں لکھ کر بھیجا تھا۔ |
| " | ۱۲ | ملک محمد دین | ملک محمد دین [2] |
| | | | [2] کرنل مجید ملک کے والد۔ اقبال کے احباب میں سے تھے۔ اس زمانہ میں شاید نواب صاحب کرنال سے متعلق تھے۔ (مظلوم اقبال) |
| ۲۹۲ | ۱۵ | اس پر کوئی اعتراض | کوئی اس پر اعتراض |
| " | " | باتوں کی طرف توجہ | باتوں کی طرف آپ کی توجہ |
| ۳۰۲ | ۱۱ | عود کر آئی | عود کر آئی اور [1] |
| | | | [1] بحوالہ صابر کلوروی صاحب کہ دستیاب عکس نامکمل تھا۔ |
| ۳۰۷ | ۸ | آخر تنگ آکر ان سے کہہ دیا | آخر تنگ آکر میں نے ان سے کہہ دیا |
| ۳۰۸ | ۶ | ۔۔۔۔ نیم شبی است | ۔۔۔۔ نیم شبی ست |
| " | ۷ | عیار بھی | عیار |
| " | ۹ | "ہمہ" | یہ |
| ۳۱۱ | ۵ | عنایت ازلی پردہ دارِ بےسببی ست | عنایت ازلی را بہانہ بےسببی ست |

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
| --- | --- | --- | --- |
| ۳۱۵ | ۱۳ | آگاہی تمہیں ملی ہے | آگاہی تمہیں ملی[1] ہے<br>[1] یہ اطلاع ملی کہ انکم ٹیکس کلکٹری کی دو ایک آسامیاں نکلنے والی ہیں۔ |
| " | ۱۴ | ڈارلنگ صاحب | ڈارلنگ[2] صاحب<br>[2] ان دنوں انکم ٹیکس کمشنر تھے اور اقبال کے دوست تھے۔ (مظلوم اقبال) |
| ۳۱۶ | ۳ | مسٹر مارٹن اور ولز صاحب | مسٹر مارٹن[1] اور ولز[2] صاحب<br>[1] ہنری مارٹن اسلامیہ کالج کے پرنسپل تھے<br>[2] پنجاب یونیورسٹی کے وائس چانسلر تھے۔ |
| ۳۱۷[1] | پہلی سطر[الف] | .... نام تھا | .... نام تھا۔ یہ مولانا اکبر شاہ نجیب آبادی کے بھانجے تھے اور شاگرد بھی۔ ان کی تصانیف (تاریخ مرہٹہ، اور (۲) لا الہ الا اللہ (توحید وبلاغت کے موضوع پر) جناب نورالحسن راشد صاحب کاندھلہ ضلع مظفر نگر (یو۔پی) کے پاس موجود ہیں۔ |
| ۳۱۷ | تیسری[2][الف] | .... میں اس طرح موجود ہے۔ | .... میں اس طرح موجود ہے۔ پوسٹ کارڈ پر ۱۲ جنوری ۱۹۲۲ء کی مہر ہے |
| ۳۱۷ | [2] | ترجمہ: اے مسلمانو!... ایک تہ (راز) ہے | ترجمہ: اے مسلمانو! میرے دل میں ایک ایسا کلمہ ہے جو جبریل کی جان سے بھی زیادہ منور ہے۔ اسے بت پرستوں سے پوشیدہ رکھتا ہوں کہ یہ ابراہیم خلیل اللہ کے اسرار میں سے ہے۔ |

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
| --- | --- | --- | --- |
| ۳۱۸ | ۱۸ | لکھنے کو ہی تھا | لکھنے ہی کو تھا |
| ۳۲۰ | ۱۱ | پیر نہیں گرامی پیر اقبال ہے | پر نہیں بلکہ گرامی پیر اقبال ہے |
| ؍؍ | ۱۲-۱۳ | آپ ابھی لاہور ہی ہیں ہیں | آپ ابھی لاہور ہی ہیں |
| ۳۲۶ | ۱۰ | انتظار تھا | انتظار رہا |
| ؍؍ | ۱۵ | مع اہل و عیال آگئے | مع آل و عیال آئیں گے |
| ۳۲۹ | ۴ | تلاش کر لیجیے | تلاش کیجیے |
| ؍؍ | ۵ | کہ گرامی | کہ آج گرامی |
| ۳۳۰ | ۱۰ | شہزادی دلیپ سنگھ صاحبہ بھی | شہزادی دلیپ سنگھ صاحبہ یعنی |
| ؍؍ | ۱۱ | خط مطلوبہ | خط معلومہ |
| ۳۳۱ | ۴ | اس خط کے جواب | اس خط کا جواب |
| ۳۳۳ | ۹ | شہزادہ صاحب بہادر | شہزادہ بہادر |
| ؍؍ | ۹ | ۲۵ تاریخ کو | ۲۵ کو |
| ۳۳۷ | ۴ | اسے لکھنے کی | اس کے لکھنے کی |
| ۳۳۸ | ۹ | امید ہے کہ | امید کہ |
| ۳۴۳ | ۳ | کسی سے | کہیں سے |
| ؍؍ | ۵ | ان میں سے ایک | ان میں ایک |
| ؍؍ | ۱۱ | آمدنی | ماندنی |
| ؍؍ | ۱۴ | ترجمہ کرانا | ترجمہ کرنا |
| ۳۵۱ | ۱۹ | اتحاد کا آخری شعر یوں ہے | اتحاد کا آخری شعر یوںؒ ہے |

لہ "اتحاد" کے عنوان سے اقبال نے جو شعر بھیجے تھے وہ یہ ہیں:

(اگلے صفحے پر)

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|---|---|---|---|
| | | | تو آیت تو جیل سے نازل ہوئی مجھ پر :- گیتا میں ہے قرآن تو قرآن میں گیتا |
| | | | کیا خوب ہوئی آشتی شیخ و برہمن :- اس جنگ میں آخر نہ وہ ہارا نہ یہ جیتا |
| | | | یہ کفر سے آزاد ، وہ اسلام سے آزاد :- مندر میں نہ بدری ہے نہ مسجد میں گھسیٹا |
| ۳۵۶ | ۶ | موخرالذکر نے اسے | موخرالذکر نے تو اسے |
| " | ۸ | آیت شریفہ | آیہ شریفہ |
| " | ۱۸ | جرمنی لٹریچر | جرمن لٹریچر |
| " | " | ڈالا ہے | کیا ہے |
| ۳۶۴ | ۲ | رموز اور اسرار | رموز و اسرار |
| " | ۳ | مزید غلطی | مزور غلطی |
| ۳۶۸ | ۱۳ | میں آپ کو خط لکھنے والا تھا | میں آپ کو لکھنے والا تھا |
| " | ۱۶ | صاحب کشف | اگر صاحب کشف |
| " | " | علمار کے | علمار کی |
| ۳۷۳ | ۱۱ | نقل کاغذ مہر کے لیے | نقل کاغذ مہر کے لیے ٹہ |
| | | | ٹہ یہ سب اقبال کی پہلی بیوی سے متعلق تھے۔ |
| " | ۱۸ | مولوی حسین صاحب | مولوی محمد حسین صاحب |
| ۳۸۲ | ۱۳ | ڈیکارٹ | دیکارت |
| ۳۸۲ | ۱۳ | ڈیکارٹ | دیکارت |
| ۳۸۳ | ۱۹ | مگر سردار کو اس سے عشق ہے | مگر سردارلہ کو اس سے عشق ہے |
| | | | لہ سردار بیگم والدہ جاوید اقبال |
| ۳۸۶ | ۸ | سردار ایم۔ بی۔ احمد کے نام | لہ سردار ایم۔ بی۔ احمد کے نام |
| | | | لہ سردار ایم۔ بی۔ احمد بمبئی میں انکم ٹیکس اینڈ اکسائز پروفٹس ٹیکس کنسل ٹینٹ |

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|---|---|---|---|
| | | | (INCOME TAX AND EXCISE PROFITS TAX CONSULTAINT) تھے |
| | | | (لیٹرز آف اقبال) |
| | | | نوٹ لہ کو نوٹ ٹہ کر دیا جائے۔ |
| ۳۵۲ | ۱۱ | مسلمان ایشیا | مسلمانان ایشیا |
| ۳۵۴ | ۴ | پاشا کے فتوحات | پاشا کی فتوحات |
| ۳۹۶ | ۱ | خدا نہ کرے | خدا نہ کرے کہ |
| ۳۵۸ | | (بقیہ حاشیہ) ...سن رہا ہوں | — × |
| ۴۰۱ | ۱۹ | خط ابھی ملا | خط ابھی ملا ہے |
| 〃 | 〃 | فکر میں تھا | فکر میں ہی تھا |
| 〃 | ۲۱ | اچھا ہوں نزلہ بدستور ہے | اچھا ہوں گو نزلہ بدستور ہے۔ |
| ۴۰۵ | ۲ | مولوی عبدالسلام | مولوی عبدالسلام[لہ] |

لہ مولوی عبدالسلام چشتی نظامی (متوفی ۱۹۶۶ / ۱۳۸۶ھ) میرٹھ کے رہنے والے تھے پر ساری عمر دلی میں گزار دی۔ وہ ایک متبحر عالم اور خدا رسیدہ بزرگ تھے۔ مفسر قرآن اور حافظ احادیث معتبرہ تھے۔ ان کو اردو فارسی عربی، سنسکرت اور ہندی پر پورا عبور حاصل تھا۔ متعدد علوم وفنون طب، حکمت، ریاضی، علم ہندسہ اور موسیقی میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔ شاعر بھی تھے۔ اقبال کے اشعار موقعہ بہ موقعہ پڑھا کرتے تھے۔ بقول ان کے حاضر باش اور عقیدت مند جناب مسلم احمد نظامی صاحب خلف ڈپٹی بشیرالدین مولوی صاحب موصوف فرمایا کرتے تھے کہ "میں اقبال کی شاعری کو ندائے غیبی سمجھتا ہوں۔"

اکابرین ان کے عقیدت مندوں میں تھے جن میں سرفہرست ڈاکٹر ذاکر حسین، مولانا حسین احمد مدنی، مولانا شبیر احمد عثمانی کے اسمائے گرامی ہیں۔

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|---|---|---|---|

مولوی عبدالسلام نے تصوف پر ایک رسالہ بھی لکھا تھا جو شائع ہوا تھا۔ اقبال نے مولوی صاحب کی جن دو کتابوں کا اوپر ذکر کیا ہے ان کا سراغ نہ ملا۔

مولوی عبدالسلام نے ایک سو پندرہ (۱۱۵) برس کی عمر پائی اور ۱۰ ربیع الاول ۱۳۸۶ھ مطابق ۳ جون ۱۹۶۶ء کو انتقال فرمایا۔

(بصد شکریہ: جناب مسلم احمد نظامی صاحب، دہلی)

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|---|---|---|---|
| ۴۲۹ | ۲ | امبالے | انبالہ |
| ۴۳۱ | ۱۰ | چند روز پہلے | پہلے |
| " | ۱۱ | آدمی بھجوادوں | آدمی (بھجوادوں) |
| ۴۳۹ | ۹ | حضور نظام | حضورؐ نظام |
| | | | لہ میر عثمان علی خاں، نظام دکن |
| ۴۴۳ | ۳ | تبدیلی نہ لائی گئی | تبدیلی نہ پیدا کی گئی |
| ۴۴۶ | | فٹ نوٹ کے نیچے (محمد عبداللہ قریشی) | درج کیا جائے |
| ۴۶۱ | ۹ | محمد دارال | محمد دارالی |
| " | ۱۲ | ندوے | ندوہ |
| ۴۶۳ | ۱۴ | ہارووٹیز | ہارووٹیز لہ |
| | | | لہ HAROVITZ |
| ۴۶۶ | ۴<br>۵ | — | (عکس، (انگریزی سے) |
| " | ۱۱ | فاصلہ | فاصلہ لہ |
| | | | لہ عکس سے ظاہر ہے کہ اقبال "فاصلہ" کی بجائے "فیصلہ" سہواً لکھ گئے ہیں۔ |

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|---|---|---|---|
| ۴۷۰ | ۲۱ | وجہ سے ہیں | وجہ سے ہی ہیں |
| ۴۷۴ | ۲ | گھر ہیں | والسلام گھر ہیں |
| 〃 | ۴ | والسلام | x |
| ۴۷۹ | ۲ | صحت کامل | صحت عاجل |
| 〃 | ۵ | اعتبار سے | اعتبار رہے، |
| ۴۸۱ | ۷ | رخصت ہوگئی مگر | رخصت ہوگئی ہے مگر |
| 〃 | ۱۱ | کیا آپ | کیا اب |
| ۴۸۷ | ۸ | سی سال | بیس سال |
| 〃 | ۱۱ | سوفرق اس قدر ہے | سوفرق صرف اس قدر ہے |
| ۴۹۱ | ۱۰ | ڈاکٹر ریوبین لیوی کے نام | ڈاکٹر ریوبن لیوی کے نام |
| ۴۹۳ | ۱۱ | زمخشری | زمخشری |
| 〃 | آخری سطر | مقیّد | مفید |
| ۴۹۴ | ۶ | نقطۂ نظر | نقطۂ خیال |
| 〃 | ۲۰ | وہ یہ سمجھتے ہیں | وہ یہ سمجھتے ہیں[۱]. |

[۱] معترض غالباً منظر علی تھے جن کا ذکر اس خط میں آیا ہے. منظر علی سوختہ کانگریس کے رکن اور آخری عمر میں وزارت کے عہدے پر بھی فائز رہے۔

(دانائے راز: ص ۲۲۱)

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|---|---|---|---|
| ۴۹۵ | ۵ | ماحول کے اثرات | حوالی اثرات |
| 〃 | ۱۸ | مجموعہ شائع کرنے کی فکر | مجموعہ[۱] شائع کرنے کی فکر |

[۱] مجموعہ سے مراد بانگ درا ہے جو ستمبر ۱۹۲۴ء

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|---|---|---|---|
| | | | میں اشاعت پذیر ہوا۔ |
| ۴۹۸ | ۱۰ | ... کے بعد ایک کاپی | ... کے بعد آپ کی ایک کاپی |
| ۵۰۸ | ۱۲ | خرید لی تھیں | خرید کر لی تھیں |
| " | ۱۳ | عربی و فارسی | عربی اور فارسی |
| ۵۳۰ | ۱ | مختار | مختار[1] |
| | | | [1] اقبال کا بھتیجہ شیخ مختار احمد |
| " | ۱۱ | ۱۳ر اگست ۲۴ء | ۱۳[1]ر اگست ۲۴ء |
| | | | [1] 'انوار اقبال' میں اس خط کی تاریخ تحریر ۱۳ر اگست ۱۹۲۲ء درج ہے جو غلط ہے (ڈاکٹر رحیم بخش شاہین) |
| ۵۳۲ | نوٹ[1] | پیام مشرق (۱۹۲۳) یا زبور عجم (۱۹۲۷ء) | زبور عجم (۱۹۲۷ء) |
| ۵۳۹ | ۲ | حکم ایسا بھی ہے | حکم ایسا ہے بھی |
| ۵۴۰ | ۱۵ | خط وکتابت | خط کتابت |
| ۵۴۵ | ۲ | شیخ صاحب | شیخ صاحب[1] |
| ۵۴۴ | ۰ | | [1] شیخ رحیم بخش (منظوم اقبال) |
| ۵۴۴ | ۴ | سمجھتا ہو | سمجھتا ہوں |
| ۵۴۷ | ۹ | کے پرنسپل | کے وایس پرنسپل |
| | ۱۴ | تذکرہ | تذکرہ[1] |

[1] تذکرہ علامہ مشرقی کی کتاب کا نام ہے۔ اس پر ریویو اقبال کے مخلص دوست اور معتقد چودھری محمد حسین نے لکھا تھا۔ اور یہ روزنامہ 'زمیندار'، لاہور میں درج ذیل اشاعتوں میں چار قسطوں میں شائع ہوا

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|---|---|---|---|
| | | | تھا: |
| | | | ۳۱ر اگست ۱۹۲۴ء |
| | | | یکم ستمبر ۱۹۲۴ء |
| | | | ۳ر ستمبر ۱۹۲۴ء |
| | | | ۵ر ستمبر ۱۹۲۴ء |

بعد کو مولانا بہار الحق قاسمی مدیر جریدہ رضیا الاسلام، امرتسر نے 'تبصرہ بر تذکرہ' کے نام سے آفتاب برقی پریس امرتسر سے کتابی شکل میں شائع کیا تھا۔ اس کا تیسرا ایڈیشن شوال ۱۳۵۸ھ مطابق نومبر ۱۹۳۹ء میں نکلا تھا۔

(بصد شکریہ: ڈاکٹر مختار الدین احمد صاحب علی گڑھ)

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|---|---|---|---|
| ۵۴۷ | ۱۵ | کی سٹایل | کے سٹایل |
| ۵۵۲ | ۸ | مسایل | سایل |
| ۵۵۶ | ۱ | لاہور | لدھیانہ |
| " | ۵ | مرحومہ | مرحومہ[1] |

[1] اقبال کی لدھیانہ والی بیوی مختار بیگم کا انتقال ۲۱ر اکتوبر ۱۹۲۴ء کو ہوا۔

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|---|---|---|---|
| " | | زہرا اور عایشہ | زہرا اور عایشہ[2] |

[2] مرحومہ کی خالہ زاد بہنیں

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|---|---|---|---|
| ۵۶۰ | ۱ | ڈاکٹر حیدر | ڈاکٹر حیدر[3] |

[3] سیالکوٹ کے ایک با اثر سید خاندان کے فرد تھے۔ مولانا میر حسن سے بھی ان کی قرابت داری تھی۔ ملازمت سے سبکدوش

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
| --- | --- | --- | --- |
| | | | ہونے کے بعد اپنا مطب کرتے تھے۔ ان کے صاحبزادے سید بشیر احمد اقبال کے گہرے دوستوں میں تھے۔ (مظلوم اقبال) |
| ۵۶۶ | ۵ | افواہ یہاں سر محمد شفیع | افواہ میاں سر محمد شفیع |
| ۵۶۹ | ۷ | سٹورڈرڈ | سٹوڈرڈ |
| " | ۱۳ | برٹن اور فلبی (عرب)، گوبینو (فارس) | [1] برٹن اور فلبی[2] (عرب)، گوبینو[3] (فارس)<br>[1] BURTON<br>[2] PHILBY<br>[3] GOBINEUA |
| " | ۱۴ | ویمری | وامبری[4]<br>[4] VAMBERY |
| ۵۷۳ | ۱۸ | تمہارے خط | تمہارے دونوں خط |
| ۵۷۸ | ۱۱ | ان کا معاملہ | ان کا معاملہ[1]<br>[1] ان کا تنازعہ سیالکوٹ کے بعض افراد کے ساتھ تھا (مظلوم اقبال) |
| ۵۸۴ | آخری سطر | ہندوستان میں | ہندوستان رہیں، |
| ۵۹۷ | ۱۶ | ان معلومات | (ان) معلومات |
| " | ۱۷ | مدت ہوتی ہیں تے | مدت ہوتی ہے |
| ۶۰۱ | ۱۰ | کا سب سے بڑا | کا بھی سب سے بڑا |
| " | ۱۲ | امروز فردا | امروز و فردا |
| ۶۱۶ | ۲ | گفتند و دلآزار ... | گفتند و دل آزاد ... |
| " | ۹ | ..... موزوں ہوں | ..... موزوں ہو |

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
| --- | --- | --- | --- |
| ۶۱۸ | ۳ | آپ کے مساعی | آپ کی مساعی |
| " | ۴ | کرلی ہے | کرلی |
| ۶۱۹ | ۲ | میں نے | یعنی |
| ۶۲۳ | آخری سطر | ۲۶ ر جنوری ۲۶ ء | ۱۶ ر جنوری ۲۶ ء |
| ۶۲۸ | " | وہابیت | بابیت |
| ۶۳۷ | ۹ | قرار دیا جاتا ہے | قرار پاتا ہے |
| " | ۱۳ | کہ میرے دل میں | میرے دل میں |
| ۶۴۵ | ۱۰ | نوادر | نوادرات |
| ۶۴۸ | ۱۴ | نقلوں کے | مغلوں کے |
| ۶۵۰ | ۷ | نوادر | نوادرات |
| ۶۶۱ | ۱۶ | خط پہنچا | خط ہی پہنچا |
| ۶۶۳ | ۳ | تو عنایت ہو | تو عین عنایت ہو |
| ۶۶۷ | آخری سطر | — | (انگریزی سے) |
| ۶۶۹ | ۲ | ۲۰ ر اپریل ۲۷ ء | ۲۰ ر اپریل ۲۷ ء<br>نوٹ [1] حذف کرکے یہ نوٹ درج کیا جائے:<br>خط کے عکس سے معلوم ہوتا ہے کہ خط کی پشت پر ڈاکخانہ کی مہر ۲۰ ر اپریل ۲۷ء صاف پڑھی جاتی ہے۔ |
| ۶۷۰ | ۱۵ | نوادر | نوادرات |
| ۶۷۰ | ۱۶ | ایڈیٹر 'انقلاب' کے نام[1] | ایڈیٹر 'زمیندار'[1] کے نام[2]<br>[1] بحوالہ اقبال اور ظفر علی خاں<br>[2] فٹ نوٹ [1] کا نمبر [2] کردیا جائے۔ |
| ۶۷۲ | ۱ | ایڈیٹر انقلاب کے نام' | ایڈیٹر 'زمیندار' کے نام [1]<br>[1] بحوالہ اقبال اور ظفر علی خاں |
| ۶۷۶ | ۱۸ | نوادر | نوادرات |
| ۶۷۷ | | اقبال — جہانِ دیگر میں اس خط کی تاریخ ۲۵ ر جولائی ۲۷ ۱۹ ء ہے جو غلط ہے۔ یہ خط اصل میں ۲۵ ر جولائی ۲۷ ۱۹ ء کو لکھا گیا کہ ۲۶ ر جولائی ۲۷ ۱۹ ء کو صوبائی مسلم لیگ کا جلسہ عام زیر صدارت ملک برکت علی | |

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|---|---|---|---|
| | | | موچی دروازے کے باغ میں منعقد ہوا جس کا ذکر اس مکتوب میں ہے۔<br>جلسہ میں غلام رسول خاں بیرسٹر نے اقبال کے بیان کا اردو ترجمہ پڑھ کر سنایا۔<br>جولائی ۱۹۳۷ء میں فلسطین کے متعلق حکومت برطانیہ کی مقرر کردہ رایل کمیشن کی رپورٹ شایع ہوئی جس میں تقسیم فلسطین کی تجویز پیش کی گئی تھی۔ اقبال اس تجویز سے بیحد مضطرب تھے۔ (زندہ رود جلد سوم ص ۶۱۳-۶۱۴) |
| ۶۷۷ | | | اب یہ خط یہاں سے حذف کیا جاتا ہے اور جلد چہارم میں شامل ہے۔ |
| | بیگم گرامی کے نام | | مندرجہ ذیل نوٹ ۱ کا اضافہ کیا جائے:<br>۱ بیگم گرامی ہوشیارپور کے شیخ قمرالدین کی بیٹی تھیں۔ اصل نام نوراں بھری تھا۔ بعد میں اقبال بیگم کہلائیں۔ شاعر کی صحبت میں رہ کر شاعرہ ہو گئی تھیں اور ترک تخلص کرتی تھیں۔ گرامی کی وفات پر انھوں نے ایک مرثیہ لکھا جس کا مشہور شعر یہ ہے:<br>کہے کوئی انا الحق، ہم انا المحبوب کہتے ہیں :۔ سر اپنا، اپنا سودا، جان اپنی امتحاں اپنا<br>(خطوط اقبال بنام بیگم گرامی) |
| ۶۸۲ | ۱۴ | محمد علی کے نام | مولانا محمد علی کے نام |
| ۶۸۴ | آخری سطر | .... غیر مدون | ... غیر مطبوعہ |
| ۶۹۶ | ۷ | مولوی غلام حسین کے نام | مولوی غلام حسین ۱ کے نام<br>۱ مولوی غلام حسین ریاست بہاولپور میں ہوم منسٹر تھے۔ |
| 〃 | ۱۳ | شکر یہ عرض | شکر یہ بھی عرض |
| 〃 | ۱۴ | امید ہے | امید کہ |
| ۷۰۴ | ۶ | اسرار خودی اردو میں | اسرار خودی پہلے اردو میں |
| 〃 | ۸ | مطمئن نہیں ہوں | مطمئن نہیں ہوں والسلام |

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|---|---|---|---|
| ۷۰۴ | ۱۶ | امید ہے کہ | امید ہے |
| ″ | ۱۷ | ناخوش نہ ہوگے | ناخوش نہ ہوں گے۔ والسلام |
| ۷۰۷ | ۱ | × | شملہ (لاہور) |
| ″ | ″ | × | ۱۸ر ستمبر ۲۸ء |
| ″ | ۵ | بقرار کیا | بقرار رکھا |
| ″ | ۱۰ | محمد اقبال شملہ ۱۸ر ستمبر ۲۸ء | محمد اقبال |
| | آخری سطر | — | (عکس) |
| ۷۱۱ | ۶ | حیدرآباد بھارت | حیدرآباد دکن |
| ۷۱۲ | ۱۱ | حیدرآباد بھارت | حیدرآباد دکن |
| ۷۱۳ | اندراج نمبر ۹ | ابن حزم | محذوف |
| ۷۱۴ | ۲۵ | دلنوکولس پی، اینگینز | دلنوکولس پی، اگنایڈ نیر |
| ۷۱۸ | ۱۱۹ | مولوی عبدالسلام ندوی ۹۳۲ | — × — |
| ۷۱۸ | ۱۳۰ | عزیز یار جنگ | عزیز جنگ |
| ۷۲۱ | ۱۹۳ | ویمری (ہرمن)، | وامبری (ہرمن)، |
| | ۲۰۲ | حکیم یوسف حسین | حکیم یوسف حسن |
| ۷۴۲ - ۷۴۳ | | ابن حزم پر حاشیہ حذف کیا جاتا ہے | |
| ۷۷۱ | ۱ | نکولس انگینز | (نکولس، ایگنا ٹڈیز |
| ″ | ۲ | ″ | ″ |
| ″ | ۱۰ | ″ | ″ |
| ″ | ۱۳ | ″ | ″ |
| ″ | ۱۸ | ″ | ″ |

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
| --- | --- | --- | --- |
| ۷۸۹ | ۲ | ۱۸۸۱ء میں پیدا ہوا۔ | ۲۲ر نومبر ۱۸۸۱ کو پیدا ہوا۔ |
| 〃 | ۱۰ | انور پاشا نے ایک لڑائی میں ۱۹۲۲ء میں شہادت پائی | انور پاشا نے وسط ایشیا میں ترکوں کی جنگ آزادی میں ۶ر اگست ۱۹۲۲ء کو شہادت پائی۔ |
| ۸۱۸ | ۳ | جارج ششم | جارج پنجم |
| 〃 | ۶ | مجلس قانون ساز | کونسل آف سٹیٹس ( COUNCIL OF STATES |
| ۸۲۹ | ۱۔۲ | چغتائی (ڈاکٹر) محمد عبداللہ ولادت ۱۸۹۶) | چغتائی (ڈاکٹر) محمد عبداللہ (۱۸۹۶ - ۱۹۸۴) |
| 〃 | ۹ | اور اردو بازار میں اسٹیشنری کی دکان کھولی۔ | ✗ |
| 〃 | ۱۲ | — | ان کی وفات ۱۹ر دسمبر ۱۹۸۴ کو ہوئی۔ |
| ۸۴۵ | ۱ | حسن الدین میر (ولادت ۱۹۰۲) | حسن الدین میر (۱۹۰۳ — ۱۹۵۵ء) |
| 〃 | ۲ | پھر ایل۔ایل۔بی | پھر ۱۹۲۵ء میں ایل۔ایل۔بی |
| 〃 | ۴ | جاری کیا | جاری کیا تھا جو ۱۹۵۰ء تک شایع ہوتا رہا۔ |
| 〃 | ۱۱ | ۱۹۲۷ء میں | ۱۹۲۸ء میں |
| 〃 | ۱۲-۱۳ | جو "فلسفۂ عجم" کے نام سے ۱۹۳۶ء میں کتابی شکل میں شایع ہوا | "جو فلسفۂ عجم" کے نام سے تصدق حسین تاج نے ۱۹۳۶ء میں کتابی شکل میں شایع کیا۔ |
| 〃 | ۱۳ | چھ ایڈیشن شایع ہوئے | ساتھ آٹھ ایڈیشن۔ ابتدائی چار ایڈیشن حیدر آباد دکن سے اور باقی کراچی سے۔ شائع ہوئے۔ |
| 〃 | ۱۵ | —— | دسمبر ۱۹۵۵ء میں ان کا انتقال ہوا۔ |

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
| --- | --- | --- | --- |
| ۸۴۵ | ۱۸ | — | ۲۔ رفیع الدین ہاشمی: خطوط اقبال<br>۳۔ پروفیسر اکبر حیدری کاشمیری، اردو اکادمی لکھنؤ مارچ — اپریل ۱۹۹۱ء |
| ۸۷۰ | | درج ذیل پیراگراف کا اضافہ کیا جائے:<br>ڈارلنگ پنجاب یونیورسٹی کا وایس چانسلر بھی رہا۔ اس ضمن میں اقبال کا مکتوب، محررہ ۲۵ر ستمبر ۱۹۲۷ء بنام خواجہ غلام السیدین جلد چہارم ملاحظہ ہو۔ | |
| ۹۱۶ | ۱۱ | امیل درکھیم | ایمیل دُرک ہایم |
| ۹۳۲ | | مولوی (مولانا) عبدالسلام ندوی<br>ان پر نوٹ حذف کیا جاتا ہے | |
| ۹۵۰ | ۱ | مرزا محمد ہادی عزیز لکھنوی | مرزا محمد ہادی عزیز لکھنوی بن مرزا محمد علی (صاحب نجوم السماء) مشہور شاعر تھے۔ |
| " | " | پیدا ہوئے | پیدا ہوئے آباو اجداد شیراز سے کشمیر اور پھر ہندوستان وارد ہوئے۔ |
| ۹۵۱ | ۸ | .... دیکھتا ہوں | ... دیکھتا ہُوں۔<br>لہ نادم سیتاپوری نے صدیق بک ڈپو لکھنؤ کی طرف سے گلکدہ کے ایک اشتہار مطبوعہ ہفت روزہ "الواعظ" لکھنؤ جلد ۱۱ (ص ۲۸) بابت ۱۶ر اگست ۱۹۳۲ء سے علامہ اقبال کی یہ تحریر اپنے مضمون "مطالعات" مطبوعہ ہفتہ وار "ہماری زبان" علی گڑھ میں نقل کی ہے۔ (رحیم بخش شاہین: اوراق گم گشتہ: ص ۹۔ |

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|---|---|---|---|
| ۶۵۲ | ۱ | (نواب، عزیز یار جنگ | (نواب، عزیز جنگ |
| ″ | ۱۲ | عزیز یار جنگ | عزیز جنگ |
| ۶۵۳ | ۱۰ | ۱۴ اکتوبر ۱۹۱۹ء کے خط | ۱۴ اکتوبر ۱۹۱۹ء کے خط بنام خان نیاز الدین خاں |
| ۹۸۸ | ۷ | بلومبیری BLOSMSBURY | بلومز بری ( BLOSMSBURY |
| ۹۸۹ | ۱۱ | مال تھیوز | مالتھس |
| ۹۹۰ | نوٹ ۲ | تھامس رابرٹ مال تھیوز | تھامس رابرٹ مالتھس |
| ۹۹۸ | ۹ | ٹوکول | توکوِل<br>ایلکس دا توکول<br>ALEXS DE TOCUEVILLE |
| ۱۰۲۴ | ۱۵ | نہیش پریس کلکتہ | بیٹپسٹ مشن پریس کلکتہ |
| ″ | ۱۶-۱۷ | ۲۔ تتمہ صوان الحکمتہ | ۲۔ تتمہ صوان الحکمتہ لعلی علی بن زید البیہقی مع حواشی و فہارس۔<br>(باقی کتابوں کے نمبر اسی کے مطابق از سرِ نو ترتیب دیے جائیں) |
| ۱۰۵۹ | ۱۴ | جون پور (اتر پردیش بھارت) | جون پور (اتر پردیش) |
| | آخری کے بعد | — | نظیر احمد ہاشمی بقول بشیر احمد ڈار (انوار اقبال) ڈاکٹر سید یا مین ہاشمی کے عزیز تھے جن کے نام اقبال کے خطوط ہیں۔ |
| ۱۰۶۳ | آخری سطر | روسیو اور والٹر | روسو اور والٹر |
| ۱۰۶۷ | ۱ | ویمبری | وامبری |
| ″ | ۳ | ہرمن ویمبری یا ہرمن وین برگر | ہرمن وائن برگر (WEINBERGER) وامبری |

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
| --- | --- | --- | --- |
| ۱۰۷۶ | ۴ | ویمبرگ | وامبرگ |
| ″ | ″ | ویمبری | وامبری |
| | ۱۰ | ہزل | ہرزل |
| | ۱۳ | ویمیری | وامبری |
| ۱۰۸۲ | ۲۰۷ | عنوان سے پیش کیا | عنوان سے ۱۹۳۲ء میں پیش کیا۔ |
| ۱۰۹۲ | ۱ | مرزا واجد حسین نام یاس یگانہ چنگیزی تخلص چنگیزی نسبت ہے | مرزا واجد حسین نام چنگیزی نسبت ہے |
| ″ | ۱۱ | یاس نے | یگانہ نے |
| ″ | ۱۳ | یاس کی شاعری | یگانہ کی شاعری |
| ۱۰۹۳ | ۴ | یاس کے | یگانہ کے |
| ۱۰۹۶ | ۱ | (حکیم) یوسف حسین | (حکیم) یوسف حسن |
| ″ | ۳ | اردو ادیب و طبیب لاہور میں پیدا ہوئے۔ | لاہور میں پیدا ہوئے۔ |
| ″ | ۴ | اور طبابت کو ذریعہ معاش بنایا | X |
| ″ | ۹ | ادبی وطبی | ادبی |
| ″ | ۱۰ | — | ان کی تاریخ وفات ۱۸ جنوری ۱۹۸۱ ہے |
| ″ | ۱۲ | — | ۲۔ پروفیسر مختار الدین احمد صاحب علی گڑھ |
| ۱۱۱۸ | ۵ | مجمع الفصحی | مجمع الفصحاؔ |

لہ مجمع الفصحا میں ایران کے بادشاہوں، شاہزادوں، امیروں کے سوا وسطی اور آخری دور کے سات سو (۷۰۰) سے زیادہ مشہور شاعروں کے حالات اور ان کے کلام کا انتخاب ہے۔ یہ رضا علی خاں ہدایت

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
| --- | --- | --- | --- |
| | | | طبرستانی (۱۲۱۸ - ۱۲۸۸ھ) کی تالیف ہے۔ |
| ۱۱۱۸ | | ۔جبین دانش | ۔جبین دانش[۲] |
| | | از از تنتش (R.L. STEVENZEN) (۲) ترجمہ رباعیات خیام اور (۳) "سرآمدان سخن" شامل ہیں۔ | [۲] جبین دانش (متوفی ۲۳ ربیع الاول ۱۳۶۲ھ) ایران کا ایک بلند پایہ شاعر تھا۔ اس کا مستقل قیام استانبول (ترکی) میں رہا۔ اس کی متعدد تصانیف ہیں۔ بیشتر ترکی میں ہیں۔ ان میں (۱) ترجمہ پانزدہ قصہ |
| ۱۱۱۸ | ۸ | (رمضان المبارک ۱۳۴۳ھ) | (رمضان المبارک ۱۳۴۳ھ)[۳] |
| | | | [۳] مطابق ۲۰ راپریل ۱۹۲۵ء |
| ″ | ۱۴ | ..... خدائی ..... | ..... نوائی[۴] ..... |
| | | | [۴] علی شیر نوائی |
| ۱۱۲۷ | ۱ | (دائیں طرف) آتش، خواجہ | آتش، خواجہ حیدر علی |
| ″ | ۳ | (بائیں طرف) آفندی | آفندی، عبدالقادر |
| ″ | ۸ | ( ″ ) ابراہیم | ابراہیم پیغمبر |
| ۱۱۳۱ | ۶ | ( ″ ) اتشوخی | القتوفی |
| ″ | ۱۴ | ( ″ ) الموافق | الموافق باللہ |
| ۱۱۳۴ | ۱۸ | ( ″ ) پیڑی ہرمٹ | پیٹر دی ہرمٹ |
| ۱۱۳۸ | ۱۷ | (دائیں طرف) حمیرا | حمیرا ام المومنین حضرت عائشہ |
| ″ | ۱۸ | (بائیں طرف) رومی، مولانا | رومی، مولانا جلال الدین |
| ۱۱۴۶ | ۲۱ | ( ″ ) اندراج عایشہ (حضرت) ۲۲۳، ۵۵۶، ۶۳۷ | (ام المومنین حضرت، عائشہ ۲۲۳، ۶۳۷، ۲۲۱۔ |

| صفحہ | سطر اندراج | غلط | صحیح |
| --- | --- | --- | --- |
| ۱۱۴۶ | ۲۲ (بائیں طرف) | — | عائشہ ۵۵۶ |
| ۱۱۴۷ | ۱۳ (〃) | عبدالسلام ندوی ۹۲۳؛۹۵ | عبدالسلام ندوی ۹۵۰ ۔ |
| ۱۱۵۱ | ۱ (〃) | فاخرالہ آبادی شیخ اکمل | فاخرالہ آبادی |
| ۱۱۵۲ | ۱۲ (〃) | قاچار محمد شاہ | قاچار محمد علی شاہ |
| ۱۱۵۴ | ۸ (دائیں طرف) | کریم ودن ۳۸۱ | کریم خان ۳۸۱ |
| ۱۱۵۵ | ۱۰ (بائیں طرف) | لائیڈن | لائڈ جارج |
| ۱۱۵۶ | ۹ (دائیں طرف) | مال تھیوز | مالتھس |
| 〃 | ۱۵ (〃) | مانگو جیمس فورڈ | مانٹیگو |
| ۱۱۵۷ | ۱۰ (بائیں طرف) | محمد ذوالنفس الترکیہ | محمد ذوالنفس الزکیہ |
| ۱۱۵۷ | ۱۱ (دائیں طرف) | محمد شفیع پروفیسر ۵۱۹، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۷۰۲، ۷۰۳، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴ ۔ | محمد شفیع سر ۳۹۸، ۳۹۹، ۵۶۶، ۵۷۶، ۶۴۵، ۶۷۰ ۔ |
| ۱۱۶۳ | ۱۵ (دائیں طرف) | ولد/نواب عزیز یار جنگ ، | والد نواب عزیز جنگ ، |
| ۱۱۶۴ | ۱۰ (〃) | ہرمن ڈیمبری | x |
| 〃 | ۱۱ (〃) | ہرمن وین برگر | x |
| 〃 | ۱۶ (بائیں طرف) | یاس عظیم آبادی | یاس عظیم آبادی یگانہ چنگیزی |

مندرجہ ذیل صفحات پر درج خطوط کا ماخذ حسب ذیل لکھ دیا جائے ۔

| صفحہ | ماخذ |
| --- | --- |
| ۵۱ | خطوط اقبال |
| ۲۴۲ | مظلوم اقبال |
| ۳۶۸ | اقبال نامہ |

| صفحہ | ماخذ |
| --- | --- |
| ۳۷۱ | مظلوم اقبال |
| ۴۴۸ | انوار اقبال |
| ۴۷۹ | اقبال نامہ |
| ۵۲۰ | انوار اقبال |
| ۵۴۵ | مظلوم اقبال |
| ۵۶۷ | اقبال نامہ |
| ۵۸۰ | اقبال نامہ |
| ۵۸۷ | اقبال نامہ |
| ۶۱۶ | انوار اقبال |
| ۶۶۰ | معاصرین اقبال کی نظر میں |

مندرجہ ذیل صفحات پر درج خطوط کے آخر میں (غیر مدون) لکھ دیا جائے اور فہرست مکاتیب میں بھی تصحیح کر لی جائے :

| | |
| --- | --- |
| ۱ | ۱۶۹ |
| ۲ | ۲۰۲ |
| ۳ | ۲۳۹ |
| ۴ | ۲۸۱ |
| ۵ | ۵۲۳ |
| ۶ | ۵۲۴ |
| ۷ | ۵۳۰ |
| ۸ | ۱۱۷۸ |
| ۹ | ۶۰۹ |
| ۱۰ | ۶۲۲ |

| | |
|---|---|
| ۱۱ | ۶۵۲ |
| ۱۲ | ۶۹۶ |
| ۱۳ | ۶۹۹ |
| ۱۴ | ۷۱۲ |
| ۱۵ | ۷۱۳ |

مندرجہ ذیل خطوط کے آخر میں (غیر مطبوعہ) درج کر لیا جائے اور فہرست مکاتیب میں بھی تصحیح کر لی جائے :

| | |
|---|---|
| ۱ | ۱۵۱ |
| ۲ | ۴۴۱ |
| ۳ | ۴۴۳ |
| ۴ | ۵۶۲ |
| ۵ | ۶۴۵ |
| ۶ | ۶۸۲ |

# تصحیح نامہ، جلد سوم

| اندراج نمبر | صفحہ | غلط | صحیح |
| --- | --- | --- | --- |
| ۳۰ | ۵ | مولانا غلام مرشد | مولانا غلام مرشد وغیرہ |
| ۴۰ | ۷ | راغب احسن ۶ر فروری ۱۹۳۰ | محذوف |
| ۴۱ | 〃 | راغب احسن ۱۲ر فروری ۱۹۳۰ | 〃 |
| ۴۴ | 〃 | حسن لطیفی مارچ ۱۹۳۰ء | 〃 |
| ۵۵ | 〃 | محمد عبداللہ چغتائی ۵ر جون ۱۹۳۰ | 〃 |
| ۶۱ | 〃 | راغب احسن ۶ر جولائی ۱۹۳۰ | 〃 |
| ۶۲ | ۸ | لیڈ آرنلڈ | لیڈی آرنلڈ |
| ۶۳ | 〃 | بیگم گرامی | گمنام |
| ۶۴ | 〃 | سید محمد حنیف ..... غیر مطبوعہ | سید محمد حنیف ...... غیر مدون |
| ۱۰۹ | ۱۰ | سر فضل حسین .... انگریزی | سر فضل حسین .... انگریزی / غیر مدون |
| ۱۵۴ | ۱۲ | پنڈت شیو نراین شمیم غیر مدون | پنڈت شیو نراین شمیم غیر مطبوعہ |
| ۱۹۸ | ۱۳ | ؟ ــــ | حسن لطیفی |
| ۲۳۸ | ۱۵ | سر راس مسعود... غیر مدون | سر راس مسعود ... غیر مطبوعہ |
| ۲۴۴ | 〃 | 〃 〃 〃 | 〃 .... 〃 |
| ۲۴۵ | 〃 | 〃 〃 〃 | 〃 ..... 〃 |

| اندراج نمبر | صفحہ | غلط | صحیح |
|---|---|---|---|
| ۳۷۱ | ۲۱ | سید عبدالواحد منعمی | سید عبدالواحد — معینی |
| ۳۹۷ | ۲۲ | خواجہ غلام السیدین . غیر مدون | خواجہ غلام السیدین ... غیر مطبوعہ |
| ۳۹۹ | 〃 | 〃 〃 〃 | 〃 ....... 〃 |
| ۴۰۴ | 〃 | رجسٹرار علی گڑھ مسلم یونیورسٹی .. غیر مدون | رجسٹرار علی گڑھ مسلم یونیورسٹی ... غیر مطبوعہ |
| ۴۱۱ | ۲۳ | لیڈی امام ... غیر مدون | لیڈی انیس امام .... غیر مطبوعہ |
| | ضمیمہ | ضمیمہ ۱۰۵۷ | ضمیمہ ۱۰۵۷ |
| | — | — | میر سراج الدین کے نام ۱۹۳۰ کے آخر میں ۱۰۵۹ — |

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|---|---|---|---|
| ۲۷ | ۱۴ | ..... چار سو چھ (۴۰۶) ... | ... چار سو سات (۴۰۷) |
| ۲۸ | ۶ | .... (چودہ (۱۴) .... | ... پندرہ (۱۵) |
| 〃 | ۷ | ... چھ (۶) | ... پانچ (۵) |
| 〃 | ۹ | ۲۵ اکتوبر ۱۹۲۹ | x |
| 〃 | ۲۰ | .... ضیاالدین برنی .... | ...سر ضیاالدین .... |
| ۳۰ | ۶ | .... ایک سو اسی (۱۸۰)<br>... سو (۱۰۰) | .... ایک سو ستاسی (۱۸۷)<br>... اٹھانوے (۹۸) |

مکاتیب

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|---|---|---|---|
| ۵۷ | ۱۶ | (انگریزی سے) — | انگریزی سے) (عکس) |
| ۶۱ | ۱۰ | تسلیم کے سوا کوئی | تسلیم کے سوا اور کوئی |
| ۶۳ | ۳ | فی الحال اشعار سے | فی الحال اصلاحِ اشعار سے |
| ۶۷ | ۳ | کتاب چھپنے ہیں | کتاب کے چھپنے ہیں |
| 〃 | ۴ | مجیب صاحب سے | مجیب سے |
| ۷۲ | ۱۱ | بلٹی میرے نام | بلٹی یا میرے نام |

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|---|---|---|---|
| ۷۲ | ۱۱ | میرا ارادہ | میرا تو ارادہ |
| " | ۱۲ | افسوس ہے | افسوس کہ |
| ۷۸ | ۱۵ | باقی کتاب کی طباعت | باقی کتب کی طباعت |
| ۸۲ | | وشعائرالدین امر طاہر تیخقص .. | وشعار الدین امر ظاہر یختص بہ ۔ ۔ ۔ |
| ۹۲ | ۹ | بہ فی سائرالادیان | عن سائرالادیان |
| ۹۷ | ۶ | لاہور دسمبر ۲۹ء | لاہور ۷ له دسمبر ۲۹ |
| " | " | فقط | والسلام |
| | | | له ملاحظہ ہو: پروفیسر مختارالدین احمد: "اقبال کے چند قدیم رقعات" رسالہ "ماہ نو" استقلال نمبر اگست ۱۹۹۳ء (موَلف) راغب احسن کے نام خط اس جلد سے خارج کیا جاتا ہے اور جلد چہارم میں شامل کیا جاتا ہے کہ اس کا سن تحریر ۱۹۳۵ء متعین ہوا ہے۔ |
| ۱۰۲ | | مکتوب ۱۲ فروری ۱۹۲۰ بھی اس جلد سے خارج کرکے جلد چہارم میں شامل کیا جاتا ہے کہ اس کا سن تحریر بھی ۱۹۳۵ء متعین ہوا ہے ۔ | |
| ۱۰۳ | ۴ | قابل تشویش | قابل افسوس |
| ۱۰۴ | ۲ | گولڈزی | گولڈزی له |
| | | | له گولڈزی پر نوٹ کلیات کی جلد اوّل (اشاعت دوم) کے ص ۱۲۲۳ - ۱۲۲۴ پر ملاحظہ کیجیے۔ (موَلف) |
| ۱۰۴ | ۱۷ | لاہور | لاہور ٹه |
| | | | ٹه نوٹ اگلے صفحہ پر ملاحظہ کیجیے۔ |

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
| --- | --- | --- | --- |
| ۱۰۵ | | حسن لطیفی مارچ ۱۹۳۰ء | یہ خط مارچ ۱۹۳۵ء میں لکھا گیا اس لیے یہاں سے محذوف کرکے جلد چہارم میں شامل کیا گیا۔ |
| ۱۰۶ | ۱۱ | نقوش دسمبر ۱۹۸۴ء | (نقوش دسمبر ۱۹۸۶ء) |
| ۱۲۱ | | محمد عبداللہ چغتائی کے نام خط اس جلد سے محذوف کیا جاتا ہے اور جلد چہارم میں شامل ہے کہ اس کی تاریخ تحریر اب لفافہ پر ڈاکخانہ کی مہر سے ۵ رجون ۱۹۳۵ء متعین ہوتی ہے۔ (ماہنامہ 'سیارہ' لاہور جنوری ۱۹۹۱ء) | |
| ۱۲۹ | | راغب احسن کے نام مکتوب اس جلد سے حذف کرکے جلد چہارم میں شامل کیا گیا ہے کہ اس کا سن تحریر اب ۱۹۳۵ء ٹھہرا ہے۔ | |
| ۱۳۷ | نوٹ کے آخر میں | ۔۔۔(ص ۱۴۱۴) لکھا ہے (مولف) | ۔۔۔(ص ۱۴۱۴) لکھا ہے۔ ان کا پورا نام ڈاکٹر خواجہ ایف۔ ایم شجاع منعمی ناموس تھا اور یہی ان کے نام ہر مکتوب اقبال میں درج کیا جائے۔ (مولف) |
| ۱۴۵ | ۱۹ | (روح مکاتیب اقبال) | (مکتوبات اقبال) |
| ۱۵۰ | ۲۱ | آپ کے عزیز سے | آپ کے عزیز سے یا آپ سے |
| ۱۵۸ | ۳ | PROLEGOMENA | PROLOGNE |
| ۱۶۷ | ۱۵ | شرط انصاف ہے | شرط انصاف نہیں |
| ۱۸۰ | ۱ | PERNASINENESS | PERVASIVENESS |
| ؍؍ | ۱۱ | عالم مادی بھی | کیونکہ عالم مادی ہیں |
| ؍؍ | ۸ | آیت مذکورہ میں | آیت مذکورہ پر |
| ؍؍ | ۱۰ | میرے خیال | میرے خیال میں |

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|---|---|---|---|
| ۱۸۳ | ۱۰ | ابن حزم | ابن حزمؒ |
| | | | لہ ابنِ حزم (۳۸۴ھ/۹۹۴ء-۴۵۶ھ/۱۰۶۴ء) پر حاشیہ کلیات کی جلد دوم میں ص ۴۲۷-۴۳۷ پر ملاحظہ کیجئے۔ |
| // | ۱۲ | کردہ تاویل حرف بکر رالہ | کردہ تاویل حرف بکر رالے |
| | | لہ ترجمہ .... | ٹہ ترجمہ ... |
| ۱۸۴ | ۵ | اصطلاحات کا فکر | اصطلاحات کی فکر |
| // | ۱۴ | آپ کا خط | آپ (کا) خط |
| ۱۸۵ | ۱ | شاید ترجمہ آپ نے | شاید آپ نے ترجمہ |
| // | ۲ | ENLANGEN YOUR BOOK IS ONE OF THE MOST | ERLANGEN YOUR BOOK IS ONE OF THE MOST IMPORTANT PHENOMENA OF MODERN TIMES |
| // | ۳ | IMPORTANT PHENOMENA | |
| // | ۱۵ | KULTUR DER ARABER | X |
| // | ۱۶ | ............ | KULTURE ARABER |
| ۱۹۴ | ۴ | .... کی صبح کو | ... کی صبح |
| ۱۹۷ | ۷ | ایرانڈیا | اپرانڈیا |
| ۲۰۰ | ۱۳ | ڈیر نیازی صاحب السلام علیکم | لاہور ۷ مئی ۱۹۳۱ء ڈیر نیازی صاحب۔ |
| ۲۰۴ | ۵ | دگفتار اقبال) | دلیٹرز آف اقبال) |

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|---|---|---|---|
| ۲۰۸ | ۶ | ۲۰ر مئی ۳۱ء | ۲۵ر مئی ۳۱ء |
| " | ۱۳ | خط وکتابت | خط کتابت |
| ۲۱۲ | ۳ | آپ کا خط ابھی ملا ہے | آپ کا خط مع میثاق ابھی ملا ہے |
| " | ۷ | خبرو | خبر |
| " | ۱۴ | عجب ہے | عجب کہ |
| ۲۲۴ | ۵ | یہاں کشمیر کے معاملات | یہاں سے کشمیر کے معاملات |
| ۲۲۷ | ۳ | آخری ہفتوں سے باہر جاؤں گا | آخیر میں ہندوستان سے باہر جاؤں گا |
| " | ۱۱ | حاصل کریں گے | حاصل کرسکیں |
| ۲۳۱ | ۵ | EGO کی زندگی | کملاء کی زندگی |
| " | ۱۴ | CHARACTER کی تعین | CHARACTER کی تعین |
| | | ANIMAL LIFE اور PLANT LIFE | PLANT LIFE اور ANIMAL LIFE |
| " | ۱۶ | ان کے متعلق بصیرت ایمان | ان کا تعلق اور ان کے متعلق بصیرت وایمان |
| ۲۳۵ | ۱ | امید ہے کہ سٹیشن پر | امید کہ سٹیشن پر |
| ۲۴۶ | ۴ | ارسالی | مارسالی |
| " | ۹ | ڈاکٹر تھامسن | ڈاکٹر ای۔ تھامسن |
| " | ۱۲ | ارسالی | مارسالی |
| ۲۵۹ | ۸ | "گلکندہ" | "گلکدہ" |
| ۲۷۸ | ۵ | غیر مدون | غیر مطبوعہ |
| " | ۱۱ | ...ایڈیشن کی دو دو کاپیاں | ایڈیشن کی اور دو دو کاپیاں |
| " | ۱۳ | جرمنی | جرمن |
| ۲۸۰ | ۹ | "یورپ میں دکنی مخطوطات" | "یورپ میں دکھنی مخطوطات" |
| " | ۱۳ | کتب کے | کتابوں کے |

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|---|---|---|---|
| ۲۸۶ | ۲۰ | × | (خطوط اقبال) |
| ۲۹۰ | ۳ | صلح کے خاطر | صلح کی خاطر |
| ″ | ۹ | مسٹر پنڈت للت | مسٹر للت |
| ۲۹۸ | ۸ | جب کوئی قطعی فیصلہ | جب قطعی فیصلہ |
| ۲۹۹ | ۴ | اس لیے کہ | افسوس کہ |
| ″ | ۱۰ | اسلام کی خدمت | اسلام کی یہ خدمت |
| ۳۰۰ | ۹ | عبدالحمید سندھی) | عبدالمجید سندھی |
| ۳۰۳ | ۱۰ | "پیام مشرق" اور "زبور عجم" | "پیام مشرق" بھی "زبور عجم" کی طرح |
| ″ | ″ | ان کی فارسی | اس کی فارسی |
| ۳۰۴ | ۸ | — | (انوار اقبال) |
| ۳۰۹ | ۱۱ | (عکس) | (عکس) غیر مدون |
| ۳۱۹ | آخری سطر | پیرس ہیں | پیرس ہیں[۳] |
| | | .... برگساں[۴] | برگساں[۴] |
| | نوٹ | PARADA | ۱؎ PARADA |
| | | LOUVRE | ۲؎ LOUVRE |
| | | | ۳؎ اس پیراگراف کا انگریزی متن "لیٹرز آف اقبال" (ص ۱۸۲) پر شائع ہو چکا تھا۔ |
| | | — | ۴؎ BERGSON |
| ۳۲۰ | ۱۲ | .... (آیا)[۱] | .... (آیا)[۲] |
| | نوٹ | — | ۱؎ BERKLEY |
| | | — | ۲؎ لفظ آیا.... |

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|---|---|---|---|
| ۳۲۴ | ۱۸ | بے شمار غلطیوں | متعدد غلطیوں |
| ۳۲۷ | ۶ | لاہور ۱۶ ؍ مارچ ۱۹۳۳ء | لاہور ۶ ؍ مارچ ۱۹۳۲ء |
| ۳۲۹ | ۴ | کروں گا | کرنا پسند کروں گا |
| ؍؍ | ۱۰ | فلاسفروں | فلاسفر |
| ؍؍ | ۱۳ | SPACE | SPAIN |
| ۳۳۳ | ۱۰ | طارق سے متعلق | سیویا (SEVILLE) سے متعلق |
| ۳۳۴ | ۱۳ | ڈیر نیازی صاحب | ڈیر نیازی |
| ؍؍ | ۲۰ | ... راضی برضائے الٰہی ہے | راضی برضائے الٰہی رہے۔ |
| ۳۳۶ | ۴ | سید ذاکر حسین .... | ... سید ذاکر حسینؒ .... <br> لہ علامہ سہواً 'سید' لکھ گئے ہیں۔ |
| ۳۴۱ | ۱ | .... کے نامؒ <br> فٹ نوٹ لہ | حسن لطیفی کے نام <br> لہ فٹ نوٹ حذف کر دیا جائے۔ |
| ؍؍ | ۱۶ | — | (عکس) |
| ؍؍ | ۱۸ | ڈیر صوفی صاحب السلام علیکم | ڈیر صوفی صاحبؒ السلام علیکم <br> نوٹ ۲ کو نوٹ لہ پڑھا جائے۔ |
| ۳۴۶ | ۱۳ | اسلامی معاشات | اسلامی معاشیات |
| | ۱۴ | انداز فکر بھی یہی تھا | انداز فکر بھی یہی ہے |
| ۳۴۹ | ۴ | آپ کے میموریل کے بارے میں مجھے کوئی اطلاع نہیں۔ | آپ کے میموریل کے بارے میں مجھے ابھی تک کوئی اطلاع نہیں۔ |
| ؍؍ | ۵ | آپ کو صحیح حالات معلوم نہیں | مجھے گمان ہے کہ آپ کو صحیح حالات معلوم نہیں۔ |
| ؍؍ | ۶ | وہ وسط اکتوبر تک | وہ کم از کم وسط اکتوبر تک |

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|---|---|---|---|
| ۳۵۱ | ۹ | ۔۔۔انگلستان نہ (جا) سکتے۔۔ | ۔۔۔۔انگلستان نہ جا سکتے۔۔ |
| ۳۵۶ | ۶ | توصیفی کمالات | توصیفی کلمات |
| ۳۵۷ | ۴ | صدا فتخار | باعث صدا فتخار |
| ۳۶۰ | ۳ | فقط | والسلام |
| ۳۶۲ | ۵ | خط کے جواب | خط کا جواب |
| ۳۶۴ | نوٹ کا دوسرا جملہ | ۔۔۔۔تفصیل کے لیے۔۔۔ملاحظہ ہو | X |
| ۳۶۷ | ۱۷ | ابن عربی کے فتوحات | ابن عربی کی فتوحات |
| ۳۶۸ | ۹ | امید کہ مزاج | امید کہ جناب کا مزاج |
| ۳۶۹ | ۱۲ | عراق کا ایک رسالہ | عراقی کا ایک رسالہ |
| ۳۷۳ | ۸ | جوہر الفرد | جواہر الفرد |
| ۳۷۸ | ۱۱ | پنجاب کے۔۔۔۔ | پنجاب کی آئندہ نسل |
| ۳۷۸ | ۱۱ | اپنے تخلیات | اپنے تجلیات |
| ۳۸۵ | آخری سطر کے بعد | — | ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ کا انتقال ۱۲ار فروری ۱۹۳۶ء کو ہوا۔ (مولف) |
| ۳۸۹ | ۱۵ | منعطف کراؤں | ۔۔۔منعطف کروں |
| ۳۹۱ | ۹ | اور مجھے ان کا پہلے علم ہوتا | اور اگر مجھے ان کا پہلے علم ہوتا |
| ″ | ۱۲ | لیکن میں نے انکار۔۔۔ | مگر میں نے انکار۔۔۔۔ |
| ۳۹۲ | ۶ | ایک اصلاحی ریاست | ایک اسلامی ریاست |
| ″ | ۱۰ | عامتہ المسلمین | عامہ مسلمین |
| ″ | ۱۱-۱۲ | ۔۔۔۔مسلمانوں سے | ۔۔۔مسلمانوں سے بھی |
| ″ | ۱۲ | شفیع داؤدی | شفیع داؤدی صاحب |

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
| --- | --- | --- | --- |
| ۳۹۲ | ۱۸ | فقط | والسلام |
| ۳۹۳ | ۴ | آپ کو خط | آپ کو ایک خط |
| ۳۹۴ | ۴-۵ | تردید کردی | تردید کروں |
| ؍؍ | ۱۱ | فقط | والسلام |
| ؍؍ | ۲۱ | مولوی سید برکات احمد صاحب | مولوی سید برکات احمد |
| ۳۹۹ | ۹ | (غیر مدون) | (غیر مطبوعہ) |
| ۴۰۰ | ۴ | انجمن حمایت الاسلام | انجمن حمایت اسلام |
| ۴۰۴ | ۱۳ | پاسپورٹ حاصل ہوتے ہیں سہولت ہو۔ | پاسپورٹ حاصل سہولت ہو (کذا) |
| ۴۰۹ | ۲۰-۲۱ | لکھ دیا ہے | لکھ دیا |
| ؍؍ | ۲۱ | جلد مل جائے، مجھے امید ہے کہ جلد مل جائے گا۔ | جلد مل جائیں مجھے امید ہے کہ جلد مل جائیں گے۔ |
| ۴۱۳ | ۱۰ | کابل روانہ ہوں | کابل کو روانہ ہوں |
| ؍؍ | ۱۱ | شام کو لاہور | شام کو یہاں |
| ؍؍ | ۱۲ | صبح کے میل ٹرین | صبح کی میل ٹرین |
| ؍؍ | ۱۹ | سید سلیمان ندوی کے نام | مولانا سید سلیمان ندوی کے نام |
| ۴۱۹ | ۴ | ۲۴ میں جاؤں گا یا ۲۵ میں | ۲۴ میں جاؤں گا یا ۲۵ میں |
| ۴۲۱ | ۹ | صدیق اور فاروق | صدیق رض و فاروق رض |
| ؍؍ | ۱۶ | نوجوانوں میں | نوجوانوں (میں) |
| ؍؍ | ۱۷ | فقط | والسلام |
| ۴۲۳ | ۱۲ | ابن عربی | ابن العربی |
| ؍؍ | ۱۵ | شہادت کا قلق | شہادت سے قلق |

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|---|---|---|---|
| ۴۲۲ | ۱۶ | امن وامان | امن امان |
| ۴۳۱ | ۱ | بیان شائع ہوا | یہاں شائع ہوا |
| ″ | ۳ | اسلام کی روشنی میں | اسلام کی تاریخ میں |
| ″ | ۷ | فقط | والسلام |
| ″ | ۱۷ | رامپور کتب خانہ سے | رامپور کے کتب خانہ سے |
| ۴۳۴ | ۱۲ | مکان پر بھی کچھ بحث | مکان پر بھی کہیں بحث |
| ″ | ۱۸ | جہاں تک ہو | جہاں تک ممکن ہو |
| ۴۳۷ | ۹ | جامعہ | جامعہ ملیہ |
| ۴۳۹ | ۶-۷ | ایسے مخطوطات کی مدد سے جن میں کم از کم بعض ابھی تک عدم پتہ ہیں کافی تفتیش و تحقیق کا طالب ہے | بعض ایسے مخطوطات پر اچھی خاصی تحقیق کا متقاضی ہے جن میں کم از کم بعض تو ابھی تک پردۂ خفا میں ہیں۔ |
| ″ | ۱۰ | موسم سرما کے | x |
| ″ | ۱۱ | موسم سرما | موسم گرما |
| ″ | ″ | مجھے | ازراہ کرم مجھے |
| ″ | ۱۴ | لیکچر | پبلک لیکچر |
| ۴۴۰ | ۴ | لیٹر | لیڈر |
| ″ | ۱۶ | فقط | والسلام |
| ″ | ۱۹ | فقط | والسلام |
| ۴۴۶ | ۱۴ | مخلص محمد اقبال | شکریہ کے ساتھ مخلص محمد اقبال |
| ۴۴۹ | ۱۰ | فرمایئے | فرمائیں |
| ۴۵۱ | ۱ | لکھ دیجیے | لکھ بھیجیے |
| ″ | ″ | فقط | والسلام |

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|---|---|---|---|
| ۴۵۱ | ۱ | فقط | والسلام |
| ۴۵۳ | ۸ | تکلیف کے لیے دوبارہ شکریہ عرض کرتا ہوں ۔ امید کہ آپ کا مزاج بخیر ہو گا | ✗ امید ہے کہ آپ بعافیت ہوں گے ۔ شکریہ کے ساتھ ۔ |
| ۴۵۵ | ۴ | نیز زمانہ حال کا | نیز کیا زمانہ حال کا |
| ۴۵۷ | نوٹ کے آخری جملہ کے بعد | ....۔ شائع ہوا ہے | ....۔ شائع ہوا ہے۔ لیکن اس خط کا تقریبًا تمام تر انگریزی متن "لیٹرز آف اقبال" (ص ۱۸۲ - ۱۸۳) میں چھپ چکا تھا۔ (مولف) |
| ۴۵۹ | ۱۱ | (عکس) | (عکس) (غیر مدون) |
| ۴۶۰ | ۱ | MOHTTO | MOTTO |
| 〃 | ۹ | سید سلیمان ندوی کے نام | مولانا سید سلیمان ندوی کے نام |
| ۴۶۲ | ۱۳ | خطوط بھی | خطوط مجھے بھی |
| ۴۶۶ | ۱۳ | دعوت پر | دعوت پر مقدمے کی پیروی کرنے |
| 〃 | ۱۴ | کانفرنس کے بعض لوگ | کانفرنس کے بعض لوگوں کی دعوت پر جو |
| اس صفحہ پر درج | | نوٹ حذف کر دیا جائے ۔ | |
| ۴۶۷ | ۱۰ | اجتماعات میں شمولیت | اجتماعات میں کبھی شمولیت |
| ۴۶۸ | ۹ | من راقم | راقم |
| ۴۷۰ | ۸ | فقط | والسلام |
| 〃 | ۱۲ | ڈاکٹر اینی | ڈاکٹر وہی |
| ۴۷۲ | ۱۲ | سنجیدہ غلطی | بڑی غلطی |
| 〃 | ۱۳ | نظریہ پاکستان | پاکستان اسکیم |

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|---|---|---|---|
| ۴۷۲ | ۱۳ | مگراب پاکستان | مگر پاکستان |
| 〃 | ۱۷ | کی مطابق | کے مطابق |
| 〃 | ۱۸ | نظریہ پاکستان | پاکستان اسکیم |
| ۴۷۳ | ۹ | اپنا خط | اپنے خط کا ڈرافٹ |
| 〃 | ۱۱ | اپنے خیالات | تفصیل میں اپنے خیالات |
| ۴۷۸ | ۹-۱۰ | تقاریر کے کلیدی نکات ۔ ۔ ۔ ۔ نہ رکھ سکا | ان تقاریر کے نوٹ بھی نہیں رکھے |
| ۴۷۹ | ۱۰ | آپ کے لایق | آپ کے لائق ہو |
| 〃 | ۱۹ | ملازمت | ملازم |
| ۴۸۰ | ۱ | فقط | والسلام |
| ۴۸۵ | ۱۶ | فقط | والسلام |
| ۴۸۶ | ۷ | مجموعہ نظم اردو | مجموعہ نظم اور |
| 〃 | ۹ | در پیش ہے | در پیش (رہے) |
| 〃 | ۱۰ | ان کی ٹرمز | ان کے ٹرمز |
| 〃 | ۱۳ | زیادہ ہوں | زیادہ ہوں گے |
| 〃 | ۱۵ | اور بھی اچھا ہے | اور بھی اچھا |
| ۴۸۹ | ۵ | خدمت میں | خدمت میں بھی |
| 〃 | ۶ | عرض کردیں | عرض کریں |
| 〃 | ۱۱ | —— | (غیر مدون) |
| ۴۹۱ | ۵ | ۔ ۔ ۔ ۔ کی اکس ریز (X-RAYS) فوٹو لیے گئے۔ | ۔ ۔ ۔ ۔ کے اکس ریز (X-RAYS) فوٹو لیے گئے ہیں۔ |
| 〃 | ۷ | متاثر ہوتی ہے | متاثر ہوئی ہے۔ |

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|---|---|---|---|
| ۴۹۱ | ۱۱ | ظاہر ہے | ظاہر (رہے) |
| " | " | پیچیدہ ہے | کسی قدر پیچیدہ ہے |
| " | ۱۲ | مشورہ کیے بغیر | مشورہ لیے بغیر |
| ۴۹۵ | ۶ | نتیجہ | تجزیہ |
| " | ۱۴ | عرض کردیجیے | عرض کردیں |
| ۴۹۷ | ۳ | مطلع کردیں | مطلع کریں |
| " | ۹ | یا کبھیر | یا کبھی |
| " | ۱۲ | عمل کروں گا | عمل ہوگا |
| " | ۱۶ | آیا استعمال | آیا اس کا استعمال |
| " | ۱۷ | امریکی | امریکن |
| " | ۲۳ | ایکس رے | ایکس ریز |
| ۵۰۲ | ۷ | کی سی | کی بہی |
| ۵۰۴ | ۹ | ایک روز | ایک روز کے لیے |
| ۵۰۶ | ۸ | وہاں قیام | وہاں چند روز قیام |
| " | ۱۱ | کھانی پڑتی ہے | کھانی ہوتی ہے |
| " | " | تھوڑے عرصہ بعد پھر | تھوڑے عرصہ بعد |
| " | ۲۰ | پرہیز کیا جائے | پرہیز کی جائے |
| ۵۰۸ | ۳ | اس سے جلد | اس سے بھی |
| ۵۱۰ | ۷ | ایسے احساس | ایسا احساس |
| " | ۸ | اندر منجمد | منجمد |
| " | ۹ | ان دنوں | ان چھ دنوں |
| " | ۹ | ایسا نہیں | ایسا نمایاں نہیں |

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|---|---|---|---|
| ۵۱۰ | ۱۰ | نوٹ | فوراً نوٹ |
| 〃 | ۱۴ | ریح | کسر ریح |
| 〃 | ۱۶ | دوچار روز کے بعد استعمال | دوچار روز کے استعمال |
| ۵۱۱ | ۲ | دن | روز |
| 〃 | ۱۹ | ضمیر | ضمیروں |
| 〃 | 〃 | اس سے پتہ | اس کا پتہ |
| 〃 | 〃 | کہ لوگ | لوگ |
| ۵۱۳ | ۱ | حکیم صاحب اوقات خاص ہیں | حکیم صاحب کی خدمت میں یہ بھی عرض کردیں کہ خاص اوقات ہیں۔ |
| 〃 | ۵ | عبدالماجد دریا بادی کے نام | مولانا عبدالماجد دریا بادی کے نام |
| ۵۱۴ | ۷ | مجموعی | عمومی |
| 〃 | ۱۷ | چوزہ | آج چوزہ |
| ۵۱۶ | ۴ | فرماتے تھے | فرماتے ہیں |
| 〃 | ۸ | آئندہ پروگرام | ہیں آیندہ پروگرام |
| 〃 | ۱۴ | .... آہے فغانے | .... آہ وفغانے |
| ۵۲۱ | نوٹ ۱ | میں پہلے فقرے کے بعد یہ درج کیا جائے۔ | کہ عباس علی خاں کی پیدائش کا سال ۱۹۱۴ء کے لگ بھگ ہے۔ |
| ۵۲۳ | ۱۹ | عرض کردیں | عرض کردیجیے |
| ۵۲۵ | ۳ | اطراف | طرف |
| 〃 | ۶ | پبلشرز | پبلشر |
| ۵۲۷ | ۴ | پہلے ہفتے سے | پہلے ہفتے کی |
| 〃 | ۵ | بلکہ ترقی معکوس ہیں | بلکہ کچھ ترقی معکوس ہی |

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
| --- | --- | --- | --- |
| ۵۲۷ | ۶ | جہاں تک | جہاں تک ہیں |
| " | ۱۱ | دریافت کریں | دریافت کرکے |
| " | ۱۲ | اطلاع دیں | مطلع کریں |
| " | ۱۴ | جواب بھی دیں | جواب بھی دیجیے |
| ۵۲۹ | ۴ | بیمار ہو گئے ہوں | بیمار نہ ہو گئے ہوں |
| " | " | کل سلامت اللہ شاہ صاحب | مگر سلامت اللہ شاہ صاحب |
| " | ۵ | حکیم صاحب | حکیم صاحب قبلہ |
| " | ۶ | کرنے کی تھیں | دریافت کرنے کی تھیں |
| " | ۷ | پہلے ہفتہ | اس ہفتہ |
| " | ۱۸ | اثر اچھا نہیں ہوتا | اثر اچھا نہیں پڑتا |
| ۵۳۱ | ۲۰ | اس کا بھی اہتمام ہو جائے | اس کا اہتمام بھی ہو جائے |
| ۵۳۴ | ۳ | رجسٹرڈ خط | رجسٹرڈ (خط) |
| " | ۵ | کل سے استعمال | کل سے دوا کا استعمال |
| " | ۱۷ | مل گیا ہے | آج مل گیا ہے |
| " | " | الحمدللہ خیریت ہے | الحمدللہ کہ خیریت ہے۔ |
| " | ۱۸ | امید ہے کہ فایدہ | امید ہے فایدہ |
| " | ۱۹ | صحت مجموعی | صحت عمومی |
| " | ۲۰ | چیزوں کے مفصل ہدایات | چیزوں کے متعلق حکیم صاحب سے مفصل ہدایات۔ |
| ۵۳۵ | ۲ | دوا ڈال دیں | دوا بھی ڈال دیں |
| " | ۷ | شکیب ارسلاں | امیر شکیب ارسلاں |
| " | ۹ | ہو سکا کون ہے | ہو سکا کہ کون ہے۔ |

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|---|---|---|---|
| ۵۳۵ | ۱۱ | مزار | مزار پر |
| 〃 | 〃 | یہ عہد | یہ عہد بھی |
| 〃 | ۱۲ | علی بخش ہمراہ | علی بخش بھی ہمراہ |
| ۵۳۸ | ۷ | کروادیں | کرادیں |
| 〃 | 〃 | غرضیکہ | غرضکہ |
| 〃 | ۹ | چار روز ہو گئے ہیں | چار روز ہو گئے |
| 〃 | 〃 | یہ پانچواں | آج پانچواں |
| 〃 | ۱۰ | کھائی جاتی ہے | کھائی جائے گی |
| 〃 | ۱۲ | مجھ کو مطلع | مجھے مطلع |
| ۵۴۰ | ۲ | الحمدللہ خیریت ہے | الحمدللہ کہ خیریت ہے |
| 〃 | ۸ | آخیر میں آئینگے | آخر میں میسر آئیں گے |
| 〃 | ۱۳ | زمانے میں | زمانے تک |
| 〃 | ۱۴ | آبادی وسعت | آبادی |
| ۵۴۳ | ۱۸ | ڈاکٹر کرم | ڈاکٹر کوم |
| ۵۴۴ | ۲ | RAY- فوٹو | X-RAY فوٹو |
| 〃 | 〃 | ڈاکٹر یار محمد خاں کل کہتے تھے | ڈاکٹر یار محمد خاں بھی کل کہتے تھے۔ |
| 〃 | ۳ | آپ کی صحت دیگر | آپ کی صحت کے دیگر |
| 〃 | ۶ | پھیلاؤ ہو | پھیلاؤ ہے |
| 〃 | ۷ | کوئی دوا | تو کوئی دوا |
| 〃 | ۱۱ | RADIUM یا DEEP | RADUIM یا DEEP X-RAY |
| 〃 | ۱۵ | غرضیکہ | غرضکہ |
| 〃 | ۱۷ | مجھے مطلع | مجھے بھی مطلع |

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|---|---|---|---|
| ۵۴۴ | ۲۰ | آنے کے بعد مفصل | آنے کے بعد پھر مفصل |
| ۵۴۷ | ۱ | آج پھر لکھ رہا ہوں | آج ہی لکھ چکا ہوں |
| // | ۴ | پچاس سال پرانی گلقند | پچاس سال کی پرانی گلقند |
| // | ۹-۸ | اگر مرچ سرخ مسالہ گوشت اور سبزی وغیرہ ڈالنا چاہیے یا نہ | اگر مرچ (سرخ) مسالہ گوشت اور سبزی وغیرہ میں ڈالنا چاہیے یا نہ۔ |
| // | ۱۰ | معلوم کیجئے | حاصل کیجئے |
| ۵۴۹ | ۴ | ہوئے ہیں | ہوتے ہیں |
| // | | ہفتہ ختم ہوتے کے بعد | ہفتہ ختم کرنے کے بعد |
| // | ۱۲ | کامل | حاصل |
| // | | لکھیے | جلد لکھیے |
| // | ۱۹ | یقین | یقینی |
| // | ۲۱ | گولوں | گویّوں |
| ۵۵۱ | ۷ | اب تک اس پر | اب تک اس میں |
| // | ۱۶ | لکھ چکا ہوں | لکھ چکا ہوں کہ |
| // | ۱۷ | اب کہتے ہیں | اب (بھی) کہتے ہیں کہ |
| // | // | یہ ایک قسم کی | یہ بھی ایک قسم کا |
| ۵۵۳ | ۱ | کے ذریعہ | کے ذریعہ سے |
| // | ۸ | تاکہ مجھے | تا مجھے |
| ۵۵۴ | ۲ | کرتا ہوں | کر لیتا ہوں |
| // | | ۔۔۔ ۔ لہ | اس میں دوسرے تیسرے روز مرغ کا گوشت کھاتا ہوں |

// نوٹ لہ حذف کیا جائے۔

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
| --- | --- | --- | --- |
| ۵۵۴ | ۶ | کراہت آتی ہے | بہت کراہت ہے |
| 〃 | ۸ | تمام عمر میں | تمام عمر میں نے |
| ۵۵۸ | ۵ | ایک دوا مور اور | ایک دوا اور امور |
| 〃 | ۷ | دی ہے | دی ہے کہ |
| 〃 | ۱۰ | ان سب | ان سے |
| 〃 | ۱۱ | یہی خیال | خیال یہی |
| 〃 | ۱۴ | دوا لگانے | دوا کے لگانے |
| 〃 | ۱۵ | غرضیکہ | غرضکہ |
| ۵۶۰ | ۷ | ممکن ہے مجھے اس | ممکن ہے کہ مجھے ایک |
| 〃 | ۸ | اندر اندر | اندر اندر ہی |
| 〃 | ۱۵ | خلیفہ شجاع الدین | خلیفہ شجاع (الدین) اور نیز |
| 〃 | ۱۶ | مطلع کر دیں | مطلع کر دے |
| ۵۶۲ | ۹ | معلوم ہوتا ہے کہ | معلوم ہوتا ہے |
| 〃 | ۱۸ | فقط | والسلام |
| ۵۶۳ | ۲ | الحمد للہ | الحمد للہ کہ |
| 〃 | ۱۴ | غالباً قرول باغ میں ہی | غالباً وہ قرول باغ ہی میں |
| 〃 | ۱۸ | دہلی میں بھی | دہلی بھی |
| ۵۶۵ | ۱ | آپ جامعہ سے | آپ کو جامعہ سے |
| 〃 | ۲ | دے دینے چاہئیں | دے دینا چاہیے |
| ۵۶۶ | ۵ | کا آرٹیکل ملفوف ہے | کے آرٹیکل ملفوف ہیں ۔ |
| ۵۶۷ | ۱ | بہترے | بہتیرے |
| ۵۶۸ | ۴ | ممکن ہو سکے گا | ممکن ہوگا ۔ |

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
| --- | --- | --- | --- |
| ۵۶۹ | ۱۴ | ابھی تک | ابھی |
| ؍؍ | ۲۱ | دوائی | دوا |
| ۵۷۱ | ۱۰ | نہ نکلے | نہ نکلیں |
| ؍؍ | ۱۲ | خاص زود اثر | خاص اور زود اثر |
| ۵۷۴ | ۷ | صدری | اندرونی |
| ؍؍ | ۱۰ | چار پانچ ماہ | کم از کم چار پانچ ماہ |
| ؍؍ | ۱۴ | بول تو سکتا ہوں | میں بول تو سکتا ہوں |
| ۵۷۵ | ۱ | نظام | ہز اگزالٹیڈ ہائی نس نظام |
| ؍؍ | ۴ | نواب رام پور | نواب رام پور[1]<br>[1] انگریزی متن میں محض رام پور لکھا ہے۔ نواب کا لفظ سہواً چھوٹ گیا۔ |
| ؍؍ | ۵ | عبدالصمد صاحب | عبدالصمد خاں صاحب |
| ؍؍ | ۶ | عمدہ آدمی ہیں | عمدہ آدمی ہیں اور مجھے یقین ہے کہ وہ مجوزہ مسلم مرکز کے قیام کے سلسلے میں آپ کے ہم خیال ہوں گے۔ |
| ؍؍ | ۹ | انگلستان میں ہوں گے | انگلستان جائیں گے |
| ؍؍ | ۲۱ | خطرناک | تشویشناک |
| ۵۷۷ | ۱۹ | تاکہ | کہ |
| ؍؍ | ؍؍ | ایک اور گولی | ایک گولی اور |
| ؍؍ | ؍؍ | اس کو | وہیں اس کو |
| ؍؍ | ۲۲ | کرلیں | کریں |
| ۵۷۸ | ۱ | شکایت | کوئی شکایت |

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
| --- | --- | --- | --- |
| ۵۷۸ | ۶ | مقرر کردوں | مقرر کروں |
| " | ۱۱ | وہ خود | وہ خود ہی |
| " | ۱۴ | قبول کریں | قبول کرلیں |
| " | ۱۵ | نکالتے ہیں | نکالتے رہیں |
| ۵۸۱ | ۱ | السلام علیکم | × |
| ۵۸۶ | ۳ | آواز پھر | آواز بھی پھر |
| " | ۵ | امید ہے | امید کہ |
| ۵۸۸ | ۱۹ | یہ مفصل | مفصل |
| " | ۲۰ | یہ پھر | یہ بھی |
| " | ۲۱ | عرض کریں | عرض کیجیے |
| ۵۹۰ | ۲ | ۴/ اگست | ۱۴/ اگست |
| " | ۲۰ | مجھے نہیں ہوا | آج نہیں ہوا |
| " | ۲۱ | عرض کردیں | عرض کردیجیے |
| ۵۹۳ | ۶ | دے دیا جائے گا | دیا جائیگا |
| ۵۹۵ | ۴ | امید ہے کہ | امید کہ |
| " | ۱۵ | ادارے | ادارے[1] |
| " | ۱۱ | سان پر چڑھانا یا سان پر لٹکانا یا سان چڑھانا (بغیر حروفِ پر کے) | سان پر چڑھانا، سان پر چڑھنا یا سان پر لگانا یا سان چڑھانا (بغیر حرفِ پر کے) |

[1] علامہ اقبال ایک اعلیٰ پایہ کی مجلس علم قائم کرنا چاہتے تھے جو معارف اسلامیہ کی تحقیق اور تجدید کا بیڑا اٹھائے۔

(سید نذیر نیازی)

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|---|---|---|---|
| ۵۹۷ | ۷ | نرم تر | نرم |
| ۵۹۹ | ۷ | خوراک نصف | خوراک کے نصف |
| ″ | ۱۸ | کرسکتا ہوں | کرسکا ہوں |
| ″ | ۲۰ | (سیاحت چند روزہ افغانستان) ختم ہوجائے | (سیاحت چند روزۂ افغانستان) ختم ہوجائے گی |
| ۶۰۱ | ۱ | جن صاحب سے | جن سے |
| ۶۰۳ | ۶ | بات میں | بارے میں |
| ″ | ۱۴ | مولوی | مولانا |
| ″ | ۱۶ | آپ کا شملہ میں | شملہ میں آپ کا |
| ″ | ۲۱ | لکھے جا سکے | لکھے جا سکتے |
| ۶۰۵ | ۳ | پارسل نہیں ملا | پارسل ابھی نہیں ملا |
| ″ | ۵ | ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے | ایسا ہوتا تھا جیسے (کذا) |
| ″ | ۹ | جہاں تک ہو سکے | جہاں تک ممکن ہو |
| ″ | ۱۳ | کمیشن پر | کمیشن میں |
| ″ | ″ | یہ میں سمجھ نہیں سکا | میں سمجھ نہیں سکا |
| ″ | ۱۴ | باقی بال جبریل | بال جبریل |
| ″ | ۲۰ | جائیں گی | جائے گی |
| ″ | ۲۱ | کس قدر | کس طرح |
| ۶۰۶ | ۱ | اس پر | اسی پر |
| ″ | ۳ | مینیجر | مینیجر صاحب |
| ″ | ۵ | مسافر پہلی ایڈیشن | مسافر کی پہلی ایڈیشن |
| ۶۰۹ | ۶ | جوکہ شکایت | جو کچھ شکایت |

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
| --- | --- | --- | --- |
| ۶۰۹ | ۶ | آنکھوں | آنکھ |
| ؍؍ | ۹ | رات | رات کو |
| ؍؍ | ؍؍ | اس میں | اس کی |
| ؍؍ | ۱۰ | رات کے چار بجے | رات چار بجے |
| ؍؍ | ۱۳ | مدت | ایک مدت |
| ۶۱۲ | ۳ | کھائیں | کھا لیں |
| ؍؍ | ۴ | چار پانچ دفعہ | دن میں چار پانچ دفعہ |
| ؍؍ | ۱۱ | مگر آفتاب | مگر اب آفتاب |
| ۶۱۴ | ۳ | ہر دو کے متعلق | ہر دو کتب کے متعلق |
| ؍؍ | ۱۳ | جو نہیں ملا | نہیں ملا |
| ؍؍ | ۱۶ | جو کہ مدت ہوئی تھی | جو کچھ مدت ہوئی تھی |
| ؍؍ | ۲۰ | فضل و کرم | فضل |
| ۶۱۶ | ۷ | تو جلد مطلع کریں | اگر نہیں ملا تو جلد مطلع کریں |
| ؍؍ | ؍؍ | تا کہ | کہ |
| ؍؍ | ۸ | آوازیں کوئی | آوازیں اب تک کوئی |
| ۶۱۷ | ۷ | روٹ کے | رُوٹ کی |
| ۶۲۰ | ۳ | کے | کی |
| ؍؍ | ۱۶ | ہے | ہے کہ |
| ۶۲۳ | ۳ | جامعہ کمیشن پر | جامعہ بھی کمیشن پر |
| ؍؍ | ۹ | اس پر | اس میں |
| ۶۲۵ | ۱ | آگیا ہے | آگیا ۔ |
| ۶۲۶ | ۱ | قدرِ فرق | کسی قدر فرق |

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|---|---|---|---|
| ۶۲۶ | ۱۰ | امید ہے | امید کہ |
| " | ۱۲ | افغانی | افغان |
| " | ۱۳ | کے یہاں | کے ہاں |
| ۶۲۸ | ۷ | عراق ہیں | کہ (کذا) عراق ہیں |
| " | ۹ | اس نسخے سے اسے | اسی نسخے سے اسی (کذا) |
| " | ۱۷ | روز تک مگر | روز تک کھایا مگر |
| ۶۳۱ | ۱۵ | فقط | والسلام |
| " | ۲۱ | امید ہے | امید کہ |
| ۶۳۳ | ۱۴ | مع آپ کا خط | مع آپ کے خط کے |
| " | ۱۷ | بتانے والے سے | بتانے والے سے بھی |
| " | ۲۰ | جو آپ نے | جواب آپ نے |
| ۶۳۴ | ۱ | ارسال کی تھی | ارسال کی تھیں |
| " | ۴ | کہ کر | لے کر |
| " | ۵ | کھانے کے لیے | کھانے کی |
| " | ۶ | چوسنا چاہیے | چوسا جائے |
| " | ۷ | ہدایت نہیں | ہدایت نہیں کہ |
| " | ۹ | میری مراد بھی | میری مراد |
| " | ۱۱ | نماز گریہ وزاری | نماز میں گریہ وزاری |
| " | ۱۴ | غرضیکہ | غرضکہ |
| ۶۳۸ | ۲ | معلوم ہوتا ہے کہ آپ | معلوم ہوتا ہے آپ |
| " | ۳ | صبح کو | صبح |
| " | ۷ | نہیں کی | نہیں کیں |

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
| --- | --- | --- | --- |
| ۶۳۸ | ۷ | دریافت کریں | دریافت کرکے |
| ؍؍ | ؍؍ | اس کا | ان کا |
| ؍؍ | ۸ | اس کی جگہ | ان کی جگہ |
| ؍؍ | ۱۰ | جامعہ | جامعہ ملیہ |
| ؍؍ | ۱۱ | لکھیے | مجھے لکھیے |
| ۶۴۰ | ۳ | خدمت میں بھی | خدمت میں پھر |
| ؍؍ | ۴ | تلّی | طحال |
| ؍؍ | ۷ | اٹھانا مشکل | اٹھانا اس کے لیے مشکل |
| ؍؍ | ۲۰ | والدہ صاحبہ | والدہ |
| ۶۴۵ | ۲ | امید ہے | امید کہ |
| ؍؍ | ۱۰ | حکیم صاحب کا ارادہ | حکیم صاحب دکا، ارادہ |
| ۶۴۷ | ۲ | شام سے | شام سے ہی |
| ؍؍ | ۱۳ | کراہیت | کراہت |
| ؍؍ | ۱۷ | فرمائیں | فرمائیے |
| ؍؍ | ۲۲ | عرض نہیں کرسکتا | نہیں عرض کرسکتا |
| ۶۵۰ | ۹ | علالت کا معلوم کرکے | علالت کا حال معلوم کرکے |
| ۶۵۲ | ۵ | فروخت کا انتظام بھی | فروخت کا بھی انتظام |
| ؍؍ | ۶ | ممکن | ملتا |
| ۶۵۳ | ۴ | چکرآجاتا ہے | چکرسا آجاتا ہے |
| ؍؍ | ۵ | رکھنی چاہئیں | رکھنی چاہیے |
| ؍؍ | ۱۴ | دواؤں کے | دواؤں کے ہو |
| ۶۵۸ | ۵ | تیار کردیا جائے گا | تیار کرایا جائے گا |

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
| --- | --- | --- | --- |
| ۶۵۸ | ۱۶ | امید ہے کہ | امید کہ |
| ۶۶۰ | ۱۱ | کوئی خط نہیں ملا | کوئی خط بھی نہیں ملا |
| 〃 | ۱۶ | ڈیر نیازی صاحب | ڈیر نیازی صاحب السلام علیکم |
| 〃 | 〃 | الحمد للہ | الحمد للہ کہ |
| ۶۶۴ | ۱۳ | غیر مدون | (غیر مطبوعہ) |
| ۶۷۳ | ۳ | دہلی ہیں | دہلی کے |
| ۶۷۵ | ۳ | دکھا دیجیے | سنا دیجیے |
| 〃 | ۱۸ | حساب | حسابات |
| ۶۷۸ | ۲ | بات | یہ بات |
| 〃 | ۸ | والسلام | × |
| 〃 | ۱۵ | وعدہ کر گئے تھے | وعدہ کر کے گئے تھے |
| 〃 | ۱۹ | اور . . . ہیں نکسیر | اور بعد میں نکسیر |
| ۶۷۹ | ۲ | کہ | کیونکہ |
| 〃 | ۱۱ | بیٹھتے وقت | بیٹھنے (کے) وقت |
| 〃 | ۱۷ | تجویز کریں | وہ تجویز کریں |
| 〃 | 〃 | سنا دیجیے | سنا دیں |
| ۶۸۲ | ۳ | وہ سنا دیے ہوں گے | وہ خطوط سنا دیے ہوں گے |
| 〃 | ۹ | پہننے سے | پہنے |
| 〃 | ۱۰ | تقریبًا | قریبًا |
| ۶۸۵ | ۱۰ | تازہ تر | تازہ ترین |
| ۶۸۹ | ۳ | آجائیں گے | آئیں گے |
|  | ۷ | جنوری | جنوری ۳۵ء |

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
| --- | --- | --- | --- |
| ۶۸۹ | ۱۱ | آپ کو کارڈ | آپ کو یہ کارڈ |
| ۶۹۰ | ۱۲ | محمدؐ اقبال لاہور | والسلام محمدؐ اقبال لاہور |
| ۶۹۴ | ۱-۲ | چہ خورد بامداد فرزندم | چہ خورد بامداد فرزندم[1] |
| | | | [1] شب چو عقد نماز می بندم<br>چہ خورد بامداد فرزندم<br>(سعدی — گلستان)<br>ترجمہ: رات کو جب نماز کی نیت باندھتا ہوں تو یہ خیال آتا ہے کہ صبح کو میرے بچے کیا کھائیں گے۔ |
| ۶۹۴ | ۵ | تو پھر | تو ہیں پھر |
| " | ۶ | فقط | والسلام |
| " | ۱۹ | تمہارے لیے ارض مستقر اور متاع یعنی فائدہ کی چیز ہے | تمہارے لیے[2] ارض مستقر اور متاع یعنی فائدہ کی چیز ہے |
| | | | [2] ولکم فی الارض مستقر و متاع الی حین<br>(قرآن- سورہ بقرۃ ۲: ۳۶) |
| " | " | | ترجمہ اور واسطے تمہارے زمین کا ٹھکانہ ہے اور فایدہ ہے ایک وقت تک۔ |
| " | ۲۲ | حاکمیت اسلامیہ کا حق | حاکمیت اسلامیہ کو حق |
| ۶۹۸ | ۱۱ | (مکتوبات اقبال) | (اقبال — جہانِ دیگر) |
| ۷۰۰ | ۱۵ | تھرڈ | تھرد |
| ۷۰۲ | ۸ | وجہ سے ہے کیا | وجہ سے ہے یا کیا |
| " | ۱۱ | ایسا تبل | ایسا (تبل) |
| " | " | روز بروز | روز روز |

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|---|---|---|---|
| ۷۰۴ | ۱ | لیڈی امام کے نام | لیڈی انیس امام کے نام |
| 〃 | ۸ | .....برتری پرد ... | ... برترمی پرد .... |
| 〃 | ۹ | اے کہکشاں ... | زجوئے کہکشاں ..... |
| 〃 | ۱۳ | سرعلی امام | سرعلی امام ( ۱۸۶۹ - ۱۹۳۲ء ) |
| 〃 | 〃 | نام خط ہے | نام خط ہے۔ اس کے ساتھ سرعلی امام کی قبر پر کندہ کرانے کے لیے اقبال نے ۹ فارسی شعر لکھ بھیجے تھے۔ یہ معلوم نہ ہو سکا کہ سرعلی امام کی قبر پر کون سا شعر کندہ ہے۔ سرعلی امام رانچی کے قریب اپنی نیم تعمیر شدہ کوٹھی "انیس کاسل" (ANEES CASTLE) کے احاطے میں محو خواب ہیں۔ |
| ۷۰۵ | ۵ | خوشا کے ... | خوشا کسے .... |
| 〃 | ۸ | شرق اگر زندۂ جاوید | شوق اگر زندۂ جاوید .... |
| 〃 | ترجمہ ۶ | مشرق اگر زندۂ جاوید | شوق اگر زندۂ جاوید |
| ۷۰۶ | ۴ | بصد شکریہ .... پٹنہ | x |
| 〃 | ۵ | بہار ہندوستان | x |
| 〃 | ۸ | — | ( انگریزی سے ) |
| 〃 | ۹ | — | بصد شکریہ: ڈاکٹر عابد رضا بیدار ڈائریکٹر خدا بخش اورینٹل لائبریری پٹنہ، بہار ہندوستان |

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|---|---|---|---|
| | | حواشی | |
| ۷۰۹ | " ۲ | ابن مسعود | ابن سعود |
| " | " ۸ | (لارڈ) اسنگٹن ۲۵ر ستمبر ۱۹۳۳ء | (لارڈ) ازلنگٹن ۲۵ر دسمبر ۱۹۳۳ء |
| ۷۱۰ | " ۲۲ | (مرزا) بشیر الدین محمود ۔ | (مرزا) بشیر الدین محمود ۱۲ر ستمبر ۱۹۳۳ء |
| " | " ۲۵ | (ڈاکٹر) بہجت وہبی ۔ | (ڈاکٹر) بہجت وہبی ۱۲ر فروری ۱۹۳۴ء |
| " | " ۲۶ | بیزلے، جان گوڈ فرے | بیزلے، جان گوڈ فرے ۸ر ستمبر ۱۹۲۹ء |
| " | " ۳۳ | (ڈاکٹر) جرمانوس | (ڈاکٹر) جرمانوس ۲۹ر ستمبر ۱۹۳۲ء |
| ۷۱۱ | " ۵۳ | (علم الدین) سالک ۔ | (علم الدین) سالک ۸ر جون ۱۹۳۳ء |
| " | " ۵۹ | (امیر) شکیب ارسلان ۲ر جولائی ۱۹۳۴ء۔ ۸۴۵ | (امیر) شکیب ارسلان ۲۹ر جون ۱۹۳۴ء ۸۴۳ ۔ |
| ۷۱۲ | " ۶۶ | (چودھری) ظفر اللہ خاں | (چودھری) ظفر اللہ خاں ۹ فروری ۱۹۳۴ء |
| " | " ۶۸ | شاہ محمد عاشق بھلتی | شاہ عاشق حسین (ص ۶۲۰) ۶ر ستمبر ۱۹۳۴ء |
| " | " ۷۹ | (شیخ) عبد المجید سندھی | (شیخ) عبید اللہ سندھی، دائرہ ہمدم لکھنو کے نام بلا تاریخ کے ۸۸۹ |
| ۷۱۳ | " ۸۷ | (شاہ محمد) غوث گوالیاری | (شاہ محمد) غوث گوالیاری (ص ۱۲۰) ۹۰۵ مولوی صالح محمد ادیب تونسوی کے نام خط بلا تاریخ |
| " | " ۸۸ | (سید) غوث محی الدین | (سید) غوث محی الدین ایڈیٹر الکلام ۳۰ر مئی ۱۹۳۰ء کے بعد کا مکتوب ۹۰۷ ۔ |
| " | " ۹۲ | (ملک) فیروز خاں لون | (ملک) فیروز خاں نون ۴ر اگست ۱۹۳۰ء |
| " | " ۹۶ | (مغنی محمد) کفایت اللہ دہلوی | (مفتی محمد) کفایت اللہ دہلوی ۱۵ر ستمبر ۱۹۳۳ء |
| " | " ۹۸ | (سر ہنری) سیٹے ولے، لارنس | (سر ہنری) اسٹاولے، لارنس ۲۶ر جولائی ۱۹۳۴ء |
| " | " ۱۰۲ | (ایڈورڈ ولیم) لین ۵ر جون ۱۹۳۰ء ۹۲۵ | ✗ |

| صفحہ | اندراج | غلط | صحیح |
|---|---|---|---|
| ۷۱۴ | ۱۱۳ ″ | (سید) محمد سورتی | (سید) محمد سورتی (ص ۱۵۸) ۱۴ راگست ۳۰ ۱۹ء |
| ″ | ۱۱۴ ″ | (ڈاکٹر) محمد شجاع ناموس منعمی | (ڈاکٹر) محمد شجاع ناموس منعمی ۸ رمئی ۱۹۳۲ء |
| ″ | ۱۱۵ ″ | محمد شفیع داؤدی | محمد شفیع داؤدی ۳۱ رجنوری ۱۹۳۴ء |
| ″ | ۱۲۱ ″ | (ملّا) محمود جونپوری | (ملّا) محمود جونپوری ۸ راگست ۱۹۳۳ء |
| ″ | ۱۲۶ ″ | (عبدالصمد) مقتدری | (عبدالصمد) مقتدری ۱۷ رستمبر ۱۹۳۳ء |
| ۷۱۵ | ۱۴۱ ″ | (سکندر علی) وجد | ✗ |
| ″ | ۱۴۲ ″ | (لارڈ) ولنگڈن | (لارڈ) ولنگڈن وائسرے ہند ۱۶ رجنوری ۱۹۳۲ء |
| ۷۴۴ | سطر ۷ | نزہتہ الخواطر | نزہتہ الخواطر (حاشیہ ص ۱۰۵۳، ۱۰۵۴ پر) |
| ۷۵۸ | ۱۳ | حکیم محمد احمد برکاتی | حکیم محمود احمد برکاتی |
| ″ | ″ | کتاب اتقان العرفان فی تحقیق الزماں | کتاب اِتقان العرفان فی ماہیتہ الزماں |
| ۷۹۰ | ۱۷ | ایمس آف بولڈ | ریلمز آف گولڈ REALMS OF GOLD |
| ″ | ۲۲ | شعراور شعرات | شعرا، شعریات |
| ۷۹۷ | ۱ | حامد علی خاں (۱۹۰۱—۱۹۸۰) | حامد علی خاں (ولادت ۱۹۰۱) |
| ۸۰۰ | ۷ | تین جلدوں میں | چار جلدوں میں |
| ۸۰۷ | ۱۰ | لیکن خاقانی | لیکن خاقان |
| ۸۱۰ | ۱۴ | (وون کریمر) اور JOSEPH HAILL | (فون کریمر) اور JOSEPH HELL |
| ۸۲۵ | | یہ تھے بارہ سو بارہ جمعہ کا دن تھا ربیع الاول کی گیارھویں روز ولادت ہے۔ | سن ہجری یہ تھے بارہ سو بارہ جمعہ کا دن تھا ربیع الاولیں کی گیارھویں روز ولادت ہے۔ |
| ۸۵۴ | ۱۱ | مباحث ورسائل | مباحث ومسائل |
| ۸۵۷ | ۱۲ | موجّد | موحّد |
| ۸۶۴ | ۱ | شاہ محمد عاشق پھلتی (۱۱۱۱ھ۔۱۱۸۷) | شاہ عاشق حسین (۱۱۱۰ھ/ ۱۱۸۷ھ) |
| ″ | ۲ | شاہ محمد عاشق | شاہ عاشق حسین |

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|---|---|---|---|
| ۸۶۵ | ۶ | اردو ترجمہ ہو چکا ہے | اردو ترجمہ ہو چکا ہے۔ اس پر حاشیہ نمبر ۱۰۲۶ - ۱۰۲۷ پر ملاحظہ ہو۔ |
| ۸۹۲ | ۲۳ | وہاب بے عظام | عبدالوہاب عزام |
| ۹۰۶ | ۱۵ | حنیف محمد غوثی شطاری مناڈوی | حنیف محمد غوثی شطاری مانڈوی |
| ۹۲۵ - ۹۳۷ | | یہ نوٹ یہاں سے حذف کیا جاتا ہے اور جلد چہارم میں شامل ہے۔ | |
| ۹۴۸ | ۱۶-۱۷ | جو غالباً ۱۹۸۷ء میں جرالٹر سے | جو ۱۹۸۰ء میں دارالاندلس، جبرلٹر سے |
| ۹۹۶ | ۱۶ | آیات بتیان | آیاتِ بیّنات |
| ۹۹۸ | ۱ | قبادیان | قبادیان |
| - ۱۰۱۴ | | سر ہیفورڈ کریس | سر ہیفورڈ کرچیں |
| ۱۰۰۲ | ۶ | (سکندر علی) وجد | یہ نوٹ محذوف کر دیا جائے۔ یہ جلد چہارم میں شامل ہے۔ |

## تعلیقات

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|---|---|---|---|
| ۱۰۲۵ | اندراج ۲ | برہمو سماج | × |
| ۱۰۲۵ | ۷ | ستر السماء، | سر السماء، ۱۹؍جون ۱۹۳۰ |
| | ۱۰ | ملنڈ پتھو ۲؍فروری ۱۹۳۰ء | × |
| ۱۰۲۶ | ۲ | شیخ محمد عاشق پھلتی | شاہ عاشق حسین |
| | ۶ | انحاف النبلا | اتحاف النبلا |
| ۱۰۲۸ - ۱۰۳۰ | | برہمو سماج "پر حاشیہ حذف کیا جاتا ہے۔ | |
| ۱۰۴۳ | ۲ | مولانا ابو عبدالرحمن عبدالعزیز بن احمد بن حامد قرشی پرہاروی ملتانی | مولانا ابو عبدالرحمن عبدالعزیز بن احمد بن حامد قریشی پرہاروی ملتانی۔ |
| ۱۰۴۹ - ۱۰۵۱ | | ملنڈ پتھو پر نوٹ یہاں سے حذف کیا جاتا ہے اور جلد چہارم میں شامل ہے | |

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|---|---|---|---|
| ۱۰۵۲ | ۱ | موافق | مواقف |
| ″ | ۲ | موافق | مواقف |
| ″ | ″ | عبدالرحمٰن ایجی | عبدالرحمٰن الایجی |
| ″ | ″ | قصبہ ایج | قصبہ' ایگ'، (جس کا معرّب ایج ہے) |
| ″ | ۷ | موافق کا متن | مواقف کا متن |
| ″ | ۱۳ | موافق | مواقف |

″ سطر ۱۲ سے پہلے ایک نیا پیراگراف بڑھایا جائے جو حسبِ ذیل ہے:

'المواقف فی علم الکلام' علم کلام کی نہایت اہم کتاب ہے۔ یہ ایک مقدمہ اور چھ مواقف (ابواب و فصول) پر مشتمل ہے۔ الایجی نے علم منطق کے جملہ اصولوں سے استفادہ کیا ہے۔ وہ فلسفے کی ان آرا کو جو دینی عقاید سے متعارض ہیں رد کرتے ہیں۔ اس لیے ان کے معاصرین نے اس کتاب کو علم کلام میں عقل کی فتح قرار دیا ہے۔

حافظ شیرازی بھی ان کے معترف تھے:

دگر شہنشہِ دانش عَضُد کہ در تصنیف
بنائے کارِ مواقف بنامِ شاہ نہاد

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|---|---|---|---|
| | ۱۸ | محمد معین: فرہنگِ فارسی جلد چہارم ص ۱۱۸۰ | محمد معین: فرہنگِ فارسی جلد پنجم ص ۱۱۸۱ |
| | آخری سطر کے بعد | | بصد شکریہ: ڈاکٹر مختارالدین احمد صاحب علی گڑھ |
| ۱۰۵۹ | ۲ | علامہ عبدالعزیز بلہاروی | علامہ عبدالعزیز پرہاروی |
| | ۳ | خواجہ ایف۔ایم۔شجاع مالوس | خواجہ ایف۔ایم۔شجاع منعمی ناموس |
| ۱۰۶۰ | ۱۶ | میر شامل حال | میرے شامل حال |

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
| --- | --- | --- | --- |
| | | **کتابیں اور رسائل** | |
| ۱۰۶۳ | اندراج ۲۲ | جلیل قدوائی: حیاتِ مستعار جلد اول و دوم مکتبہ اسلوب کراچی ۱۹۸۷ء | جلیل قدوائی: حیاتِ مستعار جلد اول مکتبہ اسلوب کراچی ۱۹۸۷ء جلد دوم رسالہ 'غالب'، کراچی میں شائع ہوئی۔ |
| ۱۱۰۱ | ۲۰ | وجد سکندر علی ۱۰۱۴ | x |
| ۱۱۲۳ | آخری سطر | آتحاف النبلا | اتحاف النبلا |
| ۱۱۲۴ | ۱ | اصول و آثار | x |
| // | ۷ | اصلاحات صوفیہ | اصطلاحات صوفیہ |
| ۱۱۲۷ | ۱۷ | ریمس آف بولڈ | ریلمز آف گولڈ (REALMS OF GOLD) |
| ۱۱۲۸ | ۱ | پرانے چراغ مع تکملہ سینے کے چراغ۔ | پرانے چراغ مع تکملہ سینے کے داغ |
| // | ۵ | .بحرالحقایق | .بحرالحقایق |
| ۱۱۳۱ | ۲ | حاشیہ شرح الموافق | حاشیہ شرح المواقف |
| | ۱۲ | کلمائے اسلام کے عمیق تر مطالعہ کی دعوت | x |
| | ۱۵ | حاتم سلیمانی | // خاتم سلیمانی 'خ' کے تحت درج کیا جائے۔ |
| ۱۱۳۲ | ۱ | خاکستر پرواز | خاکستر پروانہ |
| // | ۱۶ | دواین | x |
| ۱۱۳۳ | ۱۱ | ذخیرۃ شمس الحسن | x |
| ۱۱۳۴ | ۱۵ | سبحۃ المرجان ۷۴۴ | x |
| ۱۱۳۵ | ۹ | شعرا و شعرات | شعرا و شعریات |

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
| --- | --- | --- | --- |
| ۱۱۳۵ | ۱۴ | شوقی وصداقتہ اربعین | شوقی وصداقتہ اربعین ستّہ |
| ۱۱۳۸ | ۱ | کتاب الطواسن | کتاب الطواسین |
| | ۱۰ | کاشف الحایق | کاشف الحقایق |
| ۱۱۳۹ | ۸ | مباحث شرقیہ | مباحث مشرقیہ |
| | ۱۲ | گُلکندہ | گُلکدہ |
| | ۱۳ | گنجیہ آزر | × |
| ۱۱۴۰ | ۱۳ | مکاتیب اقبال کے مآخذ ایک تحقیقی جائزہ | × |
| | ۱۶ | مسلم العلوم ..... | سُلّم العلوم ..... |
| ۱۱۴۱ | ۱۵ | موافق ۱۰۵۲ | مواقف ۳۷۴، ۳۸۱، ۱۰۵۲ - |
| ۱۱۴۲ | ۵ | نزہتہ الخواطر.... ۱۰۵۳ | نزہتہ الخواطر و بہجتہ المسامع والنواظر ۴۴۷، ۸۶۵، ۸۸۲، ۹۴۳، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴ - |
| | ۶ | نزہتہ الخواطر و بہجتہ المسامع والنواظر ۱۰۵۳، ۱۰۵۴ | × |
| ۱۱۴۳ | ۸ | یورپ میں دکنی مخطوطات ۲۸۰، ۲۸۱ | یورپ میں دکھنی مخطوطات ۲۸۰، ۲۸۱ - |